

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

علمائے دیوبند کی کفریہ اور متضاد عبارات سے متعلق

دیوبندیوں سے لاجواب سوالات

WWW.NAFSEISLAM.COM

"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT"

مرتبہ : محمد نعیم اللہ خاں قادری

لیکچرر، جامعہ اسلامیہ
دہلی، پاکستان

ناشر: فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کامونگی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب دیوبندیوں سے لاجواب سوالات

مرتبہ محمد نعیم اللہ خاں قادری

پی ایس سی۔ بی ایڈ

ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

ناشر قیضان مدینہ پبلیکیشنز کامونکس

صفحات ۱۱۳۶

قروری ۲۰۰۳ء

ہاراول

450/- روپے

قیمت

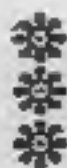
WWW.NAFSEISLAM.COM
"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT"

تقسیم کار

نوری بک ڈپو

در بار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور

فون: 042-7112917



نوری کتب خانہ

معصوم شاہ روڈ بالمقابل ریلوے سٹیشن، لاہور

فون: 042-6366385

فہرست ذرائع

صفحہ نمبر

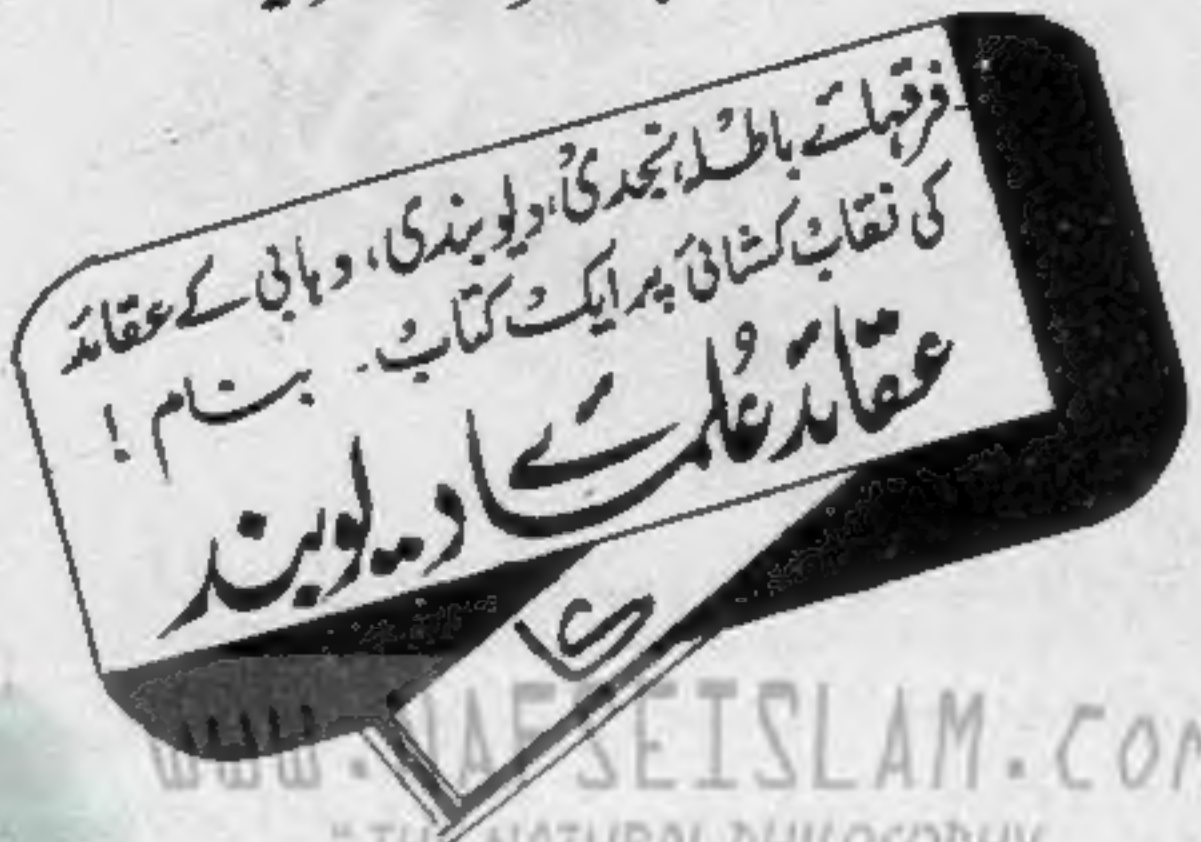
بر شمار

- ۱۔ عقائد علمائے دیوبند کا انکشاف (مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطفی) ۵
- ۲۔ مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا (علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب) ۵۲
- ۳۔ مسئلہ تکفیر جواب آل غزل (سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب) ۱۰۰
- ۴۔ مسئلہ تکفیر اور تحذیر الناس (علامہ مولانا غلام علی قادری اشرفی اوکاڑوی) ۱۳۶
- ۵۔ موت کا پیغام (شیخ الحدیث حضرت علامہ سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ) ۱۸۲
- ۶۔ تازہ فتوائے حرم مکہ و مدینہ (الجبیل الثانوی علی کلوة التھانوی) ۲۱۳
- ۷۔ ظفر الدین البجید معروف بہ عطش قیاب ۲۲۹
- ۸۔ مذہب کی پہچان کا پاکیزہ فوٹو (حضرت حاجی غلام حسن صاحب کی خشتی قادری) ۳۱۷
- ۹۔ امکان کذب کا فتنہ (علامہ مفتی بدر الدین احمد صاحب علیہ الرحمۃ) ۳۳۹
- ۱۰۔ کیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے؟ (مبارک حسین مصباحی) ۳۵۳
- ۱۱۔ ضیاء القاسمی کا پُر فریب چیلنج قبول (سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب) ۳۸۳
- ۱۲۔ ”سپاہ صحابہ کیلئے لمحہ فکریہ“ (سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب) ۴۳۰
- ۱۳۔ سرپرست ”سپاہ صحابہ“ کے نام (سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب) ۵۱۲
- ۱۴۔ غلط فہمی کا ازالہ (مولانا محمد حسن علی رضوی میلی) ۵۳۶
- ۱۵۔ حرم سے دھرم تک (دیوبندیت اور ہندو نوازی) مولانا مفتی غلام رسول غازی ۵۴۳
- ۱۶۔ تحریک انسداد گادگشی اور امام احمد رضا علیہ الرحمۃ (زین الدین ڈیروی صاحب) ۶۰۷
- ۱۷۔ شمع ہدایت (علامہ مولانا ابوالقیض نجم عبد الحفیظ قادری) ۶۴۴
- ۱۸۔ سید احمد بریلوی انگریز دوست یا انگریز دشمن (جناب عنایت اللہ چشتی چکڑالوی) ۷۳۷

فہرست رسائل

- نمبر شمار
- صفحہ نمبر
- ۱۹۔ پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار (مولانا ضیاءالحامدی نقشبندی مجددی) ۷۸۳
- ۲۰۔ اشرف الافادات (مولانا عبدالواحد صاحب دیوبندی) ۸۲۰
- ۲۱۔ دیوبندی شاطر اپنے منہ کا قر (مولانا علامہ حسن علی قادری رضوی) ۸۳۸
- ۲۲۔ مرثیہ گنگوینی (حکیم اللہ بخش انصاری اسد نظامی) ۸۶۹
- ۲۳۔ مہلبہ کا جواب (محمد شمیم الحسن قادری رضوی) ۸۹۱
- ۲۴۔ آمینہ حق و باطل ۹۰۷
- ۲۵۔ ڈاکٹر خالد محمود کی ایمان سوز فریب کاریاں (سید بادشاہ تقسیم بخاری صاحب) ۹۳۲
- ۲۶۔ گستاخان رسول ﷺ سے قطع تعلق (علامہ مولانا محمد عبدالرشید صاحب قادری) ۱۱۲۵

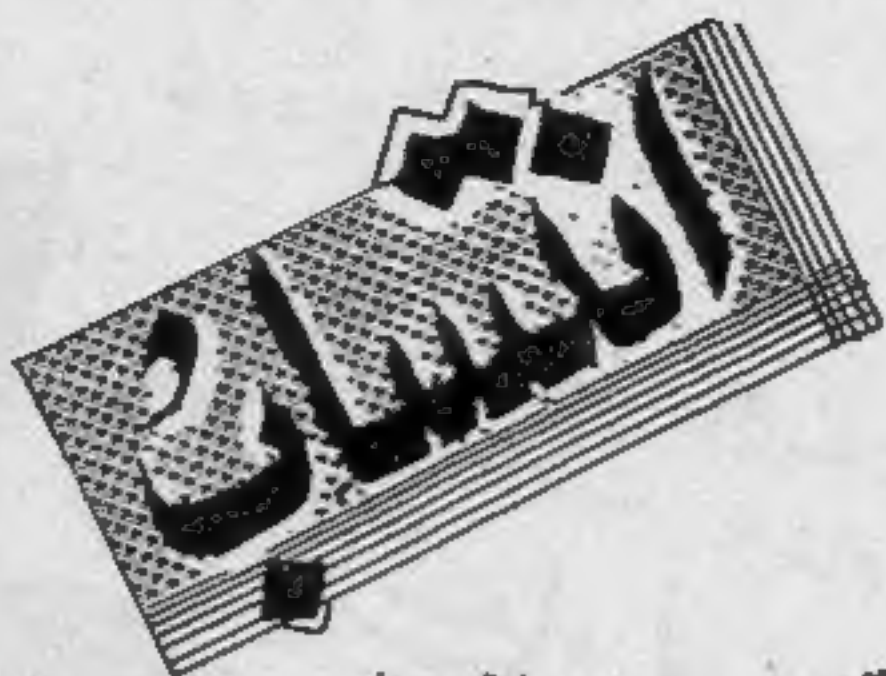
کلک رضا ہے خیر خوشخوار برق بار
اعداد سے کہد و خیر منائیں نہ شر کریں



WWW.HAFSEISLAM.COM
"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLE SUNNAT WAL JAMAAT"

اکشاف

از:
ڈاکٹر مولینا محمد اعجاز انجم لطیفی ایم اے پی ایچ ڈی
مدرس مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام سوداگران بریلی شریف



راقم الحروف اپنی اس کتاب کا انتساب اپنے والدین کریمین
 معذورین کے نام کرتا ہے کہ جن کی محبت و شفقت اور دعا سحر گاہی
 سے راقم حصول تعلیم کی طرف راغب ہوا اور علم دین حاصل کیا۔ ساتھ ہی
 ساتھ ان اساتذہ کرام کی طرف منسوب کرتا ہے کہ جن کی تربیت و تعلیم و
 کی وجہ سے راقم الحروف تصنیف و تالیف کے لائق ہوا۔ دعا ہے کہ
 اللہ تعالیٰ میرے والدین کریمین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور
 اساتذہ کرام کے درجات میں ترقی عطا فرمائے۔ اور ان کا سایہ مدام ہمارے
 سروں پر قائم و دائم رہے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محمد اعجاز انجم لطیفی

مقام ویسٹ ماڈل پور
 والابار سوئی گھاٹ ضلع کٹیہار بہار

کتاب

حضرت علامہ مولانا الحاج
محمد سبحان رضا خان صاحب
سبحانی میاں قبلہ مدظلہ العالی

سجادہ نشین خاتقاہ عالیہ رضویہ حامدیہ ذوریہ ریجانیہ سوداگران بریلی شریف

فقیر نے مکرری حضرت مولانا اعجاز انجم صاحب لطیفی زید مجیدہ مدرس مرکز
اہلسنت دارالعلوم مظہر اسلام کی تالیف لطیف بنام "عقائد علماء دیوبند کا
انکشاف" مطالعہ کی ماشاء اللہ تعالیٰ احقاق حق و ابطال باطل میں بہت
کامیابی تالیف ہے۔ اپنے مذہب و مسلک کے اظہار اور اہل باطل دیوبند
وہابیہ کے رد و انکار میں مولانا نے جو کاوش کی ہے وہ لائق تحسین ہے۔
اہل باطل کے سامنے ایک آئینہ رکھ دیا ہے جس میں وہ اپنے آپ کو اور اپنے
باطل مذہب کو دیکھیں گے یا پھر انہیں کا جوتا اور انہیں کا سر بے جس کی ضرب
کی شدت وہ ہمیشہ محسوس کریں گے۔ مولیٰ تعالیٰ مسلک اہل سنت کی تائید اور
میرے جد کریم مجدد دین و ملت امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا
رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں اٹھے ہوئے مولانا محترم کے قلم کو دارین میں
سرفرازی بخشے اور ان کی اس قلمی خدمت دینی کو مقبول علوم و خواص فرما
اپنے مذہب مہذب کی تائید و اہل باطل کی تردید میں مزید تصنیف
و تالیف کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین آمین یا رب العالمین بجاہ النبی
الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

فقیر قادری محمد سبحان رضا خان سبحانی
خادم و سجادہ خاتقاہ رضویہ ریجانیہ بریلی شریف
۱۹ ربیع النور شریف ۱۴۱۹ھ

تقریب علی

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فاروق قادری
صدر مفتی دارالافتاء مرکز اہل سنت منظر اسلام سوڈان بریلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تَحْمِیْدًا وَنُصْلًا عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَرَہَقَ الْبَاطِلَانِ الْبَاطِلَانِ کَانَ
زَهْوَقَاہُ۔ گرامی وقار قارئین کرام! کہنے والے نے کتنی سچی اور اچھی بات کہی ہے کہ :

ہر گلے راز نگ و بوسے دیگر است

اسی حقیقت کے پیش نظر خطیب ملت ناشر مسلک اعلیٰ حضرت

مناظر اہل سنت حضرت علامہ محمد اعجاز انجم لطیفی صاحب مدرس مرکز اہل سنت دارالعلوم منظر اسلام

بریلی شریف ایک باصلاحیت مدرس قادر الکلام خطیب اور ایک صاحب قلم عالم دین ہیں۔ حضرت

مولانا موصوف ملک کے مختلف جرائد و رسائل سے اپنی پختہ و بے باک تحریرات کے ذریعہ

خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ بالخصوص مرکزی ماہنامہ (رسالہ اعلیٰ حضرت) میں آپ کی تحریرات

کسی ایکسی عنوان سے منصفہ شہود پر آتی رہتی ہیں اور علامہ موصوف ان تحریرات کے ذریعہ

ملک و بیرون ملک سے داد و تحسین حاصل کرتے رہتے ہیں۔ حضرت علامہ موصوف کی تحریر

احقاق حق اور ابطال باطل کی آئینہ دار ہوتی ہے اور پر مغز اور دلائل و براہین سے آراستہ

کہ مخالفین کو دم مارنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ قارئین کرام! زیر مطالعہ کتاب مستطاب

بتام عقائد علمائے دیوبند کا انکشاف، حضرت علامہ موصوف کا ایک عظیم قلمی شاہکار ہے۔

جو اتفاقاً طور پر وجود پذیر ہوا ہے۔ اگر وہ اتفاق نہ ہوتا تو شاید یہ پُر دلائل و باحوال کتاب

منظر عام پر نہ آتی۔ کتاب کے منظر عام پر آنے کا سبب خود صاحب کتاب علامہ موصوف نے پیش کش کی تھی

تحت نہایت شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے۔ جو حقیقت و صداقت کا غماز ہے۔

حقیقت اور صدقہ فی صد حقیقت ہے کہ فرقیاتے باطلہ بالخصوص دیوبندیوں

وہابیوں کے مقابل اہل سنت کا ہر عالم بفضلہ تعالیٰ و بکرم حبیبہ الاعلیٰ مناظر ہے زمانہ جانتا

ہے کہ جس علاقہ میں حبیب بھی دیا بیوں دیوبندیوں نے سر اُجھارا اور اپنی جہالت و بے دینی

کی آواز بلند کی۔ اللہ رب العزت نے اسی علاقہ میں بلا تاخیر کسی نہ کسی عالم اہل سنت کو ان کی سرکوبی کے لئے اُن کے مقابل کھڑا کر دیا۔ یہ بات میں نے تنزل الاعراض کی ہے ورنہ بلا مبالغہ عرض کر رہا ہوں کہ اہل سنت کے علماء کی شان علمی تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے اُن کے تلامذہ ان کے مدارس کے طلبہ کا علمی وقاریہ ہے کہ مدارس اہل سنت کے طلبہ کے سامنے اہل باطل و یابوت و ہابیہ آنے کی جرأت نہیں کر سکتے : ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء مناظرہ کرنے کی دھمکیاں دینا۔ لایعنی اعتراضات کرنا۔ عوام کو گمراہ کرنے کے لئے بے ثبوت و بلا دلیل باتیں کرنا یہ آج کے دیوبندیوں و ہابیوں کو اپنے اکابر سے ورثہ میں ملا ہے۔ مناظرہ کرنے کی تو اُن کے پُرکھوں کو جرأت نہ ہو سکی تو آج کے یہ نادان دوست اہل سنت کے سامنے آنے کی کیا ہمت کر سکتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ گیدڑ کی جیب موت آتی ہے تو وہ آبادی کی طرف بھاگتا ہے مثال صادق آتی اور اس علاقہ کے دیوبندیوں و ہابیوں نے سر اُبھارا عقائد حقہ اہل سنت کے خلاف باتیں کیں۔ اپنی نجس ناپاک تقاریر کے ذریعہ امام اہل سنت مجدد دین و ملت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کے دامن عزت و وقار پر بیہودگی کی کپچڑ اچھالی اور بریلی شریف کی جانب بد نگاہی سے دیکھا۔ بس کیا ہوا کہ فوراً پکڑے گئے اور حضرت مناظر اہل سنت علامہ اعجاز انجم لطیفی صاحب کے آہنی پنجوں کے شکار ہو گئے۔ علامہ موصوف نے ایسے شکنجہ میں پھانس دیا کہ اب مرتے دم تک دیوبندیوں و ہابیوں کا اس شکنجہ سے نکلنا غیر ممکن ہے۔ یہ مرکز اہل سنت بریلی شریف کی طرف بد نگاہی سے دیکھنے کا نتیجہ ہے کہ مذہب و ہابیہ ہمیشہ سسکتی رہے گی۔

حضرت علامہ موصوف کی کتاب لاجواب حوالہ جات کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ کوئی دیوبندی و ہابی اگر انصاف پسندی پر آیا تو وہ کتاب میں درج شدہ حوالوں کو خود دیوبندیوں و ہابیوں کی کتابوں سے مطابقت کر سکتا ہے اور

دیکھ سکتا ہے کہ اہل سنت بحمدہ تعالیٰ غلط بیانی و بے سرو پا باتوں کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر کے دکھانا۔ علماء اہل سنت کا طرہ امتیاز ہے۔ اور یہی ہمارے محترم خطیب الہند مناظر اہل سنت علامہ اعجاز انجم لطیفی صاحب نے کر کے دکھایا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے بیان کی تصدیق قارئین کرام مطالعہ کتاب کے بعد ضرور فرمادیں گے۔ مولیٰ تعالیٰ علامہ موصوف و ممدوح کو اس دینی کارنامہ کی بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے اور وہ عوام جو کسی بھی سبب سے دیوبندیت و ہابیت سے متاثر ہیں۔ انہیں قبول حق کی توفیق ہو۔ آمین آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامی الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

فقیر قادری محمد فاروقی خاں لاہور
دارالعلوم منظر اسلام بریلی تشریف

از قلم: حضرت علامہ مولانا محمد نور علی صاحب قلم

ایم۔ اے۔ مدرسہ جامعہ رضویہ منظر اسلام سوڈان

بریلی شریف

تاریخ

محبت گرامی فاضل نوحواں ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا محمد عجاز انجم لطیفی کی یہ تازہ ترین کتاب "عقائد علماء دیوبند کا انکشاف"، میری نظر سے گزری اس کتاب میں انہوں نے علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ کو مدلل و واضح طور پر بیان کیا ہے اور ان عقائد باطلہ کو انہیں کے اکابر کی تحریر کردہ کتابوں کے حوالوں سے ثابت کیا ہے۔ صاحب عقل و دانش اور منصف مزاج ایسے گندے باطل عقائد کو سن کر یقیناً بغیر لاجول پڑھے اور لعنت بھیجے ہوئے نہیں رہ سکتا۔ لہذا ہر مسلمان پر ہر آن لازم ہے کہ ایسے بد عقیدہ لوگوں سے ہمیشہ دور و نفور رہے۔ اور اپنے اہل و عیال و متعقین کو بھی ان کی صحبت سے بچائے۔

مولانا موصوف ایک باصلاحیت مدرس ہونے کیساتھ بہترین قلم کار اور مضمون نگار ہیں۔ عربی فارسی، اردو، ہندی اور انگلش زبان سے واقف ہیں اسی لئے آپ کی تحریریں عوام و خواص علماء و ادباء و عطار میں و فوری شوق اور کمال فکر کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ آپ کے مضامین و مقالات دنیا سے سنیت میں مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ زبان و بیان سے آشنا ہیں۔ اور میدان صحافت و خطابت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ مولانا موصوف نے جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی سے فاضل درس نظامی، فاضل دینیات الیاد پور ڈی، فاضل پر کشین مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ بہار، ادیب کامل معلم، اردو علی گڑھ، ڈی ایم پی بریلی کالج بریلی، ایم۔ اے اردو و ہیکھنڈ،

یونیورسٹی بریلی، پی۔ ایچ۔ ڈی بہاؤ الدین نورسٹی مظفر پور بہار، عربک بائی رٹیلو مصر
کی ڈگریاں حاصل کیں اور ماہنامہ اعلیٰ حضرت ڈائجسٹ کے مدیر بھی ہیں اور
مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام کی عظیم درسگاہ کے مسند تدریس
پر فائز ہیں۔

اس کتاب کے ذریعہ عقائد و ہابیہ دیوبندیہ کے اصلی چہرے کی نقاب
کشائی کی گئی ہے کہ وہابیت کی بنیادیں واقعی دروغ بیانی اور بہتان
تراشی اور رسول دشمنی پر کھڑی کی گئی ہیں۔۔۔۔۔ وقت کی سخت ضرورت
اور اسلامی دیہیت نے آواز دی اور مناظر اہل سنت حضرت علامہ اعجاز
صاحب لطیفی ایک مرد مجاہد کی طرح قلم کی تلوار لیکر میدان میں کود پڑے اور
اردو زبان میں ایک حقائق بیان مدلل کتاب ”بنام عقائد علماء دیوبند
کا انکشاف“ تصنیف فرمائی۔ ہم ان سے گزارش کریں گے کہ تصنیف
و تالیف کے میدان میں رہ کر اپنے زور قلم سے قوم مسلم کی صحیح رہنمائی
فرماتے رہیں اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔

دیکھنے میں یہ کتاب اگرچہ مختصر ہے مگر افادیت میں کہیں زیادہ۔ صاحب
سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خان صاحب قبلہ اور قادر الکلام
حضرت علامہ مولانا محمد فاروق صاحب مدنی مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی نے اس پر دعائیہ کلمات
اور تقریظ تحریر فرمائیں جو کتاب کے وزن و وقار میں اضافہ کر رہی ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے و طفیل اس کتاب کو شرف
قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

فقیر نوری عبید المصطفیٰ محمد نوری رضوی نانیاروی

ایم۔ اے۔ مدرس جامعہ منظر اسلام بریلی شریف۔ یوپی

پیش کشا

نہ تم صد سے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیں کرتے
نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں !!

مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام سو ڈاگران بریلی شریف سے احقر
(محمد اعجاز انجم لطیفی) بقرعید کی تعطیل میں اپنے گھر بمقام مادھے پور ضلع کٹیہار
پہنچا۔ تعطیل میں مدارس اسلامیہ میں زیر تعلیم طلبہ بھی اپنے اپنے گھر آئے ہوتے
تھے۔ موقع غنیمت جان کر میرے چچا محترم جناب حبیب ڈیلر صاحب اور ان کے
برادران نے اپنے دروازے پر ۱۰ اپریل ۱۹۷۵ء کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا پروگرام رکھا مجمع عام کو خطابت کرنے کے لئے انہوں نے احقر کو دعوت دی۔
احقر کے علاوہ طلبہ بھی شریک بنے۔ طلبہ نے یکے بعد دیگرے نعت
و منقبت کے اشعار پڑھے پھر افتتاحی تقریر بھی کی آخر میں راقم الحروف نے
میلاد مصطفیٰ اور علم غیب کے موضوع پر ایک بصیرت افروز تقریر احادیث کی
روشنی میں کی۔ جس سے عوام کے اندر خوشی کی لہر دوڑ گئی لغزہ تبجیر اور لغزہ
رسالت کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اثناء تقریر احقر نے کہا کہ کفار و مشرکین
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو دیکھ کر ایمان لایا کرتے تھے
لیکن آج اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے روزہ نماز کی تبلیغ کرنے والے
دلیوبندی و باغی تبلیغی لوگ نبی کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ اس پر احقر نے
کہا کہ اگر علماء دلیوبند کے باطل عقائد کو عوام الناس پر ظاہر کیا جائے تو انہیں
کے عقیدہ مند جوان کے نام ترمز ویر میں ایسے ہیں اور انہیں فرشتہ
صفت تصور کرتے ہیں وہی لوگ ان کے منہ پر جوتے اور طماپے رسید

کرتے نظر آئیں گے۔ یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد تقریباً اربعے شب
جلسہ صلوٰۃ و سلام پر ختم ہوا۔ فاتحہ کے بعد شیرینی تقسیم ہوئی۔

پانی وہیں مڑتا ہے جہاں گڑھا ہوتا ہے

اس مقولے کے عین مطابق فدایان دیوبند و شیدائیان سہارن پور
کے پیٹ میں درد شروع ہو گیا۔ میرے خلاف اپنے لوگوں کو بھڑکانا شروع
کیا۔ میری زبان کھینچنے اور مارنے کی دھمکی دی جانے لگیں۔ میرے محبوبین نے
بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا جب مجھے مرعوب کرنے کی ساری سازشیں ناکام
ہو گئیں تو دوسرے دن ان نام نہاد مولویوں نے اپنے حواریوں کی مشنگ
کو کے میری تقریر کے رد میں جو انی تقریر کا اعلان کیا۔ اپنی برادری میں
کافی دھندلارائیاں شام کو جب ان لوگوں نے اپنے پیشوا اور مقتدا کی روش
کے مطابق ایران و توران کا رنگ چھیرا اپنے آپ نگین مارنے لگے بقرط و قراط باور کرنے لگے۔ اپنے
مقابل میں راقم الحروف کو بے علم و جاہل، یتیم العقل و غیرہ کہنا شروع کیا تو میں
نے ان کی لاف زنی کو ریکارڈ کرنے کے لئے اپنے لوگوں کو بھیپ ریکارڈ
لے کر ان کے جلسے میں بھیج دیا تاکہ ان نام نہاد مولویوں کے بیان کردہ
تضادات کو عوام کے سامنے وقت ضرورت پیش کیا جاسکے جس اتفاق
سمجھئے کہ اسی دن شام کو حضرت مولانا امام اختر نوری صاحب قبلہ صدر المدین
الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم ملک پور ضلع کشمیر میرے غریب خانے پر ایک
تقریب سعید کی دعوت دینے آئے تھے۔ وہ واپس جا رہے تھے میں نے
ان کو بالقصد روکا۔ انہوں نے بھی ان کی وہی تباہی سنی۔ کم سختوں نے
ان پر بھی کچھ چھینٹا کشی کی۔ مجھے تو ان نام نہاد مولویوں نے دریدہ دہنی کے
ساتھ برا بھلا کہا۔ دل کھول کر گالیاں دیں۔ جس کی مجھے کوئی پروا نہیں۔

کیونکہ جن کا شعار نبی، رسول، ولی وغیرہ کو گالی دینا ہو، وہ اگر مجھ احقر کو گالی دیں تو اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے؟ لیکن ان نام نہاد مولویوں نے مجھ پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ان لوگوں نے پیشوائے اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات پر بہتان تراشی کی۔ ان کی علمی شخصیت کو مجروح کرنے کی۔ ناکام کوشش کی۔

ان سب کے سر عنہ مولوی منظور نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو اپنے حواریوں کے سامنے رسوا کرنے کی تمہید اس طرح گانتھی۔

اس نے کہا کہ بریلوی حضرات احمد رضا کو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں لفظ اعلیٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ کچھ دنوں قبل وزیر اعلیٰ لاہور مسعود تھا۔ اس نے اپنے دورہ حکومت میں اعلیٰ گھٹالہ کیا۔ چارہ گھٹالہ وغیرہ۔ اسی طرح ان کے اعلیٰ حضرت احمد رضا ہیں۔ میں ان کا سی بی آئی ہوں ان کے اعلیٰ حضرت نے بھی گھٹالہ کیا ہے۔ گھٹالے کی مثال اس کم عقل بے علم نے دی کہ اعلیٰ حضرت نے ایک سلام لکھا ہے اور وہ سلام اپنے بیٹے پر لکھا ہے۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

صرف اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے خود ساختہ سی بی آئی نے جو وضاحت کی ہے یقیناً وہ اس کی سفاہت اور جہالت پر دال ہے۔ اس کی جہالت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اسے دو کا پہاڑ یا دھنیں جوڑ، گھٹاؤ کا حساب یاد نہیں۔ لاعلمی کی حد تو یہ ہے کہ اسے یہ نہیں معلوم کہ سال میں کتنے دن ہوتے ہیں۔ اس خود ساختہ سی بی آئی نے اپنی

تقریب میں کہا کہ سال میں ۳۶۰ دن ہوتے ہیں اس لیے علم نے کہا کہ احمد رضا کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام حامد رضا دوسرے کا نام مصطفیٰ رضا تھا اور مصطفیٰ رضا کی مال کا نام رحمت ہے۔

نام نہاد مولوی نے "مصطفیٰ جان رحمت" کی بے بنیاد اور غلط توضیح کر کے عوام کو دھوکہ دینے کی بھرپور کوشش کی "مصطفیٰ جان رحمت" سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی جامع تعریف ہے کہ آج تک کسی شاعر نے ایسی تعریف نہیں کی۔ سرکارِ دو جہاں کو شعرا کرام نے رحمتِ عالم رحمت کو نین جیسے الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔ لیکن "جان رحمت" تو صرف اور صرف عاشقِ صادق فاضلِ بریلوی نے کہا ہے۔ اب رہا سوال علیٰ حضرت کی بیوی کا نام۔ تو ان کا نام رحمت نہیں بلکہ ارشادِ بیگم ہے "حیاتِ علی حضرت" میں خاندان کا پورا شجرہ نسب مذکور ہے

میں نام نہاد مولوی سے پوچھنا چاہوں گا کہ آیا تم نے پورا سلام پڑھا، یا کسی اندھے کا قول نقل کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سلام مذکور دنیا سے شاعری میں ایک اچھوتا سلام ہے جو فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے۔ ایسا سلام کہ جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے ایک ایک عضو کی تعریف ہو اور ان کے اوصاف حمیدہ و خصائل مبارکہ کا ذکر ہو۔ آج تک منصفہ شہود پر نہیں آیا ہے یہ صرف اعلیٰ حضرت کے عشقِ رسول کی بات ہے کہ انہوں نے ایسا انوکھا پیارا سلام پیش کیا کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ خوبی کی بات یہ ہے کہ جہاں پر اس سلام کو ابیتوں نے سراہا ہے وہیں پر غیروں نے بھی برا ملا اعتراض کیا ہے کہ "احمد رضا نے سلام والہانہ و عاشقانہ لکھ کر اپنی بخشش کا سامان مہیا کر لیا ہے"۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائی)

سلام والہاء بہت ہی طویل اور بے عدیل ہے۔ تقریباً ایک سو ستر اشعار پر مشتمل ہے جس میں انہوں نے پہلے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر بعد میں علی الترتیب صحابہ، اہلبیت، ائمہ عظام اور یارِ کرام، مومنین و مومنات پر سلام لکھا ہے۔ آخر میں فاضل بریلوی نے لکھا ہے۔

ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام
مذکورہ سلام پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ ”احمد رضا
زبان سے ایک بار سلام پیش کرتا ہے لیکن تحریر میں اس ایک بار
کو لاکھوں سلام سے تعبیر کرتا ہے۔ یہ گھٹا کہ نہیں تو اور کیا ہے۔
اس نام نہاد مولوی سے کوئی پوچھے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی
کو ایک ہی بار میں لفظ تین سے تین طلاقیں دیں تو بیوی پر کسی
طلاقیں واقع ہوں گی۔؟ اسی طرح سے حدیث و فقہ کی کتابوں
میں جا بجا الف الت مرۃ کا لفظ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا کیا مطلب
ہے؟

بریں عقل و دانش ببا ید گریست
اس مقولے کے مصداق ان نام
کھسیانی ملی کھمالوچے
نہاد مولویوں نے اپنی اپنی تقریر
میں ایسی ایسی باتیں کہہ ڈالیں کہ اس سے ان ہی لوگوں پر کھڑا فتویٰ عائد

لے اس بات کی روایت مجھ سے خواجہ مسلم دفن حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین صاحب قادیان نے اس طرح کی کہ میرے ایک
بارٹرین میں سفر کر رہے تھے حسن اتفاق سے اس ڈبے میں دیوبند و سہارنپور کے طلبہ بھی تھے۔ صبح کے وقت

ہو تلہے ذل میں ان کی تقریر کے چند جملے پیش کرتا ہوں جو ٹیپ شدہ ہیں۔

الجہا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

(۱) ہم دیوبندی، آقائے دو جہاں کی نسل سے ہیں۔ تم

(بریلوی) ابو جہل کی نسل سے ہو۔

آقائے دو جہاں کی نسل کے صرف سادات کرام ہیں غیر سادات کو
سرکار دو جہاں کی نسل بتانا کیسا ہے؟ جب کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ
من ادعی الی غیر ایہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملتکۃ والناس اجمعین ؕ دوسری روایت
میں ہے کہ ادعی الی غیر ایہ فالجنتۃ علیہم حرام ؕ مذکورہ احادیث کی روشنی میں
مسئلہ علماء دیوبند سے دریافت کریں جو حکم عائد ہو اس پر عمل کریں۔

(۲) فاتحہ کی شیرینی اہل نصاب کے لئے کھانا حرام ہے۔

حرام ہے حرام ہے۔

فاتحہ کی شیرینی جو صدقہ واجبہ بھی نہیں ہے آخر اس میں وہ کونسی
ایسی چیز شامل ہو جاتی ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، شیرینی خواہ مٹھائی
ہو یا علوہ یا کوئی اور دوسری بھی چیز جس کو آدمی روزمرہ استعمال کرتا ہے

موصوفے جان رحمت پر لاکھوں سلام کی آواز ان کو سنائی دی انہوں نے نہ جھانک کر دیکھا تو کچھ طلبہ کو بھی
والہا زسلام پڑھتے ہوئے پایا۔ وہ ان کے قریب جا کر بیٹھ گئے اور ان خود ان سے بات جیت
شروع کر دی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ دیوبند و سپاہان پور کے طالب علم ہیں۔ آئیے مزید
دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا کہ ابھی کچھ دیر پہلے آپ لوگ سلام پڑھ رہے تھے کیا بتا سکتے ہیں کہ کس کا کھا
ہوا سلام ہے ان لوگوں نے صفحہ بکاڑتے ہوئے کہا کہ یہ سلام احمد رضا کا لکھا ہوا ہے جو نہایت عمدہ ہے
ہمارے اساتذہ فرمایا کرتے ہیں کہ احمد رضا اگرچہ بدعتی ہو گئے ہیں لیکن نگران کی بخشش ہو گی تو اسی سلام والہا ز

مٹھائی اور حلوہ کے تمام اجزاء ترکیبی حلال جس مسئلے پر یا جس جگہ رکھ کر فاتحہ دی جاتی ہے وہ جگہ پاک و صاف آخر وہ کونسی چیز شامل ہو گئی کہ جس سے اس کا کھانا حرام ہو گیا۔ سوائے اس کے کہ اس پر قرآن کی سورتیں پڑھی جاتی ہیں اور آخر میں نبی، رسول، اولیاء اور مؤمنین و مؤمنات کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ کیا اس کے حرام ہونے کی یہی وجہ ہے ؟ جواب دیں۔

(۳۱) تین مسجدوں کے علاوہ سفر کرنا حرام ہے۔

اگر فی الواقع حدیث کا یہی مفہوم ہے جیسا کہ ان نام نہاد مولو لوں نے سمجھا ہے۔ یا شریعت مطہرہ کا یہی حکم ہے تو سب سے پہلے حرام کا ارتکاب دیوبندی لوگ ہی کرتے ہیں اور حرام کاری کثرت سے کرتے ہیں کیونکہ ہندو بیرون ہند اجتماع میں شریک ہونے کے لئے انہیں کے برادران اکثر سفر کرتے رہتے ہیں آیا وہ لوگ حرام کاری کرتے ہیں یا کارِ ثواب کی نیت سے سفر کرتے ہیں ؟ جواب دیں۔

(۳۲) تبلیغی جماعت والوں کا گھر بار مسجد ہے۔

مسجد تو صرف خدا کا گھر ہے اور وہ عبادت کے لئے وقف ہے غیر متکلف کو اس میں کھانا، پینا، سونا اور دیگر دنیاوی امور انجام دینا حرام ہے۔ لیکن اس کو گھر بار کہہ کر مسجد کو گھر جیسا برتنا یعنی اس میں کھانا پکانا دسترخوان بچانا، ہمبستر ہونا اور دنیاوی امور کی انجام دہی نہ صرف سمجھنا عند الشریع کیسا ہے ؟ کیوں کہ گھر بار کے لفظ سے صاف واضح ہے تبلیغی جماعت والے مسجد کو اپنا گھر تصور کرتے ہیں۔ اور جو شخص

مسجد کو اپنا گھر تصور کرے۔ یا گھر بار کہے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے۔ دیوبند کے دارالافتاء سے رجوع کریں۔

(۵) مردود، نالائق، جوتا خور، ایسے الفاظ سے مومن

کو گالی دینا فسق و کفر ہے۔

نام نہاد مولویوں کے فتوے کی زد میں وہ اپنے آپ ہی کافر ہو گئے کیوں کہ ان میں سے اکثر نے دورانِ تقریر راقم الحروف نیز علماء اہلسنت کو مردود، نالائق، جوتا خور، کمینہ اور اسی طرح کے ذلت آمیز الفاظ سے گالیاں دی ہیں۔

اس کے علاوہ اور بہت سے جملے ہیں طوالت سے بچنے کے لئے انہیں چند جملوں پر اکتفا کرتا ہوں کیوں کہ سو کفر یا ایک کفر بکثرت یا کرنا دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے۔ یعنی وہ انسان شریعت کی روشنی میں کافر ہو جاتا ہے جو خود پھنسنے پھندے میں مبتلا کیا خطا صیاد کی

فدایانِ دیوبند و شیدائیانِ سہارنپور کی بے ہودہ گوئی۔ الزام تراشی اور کفریات کی نشاندہی کرنے اور عوام کو علماء دیوبند کے عقائدِ باطلہ سے آگاہ و روشناس کرانے کے لئے راقم الحروف نے ۸ اپریل ۱۹۹۸ء کو ایک جلسے عام کا پروگرام رکھا جس میں حضرت علامہ مولانا رحمت حسین صاحب کلیمی سربراہ اعلیٰ تنظیم المسلمین بالسی پور نیہ۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب قبلہ مدرس تنظیم المسلمین بالسی حضرت علامہ مولانا امام اختر نوری صاحب قبلہ صدر المدرسین الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم ملک پور کٹیہار حضرت مولانا مختار عالم اشرفی صاحب قبلہ، نائب صدر المدرسین الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم حضرت علامہ عجاز اصغر نوری صاحب قبلہ تیلتا سیپور کو میں نے دعوت دی۔ بحمدہ تعالیٰ میری آواز پر بھی حضرات تشریف لائے اور سب نے عقائدِ باطلہ

کی تردید میں تقریریں کیں اور ساتھ ہی ساتھ مذہب اہل سنت کو قرآن و احادیث سے ثابت کیا۔ جلسہ نہایت کامیاب ہوا۔ آخر میں راقم الحروف نے علماء دیوبند کے عقائد باطلہ کا انکشاف کیا اور اعلان عام کر دیا کہ اگر کسی نے مذکورہ عقائد کو اسلامی عقائد ثابت کر دیا یا درج شدہ حوالہ جات کو غلط یا جعلی ہونا ثابت کر دیا تو میں ان کو اپنی جیب خاص سے پچپن ہزار روپے نقد انعام دوں گا۔ اعلان عام کے بعد بھی کوئی سوہمہاسا منہ نہیں آیا۔ عوام میں اپنے آپ کو شیر ببر کہلانے والے چوہوں کی طرح بل میں گھس گئے۔

کیا دے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ شیر
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتاب شیر

درسے کی چھٹی ختم ہو گئی تھی۔ میری واپسی کا ریزرویشن ۲۲ اپریل ۱۹۰۸ء کا بنا ہوا تھا۔ میں نے اپنے لوگوں سے تاکید کیا کہ اگر وہ لوگ مناظرہ کرنے پر راضی ہو جائیں تو مجھے اطلاع کر دیں۔ تا دم تحریر کوئی اطلاع نہیں آئی۔ اس لئے میں نے سوچا کہ علماء دیوبند کے عقائد کو جو ان کی کتابوں میں درج ہیں (جن عقائد کو پڑھنے کے بعد فاضل دیوبند جناب مولوی عامر عثمانی، ایڈیٹر ماہنامہ تجلی دیوبند نے لکھا ہے کہ ”تقویت الایمان، فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ امدادیہ، سہشتی زیور، حفظ الایمان، جیسی کتابوں کو چورس ہے پر رکھ کر آگ لگا دی جائے اور قرآن اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن و سنت کے خلاف ہیں) ان عقائد کو کتاب کی صورت میں شائع کر دیا جائے تاکہ عقائد دیوبند سے عوام کو مکمل طور سے واقفیت ہو جائے اور یہ جو عوام میں مشہور کیا گیا ہے کہ علماء دیوبند کا ہرگز ایسا عقیدہ نہیں ہے اور

نہی کوئی ایسی کتاب ہے جس میں یہ کفریات مندرج ہیں۔ یہ علماء دیوبند پر بریلوی علماء کا الزام ہے۔

مذکورہ ڈھٹائی اور افترا کا علم تو مجھے تھا ہی لیکن مزید یقین اس وقت ہوا کہ جب جناب جمال تیلی ساکن ماوے پور سے پیدا شدہ حالات کے بعد گفتگو ہوئی۔ موصوف بہت ہی سیدھے اور سبھولے سچے انسان ہیں۔ وہ بھی انہیں نام نہاد مولویوں کے دام تزدیر میں پھنسنے ہوئے ہیں انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کے والد مجھ سے محبت و انسیت رکھا کرتے تھے اور برابر آیا جایا کرتے تھے۔ مگر آپ میرے گھر تشریف نہیں لاتے ہیں۔ میں نے جواباً کہا کہ آپ دیوبندیت کی اشاعت کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے قطع تعلق کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ "دیوبندی بریلوی میں آخر کیا فرق ہے؟ مجھے ذرا تفصیل سے بتائیے۔ میں نے ان کے سامنے علماء دیوبند کے عقائد باطلہ کو بیان کیا۔ عقائد باطلہ سنتے ہی وہ ان لوگوں پر لعنت اور لائحول پڑھنے لگے لیکن آخر میں انہوں نے بھی یہی کہا کہ یہ عقائد باطلہ ان کے نہیں ہیں کیوں کہ ایسا عقیدہ جو بھی انسان رکھے گا وہ کافر و مرتد ہو جائے گا۔ ایسا ہی منظر یہ عام پڑھے لکھے انسانوں کا بھی ہے۔

لہذا: اس قریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے میں نے علماء دیوبند کے عقائد باطلہ کو مع حوالہ کتب دو عنوان میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا عنوان "اللہ اور اللہ کے رسول سے علماء دیوبند کی بدعتیں" دوسرا عنوان "اکابر دیوبند سے علماء دیوبند کی خوش عقیدگی" اس کے بعد میں نے فاضل دیوبند مولوی عامر عثمانی ایڈیٹر ماہنامہ سچلی دیوبند کا وہ بے لاگ تبصرہ جو انہوں نے حضرت علامہ ارشد القادری صاحب

قبلہ کی کتاب "زلزلہ" پر لکھا ہے۔ اسے آخر میں شامل کر دیا ہے۔
میری یہ کوشش صرف اور صرف احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کیلئے ہے
ہے۔ اللہ تعالیٰ عوام کو بہتر سمجھ و عطا فرمائے۔ حق و ناحق میں امتیاز کرنے کی توفیق
رفیقِ بخششے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محمد عجاز انجم لطیف

مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام سوڈان کران بریلی شریف

۲۵ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۹۸ء بروز پیر

انتباہ

کتاب میں مذکورہ حوالہ جات اور صفحات کے بارے میں یہ بتا دینا
اور واضح کر دینا نہایت ضروری ہے کہ جن کتابوں سے حوالہ اخذ کیا
گیلا ہے وہ کتابیں مختلف مطبع، مکتبہ سے بار بار چھپتی رہتی ہیں، سائز
میں بھی فرق یعنی چھوٹا بڑا ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے درج شدہ صفحات
میں فرق ہونا ممکن ہے۔

لیکن حوالہ سو فیصد درست ہے کسی بھی حوالہ کو غلط ثابت
کرنے پر یکپن سو روپے کا نقد النعام ہے۔

اللہ اور اللہ کے رسول سے

عقیدہ کی

عقیدہ نمبر ۱

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا علم غیب تو بچوں، پاگلوں اور
بحانوروں و دیگر رذائل کو بھی حاصل ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید
صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب
ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضوری کی کیا تخصیص ہے
ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمع حیوانات و بہائم
کے لئے بھی حاصل ہے کتاب حفظ الایمان صفحہ ۸ مصنفہ سردار پائیہ

مولوی اشرف علی تھانوی ۔

عقیدہ نمبر ۲ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم شیطان لعین
کو ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم
محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ
سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک
الموت کو یہ وسعت نفس سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی
نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے
کتاب برہین قاطعہ صفحہ ۵۵ مصنفہ مولوی خلیل احمد انیسٹریٹ صوفی صدقہ رشید احمد گنگوہی

عقیدہ نمبر ۳

اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو
بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے

”اگر بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی
میں کچھ فرق نہ آئے گا، کتاب تحذیر الناس صفحہ ۲۸، مصنف مولوی قاسم
نالوتوی بانی مدرسہ دیوبند۔

عقیدہ نمبر ۴

اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے حوالہ ملاحظہ کیجئے :

والف ۱۲ ”لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد“ (ترجمہ)

ہم نہیں جانتے کہ اللہ کا جھوٹ بولنا محال ہے،، رسالہ بکر وزہ صفحہ
۱۷، مصنف امام الوہاب سیہ اسماعیل دہلوی (ب) امکان کذب کا مسئلہ
تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہو رہا ہے کہ خلف و عید
آیا جائز ہے کہ نہیں،، براہین قاطعہ صفحہ ۶، مصنف خلیل احمد انیسوی۔

عقیدہ نمبر ۵

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیثیت عام انسانوں سے
بھی کمتر ہے حوالہ ملاحظہ کیجئے :

”ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے
آگے چارہ سے بھی زیادہ ذلیل ہے، کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۱۳ مصنف
امام الوہاب سیہ اسماعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر ۶

انبیاء اولیاء ذرۃ ناعینہ سے بھی کمتر ہیں حوالہ ملاحظہ کیجئے :

”اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء
اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۃ ناعینہ سے بھی کمتر ہیں، کتاب تقویۃ الایمان
صفحہ ۸، مصنف امام الوہاب سیہ اسماعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر ۷

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات النبی نہیں بلکہ مرگ مٹی میں
مل گئے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۵۳ مصنف امام ابو یوسف اسمعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر ۸ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قوم کے چودھری اور گاؤں کے زمیندار جیسے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

”جیسا کہ ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سوا ان

معنوں کو ہر پیغمبر اپنی اُمت کا سردار ہے۔“ تقویۃ الایمان صفحہ ۵۵۔

عقیدہ نمبر ۹ اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم نہیں البتہ وہ اگر چاہے تو دریافت کر سکتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

”سوا اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جیت

چاہے کہ لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔“ تقویۃ الایمان صفحہ ۱۸

عقیدہ نمبر ۱۰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنی چاہئے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

”انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی

ہے سوا اس کی بڑے بھائی کی سنی تعظیم کیجئے۔“ تقویۃ الایمان ۵۲

عقیدہ نمبر ۱۱ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا علم غیب ماننا بھی شرک ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

”لمنصافنا وی رشیدیہ صفحہ ۷۳، ۷۴ تقویۃ الایمان صفحہ ۲۳، ۵۰۔

عقیدہ نمبر ۱۲ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر اور بھی

کر وڑوں پیدا ہونا ممکن ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

”اس شہنشاہ کی تو بیٹ بن ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے

چلے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتے جبریل اور محمد صلی اللہ

عقیدہ نمبر ۱۳ نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال لانا اپنے

گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوبنے سے بھی بدتر ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

”زنا کے وسوسے اپنی بیوی کی جماعت کا خیال بہتر ہے۔ اور
شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں
اپنی ہمت کو لگا کر ناپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے
سے بڑا ہے۔“ صراطِ مستقیم صفحہ ۹۵ مصنف امام ابوہاشم

اسمعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر ۱۴ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد کرنا اور قیام
تغییر کرنا یا میلاد کیلئے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے۔ مثل کنھیا
کے جنم کے ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

”لمحضاً۔۔ براہین قاطعہ صفحہ ۱۵۲۔

عقیدہ نمبر ۱۵ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام
واولیا کرکرام سے مدد مانگنا شرک ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

”لمحضاً۔۔ فتاویٰ رشیدیہ ۹۱۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۳۰۔ ۱۰۔ ۱۱۔

عقیدہ نمبر ۱۶ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جسد بنی آدم کے برابر ہیں۔
حوالہ ملاحظہ کیجئے:

”البتہ نفس بشریت میں شامل آپ کے جسد بنی آدم ہیں“

براہین قاطعہ صفحہ ۷

عقیدہ نمبر ۱۷ اعمال میں امتی انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں حوالہ ملاحظہ کیجئے:

”انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم

میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی باقی ہیں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی“

ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بڑھ جاتے ہیں، تحذیر الناس صفحہ ۵ مصنف مولوی قاسم

نانوتوی۔

عقیدہ نمبر ۱۸ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا رسول اللہ کہنا شرک ہے حوالہ
ملاحظہ فرمائیے:

• لمخصاً فتاویٰ رشیدیہ صفحہ نمبر ۶۶۔ سبستی زلیور حصہ اول صفحہ ۳۴۔

عقیدہ نمبر ۱۹ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو در رسہ دیوبند کے تعلق سے
اُردو لولنا آگئی حوالہ ملاحظہ کیجئے:

• ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے
تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی
آپ تو عربی میں فرمایا کہ جب سے علماء دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو
یہ زبان آگئی۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔

۱۔ براہین قاطعہ صفحہ ۳۰

عقیدہ نمبر ۲۰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی آخرت کا حال بھی معلوم
نہیں حوالہ ملاحظہ کیجئے:

• جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ
قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی
کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۲۳۔

عقیدہ نمبر ۲۱ وہابیوں کے نزدیک رام چندر اور لچمن اور کرشن نبی ہیں
جو ہندوؤں میں مشہور ہے۔ اسی طرح فارسیوں میں زرتشت

اور چین و جاپان والوں میں نفسیوس۔ اور بدھ و سقراط اور فیتا غورس یونانیوں
میں۔ مولوی وحید الزماں وہابی لکھتے ہیں۔

• ہم ان کی نبوت کا انکار نہیں کر سکتے۔ یہ انبیاء صلحاء تھے۔ ہدایۃ للہدیٰ صفحہ

عقیدہ نمبر ۲۲ وہابیوں کا مذہب ہے کہ مرد ایک وقت میں جتنی عورتوں سے
چاہے نکاح کر سکتا ہے اس کی حد نہیں کہ چار ہی ہو۔

”ظفر الراضی صفحہ ۱۴۱، ۱۴۲، نواب صاحب (غیر مقلد کی عرف الجاوی ص ۱۱۵)
کافر کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔ اس کا کھانا جائز ہے
(دلیل الطالب صفحہ ۴۱۳، مؤلفہ نواب صدیق حسن

عقیدہ نمبر ۲۳

خان، (و عرف الجاوی صفحہ ۲۴۷، مؤلفہ نور الحسن خان،
علمائے دیوبند کے نزدیک قرآن مجید و حدیث پاک
کے معنی و مفہام سمجھنے کے لئے عالم دین ہونا ضروری
نہیں۔ غیر عالم سبھی قرآن و حدیث فہمی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ کریں:
عوام الناس میں یہ مشہور کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے
اس کو بڑا علم چاہیے سو یہ بات غلط ہے۔ انتہی لمن فضل القوت لا یأتہ
دیوبندیوں کے نزدیک قرآن مجید شرک کی تعلیم
دیتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

عقیدہ نمبر ۲۴

عقیدہ نمبر ۲۵

”حوالہ: ع۱ اغنہم اللہ ورسولہ من فصلہ۔ ترجمہ: انہیں
دولت مند کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے۔
تنبیہ: خوب یاد رہے اللہ اور اللہ کے رسول دونوں نے دولت مند
کیا ع۱ و تبوی الاکمہ والابریص باذنی۔ ترجمہ: اسے عیسیٰ تو
تندرست کرتا ہے اور زائد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم
سے۔ تنبیہ: یاد رکھنا اللہ کے حکم سے عیسیٰ علیہ السلام
تندرست کرتے ہیں۔

ع۲ ابوی الاکمہ والابریص ولاحی المونی
باذن اللہ۔ ترجمہ: عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں مادر
اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہوں اور مردے جلاتا ہوں
اللہ کے حکم سے۔

قلب تپتا : یاد رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادر زاد
اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتے ہیں اور اللہ کے حکم سے
مردے جلاتے ہیں۔

اب مذکورہ آیتوں پر دیوبندیوں کے شہید اور علم بردار توحید مولوی اسماعیل
دہلوی کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے :

”روزِ می کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کر دینا ،
حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب
اللہ ہی کی شان ہے۔ اور کسی انبیاء و اولیاء سبوت پری کی یہ
شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اس سے مراد میں
مانگیں مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ مشرک
ہو جاتا ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو
خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قدرت
بخشی ہے۔ ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے (انتہی لفظاً)
(تقویۃ الایمان ص ۱۱ مطبع صدیقی دہلی)



عقل ہونی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور ہو چکا نا تیرا



خوش عقیدہ نگار اکابر دیوبند کے ملازم دیوبندی

عقیدہ نمبر ۱ | علامہ دیوبند کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی
مرتب خلّاتی ہیں۔ جو رب العالمین کے ہم معنی ہے۔
حوالہ ملاحظہ کیجئے :

خدا ان کا مربی وہ مرتب تھے خلّاتی کے۔
مرے مولیٰ مرے بادی تھے بیشک ربّانی

(مرثیہ رشید احمد مصنفہ مولوی محمود حسن، ص ۱۱)

وضاحت : مذکورہ شعر میں مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی رشید احمد
صاحب کو ”مرتب خلّاتی“ لکھا ہے جو رب العالمین کے ہم معنی
ہے۔ (سارے جہان کا پالنے والا) شاید ضرورت شعری کی وجہ سے رب العالمین
نہیں لکھا۔

عقیدہ نمبر ۲ | اہل دیوبند کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی
مسیحا ہیں۔ یعنی مردے کو جلاتے ہیں۔ صرف جلاتے ہی
نہیں بلکہ زندوں کو مرنے نہیں دیتے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

(مرثیہ رشید احمد ص ۱۲)

وضاحت: دیوبندیوں کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب کی مسمانی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت آگے نکل چکی ہے کیوں کہ جو کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت پیغمبر نہ کر سکے اس کام کو رشید احمد صاحب نے کر کے دکھا دیا۔ مردے جلانے میں رشید احمد صاحب بزرگم مرثیہ نگار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برابر ہی تھے۔ مگر زندوں کو موت سے بچانے میں سہقت لگے۔ لیکن بحیرت ہے اس بات پر کہ آنجناب خود موت کے چنگل میں پھنس گئے اور مر بھی گئے۔

عقیدہ نمبر ۳ | علامہ دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی کو بانی اسلام (خدا) کا ثانی جانتے اور ملتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

زباں پراہل ابوا کی ہے کیوں اعلیٰ صیل شاید
اسٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی۔
(مرثیہ رشید احمد ص ۱)

وضاحت: مذکورہ شعر میں مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی رشید احمد صاحب کو بانی اسلام کا ثانی لکھا ہے۔ اشرف

علی تھانوی نے اپنے وعظ ذکر الرسول مطبع کانپور کے صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے کہ "بانی اسلام خدا سے تعالیٰ ہے"۔ مذکورہ شعر میں بانی اسلام کا ثانی لکھ کر مرثیہ نگار نے بھی عوام کو یہ ذہن اور تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مولوی رشید احمد خدا کا ثانی ہے۔ یعنی دوسرا خدا ہے (معاذ اللہ)

عقیدہ نمبر ۴ | علامہ دیوبند کے نزدیک گنگوہی کی خاتقاہ کا مرتبہ اتنا عظیم ہے کہ وہ کعبہ شریف سے بھی بڑھ کر ہے۔ جبھی تو عرفائے دیوبند

نے کعبہ شریف پہنچ کر گنگوہی کا راستہ ڈھونڈا۔

حوالہ ملاحظہ کریں:

پھر سے تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی
(مرثیہ رشید احمد ص ۱۳)

وضاحت : خانہ کعبہ وہ عظیم بابرکت جگہ ہے جہاں پر ایک رکعت کا ثواب
ایک لاکھ رکعت کے برابر ہے۔ ایسی بابرکت جگہ پہنچ کر
بھی اہل دلیوبند کو تسکین نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنی اندھی عقیدت کے مطابق گنگوہہ
جو کعبہ سے بھی بہتر اور افضل ان کی نگاہ میں ہے اس کا راستہ دوسروں سے
معلوم کرتے رہے اور گنگوہہ پہنچنے کی دھن میں حج کے سارے احکام کو
پس پشت ڈال کر گنگوہہ، گنگوہہ کی رٹ لگاتے رہے۔

عقیدہ نمبر ۵ علماء دلیوبند کے نزدیک روحانی اور جسمانی سب
حاجتوں کا قبلہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں۔ ساری
حاجتیں انہیں سے طلب کرنا چاہئے ان کے سوا کوئی دوسرا حاجت روا نہیں۔
حوالہ ملاحظہ کریں :

حوائج دین و دنیا کے کہاں ہم لیجائیں یا رب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

(مرثیہ رشید احمد ص ۱۴)

وضاحت : مولوی رشید احمد صاحب نے غیر اللہ سے مدد مانگنے کو
شُرک بتایا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم صفحہ ۶ پر ہے
"غیر اللہ سے مدد مانگنا اگرچہ ولی ہو یا نبی۔ شرک ہے" اس کے برخلاف
مولوی محمود حسن صاحب دولہا جہان کی جائیں انہیں (مولوی رشید احمد)
سے مانگ رہے ہیں۔ قبلہ حاجات انہیں کو کہہ رہے ہیں۔ لہذا فتاویٰ
رشیدیہ کے حکم سے مولوی محمود حسن صاحب مشرک ہوئے اور

اگر مولوی محمود حسن صاحب کو موحّد کہا جائے تو مولوی رشید احمد صاحب کو ضرور خدا کہنا پڑے گا۔ فیصلہ اہل دیوبند خود کریں۔

عقیدہ نمبر ۶ | علامہ دیوبند کے نزدیک امتی کو رحمة اللعالمین کہہ سکتے ہیں۔ اس مقولے کے بموجب مولوی رشید احمد صاحب رحمة اللعالمین ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کریں :

”رحمة اللعالمین“ صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی نہیں ہے۔ بلکہ دیگر اولیائے کرام اور علمائے ربانین (علامہ دیوبند) بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۲۔

وضاحت : علامہ دیوبند کے نزدیک چونکہ مولوی رشید احمد صاحب عالم ربانی ہیں اور انہیں کا حکم بھی ہے کہ عالم ربانی کو رحمة اللعالمین کہنا درست ہے لہذا مذکورہ حکم کے مطابق اہل دیوبند کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب رحمة اللعالمین ہیں حالانکہ قرآن مجید میں صرف رسول پاک صاحب لولاک کو رحمة اللعالمین کہا گیا ہے اور یہ صفت خاصہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے۔

عقیدہ نمبر ۷ | علامہ دیوبند کے نزدیک مولوی اشرف علی تھانوی کے پیر دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے۔ حوالہ ملاحظہ کریں :

”واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پیر دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے۔“ (تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۱۳)

وضاحت : مذکورہ عقیدے میں شک و شبہات کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی کیوں کہ لفظ واللہ العظیم جو قسم کے لئے مستعمل ہے اس سے مذکورہ جملے کے شک و شبہات کو یکسر ختم کر دیا گیا ہے۔ اب کسی بات کا کوئی کھٹکا نہیں۔ اگر کھٹکا ہو بھی تو مولوی اشرف علی تھانوی کے پیر دھو کر پینا لو

آخرت میں نجات مل جائے گی۔

عقیدہ نمبر ۸ | علماء دیوبند کے نزدیک امتی اعمال میں نبی سے بڑھ جاتے ہیں حوالہ ملاحظہ کریں۔

وہ انبیاء اپنی امت کے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز نہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بڑھ جاتے

ہیں۔۔۔ تحذیر الناس مصنف مولوی قاسم نانوتوی ص ۵

حکایت و وضاحت: ”تھانوی صاحب نے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو عام انسان کے علم سے گھٹایا نانوتوی صاحب نے حضور

کے عمل کو امتی سے گھٹایا۔ لہذا دونوں فضیلتیں ختم ہو گئیں۔ اگر علم و عمل میں فضیلت ہے تو صرف علماء دیوبند کو حاصل ہے

عقیدہ نمبر ۹ | دیوبندی مذہب میں مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کا گھر میں رکھنا۔ پڑھنا اور اس پر

عمل کرنا عین اسلام ہے۔ حوالہ ملاحظہ کریں۔

”اس کا (تقویۃ الایمان) رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام

اور موجب اجر کا ہے۔“ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۵

وضاحت: جب تقویۃ الایمان کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام ہے تو ضروری ہے کہ جس شخص نے تقویۃ الایمان نہ پڑھی

اور جس نے اپنے پاس نہ رکھی وہ شخص اسلام سے خارج ہے۔ جب کہ قرآن پاک کا پڑھنا اور رکھنا عین اسلام نہیں ہے۔ یعنی اگر کسی محروم قسمت

نے قرآن پاک نہیں پڑھایا اپنے گھر میں نہیں رکھ سکا پھر بھی وہ داخل اسلام ہی رہے گا۔ لیکن فتاویٰ رشیدیہ کی روشنی میں وہ شخص اسلام سے

خارج ہے کہ جس کے پاس تقویۃ الایمان نہیں ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ بھی نکلا

کہ تقویۃ الایمان کے لکھنے اور چھپنے سے قبل کوئی شخص بھی مسلمان نہیں تھا۔
عقیدہ نمبر ۱ | علماء دیوبند مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں جس سے چاہتے ہیں بات چیت کر لیتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کریں

” ایک صاحب کشف حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ بعد فاتحہ کہنے لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں ؟ بڑے دل لگی باز ہیں۔ جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ کسی مردہ پر پڑھیو۔ یہاں زندہ دل پر پڑھنے آئے ہو۔“

(ادوار ثلاثہ مصنف مولوی امیر شاہ خاں) ص ۳۳

وضاحت: عالم غیب کا پر وہ اٹھا کر جس سے چاہنا بات کر لینا اور جب چاہنا جھانک کر وہاں کا حال معلوم کر لینا۔ انبیاء و رسول کے لئے مشکل ہو تو ہو لیکن ان علماء دیوبند کے لئے تو گویا شب و روز کا معمول ہے۔

عقیدہ نمبر ۱۱ | قبر اور صاحب قبر سے علماء دیوبند کو فیض ملتا ہے۔ قبر کی مٹی مریض کو شفا بخشتی ہے جو ملاحظہ کریں:

” (مولوی خیر الدین) وصال کے بعد ایک مدت تک مراد شریف پر لوگوں کا ہجوم رہنے لگا۔ اور پانی، تیل، نمک وغیرہ قبر شریف کے پاس لے جا کر لوگ رکھ دیتے۔ اور کچھ دیر کے بعد اٹھا لیتے۔ اس سے بکثرت لوگوں کو فوائد حاصل ہوئے۔“

” وصال کے بعد لوگوں کا ہجوم جو مزار کے پاس آیا وہ پانی وغیرہ رکھنے یا یوں کہئے کہ دم کرانے کے بعد تھوڑی تھوڑی مٹی بھی ہر ایک

اٹھا کر لے جانے لگا۔ چنانچہ چند روز میں ضرورت پڑ جاتی
 کہ دوسری مٹی مزار شریف پر ڈالی جائے۔ چنانچہ مولانا ایوب صاحب
 مرحوم (حضرت کے صاحبزادے) کچھ عرصہ تک جب مٹی کم ہو جاتی
 تھی نئی مٹی ڈال دیا کرتے۔، درس حیات مصنفہ مولوی فخر الدین علیہ السلام

وضاحت: اہل دیوبند کو صاحب قبر اور قبر سے فیض حاصل ہوتا ہے۔
 اور اس قدر ہوتا ہے کہ لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اس کے
 برخلاف ”انکشاف“ کی ایک عبارت پڑھئے جس سے علماء دیوبند کی تضاد
 بیانی کا مکمل اندازہ ہو جائے گا۔

”جو شخص اپنی حاجت روائی کے لئے اجیر جائے۔ یا سید
 سالار مسعود غازی کے مزار پر یا اسی طرح دوسری جگہ پر مراد
 مانگے۔ یقیناً اس کا گناہ زنا اور ناحق قتل کرنے سے بھی بڑا ہے“
 (انکشاف ص ۱۰۴)

نوٹ: علماء دیوبند کی تحریر میں تضاد بیانی کا واضحہ آخر کیوں
 ہے؟ میرے خیال سے وہ اس لئے ہے کہ ان لوگوں کا کوئی مستحکم عقیدہ
 نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی موقف ہے۔ اول الذکر عبارت اپنے لوگوں
 سے متعلق تھی۔ اس لئے اس میں بھرپور عقیدت و محبت کا اظہار ہے۔
 آخر الذکر عبارت کا تعلق بریلوی مسلک سے ہے۔ اس لئے اس میں ترقاوت
 و عداوت کا عنصر غالب ہے۔ اس کے علاوہ ایک خاص بات یہ بھی ہے
 کہ علماء دیوبند کو مذہب و ملت سے کوئی ہمدردی نہیں ہے اور
 نہ ہی اس کی اشاعت مقصود ہے۔ اس کا مقصود صرف اور صرف نجدیت
 پھیلانا۔ اور مسلمانان عالم کے درمیان افتراق و انتشار پیدا کرنا ہے۔
 جیسا کہ کتاب ارواح ثلاثہ میں مذکور ہے۔

» اس لئے میں نے یہ کتاب (تقویۃ الایمان) لکھ دی ہے
گو اس سے شورش ہوگی۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک

ہو جائیں گے۔»

صاحب کتاب کو مکمل یقین ہے کہ میری کتاب سے مسلمانوں کے
اندر جنگ وجدال ہوگی۔

امر واقعہ بھی یہی ہے کہ جب سے تقویۃ الایمان شائع ہوئی ہے تب ہی
سے بھائی بھائی کا دشمن رہے۔ باپ بیٹے میں اختلاف ہے۔ شہر شہر
اور گاؤں گاؤں میں افتراق و انتشار ہے۔ اس کا جیتا جاگتا ثبوت
مادھے پور ضلع کٹیہار کا گزشتہ تازہ واقعہ ہے۔ فاعتراف
اولی الاصلہ۔

اکوہر درویش ایک ہی وقت میں کسی جگہ موجود رہتے
ہیں یعنی کعبہ معظمہ میں بھی نانبہ پڑھتے ہوتے ہیں اور

عقیدہ نمبر ۱۲

خانقاہ گنگوہ میں بھی تشریف فرما ہوتے ہیں حوالہ ملاحظہ کریں:

مولوی محمود حسن صاحب نگنوی فرماتے ہیں کہ میری
خوش دامن صاحبہ جو اپنے والد کے ہمراہ مکہ معظمہ میں بارہ سال
تک مقیم رہیں نہایت پارسا اور عابدہ زاہدہ تھیں۔ سینکڑوں اتحاد
بھی ان کو حفظ تھیں۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا حضرت
(گنگوہی) کے بہت شاگرد ہیں مگر کسی نے حضرت کو نہیں پہچانا
جن ایام میں میرا قیام مکہ معظمہ میں ستھاروزانہ میں نے صبح کی
نماز حضرت کو حرم شریف میں پڑھتے دیکھا اور لوگوں سے سنا
بھی کہ یہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں گنگوہ سے
تشریف لایا کرتے ہیں۔ (تذکرۃ الرشید از مولوی عاشق الہی صدیقی

وضاحت: روزانہ کا لفظ بتا رہا ہے کہ کسی دن بھی مولوی رشید احمد صاحب صبح کی نماز حرم شریف میں ناغہ نہیں کرتے تھے۔ نہایت پارسا عابدہ زاہدہ خوش دامن صاحبہ کی مدت قیام کے مطابق یہ سلسلہ بارہ سال تک جاری رہا۔ روایت میں لفظ نہایت، پارسا، عابدہ زاہدہ اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ واقعہ بالکل سچا ہے۔ کذب بیانی کا ذرہ بھر بھی احتمال نہیں ہے۔ اس کے برخلاف مولوی عاشق الہی میرٹھی نے اپنی اسی کتاب میں مولوی رشید احمد صاحب کے معمولات شبانہ روز کا جو گوشوارہ پیش کیا ہے۔ اس میں مولوی گنت گوہی کو چوبیس گھنٹے گنگوہ میں موجود دکھایا ہے۔ روزانہ دریت کے مصنف پروفیسر محمد تسلیم کرنا پڑے کہ مولوی رشید احمد ایک ہی وقت میں مکے میں بھی موجود ہوتے تھے اور گنگوہ میں بھی حاضر رہتے تھے۔ مگر یہ کس قدر حیرت انگیز اور افسوسناک بات ہے کہ اگر کوئی سنی صحیح العقیدہ انسان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایسا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ علما دیوبند کی نظر میں کافر و مشرک ہو جاتا ہے۔ کیا یہ رسول سے دشمنی اور اقربا رونا زنی کی واضح ترین مثال نہیں ہے؟

عقیدہ نمبر ۱۱ | علما دیوبند کو علم غیب حاصل تھا وہ ہونے والے واقعات و حالات کو پہلے سے بیان کر دیا کرتے تھے۔

حوالہ ملاحظہ کریں۔

۱: ایک دن تھانوی صاحب نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بابت فرمایا کہ انہوں نے خبر دے دی تھی اس دیبا کی جس میں ان کے اعزہ نے وفات پائی

تھی۔

پھر فرمایا کہ مولانا تھے بڑے صاحب کشف! رمضان ہی میں
خبر دے دی تھی کہ ایک بلا سے عظیم رمضان کے بعد آوے گی۔
ابھی آجاتی لیکن رمضان کی برکت سے رکی ہوئی ہے۔ اگر لوگ
پہنچا جائیں تو ہر چیز میں صدقات دے دیں۔ (حسن العزیزہ ج ۱ ص ۱۳۳)

وضاحت: آنے والے کل میں کیا ہوگا اس کا تعلق بھی علم غیب

سے ہے جس کے بارے میں علامہ دیوبند ہی کا
کہنا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی نبی و
رسول، ولی کو ہرگز حاصل نہیں، مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ
الایمان صفحہ ۲۱ پر درج ہے۔

”جو کوئی دعویٰ کرے کہ میرے پاس ایسا کچھ علم ہے کہ جب
میں چاہوں اس سے غیب کی باتیں معلوم کر لوں۔ اور آئندہ
باتوں کا معلوم کر لینا میرے قابو میں ہے۔ سو وہ بڑا جھوٹا
ہے۔ کہ وہ دعویٰ خدائی کرتا ہے۔“

حسن العزیزہ کی مذکورہ بالا عبارت سے صاف واضح ہے کہ مولوی
محمد یعقوب صاحب کو آنے والے کل کا مکمل علم حاصل تھا صرف اتنا ہی
نہیں بلکہ یہ بھی معلوم تھا کہ وہ بلا ابھی آجاتی مگر رمضان کی برکت سے
رکی رہی۔ مزید اس کا بھی علم تھا کہ اگر لوگ صدقہ دیدیں تو وہ بلا واپس بھی
لوٹ جائے گی۔ بروایت تھانوی صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب کو علم
غیب حاصل تھا جب کے یہی تھانوی جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے علم غیب کے بارے میں اپنی کتاب حفظ الایمان میں رقمطراز
ہیں!

اپنی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلبت امر سیکہ اس غیب سے مراد بعض عین ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں تضاد ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و نباتات کے لئے بھی حاصل ہے۔ حفظ الایمان ص ۷

علامہ دیوبند جواب دیں کہ آیا حسن العزیز کی عبارت درست ہے یا التقویۃ الایمان اور حفظ الایمان کی عبارت صحیح ہے کسی صورت میں گلو خلاصی ممکن نہیں ہے۔

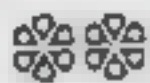
الجہا ہے پاؤں یارہ کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا
اس طرح کی بے شمار خوش عقیدہ گیاں علامہ دیوبند کی کتابوں میں
مذکور ہیں۔ میں انہیں چند پر اکتفا کرتا ہوں اس شعر کے ساتھ
طوفان لوح للسنہ سے اسے چشم فائدہ !
اک بو ندہی بہت ہے اگر کچھ اثر کرے

آپ حضرات نے گزشتہ صفحات میں علامہ دیوبند کی بدعقیدگی اور
خوش عقیدگی دونوں کا مطالعہ کیا۔ مذکورہ بالا دونوں عنوان کی روشنی میں
یہ بات مکمل طور سے واضح اور ثابت ہو گئی کہ علامہ دیوبند کے یہاں دو
طرح کی شرعیتیں ہیں۔ ایک ہی عقیدہ انبیاء و اولیاء کے حق میں شرک و کفر
ہے۔ اور اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں عین اسلام ہے۔ علامہ
دیوبند کے انہی خرافات اور متضاد عبارات کو پڑھ کر فاضل دیوبند مولوی
عام عثمانی مدیر تجلی دیوبند نے حقائق کا انکشاف کرتے ہوئے ایک
بے لاگ تبصرہ قلم بند کیا تھا۔ آپ حضرات کی معلومات کے لئے تبصرہ

کا کچھ اقتباس آنے والے صفحات میں پیش کر رہا ہوں۔ خالی الذہن ہو کر آپ حضرات اس کا مطالعہ کریں۔ اور تبصرہ کی روشنی میں فیصلہ کریں کہ راہ حق پر کون ہے۔ ۹۔

مالونہ مالو اس کا تمہیں اختیار ہے

ہم نیک و بد جناب کو سمجھاتے جلتے ہیں۔



اِنَّا رَسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰلِهَةِ وَرَسُوْلِهِ وَتَعَزَّوْهُ وَتُقِرُّوْهُ وَتَسْبُحُوْهُ بِكَلِمَةٍ وَّ اَصِيْلَةٍ ۝ پارہ ۲۶ سورۃ فتح۔ رکوع ۱۔

اطاعت رسول و رجم نبی

نشان: روزہ اور دیگر اعمال سے متم ہے۔

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رقمطراز ہیں)

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ مستی • لولاک ولے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز • اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس بچکے • اور حفظ جان تو جانِ فروضِ عزیز کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز • پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
نایت ہوا کہ جملہ فرض فروغ ہیں • اصل الاصول بندگی اس تا جوہ کی ہے



الطریقۃ الحقیقیۃ

بصیرہ

بمعنوی

فاضل دیوبند مولوی عامر عثمانی مدیر ماہنامہ تجلی دیوبند کا تبصرہ ڈاک نمبر
دسمبر ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا تھا۔ سادہ لوح مسلمانوں کے فائدے کے لئے ہم
تبصرہ کا کچھ اقتباس شائع کر رہے ہیں۔

”مصنف: ارشد القادری صفحات: ۳۰۴۔ کاغذ سفید،

سائز: چھوٹا۔ کتابت و طباعت: معمولی۔ قیمت: چار روپے۔ مکتبہ
جام نور فیض العلوم جمشید پور۔

اس کتاب کے فاضل مصنف بریلوی مکتب فکر سے تعلق
رکھتے ہیں۔ اس میں یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ ان کا انداز
تحریر عام بریلوی ارباب قلم کی معروف خامیوں سے خاصی مددگار
پاک ہے اور ان کے علم کلام میں معقولیت کا عنصر بڑی مقدار میں
پایا جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ابھی ان میں پوری پختگی نہ آئی ہو۔

اس کتاب میں صاحب کتاب نے علامہ دیوبند کی تحریروں سے
یہ واضح کیا ہے کہ یہ حضرات عقائد کے معاملہ میں سخت تضادات کا شکار
ہیں اور جن امور کو یہ بریلویوں کے تعلق سے بدعت، شرک، اور کفر وغیرہ
لکھتے ہیں۔ انہیں وہ اپنے بزرگوں کے لئے عین ایمان قرار دیتے ہیں۔
بات اگر اس انداز سے علم الکلام کی ہوتی جس کا مظاہرہ بریلوی مکتب فکر
کی طرف سے بالعموم پمفلٹوں اور لوہڑوں وغیرہ میں کیا جاتا رہا ہے تو ہم

نوٹس ہی نہ لیتے مگر یہ کتاب دستاویزی حقائق اور ناقابل تردید شواہد پر
 مشتمل ہے۔ اور فاضل مصنف اکثر و بیشتر سنجیدگی کا دامن متلا ہے
 نہ ہے ہیں۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ ہم بے لگ تبصرے کا فرض ادا نہ کریں۔ کتاب
 کی ترتیب یوں ہے کہ مصنف ایک طرف تو حضرت اسماعیل شہید کی
 تقویت الایمان اور بعض علماء دیوبند کی کتابوں سے یہ دکھاتے جاتے ہیں
 کہ انبیاء اولیاء کے حق میں علم غیب اور تصرف وغیرہ کے عقیدے کو علماء
 دیوبند نے شرک و بدعت اور خلاف توحید کہلایا ہے۔ اور دوسری طرف
 یہ دکھاتے ہیں کہ خود اپنے بزرگوں کے حق میں یہ سارے عقائد علماء دیوبند
 کے یہاں موجود ہیں۔ بات یقیناً تشویشناک ہے۔ مصنف نے ایسا ہرگز
 نہیں کیا ہے کہ اوہر اوہر سے چھوٹے موٹے فقرے لیکر ان سے مطالب
 پیدا کئے ہوں بلکہ پوری پوری عبارات نقل کی ہیں اور اپنی طرف سے ہرگز
 کوئی معنی پیدا نہیں کئے ہیں ہم اگرچہ حلقہ دیوبندی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن
 ہمیں اس اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ اپنے ہی بزرگوں کے بارے میں باری
 معلومات میں اس کتاب نے اضافہ کیا۔ اور ہم حیرت زدہ رہ گئے۔ کہ دفاع
 کریں تو کیسے۔ دفاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی بڑے سے بڑا
 منطقی اور علامۃ الدھر بھی ان اعتراضات کو دفع نہیں کر سکتا جو اس کتاب
 کے مشکلات متعدد بزرگان دیوبند پر عائد کرتے ہیں۔ ہم اگر عام روش
 کے مطابق اندھے مقلد اور فرقہ پرست ہوتے تو بس اتنا ہی کر سکتے
 تھے کہ اس کتاب کا ذکر ہی نہ کریں۔ لیکن خدا پہلے اشخاص پرستی اور گروہ
 بندی کی باطل ذہنیت سے کہ ہم اپنا دیا نملہ از فرض سمجھتے ہیں کہ حق کو حق
 کہیں۔ اور حق ہی ہے کہ متعدد علماء دیوبند پر تضاد پسندی کا جو الزام اس
 کتاب میں دلیل و شہادت کے ساتھ عائد کیا گیا ہے وہ اٹل ہے۔

یہ دیوبند یوں کے لٹریچر کی خاصی مشہور کتابیں۔ اردو ادب ثلاثہ، تذکرۃ الرشید، سوانح قاسمی، اشرف السوانح، الجمیعۃ کا شیخ الاسلام نمبر، النفاس قدسیہ وغیرہ ان کی صورت میں دیکھنے اور کہیں کہیں سے پڑھنے کا تو شاید ہمیں بھی اتفاق ہوا ہو۔ لیکن یہ زلزلہ ہی سے منکشف ہوا کہ ان میں کیسے کیسے محبوبہ اور کیسی کیسی آن کہنیاں محفوظ ہیں۔
استغفر اللہ ثم استغفر اللہ

واقعہ یہ ہے کہ قلمش ناول بھی اپنے قارئین کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا ان کتابوں نے پہنچایا ہو گا۔ ان کے باقی اوراق پر چاہے عقائد و معارف کے ڈھیر لگے ہوئے ہوں۔ لیکن جو اقتباسات و زلزلہ میں نقل کئے گئے ہیں وہ بجا سے خود اس کے لئے کافی ہیں۔ کہ سادہ لوح قارئین کے تصور توحید کی دھیمیال اڑا دیں اور خدا پرستی کی جگہ انہیں ”بزرگ پرستی“ کا ایسا سبق دیں جس کے زہر کا کوئی تریاق نہ ہو مصنف بار بار پوچھتے ہیں کہ علماء دیوبند کے اس تضاد کا جواب کیا ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ اس سوال کا جواب مولانا منظور نعمانی یا مولانا محمد طیب صاحب کو دینا چاہیے۔ مگر وہ کبھی نہ دیں گے کیوں کہ جو عمر انہا ایک ناقابل تردید صداقت کی حیثیت رکھتا ہو اس کا جواب دیا بھی کیا جا سکتا ہے۔؟

ہمارا خیال ہے کہ تذکرۃ الرشید اور سوانح قاسمی اور اشرف السوانح جیسی کتابوں سے کبھی یہ توقع رکھنی ہی نہیں چاہیے کہ وہ افسانہ تراشیوں اور مغالطوں کی آمیزش سے پاک ہوں گی۔ ارادتمند حضرات جب اپنے ممدوحوں کے تذکرے لکھتے ہیں تو نا ممکن ہو جاتا ہے کہ وہ فن روایت کے اس اعلیٰ اور احوط معیار کا لحاظ رکھ سکیں جس کے ذریعہ

احادیث کو جانچا پرکھا جاتا ہے۔ اسی لئے روزانہ صرف اُن مریدانِ باصفا کا نہیں جو غیر عالم ہیں بلکہ اس وادی میں تو اچھے اچھے علامہ اور مددگار فکرمند حضرات بھی ایک ہی رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں۔ یہ سوانح قاسمی کے فاضل مرتب مولانا مناظر احسن گیلانی نور اللہ مرقدہ کیا معمولی درجہ کے عالم تھے، یہ تذکرۃ الرشید کے عالی قدر مرتب مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا جہلا کی صف میں تھے یہ انعام قدسیہ کے محترم مدون مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری کیا بے پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ یہ الجمیعہ کا شیخ الاسلام نمبر اور خواجہ غریب نواز نمبر شائع کرنے والے کیا غیر عالم ہیں اور یہ ادراج تلاش کے مصنف امیر شاہ خاں کیا کباڑی بازار کی جنس تھے۔ یہیں یہ سب اشارۃ اللہ لائق فائق علماء شریعت ہیں اور دوسروں کے افکار و عقائد پر اعتراضات کی بوجھار کرنے میں انکی اہلیت مشین گن سے کم نہیں ہے۔ مگر یہی مکرم حضرات جب اپنے ممدوحوں اور بزرگوں کے احوال بیان کرنے بیٹھتے ہیں تو نقد و نظر کی ساری صلاحیتوں کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور یہ تک بھول جاتے ہیں کہ ہم نے کب کیا فتویٰ اور فیصلہ دیا تھا۔ خود ہم نے اور ہمارے معتمد بزرگوں نے کس قدر رشد و ہدایت و توحید و شرک اور سنت و بدعت کے کیا کیا عقدے کھولے تھے۔ بات تلخ ہے مگر سو فیصدی درست کہ دیوبندی مکتب فکر کے خمیر میں بھی اندھی تقلید اور مسلکی تعصبات کی اچھی خاصی مقدار گندھی ہوئی ہے اس مکتب کا کم و بیش ہر عالم پہلے دن سے اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ اگر کسی نے قرآن کو پوری طرح سمجھا ہے تو وہ ہمارے فلاں

شیخ التفسیر ہیں۔ اگر علم الحدیث کی تہ تک کوئی پہنچا ہے تو وہ ہمارے
 فلاں شیخ الحدیث پہنچے ہیں۔ اگر ولایت و نبوت اور طریقت و تصوف
 کے اسرار و معارف پر کسی نے عبور حاصل کیا ہے تو ہمارے فلاں
 فلاں شیوخ ہیں۔ اس خوش فہمی کے ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی دلوں
 میں جاگزیں کر لیا گیا ہے کہ وہ محفوظ عن الخطا بھی ہیں۔ معصوم تو اس
 لئے نہیں کہہ سکتے کہ ایک عامی بھی عصمت کو انبیاء کا مخصوص وصف
 سمجھتا ہے مگر محفوظ کی اصطلاح کا سہارا لیکر وہ عملاً انہیں معصوم
 ہی تصور کئے ہوئے ہیں۔ ان کا پختہ خیال ہے کہ ان کا ہر بزرگ
 زہد و تقویٰ کے علاوہ عقل و دانش میں بھی بقراط و ارسطو سے کسی
 طرح کم ہرگز نہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اگر مولانا حسین احمد رحمۃ اللہ
 تعالیٰ علیہ نے رد مودودیت کی بسم اللہ کی تو اب سارے متوسلین
 اور ارباب حلقہ اور اہل تعلق پر واجب ہو گیا کہ یہی راگ مسلسل الاپے
 جائیں اور ایک ایک اعتراض و الزام کا جواب خواہ کتنی ہی قوت
 اور معقولیت کے ساتھ دے دیا گیا ہو مگر خدا اور اندھی تقلید
 کے محاف سے بے ٹکان و گڑھے گڑھا لے نعرے اور ڈھلی ڈھلائی
 چرب زبانیاں نشر کئے جائیں۔

خیر مولانا مودودی کا اور ان صحابہ کا فیصلہ تو انشاء اللہ
 اب یوم حشر میں ہو گا۔ مگر یہ کتاب زلزلہ جو نقد جواب طلب کر
 رہی ہے اس سے عہدہ بردار ہونے کی صورت آخر کیا ہو گی اپنی
 کسی غلطی کو تسلیم کرنا تو ہمارے آج کے بزرگان دلیوبند نے سیکھا
 ہی نہیں۔ انہوں نے صرف یہ سیکھا ہے کہ اپنی کہے جاؤ اور کسی کی مت
 سنو۔ انشاء اللہ اس کتاب کے ساتھ بھی ان کا سلوک مختلف نہ ہو گا

اس کتاب نے ہمارے بزرگوں کی جن محیر العقول کرامتوں سے آگاہ کیا ہے
ان کو تو خیر کیا کیسے ایک نا در ا ق ت با س یہاں ہم ضرور نقل کریں گے۔
جس نے ہمیں ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے

سید اسماعیل شہید کے بارے میں ہم یقین رکھتے تھے کہ انہوں نے
اعلائے کلمۃ الحق کی راہ میں جان دی اور آج بھی یقین رکھتے ہیں :-
مگر یہ ہمارے مرحوم و مغفور استاد مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی
کتاب ”نقش حیات“ میں فرماتے ہیں ”سید صاحب کا اصل مقصد
چوں کہ ہندوستان سے انگریزی تسلط اور اقتدار کا قلع مٹ کر نا تھا
جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے۔ اس بنا
پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور
صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے بدسی
لوگوں کا اقتدار ختم کرنا ہے۔ اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی اس سے
آپ کو غرض نہیں ہے۔ جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے۔ ہندو یا
مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریں گے۔ ”نقش حیات جلد ۱ ص ۱۰۱
زلزلہ ص ۱۳۲) اس پر زلزلہ کے مرتب نے جو یہ یاد رکھ دیا ہے
وہ یہ ہے :- آپ ہی انصاف سے بتائیے کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی
میں سید صاحب کے اس لشکر کے متعلق سوا اس کے اور کیا راستے قائم
کی جاسکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگریس کے رضا کاروں کا
ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ (لادینی حکومت) قائم
کرنے کے لئے اٹھا تھا ص ۱۳۲۔ ہم کتنی ہی جانب داری سے کام لیں
زیادہ سے زیادہ کہہ سکتے ہیں کہ اس ریمارک میں لفظ ملحق آگئی ہے۔
لیکن کیا معنوی اور منطقی اعتبار سے سبھی ہمیں کوئی نقص ہے۔ کوئی افترا

ہے کوئی زیادتی ہے۔ کوئی شک نہیں اگر استاذ محترم حضرت مدنی کے ارشاد گرامی کو درست مان لیا جائے تو حضرت اسماعیل کی شہادت محض افسانہ بن جاتی ہے۔ مادی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لئے غیر ملکی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا ذرا بھی مقدس نصب العین نہیں۔ اس نصب العین میں کافر و مومن سب یکساں ہیں۔ اس طرح کی کوشش کے دوران مارا جانا شہادت سے بھلا کیا تعلق رکھے گا۔ جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح ہے۔ اور اس طرح کی کوششوں کے نتیجے میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانا بھلا اجر آخرت کا موجب کیوں ہوگا اگر ہم فرض کر لیں کہ ان بزرگوں کی طرف دیگر مصنفین نے جو کچھ منسوب کر دیا ہے وہ بالذات آمیز ہے، غلط ہے حقیقت سے بعید ہے تو بیشک ان بزرگوں کی حد تک ہمیں اعتراض سے خلاصی مل جائیگی لیکن یہ دیگر مصنفین بھی تو علماء دیوبند ہی ہیں۔ ان کی یہ کتابیں بھی حلقہ دیوبندی میں بڑے ذوق و شوق سے تلاوت فرمائی جاتی ہیں۔ اور کسی الشکر کے بندے کی زبان پر یہ اعلان جاری نہیں ہوتا کہ ان خرافات سے ہم برأت ظاہر کرتے ہیں۔ برأت کیا۔ یعنی ہمارے موجودہ بزرگ تو پورا یقین رکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں علم غیب اور فریادری اور تصرفات روحانی اور کشف والہام کے جو کمالات ہمارے مرشدین کی طرف منسوب ہیں وہ بالکل حق ہیں۔ سمجھے ہیں پھر آخر از الاعتراض کی صورت کیا، ہو؟ ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک راہ ہے کہ یا تو تقویٰ الایمان اور فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ امدادیہ اور ہستی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو چور ہے پر رکھ کر ان کو دے دی جائے۔ اور صاف اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن و سنت کے خلاف ہیں۔

ایمان کے بغیر اعمال بے کار

برادران اسلام! مذہب اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے ایمان، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، مذکورہ پانچوں چیزوں میں پہلا درجہ ایمان کہلے۔ یعنی ایمان لانے کے بعد ہی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا اعتبار ہوتا ہے۔ ایمان کے بغیر ان چیزوں کا کوئی اعتبار ہی نہیں ہے جب اعتبار نہیں تو باعث اجر و ثواب بھی نہیں اس سے واضح ہو گیا کہ اعمال کے لئے ایمان شرط ہے کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے یہی میں ہوا اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
یعنی اگر کسی مرد مومن کے دل میں محبت رسول نہیں ہے۔ تو اس کا نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور دیگر اعمال صالحہ کرنا بے کام ہے۔ سب کچھ نامکمل ہے۔
نہ جو تعظیم جس کے دل میں سرکارِ مدینہ کی بند عبادت لاکھ وہ کر لے مسلمان ہو نہیں سکتا
سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا یمون احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ ووالدہ ووالدہ اجمعین۔ ترجمہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں تمہارے نزدیک تمہارے والد اور تمہارے لڑکے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں، فاضل بریلوی عظمت رسول بیان کرتے ہوئے۔
حدائقِ بخشش میں رقمطراز ہیں۔

اللہ کی سترتا بہ قدم شان ہیں یہ نہ ان سنا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں نہ ایمان یہ کہتا ہے کہ مری بھان ہے یہ
مذکورہ حدیث اور اشعار سے یہ واضح ہو گیا کہ ایمان محبت رسول اور عظمت رسول کا نام ہے
اگر کسی کے دل میں محبت رسول اور عظمت رسول نہیں ہے تو وہ ایمان سے خارج اور اسلام سے منحرف ہے۔ اگرچہ وہ نماز، روزہ کا پابند ہو کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔
گیا شیطان مارا اک سجدے کے نہ کرنے پر نہ ہزاروں سال اگر سجدے میں سر راہ لٹکیا مارا
لہذا جو لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کی شان میں گستاخی کرتے ہیں وہ لوگ
اسلام سے خارج ہیں۔ ان کی ظاہری تقویٰ و طہارت، عبادت و ریاضت پر
انہیں فرشتہ صفت ہرگز تصور نہ کریں بلکہ وہ تو شیطان سے بھی بدتر ہیں۔

ماخذ ومراجع

اسماء و کتب

مَصْنَعَانِ

قرآن مجید

بخاری شریف

حدائق بخشش

حیاتِ اعلیٰ حضرت

المصباح المجدید

الذی یبذیت

زلزلہ

حفظ الامان

بہشتی زلیخہ

وعظ ذكر الرسول

تحت إشراف الناس

تقوية الايمان

عراق المستقیم

فتاویٰ رشیدیہ

مہر تپہ درستیہ کا مکمل
مذکورہ المار شہر

ارواح ثلاثه

درم و حیات

لنا، المطالعة

مدانة المبردي

قطر اللامضى

کلام الہی

شیخ امام محمد بن اسماعیل بخاری

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی

مولانا عفر الدین بہاری

عبدالعزیز مراد آبادی

== ارشد القادری ==

مولوی اشرف علی تھالوی

$$\frac{1}{2} \quad \frac{1}{4} \quad + \quad \frac{1}{4}$$

== قاسم نانوتوی

== اسماعیل دہلوی

11

شیدائیں کو

عاشقہ الیہ صبر لہو

امیر شاہ خاں

فخري الدين

نواب صدر لوہیہ خاں

۱۔ محمد الزماں

نواب صدق حسن خاں

بِاسْمِهِ تَعَالَى
 اُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا
 یہ لوگ یقیناً کافر ہیں (سورہ نسا آیت ۱۵۱)

مسند تکفیر

اور

امام احمد رضا

از

فقیرِ ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق ابجدی شاح بخاری
 دامت برکاتہم القدسیہ صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور
 اعظم گڑھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر

جدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز ماضی قریب کے عظیم المرتبت جامع جمیع علوم عالم تھے کہ ان کے مثل ان کے ہم عصروں میں تو کوئی کیا ہوگا اگر تعصب، عناد سے ہٹ کر انصاف و دیانت اور خدا کا خوف دل میں رکھ کر دیکھا جائے تو زمانہ ماضی میں صدیوں پہلے ان کی کوئی نظیر نہیں اکاؤن^{۵۱} یا باؤن^{۵۲} فنون میں ان کی تقریباً ایک ہزار تصنیفات جو ایک اندازہ کے مطابق کتابی سائز کے ایک لاکھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں جن کے تقریباً چار کروڑ ساٹھ لاکھ الفاظ ہوتے ہیں یہ میرا تخمینہ ہے اور امید ہے کہ صحیح ہوگا، ویسے بعض حضرات نے

فرمایا کہ ایک بار اندازہ لگایا گیا تو یومیہ تحریر کا اوسط ساڑھے تین جز آیا، ایک جز سولہ صفحات کا، تو حاصل یہ نکلا کہ یومیہ ۵۶ صفحے تحریر فرماتے تھے۔

دس شوال ۱۲۷۲ھ کو ولادت ہوئی، ۲۵ رجب ۱۲۸۳ھ کو وصال فرمایا اس حساب سے عمر مبارک ۱۱ سال ۵ مہینے ۱۵ دن کی ہوئی۔

اگرچہ منصب افتاء پر فائز ہونے کی تاریخ ۱۲ رجب ۱۲۸۶ھ ہے اس طرح منصب افتاء پر فائز رہنے کی کل مدت ۵۳ سال ۶ ماہ گیارہ دن ہے۔

لیکن تصنیف و تالیف کا مشغلہ اس سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا، چنانچہ آٹھ سال کی عمر میں ”ہدایۃ النجی“ کی عربی شرح لکھی نیز بہت سے فتاویٰ لکھے جو حضرت والد ماجد کی تصحیح و تصدیق سے مزین ہوئے، ان سب کو چھوڑ دیجئے صرف مسند افتاء پر فائز ہونے کے وقت سے حساب لگائیے تو (۱۵۸۲۳) دس لاکھ پینسٹھ ہزار آٹھ سو تینتالیس صفحات ہوتے ہیں۔

اور اگر یہ نکتہ ذہن میں رکھا جائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فل اسکیپ سائز پر لکھتے تھے اور خط بہت باریک ہوتا تھا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی فل اسکیپ سائز کی تحریر کتابی سائز پر کم از کم ڈیڑھ صفحے ضرور ہوتی تھی تو کتابی سائز پر صفحات کی تعداد تقریباً سولہ لاکھ ہو جائے گی اس تفصیل کی روشنی میں میرا تخمینہ بہت کم ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات کے بارے میں واقف کاروں کی تحقیق یہ ہے کہ لگ بھگ ایک ہزار ہیں اور یہ صحیح ہے، حضرت مولانا عبدالباقی صاحب نقاش مدظلہ العالی نے بڑی کد کاوش اور تلاش و جستجو سے ایک فہرست تیار کی ہے جس میں ساڑھے سات سو کی تعداد درج ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ہزار ہا ہزار فتاویٰ رجسٹر میں درج نہ ہو سکے ہیں نے خود ماہرہ مطبعہ اور جیل پور میں بہت سے ایسے فتاویٰ دیکھے ہیں جو مطبوعہ فتاویٰ میں نہیں خود فتاویٰ رضویہ کی کئی جلدیں غائب ہو گئیں کتاب

الطلاق، کتاب السیر، کتاب المحظرات والاباحہ غائب ہو گئیں۔ اب جو کچھ چھپے ہیں وہ ان جلدوں کے غائب ہونے کے بعد جو لکھے گئے ہیں وہ چھپے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ”کتاب الطلاق“ پہلی جلد سے بھی زیادہ ضخیم تھی یہی وجہ ہے کہ بجائے ۱۲ ہزار صفحات کے مطبوعہ فتاویٰ رضویہ کے کل صفحات سات ہزار سے کچھ زائد ہیں۔

رسائل کا حال یہ ہے کہ سیکڑوں رسائل غیر متعلق لوگوں کے پاس اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دست مبارک کے تحریر کردہ موجود ہیں۔

رسالہ مبارکہ ”فوز مبین در رد حرکت زمین“ اعلیٰ حضرت کے کتب خانے سے غائب ہے وہ ایک مولوی صاحب کے یہاں ملا جسے انھوں نے کثیر رقم کے عوض فروخت کیا۔

رسالہ مبارکہ ”مطلع القمین فی ابانۃ سبقة العربین“ میں سے ایک صاحب کے پاس دیکھا اس وقت زیر کس کی مشین ہندوستان نہیں آئی تھی میں نے مانگا کہ دیجئے نقل کر کے واپس کر دوں گا انھوں نے انکار کر دیا اب کہتے ہیں کہ غائب ہو گیا۔

مطبوعہ فتاویٰ میں جگہ جگہ ملے گا۔ کہ تحریر فرمایا۔ عما خصصنا فی فتاویٰنا، مگر تفصیل کہیں نہیں ملتی ”انما اشکو بئى و حوزی الی اللہ۔۔۔ ان تفصیلات کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ جن صاحب کا اندازہ یہ ہے کہ یومیہ ۵۶ سطروں کے لکھنے کا اور سطحیاً تو یہ مستعید نہیں۔ میں بہت نوکیلازدن نویس بھی نہیں مگر بعض دنوں میں دو دو سو سطریں لکھیں۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زود نویسی کا حال یہ تھا کہ جناب سید قناعت علی صاحب فرماتے تھے ”کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ امتنا نیز لکھتے تھے کہ جب تحریر فرماتے تو معلوم ہوتا کہ لکھ نہیں رہے ہیں، یا تھ میں رشتہ ہے، کبھی کبھی ہنگامی

ضرورتوں کے موقع پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ ایک صفحہ لکھ کر ہم لوگوں کو صاف کرنے کے لئے دیتے ہم لوگ جتنی دیریں ایک صفحہ صاف کرتے اعلیٰ حضرت قدس سرہ چار پانچ صفحات لکھ لیتے حالانکہ ہماری زور و نویسی مشہور تھی، ایسا زور نویس شخص ۵۳ سال تک روزانہ سولہ سولہ سترہ سترہ گھنٹے ٹیک مسلسل تصنیف و تالیف کا کام کرے تو کوئی مستبعد نہیں کہ اس کی تصانیف کے صفحات دس پندرہ لاکھ تک پہنچ جائیں لیکن میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ اپنی تحقیق کے لحاظ سے لگایا ہے، یہ معاملہ جذبات کا نہیں، حقائق کا ہے، اسلئے اس پر بہت سنجیدگی، اہمیت اور ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی حاجت ہے۔ بات ایسی کہی جائے کہ اگر کوئی اسے چیلنج کرے تو ثابت کیا جاسکے اگر ضرورت ہوگی تو میں ثابت کر دوں گا کہ تصانیف کے صفحات کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہیں۔

اس وقت میں مجموعہ القاری جلد ہشتم کی تصحیح اور نہایت سازی میں مصروف ہوں۔ معاندین نے اب نیا شکوہ چھیڑا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کل یا اکثر رسائل فتاویٰ رضویہ کے جز ہیں اہلسنت یہ فریب دیتے ہیں کہ فتاویٰ رضویہ کو الگ شمار کرتے ہیں اور فتاویٰ رضویہ میں جیسے ہوئے رسائل کو الگ۔

اس پر گزارش یہ ہے کہ کچھ رسائل فتاویٰ رضویہ میں شامل کر کے چھاپ دیئے گئے ہیں جس کی تعداد ایک سو اکتالیس (۱۴۱) ہے۔ چلے مجموعی میزان سے (۱۴۱) نکال دیجئے پھر بھی تعداد آٹھ سو سے زائد ہوتی ہے یہ کیا کم ہے۔

رسائل کی تعداد تو ایک ضمنی بات ہے اور تحقیقی بات تو یہ ہے کہ معاصرین کے سارے فتاویٰ ایک طرف رکھیں سب پر فتاویٰ رضویہ جلد اول بھاری ہوگا انصاف و دیانت شرط ہے جو تحقیقات اور استیعاب اور اباحت اس میں موجود ہیں ان سے معاصرین کے سارے فتاویٰ خالی ہیں بلکہ اس کی گرد تک نہیں پہنچے ہیں مثال کے طور پر ایک سوال ہے کہ کن کن چیزوں سے تیمم جائز ہے اور کن کن چیزوں سے جائز نہیں اس کا مجمل جامع جواب فقہ کی کتابوں

میں یہ ہے کہ زمین اور زمین کی جنس سے جو چیزیں ہیں ان سے تیمم جائز ہے زمین کیا چیز ہے سب کو معلوم ہے زمین کی جنس سے کیا کیا چیزیں ہیں اور جنس ارض سے مطلب کیا ہے اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مطالعہ کی وسعت اور ساتھ ہی ساتھ تحقیق و تفتیش دیکھئے تو عقل دنگ رہ جائے گی زمین میں کیا کیا چیزیں پیدا ہوتی ہیں کیسے پیدا ہوتی ہیں ان کے مادے کیا ہیں ان سب پر وہ اعلیٰ درجے کی تحقیق فرمائی کہ مدینات کا بڑا سے بڑا ماہر بھی اس کی گورڈنگ نہیں پہنچ سکتا۔ تحقیق فرمائی کہ ایک سو اسی (۱۸۰) چیزوں سے تیمم جائز ہے اور ایک سو تیس چیزیں ایسی ہیں جن پر بظاہر جنس ارض کا شبہ نہ ہوتا ہے مگر حقیقت میں جنس ارض سے نہیں اس لئے ان سے تیمم صحیح نہیں قسم اول میں ایک سو سات چیزیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی استخراج ہیں اور قسم ثانی میں تہتر (۲۷) کا استخراج ہے میں نے تو بار بار علانیہ کہا کہ صرف قادی رضویہ جلدوں اسکی دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے مورخین سے علم میں بدرجہا فائق تھے۔ اور ہر تصنیف تحقیق و تدقیق کے اس اعلیٰ درجہ پر ہے جس میں کسی موافق کو نہ کسی اضافے کی گنجائش اور نہ کسی مخالف کو مجال دم زدن جس موضوع پر تسلیم اٹھایا اس کی بحث کے تمام گوشوں کو ایسا واضح و آشکارا اور جبریں، مدلل کر دیا جس میں نہ کہیں لوچکے نہ ابہام نہ خفا۔ علما نے حرمین طہیین نے جنکی چند تصنیفات کے مطالعہ کے بعد ان کے وسعت معلومات، تجربہ علمی، نکتہ رسی، تحقیق و تدقیق سے متاثر ہو کر یہ فرما دیا۔

یس علی اللہ بمستنکر ۱۲ یجمع العالم فی واحد
 کے مصداق ہیں۔ ترجمہ اللہ کے لئے یہ میری بات نہیں کہ ساری دنیا ایک شخص میں جمع فرمادے اور انکے ایک قوی کو مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا "لو ساء ابو حنیفۃ لقرت عینہ ولجللہ من اصحابہ" اگر انھیں امام ابو حنیفہ دیکھ لیتے تو ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو جاتی اور انھیں اپنے اصحاب میں شامل کر لیتے۔

لیکن کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ان صبا فضائل و کمالات پر پردہ ڈالنے کے لئے جوش غناد و تعصب میں انھیں بدنام کرنے کے لئے یہ رات دن پروگنڈہ کرتے رہتے

رہتے ہیں کہ انھوں نے سوائے اس کے اور کوئی کام نہیں کیا ہے کہ اپنے سوا سب کو کافر کہہ کر مسلمانوں کو آپس میں لڑایا ہے اور فتنہ و فساد پھیلا یا ہے اس لئے آج کے اس عظیم الشان اماں احمد رضا سمیتار میں جس میں ملک کے مختلف طبقات کے ارباب علم و دانش اور محققین مجدد اعظم اعلیٰ حضرت کی زندگی کے بہت سے گوشوں پر روشنی ڈالیں گے میں نے اپنے لئے یہ تجویز کیا کہ مسئلہ تکفیر پر کچھ لکھوں سمیتار کے ارکان کی بھی یہی خواہش تھی جو لوگ داور محشر کے دیور و حاضر ہونے اور ذرے ذرے کے حساب دینے پر اعتقاد رکھتے ہیں ان سے میری یہ گزارش ہے کہ وہ فرقہ دارانہ عصبیت اور طبقاتی عناد سے بالاتر ہو کر میری ان سطور کو ٹھنڈے دل اور دیانت کے ساتھ پڑھیں اور پھر غور کریں اور حقیقت کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کریں اس سلسلے میں پہلے چند بنیادی باتیں ذہن نشین کر لیں جن پر ان تمام لوگوں کا اتفاق ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور جو مسئلہ تکفیر کے اصل الاصول ہیں۔

کیا تکفیر جرم ہے؟ اس سلسلے میں پہلی بحث یہ آتی ہے کہ کوئی شخص

اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور اس کا بھی دعویٰ کرتا ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں لیکن اس سے کوئی ایسا فعل یا اس کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو واقعی کفر ہو تو کیا اس صورت میں اسے کافر کہنا جرم ہے یا اسے کافر کہنا فرض ہے۔ اسے کافر کہنا تخریب ہے یا تعمیر ہے، فتنہ پھیلانا ہے یا فتنہ ختم کرنے کی جدوجہد ہے ایسے شخص کو کافر کہنا تعمیر نہیں تخریب ہے اور فتنہ فرو کرنے کی جدوجہد نہیں بلکہ فتنہ انگیزی ہے۔

اس سوال کے جواب میں ہم حقیقت حال پر مطلع ہونے کی خواہش رکھنے والوں کو دینیات کی کتابوں کے ابواب میں سے باب المرتد کے مطالعہ کی زحمت دیں گے۔ اسلاف کے عہد ہی سے عقائد و فقہ کی کتابوں میں بالاتفاق ہر طبقہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں ایک مستقل باب رکھا ہے جس میں ان

لَمْ يَسْتَهْزِئْهُنَّ ذُنُوبًا لَّا تَعْتَدِينَ وَاقَدْ كَفَىٰ تَمَدُّنًا بِمَا نَزَّلْنَا
(آیت ۶۵-۶۶ سورہ توبہ) اے محبوب ان سے فرما دو کیا اللہ اولاسکی آیتوں اور
اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو یہاں نہ بناؤ۔ مسلمان ہونے کے بعد تم بلا شبہ
کافر ہو گئے۔

عہد رسالت میں دو شخصوں میں جھگڑا ہوا مقدمہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا حضور نے ایک کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ جس کے خلاف
فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ اس کی حضرت عمر کے یہاں اپیل کریں۔ دونوں حضرت عمر کی
خدمت میں حاضر ہوئے معاملہ عرض کرنے کے اثناء میں جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے
یہ بھی بتا دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے موافق فیصلہ فرما دیا ہے
دریافت فرمایا کیا رسول اللہ نے فیصلہ فرمایا ہے۔ عرض کیا۔ جی۔ ہاں! فرمایا تم
دونوں اپنی جگہ ہو گھر کے اندر تشریف لے گئے اور تلواریں کر باہر تشریف لائے
اور اسے قتل کر دیا جس نے کہا تھا کہ حضرت عمر کے یہاں اپیل کریں دو ہر اچھاگ کر
خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ عمر نے میرے حریف کو قتل کر دیا۔ فرمایا عمر
کسی مسلمان کو قتل نہیں کریں گے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

فَلَا دَرَسَ بَلَدٌ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى
يُحْكَمُوا لَكَ فِيهَا شَجَرَتَيْنَهُم
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ
خَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا
تَسْلِيمًا۔ (نساء آیت ۶۵)

اے محبوب تیرے رب کی قسم وہ مسلمان
نہ ہوں گے جب آپ کے جھگڑوں میں ہمیں حاکم
نہ بنائیں اور تم جو فیصلہ کر دو اس سے دلوں میں
رکاوٹ نہ پائیں اور اسے کما حقہ
مان نہ لیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قتل پر قصاص یا دیت کچھ
بھی نہیں واجب فرمائی یہ بد نصیب جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور اس کی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں

اپیل کرنے گیا تھا۔ کلمہ گو تھا اپنے کو مسلمان کہتا تھا مگر اللہ عز و جل نے ہدایت واضح غیر مبہم الفاظ میں فرمایا کہ ایسے لوگ جو میرے رسول کے فیصلے کو نہ مانیں مسلمان نہیں۔ اب نص قرآن سے ثابت ہو گیا کہ اگر کسی سے کوئی کفر سرزد ہو یا اس نے کوئی کلمہ کفر کا تو وہ بلاشبہ کافر ہے اگرچہ وہ کلمہ پڑھتا ہو، نماز پڑھتا ہو جہاد کرتا ہو اور اگر بالفرض یہ جرم اہانت رسول کا ہے تب تو معاملہ بہت ہی محکین ہے اور ایسا سنگین کہ علماء نے یہ تشریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی گستاخ رسول تو یہ بھی راجح اسلام اسے زندہ نہ چھوڑے گا۔ اٹھا کے دیکھئے شفاء اور اس کی شرح، درر غرر، درمختار وغیرہ۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپکو مسلمان کہے اور نمازیں پڑھے، زکوٰۃ دے، روزے رکھے، حج کرے دن رات قال اللہ قال الرسول کا درس دے اور تائید امتی ہو کہ کبھی خلاف شرع تھو کے بھی نہیں لیکن اگر اس سے کوئی فعل کفر سرزد ہو جائے یا کوئی کفری قول بک دے تو اسے کافر کہنا بنفس قرآن فرض ہے یہ جرم نہیں بہت بڑی عبادت ہے یہ جہاد بالقلم ہے، جہاد باللسان ہے اور اسلامی شریعت کو فاسد مادوں سے پاک کرنے کی سعی مشکور بلکہ حقیقت میں صنت خدا ہے صنت رسول ہے اسے جرم نہ کہنا ایسے فرض شناس عالم کو مورد طعن و تشنیع بنانا خود بہت بڑا جرم ہے اس سلسلے میں ایک بہت بڑا مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ عقائد کا یہ مسلم البتوت قاعدہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں یعنی جو کعبہ مقدسہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اسے کافر کہنا درست نہیں اس پر ہماری دو گذارش ہے کہ جو لوگ علماء کے اس ارتداد کو اپنے لئے بطور سپر استعمال کرتے ہیں خود ان کا عمل اس کے خلاف ہے مثلاً قادیانیوں کی تکفیر یہ لوگ بھی کرتے ہیں جب کہ قادیانی بھی ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اب ہر شخص کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ اگر اہل قبلہ کا مطلب ہے کہ جو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے وہ بہر حال مسلمان ہے

خواہ کتنے ہی بڑے کفر کا ارتکاب کرے تو پھر آپ لوگ قادیانیوں کو کافر کیوں کہتے ہیں۔۔۔ دوسری بات یہ ہے کہ اہل قبلہ کا یہ معنی نہیں جو آپ بتا کر اپنے لئے ڈھال بناتے ہیں اہل قبلہ کے معنی یہ ہیں کہ جو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو۔ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہ کرتا ہو۔ لیکن اگر کوئی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے اور ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے ہے ہی نہیں۔۔۔ آئیے اس توضیح کو اپنے عہد کے حب سے بڑے فقیہ اور محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے۔ اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضرورات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله بالکلیات والجزئیات وما اشبه ذلك من المسائل فمن واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم ونفي الحشر ونفي علمه سبحانه بالجزئیات لا يكون من اهل القبلة وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا يكفر ما لم يوجد شيء من امارات الكفر وعلاماته ولم يصد عنه شيء من موجباته۔ (شرح الفقه الاکبر ص ۱۸۹)۔

اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین پر اتفاق رکھتے ہیں جیسے عالم کا حادث ہونا جسموں کا حشر اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام کلیات و جزئیات کو جانتا ہے اور اس کے مثل اور مسائل۔۔۔ اور جو شخص اپنی زندگی بھر طاعات و عبادت کا پابند رہے اور عالم کے قدیم ہونے کا اعتقاد کرے یا حشر کا انکار کرے یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات جاننے سے انکار کرے وہ اہل قبلہ سے نہیں ہوگا۔

اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے سے اہلسنت کے نزدیک مراد یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک کافر نہ کہا جائے گا جب تک کفر کی نشانیوں اور اس کی علامتوں میں سے کچھ نہ پایا جائے اور کفر کے موجبات میں سے کوئی چیز اس سے صادر نہ ہو۔

اس سلسلے میں سب اہم اور قابل توجہ اور قابل حفظ امر یہ ہے کہ عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام کلمہ گو افراد کے رہنماؤں کا طریقہ عمل کیا تھا

صحابہ کرام کا عمل | اشیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد پاک میں خوارج پیدا ہوئے جنہوں نے صرف اس بنا پر کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صفین کے موقع پر حکم قبول کر لیا تھا کہ دونوں فرق اپنا اپنا ایک ایک حکم بنالیں اور وہ جو فیصلہ کریں اسے دونوں فرق قبول کریں حضرت علی کو مشرک کہا اور دلیل میں یہ آیت پیش کی۔ ان المحکم الا باللہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے شدید قتال فرمایا حتیٰ کہ اس کی پوری جدوجہد فرمائی کہ ان سب کو نیست و نابود کر دیں جنگ کے اختتام کے بعد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بموجب تم نے بدترین خلق کو قتل کیا۔۔۔۔۔ انھیں کے عہد پاک میں وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبعود کہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ انھیں پکڑ کر آگ میں جلا دیا جائے چنانچہ اسی پر عمل درآمد ہوا۔۔۔۔۔

تابعین کرام | تابعین کے عہد میں خوارج اور معتزلہ پیدا ہوئے جن میں خوارج نے بہت قوت پکڑ لی تابعین کرام نے مسلسل ان سے جہاد کیا اور ان کے گمراہ کن اقوال کا شدید رد فرمایا ائمہ مجتہدین کے عہد میں اور کچھ مزید گمراہ فرقے پیدا ہوئے۔ قدریہ، جہمیہ وغیرہ مجتہدین کرام نے ان سب کا پوری قوت کے ساتھ رد فرمایا۔ جب مامون کے عہد میں معتزلہ ابھرے تو تمام محدثین فقہاء نے عمل جل کر ان کا قلع قمع کرنے کی جدوجہد کی۔

روافض دوسری صدی ہی میں پیدا ہو چکے تھے لیکن ان کی نہ کوئی تنظیم تھی اور نہ ان کے عقائد منضبط لیکن جب کسی بھی بزرگ کو اسی کے گمراہ کن اقوال کی اطلاع ملتی تو اس کا شدید رد فرماتے یہاں تک کہ حضرت زید شہید سے جب دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ان روافض نے یہ مطالبہ کیا کہ حضرت شیخین پر تبر لکھیے تو انہوں نے انکار فرمادیا اور انہیں اپنی جماعت سے الگ کر دیا اور صاف صاف ارشاد فرمادیا رضوفا خوضناہم۔ انہوں نے ہم کو چھوڑ دیا تو ہم نے بھی ان کو چھوڑ دیا اور جب روافض منظم ہو گئے اور ان کے عقائد مدون ہو گئے تو علماء اسلام نے ان کا مکمل رد کیا۔

ہمارے ہندوستان میں فرقہ بندی پیدا ہوا تو علماء خاموش نہیں بیٹھے اور ان کے استیصال کی حتی الوسع پوری جدوجہد فرمائی۔

غرض کہ اسلام کی پوری تاریخ اس کی شاہد ہے کہ جب بھی سواد اہل اسلام کے خلاف کوئی کلمہ گو غلط عقائد و نظریات لے کر اٹھا تو علماء نے اسے نہیں بخشا کیسے بخشے پھر نور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ۱۵۱
ظہرات الفتن والبدع ولم یظہر العالم علمہ فعلیہ لعنة
اللہ والملائکة والناس اجمعین جب فتنے یا گمراہیاں ظاہر ہوں
اور عالم اپنے علم کو ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور صاب لوگوں کی
لعنت ہے۔

ہماری اس گفتگو سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی کلمہ گو سواد اہل اسلام کے خلاف کسی عقیدے یا نظریے کو پھیلانے کی کوشش کرے تو ذمہ دار علماء و مشائخ مفتیان عظام پر فرض ہے کہ اپنی وسعت و قوت بھر اسکا رد کریں اس کے باطل نظریات کو غلط ثابت کریں اور شریعت کی رو سے اس پر جو حکم عائد ہوتا ہو اسے بر ملا بیان کریں۔

آمد بر مطلب

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے جن افراد کی تکفیر کی ہے وہ مذکورہ بالا اللہ عز و جل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ سے لے کر آج تک کے تمام علماء اہل سنت کے اسوہ اور طریقہ کی پیروی میں کی ہے اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جن لوگوں کی تکفیر کی ہے واقعی ان لوگوں سے کفر سرزد ہوا ہے یا نہیں؟ اور وہ کفر کے مجرم ہیں یا نہیں۔ اس سلسلے میں چار نام قابل ذکر ہیں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا خلیل احمد انیسوی، مولانا اشرف علی تھانوی قبل اس کے کہ ہم ان کا جائزہ لیں پہلے یہ بتا دیں کہ ان لوگوں کا رابطہ کس طبقہ سے ہے یہ چار افراد مولانا اسماعیل صاحب دہلوی کے پیرو اور ان کی کتاب تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، یکروزہ، ایضاح الحق وغیرہ کے مطابق عقیدہ رکھنے والے اور عمل کرنے والے ہیں ان چاروں میں صوبہ سے مکرم و محترم مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے فتاویٰ میں مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے بارے میں لکھا ہے —

”تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اس کا رکھنا اور پڑھنا

اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ کراچی ص ۴۱

یہ مولوی اسماعیل دہلوی وہی ہیں کہ جب انھوں نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان لکھی تو ان کے ہم عصر دہلی کے تمام علماء اہل سنت بالاتفاق ان کا رد لکھا اور ان کی تکفیر کی جس کی تفصیل اساتذہ الاساتذہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کی کتاب تحقیق الفتویٰ بابطال الطغویٰ میں مذکور ہے جس کی تصدیق اس عہد کے تمام ان علماء دہلی نے فرمائی ہے جو سلم البشوت، مقدم علیہ تھے اسی کتاب تقویۃ الایمان کے رد میں خود انھیں کے اہل خاندان بلکہ عم زاد مولانا محمد موسیٰ

اور مولانا مخصوص اللہ نے معید الایمان لکھی اس کے علاوہ ملک کے ہر طبقہ سے
 اس کتاب کا رد لکھا گیا۔ مولوی اسماعیل کے مارے جانے کے بعد ان کے ہمنواؤں
 نے ان کی تائید میں جو کتابیں لکھیں ان سب کا رد مسلسل ہوتا رہا جس کی ایک
 بہت بڑی نظیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی کتاب فیصلہ ہفت مسئلہ ہے
 دوران کے مرید اور خلیفہ مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری کی کتاب انوار المالحہ
 ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ جب مستدر مشدو
 ہدایت پر قائل ہوئے تو ملک کا ماحول یہ تھا کہ انھیں مولوی اسماعیل دہلوی کے
 بیروکار مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کے خلاف پورے ملک میں
 ایک فحش بیانیہ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ اور انھیں مولوی اسماعیل
 دہلوی کے مذہب کی نشر و اشاعت کرنے والے مولوی رشید احمد گنگوہی اور
 مولوی خلیل احمد انبیسی کی کتاب براہین قاطعہ نے ملک میں آگ لگا رکھی تھی جسکے
 نتیجے میں سلسلہ میں ریاست بھاول پور میں خود کتاب کے مصنف مولوی خلیل احمد
 انبیسی اور حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کے مابین ایک اہم تاریخی مناظرہ
 ہوا جس مناظرہ کے حکم نے مولوی خلیل احمد انبیسی وغیرہ کے خلاف اپنا فیصلہ
 دیا۔ جب مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ تحذیر الناس
 براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی ان عبارتوں پر مطلع ہوئے جن میں ضروریات دین
 کا انکار اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سمجھی تو یہ کیسے ممکن تھا کہ
 اعلیٰ حضرت قدس سرہ اسے برداشت فرماتے آپ نے پہلے ان لوگوں کے رد میں
 رسائل لکھے جو ار اللہ عدوہ بیجان السبوح وغیرہ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں
 مگر ان لوگوں نے نہ تو اعلیٰ حضرت کے رسائل کا کوئی جواب دیا اور نہ ان عبارتوں
 سے رجوع اور توبہ کیا اسی لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے سلسلہ میں ان کی تکفیر

فرمائی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تکفیر حق ہے یا باطل، صحیح ہے یا غلط۔ اب آئیے اسے عقائد کی کسوٹی پر رکھئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام نے اور سلف و خلف پورا امت نے خاتم النبیین کے معنی صرف آخر الانبیاء بتایا یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد کسی کو بھی منصب نبوت نہیں مل سکتا اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ اس میں نہ تو کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی۔ تصریحیں فرمادیں کہ اگر کوئی اس میں کسی قسم کی تاویل یا کوئی تخصیص کرے تو وہ کافر ہے جس پر احادیث کریمہ اور ارشادات سلف و خلف نص جلی ہیں جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو وہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ (جز اول اللہ عدوہ باباء ختم النبوة) کا مطالعہ کرے جس میں ایک سو تیس احادیث کریمہ اور تیس ارشادات علماء سے ثابت فرمایا ہے۔

کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ایسا قطعی یقینی معلوم و مشہور ہے جس میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں۔ جسے علماء تو علماء عوام بھی جانتے ہیں۔ اگر عوام سے پوچھا جاوے کہ خاتم النبیین کے معنی کیا ہیں؟ تو وہ بھی بلا توقف بتا دیں گے کہ آخری نبی "امی وجہ سے یہ ضروریات دین سے ہے امام تافہ عیاض شفاء میں فرماتے ہیں۔

(۱) لانه اخبر صلی اللہ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ وہ
تعالیٰ علیہ وسلم ۲ لانه	خاتم النبیین ہیں اور یہ خبر دی کہ اللہ
خاتم النبیین لانی بعدہ واخبر	عز وجل نے انھیں خاتم النبیین
عن اللہ تعالیٰ انه خاتم النبیین	بتایا اور پوری مخلوق کا رسول
وانہ ارسل كافة للناس	بتایا تمام امت کا اس پر اجماع

جمعت الامة على حمل
هذا الكلام على
ظاهره وان مفهومه
طراديه دون تاويل
لا تخصيص فلا شك في كفا
مولاء الطوائف كلها قطعاً جلد ۲۵

ہے کہ یہ کلام (خاتم النبیین) اپنے
ظاہری معنی پر محمول ہے اس کا جو مفہوم
ہے یعنی آخری نبی ہونا یہی مراد ہے جس
نہ کوئی تاویل ہے نہ کوئی تخصیص ہے تو
مذکورہ بالا لوگوں کے کافر ہونے میں ہرگز
کوئی شک نہیں۔

۲، شفا کی اس عبارت کو محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند نے بھی اپنی
کتاب ختم النبوة فی الاثار میں قادیانیوں کے خلاف بطور سند ذکر کیا ہے۔
۳، حجة الاسلام امام غزالی کتاب الاقصر میں فرماتے ہیں۔

الامة فثبت من هذه اللفظة
فانه انهم عدم نبی بعد ابد
عدم رسول بعد ابد وانه
ليس فيه تاويل ولا تخصيص
ومن اقل بتخصيص فلا
من التواء الهديان لا يجمع
بتكفيره لانه مكذب
بهذا النص الذي
جمعت الامة على انه
ليس مؤول ولا مخصوص

اس میں شک نہیں کہ امت نے خاتم النبیین
سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ
مضور کے بعد کبھی شئی کوئی نبی ہو گا
نہ کوئی رسول نیز یہ کہ اس میں نہ کوئی
تاویل ہے نہ کوئی تخصیص اگر کوئی اس
میں تاویل و تخصیص کر لے تو وہ ہدیان کی
قسم سے ہے اور اسے کافر کہنے سے کوئی
چیز مانع نہیں کیونکہ وہ قرآن کی اس نص
کو تفسیر لایا ہے جس کے بارے میں امت
نے اجماع کیا ہے کہ زائل میں تاویل ہے نہ
تخصیص۔

۱، علامہ عبد الفتی نابلسی شرح الفوائد میں لکھتے ہیں۔

سادس ذہبہم غنی یعنی فلاسفہ کا یہ قول کہ نبوت کسب سے

عن البیان بمشاهدة
العیان کیمت وهو یودی
ا لی تجویز نبی مع نبینا
صلی اللہ علیہ وسلم
اول بعدة وذلک لیستلزم
تکذیب القرآن
اذا قد نص علی انه
خاتم النبیین و آخر
المرسلین و فی السنة
انا العاقب ولا نبی
بعدی و اجمعت الامة علی
ابقاء هذا الکلام علی طاهره
وهذه احدى المسائل المشهورة
کفرنا بها الفلاسفة لعنهم الله تعالى

مل سکتی ہے۔ ایسا کھلا ہوا قضا ہے
جو محتاج بیان نہیں کیسے قاصد نہ ہوگا
جب کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا حضور کے
بعد کسی نبی کا ہونا جائز ہے اسے قرآن
کی تکذیب لازم ہے اس لیے قرآن نے
اس پر نص فرمادی ہے کہ حضور خاتم النبیین
اور آخر المرسلین ہیں اور حدیث میں ہے
کہ میں سب میں پچھلا نبی ہوں میرے بعد
کوئی نبی نہیں اور امت نے اس پر اجماع
کیا ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہری معنی پر باقی ہے
اور یہ ان مسائل میں سے ایک ہے جسکی
بنیاد پر ہم نے فلاسفہ کو کافر کہا ہے اللہ
تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے۔

(۱) ناظرین! غور کریں کہ ان تینوں عبارتوں سے ظاہر ہو گیا کہ پوری امت
کا اس پر قطعی یقینی اجماع ہے کہ خاتم النبیین اور لانی بعدی کے معنی صرف
یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی آخری رسول ہیں حضور کے زمانہ
میں یا حضور کے بعد کسی نبی ہونے کو جائز جاننے والا کافر ہے خواہ وہ نبی بالقرآن
مانے یا ظلی بروزی بہر حال کافر ہے۔

(۲) حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی جائز ماننا خاتمیت محمدی کے
متافی ہے اس کے معارض ہے، قرآن کی تکذیب ہے۔

(۳) لہذا یہ کہنا اگر حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو آپکا

خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ عاقبت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا قرآن کی تکذیب ہونے کی وجہ سے کفر ہے اور ایسا کہنے والا کافر ہے۔
 (۳) ان عبارتوں نے بتایا کہ امت کا اس پر بھی اجماع ہے کہ اس میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی بلکہ کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کرنے والا کافر ہے اس لیے یہ کہنا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں نبی بالذات کے ہیں ضرور کفر ہے اور ایسا کہنے والا ضرور کافر ہے۔
 اب آئیے اس خصوص میں دیوبندی مکتب فکر کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیے۔



نالوتوی صاحب کی کفری عبارت

مولوی قاسم نالوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۳۲۳ پر لکھتے ہیں۔

اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہیے کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سوعوام کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ صلب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

پھر مقام مدح میں و لکن الرسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیں اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجئے تو البتہ خاتمیت یا اعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدائی جانب زیادہ گوئی کا وہم ہے۔

آخر اس وصف میں اور قد و قامت شکل و رنگ حسب و نسب سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ کیا فرق ہے؟ جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔

دوسرے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہے۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔ یا قی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سد باب ایسا مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے خلافت کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔

پیر حملہ، "صاکنات محمد ابا اخذ من س جالکم۔ اور حملہ" و لکن س رسول اللہ و خاتم النبیین میں کیا تناسب تھا؟ جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا۔

اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں مواقع تھے بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے۔

خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کا انکار

ہم نے تحذیر الناس کی اس موقع کی عبارت پوری لفظ بلفظ نقل کر دی ہے۔ ناظرین اسے بغور پڑھیں۔ کیونکہ عبارت بہت گنجلک اور پیچیدہ ہے ہو سکتا ہے کہ ایک بار پڑھنے سے نہ سمجھ میں آئے تو بار بار پڑھیں اور عربی فارسی الفاظ کے ترجمے کسی لغت کی کتاب میں دیکھ لیں ہم نے کوئی تشریح اہل لئے نہیں کی کہ ہو سکتا ہے نا تو تووی صاحب کے کسی نیا فرزند کو یہ کہنے کی گنجائش مل جائے چونکہ تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب غلط بتایا ہے اس لئے اس کے معنی کفری ہو گئے۔ البتہ ناظرین ہماری مندرجہ ذیل گزارش کو بغور پڑھ لیں اور خود فیصلہ کریں۔

نا تو تووی صاحب نے اس عبارت میں بڑے شد و مد زور و شور سے یہ ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں ہیں نہ یہ معنی کسی طرح بن سکتے ہیں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہونے کو انھوں نے منترۃ طریقوں سے باطل مانا ہے اول۔ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا "نا سمجھ عوام کا خیال ہے۔ واضح ہو کہ یہاں اس عبارت میں عوام کے مقابل میں اہل فہم بولے ہیں جس سے متین ہے کہ عوام سے مراد نا سمجھ لوگ ہیں۔

دوم۔ اسے خیال بتایا عقیدہ نہیں خیال کا معنی وہم گمان ہواٹے وغیرہ کے ہیں اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی عقیدہ نہیں

جو قطعی یقینی غیر متزلزل ہوتا ہے۔ بلکہ نامحجہ عوام کی رائے ہے جو اکتھون نے
از خود قائم کر لی ہے قرآن وحدیث واقوال سلف سے ثابت نہیں۔

سودہم۔ آخری نبی ہونے کو مقام مدح میں یعنی تعریف کے موقع پر ذکر کرنا صحیح نہیں۔
اور یہ آیت کریمہ مقام مدح میں ہے۔ اس لئے اس آیت میں
خاتم النبیین آخری نبی کے معنی میں نہیں۔ اس کا صاف صاف مطلب
ہو کہ آخر الانبیاء ہونے میں کوئی مدح نہیں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات
نہ بالعرض۔

چہارم۔ اس آیت کو مقام مدح میں نہ مانیں اور خاتم النبیین کو اوصاف مدح
میں سے تسلیم نہ کریں۔ تو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا درست
ہو سکتا ہے مگر چونکہ یہ آیت مقام مدح میں ہے اور خاتم النبیین وصف
مدح ہے اس لئے اس آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا درست
نہیں۔

پنجم۔ اگر خاتم النبیین کا معنی آخری نبی مراد لیں گے تو خدا کے بے ہودہ گولف
کو ہونے کا وہم ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہو کہ آخری نبی ہونا یہود اور
نور و صف ہے جس میں کچھ بھی فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

ششم۔ آخری نبی ہونا قد و قامت وغیرہ ایسے اوصاف میں سے ہے جنہیں فضائل
میں کچھ دخل نہیں اس کا صاف صاف بالکل واضح غیر مبہم یہ معنی ہو کہ آخری
الانبیاء ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

ہفتم۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے نقصان قدر کا احتمال لازم آئے گا یعنی یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم کا مرتبہ کم ہے۔ اس کا یہ مطلب ہو کہ آخری نبی ہونا ایک ناقص
وصف ہے جس میں کچھ فضیلت نہیں ہے نہ بالذات نہ بالعرض۔

ہشتم۔ آخری نبی ہونا ایسے ویسے یعنی معمولی درجہ کے لوگوں کے عام اوصاف کی طرح ہے اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

نہم۔ اگر خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین لیں گے تو اس آیت کے پہلے والے جملے اور اس میں تناسب نہ رہے گا۔

دھم۔ ایک کا عطف دوسرے پر درست نہ ہوگا۔

یا ز دھم۔ ایک کو مستدک منہ اور دوسرے کو استدراک بتانا صحیح نہ ہوگا۔

دوا ز دھم۔ اللہ کے کلام معجز نظام میں بے ارتباطی لازم آئے گی۔

یسین دھم۔ نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے اتباع کو روکنے کے لئے اس

آیت میں خاتم النبیین نہیں فرمایا گیا اگر یہ روکنا مقصود ہوتا تو ضرور

خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء ہوتے۔۔۔ مگر چونکہ روکنا اس سے

مقصود نہیں اس لئے اس آیت میں خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء نہیں۔

چہار دھم۔ اس کا یہ موقع نہیں اس کے بیسیوں اور دوسرے مواقع تھے۔

پانز دھم۔ آخری نبی ہونے پر بناء خاتمیت نہیں کسی اور بات پر ہے۔

خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں خاتمیت کی بناء آخری ہونے پر

نہیں۔ یہ ثابت کرنے کے بعد نانو قوی صاحب خاتم النبیین کے معنی اور

جس پر خاتمیت کی بناء ہے صفحہ ۴ پر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔۔

سوا اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے یعنی

آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں۔۔۔ اور سوائے آپ کے اور نبی

موصوف بوصف نبوت بالعرض۔۔۔ اور وہی کی نبوت آپ کا فیض ہے

پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔

اب یہ بات بالکل صاف ہو گئی کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں بلکہ بالذات نبی ہوتا ہے اور خاتمیت کی بنیاد نبی بالذات ہونے پر ہے شانزدہم: اس لئے صفحہ ۱۴ پر یہ نتیجہ نکالا — غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا ابتیار گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

نیز صفحہ ۲۸ پر مزید نتیجہ یہ نکالا — اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

ہفد صم

یکل سترہ وجوہ ہوئے جن سے نانوتوی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا ہے۔ کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں بلکہ نبی بالذات کے ہیں۔

نیز یہ بھی واضح کر دیا کہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا کسی طرح لازم نہیں۔

(اولاً) نانوتوی صاحب جیسا بیدار مغز محقق ماہر مناظر اگر نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم مانتا تو صفحہ ۱۴ پر یہ نہیں لکھتا۔
بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

(ثانیاً) صفحہ ۲۸ پر یہ نہیں لکھتا۔

”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں ہوں۔ یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی نبی تجویز کیا جائے۔“

ظاہر ہے کہ اگر واقعی خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم ہوتی تو حضور کے زمانہ میں کسی نبی کے ہونے سے آپ کا خاتم ہو تا ختم ہو جاتا اور آپ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت محمدی رخصت ہو جاتی۔ اس لئے کہ ہر ادنیٰ اسی عقل رکھنے والے پر یہ بات واضح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اس کے منافی ہے کہ حضور کے عہد مبارک میں یا بعد میں کوئی نیا نبی کہیں بھی پیدا ہو۔ اور تا تو ہی صاحب جب یہ تصریح کر رہے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کسی جدید نبی ہونے کے باوجود آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔ اور آپ کے خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ تو ثابت کہ وہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم نہیں مانتے۔ اس لئے کہ جو چیز لازم کے منافی ہے وہ ملزوم کے بھی ضرور منافی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا بعد میں کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی ضرور ختم ہو جائے گی اور جب یہ ختم تو اس کا ملزوم خاتمیت ذاتی بھی ختم۔ جب صورت حال یہ ہے کہ خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم مانتے تو دونوں ختم۔

مثلاً۔ نا تو تو ہی صاحب ابتداء ہی میں چودہ وجوہ سے یہ ثابت کر آئے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء ہونا باطل ہے اور بطلان لازم بطلان ملزوم کو مستلزم تو اگر ان کے عقیدے کے خلاف کوئی صاحب خاتمیت ذاتی کو لازم مانتے تو لازم آئے گا کہ خاتمیت ذاتی بھی باطل۔ اب نہ ذاتی رہی نہ زمانی۔

واجباً۔ تا تو توئی صاحب کے نیازمند ناحق ان پر تہمت رکھتے ہیں اس کا ہمارے پاس یا اگر خود نا تو توئی صاحب ہوتے تو انہیں کے پاس کیا علاج نا تو توئی صاحب نے خود لکھا۔

”ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور رُتبی سے عام لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔
 ہر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی خاتمیت رُتبی ہے نہ زمانی۔“ تحذیر الناس صفحہ

اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ خاتمیت زمانی یعنی آخر الانبیاء ہونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں تو اسے لازم ماننے سے کیا فائدہ۔ بلکہ ایسے لازم آئے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان جو وصف نہیں اسے حضور کے لیے ثابت مانا گیا اس میں نقصان قدر کا احتمال اور اللہ عز و جل کی طرف بیہودہ بکواس کا توہم ہوگا۔ بلکہ اخیر کے اس جملہ میں خاتمیت زمانی کا بالکل صفایا کر دیا خواہ خاتمیت کو مطلق مانیں خواہ اس میں عموم مجاز کا قول کریں۔ کہ جب یہ شایان شان نہیں تو اس کا اثبات حضور کے لئے لغو ہے فائدہ ہی نہیں نقصان قدر کا صیب ہوگا۔

ان سب سے ہٹ کر خود نا تو توئی صاحب کا ایک اعتراض سُن لیجئے وہ اپنے مکتوب میں ایک معتمد علیہ خصوصی کو لکھتے ہیں۔

معنی خاتم النبیین در نظر ظاہر	خاتم النبیین کا معنی ظاہر پرستی کی نظر
پرستیاں ہی باشند کہ زمانہ نبوی آخر	میں یہی ہے کہ زمانہ نبوی گذشتہ انبیاء
است از زمانہ گذشتہ بعض نبی	کے زمانہ سے آخر ہے اور اب کوئی نبی
دیگر نخواہد آید مگر می دانی این	نہ آئے گا مگر تم جانتے ہو کہ یہ ایسی بات
محتمل نیست کہ نہ دے است در آنکہ	ہے کہ اس میں نہ تو کوئی تعریف اور نہ کوئی

نہ فرمے —————
برائی۔ قاسم العلوم ص ۵۵ مکتوب اول بنام
مولوی محمد قاضی —————

ہر شخص جانتا ہے کہ مصنف اپنی مراد کو بخوبی جانتا ہے جب نالوتوی
صاحب نے بغیر کسی ایچ پیج کے صاف صاف بیان کر دیا کہ آخر الایہام
ہو تا مدح اور تعریف کی بات نہیں اس میں کوئی مدح نہیں — جب کہ اس
میں کوئی مدح نہیں تو اسے خاتم بالذات کو لازم مان کر حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کے لئے ثابت کرنا بقول نالوتوی صاحب یہودہ لغو وغیرہ وغیرہ
ضرور ہو گا پھر یہ کہتا کہ نالوتوی صاحب ختم ذاتی کے لئے ختم زمانی لازم
مانتے ہیں تو ان پر تہمت اور افترا کے سوا اور کیا ہے۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ص ۳۳ پر ”بالذات کچھ فضیلت نہیں“
میں بالذات کی قید صرف داشتہ بکار آید کے طور پر ہے —
ثابت ہو گیا کہ نالوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کے
معنی آخر الایہام نہیں صرف نبی بالذات کے ہیں جسے آخر الایہام ہونا
لازم بھی نہیں —

اسی وجہ سے انھوں نے ص ۱۳ پر صاف صاف بلا کسی ابہام کے
لکھ دیا —

اگر حضور کے زمانہ میں کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو بھی
آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد
زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی خاتمیت محمدی
میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

نالوتوی صاحب شرعی مواخذے | نالوتوی صاحب نے دیدہ و
دانتہ بالقصد والا راہ

تخذیر الناس کی ان عبارتوں میں مندرجہ ذیل قطعی یقینی ایسے کفریات کا ارتکاب کیا جس میں کسی قسم کے ذرہ برابر شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں جس میں کسی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں نہ تاویل قریب کی نہ تاویل بعید کی۔

(۱) قرآن مجید کے ارشاد خاتم النبیین کے معنی سب میں پچھلانی یا آخری نبی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے صحابہ کرام نے بتائے۔ پوری امت نے بتائے اور اس پر پوری امت نے قطعی یقینی اجماع کر لیا کہ خاتم النبیین کے صریح معنی ہیں۔ وہ بھی اس تشریح کے ساتھ کہ اس میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کی ذرہ برابر کوئی گنجائش نہیں اس کو نانو تووی صاحب نے عوام بھٹی نا سمجھ لوگوں کا خیال بتلایا۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نافعہ عوام میں داخل کیا۔

(۳) اس اعلیٰ درجہ کے وصف مدح کو مقام مدح میں ذکر کے قابل ہونے سے انکار کیا اور اس کو وصف مدح ماننے سے بھی انکار کیا۔

(۴) اسے زیاوہ گوئی یعنی یہودہ گوئی لگو گوئی کہا۔

(۵) اسے فضیلت سے بالکلہ خالی کہا۔

(۶) اسے ایسے ویسے گئے گذرے لوگوں کے احوال میں داخل کیا۔

(۷) اسے اللہ عز و جل کے کلام بجز نظام کے منافی کہا۔

(۸) اسے قرآن کے تناسب اور ارتباط میں محفل مان کر کہا۔

(۹) اسے جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹے دعوائے نبوت کے سد باب

کے لیے نہیں مانا۔ اس آیت مبارکہ کو اس کا موقع نہیں مانا۔

(۱۰) اسے بلائے خاتمیت ماننے سے انکار کیا۔ بنائے خاتمیت دوسری بات پر رکھا۔

(۱۱) خاتم النبیین کا معنی اپنے ہی سے یہ گڑھا آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں

اور سوائے آپ کے اور انبیاء موصوف بوصف۔

نبوت بالعرض۔

(۱۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جدید نبی پیدا ہونے کو خاتمیت محمدی کے منافی نہ مانا۔

(۱۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کے پیدا ہونے کو خاتمیت محمدی کے منافی نہیں مانا۔

اب ناظرین سے سوال ہے؟ کیا اتنے کفریات کے ارتکاب کے باوجود بھی تحذیر الناس کے مصنف نانوتوی صاحب مسلمان ہی ہے؟ کیا اب بھی ان کی تکفیر فرم نہیں سکتی اس کا فیصلہ آپ حضرات پر چھوڑتا ہوں۔

تحذیر الناس کے خلاف شورش یہی وجہ ہے کہ تحذیر الناس جہاں بھی پہنچی خود نانوتوی

صاحب کے زمانے میں وہاں کے علماء نے اس سے بیزاری ظاہر کی۔ اسکا زبانی بھی اور تحریری بھی رد کیا۔ تحذیر الناس سے پوری امت بیزار تھی اس کو اشرف علی تھانوی نے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا۔

جس وقت مولانا نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں بجز مولانا عبدالحی کے۔

(الاقاضات الیومیہ جلد چہارم صفحہ ۵۸ ملفوظات ۹۳)

نانوتوی صاحب ایک بار ریاست رامپور گئے اس کا قصر الوداع شلٹہ میں یوں لکھا ہے۔

اپنے کو ایک ملازم کی حیثیت سے ظاہر کیا اس لئے کہ
خفیہ۔ پہنچیں جب رامپور پہنچے تو جناب

نے اپنا نام خورشید حسن بتلایا اور لکھوا دیا۔ اور ایک
 نہایت ہی غیر معروف سرائے میں مقیم ہوئے اس میں
 بھی ایک کمرہ چھت پر لیا یہ وہ زمانہ تھا کہ تحذیر الناس
 کے خلاف اہل بدعات میں ایک شور برپا تھا۔ مولانا کی تکفیر
 تک ہو رہی تھی حضرت کی غرض اس اخفاء سے یہی تھی
 کہ میرے علائقہ پہنچنے سے اس بارہ میں جھگڑے اور
 بحثیں نہ کھڑی ہو جائیں۔ (ارواح ثلاثہ صفحہ ۲۶۱)

ارواح ثلاثہ کے جاہل متعصب راوی نے تحذیر الناس کے رد کرنے والے
 علماء کو اہل بدعات قرار دیا۔ اب آئیے ان کے ایک نیاز مند دیوبندی
 جماعت کے بہت بڑے عالم جن کی حیثیت دیوبندی برادری میں ایک عالم ہی
 کی نہیں بلکہ جمیعۃ العلماء کی ہے۔ وہ ہیں انور شاہ کشمیری بلکہ ڈھابیلی یہ تحذیر الناس
 کی تردید کرتے ہوئے اپنے رسالہ خاتم البین کے صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں۔

وارادۃ مابالذات وما بالعرض عرف	یعنی مابالذات وما بالعرض کا ارادہ (جیسا
فلسفہ است نہ عرف قرآن مجید و حواہر	کہ تحذیر الناس میں ہے) فلسفہ کا عرف ہے۔
و نہ نظم قرآن راہم چوں گو نہ ایمان و	قرآن مجید کا عرف یا عرب کا محاورہ نہیں اور
دلالت ہر آں پس اضافہ استفاضہ نبوت	نہ نظم قرآن کا اس کی طرف کوئی اشارہ ہے
زیادت است بر قرآن محض اتباع	پس اضافہ استفاضہ نبوت محض اتباع ہوا
ہوا۔	کی وجہ سے قرآن پر زیادتی ہے۔

یہی بزرگ قریب قریب یہی مضمون اپنے دوسرے رسالہ ”عقیدۃ الاسلام“
 کے صفحہ ۲۵۶ پر لکھ چکے ہیں۔

دیکھئے انور صاحب نالوثوی صاحب کے بہت نیاز مند ہیں مگر تحذیر الناس

ہیں کلام مجید کی تمام امت کے خلاف جو تفسیر بالآسے کی ہے اسے رد ہے
 یہ صرف رد ہی نہیں اسے ابتلا ہوا یعنی خواہش نفسانی کی پیروی میں
 قرآن مجید پر زیادتی قرار دے رہے ہیں۔ اب یہ فیصلہ ناظرین کریں کہ تمام امت
 کی قطعی یقینی اجماعی تفسیر کے خلاف خواہش نفسانی سے قرآن مجید پر زیادتی
 کرنے والا مسلمان ہے یا کافر؟ غالباً انور صاحب کا یہی جرم وہ جرم ناخوشیدہ
 ہے جس کی سزائیں انھیں دارالعلوم دیوبند چھوڑنا پڑا جس کو وہ بڑی حسرت
 و یاس سے کہا کرتے تھے "ہم نے کلرز ہی کہا تو اس کی وجہ سے یہاں ڈھابیل
 میں آنا پڑا"

گنگوہی اور انبیہ پوری صاحب

کی مشترکہ کفری عبارت

جب دیوبندیوں نے میلاد، قیام، عرس، چادر وغیرہ کے خلاف پوری قہار
 سے ہم چلائی۔ متعدد فتاویٰ کتابچے شائع کئے تو جناب حاجی امداد الشرح صاحب
 ہاجرہ مکی کے مرید خلیفہ مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری نے انتہائی سنجیدگی
 اور متانت کے ساتھ ان معمولات کے ثبوت میں ایک مبسوط کتاب انوار سا طبع
 لکھی جس پر گنگوہی صاحب کو بہت طیش آیا اور انھوں نے اس کے رد میں بریل

لکھی جو اپنے مرید خلیفہ غیبی احمد انیسویں صاحب کے نام سے چھپوائی یہ کتاب گنگوہی صاحب ہی کی لکھی ہوئی ہے اس کا دلیل یہ ہے کہ ان کے مؤرخ عاشق الہی میرٹھی نے تذکرۃ الرشید جلد دوم صفحہ ۳۴ پر اسے ان کی تصنیفات کی فہرست میں داخل کیا ہے۔ لکھتے ہیں ناظرین ملاحظہ کریں۔

برائین قاطعہ — یہ انوار ساطعہ کا جواب اور رد بدعات و تحقیق سنت میں وہ لاثانی کتاب ہے جس کو حضرت کے (گنگوہی) کمالات علیہ وعلیہ کا منظر کہیں تو بجا ہے سنت کے عشق میں جو غیاثہ انداز اور شان جلالی کا اظہار اس میں نظر آتا ہے دیگر تصانیف میں کم ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ — مولوی عبد الجبار عمر پوری دیوبندی نے لکھا تھا۔ حضرت کی نسبت یہ اعتقاد کہ جہاں مولود شریف پر مہاجا جاتا ہے تشریف لاتے ہیں شرک ہے۔ ہر جگہ موجود اللہ تعالیٰ ہے اللہ سبحانہ نے اپنی یہ صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی (انوار ساطعہ بالائے برائین قاطعہ صفحہ ۵۲)۔

نانو تو ی گنگوہی تھا نوی صاحبان کے پیر بھائی مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے انوار ساطعہ میں اس کو دو طریقہ سے رد فرمایا۔ (۱) ایک یہ کہ جہاں جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں وہاں تشریف لاتے کا مطلب ہر جگہ موجود ہونا کہاں ہے؟

(۲) زمین میں ہر جگہ تشریف لے جانے کو اللہ عز و جل کا خاصہ جانشا باطل ہے کیونکہ شرق سے غرب تک ہر روح کو حضرت عزرائیل علیہ السلام (ملک الموت) قبض کرتے ہیں۔ ہر جگہ کورات دن دیکھتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا ان کے آگے مثل چھوٹے سے خوان کے کر دیا ہے۔ یہ تو ایک فرشتہ مقرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ تمام بنی آدم کے

مسافر رہتا ہے حاصل یہ ہے کہ جب مخلوق اور غیر اللہ کو یہ قدرت دی گئی ہے تو ہرگز یہ خاصۃ الوہیت نہیں اور جب یہ خدا کی خاص صفت نہیں تو رسول کلم کے لئے اسے ثابت کرنا ہرگز ہرگز شرک نہیں۔ اس رد کا گنگوہی صاحب سے کوئی جواب نہیں بن پڑا اور نہ قیامت تک کسی سے بن پڑے گا۔ گنگوہی صاحب نے اپنے دل میں یہ فرض کر لیا یہ رد نہیں استدلال ہے۔ یعنی یہ کہ مولانا عبد السمیع صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ موجود ہونے پر یہ دلیل دی ہے۔ کہ جب شیطان اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہیں تو حضور جو تک ان دونوں سے افضل ہیں اس لئے وہ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ حالانکہ مولانا موصوف پر یہ کھلا ہوا افتراء ہے۔ مولانا عبد السمیع صاحب نے عمر پوری پر نقض وارد فرمایا تھا۔ نہ کہ اپنے مدعی پر استدلال کیا تھا۔ مگر ان بزرگوں کی یہ عادت متواتر ہے کہ اپنے حریف پر افتراء کرنے سے نہیں چوکنے گنگوہی صاحب نے اس نقض کو استدلال ٹھہرا کر اس پر لکھا ہے۔

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو غلات نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس قاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک خبر ثابت کرتا ہے۔
براہین قاطعہ ص ۵۵

اس پر ہمارے مواخذے

(۱) زمین کا علم محیط گنگوہی صاحب نے شیطان اور ملک الموت کے لئے نص یعنی

قرآن وحدیث سے ثابت مانا۔ پھر اسی علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے شرک بتایا۔ اور یہ شرک اسی وقت ہوگا جب کہ اسے باری عز اسمہ کی صفت خاصہ مانیں۔ اور جب اسے اللہ عز وجل کی صفت خاصہ مانیں گے تو شیطان اور ملک الموت کے لئے اسے ثابت ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ شیطان اور ملک الموت خدا کے شریک ہیں۔ اور گتگوہی صاحب نے ان دونوں کیلئے ثابت مانا۔ اب لازم آیا کہ انھوں نے شیطان اور ملک الموت کو خدا کا شریک مانا۔ یہ اس عبارت کا ایک مرتجح کفر ہوا۔

(۲) پھر اس کفر و شرک کو نص یعنی قرآن واحادیث سے ثابت مانا یہ دوسرا کفر ہوا۔

(۳) اخیر میں ہے شیطان ملک الموت کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی مگر

عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام انھوں کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

یعنی شیطان اور ملک الموت کے علم کی وسعت اور زیادتی نص یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس لئے شیطان و ملک الموت کا علم وسیع اور زیادہ ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم یعنی علم کا زیادہ ہونا چونکہ نص قطعی سے ثابت نہیں اس لئے حضور کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے اس کا مرتجح مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زیادہ نہیں۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ گتگوہی صاحب کے نزدیک شیطان کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ تعاد السموات یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هداً ۱۔ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے۔ زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ڈھ جائیں۔۔۔ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا۔ کیا اسے اس میں شک ہوگا کہ یہ کلمہ کفر نہیں کیا اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کلمی ہوئی توہین نہیں؟ کیا اس کفر مرتجح کے بعد بھی گتگوہی صاحب اور ان کے مرید

اور خلیفہ انبیسی صاحب کے کافر ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے؟ ایسے
شیخ قول پر مجید واعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے گنگوہی اور
انبیسی صاحبان کو کافر کہا تو کیا جرم کیا؟

لطائف اس مترشح و شیخ کفریات کے علاوہ یہیں براہین قاطعہ میں کچھ مزید
باتیں ہیں۔ ناظرین ان سے محظوظ ہوں۔

(۱) شیطان کی وسعت علم کے ثبوت کے لئے صرف نص پر قناعت کی گئی مگر حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کے لئے صرف نص کو کافی نہیں جانا۔
نص قطعی کا مطالبہ کیا۔

(۲) اس کے برخلاف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی نفی کے
ثبوت میں ایک بے اصل روایت پیش کیا۔ اولاً شیخ عبدالحی محمد
دہلوی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کر دیا۔ عبارت مذکورہ بالا کے چند سطور
پہلے ہے۔

شیخ عبدالحی
روایت کرتے ہیں کہ مجھے دیوار کے نیچے کا بھی
علم نہیں۔

یہ حضرت شیخ قدس سرہ پر افتراء ہے۔ روایت تو بہت دور ہے انہوں نے مدارج النبوة
جلد اول ص ۹ پر اس روایت کو بالکل رد فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں

ایہ نجا اشکال می آرند کہ در بعض روایت
آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم من بندہ ام نمی دانم آنچه در
پس این دیوار است جوابش آنست
کہ این سخن اصل ندارد و روایت
اس جگہ اشکال لاتے ہیں کہ بعض روایتوں
میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میں بندہ ہوں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے
پچھے کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت
کی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت صحیح

بدان صحیح نشدہ است۔ نہیں۔

کیا کسی مسلمان سے ایسی جرات ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو گھٹانے کے لیے خود حضور پر جھوٹ باندھے اور من کذب علی فلیتبوا مقعده من النار۔ جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا بھی خوف نہ کرے پھر جرات بالائے جرات یہ کہ جن بزرگ نے اسے رد فرمایا انہیں کو راوی بتائے۔

آج سے ایک صدی زائد ست صدی کی دوسرے علماء کی تائیدات | بات ہے ریاست بھاؤل پور میں برہمن قاطعہ کی گمراہ کن عبارتوں پر ایک انتہائی اہم اور فیصلہ کن مناظرہ ہوا تھا جس میں دیوبندیوں کی طرف سے اس وقت کے دیوبندی جماعت کے سب سے بڑے عالم ان کے شیخ الہند محمود الحسن کانگریسی اور خود انبیسی صاحب جن کے نام سے یہ کتاب چھپی ہے شریک تھے اور اہل سنت کی طرف امام المناظرین علامہ غلام دستگیر نقوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مناظر تھے یہ مناظرہ تحریری تھا اس مناظرہ کے حکم شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ غلام فرید صاحب پچا چڑاں شریف نواب کے مرشد تھے۔ موصوف نے اس مناظرہ پر جو فیصلہ دیا ہے وہ یہ ہے۔

مؤلف مذکور خلیل احمد انبیسی مع اپنے معاونین کے وہابی اہل سنت سے خارج ہے۔ تقدیس الوکیلؑ یہ مناظرہ تحریری تھا۔ اس کی رواد تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخیل کے نام سے چھپ چکی ہے۔ اسی میں حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب نے برہمن کی اس عبارت پر یہی اعتراض کیا ہے کہ اس عبارت میں حضور تقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو شیطان لعین کے علم سے کم بتایا ہے۔

فیر کان اللہ لہ کا اعتراض یہ ہے کہ سرور کائنات اعلم مخلوقات
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم کا جواب دیا گیا ہے اور شیطان
 کے علم سے آپ کے علم کو کم لکھ دیا ہے یہ نہایت درجہ کی توہین
 ہے۔ ص ۱۹۳

اسی تقدیس الوکیل کی تصدیق میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی نے
 لکھا ہے۔

میں مولوی رشید احمد کو رشید سمجھتا تھا مگر میرے گمان
 کے خلاف کچھ اور ہی نکلے بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت
 کا علم شیطان لعین کے علم سے کمتر ہے اور اس عقیدہ کے
 خلاف کو شرک قرار دیا۔ تقدیس الوکیل ص ۱۹۹

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی وہ بزرگ ہیں جنہیں سلطان ترکی نے پایہ
 حریم کا خطاب دیا جنہیں خود براہین میں ہمارے شیخ الہند مولوی
 رحمت اللہ لکھا۔ جو لوگ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ
 پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے بلا وجہ ان لوگوں کو کافر کہا ہے وہ آئیں
 اور دیکھیں۔ شیخ الہند مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مولانا غلام دستگیر
 قدس سرہ العزیز اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں نہ خلیفہ نہ پیر سبھائی ان لوگوں نے
 بھی یہی کہا۔ لکھا کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے
 علم پاک کو شیطان لعین کے علم سے کم بتایا گیا ہے۔ اور یہ حضور
 اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ کیا ایسی صورت میں بھی اعلیٰ حضرت
 قدس سرہ کو یہ طعن دینا درست ہے کہ انہوں نے ان دونوں کی بلا وجہ تکفیر
 کی کسی مسلمان کو اس میں شک ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
 کی توہین کرنا کفر ہے۔

اور توہین کرنے والا کافر ہے

تھانوی صاحب کی کفری عبارت

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنے کتابچہ حفظ الایمان کے صفحہ ۱ پر لکھا۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر کو لکھ بھی دینی ہے مجتہدوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

چند سطر بعد ہے: اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔

اس عبارت کا صاف صاف مزعج وہ بھی صحیح متعین مطلب یہ ہے کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و نا کس زید و عمر بکر بلکہ بچوں پاگوں جانوروں چوپایوں کے علم سے تشبیہ دی یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ان کے مساوی بتایا اور اس پر فریقین کا

یہ نزدیک اس بنا پر ہے کہ تھانوی صاحب کے نیاز مند خود آپس میں الجھے ہوئے ہیں کہ اس عبارت میں ایسا تشبیہ کس لئے ہے یا "اتنا" اور "اس قدر" کے معنی میں ہے

اسی کو اور مختصر عبارت میں یوں کہہ لیجئے — کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بقول زید جو علم غیب حاصل مانا اس کی دو قسمیں کیں بعض غیب اور کل غیب — کل کے حاصل ہونے کو عقلاً ثقلًا باطل کہا تو لازم کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بعض علم غیب حاصل مانا — اور اسی کے بارے میں لکھا کہ ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو و بکر یعنی ہر کس و نا کس بچوں یا گلوں تمام حیوانوں تمام چوپایوں کو بھی حاصل ہے۔

اب اگر لفظ ایسا کو تشبیہ کے لیے مانیں جیسا کہ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد طائفہ دوی کی تحقیق ہے تو انھوں (یعنی تھانوی) نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ارفع و اعلى کو ان خبیث چیزوں کے کہتر و ادنیٰ علم بتشبیہ دی — اس میں یقیناً حتماً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے — اور اگر لفظ ایسا کو اتنا اور اس قدر کے معنی میں مانیں جیسا کہ مرتفعی حسن و حسننگی ناظم تعلیمات کی تحقیق ہے تو لازم کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وافر و کثیر علم کو جس کی مقدار کوئی نصاب متعین نہیں مرسل بھی نہیں جان سکا۔ ان ذیل چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔ یہ بھی بدترین توہین ہے —

غیر جانبداروں کی شہادتیں

دہلی کے مشہور سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ ابوالخیر

دہلوی میرٹھ الہی بخش صاحب کی کوٹھی میں تھے وہاں امام المناظرین حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کے حامی ایک بزرگ پیرسید گلاب شاہ اور تھانوی صاحب اور قاری طیب کے والد حافظ احمد بھی تھے

اب آگے کا قضیہ مولانا زید ابوالحسن صاحب کی زبانی سنئے۔ پیرسید گلاب شاہ نے مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب حفظ الایمان کے مک کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے۔ الی آخر۔ یہ سنکر آپ مولانا ابوالخیر صاحب نے مولوی اشرف علی سے کہا کیا یہی دین کی خدمت ہے تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے تم نے اس کے خلاف کیوں کیا مولوی صاحب (اشرف علی) نے کہا میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالے میں کر دی ہے آپ مولانا ابوالخیر صاحب نے جواب ارشاد فرمایا۔ تمہارے اس رسالے کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہو گئے ہم دوسرے رسالے کھلے کر کیا کریں گے۔

(بزم خیر از زید ص ۱۱۱ مقامات خیر ص ۲۳۹)

اور خود تھانوی صاحب نے اسے بیان کیا کہ مولانا ابوالخیر صاحب نے تھانوی صاحب کو اپنی جماعت میں شریک ہونے سے روک دیا یہ دوسری بات ہے کہ اپنی فطری موروثی خوش اخلاقی کی وجہ سے خوش اسلوبی کے ساتھ لکھتے ہیں۔

جب جماعت تیار ہو گئی تو مولانا ابوالخیر صاحب نے محلے پر جاتے ہوئے فرمایا میری جماعت والوں کے سوا جو اور لوگ ہوں وہ

علیحدہ ہو جائیں (بزم جمید)

حالانکہ جب تھانوی صاحب آئے تھے تو شاہ ابوالخیر صاحب باوجود پیرانہ سالی اور ضعف کے کھڑے ہو کر ملے تھے۔ مگر محبوب خدا کی شان اقدس میں

گستاخی پر مطلع ہونے کے بعد نماز میں شریک نہ ہونے دیا۔

دوسری شہادت | انھیں حضرت مولانا ابوالخیر صاحب کے صاحبزادہ جناب مولانا ابوالحسن زید صاحب لکھتے ہیں۔

حفظ الایمان کی عبارت براہین قاطعہ کی (کہنیا) والی عبارت سے قباح و شاعت میں بڑھی ہوئی ہے وہ لکھتے ہیں کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب۔ الی آخر۔ اس رسالے کے چھپتے ہی ہندو کے طول و عرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بیچینی کی لہر دوڑ گئی اللہ کے نیک بندے متحیر تھے کہ مولوی صاحب نے کیا لکھا ہے کہاں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف چاہے وہ علم شریف لیکن یہی امر کا کیوں نہ ہو اور کہاں زید و عمر اور بھی و مجنون اور حیوانات و بہائم کا علم (برزم غیر از زید ص ۲۷)

اس رسالے کے چھپتے ہی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے مولوی صاحب اپنی عبارت پر صان دل سے غور کرتے تو یقیناً ان پر ظاہر ہو جاتا کہ عبارت میں بڑا سقم ہے اور اس کا ازالہ واجب ہے لیکن دس سال تک مولوی صاحب نے خاموشی اختیار کی اور ۱۳۲۹ھ کو مولوی تقی حسن صاحب (در کجنگی) کے استفسار پر مولوی صاحب نے چار پارچے صفحہ کا رسالہ بسط البنان تحریر کر دیا اسی رسالہ میں انھوں نے اپنی عبارت کی تاویل کی ہے۔ حالانکہ یہ ایک امر بدیہی ہے کہ تشریح اور تاویل اسی وقت کی جاتی ہے جب کہ کلام میں کوئی غموض یا ابہام ہو یا پھر اس کے سمجھنے سے بیشتر افراد قاصر ہوں، مولوی صاحب کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لیے نہیں آتا۔ بلکہ اہل لسان

اپنے محاورات میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادی ہے مثلاً
 الی آخرہ۔ مولوی صاحب کو خیال کرنا چاہیے تھا کہ یہ رسالہ عوام کے
 لئے لکھا گیا ہے اس میں ایسی عبارت لکھنے کی کیا ضرورت تھی جسکے
 سمجھنے سے عوام کیا خواص اور علماء تک قاصر ہیں پھر لفظ ایسا تو
 لغوی بحث ہے اردو کی مستند کتابوں میں اس کو دریکہ لیا جا
 صورت حال ظاہر ہو جائے گی کتابوں میں لکھا ہے کہ لفظ ایسا
 دو طرح استعمال ہوتا ہے — یا تو یہ لفظ صفت واقع ہوتا
 ہے اور اس صورت میں اس کے معنی مماثل مساوی اور اس
 قسم کے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ خط تم نے لکھا ایسا خط تو بچہ بھی لکھ
 سکتا ہے۔ یہ کام تم نے کیا ایسا کام تو کوئی ہوش مند نہ کرے —
 اور یا یہ (ایسا) لفظ تابع فعل واقع ہوتا ہے اور اس صورت
 میں اس کے معنی اس قدر اور عمدہ کے ہوتے ہیں مثلاً تم نے
 ایسا خط لکھا کہ دل خوش ہو گیا۔ ایسی بات کہی کہ دل بیٹھ گیا
 مولوی صاحب کی عبارت میں لفظ ایسا صفت واقع ہوتا ہے
 اور یہ عبارت کہ حضور ہی کی کیا تخصیص معاملہ کو واضح کر رہی ہے
 مولوی صاحب نے اس رسالہ میں اپنی دس سالہ خاموشی کی وجہ
 اس طرح بیان کی ہے کہ کسی نے پہلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی
 نہیں تھا —

صحابان اللہ کیا خوب علت بیان کی ہے مسئلہ کی نزائت کا خیال
 نہیں عوام کے ایمان برباد ہونے کا احساس نہیں اور بھلے مانسوں اور
 برے مانسوں کے لکھنے کا اثر لیا جا رہا ہے آخر ایسی عبارت لکھی ہی کیوں
 جس سے مسلمانوں کے دل متاثر (دکھی) ہوتے (بزم خیر ص ۲۲)

ان دونوں حضرات کو مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ سے کسی قسم کا کوئی لگاؤ نہیں تھا نہ استاذی شاگردی کا نہ پیری مریدی کا نہ نسبت کا نہ رشتہ کا حتیٰ کہ دوستی کا بھی لگاؤ نہیں تھا۔ بلکہ ان میں سے مؤخر الذکر نالوتوی صاحب کے تلمیذ مولوی عبدالعلی میرٹھی کے شاگرد تھے اور نالوتوی گنگوہی صاحبان شاہ عبدالغنی صاحب کے تلمیذ تھے جو حضرت مولانا ابوالخیر صاحب کے دادا شاہ احمد سعید کے بھائی تھے بلکہ گنگوہی صاحب شاہ احمد سعید کے تلمیذ بھی تھے اس طرح دیوبندی مذہب کے بانیوں سے ان حضرات کا یگونیہ تعلق تھا مگر پھر بھی انھوں نے غطا الایمان کی عبارت کو ایمان بر باد کرنے والی مسلمانوں کے دلوں کو رنجیدہ کرنے والی وغیرہ فرمایا۔ اور اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بتایا۔ انھیں کیا حسد تھا کیا عناد تھا کیا غرض والبتہ کتنی صاف تصریح ہے کہ —

اس رسالہ کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول و عرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔

کیا پورا ہندوستان مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیزہ کا مرید تلمیذ تھا بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایمان نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر انھیں بے چین کر دیا۔

تیسری شہادت

مقامات خیر ص ۶۱۶ کے حاشیہ پر حضرت مولانا پیر سید محمد جیلانی بغدادی

رفاعی قادری نقشبندی خالیدی حیدر آبادی ثم المدنی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید معین الدین کہتے ہیں۔

میرے دادا (پیر سید محمد بغدادی) کے پاس حیدر آباد کے لوگ مولوی اشرف علی کا رسالہ حفظ الایمان لائے اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے نہایت قبیح عبارت لکھی ہے اس کے چند روز بعد مکہ مسجد میں مولوی اشرف علی بیٹھے تھے میرے دادا نے کھڑے ہو کر مولوی اشرف علی کے رسالہ کی قیاحت بیان کی اور کہا کہ اس عبارت سے بولے کفر آتی ہے پھر چند روز بعد مولانا حافظ احمد (فرزند مولانا محمد قاسم) کے مکان پر علماء کا اجتماع ہوا چونکہ حافظ احمد صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی اس لئے انھوں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علماء نے اظہار خیال فرمایا آپ نے اس رسالہ کی قیاحت کا بیان کیا اور رسالہ کے خلاف فتویٰ دیا پھر کھوڑے دن بعد آپ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم آپ سے رسالہ حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو تہجیح کہنے پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا ہم تم سے خوش ہوتے تم کیا چاہتے ہو تو آپ نے عرض کیا کہ میری تمنا ہے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں اور مدینہ پاک کی مٹی میں مدفون ہوں۔ آپ کی درخواست منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے دس سال وہاں

مقیم رہے اور ۱۳۶۴ھ میں رحلت فرما گئے۔

حفظ الایمان کی اس عبارت کے سلسلے میں جو حضرات بھی کسی قسم کے تذبذب کے شکار ہوں ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ان مولانا حضرت سید محمد صاحب بخدادی کو تھانوی صاحب سے کیا حسد تھا کیا عداوت تھی کہ انھوں نے اس عبارت کے خلاف فتویٰ دیا وہ بھی تھانوی صاحب کے محب خاص کے گھر بیٹھ کر اور تھانوی صاحب کے روبرو روکار دفرایا اور صاف صاف فرمایا کہ اس عبارت سے بڑے کفر آتی ہے اصل بات وہی ہے کہ یہ عبارت چینی جاپانی لائینی سنسکرت میں نہیں کہ اسے کوئی نتیجہ ہر اردو والے جو معمولی سمجھ بوجھ رکھتا ہے وہ اس کو پڑھ کر اہل ہل میں کہہ دیگا۔ اس میں بلا کسی شک و تردد کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین ہے۔

اب تمام دیندارانہ صفات پسند مسلمانوں سے سوال ہے کہ جب تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی طرح توہین کی تو اب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے تھانوی صاحب کو کافر کہا تو یہ جرم ہے یا ایک دینی دلی فریضہ؟

شفاء اور اس کی شروح اور شامی میں ہے اجمع المسلمون علی ان مشاتم النبیین کافر۔ من شک فی عذابہ و کفرہ کفر۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کی توہین کرنے والا کافر ہے۔ جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اب ہم اس بحث کو دیوبندی جماعت کے بہت بڑے مناظر اور تعلیم خود تھانوی صاحب کے وکیل مرتضیٰ حسین صاحب درکھنگی ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کے ایک اہم بیان پر ختم کرتے ہیں انھوں نے اشد العذاب میں لکھا کہ اگر خالص صاحب فاضل بریلوی کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا

کہ انھوں نے سمجھا تو خالصاً صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ اب رہ گیا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے علمائے دیوبند کو جیسا سمجھایا یہ سمجھنا صحیح اور واقعہ کے مطابق ہے یا نہیں اس کی پوری تفصیل اوپر گذر چکی اور اگر کوئی صاحب مزید تفصیل کے خواہش مند ہوں تو میرا رسالہ مصنفانہ جائزہ کا مطالعہ کریں مجھے امید ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد جس کے اندر ایمان کی تھوڑی سی بھی رہتی باقی ہے تو وہ ضرور بالفروہی فیصلہ کرے گا کہ جماعت دیوبند کے یہ اکابر یعنی قاسم نانوتوی صاحب رشید احمد گنگوہی صاحب ذلیل احمد انبیشی صاحب اشرف علی تھانوی صاحب نے ضروریات دین کا انکار کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جس کے بعد ایک مسلمان کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ ان چاروں کو یقیناً حتماً کافر جانے اس لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو بدنام کرنا کہ انھوں نے بلا وجہ علماء دیوبند کی تکفیر کی ہے دیانت نہیں بہت بڑی خیانت ہے اصلاح نہیں بہت بڑا فساد ہے۔

تمت بالخصیر

شعبہ ہشتم سوال ۱۴۱۲ھ
گیارہ اپریل ۱۹۹۲ء

تصحیح :- مولانا مفتی محمد نسیم صاحب مصباحی، مولانا نفیس احمد صاحب مصباحی
اساتذہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

مسئلہ تکفیر

جواب اُن غزل

از جناب سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب

حمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آج کل ملک میں مسئلہ تکفیر پر طرح طرح کی موٹگافیاں کی جا رہی ہیں جن چند مخصوص تعلیم یافتہ حضرات کی رسائی اخبارات تک بہت زیادہ ہے وہ بھی اپنے خیالات کو غلط سلسلہ انداز میں کھلم کھلا پیش کرنے لگے ہیں۔ اخبار والے چونکہ ہر اُس مضمون کو شائع کرنے کے حق میں ہیں جسے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ مذہبی اختلافات کو ختم کرنے میں مدد و معاون ثابت ہو رہا ہے حالانکہ اخبارات والوں کی یہ سوچ اس وقت تک انتہائی غلط ہے جب تک وہ مکمل طور پر اسلامی تعلیم سے ناواقف ہیں (لہذا اس جذبے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ مخصوص طبقہ اپنی ”پینج“

۱۔ ”احقر نے یہ مضمون روزنامہ پاکستان میں شائع ہونے والے ایک مضمون کے جواب میں لکھا تھا تا کہ بہت سے لوگ گمراہی کا شکار نہ ہوں، مگر جیسا کہ ہفت روزہ ”ختم نبوت“ ۲۴ اکتوبر تا ۵ نومبر ۱۹۹۲ء نے صفحہ ۱۱، ۱۲ پر

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۰۰)

کے بل بوتے پر اپنے مضامین میں بڑی عمدگی سے باطل نظریات بھی سمو رہا ہے۔ اس نازک مسئلہ کو اس قدر الجھا دیا گیا ہے اور اس قدر غلط رنگ و روپ میں اور عجیب طرح کا لیب پوت کر کے پیش کیا جا رہا ہے کہ اصل حقیقت کہیں تہہ میں مستور ہو کر رہ گئی ہے۔ آٹھ روز اخبارات میں مضامین شائع ہو رہے ہیں کہ فرقہ واریت کو ختم کیا جائے مگر فرقہ واریت ہے کیا، یہ کسی کو معلوم نہیں اور معلوم اس لیے نہیں کہ مذہبی مسائل میں بھر دسہ اور یقیناً ان افراد پر کیا جاتا ہے جو پی ایچ ڈی کی ڈگری رکھتے ہوں۔ ان کے نام کے ساتھ ڈاکٹر اور پروفیسر آتا ہو۔ اس کے برعکس جن علمائے حق کی تمام عمر علوم دینیہ پڑھانے میں صرف ہو چکی ہے ان کی باتوں پر اعتبار نہیں کیا جاتا۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے ایک واقعہ

در بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ، یہ لکھا ہے کہ ”یہ اخبار قادیانیوں کی ترجمانی میں پاکستان کے تمام اخبارات میں ایک مقام رکھتا ہے“ اخبار نے اسی ترجمانی کے جذبے سے مغلوب میرا مضمون بھی شائع نہ کیا۔ حفیظ الرحمن شیخ صاحب کا ایک اور مضمون غالباً یکم یا ۲ نومبر کو بھی شائع ہوا۔ جس میں کھل کر قادیانیوں کی ترجمانی کی گئی ہے۔ ۲۱ نومبر کو جناب عبدالعزیز خالد کا ایک مضمون ”شعائر اسلامی کا تحفظ“ شائع ہوا ہے جس میں اصغر گھرال صاحب کے کسی مضمون کی تائید کی گئی ہے جو اسی عنوان سے روزنامہ ”پاکستان“ میں شائع ہوا۔ حالانکہ ہفت روزہ ”ختم نبوت“ کے مطابق اصغر گھرال، قاضی جاوید، ڈاکٹر اجمل نیازی اور عبداللہ ملک، یہ وہ کالم نگار ہیں جو روزنامہ ”پاکستان“ میں قادیانیوں کی ترجمانی اور کالت کا فریضہ نمبر بہ نمبر ادا کرتے ہیں۔ بندہ نے اس مضمون کی ترتیب میں مجدد ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کی تصنیف لطیف در بقیہ حاشیہ بر صوفیائے اہل

عرض ہے۔ میرے ایک دوست ٹیچر ہیں، چند دن وہ ترقی پسندوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے رہے نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نماز روزے سے لائق ہوتے چلے گئے اب اللہ کے فضل و کرم سے وہ نماز روزے سے رغبت رکھتے ہیں) ایک روز اخبار میں محرم جناب ڈاکٹر یاقوت علی خان نیازی کا ایک مضمون تراویح سے متعلق شائع ہوا انہوں نے مضمون پڑھا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ پہلے تو مجھے تراویح کے بارے میں کوئی خاص یقین نہ تھا مگر اب چونکہ ایک پی۔ ایچ۔ ڈی شخص نے بیس تراویح کو ثابت کیا ہے لہذا اب مجھے اعتراف ہے کہ واقعی اسلام میں تراویح کا وجود بھی ہے۔

جب حالات اس بیچ پر پہنچ چکے ہوں تو ہم جیسے واجبی سے تعلیم رکھنے والوں کی حیثیت کسی اخبار والے یا عوام کے نزدیک کیا ہوگی۔ بہر حال اللہ کے بھروسے پر مضمون بھیج کر اپنا فرض ادا کیا جا رہا ہے۔

مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو روزنامہ ”پاکستان“ کے ادارتی صفحے پر جناب حفیظ الرحمن شیخ کا ایک مضمون بعنوان ”تکفیر المسلمین“ شائع ہوا۔ اس مضمون میں اس قدر فاش غلطیاں اور شدید مغالطے دیتے گئے ہیں کہ جس کے نتیجے میں ان کے اقوال سے استدلال کر کے منکرینِ ضروریاتِ دین کی بھی تکفیر نہیں کی جاسکتی۔

دقیقہ عارضہ صفحہ سابقہ ”تمہیدِ ایمان“ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی پی۔ ایچ۔ ڈی کسی صحیح عالمِ دین کے سامنے طفلِ مکتب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ہو سکتا ہے اس سے ہمارے کچھ دوست ناراض ہوں مگر کیا کریں حقیقت یہی ہے :

شیخ صاحب مضمون کے شروع میں فرماتے ہیں :۔
 ”قرآن مجید اور احادیث نبوی کی روشنی میں اکثر فقہائے کرام
 اور مصائب الرائے آئمہ دین کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ ہر
 ایک شخص جو خود کو مسلمان کہلاتا ہے اس کے لیے قرآن اور حدیث نبوی
 کے سوائے کوئی حجت نہیں۔“

اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی کا ہر پہلو قرآن
 حدیث کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔ گویا حیاتِ انسانی
 کے سارے شعبے مکمل طور پر اسلام سے ہم آہنگ ہوں۔ اگر ہم اس
 عبارت کو دو لفظوں میں بیان کرنا چاہیں تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک
 مسلمان کے لیے بنیاد پرست ہونا بہت ضروری ہے۔ بنیاد پرستی اور
 کیا ہے یہی کہ اعمال و افعال کو مکمل طور پر قرآن و حدیث کے سانچے
 میں ڈھال لیا جائے یعنی خود کو آیتِ مقدسہ اَدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ
 کَافَّةً کا مصداق بنالیا جائے کہ پورے پورے اسلام میں
 داخل ہو جاؤ۔ عقائد و اعمال اور ایمان و یقین کی بنیاد قرآنِ حکیم ہی
 تو ہے۔ اگر بنیاد قرآنِ مقدس ہے تو پھر اس پر دل و جان سے
 عمل کرنے والے اپنے مفاد پرست ہونے پر ہزار بار نازاں اور
 لاکھ بار شاداں و فرحان ہیں۔ اس بنیاد کی اس قدر اہمیت ہے کہ
 اسے ہمیشہ محفوظ رکھنے کے لیے اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ
 تعالیٰ نے لے لیا تاکہ بے دین انسانی ہاتھ کی کارگزاریوں سے محفوظ
 و مامون رہے۔ فرمایا :

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ ۝

تو اللہ کا وہ بے مثال اور فیض و بلیغ کلام ہے کہ جس کے مقابلے میں
 عرب کے بڑے بڑے فصحاء و شعراء اس کی فقط ایک آیت کی

مثل ٹمک نہ لاسکے۔

حیرت تو شیخ صاحب کی تحقیق پر ہے کہ اس بنیاد یعنی قرآن و حدیث کے حجت ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنے والے علمائے کرام کو مصلحتوں کے آخر میں ”بنیاد پرست“ ہونے کا طعن بھی دیتے ہیں بلکہ شدید طعن کرتے ہوئے تحقیر آمیز لہجے میں فرماتے ہیں: ”بنیاد پرستی کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے پہلے ہی پاکستان کو ملکی و بین الاقوامی سطح پر متعدد مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے حال ہی میں موجودہ حکومت نے بعض بنیاد پرست ملائوں کے دباؤ میں آکر قومی شناختی کارڈوں میں مذہب کا خانہ رکھنے کا مطالبہ بھی منظور کر لیا ہے جو نہ صرف انسانی حقوق کے بین الاقوامی چارٹر اور بین الاقوامی قانون انصاف کی صریح خلاف ورزی ہے بلکہ مساوی نسل انسانی کے موجد اسلامی اصولوں اور رواداری کی تعلیمات کے بھی بالکل برعکس ہے۔“

یہ وہ خالص لادینی زاویہ نگاہ ہے جو مسلمانوں کے اذہان و قلوب سے توحید و رسالت کی ایمانی و نورانی سمعیں بجھا کر گمراہیوں کے تاریک غاروں میں دھکیلنا چاہتا ہے، جو قرآن و حدیث کی پاکیزہ آفاقی تعلیمات سے بدظن کرنے کے درپے ہے، یہ سوچ اور زاویہ فکر وہ ہے جو چاہتا ہے کہ

قرآن کی عزت و حرمت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکال دیا جائے۔۔۔

دینی مدارس سے نئی پود کو متفرک کر دیا جائے۔
علمائے حق کو تہمت طرازیوں اور الزام تراشیوں سے خوب رسوا و بدنام کیا جائے۔

مسلمانوں کے مزاج ، طبع اور اندازِ فکر کو لادینی افکار و نظریات میں ڈبو دیا جائے ۔

دینی روایات اور اسلامی ثقافت میں جدید مغربی تہذیب و تمدن کا رنگ بھر دیا جائے ۔

آزاد خیالی کو خوب ہوا دی جاتے اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی افرادی قوت کو مختلف حیلوں بہانوں سے کنٹرول کیا جائے ۔

اس خالص لادینی زاویہ نگاہ نے علماء اور عوام کے درمیان ایک اچھی خاصی خلیج حائل کر دی ہے ، اس زاویہ نگاہ کے حامل افراد نے اعلیٰ درجوں تک رسائی حاصل کر لی ہے اور اب عامۃ المسلمین کو مذہب سے بیزار کرنے کے لیے شب و روز مصروف و کوشاں ہیں ۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ بنیاد پرستی دراصل قرآن و حدیث کے عین مطابق زندگی گزارنے کا نام ہے اس لیے شیخ صاحب کے مندرجہ بالا اقتباس میں اگر بنیاد پرستی کے الفاظ کی بجائے اس کا مفہوم رکھ دیا جائے تو عبارت پھر یوں بن جائے گی ۔

”قرآن و حدیث پر عمل کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے پہلے ہی پاکستان کو ملکی و بین الاقوامی سطح پر متعدد مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے..... الخ۔“

دیکھ لیجئے کس طرح زہرِ ہلاہل کو قند کے طبع میں پیٹ کر پیش کیا جا رہا ہے ۔ کون کہتا ہے کہ تنگ نظری اور تعصب کو بنیاد پرستی کہتے ہیں ۔ قرآن کریم تو غیر قوموں کے ساتھ حسن سلوک ، حسن اخلاق اور رواداری کا وہ سبق دیتا ہے کہ جس کا عشرِ چشمہ بھی دیگر اقوام میں نہیں ملتا اگر بنیاد پرستی کی تعبیر و تشریح یہ نہیں جو احقر

عرض کر چکا ہے تو پھر اس کی تعریف ہی بتادی جائے کیا روادری
 اور مساوات نسل انسانی اس بات کی معتق ہے کہ ایک جانب حرم
 کا طواف کیا جائے اور دوسری جانب مندر میں گھنٹیاں بجائی جائیں
 اور سنکھ پھونکے جائیں۔ یا ایک طرف مسجدوں میں اذانیں دی جائیں
 اور دہاں سے نکل کر چرچ کے اندر صلیبوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا
 جائے، کیا انسانی حقوق کا بین الاقوامی چارٹر اور قانون انصاف
 اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مسلمانوں کی خاطر گائے بکری اور یہود و
 نصاریٰ کی دجوتی کے لیے خنزیر کو بھی حلال سمجھ لیا جائے۔ غالباً
 آپ کے خیال میں وہ آدمی مٹاں ملوانا، تنگ نظر، متعصب، کنوٹ
 کا سینڈک، دقیانوسی اور بنیاد پرست ہے جو اپنا ہر فعل قرآن وحد
 کی روشنی میں سر انجام دینا چاہتا ہے اور روشن خیال مسلمان وہ ہے
 جو ایک طرف ڈاڑھی مونچھیں چٹ کرائے، ہاف بازو کی شرٹ پہنے،
 پتلون لگائے، ٹائی باندھے ننگے سر مسجد میں بھی جا کھڑا ہو اور دہاں
 سے فارغ ہو کر ناٹ کلبوں میں رقص و سرود کی محفلیں سجاتے اور
 بادہ عشرت کے جام بھی لٹھلٹھائے، جو اپنے مسائل کا حل آیات و
 احادیث میں نہیں بلکہ لینن، برٹنڈرسل اور مرزا قادیانی کی کتابوں
 میں تلاش کرے۔ اگر شناختی کارڈ میں ایک مسلمان کا دین اسلام
 درج ہو جائے تو اس میں کون سی روادری کا وجود مٹ جائے
 گا اور بین الاقوامی چارٹر کی عبارت کی بنیادیں ہل جائیں گی۔ آپ
 کے نزدیک روادری کا مطلب شاید یہ ہے کہ ہنود و یہود اور نصاریٰ
 و مجوس کی رضا و خوشی کے لیے تمام اسلامی شعائر کو ان کے مذاہب
 پر قربان کر دیا جائے اور اسلام کا نام لینا اور لکھنا ہی چھوڑ دیا جائے۔
 اللہ اللہ! اتنی خود پسندی کہ شناختی کارڈ میں لفظ اسلام گوارا نہیں

اور وہ بھی مسلمان ہو کر۔

شیخ صاحب ایاد رکھے، مسلمانوں کے لیے ”بنیاد پرستی“ کا طعنہ دراصل اُن دہریوں اور کمیونسٹوں کا تجویز کردہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہیں، حضور کی توہین کرتے ہیں۔ احادیث کا مذاق اڑاتے ہیں اور تمام اسلامی شعائر کو تمسخر کا نشانہ بناتے ہیں۔ شناختی کارڈ میں مذہب کے اندراج سے نہ تو کسی قوم کے جذبات مجروح ہونے کا اندیشہ ہے اور نہ یہ ملازمتوں کے حصول، تعلیمی اداروں میں داخلے اور ملکی مراعات حاصل کرنے میں رکاوٹ بنے گا۔ اگر آپ کے خیال میں حسن سلوک، رواداری، روشن خیالی اور وسعت قلبی وہ ہے جس کا مظاہرہ تقریباً پون صدی تک روس نے کیا ہے تو اس سے ہزار بار توبہ اور اللہ کی پناہ۔

آپ نے اپنے مضمون کا عنوان ”تکفیر المسلمین“ رکھا ہے یعنی مسلمانوں کو کافر کہنا۔ عنوان واقعی اپنی طرف کھینچتا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہیے اور آپ نے دلائل بھی دیئے ہیں مگر یا تو یہ مسئلہ تکفیر آپ کی ذہنی ابہر و حیرت سے ماورا تھا کہ آپ سارے مضمون میں ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتے رہے اور یا پھر کسی خاص وجہ سے قصہ آودہ دلائل دیئے کہ کوئی مسلمان کسی کافر کو بھی کافر نہ کہہ سکے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آپ کے مضمون کا پختہ درج ذیل ہے۔ خوف طوالت سے کچھ اقتباسات درج نہیں کیے جا رہے۔

- ۱۔ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے۔
- ۲۔ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ دے اُسے کافر نہ کہا جائے۔
- ۳۔ اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ

اسلام کی ہو تو اُسے مسلمان ہی سمجھا جائے۔

۴ مودودی صاحب کے حوالے سے آپ نے لکھا ہے:
 ”جس شخص کے طرزِ عمل سے صاف طور پر نفاق ظاہر ہو رہا،
 جس کا حال صاف بتا رہا ہو کہ وہ دل سے مسلمان نہیں ہے وہ بھی اگر
 کلمہ اسلام اپنی زبان سے پڑھ دے تو اُسے کافر کہنا اور اس کے
 ساتھ کافروں کا سا معاملہ کرنا سیرگزنہ جائز نہیں“۔
 ۵ ”جمہور کا تو اس امر پر کلی اتفاق ہے کہ موقوف اپنی تاویل
 کے باعث کافر نہیں ہوتا“ یعنی کسی کفریہ عبارت کی تاویل کرنے
 والے کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

۶ ”کوئی شخص کسی نص (آیت قرآنی) کے عام معنوں کا
 منکر ہے اور وہ اُس کی اپنے طور پر تاویل کرتا ہے تو اُسے کافر تو
 درکنار فاسق بھی قرار نہ دیا جائے“۔

۷ ”جس شخص میں اسلام کے صرف موٹے موٹے ظاہری نشانات
 ہی موجود ہوں مثلاً یہ کہ وہ میل جول کے وقت اسلام علیکم کہتا ہو،
 مسلمانوں کی نماز پڑھتا ہو، نماز پڑھتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرتا
 ہو۔ مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو تو اُسے قرآن
 و حدیث نبوی اور اقوالِ آئمہ کرام اُس کے مسلمان ہونے کے لیے
 یہی باتیں کافی ہوتی ہیں اور اس کے خلاف فتویٰ کفر جاری کرنا
 کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ بلفظہ“

مندرجہ بالا دلائل کہنے کی حد تک اگرچہ حدیث اور علماء کی کتب سے
 لیے گئے ہیں مگر جس خاص انداز، خاص حالات اور ایک خاص موقع پر

دیئے گئے ہیں ان سے قادیانیت بھی عین اسلام ثابت ہو رہی ہے۔ تحقیق کی یہ طرز اگر قبول عام کا درجہ حاصل کر لے تو دُنیا کا کوئی فرد کافر نہ رہے۔ مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی ہی کو لے لیجئے وہ قبلہ کی طرف ہی نماز پڑھتا تھا، کلمہ اسلام بھی پڑھتا تھا، اُس میں ایک وجہ اسلام کی نہیں بلکہ بہت ساری وجوہ اسلام کی تھیں، تاویل کے ذریعے ہی خود کو بنی کتا تھا یعنی نص قرآنی و خاتم النبیین کے عام اور مشہور معنی کا منکر تھا۔ اور اپنے طور پر اپنی رائے سے اُس میں تاویل کر کے خود کو بنی کتا تھا، میل جول کے وقت اسلام علیکم کتا تھا اب فرمائیے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو آپ مسلمان ہی کہیں گے یا کافر؟ دیئے گئے اپنے دلائل کی روشنی میں آپ کا جواب اخبار میں آنا چاہیے۔ خیال رہے کہ اسلام کا سارا دار و مدار آپ نے انہی ظاہری موٹے موٹے نشانات پر رکھا ہے اور یہ لکھ کر فرمایا:

”کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کے لیے پوشیدہ حالات کی جستجو کرنے اور بار یک تاویلات کو مہارا بنانے کی اسلام میں سخت ممانعت کی گئی ہے۔“

اگر آپ فرمائیں کہ اُس نے اپنی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اس لیے کافر قرار پایا تو پھر میں یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ جن موٹے موٹے ظاہری نشانات پر آپ نے اسلام کا دار و مدار رکھا ہے اُن کی موجودگی میں وہ کس طرح کافر قرار پائے گا؟ اور اگر ان نشانات کے باوجود وہ آپ کے نزدیک بھی کافر ہی ہے تو آپ کے دلائل غرق ہو گئے۔

جنا ب! جن پوشیدہ حالات کی جستجو کرنے کی ممانعت اسلام میں ہے وہ دُنیا کے دیگر معاملات اور گھریلو حالات ہیں نہ کہ کسی

کی کفریہ حالتوں پر بھی نہ بولا جائے اور جستجو نہ کی جائے۔ اگر کوئی چھپ کر بھی کفر کا ارتکاب کرے تو ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کو باز رکھنے کی کوشش کرے اور توبہ کروانے بصورت دیگر اس کی تشہیر کرے تاکہ دیگر مسلمان اس کے مزرے محفوظ رہیں۔ آپ کی تحقیق اور دلائل کی حقیقت و وقعت تو آپ پر ظاہر ہو گئی ہوگی مگر بندہ قرآن اور آئمہ کی کتب سے آپ کو آگاہ کرتا ہے کہ آپ کا نقطہ نظر مکیر اسلام کے برعکس ہے۔ چونکہ عام طور پر انہی دلائل کا حوالہ دیا جاتا ہے اس لیے دیگر قارئین بھی انشاء اللہ العزیز اس سے مکمل رہنمائی حاصل کر سکیں گے۔ صا تو فیقی
الذی بالہ العلی العظیم

پہلی بات کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے | سب سے پہلے یہ
تعیین کرنا ہوگا کہ اہل

قبلہ کون ہیں۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”اہل قبلہ کو یعنی وہ لوگ جو نماز قبلہ رُو ہو کر ادا کرتے ہوں اور کتاب و سنت پر ایمان رکھتے ہوں اور خدا اور اس کے رسول کی وحدانیت و رسالت کی شہادت کا اقرار کرتے ہوں کافر نہیں کہنا چاہیے اگر ان کے بعض کلمات سے کفر بھی لازم آتے لیکن ایسے کفریہ کلمات پر تو اترے اقرار کرنے والے کو ضرور کافر کہنا پڑے گا بلکہ“
اس عبارت کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر کسی میں ساری باتیں اسلام کی ہوں مگر کسی ایک کفر پڑ جائے اور اس کا مسلسل اقرار کرنے لگے تو پھر اس کی اسلامی باتوں کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ اسے کافر ہی کہنا

پڑے گا۔ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اتر کا لفظ فرمایا ہے یہ لزوم کفر اور التزام کفر کے فرق کی وجہ سے ہے یعنی کبھی مسلمان سے کوئی کفر یہ کلمہ یا فعل سرزد ہو جائے تو اُسے اس کے اس کفر پر آگاہ کیا جائے گا فوراً کفر کا فتویٰ نہیں جڑ دیا جائے گا۔ اُس کے کلمے یا فعل کو کفر یہ کہا جائے گا خود اُسے کافر نہیں کہیں گے۔ مگر مطلع ہونے کے بعد بھی اگر وہ تو بہ نہ کرے اور اپنی بات پر اڑ جائے یا اُس صریح کفر یہ فعل کی فاسد تاویل کرے تو اب اُسے بھی کافر کہا جائے گا۔ تو اہل قبلہ وہ شخص ہو گا جس کے اندر کفر کی کوئی ایک بات بھی نہ ہو۔ آپ نے جو لکھا ہے کہ ”حضرت امام ابو حنیفہ اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے“ اس کا اگر فقط یہی مطلب لیا جائے کہ جو قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اُسے کافر نہ کہا جائے چاہے اُس کے اندر اور ہزار کفر موجود ہوں تو میرے خیال میں یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بہت بڑا افتراء و اتہام ہو گا۔ دیکھئے قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ترجمہ :- ”کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو یا اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر۔“

صاف پتہ چل گیا کہ ضروریات دین پر ایمان لانا ہی اصل اسلام ہے صرف قبلے کی طرف منہ کرنا کافی نہیں۔ ایک اور آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیے :-

ترجمہ :- ”اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند

نہ ہوا مگر اسی لیے کہ وہ اللہ اور رسول سے منکر ہوتے اور بن زکو
نہیں آتے مگر جی ملے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری سے
یہاں جن لوگوں کو اللہ و رسول کا منکر کہا گیا ہے وہ نماز بھی
پڑھتے تھے یعنی اہل قبلہ میں سے تھے مگر اس عمل کے باوجود انہیں
اللہ و رسول کا منکر کہا گیا اور ایسے لوگ ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتے۔
دین پر طعن و تشنیع کرنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے کافر قرار

دیا ہے۔ ارشاد باری ہے :

ترجمہ :- ”پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ
دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم آیتیں مفصل بیان کرتے
ہیں جاننے والوں کے لیے۔ اور اگر عہد کر کے اپنی قسمیں توڑیں اور
تمہارے دین پر مٹہ آئیں (یعنی طعن کریں) تو کفر کے سرغول
سے لڑو بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں۔“

یہاں تو انہیں بھی کافر کہا جا رہا ہے جو نماز پڑھتے تھے اور
زکوٰۃ بھی دیتے تھے گویا مسلمان ہی کہلاتے تھے مگر دین پر طعن
کرنے کی وجہ سے اللہ نے اُن کی نماز زکوٰۃ نہیں دیکھی اور صرف
کافر ہی نہیں اُن کا پیشوا قرار دیا۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو اللہ و رسول رحمت جلالہ و صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اور دیگر نماز روزے کو بڑا کسے گا یا شاعر اسلام
کا مذاق اڑائے گا وہ کفر کا پیشوا ہے۔

شیخ صاحب! آپ نے اہل قبلہ والی پوری عبارت لینے
کی بجائے نامکمل عبارت لے کر اپنی منشاء پوری کر لی جیسے آیت

ولا تقربوا الصلوة لى لی جلئے اور وانتم سكارى و الا حصہ چھوڑ دیا جائے۔ آپ نے بھی یہی کچھ کیا ہے۔ اس لیے کہ شرح فقہ اکبر میں ہے :-
 ”موافق میں ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جائے مگر جب ضروریات دین یا اجتماعی باتوں سے کسی بات کا انکار کریں جیسے حرام کو حلال جاننا“
 مزید آگے لکھا ہے :-

”اور بعض تو حضرت علی کو خدا کہتے ہیں یہ لوگ اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھیں مسلمان نہیں اور اس حدیث کی بھی یہی مراد ہے جس میں فرمایا کہ جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے یعنی جبکہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو اور کوئی بات ایمان کے منافی نہ ہو“
 اور اسی شرح فقہ اکبر میں ہے :-

”جان لو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین میں موافق ہیں۔“

پھر آگے درج ہے :-

”اور اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ میں کسی کو کافر نہ کہنے سے یہ مراد ہے کہ اُسے کافر نہ کہیں گے جب تک اُس میں کفر کی کوئی علامت اور نشانی نہ پائی جائے اور کوئی بات موجب کفر اس سے صادر نہ ہو۔“

بتایئے آپ نے حوالہ لیتے وقت یہ اگلی عبارتیں کیونکر چھوڑ دیں۔ پس پردہ بات کیلئے ؟

امام اجل عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری حنفی تحقیقی شرح اصول حسامی میں فرماتے ہیں :-

”بد مذہب اگر اپنی بد مذہبی میں غالی ہو جس کے سبب اُسے

کافر کہنا واجب ہو تو اجماع میں اس کی مخالفت موافقت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا کہ خطائے معلوم ہونے کی شہادت تو اُمت کے لیے آئی ہے اور وہ امت ہی سے نہیں اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان اعتقاد کرتا ہو اس لیے کہ اُمت قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں بلکہ مسلمان کا نام ہے اور یہ شخص کافر ہے اگرچہ اپنی جان کو کافر نہ جانے۔
اور ردالمحتار میں ہے :-

”مذوریات اسلام سے کسی چیز میں خلاف کرنے والا بالاجماع کافر ہے اگرچہ اہل قبلہ سے ہو۔“
اسی طرح چاہے کوئی کتنا بڑا مسلمان کہلائے مگر پیغمبر کی طرف ایک گستاخی اُسے کافر بنا دے گی۔
دیکھئے شفا شریف، بزاز، دور، غرر اور فتاویٰ خیرہ وغیرہ میں ہے :-

”تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور جو اُس کے معذّب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“
یہی عبارت مجمع الانہر اور ردّ المحتار میں بھی ہے۔ لہذا جو مطلب و مفہوم اہل قبلہ ہونے کا آپ نے لیا ہے وہ قطعی طور پر غلط اور گمراہ کن ہے۔ اہل قبلہ صرف اُسے کہیں گے جو ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہ کرتا ہو۔ یہ نہیں کہ دنیا جہان کے کفر کرتا پھرے اور محض قبلہ کی طرف نماز پڑھنے سے کافر نہ ہو مسلمان ہی رہے۔ نعوذ باللہ من هذا الخرافات۔
آپ کی دوسری دلیل کہ جو شخص کلمہ اسلام پڑھ لے اُسے

کافر نہ کہا جائے۔ یہ دلیل بھی مکر و فریب کے سوا کچھ نہیں۔
 کلمہ اسلام اُسی وقت مقبول ہے جب دیگر کوئی بات کفر یہ نہ
 ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ترجمہ :- ”کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ
 دیتے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ
 ہوگی۔“

یہ آیت کریمہ تو اہل اسلام کو خبردار و ہوشیار کر رہی ہے
 کہ صرف کلمہ گوئی اور زبانی اَدْعَائے مسلمانی پر نہ بیٹھے رہنا، صرف
 اس پر چٹکارا نہیں بلکہ ہماری آزمائش بھی ہوگی۔ ظاہر ہے
 ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی
 واقعی ہونے میں درکار ہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں اسی لیے زمانہ
 نبوی میں لوگوں کو شداۓ نکالیف، انواع مصائب، ذوق
 طاعات، جان و مال، بھوک و پیاس، اولاد و وطن اور جہاد
 وغیرہ کے ذریعے آزمایا۔ سچے مسلمان اس پر پورے اُترے
 اور جو منافق و غیرہ تھے وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے حالانکہ بظاہر وہ
 بھی زبان سے کلمہ پڑھنے والے تھے۔ ان منافقین کو کلمہ اسلام کام
 نہ آیا بلکہ اُنہیں فی الدرک الاسفل کی ہولناک وعید سنائی گئی۔
 حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ
 الْجَنَّةَ اس کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو آپ نے اپنے مومن میں بتایا
 ہے۔ کلمہ اسلام پڑھ لینے کے باوجود دیگر کسی کفر یہ عمل سے انسان
 کافر ہو جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت پر خصوصاً دعوتِ فکر ہے :-

ترجمہ :- ”جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اُس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔“

اس آیت کو بار بار پڑھیے اور فرمائیے کہ کلمہ اسلام اور کیا ہے؟ منافق یہ پڑھا کرتے تھے یا نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے جھوٹے ہونے کی گواہی دی۔ اگر واقعی آپ قرآن کو حجت تسلیم کرتے ہیں تو اب مان لیجئے کہ صرف کلمہ اسلام پڑھ لینا ہی مسلمان ہونے کے لیے کافی نہیں بلکہ تمام ضروریات دین پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کوئی ہزار کفر کرتا پھرے اور ہم صرف کلمے کی وجہ سے اُسے کافر قرار نہ دیں تو یہ صراحت قرآن عظیم کا رد ہو گا۔ (مودودی صاحب کی عبارت پر بھی ذرا غور کر لیجئے)

زمانہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کچھ لوگ بظاہر تو کلمہ پڑھتے تھے مگر حضور اکرم کی گستاخی کے سبب کافر کہلائے اللہ نے اُن کا زبان سے کلمہ رٹ لینے کو ہرگز نہ دیکھا۔ فرمایا :

ترجمہ :- ”اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کہا اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہو گئے۔“

قرآن حکیم سے ثابت ہوا کہ نبی کی شان میں گستاخی و بے ادبی کا کلمہ خالص کفر ہے اور اس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمانوں کا دعویٰ کرتا پھرے اور کروڑ بار کلمہ گو و اہل قبلہ ہو کافر ہو جاتا ہے۔ اس طرح

جو لوگ زمانہ نبوت میں اللہ، اس کے رسول اور اس کی آیات سے ہنسی مذاق کرتے تھے انہیں بھی کافر کہا گیا۔ ارشاد فرمایا گیا :-
 ترجمہ :- ”بہان نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر“ یہ
 قرآن حکیم میں جن کو کافر کہا گیا وہ کلمہ گو نہ تھے ؛ کیا وہ اہل
 قبلہ میں سے نہ تھے ؛ سب کچھ تھے مگر ایک بے ادبی رسول نے
 انہیں کافر بنا دیا۔ حضرت شیخ محمد الف ثانی فرماتے ہیں :-

ترجمہ :- ”اسلام میں صرف کلمہ شہادت پر ایمان کافی
 نہیں ہے بلکہ دین کی دوسری ضروری باتوں کی تصدیق کرنا بھی
 ضروری ہے اور کفر اور کافر پر اپنی برتری قائم کرنا بھی ضروری
 ہے، تب اسلام کی صحیح صورت قائم ہوتی ہے“
 آپ کی تیسری دلیل کہ اگر کسی شخص میں نفاق سے وجہ کفر کے
 ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو اسے مسلمان ہی کہا جائے کافر
 نہ مگر مانا جائے۔

یہ اتنا خوبصورت دھوکہ اور فریب ہے کہ اس میں لپچھے خالص
 بڑھے لکھے حضرات مبتلا ہیں۔ اگر اس دلیل کو برج مان لیا جائے تو
 سوائے وہابیوں کے جو ہرے سے ہی اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار
 کرتے ہیں (باقی تمام کفار مشرکین، مجوس، نصاریٰ اور ہنود و یہود
 وغیرہ سب کے سب بڑے بھاری مسلمان ٹھہرتے ہیں کیونکہ ایک
 بات ان سب میں اسلام کی موجود ہے اور وہ ہے خدا کا قائل ہونا
 اور یہ بات سب اسلامی باتوں سے بڑھ کر بلکہ تمام اسلامی باتوں
 کی اصل الاصول ہے۔ اگر محض ایک اسلامی وجہ سے کسی کو مسلمان سمجھ

لیا جائے چاہے اور سب کا سب کافر ہو تو بیان کردہ تمام آیات
 کریمہ سے ایمان اٹھانا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ننانوے اسلام
 کی وجہ کیوں نہ دیکھیں اور صرف ایک کفر کی وجہ سے کیوں کافر
 قرار دیدیا۔ ویسے اگر بات کہنے والی ہوتی تو ہم اللہ تعالیٰ کے حضور
 ضرور عرض کرتے کہ اے عظیم و خیر عالم الغیب رب اکاش تم نے
 شیخ صاحب جیسے محقق و ریفاً مر سے اُس وقت مشورہ لے لیا ہوتا۔
 اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے جو اللہ
 کے کلام کے کچھ حصہ کے منکر ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں بھی
 رسوائی ہے اور آخرت کا عذاب بھی کبھی موقوف نہ ہوگا۔

کیا یہ لوگ جس حصہ کو مانتے تھے وہ اللہ کا کلام نہیں تھا؟
 کیا یہ اللہ کے کلام کو مانتے والے کلمہ گو اور اہل قبلہ میں سے نہ
 تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ۹۹ حصہ کا اقرار کیوں رد کر دیا۔ اور ایک
 حصہ نہ ماننے کی وجہ سے کس لیے کافر قرار دے دیا؟ ننانوے اسلامی
 وجوہ کیوں لائق التفات نہ سمجھی گئیں؟ ہے کوئی جواب آپ کے پاس؟
 آپ کے لیے مقام غور و فکر ہے۔

فقہاء کرام نے جو کچھ فرمایا ہے اُس میں سخت تحریف کر دی
 گئی اور من مانے مفہوم و مطالب کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے لفظوں
 کی تبدیلی نے مسئلے کو کچھ کا کچھ بنا کر رکھ دیا ہے۔ وگرنہ ۹۹ کروڑ
 ۹۹ لاکھ ۹۹ ہزار نو سو ننانوے سجدے اللہ کو کیے جائیں اور صرف
 ایک سجدہ بت کے آگے کر دیا جاتے تو وہ صریح کافر ہو جائے
 گا۔ ننانوے قطرے گلاب کے ہوں اور ایک بوند پشاب کی ملا دی
 جلتے تو سب کا سب پشاب سمجھا جلتے گا مگر شیخ صاحب مفسر
 ہیں کہ ننانوے قطرے پشاب میں ایک بوند گلاب ڈال دیا جائے

تو سب طیب و طاہر ہو جاتے گا۔

اصل مسئلہ | اصل مسئلہ یوں ہے کہ جس مسلمان سے کوئی

لفظ ایسا صادر ہو جس ایک لفظ کے سو پہلو نکل سکیں۔ ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جلتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جلتے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے، آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے، کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد لیا ہو اور ساتھ ہی فقہاء پر بھی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلو سے کفر ہے تو ہماری تاویل سے اُسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ وہ عند اللہ کافر ہی ہوگا۔ مسئلہ تو یہ تھا کہ ایک لفظ کے سو پہلو ہوں مگر لوگوں نے سو "وجہ" اور سو "باتیں" بنالیں۔ لفظوں کے فرق نے مسئلے کو کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔ مثلاً ایک آدمی اللہ کو نہیں مانتا، انبیاء کا انکار کرتا ہے، آسمانی کتابوں پر یقین نہیں رکھتا، ملائکہ کا منکر ہے یوں کرتے کرتے ننانوے باتیں کفر کی رکھتا ہے مگر ایک وجہ اسلامی بھی رکھتا ہے کہ قیامت برحق ہے اب بتائیے وہ آدمی مسلمان کہلاتے گا یا کافر؟ کوئی جاہل سے جاہل بھی اُسے مسلمان نہیں سمجھے گا۔ اور پھر فقہاء کا یہ قول بھی دیکھیے کہ اُس لفظ کے سو پہلوؤں میں سے اگر اُس نے وہ ایک پہلو اسلام کا نہیں لیا تو کافر ہے۔

چوتھی دلیل جو آپ نے مودودی صاحب کے حوالہ سے دی ہے کہ جو زبان سے کلمہ پڑھ لے مگر دل سے اُس کا مسلمان نہ ہونا واضح اور کھلے طور پر ثابت ہو اس کے ساتھ کافروں جیسا سلوک نہ کیا جائے۔ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ کھلی سطوح میں دیئے گئے دلائل کی روشنی میں آپ کی اس دلیل کا بھی برقی بھروتنی نہیں رہتا۔ دوسرے

مودودی صاحب کی عبارت ہمارے لیے ہرگز حجت نہیں اس لیے کہ وہ خود الزامات کی زد میں ہیں۔ اور اگر آپ انہیں بطور حجت ہی لاتے ہیں تو کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ایسے منافقوں کو حضور اکرم نے نام لے لے کر مسجد سے نکال باہر کیا تھا کیا عبد اللہ بن ابی زبان سے کلمہ نہیں پڑھتا تھا پھر اُس کی نماز جنازہ پڑھنے پر اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے لیے جنازے کی نماز اور دفن کی شرکت سے کیوں منع فرمایا دیا کہ جو بنظاہر کلمہ پڑھیں مگر دل سے مسلمان نہ ہوں ان کے ساتھ یہ مسلمانوں جیسا سلوک نہ کیا جائے۔ اللہ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ :- ”اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک اللہ اور رسول سے منکر ہوتے اور فسق ہی میں مر گئے۔“

جن کے متعلق یہ فرمایا گیا وہ کھلم کھلا کافر ہرگز نہیں تھے بلکہ زبان سے کلمہ پڑھتے تھے مگر دل سے مسلمان نہ تھے لہذا ان سے کافروں جیسا سلوک کرنے کو کہا گیا۔ اس مماثلت کے بعد آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضور اکرم نے پھر بھی ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھائی یا ان کی قبر پر بنصر من دعا کھڑے ہوئے۔ اسی آیت سے ایک سطر پہلے دیکھئے کہ منافقین کو جہاد میں شامل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو منع فرمادیا ہے۔ فرمایا :-

ترجمہ :- ”اور وہ تم سے جہاد کو نکلنے کی اجازت مانگے تو تم فرمانا کہ تم کبھی میرے ساتھ نہ چلو اور ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے نہ لڑو، تم نے پہلی دفعہ بیٹھ رہنا پسند کیا تو بیٹھ رہو تیسرے

رہ جانے والوں کے ساتھ "یہ
ثابت ہوا کہ جس شخص سے مکروہ و مذموم ظاہر ہوا اُس سے انقطاع
اور علیحدگی ضروری ہے۔ ایک طرف مسلمانوں کو جہاد میں شامل کیا جا
رہا ہے اور منافقین کے لیے آیت نازل ہو رہی ہے کہ یہ آزمائش
میں چونکہ پورے نہیں اترے اس لیے انہیں جہاد میں ہرگز ساتھ
نہ لے جانا۔

بتلیئے شیخ صاحب! یہ سلوک جو منافقین کے ساتھ فرمایا
گیا کیا یہ مسلمانوں والا سلوک اُن کے ساتھ تھا یا انہیں کافر سمجھ کر
اور دشمن دین جان کر بیٹھ رہنے کو کہا گیا۔

قرآن کریم کا حکم چونکہ قیامت تک کے لیے ہے اس لیے ثابت
ہوا کہ جو بظاہر تو زبان سے کلمہ پڑھے لیکن اگر دل سے مسلمان نہیں تو اُس
کی نہ نماز جنازہ ہوگی نہ کفن دفن ہوگا نہ اُس کی قبر پر کھڑا ہونا ہے اور
نہ اُس کے لیے استغفار جائز ہے اور نہ ایسے لوگوں کو جہاد میں
شامل کیا جاتے گا۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے :-

ترجمہ :- "یہ اس لیے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل
سے کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو اب وہ کچھ
نہیں سمجھتے۔"

جب صرف زبان سے کلمہ پڑھنے والوں کو بیابان کافروں کے
دلوں پر اللہ تعالیٰ نے پکی مہر کر دی تو اُن سے مسلمانوں جیسا
سلوک کس لیے؟

جب دل کافر آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے تو پھر

اُس سے مسلمانوں جیسا سلوک مودودی صاحب اور آپ ہی کر سکتے ہیں ہمارا ذہن اس کی اجازت نہیں دیتا۔ مودودی صاحب کی عبارت کے یہ الفاظ خصوصی توجہ چاہتے ہیں :

”جس شخص کے طرزِ عمل سے صاف طور پر نفاق ظاہر ہو رہا، جس کا حال صاف بتا رہا ہو کہ وہ دل سے مسلمان نہیں ہے“
بتائیے جب کفر اتنا کھل کر سامنے آ جائے پھر کس آیت یا حدیث کی رو سے آپ اُسے مسلمان ہی سمجھیں گے اور مسلمانوں جیسا سلوک کریں گے۔

آپ کی پانچویں دلیل کہ ”کفر یہ عبارت کی تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا۔“ اگر آپ کی اس دلیل کو مان لیا جائے تو مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی کافر نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ وہ

تاویل سے ہی خاتم النبیین کے معنی بدل کر اپنی نبوت ثابت کرتا ہے۔ تاویل سے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہونا ثابت کرتا ہے اور تاویل ہی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ معراج کو روحانی طور پر ثابت کرتا ہے جہاں طور پر نہیں۔

بلکہ آپ کی یہ دلیل تو ہر بد دین و بد باطن کے کام آ سکتی ہے کہ اللہ و رسول کی شان میں جو چاہے بکتا پھرے مگر گرفت پر تاویل کی ”برکت“ سے خلاصی حاصل کرے۔ گویا آپ کے نزدیک لفظ ”تاویل“ جادو کی ایک ایسی چھڑی ہے کہ جس کفر کے ساتھ لگائی اسلام بن گیا۔
والعیاذ باللہ

مگر ہمیں کتب و ہمیں ملاں کارِ خفلاں تمام خواہ شد

شفا شریف میں ہے اذ عاؤة التاویل فی لفظ صراح
لا یقبل یعنی صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ نہیں سنا جاتا۔ ورنہ
تو کوئی بات بھی کفر نہ رہے مثلاً زید کہتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں
اور تاویل یہ گھڑ لی جاتے کہ لغوی معنی مراد ہیں یعنی اللہ ہی نے میری
روح بدن میں بھیجی تو ایسی تاویلیں ہرگز مسموع نہیں۔
شرح شفا کے قاری میں ہے :-

ہو مردود عند قواعد الشرعیہ یعنی ایسا دعویٰ شریعت
میں مردود ہے :-
نسیم الریاض میں ہے :-

لا یلتفت لمثله ویجد هذا یعنی ایسی تاویل کی طرف
التفات نہ ہوگا اور وہ بذیان سمجھی جاتے گی۔
فصول عمادیہ وجامع الفصولین۔
اور فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں ہے :-

واللفظ للحمادی قال انار رسول الله او قال بالفارسیہ
من پیغمبر یومید بہ من پیغام می بوم یکفر یعنی اگر کوئی
شخص اپنے آپ کو اللہ کا رسول یا پیغمبر کہے اور معنی یہ لے میں پیغام
لے جاتا ہوں، قاصد ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا اس کی یہ تاویل
نہ سنی جائے گی۔

اسی طرح اگر کوئی کسی سے کہے کہ تو ولد الحرام ہے اور تاویل
یہ کرے کہ حرام بمعنی حرمت و عزت۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔
مسجد الحرام۔ تو کیا اس کی یہ تاویل سنی جائے گی اور کیا کوئی غیرت مند
مسلمان اپنے لیے ایسے الفاظ برداشت کر سکتا ہے۔ کتابیں اٹھا کر دیکھ
لیجئے تمام علماء نے صراحت سے بیان کیا ہے کہ ضروریات دین میں تاویل

کفر کو دفعہ نہیں کرتی بلکہ تاویل فاسد مثل کفر کے ہے۔ اسی طرح
صلوٰۃ و زکوٰۃ میں بھی ہرگز کوئی تاویل نہیں سنی جائے گی بلکہ ان
کی ادائیگی اسی طرح ہوگی جیسے تواتر سے ثابت ہے۔ ایسے مرتج
اور متواتر امور میں تاویل کرنا استہزاء اور دین کے ساتھ تمسخر ہے۔
آپ کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ کوئی شخص جب کسی شخص (یعنی
آیت) کے عام معنوں کا منکر ہو اور وہ اس کی اپنے طور پر تاویل
کرتا ہو تو اُسے کافر و درکنار فاسق بھی قرار نہ دیا جائے۔

یہاں میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم
میں جو لفظ خاتم النبیین آیا ہے، اس کا مشہور و معروف اور عام معنی
”آخری نبی“ ہے۔ یہ معنی متواتر ہے اور اجماع اُمت مسلمہ سے
ثابت ہے، آج اگر کوئی شخص اس متواتر اور اجماعی معنی کا انکار
کر دے اور کہے کہ یہ معنی تو ویسے ہی عوام میں مشہور ہے درحقیقت
اس کا معنی وہ صحیح ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا ہے یعنی جو
بھی نبی آیا یا آئیگا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر سے آئے
گا۔ مطلب یہ کہ وہ عام معنی کا منکر ہے اور اپنے معنی کو تاویل سے
ثابت بھی کرتا ہے، بتائیے اُسے کافر کہا جائے گا یا نہیں؟
بیمنوا و توجروا۔

اور ساری دُنیا جانتی ہے کہ جب ہم لفظ ”رسول اللہ“ بولتے
ہیں تو اس کا معنی صرف اور صرف اللہ کا رسول لیا جاتا ہے۔ اگر کوئی
شخص اپنے آپ کو رسول اللہ کہنے لگے یعنی اس کے عام معنوں کا
منکر ہو اور اس کی تاویل یہ کرے کہ میں لغوی معنی مراد لیتا ہوں
تو کیا وہ شخص مسلمان ہی رہے گا یا کافر ہو جائے گا اُس کی یہ تاویل
سنی جائے گی یا نہیں؟ یا آپ خود کیا ”رسول اللہ“ کے عام معنوں

کا انکار کر کے تاویلاً کسی کو لغوی معنوں کے لحاظ سے ”رسول اللہ“
 کہنا گوارا فرمائیں گے؟ بیٹو! تو جروا۔
 یاد رکھئے کہ جو کسی شخص کے عام، قطعی اجماعی اور متواتر
 معنی کا منکر ہوا اور اپنی ذاتی رائے سے خلاف اجماع تفسیر کی
 تو وہ ہرگز مسلمان نہیں رہے گا۔ مَنْ فُسِّرَ الْقُرْآنَ
بِزَايِهِ فَقَدْ كَفَرَ۔

آپ کی ساتویں دلیل کا رد سابقہ تمام سطور میں ہو گیا کہ
 جس میں مسلمانوں کے موٹے موٹے ظاہری نشانات ہوں اُسے
 ہرگز کافر نہیں کہا جائے گا تا وقتیکہ وہ ضروریات دین میں سے کسی
 ایک کا بھی منکر نہ ہو۔ البتہ اگر کسی شخص نے دل کا کفر ظاہر نہ ہونے
 دیا اور بظاہر تمام ضروریات دین کا اقرار رہا تو یہ چونکہ غیب کی
 بات ہے اور عالم الغیب فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لیے
 ہم اُس پر کفر کا حکم نہیں کر سکتے، وہ اگر دل سے کافر ہے تو پھر
 عند اللہ کافر ہی ہو گا۔ لیکن جب کسی کا کفر آفتاب سے زیادہ روشن
 ہو جائے اور توبہ بھی نہ کرے تو اُسے کافر ہی کہا جائے گا۔

ور نہ تو کیا منافقین میں موٹے موٹے ظاہری نشانات موجود نہ تھے؟
 کیا وہ توحید و رسالت کا اقرار نہ کرتے تھے؟

کیا وہ پانچوں وقت قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھتے تھے؟

کیا وہ اسلام علیکم نہ کہتے تھے؟

کیا وہ مسلمانوں کا ذبیحہ نہ کھاتے تھے؟

کیا وہ کلمہ لا الہ الا اللہ نہ کہتے تھے؟

اگر یہ سب ظاہری نشانات اُن میں موجود تھے تو پھر اللہ تعالیٰ
 نے ان منافقین کو یہ وعید کس لیے سنائی۔ ذرا توجہ سے پڑھیے گا۔

ارشاد پروردگار عالم ہوا :-

ترجمہ :- ”اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ انہیں پس ہے، اور اللہ کی ان پر لعنت ہے اور ان کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے“ ۱

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا انجام کفار کے ساتھ کیا ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے۔ ایک آپ ہیں کہ فرما رہے ہیں کہ جس کے دل کا کفر بھی صاف ظاہر ہو جائے اُسے کافر تو کیا فاسق بھی نہ کہا جائے کیونکہ اُس نے زبان سے کلمہ رٹ کر جو ہمیں سنا دیا ہے۔ لہذا وہ فاسق بھی نہیں بلکہ بڑا پکا پسیا مومن ہے۔ نفوذ باللہ من ہذا المخرافات۔

اس مسئلہ میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے اسی طرح کسی کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ اس میں یہی احتیاط ہے۔ احتیاط یہ ہرگز نہیں کہ کافر کو بھی کافر نہ کہا جائے۔ اور کافر صرف وہی لوگ نہیں جو اپنا نام دھوا ناسخ اور راجن داس رکھتے ہیں اور بتوں کو پر نام کرتے ہیں یا رام رام جیتے رہتے ہیں بلکہ وہ بھی ہیں جو آیات و احادیث پر طعن کرتے ہیں اور اسے پرانے زمانے کے قصے کہانیاں قرار دیتے ہیں، وہ بھی ہیں جو مسلمان کہلو کر ختم نبوت کا انکار بھی کرتے ہیں اور وہ بھی ہیں جو ان عقائد والوں کو یکساں مسلمان ہی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ لوگ قرآن و حدیث کا بظاہر علم بھی رکھتے ہیں۔ تو دیگر تمام

ناظرین کرام بھی یہ بات پلے سے باندھ لیں کہ اس مسئلہ میں حیات
اسی کا نام ہے کہ جو ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی منکر
ہو اُسے کافر کہا جائے بظاہر وہ کلمہ گو ہی کیوں نہ ہو۔ باقی رہا
کفر کے فتوؤں کا رواج تو عرض ہے کہ علمائے حق نہ جلد باز ہیں اور
نہ کم فہم کہ بلا سوچے سمجھے فتویٰ دیں گے۔ اور کسی کو کافر قرار دینے سے
پہلے تو سو بار نہیں ہزار بار سوچنا پڑتا ہے، یہ کام کسی عام مفتی اور عالم
کا نہیں ہوتا بلکہ کسی اجل، جید، معتبر، جلیل القدر اور متبحر عالم و
مفتی کا کام ہے یہ ہر ایرے غیر سے کے بس کا روگ نہیں۔ اسی
طرح سابقہ مفتیین و محدثین اور فقہائے کرام نے جس عقیدہ کو
کفر یہ کہا ہو وہ آج بھی کفر یہ ہو گا مثلاً حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ
نے فرمایا کہ جو شخص کسی جھوٹے مدعی نبوت سے معجزہ طلب کرے
وہ کافر ہے۔ اس لیے کہ حضور اکرم آخری نبی ہیں اور اس پر غیر متمیز
یقین ہونا چاہیے۔

شناختی کارڈ کے اندر مذہب کا خانہ رکھنے کو آپ نے جو انسانی
حقوق کے بین الاقوامی چارٹر اور قانون انصاف کی صریح خلاف
ورزی قرار دیا ہے۔ اس کا پول بھی اگر کھول دیا جائے تو مناسب
رہے گا۔ اس سے آپ کی باطنی کیفیت کا آسانی سے پتہ چل جائیگا۔
آرڈی ٹینس نمبر ۲۰ مجریہ ۱۹۸۳ء، جو قادیانی گروہ، لاہوری
گروہ اور احمدیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کی مخالفت اور
سزا کا آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۳ء کہلاتا ہے، گزٹ آف پاکستان کی
غیر معمولی اشاعت مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا تھا اس
آرڈی ٹینس نے مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۳۵ مجریہ ۱۹۷۶ء)
اور پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ٹینس مجریہ ۱۹۶۳ء کی بعض دفعات

میں ترمیم کر دی۔ دو درخواستیں، ایک قادیانی گروہ کے چند ارکان کی جانب سے اور دوسری لاہوری گروہ کے دو ارکان کی جانب سے بمطابق نمبر ۱۷/آئی ۱۹۸۳ء اور ۲/ایل ۱۹۸۳ء وفاقی شرعی عدالت میں دائر کی گئیں۔ جن میں آرڈی ننس کے مندرجات کو چیلنج کیا گیا تھا۔ درخواست دہندگان کے حق میں دلائل دینے والوں میں سے ایک ایڈووکیٹ مسٹر مجیب الرحمن بھی تھے۔ چیف جسٹس جناب فخر عالم نے مزید تین جج صاحبان کی موجودگی میں مورخہ ۸۳-۸-۱۲ کو فیصلہ سنایا اور آخر میں لکھا:-
 ”مندرجہ بالا وجوہ کی بناء پر ان دونوں پیشینزی میں کوئی وزن نہیں ہے اور انہیں خارج کیا جاتا ہے۔“

دلائل کے دوران مسٹر مجیب الرحمن نے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اس اعلان سے بھی حوالے پیش کیے جو ۱۹۴۸ء میں منظور ہوا تھا۔ دفعہ ۱۸ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا:-

”دو ہر شخص کو صحت، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے اس حق میں اپنا مذہب یا عقیدہ بدلنے کی آزادی اور خواہ انفرادی طور پر یا برادری میں دوسروں کے ہمراہ یا عوام میں یا نجی طور پر، اپنے مذہب یا عقیدے کو تعلیم، عمل، عبادت اور رسوم میں ظاہر کرنے کی آزادی شامل ہے۔“

یہ چارٹر چونکہ اقوام متحدہ میں مختلف غیر اسلامی مذاہب کے زیر اثر ترتیب دیا گیا ہے اس لیے اس کے مندرجات کے بھی قرآن و حدیث کے دلائل سے پرچھے اڑائے جاسکتے ہیں مگر اتھر

کو یہاں صرف اپنا مدعا مقصود ہے لہذا شیخ صاحب! اس پر اثر کے اندر تو یہ کہا جا رہا ہے کہ ہر شخص کو ہر طرح سے مذہبی آزادی حاصل ہے پھر آپ کے پاس وہ کون سا بین الاقوامی انسانی حقوق کا چارٹر ہے کہ مذہب کا خانہ درج کرنے سے اُس کی خلاف ورزی ہو جائے گی چارٹر تو ہمیں یہ حق فراہم کر رہا ہے کہ ہم اپنے مذہب کا خانہ شناختی کارڈ میں بلا روک ٹوک رکھ سکتے ہیں۔

آپ کے تحقیقی ثبوت میں آخری کیل کے طور پر آپ ہی کے مضمون سے دو بیڑے درج کر رہا ہوں۔ ایک چھوٹے سے مضمون میں اتنا بڑا تضاد، یہ آپ ہی کی تحقیق کا حصہ ہے۔ ایک طرف آپ فرماتے ہیں:- ”کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کے لیے پوشیدہ حالات کی جستجو کرنے اور بار یک تاویلات کو سہارا بنانے کی اسلام میں سخت ممانعت کی گئی ہے۔“

ان سطور کی سیاہی ابھی خشک بھی نہ ہونے پائی تھی کہ شیخ صاحب نے فرمایا:

”پس جو شخص اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دل میں رکھتا ہو اور جس کو اس کا کچھ احساس ہو کہ کفر میں مبتلا ہو جانے کا کتنا بڑا خطرہ ہے وہ کبھی کسی مسلم کی تکفیر کی جرأت نہیں کر سکتا تاوقتیکہ اسے خوب چھان بین کرنے کے بعد اس کے مبتلائے کفر ہو جانے کا پورا علم نہ ہو جائے۔“

شیخ صاحب یہ کیا؟ ابھی تو آپ فرما رہے تھے کہ پوشیدہ حالات کی جستجو کرنے کی اسلام میں سخت ممانعت کی گئی ہے اور چند سطور بعد یہ فرماتے ہیں کہ خوب چھان بین کرنا بہت ضروری ہے۔ ”پوشیدہ حالات کی جستجو“ اور ”خوب چھان بین“ کا فرق

تو بتائیے۔

تمام علماء ایک جیسے نہیں ہوتے اس لیے علماء کی توہین سے باز رہنا چاہیے۔ کنز العمال جلد ۱۰ صفحہ ۷۷، میں کہا گیا ہے کہ ”علماء دنیا کے چراغ اور انبیاء کے جانشین ہیں“ اسی میں ہے :- ”و علماء کی عزت کرو اس لیے کہ وہ نبیوں کے وارث ہیں۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

مَنْ تَقَرَّبَ بِالْحَقِّ عَلَى لُبِّهِ يَسُدُّ عَنْهُ قَرَأَاتُ حَقِّهِ مَعَكُمْ أَتَوَلَّى بِرَأْسِهِمْ مِنْهُ
 بَلْ كَيْفَ تَقْرَأُ كَيْفَ تَقْرَأُ كَيْفَ تَقْرَأُ كَيْفَ تَقْرَأُ كَيْفَ تَقْرَأُ كَيْفَ تَقْرَأُ
 تَهْدِي خَالِي هُوَ أَنْ بَالِي هُوَ جَوَابِي هُوَ كَيْفَ تَقْرَأُ

التنوير

لدفع ظلام

التنوير
 في مسئلة

از قلم

ابو الفضل حضرت علامہ مولانا غلام علی قادری شریفی
 شیخ القرآن والحديث جامع حنفیہ دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑہ

مسئلہ تکفیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ الحمد للہ والصلوة والسلام علی من لا نبی بعدہ۔

ما بعد ذلک یہ مقالہ ثابت قبالہ بھی دھمکی محترم جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری اور عزیز محترم جناب اختر شاہ جہانپوری اور دیگر احباب کی فرمائش پر تحریر کیا گیا ہے۔

اس مقالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ امام اہلسنت والجماعت مجدد دین و ملت قدس سرہ العزیز نے جن اکابر دیوبند کی تکفیر کی ہے۔ وہ بالکل برحق ہے۔ وہ اپنے کی وہ عبارات مروج کفر اور گستاخی میں ہرگز موقل نہیں ہیں اور انحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام مندرجہ حسام الحرمین جذباتی نہیں بلکہ واقعاتی ہیں۔ اکابر علما نے عرب و عجم نے انحضرت کے ان فتاویٰ کی تصدیق و توثیق فرمائی ہے۔ فقیر نے ہر محنت اس مقالہ میں لوظ تو چند مسئلہ شامل نقل کیے ہیں جو مسئلہ تکفیر کو صحیح طور پر سمجھنے میں ضروری مقدمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بعد ازاں مسئلہ ختم نبوت میں اہمت مسئلہ کا اجتماعی عقیدہ بیان کیا ہے۔ پھر کتاب وصفت سے اس کا ثبوت ظہری۔ اس کے بعد تفسیر اناس کی عبارات کفریہ مع ان کی شرح کے بیان کی گئی ہیں۔ اور آخر میں ان تمام تادیلات فاسدہ کاسدہ کا تفصیلی طور پر پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ جو دیوبندی مناظرین اور محترمین نے نافو قوی کی عبارات کو کفر سے بچانے کے لیے بے جا طور پر بیان کی ہیں۔ اور وہ تادیلات حقیقت میں تمام دیوبندی علماء کی غنت اور کاوش کا آخری نتیجہ ہیں۔ یہی لیے مودی کے تذکرہ مستحیل نے ان تحریفات اور مردودات کا نام بھی معرکہ العلم الملقب فی فیصلہ کن مناظرہ رکھا ہے۔ یہ مقالہ فی الحال مجموعہ الوار الرضا کے لیے مرتب کیا گیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو انشاء اللہ اس میں باقی عبارات دیوبند پر تفصیلی بحث شامل کی جائے گی اور الگ بھی ایک شائع کیا جائیگا۔

احقر لا نصر غلام علی القادری غفرلہ ولوالدیہ وللمشاوخی

ادکارہ منسلح ساہیوال

مسئلہ کفر کے متعلق چند مسئلہ اصول

کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے

۱۔ علمائے اسلام جلد باز ہیں۔ نہ فروعی اور ظنیات اور اجتہادی امور میں کوئی تکفیر کرتا ہے بلکہ حیب تک آفتاب کی طرح کفر ظاہر ہو جائے۔ یہ مقدس جماعت کبھی ایسی جرأت نہیں کرتی۔ حتیٰ الوسع کلام میں تاویل کر کے صحیح معنی بیان کرتے ہیں۔ مگر حیب کسی کا دل ہی جہنم میں جا چکا ہے اور وہ خود ہی اسلام کے وسیع دائرہ سے خارج ہو جائے تو علمائے اسلام مجبور ہیں جس طرح مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے۔ اس طرح کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ (اشد العذاب ص ۷) علمائے بہت احتیاط کی مگر حیب کلام میں تاویل کی گنجائش نہ رہے۔ اور کفر آفتاب کی طرح روشن ہو جائے تو پھر کفر تکفیر کے چارہ ہی کیا ہے؟

۱۔ ایسے وقت میں اگر غلط سکوت کریں اور خلعت گمراہ ہو جائے تو اس کا دیالی کس پر ہوگا؟ آخر علماء کلام کیا ہے؟ جب وہ کفر اور اسلام میں فرق بھی نہ بتائیں تو اور کیا کریں گے؟ (اشد العذاب ص ۷) ۲۔ انبیاء علیہم السلام کی تسلیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات دین سے ہے۔ (اشد العذاب ص ۹) ۳۔ احتیاط۔ جیسے کسی مسلمان کو اقرار توحید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے۔ کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بتایا۔ اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بتایا۔ حالانکہ کفر کفر ہے اور اسلام اسلام ہے اس مسئلہ کو مسلمان خوب اچھی طرح سمجھ لیں اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں۔ حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ جو متکبر ضروریات دین ہو اسے کافر کہنا جائے کیا منافقین کو حید و رسالت کا اقرار نہ کرتے تھے؟ پانچوں وقت قبلہ کی طرف غائر نہ پڑھتے تھے؟ مسیلہ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت اہل قبلہ نہ تھے؟ انہیں بھی مسلمان کہہ گئے؟

(اشد العذاب ص ۷، احسن البیان محمد اور اہل کاندھلوی، کفر و ایمان منشی محمد شفیع)

۴۔ جو کافر اور مرتد کو کافر اور مرتد نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ (اشد العذاب ص ۷، کفر و ایمان۔ احسن البیان)

۵۔ دیوبندی مناظر کا اعتراف حقیقت :-

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کافتویٰ باکلی صحیح ہے۔ چنانچہ مولوی مرتضیٰ حسین درہنگی لکھتے ہیں: "بعض علمائے دیوبند کو خانصاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں جانتے (جیسا کہ قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا ہے) چرچائے دیوبند کے علم کو آپ کے علم کے برابر کہتے ہیں۔ (جیسا کہ حفظہ الایمان میں تھانوی کی عبارت) شیطان کے علم کو آپ کے (صلی اللہ علیہ وسلم) علم سے زائد کہتے ہیں لہذا وہ کافر ہیں۔ تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ خانصاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہنے وہ کافر ہے۔ مرتد ہے۔ ملعون ہے لاذہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں۔ بلکہ ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ یہ عقائد بیشک کفریہ عقائد ہیں (اشد العذاب ص ۱۳)۔

اگر خانصاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے کہا تو خانصاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی، اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔ جیسے علمائے اسلام نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لیے اللہ وہ تصانیف جو لکھے تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزاٹیوں کو کافر و مرتد کہا فرض ہوگا اگر وہ مرزا صاحب اور مرزاٹیوں کو کافر نہ کہیں، چاہیے وہ بری ہوں یا کافرانہ وغیرہ وغیرہ خود کافر ہو جائیں گے۔

کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ (اشد العذاب ص ۱۳، ص ۱۴)۔

۶۔ کلمات کفریہ کے دلائل تک اپنے ان کفریات سے تو بہ نہ کرے اسکا دعویٰ اسلام بیکار ہے۔ درہنگی اسی اشد العذاب میں لکھا ہے۔

”مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارات پیش کر دیتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم اور عظمت شان کا اقرار ہے اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے کافر نہ تھے۔ ایک بدست تک مسلمان تھے اور چونکہ دجال تھے اسوجہ سے ان کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے۔ تو پہلی عبارات مفید نہیں۔ جب تک کوئی ایسی عبارت نہ دکھائیں کہ میں نے جو فلاں معنی ختم نبوت کے کیے ہیں وہ غلط ہیں۔ صحیح معنی میں کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی حقیقی نہ ہوگا یا عیسیٰ علیہ السلام کو جو فلاں جگہ گالیاں دیکر کافر ہوا تھا اس سے تو بہ کر کے مسلمان ہونا ہوں۔ ورنہ ویسے تو مرزا صاحب اور تمام مرزائی الفاظ اسلام ہی کے جوتے ہیں

اس وجہ سے مسلمان دھوکا میں آجاتے ہیں کہ یہ تو ختم نبوت کے قائل ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کرتے ہیں۔ قرآن کو بھی مانتے ہیں۔ لیکن معنی وہ نہیں جو قرآن و حدیث نے بتلائے ہیں۔ معنی ان کسے ہیں جو مرزا صاحب نے تصنیف کر کے کفر کی بنیاد ڈالی ہے۔ لہذا جو عبارات مرزا صاحب اور مرزاٹیوں کی لکھی جاتی ہیں۔ جب تک ان مضامین سے صاف تو بہ نہ دکھائیں یا تو بہ نہ کریں تو ان کا کچھ اعتبار نہیں (اشد العذاب ص ۱۱) اب دیوبندی مناظر کی اس تحریر کو پیش نظر رکھ کر مرزا اور مرزاٹیوں کی جگہ علما نے دیوبند اور دیوبندی رکھ لیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ دیوبندیوں کا ختم نبوت اور قرآن پاک کو ماننے کا دعویٰ اس وقت تک بیکار ہے جب تک کہ یہ اپنی عبارات کفر سے تو بہ نہ کریں۔

۷۔ کیا بغیر قصد و ارادہ کے بھی حکم کفر عائد ہوگا؟

اگر کوئی شخص عداکلات کفر جیسے اور بعد میں یہ کہہ دے کہ میری نیت تو یمن کی نہیں تھی۔ تو اسکی نیت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور اس پر کفر عائد ہوگا۔ اگر اس قسم کا عذر قابل قبول ہو تو اسکا یہ نتیجہ ہوگا کہ کسی بڑے سے بڑے گستاخ کو بھی جب کہ بائیکا کر تو نے کفر کیا ہے۔ گستاخی کی ہے۔ شان رسالت میں مزید توہین کی ہے۔ تو وہ جواب میں کہہ سکے گا کہ میری نیت تو یمن کی نہیں تھی۔ دیکھئے اگر کوئی شخص دوسرے کو گالی دے کر اسے ورد المأثم! اور وہ جہلم لے کر اُس کے سر پر سوار ہو جائے تو کیا مزید گالی دینے والا یہ کہہ کر بیچ سکتا ہے کہ میری نیت گالی کی نہیں تھی۔ بخیر قرآن کریم میں المسجد الحرام موجود ہے۔ حرام، حرمت اور عزت سے ماخوذ ہے۔ لہذا علمائے اسلام سناس مسئلہ میں یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ:-

اذا سلمنا تحت الحكم یا لكفر علی انطوا هو ولا نطو للمقصود والنیات
ولا نطو لقوائن حاله (الاعلام بقواطع الاسلام علی هامش التواحید
جلد دوم ص ۱۳۸۔ انکار الملحدین ص ۷۲)۔

(ترجمہ) اس لیے کہ کفر کے حکم کا دار و مدار طواہر پر ہے۔ ارادوں غیبتوں اور قرائن حال پر نہیں۔

ایسے ہی نور شاہ صاحب کشمیری نے انکار الملحدین ص ۸۶ پر لکھا ہے: وقد ذکوا العلماء
التهودی عن الانبیاء وان لم یقصد السب کفر۔ اور علما نے اسلام نے فرمایا

ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان میں حرکت اور دلیری کفر ہے۔ اگرچہ کہنے والے نے توہین کا قصد نہ کیا ہو۔ دیوبندیوں کا مطالع اکل مولیٰ رشید احمد گنگوہی خرد لطائف رشیدیہ ص ۲۳ پر لکھتا ہے۔

”جو الفاظ مومن تحقیر حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں۔ اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو۔ مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔“ (شہاب ثاقب ص ۶۱)۔

ان عبارات مذکورہ کو پیش نظر رکھ کر تھافزی کے اس منافقہ عذر رنگ کا جائزہ لیں۔ ”جب میں اس مضمون کو قیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرتا تو میری مراد کیسے ہو سکتی ہے؟ ہاں جناب آپ کی مراد ہرمانہ ہرہ مضمون نبییت ہے جو حفظ الایمان میں آپ نے لکھا ہے۔ گستاخی اور توہین کے لیے الفاظ کو دیکھا جاتا ہے قائل کی مراد نہیں دیکھی جاتی خرد تھافزی لکھتا ہے۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد مراۓ یا اشارۃ یہ بات کہے مذہب تھافزی نے کہی ہے) میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں (بسط البنان)

۸۔ تمام علمائے اہل سنت کا اجماع ہے کہ سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی و توہین کفر ہے۔

شرح شفاء میں ہے۔ محمد بن سحنون نے فرمایا کہ: ”اجمع العلماء علی ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المستنقص لد کا قرو من مشک فہ کفر و عذابہ کفر“۔ یعنی تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شاتم اور تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو اس کے کافر اور مستحق عذاب ہونے میں شک کرنے سے وہ بھی کافر ہے۔ (شرح الشفاء مولانا علی القاری ص ۲۱۳۔ اکفار اللہین۔ اشد العذاب ص ۵۱)

۹۔ صریح کلام میں تاویل مقبول نہیں ہوتی۔

”قال حبیب بن الربیع ادع التاویل فی لفظ صراح لا یقبل“۔ حبیب بن ربیع نے فرمایا کہ صریح لفظ میں ادعائے تاویل مقبول نہیں ہے۔ (تیسرے ایضاً ص ۲۴۴، اکفار اللہین ص ۲۳۷، شرح شفاء للقاری ص ۲۱۳، احسن البیان ص ۲۴۴)۔

۱۔ حضور علیہ السلام کو خاتم النبیین یعنی آخر الانبیاء ماننا ضروریاتِ دین سے ہے۔
 "قال فی الاشیاء فی کتاب التعلیم اذ قال یعرف ان محمدا علیہ السلام آخر
 الانبیاء فلیس بمسلم لانه فی الضروریات و جو شخص حضور علیہ السلام کو آخر الانبیاء نہ مانے
 وہ مسلمان نہیں ہے اس لیے کہ حضور کو آخری نبی ماننا ضروریاتِ دین سے ہے۔

۱۱۔ ضروریاتِ دین میں تاویل کفر کو دفع نہیں کرتی۔

"ان التاویل فی ضروریات الدین لا یدفع القتل بل لا یدفع الکفر۔"

(اکفار المحدثین ص ۶۵)

"والتاویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر۔" (حاشیہ علامہ سیالکوٹی علی الہیالی)

بلکہ تاویل فاسد مثل کفر کے ہے۔ وجہ فی الفتوحات ص ۸۵۴ "والتاویل الفاسد کالمکر"

(اکفار المحدثین ص ۵۹)۔

۱۲۔ متواترات میں تاویل بھی کفر ہے۔

جس طرح دین کے کسی حکم قطعی اور متواتر کا صریح انکار کفر ہے اسی طرح قطعیات اور متواترات
 میں تاویل کرنا بھی کفر ہے کیونکہ قطعی امور کی تاویل بھی انکار کے حکم میں ہے مثلاً جس طرح نماز اور روزہ
 کا صریح انکار کفر ہے اسی طرح نماز اور روزہ میں ایسی تاویل کرنا جو اقامت محمدیہ کے اجماعی معنی اور اجماعی
 عقیدہ کے خلاف ہو وہ بھی کفر ہے اور اس قسم کے تاویل کفر کو اصطلاح شریعت میں الحادہ زندقہ
 کہتے ہیں۔ (احسن البیان ص ۳۰۰، اکفار المحدثین ص ۳۰۰ بالمعنی)۔

ختم نبوت کے بارے میں تمام امت کا اجماعی عقیدہ

اللہ عزوجل سچا اور اس کا کلام سچا مسلمان پر جس طرح "لا الہ الا اللہ" پڑھنا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ
 کو احد صمد اور لا شریک لا جاننا من اول و مناہ ایمان ہے یہی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا اُن کے زمانے میں خواہ اُن کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال

باطل جانتا فرض اہل دین و ایمان پر ہے۔ وَلَکِنْ رَّسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ نَصْرٌ لِّکُلِّ قَوْمٍ
 ہے اسلام کو نہ شکر بلکہ شک کرنے والا نہ شک بلکہ ضعیف احتمال تحقیق سے توہم سے خلاف
 عقیدہ رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون عکس فی النیران ہے نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعون
 پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک اور تردد کو راہ دے
 وہ بھی کافر بن کر جلی النحران ہے۔ (بزازیہ، در مختار، شفاء الاعلام بقواطع الاسلام و فتاویٰ
 حدیثیہ وغیرہ۔ از جزاء اللہ عدوہ ص ۳۳، ص ۳۴۔ از امام اہلبیت علیہم السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

”ختم نبوت کا عقیدہ اُن اجماعی عقائد میں سے ہے جو کہ اسلام کے اصول اور ضروریات دین
 میں سے شمار کیے گئے ہیں اور عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک ہر مسلمان اُن پر ایمان رکھتا
 آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا کسی تاویل اور تخصیص کے خاتم النبیین ہیں اور یہ مسئلہ
 قرآن کریم کی آیات اور احادیث متواترہ اور اجماع اُمت سے ثابت ہے جس کا منکر قطعاً کافر مانا گیا
 ہے اور کرنی تاویل و تخصیص اس بارے میں قبول نہیں کی گئی۔ مسئلہ ختم نبوت از محمد زبیر کاندھلوی
 دیوبند ہی علامہ انور شاہ کشمیری اپنے رسالہ عقیدہ الاسلام ص ۲۱۵ پر لکھتے ہیں۔ ”ثم
 ان الامۃ اجمعت علی ان لا نبوة بعدہ علی اللہ علیہ وسلم ولا رسالة
 اجماعاً قطعياً و تواترت بہ الاحادیث تحمלתہ حدیث فتاویٰ بہ بحیث
 ینتہی بہ الختم الزمانی کفربلا شہادۃ“

یہی علامہ صاحب افکار المحدثین ص ۳۳ پر لکھتے ہیں۔ ”وکذا لک نکفر من ادعی نبوة
 احد مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ای فی زمانہ حکم سیلۃ الکذاب والاسود
 الغشی او ادعی نبوة احد بعدہ فانہ خاتم النبیین بنص القرآن والحديث
 فہذا تکذیب یثبہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم کالیسویۃ (فرقة من اليهود)
 بلکہ اسی کتاب کے ص ۳۳ پر لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد جو کسی نبی کا آنا جائز مانے
 وہ بھی کافر ہے۔ ”او کذب رسول او نبیا او نغمہ بای منقص کان صغیرا سمہ
 مریداً تحقیقاً او جود نبیۃ احد بعدہ وجود نبینا صلی اللہ علیہ وسلم و علی
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی قبل فلا یرد“ (تحفہ شرح منہاج)۔

اسکے بعد لکھا ہے۔ "فساد مذہبهم غنی عن البیان بشهادة العیان کیف وهو
یؤدی الخ" تعجیر متبق مع نییتا صلوات اللہ علیہ وسلم او بعد ذلک یستلزم
تکذیب القرآن اذ قد تم علی امتہ خاتم النبیین و آخر المرسلین وفق السنۃ انا العاقب
لان نبی بعدی واجمعت الامۃ علی البقاء هذا الکلام علی ظاہرہ واحدی المسائل
المشہودۃ الّتی کفرنا بها الفلاسفۃ لعنہم اللہ تعالیٰ (شرح الفرائد للعلامۃ
العارف باللہ عبد الغنی ابیسی رحمۃ اللہ علیہ)۔

اب مفتی محمد شفیع دیوبندی کی بھی سینے سے "اگر خاتم النبیین اور لابی بعدی میں تاویلات باطلہ
کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھا جائے تو پھر بہت پرست اور شرکین کو بلکہ ان کے معلوم
امام، ابیسی کو بھی دائرہ اسلام سے خارج و کافر نہیں کہہ سکتے۔ اور جو لوگ ایسی تاویلات باطلہ کر کے
امت کے اجماعی عقائد اور قرآن و حدیث کی واضح تصریحات کی تکذیب کرنے والوں کو امت اسلامیہ
سے علیحدہ کرنے کو اس لیے برا سمجھتے ہیں کہ اس سے اسلامی برادری کو نقصان پہنچتا ہے، ان کی
تعداد کم ہوتی ہے یا ان میں تفرقہ پڑتا ہے تو انہیں غور کرنا چاہیے کہ اگر تفرقہ اور اختلاف سے بچنے
کے یہی معنی ہیں کہ کوئی کچھ کیا کرے اور کہا کرے مگر اس کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھا جائے تو
پھر ان مسطحی بھر ملا عمدہ و زیادہ سے ملت کو کیا سہارا لگتا ہے؟ ایسی پونج تاویلات کے ذریعے تو
سارے جہان کے کافروں کو ملت اسلامیہ میں شامل کیا جاسکتا ہے اگر ایسی ہی رواداری کرنا ہے
تو بیٹ بھر کے کی جائے تاکہ دنیا کی ساری قومیں اور ملتیں اپنی ہوجائیں اور یہ کفر و ایمان کی جنگ
یہ ختم ہو جائے" (کفر و ایمان، قرآن کی روشنی میں ص ۳۸)۔

عہد نبوت سے لیکر اب تک تمام امت کے علماء و مفسرین، محدثین، فقہاء، متکلمین اور
اولیائے عارفین سب کے سب ختم نبوت کے یہی معنی (مفسر کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) سمجھتے چلے
آئے ہیں اور بطریق قوا تریہ عقیدہ ہم تک پہنچا ہے۔

جس طرح مسلوٰۃ و زکوٰۃ کے معنی میں کوئی تاویل قابل التفات نہیں اُسی طرح ختم نبوت کے
معنی میں بھی کوئی تاویل قابل التفات نہ ہوگی بلکہ ایسے مروج اور متواتر امور میں تاویل کرنا استہزا اور
تسخیر کے مترادف ہے۔ (احسن البیان ص ۷۰)۔

آگے لکھا ہے۔ ”ہمیں اس بحث کی ضرورت نہیں کہ مرزا صاحب (اور نالوتوی صاحب) کی تاویلات جملہ کی طرف کوئی توجہ کریں۔ دیکھنا یہ ہے کہ جس نبی پر خاتم النبیین کی آیت اتاری اُس نے اس آیت کے کیا معنی سمجھے اور اُمت کو کیا معنی سمجھائے اور عہدِ صحابہ سے لے کر اس وقت تک پوری اُمت اس آیت کا کیا معنی سمجھتی رہی؟ کیا تیرہ سو سال کے علمائے اُمت اور اکابر لغت و عربیت کو اتنی بھی خبر نہ تھی جتنا کہ قادیان کے درہقان (اور نالوتہ کے بقولہ کو دک نادان) کو ٹوٹی پھوٹی عربی کی خبر تھی؟ (احسن البیان ص ۷۷)۔

خاتم النبیین کا معنی اہل لغت کے نزدیک

”الْخَاتَمُ وَالْخَاتِمُ“ اسماء الذی صلیتہ علیہ وسلم بالفتح اسماؤا اخرہم و بالکسر اسم فاعل۔ (مجمع سجا رالاتوار عبد اذن زیر لفظ ختم خاتم النبیین)۔
 ”لانہ ختم النبوی اعی“ قسمہا بمجیشہ۔ یعنی حضور کو خاتم النبیین اس لیے کہتے ہیں کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا یعنی اپنی تشریف آوری سے اس کو مکمل کر دیا۔ (مفردات امام راغب مصنفاتی علی ہاشم النہایہ ابن اثیر جلد اول ص ۳۱۳)

ختم نبوت اور قرآن کریم

قال اللہ تعالیٰ۔۔۔ ما کان محمد ابدا احد من رجاکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شیء علیما و محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول اور آخر الانبیاء ہیں اور اللہ ہر چیز کو جانتے والا ہے۔

ختم نبوت اور مفسرین عظام

۱۔ اس آیت میں لفظ خاتم النبیین کی تین قرأتیں ہیں۔ ماسوا حسن اور عامم کے باقی قرأت ”خاتم معنی

اللہ ختم النبیین ہے۔ عبد اللہ بن مسعود کی قرأت میں "وکن نبیاً ختم النبیین" ہے۔ پس یہ قرأت بھی دلیل ہے۔ یعنی "انہ الذی ختم الانبیاء علی اللہ علیہ وسلم وعلیہم۔ حسن اور عامم کی قرأت خاتم النبیین یعنی "انہ آخر النبیین" ہے ختامہ مسک میں بھی ایک قرأت خاتمہ مسک بمعنی آخرہ مسئلہ ہے۔ (ابن جریر جلد ۲۲ ص ۱۷)

۲۔ روح المعانی میں یہ قرأتیں بیان کرنے کے بعد مزید فرمایا: "وكونا على الله عليه وسلم خاتم النبیین مما تعلق به الكتاب وصحته به السنة واجمعت عليه الامم فيكفر مدعى خلافه ويقتل ان اهتم" اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا کتاب و سنت سے ماحض ثابت ہے اور اس پر اجماع امت ہے۔ اور اس کے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اگر اصرار کرے تو قتل کیا جائے گا۔ (روح المعانی جلد ۲۲ ص ۲۳)۔

۳۔ ابن کثیر میں ہے: "فهذه الآية نص في انه لا نبي بعده واذا كان لا نبي بعده فلا رسول بالطريق الاول والاخرى وبذلك وردت الاحاديث المتواترة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من حديث جماعة من الصحابة روى الله تعالى عنهم"۔ پس یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور حبیب آپ کے بعد نبی نہیں ہو سکتا تو بطریق اولیٰ اور النسب رسول بھی نہیں ہو سکتا (کیونکہ جمہور کے نزدیک نبی، رسول سے عام ہے۔ جب عام کی نفی ہوگی تو خاص کی نفی بھی ہو جائے گی)۔ اس معنوں کی احادیث متواترہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہیں۔

پھر آخر میں فرمایا: "فمن حجة الله بالعباد ارسال محمد صلى الله تعالى عليه وسلم ثم من شريعة ختم الانبياء والمرسلين به واكمال الدين الحنيف له وقد اخبر الله في كتابه ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم في السنة المتواترة عنه انه لا نبي بعده ليعلموا ان كل من ادعى هذا المقام بعده فهو كذاب انك دجال ضال مضل"۔

ترجمہ ۱۔ پس حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ

ہے پھر مزید شرف ہے کہ نبیوں اور رسولوں کو حضور کی تشریف آوری سے ختم کر دیا اور حضور علیہ السلام کے دین حنیف کو کامل فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اللہ کے رسول نے سنت متواترہ میں خبر دی ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ مگر لوگ جان لیں کہ جو شخص حضور کے بعد منصب نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب افتاک و جال منال اور مفصل ہے۔

پھر علامہ ابن کثیر نے مسلمہ کذاب اور اسودہ منی لعنة اللہ علیہما کا ذکر کرنے کے بعد لکھا وکذا اللہ کل مدح لذلک الخ۔ یوم القیامة حق یحتموا بالمسیح الرجال۔ اسودہ منی اور مسلمہ کذاب کی طرح قیامت تک جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب و جال ہوگا۔ یہاں تک کہ یہ دو جالہ مسیح کے و جال پر ختم ہونگے۔ (ابن کثیر جلد ۲ ص ۱۲۳)

جو شخص مزید تفصیل کا خواہاں ہو اس کی سہولت کے لیے باقی معروف تفاسیر کے حوالے درج کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر طوالت کا خوف نہ ہو تا تو متعلقہ عبارتیں بھی نقل کر دی جاتیں حوالے ملاحظہ ہوں۔
تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۸۶۔ البقرہ جلد ۶ ص ۸۸۔ روض البیان جلد ۶ ص ۱۸۸۔ (بیضاوی، غارنہ، مدارک، ابن عباس ج ۵ ص ۱۲۳)۔ مآذی ج ۲ ص ۲۲ تفسیرات احمدیہ ص ۴۶۔ مراح لبید و واحدی جلد دوم ص ۱۸۵۔ جمل علی البلائین و منہرہی و جلائین تحت هذه الایۃ۔ جلد چہرہ بدکورہ تفاسیر اسوقت پیش نظر تھیں سب میں غایت کا مطلب بلحاظ زمانہ آخری ہی بتایا ہے۔

خاتم النبیین کی تفسیر و شرح احادیث صحیحہ مرفوعہ کی روشنی میں

یہ امر ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی کسی آیت کی جو تفسیر خود صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام نے بیان فرمائی ہو اس کے خلاف کسی نوادراتی یا نالوثوقی کا قول کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ ملاحظہ ہوں۔

(۱) مسلم شریعت پھر مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ والہ وسلم نے فرمایا: فضلت علی الانبیاء بیت اعطیت جوامع الکلم و نصبت بالربیب و اخلت لی القناسم و جعلت لی الدن من بعد و طهورا و اناست الی الخلق كافة و ختمت علی النبیون۔ (ترجمہ) مجھے نبیوں پر جو پھر فضیلتیں دی گئیں۔ مجھے

کلمات جامعہ عطا فرمائے گئے، روضہ سے میری مدد کی گئی، میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں، میرے لیے زمین مسجد اور پاک کر نیوالی قرار دی گئی، تجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا گیا اور میرے ساتھ نبی ختم کر دیئے گئے۔ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ختم ماضی کا ضیغہ استعمال کر کے منکرین ختم نبوت کی جملہ تاویلات باطلہ کو ختم کر دیا)۔ (مسلم جلد اول ص ۹۹، مشکوٰۃ کتاب النبی ص ۱۱۲)۔

(۲) میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک محل کے مانند ہے جس کی عمارت بہت خوبصورت ہو اُس میں ایک اینٹ کی جگہ پھوڑ دی گئی ہو۔ پس دیکھنے والے اُس کا پکڑ لگائیں اور اس عمارت کے حق سے تعجب کریں مگر اُس اینٹ کی جگہ — سو میں نے اُس اینٹ کی جگہ بند کر دی میرے ساتھ (نبوت) کی عمارت کو ختم کر دیا گیا اور میرے ساتھ رسولوں کو ختم کر دیا گیا — ”دفی روایتہ انا ابیہنہ وانا خاتم النبیین“ اور ایک روایت میں ہے میں ہی وہ آخری اینٹ ہوں اور میں ہی آخر انبیاء ہوں۔ (مشکوٰۃ ص ۱۱۵، بخاری ص ۲۴۸، مسلم ج ۱ ص ۱۱۲، ترمذی ج ۱ ص ۱۱۲)۔

(۳) بخاری و مسلم میں حدیث شفاعت کو بیان کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو گوں سے کہیں گے کہ آج محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جاؤ پس لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے: ”انت رسول اللہ و خاتم النبیین“ آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ (رواہ مسلم ج ۱ ص ۱۱۲، نور محمدی ص ۱۱۲، ابی ہریرہ)۔

(۴) بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کانت بنو اسرائیل قوم ھھا لا نبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانھ لا نبی بعدہ۔ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام ان کی نگہداری کرتے تھے۔ جب ایک نبی کا وصال ہو جاتا تو دوسرے نبی اُس کے جانشین ہو جاتے لیکن میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ (بخاری و مسلم۔ واللفظ مسلم۔ کتاب الامارہ ص ۱۲۹)۔

(۵) دارمی پیر مشکوٰۃ شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر وانا اول مشافع و مشفع ولا فخر و میں رسولوں کا قائد ہوں اور یہ فخر یہ نہیں کہہ رہا۔ اور میں آخری نبی ہوں مگر یہ فخر یہ نہیں کہہ رہا اور سب سے پہلے شفاعت کر نیوالا اور وہ جس کی سب سے پہلے شفاعت

قبول کی جائے گی وہی ہوں لیکن یہ فخریہ نہیں کہہ رہا ہوں۔ (رداری۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۴)۔

(۷) عریاض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے راوی فرمایا: "افی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم منجدل فی حیثہ"۔ میں بیشک اللہ کے ہاں آخری نبی لکھا ہوا تھا وراں حایکہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں پڑے ہوئے تھے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۹۳۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

(۸) ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "انا اخرا الانبیاء وانتہ اخرا الامم" میں سب نبیوں سے آخری اور تم سب امتوں سے آخری امت ہو۔ (ابن ماجہ ص ۲)۔

(۹) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعلی انت متی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انتہ لانی بعدی"۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ تجھے میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر تحقیق شان یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۷۹۔ بخاری جلد ۲ ص ۶۳۳۔ والفظ مسلم)

(۱۰) عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لو کان بعدی نبی لکان عصا ابن الخطاب"۔ اگر (بغرض محال) میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتا۔ (ترمذی۔ مشکوٰۃ باب مناقب عمر ص ۵۵۸)

(۱۱) انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ: "ان الوصالۃ والنبوتۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی"۔ بیشک رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی۔

(احمد۔ ترمذی۔ ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹۳)

(۱۲) "انہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی"۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۹، ترمذی ج ۲ ص ۲۲۳ عن ثریان رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

بیشک میرے بعد میری امت میں تیس کذاب ہونگے۔ ان میں سے ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ

نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۱۲) یہی روایت حضرت خذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے جس کے آخر میں یہ بھی فرمایا ہے: ”وانی خاتم النبیین لا نبی بعدی“ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (رواہ احمد والطبرانی فی البیہار الاوسط والبیہار رجال الصبیح: مجمع الزوائد ج ۲، ص ۳۲۲) بارہ کا عدد مشرک سمجھ کر اتنی احادیث پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ ورنہ اس باب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں جنہیں امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ”طیغ بیڑاۃ اللہ عدوہ“ میں اور مفتی محمد شفیع دیوبندی نے ”ختم النبوة فی الاحادیث“ میں جمع کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی تو آخر النبیین ہی کے ہیں جس نبی پر یہ آیت اتری اُس نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے اور یہی سمجھائے اور میں معاذِ کرام نے اُس نبی سے قرآن اور اُس کی تفسیر پڑھی انہوں نے بھی یہی معنی سمجھے: اور اپنے بعد دانوں کو بتائے ”تمن شاء فینؤمن ومن شاء فیکفر“، الغرض حق روز روشن کی طرح واضح ہے کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ (مسک الختام ص ۲۵)۔

”جملہ لابی بعدی جملہ خاتم النبیین کی تفسیر ہے اور لابی جس کا ہے جو بحرہ پر داخل ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد یہ جنس ہی ختم ہے“ (مسک الختام ص ۲۲) یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ذاتی، عمرتی، اصلی، بطنی، بردزی، تشریفی یا غیر تشریفی اس زمین میں یا کسی اور جگہ میں، حضور کے زمانہ ظاہری میں یا حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا بلکہ کسی نبی کا آنا ممکن ہی نہیں ہے۔

”مسند امام احمد اور معجم طبرانی کی روایت کے ماتحت اس روایت میں بھی خاتم النبیین کے بعد لابی بعدی بطور تفسیر مذکور ہے۔ اور اسی وجہ سے اس جملہ کا پہلے جملہ یہ عطف نہیں کیا گیا اس لیے کہ بلاغت کا قاعدہ ہے کہ جب جملہ ثانیہ جملہ اولیٰ کے لیے عطف بیان ہو تو پھر عطف ناجائز ہو جاتا ہے اس لیے کہ عطف نسق چاہتا ہے تنایر کر اور عطف بیان چاہتا ہے بکمال اتحاد کر۔ اور کمال وحدت اور مغائرت جمع نہیں ہو سکتی۔“

(مسک الختام ص ۲۳)

خلاصہ کلام

الحاصل آیت کریمہ خاتم النبیین میں لغوی معنی اور احادیث، تفاسیر اور اجماع امت بلکہ خود درو بندی علماء کی تصریحات کی روش سے شرعی معنی متواتر اور قطعی اجماعی یہی ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ سب انبیائے کرام کے زمانوں کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ اور یہ آخری نبی ہونا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے فضلِ جلیل ہے۔ کیونکہ آخری نبی ہونے سے حضور کی شریعتِ معلّمہ کو شرفِ انصافیت حاصل ہوا حضور علیہ السلام ناسخ الادیان ہونے اور حضور کے دین متین کا ناسخ کوئی نہیں آئے گا حضور سب سے بلند و بالا رہے اور آپ سے بلند و بالا کوئی نہیں ہوگا۔ خاتم النبیین کے اس معنی پر ایمان لانا ضروریاتِ دین سے ہے اور اس کا انکار قطعی کفر ہے۔ یہ انکار خواہ صراحتاً ہو یا تاویل قاسد سے جیسا کہ نانوتوی صاحب اور پھر اس کی اتباع میں سزا غلام احمد قادیانی نے تاویلاتِ باطلہ کی ہیں۔ اب تائین کلام اس کے مقابل جناب نانوتوی صاحب کی تحذیر الناس کی پوری پوری عبارتیں مع سیاق و سباق بنورِ ملاحظہ فرمائیں۔ وہ دیکھتے ہیں۔

”بعد حمد و صلاۃ کے قبل حرمین جواب یہ گزارش ہے کہ آؤں معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ وقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ معلّم در صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا چاہیے یہ اختصار سوادب ہے اس کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور سب میں آخری ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدّم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ تفصیلت نہیں پھر مقامِ مدح میں ”ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“ فرمانا اس ضرورت میں کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصافِ مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقامِ مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب فتوہ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قدر و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت و غیرہ اوصاف میں بلکہ عزت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اور وہ کو ذکر نہ کیا دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصانِ قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور

ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں، اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔
 باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے سید باب مذہب نبوت کیلئے جو کچھ بھوٹے دعوے
 کر کے خلافت کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔ پر جملہ مآکان محمد ایا احد من رجاکم
 اور جملہ ملکات رسول اللہ وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر حطت کیا
 اور ایک کو مستدرک متلور دوسرے کو استدارک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ریلی اور
 بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر سید باب مذکور مشکور ہی تھا تو اس کے لیے اور
 بیسیوں موقعے تھے بلکہ بنائے خاقیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سید باب مذکور خود بخود
 لازم آجاتا ہے۔ اور تفصیلت نبوی وہ بالا ہو جاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض
 کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ انتھی بلفظ (تخیر الناس من مطبوعہ کتب خانہ مطبع قاسمی
 دیوبند) اس عبارت مذکورہ کو بغور پڑھیے اور دیکھئے کہ اس میں کتنے کفریات ہیں۔

۱) خاتم النبیین کے معنی سب سے آخری نبی کو (جو تفسیر احادیث اور اجماع امت سے قطعی اور
 مستر ثابت ہو چکے ہیں) عوام جاہلوں کا خیال بتانا۔ (۲) تمام امت کو عوام اور نا فہم ٹھہرانا۔
 (۳) بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ عوام اور نا فہم کہنا کیونکہ خاتم النبیین کا معنی لاینبی بعدی مشر
 تے خود بیان فرمایا ہے۔ (۴) معنی تفسیر و حدیث اور اجماع کے مخالفین کو اہل فہم بتانا (۵) معنی
 متواتر قطعی میں کچھ نفیست نہ ماننا۔ (۶) اس معنی متواتر کو مقام مدح میں ذکر کرنے کے قابل نہ جاننا۔
 (۷) یہ کہنا کہ اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاقیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔
 (۸) اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانا جائے اور اس وصف کو مدح قرار دیا جائے تو معاذ اللہ
 خدا کی طرف زیادہ گوئی کا وہم ہونا۔ (۹) زیادہ گوئی یہودہ کو اس کو کہتے ہیں اس میں خدا کی تعین
 بھی ظاہر ہے۔ (۱۰) العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (۱۱) اور حضور کی جانب نقصان قدر اور کم رتبہ ہونے
 کا احتمال پیدا کرنا۔ (۱۲) یہ کہنا کہ تاخر زمانی قدر و قامت و شکل و رنگ وغیرہ ان اوصاف سے ہے
 جنکو نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ (۱۳) ختم زمانی کو کالات سے شمار نہ کرنا اور یہ کہنا کہ اہل کمال
 کے کالات ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے اس قسم (آخری نبی ہونا) کے احوال بیان کیا کرتے
 ہیں۔ گریانا تو قری صاحب کے نزدیک تمام امت جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الزمان ہی مانتی ہے

نانوتوی صاحب نے اپنے اس منکھڑت معنی کا نام ختم ذاتی رکھا ہے۔ اور خاتم النبیین کا وہ معنی جو اگلے پچھلے تمام مسلمانوں کا اجماعی اور قطعی عقیدہ ہے اس کا نام ختم زمانی رکھا ہے۔ چنانچہ حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے بھی نانوتوی صاحب کی اس تحقیق جبرید سے مستفید ہو کر یہی کچھ لکھا ہے۔ مثلاً۔
 ”ختم نبوت کے دو معنی ہیں۔ اول ختم زمانی کہ جس کے معنی ہیں کہ خاتم کا زمانہ سب نبیوں کے اخیر میں ہو۔ اس کے زمانہ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہ ہو۔ اس کو ختم زمانی کہتے ہیں۔ پس جو شخص سب کے بعد ہو۔ زمانہ میں اس کو خاتم اس اعتبار سے کہہ سکیں گے۔ چاہے وہ اپنے پہلے والوں سے افضل ہو یا سب سے کم درجہ کا ہو۔ یا بعض سے اعلیٰ اور بعض سے اسفل ہو۔

دوم :- ختم رتبی اور ذاتی۔ اس سے عبارت ہے کہ مراتب نبوت کا اس پر خاتم ہوتا ہو۔ اس سلسلہ میں کوئی اس سے بڑھ کر نہ ہو۔ جتنے مرتبہ اس سلسلے کے ہوں سب اس کے نیچے اور اس کے محکوم ہوں۔“ (اشہاب الشاقب ص ۸۴)۔

ٹانڈوی کی اس ترجمانی کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر خاتم النبیین سے ختم زمانی مراد لی جائے تو اس سے حضور علیہ السلام کا سب نبیوں سے افضل مہرنا لازم نہیں آتا۔

کیونکہ آخر از ان چاہے پہلے والوں سے افضل ہو یا سب سے کم درجہ کا ہو۔ یا بعض سے اعلیٰ اور بعض سے اسفل ہو۔ (مسئل)

اور خاتم ذاتی کا سنی چرنک سب کا سرور اور رئیس اعظم ہے۔ اگلے پچھلے اور اس کے زمانے والے سب اس کے خورشہ چین ہوں گے۔ وہ ان میں سے کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔ لہذا بنظر اس کے علم مرتبہ اور اس کی ذات والاصفات کے نہ زمانہ اول ضروری ہے نہ واسطہ نہ آخر۔ بالغرض اس کے زمانے میں کوئی نبی پیدا ہو جائے یا اس کے بعد اس زمین یا اور کسی زمین میں تجریر کر لیا جائے تو اس کی خاقیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ کیونکہ اس کے زمانے میں یا اس کے بعد جو نبی پیدا ہوگا۔ وہ اس خاتم ذاتی کا اہل ہوگا۔ عکس ہوگا۔ اس کی نبوت بالعرض ہوگی اس نے نبوت کا استفادہ اس خاتم ذاتی سے ہی کیا ہوگا یہ ہے مفہوم خاقیت نانوتوی صاحب اور ان کے اتباع کے نزدیک اسی بنا پر نانوتوی صاحب نے ص ۸ پر لکھا ہے۔ ”چنانچہ اضافت الی النبیین بایں اعتبار کہ نبوت منجملہ اقسام مراتب ہے یہی کہ اس مفہوم کا معنی ایہ وصف نبوت ہے زمانہ نبوت نہیں“ یعنی حضور خاتم النبیین مراتب

نبوت کے خاتم ہیں۔ زمانہ نبوت کے خاتم نہیں۔ لہذا ان کے بعد بھی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اسی مفہوم کو ثناء ندوی صاحب نے الشہاب الثاقب میں پرمکھا ہے۔ پھر اسی کو نانو تووی صاحب مشہد پر یوں بیان کرتے ہیں: "شایان شان محمدی خاتمت مرتبی ہے نہ زمانی؟" اسی مضمون کو آگے یوں صراحتاً بیان کیا ہے: "عزم انتقام اگر یاس معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو۔ جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے؟ (تحدیر الناس ص ۱۳) اس عبارت کا صریح مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبیین کے اگر یہ معنی لیے جائیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ تو بقول نانو تووی صاحب اس میں یہ خرابی ہے کہ حضور اس صورت میں صرف انہیں انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہونگے جو حضور سے پہلے تشریف لائے ہیں۔ لیکن اگر خاتم کا وہ معنی تجویز کیا جائے جو نانو تووی صاحب نے بیان کیا ہے کہ حضور بغیر کسی واسطے کے اپنی ذات سے خود بخود نبی ہیں۔ تو میں یہ خوبی اور کامل ہے کہ اگر حضور کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو۔ تو پھر بھی حضور دلیس ہی خاتم النبیین رہیں گے کیونکہ حضور کے زمانے میں جو اور نبی ہونگے وہ بالذات نہیں بالفرض نبی ہونگے یعنی اپنی ذات سے نہیں بلکہ حضور سے ہی فیض حاصل کر کے نبی بنیں گے۔ تو اس طرح خاتمت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔

پھر یہی نانو تووی صاحب تحدیر الناس میں لکھتے ہیں۔

۔ ہاں اگر خاتمت بمعنی الصفات ذاتی بر صفت نبوت یعنی جیسا اس پیچیدان نے عرض کیا ہے

۱۔ محمد اور اس صاحب کا نہ صلی نے ماثیہ میں لکھا ہے۔ "یعنی اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمت محمدیہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ کیونکہ خاتم کے لیے بنظر اس کے علم مرتبہ اور اس کی ذات والا صفات کے نہ زمانہ اول ضروری ہے نہ اوسط نہ آخر" (کما صرح فیہ المنقذ عن الصدیقین ص ۱۵)

لشہاب الثاقب أخذ من تحدیر الناس)۔

۲۔ لصفات ذاتی بر صفت نبوت کے معنی اپنی ذات سے خود بخود نبی ہونا۔

تو پھر صواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی۔ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی جی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ (تحذیر الناس طبع اول

ص ۲۸، طبع ثانی ص ۲۷)۔

اب اس عبارت سراپا شرارت کا صاف مزید مطلب یہی ہوا کہ اگر خاتم النبیین کے یہ معنی لیے جائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار زمانے کے سب سے پچھلے نبی ہیں (جیسا کہ تمام اُمت کا قلعی اجماعی عقیدہ ہے) تو اس میں یہ خرابی ہے کہ حضور کا صرف انہی انبیاء علیہم السلام میں لیے مثل ہونا ثابت ہوگا بعد دنیا میں پیدا ہو چکے ہیں۔ لیکن اگر خاتم النبیین کے وہ معنی سُر دیے جائیں جو خود میں نہ تو قوی صاحبِ کمال نے بیان کیے کہ حضور بغیر کسی دوسرے نبی کے واسطے کے اپنی ذات سے خود بخود نہی ہیں۔ تو اس میں یہ خوبی ہے کہ جو نبی پیدا نہیں ہوئے اور حضور کے بعد ان کا پیدا ہونا مقدر ہے ان سے بھی حضور کا فضل ہونا ثابت ہو جائیگا۔ اور خاتمیت محمدی میں بھی کوئی فرق نہیں آئیگا۔ کیونکہ حضور کے زمانے کے بعد جو نبی پیدا ہوں گے وہ سب کے سب اپنی ذات سے نہیں بلکہ حضور کے واسطے اور حضور ہی کے فیض سے نبی ہونگے۔ پھر اسی مقہوم کو تحذیر الناس میں اُگے یوں بیان کیا ہے: ”اور انبیاء میں جو کچھ ہے۔ وہ ظل اور عکس محمدی ہے۔ کوئی کمال ذاتی نہیں۔“ (تحذیر الناس ص ۲۹)۔

اُگے لکھا ہے: ”اس صورت میں اگر اہلِ دُخل میں تسادی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت

۱۔ افراد مقصود بالخلق وہ لوگ جن کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کو مقصود ہے۔

۲۔ مماثل نبوی کا معنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل۔ ۳۔ انبیاء کے افراد خارجی سے مراد وہ

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو دنیا میں تشریف لا چکے۔ ۴۔ انبیاء کے افراد مقدرہ سے مراد وہ نبی جو دنیا میں پیدا نہیں ہوئے لیکن ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونا مقدر ہے۔

بوجہ اصلیت پھر بھی اصرار ہے گی۔ (تخذیر الناس ص ۲)۔

ان دونوں عبارتوں کا صریح مطلب بھی یہی ہے کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے بعد نبی پیدا ہوں تو حضور کی خاقیت میں کچھ فرق نہیں آئیگا کیونکہ وہ نبی حضور ہی کا ظل اور عکس ہوں گے۔ بلکہ اگر اصل اور ظل میں تسادی بھی ہو یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خاتم النبیین اور وہ بھی خاتم النبیین ہوں تو بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ بوجہ اصل اور ذاتی بنی ہونے کے افضلیت پھر حضور کے لیے ہی ہوگی۔ چنانچہ آگے اور صاف نکھ دیا اب خلاصہ دلائل بھی سنیں کہ دربارہ وصف نبوت فقط اس زمین کے انبیاء علیہم السلام ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مستفید و مستفیض نہیں۔ جیسے آفتاب سے قمر و کواکب بلکہ اور زمینوں کے خاتم النبیین بھی آپ سے اسی طرح مستفید و مستفیض ہیں۔ یعنی ساتوں زمینوں میں سات خاتم النبیین ہیں۔ مگر چونکہ باقی زمینوں کے خاتم ہمارے حضور علیہ السلام ہی سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ جیسے چاند اور ستارے سورج سے اس لیے حضور کی خاقیت میں کچھ فرق نہیں آئیگا (تخذیر الناس ص ۲)۔

مزید لکھا ہے: ”اگرچہ انور قمر زور آفتاب سے مستفید ہے ایسے ہی بعد لحاظ مضامین مطہر فرق مراتب انبیاء کو دیکھ کر یہ سمجھیں کہ کمالات انبیاء سابق اور انبیاء مآخت کمالات محمدی سے مستفاد (تخذیر الناس ص ۲) ناظرین کرام ذرا اس پر غور فرمائیں کہ انبیاء سابق تو وہ ہوئے جو حضور سے پہلے گذر چکے یہ انبیاء مآخت کون سے ہوئے۔ وہی جن کا آنا حضور علیہ السلام کے زمانے میں اور حضور کے بعد پیدا ہونا جائز مانا ہوا ہے۔ ان صریح اور واضح ترین عبارات کو پیش نظر رکھ کر اب آپ ہی انصاف سے فیصلہ فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت حمید دین دملت مولانا شاہ محمد احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے نالوتوی صاحب پر کیا زیادتی کی ہے؟ کوئی نافرمانی ہے؟ کیا نالوتوی صاحب نے ان عبارات میں، مولوی حسین احمد ٹانڈوی، مفتی حسن درہنگی، عبدالشکور کاکوروی اور محمد منظور سنبھلی وغیرہ کے لیے تاویل کی کوئی گنجائش باقی چھوڑی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ نالوتوی صاحب نے ان عبارات ہمیشہ میں حضور پر زور شافع یوم النشور ستید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پچھلے نبی ہونے کی صریح تکذیب کی ہے۔ حالانکہ حضور کا خاتم النبیین معنی آخر الانبیاء ہونا وہ ضروری دینی عقیدہ ہے۔ جبکہ انکار صریح کفر ہے۔ کامر اور خود اپنی ذاتی رائے سے ختم نبوت کے لیے

معنی گھڑے ہیں جن سے قیامت تک ہزاروں لاکھوں جدید نبیوں کے لیے بروزی ہر منی زہ ظلی عکسی کی اختراعی اصطلاح کی آڑ میں نبوت کا دھواڑہ کھول دیا۔

۱) نانوتوی صاحب نے انبیاء کے افراد مقدہ بدلے تو مرزا صاحب نے انبیاء کے افراد مقدہ میں سے خود کو گزار دیا۔

۲) نانوتوی صاحب نے دیگر انبیاء کی نبوت کو بالعرض کہا تو مرزا نے قادیان بھی اپنی نبوت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیض، خود کو حضور کا غلام اور ظلی بروزی نبوت کا حامل نکھارا۔

۳) نانوتوی صاحب نے خاتیت زمانی کو غیر اہل فہم کا خیال ٹھہرایا تو مرزا صاحب نے تصدیق کر دی۔

۴) نانوتوی صاحب نے لکھا کہ خاتیت زمانی کو کائنات نبوت میں کوئی دخل نہیں تو مرزا جی نے تائید کر دی۔

۵) نانوتوی صاحب نے کہا کہ زیر بحث آیت (و خاتم النبیین) میں جدید مدعیان نبوت کے سہ باب کا کوئی موقع دخل نہیں ہے تو مرزا جی نے پھر کہہ کر چشم مار دینا دل ماشاؤ۔

۶) نانوتوی صاحب نے خدا اور رسول کی ذاتی موٹی خاتیت زمانی کو ٹھکرا کر خاتیت مرتبی تراشی تو مرزا صاحب نے اسے بسر و چشم کہہ کر قبول کیا۔

۷) نانوتوی صاحب نے جس طرح مصرعہ کہا کہ حضور کے بعد ہزاروں نبی آسکتے ہیں تو مرزا صاحب نے بیرونہ لگا دیا کہ میں بھی اُن آنے والوں میں سے ایک ہوں۔

۸) نانوتوی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد انبیاء کا آنا تجویز کیا تو مرزا جی نے اُن کی تجویز کو عملی جامہ پہنا دیا۔

۹) نانوتوی صاحب نے لکھا کہ حضور کے زمانہ میں کوئی نبی ہوا بالفرض بعد زمانہ نبوی تجویز کیا جائے تو اس سے خاتیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ مرزا صاحب پکارے کہ جب بعد زمانہ نبوی اور نبی آنے سے خاتیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا تو لیجئے ہم خود ہی آگئے۔

۱۰) نانوتوی صاحب نے بتایا کہ خاتیت کا مطلب بتانے میں بڑوں سے غلطی ہو گئی اسی لیے خاتیت زمانی کی رٹ ٹکاتے رہے دراصل انہوں نے بے التفاتی برقی اصل مفہوم تک اُن کا (خدا اور رسول تک کا)

بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر

پنابچہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی نانوتوی صاحب کی طرح حضور کو سید کل اور افضل الانبیاء مانتے
کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنے آپ کو ظلی اور عکسی ہی ظاہر کرتا ہے۔ آگے چل کر ہم اس کی بعض
عبارات پیش کریں گے۔

اس موقع پر یہ ضروری بات بھی مجھے عرض کرنی ہے کہ نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کی
جو مگر مگر تفسیر بلکہ تحریف کی ہے۔ وہ تفسیر بالرائے ہے۔ اور خود نانوتوی کو بھی تسلیم ہے کہ اس
سے پہلے کسی نے یہ معنی بیان نہیں کیے۔ وہ خود دیکھتے ہیں۔

”یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانیں تو ان کی تحقیر لغو بالذات لازم آئیگی یہ انہی لوگوں کے
خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات فقط ازراہ جملے ادبی نہیں مانتا کرتے ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں
تو بجائے الحق یقین علیٰ نفسہ اپنا یہ دھیرہ نہیں۔ نقصان شان اور چیز ہے۔ اور
خطا و نسیان اور چیز اگر وجہ کم اتفاقی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا فرق
آگیا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا؟“
سہ سگاد باشد کہ کودک نادان از سطر بردہ فزند تیرے

(تحذیر اناس ص ۲۶)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ نانوتوی کو یہ تسلیم ہے کہ تیرہ سو برس سے آج تک کسی عالم
کسی مفسر، کسی متکلم، کسی محدث، کسی امام کسی تابعی کسی صحابی نے سنی کہ خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے آیہ خاتم النبیین کے وہ معنی ہرگز ہرگز نہیں بتائے جو بقولہ کودک نادان نانوتوی صاحب نے
گھڑے۔ یہوں نے غلطی کی وہ قبول گئے مگر اس خطا و نسیان سے ان کی شان میں کوئی کمی نہیں آئی
اور میرا مرتبہ کچھ بڑھ نہیں گیا۔ کم اتفاقی کی وجہ سے بڑوں (راۓ دین، تابعین، صحابہ کرام، بلکہ حضور علیہ السلام)

پچھلے صفحے کا حاشیہ۔

ذہن نہیں پہنچ سکا۔ اور میرے جیسے کودک نادان نے غور و فکر کر کے اصل مفہوم بتایا اور ٹھکانے
کی بات کہی ہے (یعنی خاتمت زمانی) تو مرزا صاحب مارے خوشی کے اُچھل کر بولے :- ع۔
آپ کا زمان ہمارا دین و ایمان ہو گیا۔ (اختر شاہ جہان پوری)

کا فہم اس مضمون تک نہیں پہنچا۔ نانوتوی صاحب نے خود یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ تفسیر بالرائے کے نزدیک کافر ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: ”اس یہ گزارش ہے کہ ہر چند آیت اللہ الذی خلق سبع سموات کی یہ تفسیر ذکر ہرزین میں ایک خاتم النبیین ہے (کسی اور نے نہ لکھی ہو پر جیسے مفسران متاخر نے مفسران مقدم کا خلاف کیا ہے میں نے بھی ایک نئی بات کہی تو کیا ہوا معنی مطابقی آیت اگر اس احتمال پر منطبق نہ ہوں تو البتہ گنہگار نہیں تفسیر ہے اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ موافق حدیث ”مَنْ خَشِيَ الْقَدَانَ بِرَأْيِهِ فَقَدْ كَفَرَ“ قر مجید: جو شخص قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کرے۔ پس تحقیق وہ کافر ہو گیا۔ (تذکرہ اناس ص ۳۷)

پھر آگے لکھا ہے: ”جب کوئی دلیل ہے نہ قرینہ تو پھر ترجیح ابعاداً لا اختلافاً بعض اپنی عقل نارسا کا ڈھکوسلا ہے۔ اور اس کو تفسیر بالرائے اعمیٰ تفسیر بالمہوی اور تفسیر من عند نفس کہہ سکتے ہیں (تذکرہ اناس ص ۳۷) اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ بغیر دلیل (کتاب و سنت اور لغت عرب) اور بغیر کسی قرینہ (سابقہ یا لاحقہ) متفہم لغت عرب اور محاذات عرب اور لغت قرآن مجید کے خلاف محض طرف فلسفہ و منطق کی بنا پر اپنی ذاتی رائے سے بیان کیا جائے وہ محض عقل نارسا کا ڈھکوسلا ہے۔ نیز یہ امر بھی نانوتوی صاحب کی عبارت سے واضح ہوا کہ تفسیر بالرائے تفسیر بالمہوی اور تفسیر من عند نفس ایک ہی چیز ہے۔ اب دلیر بندوں کے مشہور علامہ نور شاہ کشمیری کی سینے اور جناب نانوتوی صاحب کے منطق خود ہی فیصلہ کیجئے کہ وہ کیا ہیں؟

نانوتوی نور شاہ کشمیری کی زد میں :-
 ”وارادۃ ما بالذات وما بالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن مجید و حواہ عرب و نہ نظم قرآن، سچو گز نہ ایماء و دلالت بران۔ پس اضافہ استفادہ نبوت زیادت است بر قرآن بمحض اتباع ہوی (رسالہ خاتم النبیین ص ۳) یعنی ما بالذات اور ما بالعرض کا ارادہ (سیما نانوتوی صاحب نے بیان کیا ہے، عبارت پہلے گزر چکی ہے) عرف فلسفہ ہے۔ عرف قرآن مجید اور محاورہ عرب نہیں ہے اور نظم قرآن کو اس معنی کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔ اور نہ نظم قرآن اس پر دلالت کرتی ہے۔ پس اضافہ استفادہ نبوت محض اتباع ہوی کی وجہ سے قرآن پر زیادتی ہے۔ استفادہ نبوت کا قول بھی نانوتوی صاحب کا بیان کردہ معنی ہے۔ عبارات بلغظ پہلے منقول ہو چکی ہیں۔ اضافہ استفادہ نبوت اتباع ہوی ہے۔ اور اتباع ہوی تفسیر بالرائے ہے۔ اور تفسیر بالرائے کرنے والا کافر ہے چونکہ یہ سب محذات نانوتوی اور نور شاہ دلیر بندی کے مسلم ہیں۔ اس لیے نتیجہ قطعی ہے۔

اور لیجئے یہی نور شاہ کشمیری اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں: "واما الختم بمعنی استحقاق
ما بالعرض الحب ما بالذات فدیجوز ان یکون ظہر هذه الآية لان هذا المعنی
لا یحرقه الا اهل المعقول والقلقة والتنزیل نازل علی متفاهم
لغة العرب لا علی لذهنیات المخرجتہ" (عقیدۃ الاسلام ص ۲۵۶)

یعنی نبوت کی یہ تقسیم کہ حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں اور باقی انبیاء بالعرض حضور کی نبوت اعلیٰ
جسے اور باقی انبیاء کی عکسی اور ظلی یہ خالص مرزائی نظریہ کی تائید ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
واسطے سے تمام نعمتوں اور کمالات کے ملنے کا یہ معنی نہیں ہے، کہ جس کو حضور علیہ السلام سے کوئی
کمال ملا ہو اس کو معاذ اللہ نبی کہا جائے۔ کمالات نبوت اور کمالات رسالت کا حصول اولیاء اللہ کے
لیے ثابت ہے۔ اور یہ سب حضور ہی کے اتباع کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن ان کمالات
کے حاصل کرنے والوں کو نبی نہیں کہا جاتا ہے۔ قادیا نیوں اور اُن کے ہمنواؤں کا یہ اس تہ لال سراسر
باطل ہے کہ جو شخص خدائی الرسول ہو۔ اور حضور کی کمال اطاعت و اتباع کا مقام حاصل ہو۔ اس کو نبی کہہ
سکتے ہیں۔

پچھلے صفحہ کا حاشیہ
ترجمان و بیست مولوی منظور سنبھلی لکھتا ہے: "تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے متعلق تو کہا
جاسکتا ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء کی نبوت سے مستفاد ہے۔ لیکن، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر
یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔" (فیصلہ کن مناظرہ ص ۳۵) اب دیوبندی ہی بتائیں کہ بقول مولوی نور شاہ کشمیری
استفادہ نبوت کا قول اتباع ہو ہی ہر ایا نہیں؟ اور بقول نانوتوی تفسیر بالرائے اور تفسیر بالحدی ایک ہی
چیز ہے یا نہیں؟ پس نتیجہ ظاہر ہے کہ نانوتوی کی تفسیر خاتم النبیین محض اتباع ہوئی ہے۔ تفسیر بالرائے
ہے۔ اور تفسیر بالرائے خود نانوتوی صاحب کے نزدیک بھی کفر ہے۔ علامہ نور شاہ نے اگرچہ مراجعہ
نانوتوی صاحب کا نام نہیں لیا مگر خاتم النبیین اور عقیدۃ الاسلام کی ان عبارتوں سے صریح طور پر تحذیر اناس
کی عبارات کفریہ کا رد کیا ہے۔ لکھا: لَا یَخْفُو عَلَى الْعَارِفِ الْعَقْلِینِ۔

سہ۔ مرزائی حضرات اور اُن کے ہمنواؤں کے اس کلیہ کی رو سے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
کو نہ صرف نبی بلکہ خدا ماننا ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اُن حضرات سے بڑھ کر خدائی الرسول اور خدائی اللہ
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سکتے ہیں۔ اور اس سے حضور کی ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ کیونکہ تمام کمالات کا اصل حضور ہی ہیں۔ اور فنا فی الرسول کے کمالات ظلی اور عکسی طور پر ہیں اگر اس استدلال کی رو سے فنا فی الرسول کو نبی اور رسول کہہ سکتے ہیں تو کیا جس شخص کو فنا فی اللہ کا مقام حاصل ہو اسے اللہ کہا جائیگا (ایضاً، باللہ تعالیٰ)۔

مولوی حسین احمد صاحب عبارت تحذیر الناس

مشہور عالمگوشی مولوی مفتی عن الدین یعنی صدر در بند۔ مولوی حسین احمد نانوتوی نے مولوی قائم نانوتوی کی تحذیر الناس والی عبارات کے متعلق اپنے مشہور گالی نامہ "اشہاد الشہب" کے صفحات توبہ کے ہیں جس میں ادھر نانوتوی کی دل کھول کر تعریف کا خطبہ دیا اور ادھر امام اہلسنت والجماعت میں ہرگز کو خوب گایاں بھی دیں پھر تحذیر الناس کے مختلف اوراق سے کچھ عبارات بھی پیش کر دیں۔ اور اپنی فرغی علمیت و قابلیت کی ڈینگیں بھی ماریں۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے جن عبارات تحذیر الناس پر مواخذہ فرمایا اور علامہ عرب دہم نے جن پر حکم کفر لگایا تھا ان عبارات کو ان صفحات میں نقل کیا نہ ان کی ایسی ترمیم کی جس سے وہ کفری معنی سے بچ سکے جیسے ان کی ایسی دیکھا۔

کون ہے؟ نیز ان بزرگوں کے کمالات عالیہ میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ اس کے باوجود وہ حضرات قدسی صفات بھی نبی نہ ہونے تو اور کوئی کس کھیت کی مرل ہے؟

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں۔

یا علی! اَنْتَ صِدِّیقٌ مَعْنُوْلٌ لِّی
ہَا دُوْنِیْ مِنْ مُّوْسٰی وَ لٰکِنْ لَا کِیْفِیْ
اے علی! تیری میرے ساتھ وہ نیت ہے جو حضرت
موسٰی کو موسٰی علیہ السلام کیساتھ تھی۔ لیکن میرے بعد کوئی
نبی نہیں بنایا جائیگا۔

جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسا کامل الولايت شخص حضور علیہ السلام کے بعد نبی نہیں ہو سکتا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے ملہم کامل الذی وافق رابیعہ بالوحی والکتاب کو فرما دیا گیا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی بنایا جاتا تو عَصْرُ بِنِ الْخَطَابِ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی ہو سکتے۔

پیش کشیں۔ جن سے اُن کا مفہوم تعلیمات اسلامیہ کے موافق ہو جاتا جب مصنف "شہاب ثاقب" کو نانوتوی صاحب کی حمایت ہی مقصود تھی تو چاہیے تھا کہ تحذیر ان س کی اصل عبارات متنازع قیاباً کو بلفظ نقل کرتے اور اُن سے کفری الزام کو اٹھاتے اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں اُن عبارات کا صحیح اور بے غبار ہونا ثابت کرتے اور اپنے مخالفین کو بھی نانوتوی صاحب کا حجتہ اللہ علیہ الطین اور مرکز دائرہ التحقیق والتمہ فیق وغیرہ ہونا یاد دہا کرتے، مگر ادھر تو مصنف میں یہ دلیری اور جرأت نہیں تھی اور ادھر اُن عبارات تحذیر الناس میں ایسی گنجائش اور صلاحیت ہی نہیں کہ اُن کی کوئی صحیح تاویل ہو سکے، اس لیے صدر دیوبند نے یہی مصلحت سمجھی کہ ان عبارات کو نقل ہی نہ کیا جائے، ہاں عوام کو قالب میں رکھنے کے لیے نو صفحے محض سخن پروری اور لغزات سے بھر دیئے گویا اپنے اس عمل سے اعتراف کر لیا کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مواخذات لا جواب ہیں، کاش! دیوبندی فرقہ کا یہ مایہ ناز سپوت تحذیر الناس کی ہر سہ کفری عبارات کو بلفظ نقل کرتا، تو ہر شخص اُس کی نقل کردہ عبارات کو اعلیٰ حضرت کی نقل کردہ عبارات سے ملا کر تصحیح نقل کرتا، مطابقت دیکھتا، پھر خود فیصلہ کر لیتا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ان عبارات کو بعینہ بلفظ بالکل مطابق اصل اور موافق نقل شہاب ثاقب نقل فرمایا ہے یا نہیں؟ پھر قارئین پر مصنف شہاب ثاقب کا اس کو صریح کذب و افتراء کہنے کی حقیقت واضح ہو جاتی۔ اس صورت میں وہ ایک بھی نازیبا کلام حضرت کی شان کے خلاف نہیں کہہ سکتے تھے، اور یوں نہ بھر پھر کر گالیاں نہیں دے سکتے تھے ممکن ہے کہ مصنف نے تحذیر الناس کی کفری عبارات کو اس لیے شہاب ثاقب میں نقل نہ کیا ہو کہ اگر ان عبارات کو بلفظ نقل کر دیا، اور وہ عبارات اردو زبان میں ہیں، اور تحذیر الناس اردو خوانوں کے لیے ہی لکھی گئی ہے، لہذا ہر اردو جانتے والا جب ان عبارات کو دیکھے گا، تو اُن کے معنی کفری پر مطلع ہو جائیگا، اور اعلیٰ حضرت کے فتویٰ تکفیر کی تصدیق کے لیے اُس کا ایمان اُس کو مجبور کر لیا، اور نانوتوی صاحب کا کفر آشکارا ہو جائیگا، ہم نے اس مقالہ میں ہر سہ کفری عبارات نانوتوی صاحب کو بلفظ نقل کر کے اُن کی توضیح کر دی ہے، اور ثابت کر دیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا فتویٰ بالکل برحق ہے، اور حسین احمد صاحب اور دیگر علما نے دیوبند کا یہ کہنا کہ عبارات میں قطع و برید کر کے یساق و سباق کو حذف کر کے اعلیٰ حضرت نے کفر ثابت کیا ہے، ہر امر افتراء و بہتان ہے، مصنف "الشہاب الثاقب" مولوی حسین احمد صاحب جو اعلیٰ حضرت کو مفسری اور کذاب کہنے والے ہیں یہی جب تحذیر الناس کی کفری عبارات کا کوئی جواب نہ دے سکے تو اپنی عاجزی اور مجبوری پر پردہ ڈالنے کے لیے دوسرا طریقہ اختیار کر کے کہتے ہیں "حضرت

مولانا صاف طور سے تحریر فرما رہے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونیکا منکر ہو اور یہ کہے کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانہ کے بعد نہیں، بلکہ آپ کے بعد اور کوئی نبی آسکتا ہے اقول کیا نانوئی صاحب کا یہ صریح کذب اور عیا جاکتا جھوٹ نہیں کہ مذکورہ بالا تحذیر الناس کی عبارت ہے مصنف شہاب ثاقب تو مرکز می میں مل گئے ان کا کوئی پیرو بتائے کہ فلاں صحف پر یہ عبارت بلفظ تحذیر الناس میں موجود ہے۔ اور اگر اس سے ہم قطع نظر بھی کر لیں اور تسلیم بھی کر لیں کہ یہ عبارت تحذیر الناس میں بلفظ تو نہیں معنا موجود ہے تو بھی یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں۔ اور اس میں خود اپنے آپ کو کفر کا فتویٰ دے کر اپنی ہر سہ کفری عبارات ص ۳، ص ۱۳ اور ص ۲۸ کو کفریہ قرار دے دیا۔ دیوبندی حضرات بتائیں کہ کسی کافر کا بعض اقرار کفر اس کو مسلمان ثابت کر سکتا ہے؟ اگر اس عبارت کو نانوئی صاحب کی عبارت تسلیم کر لیا جائے تو اس میں بقول حسین احمد صاحب،

نانوئی صاحب خاتم النبیین یعنی آخر النبیین کا انکار کرنے اور آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانہ کے بعد نہ ماننے اور آپ کے بعد اور کوئی نبی کے آسکنے کو کفر قرار دیا اور خود تحذیر الناس ص ۳ پر خاتم النبیین کو آخر النبیین کے معنی میں لینے کو خیال عوام قرار دیکر انکار کیا اور اسی طرح آپ کے زمانہ کو انبیاء کے زمانہ کے بعد ماننے کو خیال عوام ٹھہرا کر اس کا انکار کیا۔ اور اس طرح ص ۱۳، ص ۲۸ کی عبارتوں میں آپ کے بعد اور کوئی نبی آسکنے کی تصریح کے خود اپنے آپ کو کفر کا حکم دیا تو یہ عبارت اپنے ہی کافر ہونیکا اقبالی ڈگری ہوئی لہذا مصنف شہاب ثاقب لے اس عبارت کو پیش کر کے بیچارے نانوئی صاحب کی حمایت نہیں کی۔ بلکہ ایسے کفر کو مزید مستحکم کر دیا ہے۔ گویا (مصرعہ) ہوئے تم و دست جس کے دشمن اُس کا آسمان کیوں ہو؟ اگر کوئی کافر مرد اپنے کفریات سے توبہ نہ کرے بلکہ عوام کو دھوکا دینے کے لیے یہ بھی کہتا رہے کہ میں ان کفریات کو کفر سمجھتا ہوں۔ تو کیا اس سے اس کا بری ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگر نانوئی صاحب اور اُس کے مؤیدین فی الواقع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخر الانبیاء تسلیم کرتے ہیں تو انہیں تحذیر الناس کی ص ۳، ص ۱۳، ص ۲۸ کی عبارات کفریہ سے کھلے فہم پر توبہ کرنی چاہیے تھی۔ اس کے برعکس ان صریح کفریات کو تو ایمان ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنا دینی بھرم رکھنے کی غرض سے لوگوں کے سامنے یہ کہتے ہیں کہ ہم حضور کو آخری نبی مانتے ہیں۔ اور منکر کو کافر جانتے ہیں۔ جیسے کوئی بُت پرست شبِ دروز بُت پرستی میں گرفتار رہے اور یہ اعلان بھی کرتا رہے کہ میں بُت پرستی کو کفر سمجھتا ہوں۔ مجھ پر خواہ مخواہ بُت پرستی کی ہمت لگائی جاتی ہے۔

تذیر الناس اور دیوبندی مناظرہ مولیٰ محمد منظور صاحب سنہ ۱۳۵۱ھ

مولیٰ محمد منظور صاحب سنہ ۱۳۵۱ھ فیصلہ کن مناظرہ میں لکھتے ہیں کہ "اس فتویٰ کے غلط اور مخفی تلبیس و فریب ہونے کے چند وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ :- مولیٰ احمد رضا خان صاحب نے اس جگہ تذیر الناس کی عبارت نقل کرنے میں نہایت افسوسناک غلطی سے کام لیا ہے جس کے بعد کسی طرح اس کو تذیر الناس کی عبارت نہیں کہا جاسکتا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت تذیر الناس کے تین مختلف صفحات کے متفرق فقروں سے جوڑ کر بنائی گئی۔۔۔ خان صاحب موصوف نے فقروں کی ترتیب بھی بدل دی ہے۔ اس طرح کہ پہلے صفحہ ۱۳ کا فقرہ لکھا ہے اس کے بعد صفحہ ۲ کا پھر صفحہ ۳ کا خان صاحب کے اس ترتیب بدل دینے کا یہ اثر ہوا کہ تذیر الناس کے تینوں فقروں کو اگر علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ پر دیکھا جائے تو کسی کو انکار ختم نبوت کا دہم بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہاں انہوں نے جس طرح تذیر الناس کی عبارت نقل کی ہے اس سے صاف ختم نبوت کا انکار ختم ہوتا ہے ؟

جواب :- دیوبندی مناظرہ کا اعطفت کی طرف تلبیس و فریب کی نسبت کرنا اپنے کفریات پر پردہ ڈالنے کے لیے ہے۔ اعطفت نے تینوں عبارتیں بغلطہ نقل کی ہیں کسی عبارت میں اپنی طرف سے ایک لفظ کی بھی کمی بیشی نہیں کی۔ اور ان عبارت پر جو حکم کفر لگایا ہے، وہ بھی بالکل درست ہے جس کا اعتراف مذکورہ بالا عبارات میں خود مولیٰ منظور صاحب کو بھی کرنا پڑا ہے وہاں یہاں دریند کا کہنا کہ تذیر الناس کے تینوں فقروں کو علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ پر دیکھا جائے تو کسی کو انکار ختم نبوت کا دہم بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ دعویٰ سراسر باطل ہے۔ پہلے ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ تذیر الناس کی یہ تینوں عبارتیں اپنی اپنی جگہ مستقل کفر ہیں۔ ان کی تقدیم و تاخیر سے نا تو مولیٰ صاحب کے کفر میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور یہ عبارت منقولہ جن کو مولیٰ منظور صاحب نام لکھ فقرے کہہ کر مغالطہ دینا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک عبارت کلام تام ہے۔

دوسری وجہ :- اور دوسری دلیل سنبھلی صاحب نے یہ پیش کی ہے کہ خالص صاحب نے عبارت
تذیر اناس کے عربی ترجمہ میں ایک افسوسناک خیانت یہ کی ہے کہ تذیر مست کی عبارت اس طرح تھی۔
”مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔“

ظاہر یہ کہ اس میں صرف فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے جو بطور مفہوم مخالفت فضیلت بالعرض
کے ثبوت کو مستلزم ہے۔ مگر خالص صاحب نے اس کا عربی ترجمہ اس طرح کر دیا :- مع انہ لا فضل فیہ
اصلاً عند احد الفہم جس کا یہ مطلب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم
کے نزدیک اہل فضیلت نہیں۔ اور اس میں ہر قسم کی فضیلت کی نفی ہو گئی اور ان دونوں میں زمین و آسمان
کا فرق ہے (گناہ بخشتی)۔

جواب :- اس ولوبندی وکیل نے آنحضرت پر تو یہ الزام لگایا کہ انہوں نے عبارت میں قطع و برید کی
ہے اور بیاق و سباق نقل نہیں کیا ہے۔ مگر اس دوسری وجہ میں خود سنبھلی صاحب نے بدترین خیانت
کا مظاہرہ کیا ہے اور تذیر اناس کی صرف ایک صطر نقل کر کے بلاذات کی آڑ میں یہ ثابت کرنے کی سعی
کی ہے کہ بطور مفہوم مخالفت یہ ثابت ہو رہے کہ تاخر زمانی صاحب فضیلت بالعرض کے قائل ہیں۔
جناب سنبھلی صاحب تاخر زمانی صاحب کے نزدیک خاتم بمعنی آخری نبی ماننا باطلوں کا خیال ہے اس سے
خدا کی جانب نفوذ باللہ زیادہ گہری گواہی ہو سکتی ہے۔ اس وصف کو فعال میں کچھ دخل نہیں چنانچہ
تاخر زمانی کی اصل عبارت مست ہم تاخرین بالصفات کی خدمت میں بلفظ نقل کرتے ہیں :- ”بعد محدود
صلوات کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب
میں کچھ درخت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ
انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا
تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام عرض میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین
فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے
اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا

میں معلوم وغیرہ ممکن شرعاً نامائز انبیائے کرام کی شان میں تحقیر اور سخت عجز و بیعت ہے۔

ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک طرف خدا کی جانب توجہ باللہ زیادہ گئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قدر و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسبت و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اور وہ کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں۔

(تخذیر الناس مطلبہ مطبوعہ قاسمی دیوبند - یو پی ص ۳۰)

عبارت مذکورہ تخذیر الناس کو ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں مندرجہ ذیل کفریات ہیں۔ (۱) خاتم النبیین کا جو معنی تفاسیر احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ اسے عوام جاہلوں کا خیال بتانا (۲) خاتم النبیین بمعنی آخری نبی بتانے والوں کو نافعہم ٹھہرانا۔ (۳) تمام امت بلکہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عوام اور نافعہم کہنا نیز مخالفین معنی تفسیر و حدیث و اجماع کو اہل فہم بتانا (۴) خاتم بمعنی آخر کو اوصاف مدرجہ سے نہ ماننا (۵) تاخر زمانی کو ان اوصاف میں داخل کرنا جن کو بزعمنا نوٹوی صاحب نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں بلاتش بسبب صاحب تخذیر الناس کے ص ۳۰ کی اس عبارت کو پیش نظر رکھتے ہو آخر اس وصف میں (یعنی تاخر زمانی) اور قدر و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسبت و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے؟ تو ان کو یہ بات مانتی پڑی کہ نالوتوی کے نزدیک تاخر زمانی (بالذات یا بالعرض) کو فضائل میں کچھ دخل نہیں جس کا صاف مطلب وہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل فضیلت نہیں۔ فضائل میں کچھ دخل نہیں اور بالکل فضیلت نہیں میں کیا فرق ہے؟ پس بسبب صاحب گانا نوٹوی صاحب کی عبارت سے وہ فرضی مفہوم اصل عبارت کے خلاف تلاش کیا کہ ان کی وراثت داری ہے؟ عبارت تخذیر الناس پر باقی مراعات ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ فلا نسیدھا۔

تفسیری وجہ بدلولی منظور بسببی نے آنحضرت کے فتویٰ کے خلاف یہ لکھی ہے۔
تیسری وجہ اور تیسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے کہ تخذیر الناس کے جو فقرے صاحب نفسا موقع پر نقل کیے ہیں ان کا مابقی اور مالحق حذف کر دیا ہے۔

جواب: منجلی صاحب کا یہ خیال خام ہے۔ ہم اس سے پہلے نافذ توہی کی ان ہر عبارت کا سابق اور لاحق بلغظہ نقل کر کے ثابت کر چکے ہیں کہ ان عبارات کا سیاق و سباق اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی تائید کرتا ہے۔ سابق اور لاحق کا بیان نافذ توہی کو کفر سے نہیں بچاتا۔ جیسا کہ تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔

پھر توحی و جہ میں منجلی صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نافذ توہی ختم زمانی کا قائل ہے اور تصانیف نافذ توہی صاحب کی دس عبارتیں پیش کی ہیں جن سے اپنے دعویٰ کی تائید کی ہے منجلی اور اس کے ہم مشرب دیر بندوں سے ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر کوئی ختم نبوت کا مراعتہ اٹکار کرے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ و تابعین تبع تابعین اندھیرہ سو سال کے اجماعی معنی کو عوام اور منافقوں کا خیال بتائے اور یہ کہے کہ تاخر زمانی کو تفصیل نبوی میں کوئی دخل نہیں اور اگر خاتم الانبیاء کا معنی آخر الانبیاء زمانے کے اعتبار سے لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کا کلام بے ربط ہو جاتا ہے۔ خدا کی جانب نفوذ باللہ زیادہ گئی کا وہم ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہوتا ہے۔ کیونکہ اہل کمال کے کلمات ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور ایسے دلیلے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں۔

اگر بقول منجلی صاحب پیش کردہ عبارات سے یہ ثابت ہو جائے کہ نافذ توہی صاحب ختم زمانی کو مانتے ہیں کہ نافذ توہی صاحب صحت کی عبادت میں تصریح کر چکے ہیں کہ اگر خاتم کو آخر کے معنی میں لیا جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شمار ایسے دلیلے لوگوں میں ہوتا ہے۔ (یہ ایسے دلیلے کا لفظ اہل فہم کے مقابلے میں استعمال کیا ہے) اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے۔ (ص ۱۳) بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا (ص ۱۴) اگر ان مزید کفریات کا قائل اپنے کفر سے توبہ نہ کرے اور ہزار بار یہ اعلان بھی کرتا رہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور آخر الانبیاء نہ مانے وہ کافر ہے۔ طہر ہے۔ بلکہ دین ہے تو کیا اس سخن ساری سے اس کا وہ کفر میٹ جائیگا؟ اس صورت میں تو آپ کسی قادیانی کو بھی کافر نہیں کہہ سکیں گے۔ لیکن میں آپ کے سامنے قادیانیوں کی عبادات پیش کرتا ہوں۔

(۱) امکان نبوت بعد از خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت کرتے ہوئے قادیانی صاحب لکھتے ہیں: مولوی قاسم صاحب متذیر الناس ص ۱۱ پر فرماتے ہیں۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی (مذکور بالا)

عبارت) پھر نتیجہ نکالتے ہیں۔ پس آنحضرت کا خاتم النبیین ہونا اور آپ کی شریعت کا کامل ہونا کسی طرح سے بھی غلط خبرت کے دروازوں کو بند نہیں کرتا۔ بلکہ اسکے برعکس پورے طور پر کھول دیتا ہے۔ (تبیغی ترکیب ختم نبوت مطبوعہ قادیان ص ۱)

(۲) اگر یہی معنی جو ہم نے بیان کیے ہیں نہیں ہیں اور خاتم النبیین کا معنی نبیوں کے ختم کرنے والا ہے تو یہ نہ کوئی فضیلت کی بات ہے اور نہ کوئی کسی قسم کی خصوصیت حضرت سرور کائنات کی ثابت ہوتی ہے کیونکہ آخری نبی ہر اکوئی خوبی کی بات نہیں۔ برعکس اس کے جو معنی ہم نے پیش کیے ان سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت تمام نبیوں پر ثابت ہے۔ (بحث خاتم النبیین ص ۱) (نوٹ: خدا حافظ! خداوند تعالیٰ کو چھوڑ کر دیانت اور انصاف سے غور فرمایا جائے کہ قادیانی صاحب کی ان عبارت اور نازوقی صاحب کی عبارتوں میں کیا فرق ہے؟)

(۳) اسی خاتم النبیین کی بحث میں پھر ص ۱ پر قادیانی نے اپنی تائید میں لکھا ہے۔

”آٹھویں شہادت اس زمانہ کے مولانا مولوی محمد سم صاحب نازوقی محدث اعلیٰ مدرسہ دیوبند ضلع سہارنپور اپنی کتاب تحذیر الناس کے مقدمہ مقامات پر صفحہ ۱ پر فرماتے ہیں۔ بالغرض اگر بعد زمانہ نبوی؟ الخ..... (ابراہیمؑ نبوت از ملک عبدالرحمن بنی۔ یہی خادم کجرات مطبوعہ احمدیہ گنج خانہ)۔

(۴) خاتم یعنی خاتمہ کے معنی ختم کرنے والا کناعربی زبان سے سخت جہالت کا ثبوت ہے۔ پھر خاتم الشعراء کی مثال دیکر آخر میں لکھا ہیں اس کے معنی بھی افضل الانبیاء کے پورے منجھلی اور اس کے ہمنوا غور کریں کہ ان کے نازوقی صاحب کہتے ہیں کہ خاتم بمعنی آخر ماننا جاہلوں کا خیال ہے اور خاتم کا معنی ختم ذاتی ہے۔ یعنی آپ سب سے افضل ہیں۔ کیونکہ بالغرض کا قصہ بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ ”ثمما الفرق بین الدیوبندیہ والعلویانہ فی ہذا التحریف القرآنی“۔

(۵) جماعت احمدیہ کا یہی عقیدہ کہ حضرت سرور کائنات خرد و عالم احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن مجید آخری اور کامل شریعت ہے۔ اور اب کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو حضرت کی نبوت کا تابع نہ ہو۔ (نبوت کی حقیقت احمدیہ گنج خانہ قادیان ص ۱)۔

(۶) آنجناب سرور کائنات کی ذات کے لیے خاتم النبیین کے یہی معنی و مفہوم شایاں ہیں (نبیوں کی مہر۔ افضل الانبیاء) اور جو معنی و مفہوم ہمارے مخالف مولوی صاحبان پیش کرتے ہیں۔ وہ آنجناب

کے شایانِ شان نہیں۔

(۷) خاتم النبیین ﷺ غلامِ نبی کے بالمقابل حکیم خلیل احمد احمدی کی تقریر احمدیہ کتب خانہ قادیان میں اب ذرا نانوتوی صاحب کی تحذیر الناس کی طرف بھی رجوع فرمائیں سمجھتے ہیں۔ شایانِ شان محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتمتِ مرتبی ہے نہ زمانی؟ اب تاظرین باتیں سے گتہ لڑش ہے کہ دیوبندی تو ضد و معاد کی وجہ سے نانوتوی صاحب کی عبارات کفریہ کی مرتبہ غلط تعبیر میں کر رہے ہیں۔ مگر اہل فہم پر مدش ہے کہ قادیانی احمد دیوبندی تحریروں میں کئی فرق نہیں۔ قادیانی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے مخالف مولوی جو معنی خاتم النبیین یعنی آخری نبی زمانا کرتے ہیں وہ آنجناب کے شایانِ شان نہیں اور یہی بانی دیوبند نے کہا ہے کہ خاتمتِ زمانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہیں۔

(۸) "خاتم النبیین کے معنی ختمِ کلمات۔ ہاں اگر ختم کے معنی ختمِ کلمات یا جائے یعنی یہ کہا جائے کہ اکمل اور اتم طور پر نبوت کی انتہائی نعمت آپ پر ختم ہے۔۔۔ تو ہم کہیں گے کہ بیشک اس معنی سے نبوت آپ پر ختم ہے۔ (خاتم النبیین کتب خانہ احمدیہ قادیان ص ۱۷۷)۔

(۹) "خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے معانی۔ اگر اس آخری کے یہ معنی ہیں کہ اس کے بعد کوئی نہیں۔ تو صرف تا آخر زمانی میں کوئی غوی نہیں۔ اور نہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شایانِ شان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی اس معنی سے ہیں کہ اب تمام انعامات جس میں نبوت بھی داخل ہے حاصل کرنے کا آخری ذریعہ آنجناب کی ذات بابرکات ہے۔ مطلقاً

(خاتم النبیین ص ۸ احمدیہ کتب خانہ قادیان)

قادیانی کی یہ تقریر بالکل تحذیر الناس کی صحت کی عبارت کا چرہ ہے۔

(۱۰) "میں ایمان لاتا ہوں اس پر کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور پہلی کتاب قرآن کریم ہدایت کا وسیلہ ہے۔۔۔۔۔ اور میں ایمان لاتا ہوں۔ اس بات پر کہ ہمارے رسول آدم کے فرزند کے سردار اور رسولوں کے سردار ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا۔ ترجمہ (ائینہ کلمات اسلام مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)۔

(۱۱) "میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔ اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو ماننا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مستلزمِ نبوت ہیں اور سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

ختم المسلمین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافرجانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ دہی رسالت حضرت آدم صلی اللہ سے شروع ہوئی۔ اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو گئی۔

(مرزا غلام احمد قادیانی کا اشتہار مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم ص ۱۱)۔ "ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو درالہنت و جماعت کا مذہب ہے اب میں منسلک ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں۔ کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا حکم پواسکرے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

(مرزا غلام احمد کا تحریری بیان جو تاریخ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء جامع مسجد دہلی کے جلسے میں دیا گیا۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم ص ۱۲)۔

یہ تینوں عبارات قادیانی مذہب سے منقول ہیں۔ قادیانی مرزا اور اس کے اذتاب کی اس قسم کی عبارات بیسیوں پیش کی جاسکتی ہیں جس میں وہ مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے ختم نبوت کے منکر کو کافر بنے دیں۔ محمد احمد خارج از اسلام ہونا قرار دیتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود خاتم النبیین کے معنی میں تحریف کرتے ہیں اور محمد قاسم صاحب نانوتوی کی طرح ختم ذاتی۔ ختم کلمات۔ ختم مراتب اور افضل الانبیاء وغیرہ اس قسم کے خود ساختہ معنی بیان کرتے ہیں۔ اور دعویٰ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا سوا دا عظم جو خاتم کا معنی تاخر زمانی بتاتا ہے۔ اس میں کوئی تفصیلت نہیں۔ کوئی کمال نہیں۔ بلکہ یہ معنی شایان شان محمدی نہیں ہیں۔

مسلمانو! حقیقت یہ ہے کہ ان دیریندوں ہی نے مرزا قادیانی کے لیے میدان صاف کیا تھا۔ انہوں نے اپنی تمام تر قوت نانوتوی صاحب کی حمایت میں صرف کر دی ہے۔ اور مزید الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ اگر بالفرض حضور علیہ السلام کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتیت محمد میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اس لیے کہ خاتیت کا مفہوم ختم زمانی نہیں بلکہ ختم ذاتی اور ختم ربی ہے۔ اور اس منکھرت معنی کے متعلق توضیح البیان اصحاب المدراء اور شہاب ثاقب اور فیصل کن مناظر کے دیریندی مصنفین نے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ نانوتوی نے یہ معنی کر کے حضور علیہ السلام کی شان کو دوبا لا کر دیا ہے۔ یہی کچھ مرزا اور اس کے متبعین

کہہ رہے ہیں، جیسا کہ مرزا شیوں کی عبارات مذکور سے خوب ظاہر ہو گیا ہے (دیوبندی مرزائیوں کے کیوں مخالفت ہیں؟) اب دیوبندی مرزائیوں سے اس لیے مخالفت ہیں کہ اجرائے نبوت کے لیے میدان تو انہوں نے صاف کر دیا تھا۔ اور دعویٰ قادیانی نے کر لیا۔ چنانچہ قادیانی بھی اپنے کتب و رسائل میں دیوبندیوں کو نانوتوی صاحب کی ان عبارات سے خاموش کر دیتے ہیں کہ جب نانوتوی صاحب کے نزدیک جس کو تم پیش غرضت بہت کچھ ملتے ہو اُن کے نزدیک حضور علیہ السلام کے بعد نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت ٹھہری میں کوئی فرق نہیں آتا۔ تو آخر مرزا صاحب نے کیا قصور کیا ہے؟ ہاں تم نے حضور کے بعد نبی کا پیدا ہونا ممکن کہا اور مرزا صاحب نے بالفعل نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ عمر مرزا صاحب بھی اپنے آپکو مستقل، بالذات اور حقیقی نبی نہیں ملتے بلکہ مجازی، عرضی، بروزی، ظلی نبی ہونے کے دعویدار ہیں۔ اور مرزا صاحب کے ان دعاوی کی بنیاد زیادہ تر تمذیر اناس ہی پر ہے۔ تمذیر اناس کی عبارتوں کا جواب مولوی محمد منکور صاحب سنبھل نے جو دیا ہے۔ وہ مہر مرزا کا ہے۔ اور تادیل القول بیما لا ینقض بہ المقابل کا مصداق سنبھل کی اصل عبارت مع رد بدیع ملاحظہ فرمائیے۔

قولہ :- اس کے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جوڑ کر مولوی احمد رضا خان صاحب نے کفر کا مضمر بنالیا ہے۔ ان میں سے پہلا فقرہ سنا کا ہے۔ اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحفہ کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں (مسئلہ) اس موقع پر پوری عبارت اس طرح تھی۔

۱۔ جب دیوبندی حضرات مرزاجی کی عقیدہ ختم نبوت کی بنا پر تکفیر کرتے ہیں تو نانوتوی صاحب کی بھی تکفیر کیوں نہیں کرتے جبکہ عقیدہ مشرک ہے (۲) اگر نانوتوی صاحب نے کفر نہیں کیا تو مرزا صاحب کو دیوبندی حضرات کافر کیوں کہتے ہیں؟ (۳) چونکہ ختم نبوت کے نانوتوی صاحب اور مرزا صاحب ایک جیسے مخالفت ہیں اس لیے علانیہ اہلسنت دونوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ لیکن دیوبندی حضرات مرزا صاحب کی تکفیر کے بارے میں اتفاق کرتے اور نانوتوی صاحب کی تکفیر پر رٹنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ عجیب معاملہ ہے کہ ایک قادیان کا رہنے والا ختم نبوت کا انکار کرے تو دیوبندی حضرات بھی اُسکی تکفیر پر متفق ہیں لیکن نانوتوی کا باشندہ عقیدہ ختم نبوت کا انکار کرے تو دیوبندی حضرات کے نزدیک وہ کافر ہو چکی بجائے عتہ الاسلام قرار پاتا ہے۔ یہ کیا حرم ہے؟ (آخر شاہ بہان پوری)

عزیز اختتام اگر باہمی معنی تجویز کیا جائے تو میں عرض کر چکا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہو گا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے۔ (فیصلہ کن مناظرہ صفحہ ۴۷)

یہ عبارت نقل کرنے کے بعد نانوتوی صاحب کی طرف سے منجمل صاحب نے جو جواب دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ”مولا نا کی یہ عبارت خاتمت ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق“۔ اس کے بعد صفحہ ۲۸ کی عبارت اس طرح نقل کی ہے۔

”ہاں اگر خاتمت بمعنی اتصاف ذاتی بوجہ نبوت لیجئے جیسا اس مجددان نے عرض کیا ہے تو پھر سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس ضرورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی بلکہ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائیگی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی مسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو پھر بھی خاتمت عمومی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔“

اس عبارت کا بھی منجمل صاحب کے نزدیک یہ جواب ہے کہ ”یہاں صرف خاتمت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا“۔ صفحہ ۴۸۔

(دیوبندی گورکھ دھندا) منظور منجملی دیوبندی فرقہ کا مایہ ناز مناظر اور انشاء پرداز ہے جس نے یہ کتاب ان تمام دیوبندی تصنیفات سے اخذ کر کے آخر میں لکھی ہے۔ جو ان عبارات کفریہ کے جواب میں بزم خود دیوبندی کا برہنہ لکھی تھیں۔ اور اسکا نام معرکہ القلم اور فیصلہ کن مناظر رکھا۔ ان عبارات نانوتوی صاحب کا جواب دیتے ہوئے ایسا بکھلا گیا ہے کہ ایک ہی صفحہ ۳۷ میں اوپر جو کچھ شد و مد سے لکھا۔ نیچے اگر خود ہی اس پر پانی پھیر دیا۔ لکھتا ہے ”تھذیر اناس کے صفحہ ۳۷ پر حضرت مولانا (نانوتوی) نے جس (خاتمت) کو خود ختم تبارک و تعالیٰ ہے وہ یہ ہے کہ خاتمت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دونوں نعیں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم سے یہ دونوں نعیں بیک وقت مراد لے لی جائیں۔“

لے ہم سلطان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتے ہیں درود شریف کا یوں اختصار نہ پھر یوں کی ایجاد ہے۔

لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے مسلک کا اظہار صرف اسی قدر ہے۔ جسکا حاصل صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں۔ اور خاتم ذاتی بھی اور یہ دونوں قسم کی خاتمت آپ کے لیے اس لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔ اسی معنی پر نیچے جاکر مسئلہ کی عبارت کے جواب میں لکھا ہے۔

تحدیر الناس کی عبارت کا صحیح مطلب ان میں پہلا فقرہ مسئلہ کا ہے اور پہلی حضرت مریٰ اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ (حدیث گوہا قلمنا شد) تو مشہور ہی ہے۔ مگر خاتمت انوس کا بیجا ہے کہ دیوبندیوں کے اس ذمہ دار مجبر وکیل نے کسی حدیث کا منظر ہر کیس ہے کہ ایک ہی معنی میں اور پر تر نا تو تری کا بخار و غش معنی یہ بیان کرتا ہے کہ خاتمت جس ہے اہل ختم زمانی و ختم ذاتی اس کی دونوں میں ہیں۔ اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم میں یہ دونوں نہیں ایک وقت مراد ہیں۔

اور نیچے مسئلہ کی عبارت کی تائید میں یہ کہتا ہے کہ حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ اب دیوبندی ہی اس کو رکھ دھندا کو حل کریں۔ کہ مذکورہ بالا تحقیق "اور مذکورہ زیر میں تحقیق" میں کیا جڑ ہے۔ اگر مذکورہ بالا تحقیق درست ہے تو سبیل صاحب نے نیچے لفظ لکھا ہے اور اگر نیچے والی تحقیق ٹھیک ہے تو اوپر بالکل خلاف واقعہ بیان دیا ہے۔ کوئی مرد میدان ہے جو اس مزید تضاد بیانی میں تطبیق دے سکے؟

دیوبندیوں کا اٹھارہ کچھ تو انصاف و دیانت سے کام لے۔ ایسی اکابر پرستی نہیں سیدھی دوزخ میں لے جانے گی۔ قیامت کے روز یہ مولوی جن کی تم ناجائز حمایت اور طرفداری کر رہے ہو۔ کسی کام نہیں آئیں گے۔ برزخ قیامت سید عالم نور مجسم شیخ معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کام آئیں گے جن کی عظمت و احترام کو تم پس و پشت ڈالکر اپنے گستاخ اور بے ادب طاؤں کی مزید کفریہ عبارات کو اسلامی ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور بٹھا رہے ہو مگر تمہاری اس بیجا حمایت اور طرفداری نے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا۔ بلکہ ان دور از کار اور باطل تاویلات نے ان کو مزید کفر کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ آج بھی اس ناجائز طرفداری سے باز آ جاؤ، بصدق دلی توبہ کرو۔ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پکتے محب اور غلام بن جاؤ۔ بفضلہ تعالیٰ ہم نے حق کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ

نانوتوی محرف قرآن اور منکر ختم نبوت کا دامن بامعنی میں رکھو یا خاتم النبیین شفیع المذنبین سید عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت میں آباد۔

یہ چند سطور تو پسند نصیحت کے طور استطراداً نوک قلم پر جاری ہو گئی ہیں۔ اب مجھے ناظرین
کرام سے عرض یہ کرنا ہے کہ نانوتوی صاحب کی ص ۱۳۸ اور ص ۱۳۹ کی عبارات کو تسلیم کرنے کے بعد
نہ تو خاتیت زمانی باقی رہتی ہے نہ ذاتی۔ سبھی اور دوسرے عنوانوں کو یہ توجہ کہ یہاں پر نانوتوی
صاحب نے خاتیت زمانی نہیں بلکہ خاتیت ذاتی مراد لی ہے۔ اگر خاتیت زمانی مراد ہوتی تو یہ عبارت
مردور کفر ہوتی۔ کیونکہ کوئی ذی ہوش یہ نہیں کہہ سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے
ہونے سے خاتیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا اقول۔ جب فرق آتا ہے تو ختم نبوت کا
انکار ہوا اور یہ کفر ہے اور مولوی حسین احمد صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا (نانوتوی) صاف
طور پر تحریر فرما رہے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے کا منکر ہو اور کہے
کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانہ کے بعد نہیں بلکہ آپ کے بعد اور کوئی نبی آ سکتا ہے۔ تو وہ
کافر ہے۔

(نوٹ) یہ عبارت تحذیر الناس میں ان الفاظ کے ساتھ اول سے آخر تک ہرگز کسی جگہ نہیں ہے
خود اپنی طرف سے مصنف شہاب ثاقب نے گھڑ کر نانوتوی صاحب کی طرف منسوب کر دی ہے۔
ہر کیف سبھی اور ٹانڈوی صاحبان پر رد کی عبارات سے واضح ہوا کہ خاتیت زمانی کا
انکار کفر ہے اور نانوتوی کو اس کفر صریح سے بچانے کی صورت یہ بتانی ہے۔ مذکور یہاں
جائے کہ تحذیر الناس کی ص ۱۳۸، ص ۱۳۹ کی عبارتوں میں خاتیت سے مراد خاتیت ذاتی ہے
زمانی نہیں۔ کیونکہ مولانا کا معنی مختار اور محقق ذاتی ہی ہے۔ جو وہ پہلے ذکر کر چکے ہیں۔
(۱) ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دونوں میں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ سے یہ دونوں
نہیں یک وقت مراد لی جائیں۔ (فیصلہ کن مناظرہ ص ۱۳۸)

سبھی صاحب نے مذکورہ بالا نسخہ تحذیر الناس ص ۱۳۸ کی عبارت سے نکالا ہے۔ نانوتوی صاحب
نے لکھا ہے: "اگر یہاں خاتم مثل رجس جنس عام رکھا جائے تو بدرجہ اولیٰ قابل قبول ہے۔"
میں کہتا ہوں کہ نانوتوی کے اس قول مختار و محقق کو تسلیم کرنے کے بعد یہ کہنا کہ ص ۱۳۸،

ص ۲۸ میں خاتمت سے مراد اس نے صرف خاتمت ذاتی لی ہے۔ برابر باطل ہے۔ کیونکہ اس کا قول مختار قول تھا کہ ”لفظ خاتم سے دونوں نوعیں ایک وقت مراد لی جائیں“ اور اب تم صرف ایک نوع مراد لے رہے ہو۔ جب نانوتوی ان عبارات میں صرف خاتمت ذاتی ہی مراد لیتے ہیں، تو مسئلہ فیصلہ کن مناظرہ کی وہ تینوں صورتیں بھی غلط ہو جاتی ہیں جن میں تم نے دعویٰ کیا تھا کہ نانوتوی صاحب کو خاتمت زمانی اور ذاتی دونوں تسلیم ہیں اور اس کی چند صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ لفظ خاتم کو خاتمت زمانی اور ذاتی کے لیے مشترک معنی مانا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک معنی کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیت کریمہ میں بطور عموم مجاز ایک ایسے عام معنی مراد لیے جائیں۔ جو دونوں قسم کی خاتمت کو عادی ہو جائیں۔ اب ان دونوں صورتوں کے ساتھ اپنی اس تاویل خاصہ کو طالعیمے جو مسئلہ اور ص ۲۸ کی عبارتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے تم نے بیان کی ہے۔ یہ کہ یہاں صرف خاتمت ذاتی کا ذکر ہے۔ نہ کہ زمانی کا۔ (فیصلہ کن مناظرہ ص ۲۸)

ایضاً: ”یہی ختم زمانی اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں اور نہ کوئی ذی ہوش کہہ سکتا ہے کہ غنیمت معلوم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا“ (فیصلہ کن مناظرہ ص ۲۸) یہاں تاویل نے تمہاری وہ دونوں صورتیں باطل کر دیں جن میں تم نے عموم و مطلق کا قول کیا جب خاتمت زمانی باقی نہ رہی تو پھر صرف خاتمت ذاتی پر جنس عام اور مشترک معنی۔ عموم مجاز کس طرح عادی آئے گا؟

اب رہ گئی تمہاری تیسری صورت جس سے تم نے بزعم غلط یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ختم زمانی ختم ذاتی کو لازم ہے۔ اس لیے جب ختم ذاتی پائی جائے گی قرآنی بھی ضرور پائی جائیگی۔ نانوتوی صاحب لکھتے ہیں۔ ”در تسلیم لزوم خاتمت زمانی بر املت التزامی ضرور ثابت ہے۔“ (تخیز الناس ص ۱۱) منجلی صاحب فرماتے ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمت ذاتی مراد لی جائے مگر چونکہ

لے خاتم کو جنس عام ثابت کرنے کیلئے اس اجس نے مثال بھی اجس ہی بیان کی ہے بلکہ اناہ مترشح بجائیہ۔

اس کے لیے بلائیں عقلیہ و فکریہ خاتم زمانی لازم ہے۔ لہذا اس صورت میں بھی خاتمیت زمانی پختہ کریمہ کی دولت بطور التزام ہوگی۔ (فیصلہ کن منظرہ ص ۳۳)۔

صدر دیوبند یہ مولوی حسین احمد صاحب یوں فرماتے ہیں۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ فقط ایک ہی معنی خاتم سے مراد ہوں اور وہ خاتمیت مرتبی (ذاتی) ہے اور اس کو خاتمیت زمانی لازم ہے۔ (شہاب ثاقب ص ۸۴) تا نو ترقی صاحب اور ان کے بھی خواہوں کی ان عبارات مذکورہ الصدر کا حاصل یہ ہے کہ خاتمیت ذاتی کو خاتمیت زمانی لازم ہے (راول بدولہ اللہ اجول) تا نو ترقی صاحب کی عبارت ص ۸۳ میں جب تسلیم کر لیا کہ اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ تو یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعد نبی بخیر کوئی نہ ہوگا۔ خاتمیت محمدی میں تو ضرور بالضرور فرق آیا ہے کہ اس صورت میں خاتمیت زمانی بالکل باطل رہتی ہے۔ چنانچہ شہبعل صاحب بھی ملتے ہیں: "کہ کوئی ذی ہوش کہہ سکتا ہے۔" کہ آنحضرت معلوم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جب خاتمیت زمانی اس عبارت تا نو ترقی سے باطل ہوگئی تو خاتمیت ذاتی جو کہ تا نو ترقی اور اسکے پیرو ملزوم مان رہے ہیں وہ بھی باطل ہوگئی۔ کیونکہ بطلان لازم بطلان ملزوم کی دلیل ہے۔ کما لا یخفی علی من لعقلی تعلق بالمقول۔ لازم کے باطل ہونے سے ملزوم کا باطل ہونا اگرچہ ستر کلیہ ہے۔ تاہم اتمام حجت کے لیے ہم ان حضرات کے متحمل علیہ کی شہادت پیش کرتے ہیں حکیم الامتہ الدیوبندیہ جناب اشرف علی صاحب ستاروی بی قوت بخت الایمان مع تغیر العنوان کے ص ۱۱ پر لکھتے ہیں:-

"اور لازم باطل ہے پس ملزوم بھی باطل ہے" محمدی لاکھ پیر بھاری ہے گواہی تیری۔

ثابت ہوا کہ بانی دیوبند تا نو ترقی صاحب کی اس عبارت نے خاتمیت ذاتی اور زمانی ہر دو کا خاتمہ کر دیا ہے۔ خاتمیت ذاتی کا مصداق تو شہبعل وغیرہ نے خود ہی تسلیم کر لیا اور ذاتی کے انکار سے زمانی کا انکار بھی ان کے کلمات سے پایا گیا۔ تو اب اللہ عزوجل عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بالکل حق ہوا اور دلائل کا اعتراف پر اصرار پر داری اور قطع و برید کا الزام لگانا سراسر باطل ہو گیا۔ یوں دیوبندی تحقیق اور صرف آخر کا بھانڈا بھی چر رہا ہے میں چھوٹ گیا۔

وہ دفنا کے نیزے کی مار ہے کھدکے سینے میں غار ہے

کے چارہ جونی کا دار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

تکذیر الناس کی کفریہ عبارت مست کا جواب مولوی منظور تبصلی نے یہ دیا ہے کہ خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں جبر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور عوام کے اس نظریہ سے مولانا کو اختلاف ہے۔ درجہ خاتمت زمانی مع خاتمت ذاتی مراد لینا خود مولانا مرحوم کا مسلک مختار ہے جیسا پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ (مسئلہ لفظ از فیصلہ کن مناظرہ)

میں کہتا ہوں کہ یہ مصرعہ دعویٰ سراسر باطل ہے۔ نانوئی کی عبارت مست میں کوئی کلمہ مصرعہ موجود نہیں مگر کسی درجہ بندی میں بہت ہے۔ نانوئی کی عبارت سے کوئی کلمہ مصرعہ نکال کر دکھائیے تبصلی صاحب نے عبارت مست یوں نقل کی ہے: بعد حمد و صلوة کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم نہ چاہئیں تاکہ فہم جواب میں ————— کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا باین معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء و سابقین کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ تبصلی صاحب نے اعلیٰ حضرت پر اعتراض کیا کہ انہوں نے عبارات کا سابق و لاحق نقل نہیں کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ خود تبصلی صاحب سیاق و سباق سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنی طرف سے ایک فرضی مفہوم نکال کر پھر اسے نانوئی کے ذمہ مڑ رہے ہیں۔ اب یہیں دیکھئے ”مع مصر“ والی پھر اپنی طرف سے لگائی ہے چنانچہ شروع میں ہم تکذیر الناس کی عبارت کا بیان مع تفصیل کر آئے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء زمانہ کو مصنف تکذیر نہیں مانتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر مولانا نانوئی کا مسلک مختار خاتمت زمانی اور خاتمت ذاتی ہے تو اس مسلک مختار کے بالکل برخلاف مسئلہ ۲۸ کی عبارتوں میں تبصلی صاحب نے خاتمت سے مراد صرف خاتمت ذاتی کیوں لی ہے اہل جناب اس مسلک مختار کے مطابق اس عبارت کا کیا معنی ہوگا۔

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی مسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔ یعنی معاذ اللہ حضرت علیہ السلام کے بعد کوئی نبی تجویز کر لیا جائے تو حضور کی خاتمت زمانی اور ذاتی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔“

آجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لہر آپ اپنے دام میں میلا آگیا۔

سوال :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی صحابی سے مصرت ثابت نہیں۔ بلکہ علامہ ابن عیینہ میں سے بھی کسی نے (متم زمانی میں) صحر کی تصریح نہیں فرمائی۔

اور اگر علامہ ملت میں سے کسی کے کلام میں صحر کا کوئی لفظ پایا بھی جائے تو وہ مصرت ہی نہیں۔
چونکہ مولانا مرحوم عوام کا خیال بتاتے ہیں۔ بلکہ اس سے مراد مصرا خانی بالنظر الی تالیفات الملاحدہ ہے۔
(فیصلہ کن منظرہ)

جواب :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام تابعین و غیرہ تمام علامہ امت نے خاتم ابنین کا معنی صرف آخر الانبیاء نہانا ہی کیا ہے۔ یہ دوسرا معنی آپ کے ”کودک نادان“ کی اپنی ایجاد ہے۔ ورنہ دیربندی بتائیں کہ نازقوی صاحب سے پہلے یہ معنی کس نے کیے ہیں۔ تھذیر اناس میں خود نازقوی صاحب کو تسلیم ہے۔ اگر بموجب المتعاقی بڑوں (حضرت علیہ السلام صحابہ تابعین۔ تبع تابعین اور غیرین سابقین) کا فہم کسی مفسر تک نہ پہنچتا تو ان کی شان میں کیا فرق آگیا اور کسی طفل نادان (نازقوی) نے کوئی مشکل نے کی بات کر دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔

سہ صحابہ باشند کہ کودک نادان از غلط برداشت زندقہ سے
(تھذیر صحت)

ہاں نازقوی صاحب نے جو مکتوبات معنی بیان کیے ہیں۔ بالکل اسی کے مطابق مرزا قادیانی اور اس کے اتباع نے لکھا ہے۔ نازقوی اور قادیانی صاحبان سے قبل ذاتی عربی۔ اصل اور ظلی کے الفاظ سے نبوت کی تفسیر کسی نے نہیں کی۔

قولہ۔ علامہ راستحین میں سے کسی نے صحر کی تصریح نہیں کی۔

اقول۔ جب حضرت علیہ السلام و صحابہ کی تفسیر کو تم نہیں مانتے پھر اس کے بعد دلائل علامہ راستحین کو کیا مانو گے لیکن کم از کم یہ تو خیال رکھنا تھا کہ تمہارے اپنے امام نے بھی صحر کی تصریح کی ہے جن کے راستحین فی الروایہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیجئے اپنے شیخ العرب والجمہ ہی کی تصریح علامہ کیجئے۔ حضرت مولانا..... کا نزاع عام مفسرین کے ساتھ اس بارہ میں ہے۔ کہ اس آیت میں کوئی معنی لینے چاہیں اور کوئی معنی اعلیٰ اور احسن ہیں۔ (شہاب ثاقب ص ۸۵، ۸۶)۔

اب بتائے کہ مولانا کا نزاع عام مفسرین سے کیا ہے۔ کیا اس میں تسلیم نہیں کہ عام مفسرین تو یہی

مستحق ہیں کہ خاتم النبیین کا مفہوم زمانے کے اعتبار سے حضور علیہ السلام کا آخر الانبیاء ہونا ہے اور اسی کو نافروری عوام کا خیال بتاتے ہیں۔

خاتم النبیین کے معنی مفتی شفیع کی زبانی

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں، ان اللغات العربیۃ حاکمۃ۔ بیان معنی خاتم النبیین فی الآئیدہ هو آخذ النبیین لا غیر (برہان المہدین ص ۳۵) یہ شک لغت عربی اس پر حاکم ہے کہ آیت میں جو خاتم النبیین ہے اس کے معنی آخر النبیین ہیں نہ کچھ اور۔

یہی مفتی صاحب تفسیر روح المعانی سے اس معنی پر اجماع اُمت نقل کرتے ہیں۔ اجمعت علیہ الامتہ فیکفر مدعی اُمت نے خاتم کے یہی معنی ہونے پر اجماع کیا خلافاً (برہان المہدین ص ۳۵) ہے تو اس کے خلاف کا دعویٰ کرنے والا کافر ہے یہی مفتی صاحب ختم النبوة فی الآثار مطبوعہ دیوبند ص ۳ پر تصریح کرتے ہیں: آپ نے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ آپ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہر الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تنقیص کے مراد ہے پس ان لوگوں کے گفتار میں کوئی شک نہیں جو اس کا انکار کریں اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔

دیوبندی علامہ نور شاہ کاشمیری خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَالظُّهُمُ لِحُتْمِ الزَّمَانِ دَلِيلٌ لَا يَجُوزُ تَرْكُهُ قَدْ مَرَادُ الْآيَةِ بِحُسْبِ اللَّفْظِ النَّبِيِّينَ
إِمْتَدَادُ ابْنِ أَبِي حَتْمٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَحَلَّتْ مَحَلَّهَا نَبَوْتُهُمْ وَخَتَمَتْهُمُ فَكَمَا
أَنَّ الْإِبْرَاهِيمَ انْتَفَتْ رَأْسًا فَكَذَلِكَ النَّبِيُّ لَا يُعَدُّ رَأْسًا

وَأَمَّا الْحَقُّ بِمَعْنَى انْتِهَاء مَا بِالْعَيْنِ مِنَ الْخَلْقِ مَا بِالذَّاتِ فَلَا يَجُوزُ أَنْ

خاتم النبیین کے معنی انور شاہ کاشمیری دیوبندی کی زبانی

يكون ظم هذه الآية لأن هذا المعنى لا يصح إلا أهل العقول
والفلسفة والتدليل نادل متفاهم لغة العرب لا على الذهنيات
المختلجة (عقيدة الاسرار ص ۳۶)

یعنی آیت کا ظہر ختم زمانی ہے اور اس کا ترک جائز نہیں اس لیے کہ لغت عربی کے
اعتبار سے آیت سے مراد یہ ہے کہ تمہارے مردوں میں سے ہر ایک کے لیے ابوت متنی
ہے اور اس کی جگہ ختم نبوت نے لے لی ہے پس جس طرح ابوت بالکلیہ متنی ہے اسی طرح
حضور علیہ السلام کے بعد ختم نبوت بھی بالکلیہ متنی ہے لیکن ختم کا یہ معنی کہ ما بالعرض کا قطعہ بالذات
پر ختم ہو جاتا ہے (جیسا کہ قاسم نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں کیا ہے) پس نہیں جاتا ہے
کہ یہ آیت کا ظہر ہو دوسرے اس لیے کہ یہ معنی صرف اہل عقول اور فلسفہ کے ہاں ہی معروف
ہے اور قرآنی لغت عرب کے متفہم پر اترتا ہے نہ کہ دنیاوی لغت مخربہ پر سی اور شاہ کشمیری
اسی کتاب کے ص ۳ پر لکھتے ہیں۔

”ان الأدلة اجتمعت على الختم الزماني والخاصية الحقيقية فالقرآن
لقضية الثبوت والاجماع القطعية الدالة ومثل هذا الاجماع
يكفر مخالفه“ ختم زمانی اور خاصیت حقیقیہ پر امت کا اجماع ہے پس قرآن سے اس

سے ۔۔ نانوتوی صاحب لکھتے ہیں عرض خاتم ہونا ایک امر اضافی ہے بے مضاف الیہ تحقق نہیں ہو سکتا
سو جس قدر اسکے مضاف الیہ ہو گئے ۔ استدلال خاتمت کو افزائش ہو گی (تحذیر ص ۳۶) ایسے حضور
کے بعد بھی نبی آنے کی تجویز کرتے ہیں۔ اور یہ زعم کیا ہے کہ صرف انبیاء گزشتہ کے اعتبار سے
ہی حضور علیہ السلام خاتم نہیں بلکہ بعد میں آنے والوں کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں۔ اور یہ گمان کیا
ہے کہ اس معنی سے حضور کی شان دو بالا ہو جاتی ہے اور یہی مرزا صاحب کہتے
ہیں۔ فما الفرق بيننا وبين القاديلف۔

کے قطعی الثبوت ہونے کی وجہ سے اور اجماع سے اس کے قطعی الدلالت ہو چکی وجہ سے اور
لیے اجماع کا مخالفت کافر ہوتا ہے۔

یہی دلیل بندی فاضل اپنے رسالہ خاتم النبیین میں لکھتے ہیں۔

”دارادۃ ما بالذات وما بالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن مجید و حواہ عربیہ نہ ظلم
راہیچگونہ ایما و دلالت برآن (خاتم النبیین ص ۳) اور ما بالذات اور ما بالعرض کا ارادہ
عرف فلسفہ ہے نہ عرف قرآن مجید اور محاورہ عرب اور ظلم قرآن کی زنا تووی کے اس
منگھڑت معنی پر نہ اس پر دلالت ہے نہ ایما۔ یہ ہے دلیل بندیوں کے فاضل محقق کی
تحقیق جس نے ناز تووی سنبھلی، ٹانڈوی در بھیگی اور کاکو روی کی تمام تاویلات پر پانی پھیر
دیا ہے۔ اور لیجئے خاتم کے عام ماننے کے بعد عرف خاتم ذاتی پر اس کو محمول کرنا اصول
فقہ کی رو سے بھی درست نہیں۔ دلیل بندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔
المعام عند ما لا یحصل علی الخاص ط عام ہمارے نزدیک خاص پر عمول نہیں
ہو سکتا ہے۔ (فتح اللہ ص ۱۷۷)

دلیل بندیوں کی معروف درس گاہ جامعہ شرفیہ کے شیخ الحدیث مولوی ادیس کاندھلوی
لکھتے ہیں۔

”لفظ خاتم جب کسی قوم یا جماعت کی طرف مصنف ہوگا تو اس کے معنی صرف آخر
اور ختم کرنے والے کے ہونگے۔ (مسک الختام ص ۱)
یہ صرف کلمہ حصر کا ہے یا نہیں۔

ایضاً۔ ”خاتم النبیین کے جو معنی ہم نے بیان کیے یعنی آخر النبیین تمام امم امت
اور علمائے عربیت اور تمام علمائے شریعت عہد نبوت سے لیکر اب تک سب کے سب
یہی معنی بیان کرتے آئے ہیں۔ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ تعالیٰ ایک حرف بھی کتب تفسیر اور
کتب حدیث میں اس کے خلاف نہ ملے گا۔“ (مسک الختام ص ۱۷۷)۔

ایضاً۔ خلاصہ کلام یہ کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ہی ہیں جس نبی پر یہ کتاب اتری
ہے اُس نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے اور سمجھائے اور جن صحابہ نے اس نبی سے قرآن

اور اس کی تفسیر پر بھی انہوں نے بھی یہی معنی سمجھے۔ فَمَنْ مَّشَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ مَّشَاءَ
فَلْيُكْفُرْ (مسک الختام ص ۲۵)۔

خاتمت زمانی کے ملنے والے فیصلہ تھانے اہل سنت و جماعت ہیں اور اس میں
تبادل و تحریف کرنے والے نانوتوی و قادیانی اور اس کے اتباع ہیں۔

سنبھلی صاحب نے پہلے دوسرے سے ختم زمانی میں حصر سے انکار کیا۔ پھر آخر میں یہ
پھر لگائی۔ اور اگر علما نے سنت میں کسی کے کلام میں حصر کا کوئی لفظ پایا جائے تو وہ حصر حقیقی
نہیں بلکہ حصر انتہائی ہے۔ بالظہری تاویلات الملاحدة (ملخصاً فیصلہ کن مناظرہ ص ۵۲)

خوب کہی جناب وہ ملاحدہ نانوتوی اور اس کے حمایتی ہی ہیں جنہوں نے معنی خاتمت
زمانی میں فاسد تاویلیں کی ہیں اور قادیانی کے لیے میدان صاف کر دیا تھا۔ ورنہ عام مفسرین
اس طرف گئے ہیں کہ مراد خاتمت سے فقط خاتمت زمانی ہے۔

جیسا کہ آپ کے ٹائمز دی صاحب فرماتے ہیں۔ عام مفسرین اس طرف گئے ہیں۔
کہ مراد خاتمت سے لفظ خاتمت زمانی ہے۔ (الشہاب شاقب ص ۸۲)

سوال :- صاحب تحذیر الناس نے خاتمت محمدیہ کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ اس کی قطعاً

کی دونوں عبارتوں کے شروع میں لفظ بالغرض موجود ہے اور مراد اس غرض سے غرض محال ہے
جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے۔ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْغٰیثِ

اگر (بالغرض) رحمن کی اولاد ہوتی تو میں پہلے عبادت کرنے والوں سے ہوتا۔ ایسے ہی یوحنا
فیہما الممتا، اَللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ اگر زمین و آسمان میں متعدد الٰہ ہوتے تو وہ دونوں

فاسد ہو جاتے (ای خرجنا من النظام) یہ دیانہ اور ان کے ہنواؤں کا زعم خویش
ماید ناز استدلال ہے مگر سنبھلی صاحب نے باقی تحریفات کی طرح اس پر اتنا زور نہیں

دیا۔ صرف فیصلہ کن مناظرہ ص ۵۸ پر صفحہ ۱۴ کی یہ عبارت نقل کر کے ”بلکہ اگر بالغرض
آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا

ہے۔“ نیچے حاشیہ پر ص ۲۸ کی ہر دو عبارات کے بالغرض پر یہ حاشیہ لکھا ”اِنَّ
یہ بالغرض کا لفظ بھی قابل لحاظ ہے۔ مگر اس پر کوئی مزید تبصرہ نہیں کیا کہ اس قابل لحاظ سے

وہ کو نسا مدعا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

جواب :- اولاً۔ یہ بالفرض فرض محال کے لیے نہیں ہے۔ کیونکہ تسبیح وغیرہ نفاذ عبادت کی تاویل کی ہے کہ یہاں پر خاتمت ذاتی مراد ہے۔ تو معنی یہ ہوا کہ بفرض محال اگر حضور علیہ السلام کے زمانہ میں یا ان کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ جب خاتمت سے مراد ذاتی ہے تو پھر یہ فرض محال کیسے ہوا۔ اگر اس فرض کا وقوع بھی ہو جائے تو نافروری کی اس مزحومہ خاتمت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔ فرق تو خاتمت زمانی میں آتا ہے جو تیسرے سوال سے مسلمانوں کا قطعی اجماعی عقیدہ ہے۔

ثانیاً۔ نافروری صاحب نے ص ۳۴ کی عبارت کے منہ میں اور سبیل صاحب نے بھی ص ۳۷ میں لکھا ہے کہ

”اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو تب بھی آپ کی اس خاتمت میں کچھ فرق نہیں آئیگا؟“ نتیجہ یہ ہوا کہ بالفرض دونوں عبارتوں میں ایک جیسا ہے۔ اب نافروری ہی کی تحذیر اناس سے میں ثابت کرتا ہوں کہ اس کے نزدیک یہ فرض محال نہیں بلکہ اس کا وقوع بھی مانا جائے تو اس عرف قرآن کے نزدیک حضور علیہ السلام کی شان بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ وہ تو ہفت ششم کا قائل ہے۔ ایک طبقہ کا حضور کو خاتم ملتے سے حضور کی شان کے پڑھتے کم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔ ”در صورت انکار از معلوم خاتمت کے سبب حصوں میں سے ایک ہی حصہ باقی رہ جاتا ہے“ (تحذیر ص ۲۵) اور اسی تحذیر کے ص ۳۷ پر لکھا ہے۔ ”بعد لحاظ مضامین مسطورہ فرق مراستی انبیاء کو دیکھ کر یہ کہیں کہ کالات انبیاء سابق اور انبیاء با تحت کالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفاد ہیں؟“ انبیاء سابق کے بالمقابل یہ انبیاء با تحت کوئی ہوئے؟ راجح کے آنے کو حضور کے زطنے میں اور بعد ص ۳۷، ص ۳۸ میں جائز قرار دیا ہے۔ ان کی زیادہ تفصیل دیکھنی ہو تو تحذیر مناس ص ۲۵ کا مطالعہ کیجئے۔

۱۷۔ بلکہ اگر لاکھ دو لاکھ آدمی نیچے اسی طرح زمینیں تسلیم کر لیں (تحذیر ص ۲۵) اور ان سب کا ایک خاتم ہو تو بھی نافروری خاتمت میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ کیونکہ ان سب کی تہرت عسری ہوگی۔

نافر تو ہی صاحب کے نزدیک انبیائے ماضی و الاقول اہل فہم کا ہے اور انبیائے ماضی و
ماضی والوں کو یہ فہم اور خاتم الانبیاء یعنی آخر الانبیاء ماضی والوں کو جاہل شہر اور تہاشا اگر اس
بالفرض کو فرض محال سے بھی تعبیر کیا جائے تو ہمارا کلام بالفرض پر تو نہیں بلکہ اس عبارت پر ہے
کہ خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔ ہمارے نزدیک اس فرض کے باوجود بھی خاتمت
محمدی میں ضرور فرق آئیگا۔ مندرجہ ذیل تینوں فقرے پڑھ کر قارئین کرام فیصلہ خود فرمائیں۔
(۱) اگر بالفرض دو خدا بھی مان لیے جائیں تو توہید خداوندی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔

دیوبند لیو! بتاؤ کیا توہید میں فرق آئیگا یا نہیں؟

(۲) اگر بالفرض ختم نبوت کے منکرین کے سر تن سے جدا کر دیئے جائیں تو ان کی زندگی میں کوئی
فرق نہیں آئیگا۔ کیا فرماتے ہیں علما دیوبند! فرق آئیگا یا نہیں؟

(۳) اگر بالفرض کوئی گستاخ رسول نام نہاد حنفی جیسٹہ دہلی دیوبندی اپنی بیوی کو تین طلاقیں
دے دے تو پھر بھی اس کے نکاح میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔

نافر تو ہی صاحب کی بیجا حمایت کرنے والے اب بتائیں کہ بالفرض تین طلاقیں دینے کے
بعد نکاح میں فرق کسے لگایا نہیں آئیگا؟

تو جناب والا! ہمارا اعتراض بالفصوص اس جملہ پر ہے: ”فرق نہیں آئیگا“ اور بالکل بعینہ
اسی طرح دیوبندیوں کے ”حجۃ الاسلام بہانی دیوبند محمد قاسم صاحب نافر تو ہی نے بھی لکھا ہے۔
”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمت محمدی میں
کچھ فرق نہیں آئیگا“ (تحذیر الناس ص ۱۸)

ہماری پیش کردہ مثالوں میں لفظ بالفرض موجود ہے۔ فرض محال ملنے کی صورت
میں وہ قابل اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ قابل مواخذہ یہ لفظ ہے: ”کچھ فرق نہیں آئیگا“

جملہ اہل اسلام کہتے ہیں کہ بالفرض حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمت محمدی میں ضرور
فرق آئے گا۔ کیونکہ اس صورت میں حضور زمانے کے اعتبار سے آخری نبی نہیں رہیں
گے۔ حالانکہ حضور کی خاتمت قرآن کریم احادیث متواترہ اور قطعی اجماع امت سے ثابت ہے
کہ قرآن مجید اور نافر تو ہی صاحب چونکہ اس ختم زمانی کو جہاں کا خیال بتاتے ہیں۔ اس میں

کوئی فضیلت نہیں مانتے ایسے ادھاف مدح میں سے شمار نہیں کرتے۔ آیت خاتم النبیین سے ختم زمانی ثبوت کی جاٹے تو قرآن کریم کو بے ربط بتاتے ہیں۔ اور خاتم کا ایک جدا معنی کتاب و سنت و اجماع امت صعب کے خلاف گھڑتے ہیں۔ اس لیے یہ لکھتے ہیں کہ حضور کے بعد نبی کے پیدا ہونے سے خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔ ناظرین کرام ہم نے بفضلہ تعالیٰ دیباچہ کی تمام تاویلات ناسدہ کا رد و تبلیغ کر دیا ہے۔ اہل انصاف اس سے اچھی طرح کچھ جائیں گے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت سواہ نا شاہ احمد رضا خلیفہ قدس سرہ کا فتویٰ بالکل برحق ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص عناد اور ہیبت و حسری کی وجہ سے اعلیٰ حضرت پر طعن و تشنیع کرے تو اس کی مرضی بے گریہ یاد رکھے۔

فسوف ترمی اذا انكشف الغبار

اقرنن تحت رجبک امم حجاز

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے

موت کا پیغام

شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان

حضرت مولانا محمد سر دار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ از مصنف رسالہ موت کا پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین

اقا بعد

یہ فقیر سراپا تقصیر غفرلہ المولیٰ القدر حضرات کی خدمت میں مودبانہ گزارش کرتا ہے کہ اس مختصر رسالہ کو ملاحظہ فرمانے سے پہلے بغض و عداوت، حسد و تعصب کو دور کر لیں اور نہایت اخلاص و صدق کے ساتھ اس مختصر رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ فقیر سے جو غلطی اس رسالہ میں صادر ہوئی ہو اس کی تصحیح فرمائیں اور فقیر کو فقیر کی غلطی پر ضرور مطلع فرمائیں۔

جو شخص اردو زبان سے ادنیٰ واقفیت رکھتا ہے اگر وہ فقیر کے اس رسالہ کو اخلاص کے ساتھ مطالعہ کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے عبارت حفظ الایمان میں بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ من ذالک۔ مولیٰ عزوجل تبارک و تعالیٰ گمراہوں بد مذہبوں کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور راہ راست دکھائے اور اہلسنت و جماعت کو صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

بجاء مید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین و بزرگ و سلم۔ ابدالابدین

مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی ناپاک عبارت

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جاتا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر مہمی و مجنون بلکہ جمع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“

اس ناپاک عبارت میں حضور پر نور شافع یوم المنثور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو بچوں پاٹلوں جانوروں چار پائیوں کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں

صریح توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ عرب و عجم، ہندو سندھ کے علمائے اہلسنت و جماعت و مشائخ عظام و فضلاء کرام نے اس ناپاک عبارت کو صریح کفر بتایا اور اس ناپاک عبارت کے لکھنے والے پر کفر کا فتویٰ دیا مگر دیوبندی مولویوں نے اس ناپاک عبارت پر پردہ ڈالنا چاہا اسے صاف و بے غبار بتایا لہذا فقیر نے ارادہ کیا کہ ان کی دہن دوزی کے لئے خود ان کے اقرار سے ثابت کر دکھائے کہ یقیناً اس ناپاک عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ اب فقیر علماء و عمائد دیوبند و مدعیان وکالت مولوی اشرف علی تھانوی کے اقرار سے ثابت کرتا ہے کہ بلاشبہ مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی ہے۔ نہایت خلوص و اخلاص کے ساتھ یہ نیت احقاق حق غور سے ملاحظہ فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ ان ارید الا اصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ

عبارت حفظ الایمان کی صفائی میں دیوبندی مولویوں کی خانہ جنگی کی پہلی تشکیل

عبارت حفظ الایمان کی صفائی کا پہلا رخ صدر دیوبند کے قلم سے

مولوی حسین احمد صاحب صدر دیوبند نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب کے ص ۱۱۱ پر عبارت حفظ الایمان کی توضیح میں لکھا ہے ”حضرت مولانا (اشرف علی تھانوی) عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں لفظ اتنا تو نہیں فرما رہے ہیں اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ محاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اور چیزوں (بچوں، پاگلوں، چارپایوں) کے علم کے برابر کر دیا۔ اس کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اگر مولوی اشرف علی صاحب حفظ الایمان کی عبارت مذکورہ میں لفظ ایسا کے بجائے لفظ اتنا لکھتے تو اس وقت یہ احتمال ضروری ہوتا کہ مولوی اشرف علی نے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم کے برابر کر دیا۔ والعیاذ باللہ من ذالک۔ مگر جب کہ لفظ ایسا لکھا ہے لفظ اتنا نہیں لکھا تو اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے ساتھ بچوں، پاگلوں، جانوروں اور چارپایوں کے علم کی برابری کا احتمال نہیں۔

صدر دیوبند کی پیش کردہ صفائی غلط ہے

ناظم شعبہ تبلیغ دیوبندی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی کے قلم سے

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی دیوبندی حفظ الایمان کی عبارت مذکور کی شرح میں اپنے رسالہ توضیح البیان کے ص ۷ پر لکھتے ہیں۔ ”عبارت متنازعہ فیہا (یعنی عبارت حفظ الایمان) میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا ہے“ اور اسی رسالہ کے ص ۸ پر ہے ”واضح ہو کہ ایسا کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ (یعنی عبارت حفظ الایمان میں) متعین ہیں“ ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں ایسا کے معنی ہی اتنا اور اس قدر کے ہیں۔

صدر دیوبند کی پیش کردہ صفائی غلط ہے

مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی کے قلم سے

مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی نے مناظرہ بریلی میں بیان کیا کہ ”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ بدوں تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے“ اور ایک دفعہ یہ بیان کیا کہ ”حفظ الایمان کی عبارت میں بھی جیسے کہ میں بدلائل قاہرہ ثابت کر چکا ہوں (یعنی لفظ ایسا) بغیر تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے“۔ پہلی عبارت مناظرہ بریلی کی روئے امرتبہ و پایہ دیوبندیہ مسماۃ فتح بریلی کا دلکش نظارہ کے ص ۳۴ پر ہے اور دوسری عبارت اس روئے اد کے ص ۴۰ پر ہے اور اسی روئے اد کے ص ۴۸ پر ہے ”ایسا تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور حفظ الایمان کی عبارت میں وہ بلا تشبیہ کے اتنا کے معنی میں مستعمل ہے“۔ مولوی منظور صاحب دیوبندی کی ان تینوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ ایسا کے معنی تشبیہ کے نہیں بلکہ لفظ ایسا کے معنی اتنا کے ہیں۔

نتیجہ: دوستی کے پردہ میں دشمنی:

حضرات ناظرین! اللہ انصاف! غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ صدر دیوبند نے جو وجہ عبارت حفظ

الایمان کی صفائی میں بیان کی مولوی مرتضیٰ حسن درہنگی دیوبندی اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی نے کیسے اس وجہ کو صاف اڑا دیا۔ صدر دیوبند کا بیان ہے کہ اگر عبارت حفظ الایمان میں لفظ ایسا کی بجائے لفظ اتنا ہو تو اس وقت عبارت حفظ الایمان سے یہ احتمال ضروری پیدا ہوتا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اور چیزوں یعنی بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم کے برابر کر دیا۔ والعیاذ باللہ من ذلک۔ اور مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی اور منظور صاحب دیوبندی دونوں کامل کر یہ بیان ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں لفظ ایسا کے معنی ہی اتنا اور اس قدر کے ہیں۔ اب صدر دیوبند اور ان دونوں دیوبندی مولویوں کے بیانات سے صاف یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کو اشارۃً بچوں، پاگلوں، جانوروں و چارپایوں کے علم کے برابر بتایا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

اس نتیجہ پر فتوے خود مولوی اشرف علی تھانوی کے قلم سے

بسط البیان مصنف اشرف علی تھانوی کے ص ۲ پر ہے ”جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے۔ نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔“

حضرات ناظرین! دیوبندی مولویوں کے بیانات اور خود اشرف علی تھانوی کے فتویٰ سے ثابت ہو گیا کہ عبارت حفظ الایمان کے مصنف یعنی مولوی اشرف علی تھانوی اسلام سے خارج ہے۔
مدی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری ۔ اسے کہتے ہیں دوستی کے پردے میں دشمنی

صدر دیوبند عبارت حفظ الایمان میں اتنا کا انکار کر رہے ہیں کہ دوسرے دونوں دیوبندی اسی عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو اتنا کے معنی میں لے رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دونوں فریق میں سے ایک سچا اور دوسرا قطعاً جھوٹا ہے۔

سوال نمبر ۱۔ کیا فرماتے ہیں علماء دیوبند اس مسئلہ میں کہ صدر دیوبند اور اس کے مقابل دونوں دیوبندیوں میں سے بیان بالا میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

صدر دیوبند اور دیوبندی مولویوں کی یہی مخالفت دوسرے پیرایہ میں

صدر دیوبند کا بیان

”حضرت مولانا (اشرف علی تھانوی) عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں لفظ اتنا تو نہیں فرما رہے ہیں اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اور چیزوں (بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں) کے علم کی برابر کر دیا۔“ (الشہاب الثاقب ص ۱۱۱)

نتیجہ عبارت حفظ الایمان میں اگر لفظ ایسا کی جگہ لفظ اتنا ہو تو یہ عبارت صاف و بے غبار نہیں بلکہ اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا شائبہ اور احتمال ضروری ہے۔

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی دیوبندی کا بیان

”عبارت متاخرہ فیہا (یعنی عبارت حفظ الایمان) میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا“ (توضیح البیان ص ۱۷۱) ”حفظ الایمان کی عبارت بے شک آیت کی طرح صاف و بے غبار ہے۔“ (توضیح البیان ص ۱۷۱) نتیجہ عبارت حفظ الایمان میں لفظ ایسا کے معنی اتنا اور اس قدر مراد لیتے پر بھی عبارت صاف اور بے غبار رہتی ہے۔

مولوی منظور صاحب دیوبندی کا بیان

”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔“ (رونداد مناظرہ بریلی مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ ص ۳۳) ”بہر حال حفظ الایمان میں جو عبارت ہے اور اس کے متعلق میرا دعویٰ ہے کہ اس میں توہین کا شائبہ بھی نہیں“ (رونداد مذکورہ ص ۶۳)۔

نتیجہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا کے معنی اتنا ہونے کی صورت میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا احتمال اور شائبہ نہیں حضرات ناظرین! غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ صدر دیوبند عبارت حفظ الایمان میں ایسا کے بجائے اتنا ہونے کی صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا احتمال ضروری بتا رہے ہیں اور باقی

دونوں دیوبندی مولوی عبارت حفظ الایمان میں ایسا کوا تنہ کے معنی میں لیتے ہیں اور پھر بھی عبارت حفظ الایمان کو صاف و بے غبار اور توہین کے احتمال سے خالی بتا رہے ہیں ان دونوں فریقوں میں سے ایک فریق سچا اور دوسرا جھوٹا ضرور ہے۔

سوال نمبر ۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دیوبند اس مسئلہ میں کہ اوپر کے بیانات میں صدر دیوبند اور اس کے مقابل دوسرے فریق دیوبند میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔

صدر دیوبند کو اپنی بد قسمتی پر رونے کی دھمکی اور صدر دیوبند کی عقل کی سبکی مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگلی دیوبندی کے قلم سے

”جس کی عقل سلیم میں اب بھی مطلب نہ آئے اور پھر بھی یہی کہے کہ نہیں اس عبارت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو صریح گالی ہے یا کم از کم یہ عبارت تنقیص شان والہ کو موہم ہے تو چاہئے کہ وہ اپنی خوش قسمتی پر روئے، کلام کا قصور نہیں اس کی عقل کی خوبی ہے۔“ (توضیح البیان ص ۱۴) یعنی عبارت حفظ الایمان میں ایسا کوا تنہ کے معنی میں لے کر بھی جو شخص یہ کہے کہ اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں صریح گالی ہے یا اس عبارت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں تنقیص و توہین کا احتمال دوہم ہوتا ہے تو وہ شخص اپنی بد قسمتی پر روئے عبارت حفظ الایمان کا قصور نہیں بلکہ اس شخص کی عقل و سمجھ کا قصور ہے فقیر نے اوپر وضاحت سے ثابت کر دیا ہے کہ صدر دیوبند کے نزدیک عبارت حفظ الایمان میں ایسا کے بجائے اتنا ہونے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین و تنقیص کا احتمال ضروری ہوتا ہے۔ تو مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگلی دیوبندی کے اشتہار کے بموجب چاہئے کہ بے چارہ صدر دیوبند اپنی خوش (بد) قسمتی پر روئے، کلام و عبارت حفظ الایمان کا قصور نہیں اس (صدر دیوبند) کی عقل کی خوبی (کی اور سبکی) ہے۔

عبارت حفظ الایمان کی صفائی کا دوسرا رخ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب

در بھنگلی دیوبندی کے قلم سے

”اور اگر تکفیر کی تشبیہ علم نبوی، بعلم زید و عمرو ہے تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے محتاج ہے خلاف کلام بلکہ نسخ کلام کا۔“ (توضیح البیان ص ۱۳)

”عبارت متنازعہ فیہا (یعنی عبارت حفظ الایمان) میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا ہے پھر تشبیہ کیسی“ (توضیح البیان ص ۱۷) اسی صفحہ پر ہے۔ ”نہ اس میں (یعنی عبارت حفظ الایمان میں) تشبیہ ہے نہ توہین“ اسی رسالہ کے ص ۸ پر ہے۔ ”واضح ہو کہ ایسا لفظ قبطی مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں۔“ ان عبارات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے لینا غلط ہے۔ تشبیہ کی صورت میں عبارت حفظ الایمان سرے سے باطل ہے۔ ہاں اگر عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو بے شک عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہے اور اس صورت میں مولوی اشرف علی تھانوی کو کافر کہنا صحیح ہے مگر عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ نہیں لہذا توہین نہیں۔

عبارت حفظ الایمان کی مذکورہ صفائی پر روشنائی

مولوی منظور صاحب دیوبندی کے قلم سے

”ایسا تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور حفظ الایمان کی عبارت میں وہ بلا تشبیہ کے اتنا کے مستعمل ہوتی ہے۔“ (رونداد مناظرہ بریلی مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ ص ۳۸) ”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔“ (رونداد مذکورہ ص ۳۳) ”اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں جب تو ہمارے نزدیک بھی وہ موجب کفر ہے۔“ (ص ۳۵۔ رونداد وہابیہ) اس فقیر ناچیز نے مناظرہ بریلی میں بیان کیا تھا کہ عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپائیوں کے علم سے تشبیہ دی ہے۔ بہذاں اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین اور گندی گالی ہے۔ مناظرہ بریلی کی رونداد مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ کے ص ۳۰ پر بھی فقیر کی تقریر میں یہ مضمون درج ہے۔ مولوی منظور صاحب دیوبندی کی

عبارت کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا کے معنی اتنا ہے لہذا عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ نہیں ہے۔ ہاں اگر عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ ہو تو اس عبارت میں ضرورت تو یہ ہے اور کفر ہے۔ حضرات ناظرین! غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگلی دیوبندی اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی دونوں کامل کرائیہ بیان ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ نہیں اگر تشبیہ ہو تو اس صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہوتی ہے۔

ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگلی اور مولوی منظور سنبھلی

دیوبندی کی پیش کردہ صفائی غلط ہے صدر دیوبند کے قلم سے

صدر دیوبند نے عبارت حفظ الایمان کی توضیح میں لکھا ہے۔ ”لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے“۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۰۱) کتاب مذکور کے ص ۱۱۲ پر ہے۔ ”ادھر شرط اتج نہیں کہا یعنی مولوی اشرف علی نے بلکہ تشبیہ لفظ بغضیت میں دے رہے ہیں“۔ کتاب مذکور کے ص ۱۱۳ پر ہے ”غرض سیاق عبارت اور سیاق کلام ہر دونوں بوضاحت دہانت کرتے ہیں کہ نفس بغضیت میں تشبیہ دی جا رہی ہے“۔ کتاب مذکور کے ص ۱۱۵ پر ہے۔ ”حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کا دامن تقدس بالکل پاک و صاف ہے“۔ ان عبارات سے نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ موجود ہے مگر پھر بھی اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین نہیں۔ تھانوی صاحب کی عبارت صاف ہے۔ حضرات ناظرین پہلے دونوں دیوبندی مولویوں کا بیان ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ ہو تو اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہے۔ اب علمائے دیوبند سے سوال نمبر ۳ ہے کہ صدر دیوبند اور اس مقابل کے دیوبندی فریق میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ جواب بغیر روایت ہونا چاہیئے۔

دوستی کے پروے میں کھلی دشمنی

صدر دیوبند کا بیان: مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ ہے۔

ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند اور منظور دیوبندی دونوں کا مل کا اتفاقہ بیان

مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین ہے۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین ہے اور جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرے ظاہر ہے وہ اسلام سے خارج ہے۔ لہذا صدر دیوبند اور منظور دیوبندی کے بیانات سے بھی آخر یہی نتیجہ نکلا کہ مولوی اشرف علی تھانوی اسلام سے خارج ہے۔ اسے کہتے ہیں دوستی کے پردے میں کھلی دشمنی۔

اُردو کے محاورہ سے صدر دیوبند یا منظور دیوبندی کی نادانی ایک دوسرے کی زبانی

”میں (مولوی منظور) نے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں جیسا کا لفظ نہیں ہے۔ لہذا اس میں تشبیہ نہیں۔“ (مناظرہ بریلی کی روداد دہا بیہ دیوبندیہ ص ۳۳) اسی روداد کے ص ۳۴ پر ہے۔ ”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے“ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے نہیں اس لئے کہ اس عبارت میں جیسا نہیں ہے۔

اب عبارت حفظ الایمان کی شرح میں صدر دیوبندی کی سنئے

”لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے۔“ (الشہاب الثاقب ص ۱۱۱) کتاب مذکور کے ص ۱۱۳ پر ہے۔ ”غرض سیاق عبارت و سیاق کلام ہر دونوں بوضاحت دلالت کرتے ہیں کہ نفس بعفیت میں تشبیہ دی جا رہی ہے۔“ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہے اگرچہ اس عبارت میں لفظ جیسا نہیں ہے یہ دونوں نتیجے آپس میں بالکل مخالف ہیں۔ اب علما نے دیوبند سے سوال نمبر ۴ ہے کہ کس کا نتیجہ صحیح اور کس کا غلط؟ صدر دیوبند اور مولوی منظور دیوبندی دونوں میں سے کون اُردو کے محاورہ سے نادان ہے اور کون واقف؟

اُردو کے محاورہ سے صدر دیوبندی یا مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی

کی نادانی ایک دوسرے کی زبانی

صدر دیوبند (عبارت حفظ الایمان میں) لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۱۱)

ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند: عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو تشبیہ کے لئے لینا غلط ہے۔ اس لئے کہ اس صورت عبارت حفظ الایمان میں ایک اور کلام محذوف ماننا پڑے گا بلکہ تشبیہ کی صورت میں عبارت حفظ الایمان کا مطلب ہی خبط اور باطل ہو جائے گا۔ ملاحظہ ہو توضیح البیان اس کے ص ۱۳ پر ہے ”اور اگر وجہ تکفیر کی تشبیہ علم نبوی بعلم زید و عمر ہے تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو حال نکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے محتاج ہے۔ حذف کلام بلکہ مسخ کلام کا۔“

سوال نمبر ۵ کیا فرماتے ہیں علماء دیوبند اس مسئلہ میں کہ صدر دیوبند اور ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند میں سے کون اُردو کے محاورہ سے نادان ہے اور کون واقف۔

عبارت حفظ الایمان میں دیوبندیوں کی خانہ جنگی کی تیسری تشکیل

عبارت حفظ الایمان کی صفائی کا تیسرا رخ مولوی عبدالشکور لکھنوی

دیوبندی ایڈیٹر النجم کے قلم سے

مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی نے مباحثہ مونگیر میں حفظ الایمان کی عبارت کی شرح میں بیان کیا کہ ”جس صفت کو ہم مانتے ہیں اور اس کو رد ذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں۔ لہذا علم غیب کی کسی شق کو رد ذیل چیز میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہو سکتی۔“ ملاحظہ ہو مباحثہ مونگیر کی رونداد مرتبہ وہابیہ دیوبند مسماۃ نصرت آسمانی ص ۲۷ یعنی مولوی اشرف علی صاحب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہی نہیں بلکہ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانے اس کو منع کرتے ہیں ہاں اگر

مولوی اشرف علی تھانوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے تو یقیناً عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین ہوتی۔

ایڈیٹر النجم دیوبندی کی پیش کردہ صفائی پر پہلا وار ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند کے قلم سے

عبارت حفظ الایمان کی شرح توضیح البیان کے ص ۱۳ پر ہے۔ ”بیان بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے نہ یہاں ہو سکتی ہے۔“ اسی رسالہ کے صفحہ ۳ پر ہے۔ ”حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بھٹائے الہی حاصل ہے۔“ یعنی مولوی اشرف علی تھانوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہیں۔

ایڈیٹر النجم دیوبندی کی پیش کردہ صفائی پر دوسرا وار صدر دیوبند کے قلم سے

عبارت حفظ الایمان کی شرح میں صدر دیوبند نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب کے صفحہ ۱۱۴ پر لکھا ہے ”غرض کہ لفظ عالم الغیب کے معنی میں دو شقیں فرمائی ہیں اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ جو علم غیب رسول علیہ السلام کو حاصل تھا وہ سب میں موجود ہے بلکہ اس معنی کو سب میں موجود مانتے ہیں“ یعنی مولوی اشرف علی صاحب نے عالم الغیب کے معنی میں دو صورتیں بیان کی ہیں پہلی صورت کل علم غیب اور دوسری صورت بعض علم غیب۔ دوسرے معنی یعنی بعض علم غیب کو مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور باقی سب چیزوں میں موجود مانتے ہیں۔

ایڈیٹر النجم دیوبندی کی پیش کردہ صفائی پر تیسرا وار ایڈیٹر صاحب کے

خاص شاگرد مولوی منظور دیوبندی کے قلم سے

”تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات و جمادات کو بھی مطلق بعض غیوب کا علم حاصل ہے اور یہی حفظ

الایمان کی عبارت کا پہلا اہم جزو ہے۔“ (مناظرہ بریلی کی روئداد مرتبہ دہلیہ دیوبندیہ ص ۸۱)

اسی روئے اد کے ص ۸۹ پر ہے۔ ”حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں اور اس میں زید و عمر اور صبیحاں و مجاہدین اور حیوانات و بہائم کے لئے مطلق بعض غیب کا علم تسلیم کیا گیا ہے نہ کہ وہ علم جو واقع میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔“ ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بلکہ سب چیزوں کے لئے علم غیب مانتے ہیں۔

دیوبندی مولویوں کی اپنے پیشوا اشرف علی تھانوی کے ساتھ

دوستی کے پردہ میں دشمنی

مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ اگر مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے تو عبارت حفظ الایمان میں یقیناً توہین ہوتی۔ صدر دیوبند و ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند مولوی منظور دیوبندی سب کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہیں۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ عبارت حفظ الایمان میں یقیناً توہین ہے (اس لئے کہ وضع مقدم سے نتیجہ وضع ثانی نکلا ہے کمالا نشی)

حضرات ناظرین! ملاحظہ کیجئے علمائے دیوبند علی کے بیانات سے صاف یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مولوی اشرف علی نے عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کرنے والا خارج از اسلام کافر و مرتد و بددین ہے۔ دیکھا اسے کہتے ہیں دوستی کے پردے میں دشمنی دیوبند یو اب تو توبہ کر دو اور ایمان لاؤ۔

سوال نمبر ۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دیوبند اس مسئلہ میں کہ ایک دیوبند کافر فریق یہ کہتا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب نہیں مانتے بلکہ جو مانے اس کو منع کرتے ہیں اور دیوبند کا دوسرا فریق جس میں صدر دیوبند اور ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند بھی داخل ہیں یہ بیان کرتا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہیں اور ان دونوں فریق میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ بینوا تو جروا

جھوٹے کی پہچان۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان

مولوی اشرف علی تھانوی کا خود بیان۔ ”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر مہی (بچے) و مچھون (پاگل) بلکہ جمع حیوانات و بہائم (جانوروں و چار پائیوں) کے لئے بھی حاصل ہے۔“ دیکھئے مولوی اشرف علی تھانوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بعض علم غیب مانتے ہیں اور پھر حضور کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چار پائیوں کے علم سے تشبیہ دیتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ من ذالک۔ ادھر مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی کی چال دیکھئے عبارت حفظ الایمان کی تاویل میں بیان کرتے ہیں کہ ”جس صفت کو ہم مانتے اس کو ذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم (مولوی اشرف علی و دیگر دیوبندی) نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں۔ لہذا علم غیب کی کسی شق کو ذیل چیز میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہو سکتی۔“ (کسرت آسمانی ص ۲۷)

حضرات ناظرین! اللہ انصاف مولوی اشرف علی تھانوی تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مان کر حضور کے علم شریف کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چار پائیوں کے علم سے تشبیہ دے۔ والعیاذ باللہ اور مولوی اشرف علی کے مذہبی ٹھیکیدار مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی انصاف کا خون کر کے زیر دستی مولوی اشرف علی کی عبارت کی یہ تاویل گڑھے کہ مولوی اشرف علی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہی نہیں بلکہ جو مانے اس کو منع کرتے ہیں۔ ہاں اگر مولوی اشرف علی تھانوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مان کر بچوں، پاگلوں، جانوروں، چار پائیوں کے علم سے تشبیہ دیتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہوتی۔ اس ناچیز کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب مولوی اشرف علی تھانوی خود ایک بات کو تسلیم کر رہا ہے تو ایڈیٹر انجم دیوبندی کیوں خواہ مخواہ زیر دستی اپنے پیشوا تھانوی کے اقرار کو انکار اور تسلیم کو عدم تسلیم سے بدل رہا ہے۔ یہی ہے جھوٹے کی پہچان۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں بھی کوئی راز ہے کہ دوستی کے پردے میں دشمنی کا ساز ہے یعنی لکھنوی صاحب اپنے پیشوا تھانوی صاحب کو ڈھیل دے رہا ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ اے تھانوی جی تم جو چاہو کہہ جاؤ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی شان میں توہین کرو ہم تمہارے دیوبندی چیلے جب تک موجود ہیں گے کسی نہ کسی طرح آپ کی باتوں کی تاویلیں گھڑتے رہیں گے خواہ آپ کی مخالفت ہو یا موافقت دیوبندی اب تو توبہ کرو اور ایمان لاؤ

مولوی منظور دیوبندی سنبھلی کی عمر بھر کی کمائی ان کے تحریری اقرار نے اک دم خاک میں ملائی

مولوی منظور صاحب نے اپنے ماہواری رسالہ میں مناظرہ بریلی کی روئداد بھی شائع کی ہے اور اس روئداد کے ص ۳۴ پر لکھا ہے۔ ”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدوں تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔“ اس عبارت پر اسی صفحہ میں یہ حاشیہ لکھا ہے ”واضح رہے کہ لفظ ایسا کی طرح لفظ اتنا بھی کبھی تشبیہ کے لئے آتا ہے اور کبھی بلا تشبیہ کے صرف مقدار کے لئے مثلاً کہتے ہیں زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو۔ اس مثال میں اتنا تشبیہ کے لئے ہے اور کہا جاتا زید اتنا مالدار ہے جس کی حد نہیں۔ یہاں لفظ اتنا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ مقدار کے لئے ہے ناظرین ہمارے اس نوٹ کو یاد رکھیں۔“ ناظرین کی خدمت میں فقیر عرض کرتا ہے کہ مولوی منظور صاحب نے عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو اتنا کے معنی میں بتایا اور یہ اس لئے کہ مولوی منظور صاحب کے نزدیک اگر عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہے اور یہ عبارت موجب کفر ہے حاشیہ مذکور سے ظاہر ہے کہ مولوی منظور صاحب اپنے گمان میں تشبیہ سے بچنے کے لئے اگرچہ ایسا کے معنی اتنا کے بیان کئے ہیں مگر پھر بھی عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ کے معنی مولوی منظور صاحب کے نزدیک برقرار ہیں۔ اس لئے کہ اتنا کے معنی تشبیہ کے آتے ہیں اور عبارت حفظ الایمان میں اتنا کے استعمال کی وہی صورت ہے جس میں اتنا تشبیہ کے لئے ہوتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ مولوی منظور صاحب نے اتنا کے دو معنی تسلیم کئے ہیں۔ پہلے معنی مقدار میں تشبیہ کے لئے دوسرے معنی صرف مقدار کے لئے پہلے معنی کی مثال یہ دی ہے کہ زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو۔ دوسرے معنی کی مثال یہ دی ہے کہ ”زید اتنا مالدار ہے جس کی حد نہیں۔“ اب عبارت حفظ الایمان ”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا

تخصیص ہے ایسا (اتنا) علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر مہی و مچھون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے“ کی طرف توجہ کیجئے۔ یہ عبارت بلاشبہ ”زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو“ کی نظیر ہے جیسے اس مثال میں تشبیہ ہے اور مولوی منظور صاحب کو مسلم ہے اسی طرح حفظ الایمان میں بھی ایسا کو اگر چہ اتنا کے معنی میں لیا جائے بلاشبہ اس عبارت میں تشبیہ موجود ہے۔ اگر کوئی دیوبندی اُردو کے محاورہ سے ناواقف اعتراض کرے کہ اس مثال میں لفظ جتنا ہے لہذا اس میں اتنا تشبیہ کے لئے ہے اور عبارت حفظ الایمان میں لفظ جتنا نہیں لہذا اس میں ایسا بمعنی اتنا تشبیہ کے لئے نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس مثال یعنی ”زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو“ کے مضمون، اگر یوں ادا کیا جائے کہ ”بعض مال میں زید کی کیا تخصیص ہے اتنا مال تو عمرو کے لئے بھی حاصل ہے“ تو اہل بات پر تکی نہیں کہ اس عبارت میں اور پہلی عبارت میں معنی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں جو معنی پہلی عبارت کے ہیں وہی معنی اس عبارت کے ہیں اگرچہ پہلی عبارت جو مولوی منظور صاحب نے مثال میں پیش کی ہے اس میں لفظ جتنا ہے اور دوسری عبارت میں بھی تشبیہ ہے اسی طرح عبارت حفظ الایمان میں ایسا بمعنی اتنا بھی تشبیہ کے لئے ہے جس طرح اس ناپاک گندی عبارت کہ ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتنا علم غیب ہے جتنا زید و عمرو بلکہ بچوں، چالوں، جانوروں، چار پاؤں کے لئے حاصل ہے“ میں صریح توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ اسی طرح عبارت حفظ الایمان کہ ”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ایسا (بمعنی اتنا) علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر مہی و مچھون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے“ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان ارفع و اعلیٰ میں بھی صریح توہین اور کھلی گستاخی ہے ان دونوں ناپاک عبارتوں کا مضمون ایک ہی ہے اگرچہ پہلی عبارت میں اتنا کے ساتھ جتنا بھی ہے اور دوسری عبارت میں اتنا کے ساتھ جتنا نہیں جیسے پہلی ناپاک عبارت میں اتنا تشبیہ کے لئے ہے ایسے ہی حفظ الایمان کی ناپاک گندی گہونی عبارت میں بھی ایسا بمعنی اتنا تشبیہ کے لئے ہے۔ صدر دیوبند نے عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو تشبیہ کے لئے بتایا مولوی منظور نے جب دیکھا کہ ایسا کو تشبیہ کے لئے ماننے کی صورت میں عبارت حفظ الایمان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں صریح توہین نکلتی ہے تو براہ مہر کی یہ چال اختیار کی کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ ایسا اس عبارت میں

اتنا کے معنی میں ہے بھراس پر حاشیہ یہ چڑھایا کہ اتنا کے دو معنی ہیں تشبیہ اور غیر تشبیہ اور یہ نہ سوچا کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا اگر چہ اتنا کے معنی میں ہو جب بھی اس کے معنی تشبیہ کے رہتے ہیں اور مولوی منظور نے حاشیہ میں دو مثالیں دے کر بالکل واضح کر دیا کہ بے شک عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ ہے۔ مولوی منظور صاحب نے اتنا کے غیر تشبیہ ہونے کے لئے یہ مثال دی کہ ”زید اتنا مالدار ہے کہ جس کی حد نہیں۔“ اگر عبارت حفظ الایمان یوں ہوتی کہ ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتنا علم غیب حاصل ہے جس کی حد نہیں“ تو اس وقت اس میں تشبیہ نہ ہوتی مگر عبارت حفظ الایمان میں یوں نہیں بلکہ وہ یوں ہے ”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا (اتنا) علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر مہی و مچھون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“ یہ عبارت مولوی منظور کی اس مثال کہ زید اتنا مالدار ہے جتنا عمر و کی نظیر ہے۔ اس میں تشبیہ موجود ہے لہذا عبارت حفظ الایمان میں بھی تشبیہ موجود ہے۔ دیکھئے مولوی منظور صاحب نے جس بات کا انکار کیا اسی کا اقرار انہیں کی زبانی ثابت ہو گیا۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری روکداد دہا بیہ کے اس حاشیہ کی آخری عبارت یہ ہے۔ ”تاخرین ہمارے اس نوٹ کو یاد رکھیں“ فقیر کہتا ہے کہ بے شک یہ نوٹ سینوں کے لئے قیمتی ہے۔ بے شک یہ نوٹ یاد رکھنے کا ہے۔ یہی وہ نوٹ ہے جس نے مولوی منظور کی عمر بھر کی کمائی اک دم خاک میں ملائی ہے۔

نوٹ: حفظ الایمان کی ناپاک عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں اس قدر زیادہ توہین ہے کہ اس میں کوئی صحیح تاویل نہیں ہوتی۔ دیوبندی مولوی جو تاویل کرتے ہیں دیوبندیوں کے اقرار سے اس تاویل میں بھی عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین رہتی ہے۔ دیوبندیوں کو تو یہ کہو اب تو ایمان لاؤ۔

عبارت حفظ الایمان کے متعلق دیوبندی مولویوں کے نام کھلے خطوط

پہلا خط نام جناب مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی و مدعی وکالت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی سلام مستون! آپ کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ حفظ الایمان میں ایک ناپاک عبارت لکھ کر حضور پر نور شافع یوم المنور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی

گستاخی کی ہے وہ عبارت یہ ہے۔

”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر مہم و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“ (حفظ الایمان ص ۶)

آپ نے اپنی کتاب ”الشہاب الثاقب“ میں عبارت مذکورہ کی صفائی میں بیان کیا ہے کہ ایسا اس عبارت میں تشبیہ کے لئے ہے۔ اس عبارت میں ایسا کے بجائے اگر اتنا ہوتا تو ضرور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا معاذ اللہ احتمال ہوتا اور آپ کے پیشوا تھانوی صاحب کی دکالت کے دوسرے مدعی مولوی مرتضیٰ حسن صاحب درہمئی کا ظم شعبہ تبلیغ دیوبند نے آپ کی کھلی مخالفت کی ہے اور اسی عبارت کی صفائی میں اپنے رسالہ ”توضیح البیان“ میں بیان کیا ہے کہ ایسا عبارت میں تشبیہ کے لئے لینا غلط ہے بلکہ ایسا معنی میں اس قدر اور اتنا کے ہے ملاحظہ ہو توضیح البیان کے ص ۱۳ پر ہے۔

”اور اگر وجہ تکفیر کی تشبیہ علم نبوی بعلم زید و عمر ہے تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے محتاج ہے حذف کلام بلکہ مسخ کلام کا۔“ اور اسی رسالہ کے ص ۷ پر ہے:

”عبارت متنازعہ فیہا (یعنی عبارت حفظ الایمان) میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا ہے تو پھر تشبیہ کیسی۔“

اور اسی صفحہ ۷ پر ہے:

”نہ اس (یعنی عبارت حفظ الایمان) میں تشبیہ ہے نہ توہین“

اور اسی رسالہ کے صفحہ ۸ پر ہے:

”واضح ہو کہ ایسا کا لفظ فقط مانند اور مثل کے معنی مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنا کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں۔“

اور تھانوی صاحب کی وکالت کے تیسرے مدعی مولوی منظور سنبھلی دیوبندی صاحب نے بھی اس سال مناظرہ بریلی میں آپ کی بات کو غلط ٹھہرایا اور بیان کیا کہ ”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔“ (ملاحظہ ہو مناظرہ بریلی کی رویداد مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ مساقہ فتح بریلی کا دلکش نظارہ ص ۳۴) اسی رویداد کے صفحہ ۵۳ پر ہے کہ ”حفظ الایمان کی عبارت میں وہ (یعنی ایسا) تشبیہ کے لئے نہیں ہے“ بلکہ مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی نے مناظرہ میں علانیہ بیان کیا تھا کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو کفر ہے۔ آپ ایسا کو تشبیہ کے لئے لے رہے ہیں اور اتنا کا رد کر رہے ہیں اور آپ کے دوسرے دونوں ساتھی دیوبندی ایسا کو اتنا کے معنی میں لے رہے ہیں اور تشبیہ کو غلط بلکہ کفر بتا رہے ہیں۔ آپ بھار قرآن پاک پر ایمان رکھتے کے مدعی ہیں۔ لہذا قرآن کریم کا فرمان واجب الادعاء لتبیه للناس ولا تکفروا نہ (یعنی شرعی حکم ضرور لوگوں سے بین کرنا اور ہرگز نہ چھپانا) کو یاد کر کے سچ بتا دیجئے کہ آپ اور مولوی مرتضیٰ حسن صاحب درہنگی دیوبندی اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی میں سے کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ کون حق پر اور کون باطل پر ہے اور آپ کے دونوں ساتھیوں دیوبندیوں نے حفظ الایمان کی عبارت میں جو ایسا کے معنی اتنا اور اس قدر کے بیان کئے ہیں اس معنی کی بنا پر آپ کے نزدیک آپ کے اقرار سے مولوی اشرف علی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی یا نہ۔ انصاف سے سچ بتانا یہ کوئی آپ کا اور میرا دنیوی معاملہ نہیں بلکہ حضور اقدس سرور دو عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا معاملہ ہے لہذا آپ قصب و عداوت کو دور کر کے اس مکتوب کا انصاف سے جواب ارسال کریں۔ وما علینا الا البلاغ ان ارید الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔

نوٹ: آپ نے عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ کے معنی مراد لئے ہیں اور مولوی منظور سنبھلی دیوبندی نے عبارت مذکورہ میں تشبیہ مراد لینے والے کو عقل کا دشمن لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو دیوبندی سنبھلی صاحب کی سیف یمانی اس کے ص ۶۴ پر ہے۔ ”ان عقل کے دشمنوں (یعنی تشبیہ مراد لینے والوں) کے نزدیک ابطال تشبیہ کا نام ہی تشبیہ ہے۔“ اب آپ فرمان مذکور کو مد نظر رکھ کر سچ بتائیے کہ آپ کے سنبھلی صاحب نے جو آپ کو

عقل کا دشمن لکھا ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟

فقیر سردار احمد غفرلہ گورداسپوری خادم جمعیتہ خدام الرضا محلہ سوداگراں

بریلی شریف از دیال گڈھ ضلع گورداسپور پنجاب ۲۱ یقعدہ ۱۳۵۴ھ

دوسرا خط بنام جناب مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی دیوبندی ناظم

شعبہ تبلیغ دیوبند مدعی وکالت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

سلام مسنون! آپ کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان کی جس ناپاک عبارت میں حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے وہ عبارت یہ ہے۔ ”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جائے اگر بتقلید زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب مگر بعض علوم عیسیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا ہم غیب تو زید و عمرو بلکہ برہمن و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے (حفظ الایمان ص ۶) آپ نے اس عبارت کی صفائی میں اپنے رسالہ ”توضیح الہدیان“ میں دو باتیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ اس عبارت میں ایسا کے معنی اتنا اور اس قدر معین ہیں اور ایسا کے معنی تشبیہ کے نہیں ہیں اور آپ کے تھانوی صاحب کے دوسرے مدعی وکالت مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی صدر دیوبند نے اس بارے میں آپ کی بالکل بجا قلت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہے ایسا معنی میں اتنا کے نہیں ہے اور بیان کیا ہے کہ اگر عبارت حفظ الایمان میں ایسا کے بجائے اتنا ہوتا تو عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا احتمال محاذ اللہ ضرور ہوتا۔ ملاحظہ ہو صدر دیوبند کی کتاب ”الاشہاب الثاقب“ اس کے ص ۱۱۱ پر ہے۔

”جناب یہ تو ملاحظہ کیجئے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں لفظ اتنا تو نہیں فرما رہے ہیں۔ اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اور چیزوں (جانوروں، چارپایوں، پتھروں، پتلیوں) کے علم کے برابر کر دیا۔“ اسی کتاب کی عبارت

مذکورہ کے بعد ہی دوسری سطر میں ہے ”لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے“ اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۲ پر ہے۔ ”ادھر لفظ اتنا نہیں کہا بلکہ تشبیہ فقط بعضیت میں دے رہے ہیں اور دوسری بات آپ نے یہ بیان کی ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب تسلیم کرتے ہیں اور آپ کے تھانوی صاحب کے تیسرے مدعی وکالت مولوی عبدالشکور صاحب دیوبندی لکھنوی نے آپ کی اس بات کا کھلا ہوا رد کیا ہے اور ”مباحثہ مونگیر“ میں بیان کیا کہ

”جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو ذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً تو جہن ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم (یعنی میں اور مولوی اشرف علی تھانوی اور دیگر دیوبندی) نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں لہذا (حفظ الایمان) میں علم غیب کی کسی شق کو ذیل چیز (یعنی جانور چار پائیہ یا گل) میں بیان کرنا جائز نہیں ہو سکتی۔“ ملاحظہ ہو مناظرہ مونگیر کی روداد مرتبہ دہلیہ دیوبندیہ مسماۃ نصرت آسمانی ص ۲۷۔

آپ قرآن پاک پر بقا ہر ایمان رکھنے لے مدعی ہیں لہذا آپ قرآن کریم کے فرمان واجب الاذعان لیسہ للاس ولا نکتمونہ (یعنی شرعی حکم ضرور ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور ہرگز نہ چھپانا) کو یاد کر کے سچ بتا دیجئے کہ آپ اور مولوی عبدالشکور صاحب لکھنوی دیوبندی اور صدر دیوبند مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ کون سچا ہے اور کون جھوٹا اور صدر دیوبند نے جو عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو تشبیہ کے لئے بتایا ہے اس معنی کی بنا پر آپ کے اقرار سے مولوی اشرف علی صاحب نے عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں تو جہن کی یا نہ۔ انصاف سے کہنا میرا اور آپ کا کوئی دنیوی معاملہ نہیں ہے بلکہ حضور اقدس سرور دو عالم نور مجسم شفیق معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا معاملہ ہے۔ لہذا آپ تعصب و بغض و عداوت کو دور کر کے اس مکتوب کا انصاف سے جواب ارسال کریں۔ وما علینا الا البلاغ ان لربنا الا اصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔

فقیر سردار احمد غفرلہ گودا سپوری خادم جمعیتہ خدام الرضا الجست والجماعت

محلہ سودا گراں بریلی شریف از قصبہ دیاں گڑھ ضلع گودا سپور پنجاب

تیسرا خط بنام جناب مولوی عبدالشکور صاحب دیوبندی لکھنوی

ایڈیٹر انجم و مدعی و کالت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

سلام مسنون! آپ کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ حفظ الایمان میں ایک ناپاک عبارت ”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد کس غیب ہے یا کمال غیب اگر بعض عام غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر مہی و مہجون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“

لکھ کر حضور اقدس سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے۔ آپ نے اس ناپاک عبارت کی صفائی میں مناظرہ سنجیدگی سے کیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی تو حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب نہیں مانتے بلکہ جو مانے اس کو منع کرتے ہیں۔ ہاں اگر مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم سے تشبیہ دیتے تو البتہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہوتی اور آپ کے پیشوا تھانوی صاحب کے مدعیان و کالت مولوی مرتضیٰ حسن درہنگی دیوبندی ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند اور مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی صدر دیوبند اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی نے اس بارے میں آپ کی کھلی مخالفت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل ہے۔ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی نے عبارت حفظ الایمان کی شرح توضیح البیان کے ص ۱۳ پر لکھا ہے۔

”بیان بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے نہ یہاں ہو سکتی ہے“ اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی نے مناظرہ بریلی میں بیان کیا کہ ”تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات و جمادات کو بھی مطلق بعض غیوب کا علم حاصل ہے اور یہی حفظ الایمان کی

عبارت کا پہلا اہم جزو ہے۔ ملاحظہ ہو مناظرہ بریلی کی روئداد و ہابیہ مسماۃ نصرت آسمانی ص ۸۱ اور مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی صدر دیوبند نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب کے ص ۱۴ پر لکھا ہے۔

”غرض یہ کہ لفظ ”عالم الغیب“ کے معنی میں دو شقیں فرماتے ہیں اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں (مولوی اشرف علی صاحب) یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ جو علم غیب رسول اللہ علیہ السلام کو حاصل تھا وہ سب میں موجود ہے بلکہ اس معنی (بعض علم غیب) کو سب میں موجود مانتے ہیں۔“

آپ نے بیان کیا کہ یوں اشرف علی تھانوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے نہیں آپ کے باقی تینوں ساتھی بیان کر رہے ہیں کہ مولوی اشرف علی مانتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب حاصل ہے۔ آپ بقدر قرآن پاک یا ایمان رکھنے کے مدعی ہیں یہذا آپ قرآن کے فرمان واجب الذمات لنبيه للناس ولا تكتموه (یعنی شرعی حکم ضرور ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور ہرگز نہ چھپانا) کو یاد کر کے صاف صاف بتائیے آپ اور آپ کے باقی تینوں ساتھی دیوبندیوں میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ نیز صدر دیوبند مولوی حسین احمد صاحب حفظ الایمان کی عبارت مذکورہ میں تشبیہ بتا رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو صدر دیوبند کی کتاب ”الشہاب الثاقب“ اس کے ص ۱۱۱ پر ہے ”لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے“ اور صدر دیوبند یہ بھی بتا رہے ہیں کہ مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بعض علم غیب مانتے ہیں اور آپ نے مناظرہ مانگیر میں علانیہ بیان کیا کہ ”جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو ذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے۔“ ملاحظہ ہو مناظرہ مانگیر کی روئداد مرتبہ و ہابیہ دیوبندیہ مسماۃ نصرت آسمانی ص ۲۷۔

اب آپ فرمان مذکور کو یاد کر کے سچ سچ بتائیے کہ حفظ الایمان کی ناپاک عبارت کو جو مطلب صدر دیوبند مولوی حسین احمد صاحب نے بیان کیا ہے اس کی بناء پر آپ کے نزدیک مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی یا نہیں۔ کہو اور انصاف سے کہو۔ کی اور ضرور کی۔ وسیع علموا الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ میرا اور آپ کا کوئی دنیوی معاملہ نہیں بلکہ

حضور اقدس سرور عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا معاملہ ہے۔ بغض و عناد دور کر کے انصاف کے ساتھ اس مکتوب کا جواب ارسال کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فقیر محمد سردار احمد غفرلہ الاحمد گورداسپوری

۱۰۶۔ دیال گڑھ ضلع گورداسپور پنجاب

قطعی سچا فیصلہ

چوتھا خط بنام جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی مصنف حفظ الایمان
السلام علی من اتبع الهدی

جناب تھانوی صاحب آپ۔ نے اپنی حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں یہ ناپاک عبارت ”پھر یہ کہ آپ فوات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر مسی (بچہ) بمجنون (یا گل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (جانوروں) چارپایوں کے لئے بھی حاصل ہے۔“ لکھ کر دنیا بھر کے مسلمانوں کو بے چین کر دیا ہے۔ علماء حرمین شریفین و مشائخ عرب و عجم نے آپ کی اس ناپاک عبارت کو صریح کفر بتایا اور اس کی بناء پر آپ پر حکم کفر لگایا آپ اپنی بسط البیان میں اس ناپاک عبارت کی تاویل کرنے بیٹھے تو آپ نے اس میں اپنے کفر پر خود رجسٹری کرادی اور اپنے خارج از اسلام ہونے کی قبولیت لکھ دی۔ آپ کے اس اقرار کے بعد امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی قدس سرہ نے آپ کو حق کی طرف توجہ دلائی اور پیمانی معاہدہ کی طرف دعوت دی۔ مگر آپ نے حق سے منہ موڑ کر اپنے منہ پر مہر سکوت لگائی اور اپنے عجز پر اپنے ہاتھوں رجسٹری کرادی۔ آپ اپنے اقرار کفر پر اقرار کرنے سے سکت ہیں مگر آپ کے خاص دیوبندی چیلے جو آپ کی وکالت کے مدعی ہیں یعنی صدر دیوبند و ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند و مولوی منظور سنبھلی و مولوی عبدالشکور لکھنوی ایڈیٹر انجم یہ سب کے سب ملکر آپ پر کفر کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور آپ کو اسلام سے خارج بتا رہے ہیں اپنے رسائل و کتابوں میں

اس کی اشاعت کر رہے ہیں۔ دیوبندی دنیا میں آپ کا بھرم بناتا تھا اور وہاہیہ کے بازار میں آپ کا راستہ کھلا تھا مگر آپ کے خاص ان دیوبندی چیلوں نے آپ کی ہر سکوت کے پردے کھول دیئے اور آپ کو اسلام سے خارج ہونے کے بول مل کر صاف بول دیئے۔ اب آپ کے سکوت کی تمام گلیاں بند ہو گئیں۔ آپ کے دیوبندی چیلوں نے آپ کے بھاگنے کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ آپ کی عبارت کی جو تاویلیں کرتے ہیں وہ سب دیوبندی آپس میں ایک دوسرے کی تاویل کو غلط ٹھہراتے ہیں۔

صدر دیوبند آپ کی عبارت میں ایسا تشبیہ کے لئے بتا رہے ہیں اور ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند اور مولو منظور سنبھلی اس کا رد کر رہے ہیں اور صدر دیوبند کا قول صراحت غلط بتا رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو صدر دیوبند کی کتاب ”الشہاب الثاقب“ اس کے ص ۱۱۱ پر ہے ”لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے“ اور ملاحظہ ہو ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند کی ”توضیح البیان“ اس کے ص ۱۳ پر ہے ”اور اگر وجہ تکفیر کی تشبیہ علم نبوی بعلم زید و عمرو ہے تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے محتاج ہے حذف کلام کا بلکہ مستح کلام کا“ اور ملاحظہ ہو مناظرہ بریلی کی روئے امرتبہ وہاہیہ دیوبند یہ اس کے صفحہ ۲۵ پر آپ کے مولوی منظور کی تقریر میں ہے ”اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہے جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں جب تو وہ ہمارے نزدیک بھی وہ موجب کفر ہے“ فقیر نے مناظرہ میں یہ بیان کیا تھا کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہے لہذا اس میں توہین ہے اور آپ کے مولوی منظور صاحب نے بھی اقرار کیا کہ ہاں اگر عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو وہ عبارت کفری ہے۔ ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے آپ کے صدر دیوبند نے جو آپ کی عبارت کے معنی بیان کئے آپ کے ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند مولوی منظور دیوبندی نے اس معنی کی بناء پر آپ پر صریح صاف حکم فرما دیا اور ان دونوں دیوبندیوں نے آپ کی عبارت میں ایسا کو اتنا کے معنی میں بتایا۔ ملاحظہ ہو توضیح البیان ص ۸ واضح ہو کہ ایسا کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں اور اسی کے صفحہ ۷ پر ہے۔ ”عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا ہے“ اور ملاحظہ ہو روئے امرتبہ وہاہیہ اس کے صفحہ ۳۲ پر آپ کے مولوی منظور دیوبندی کا بیان ہے۔ ”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی

ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدوں تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔ ان دونوں نے تو آپ کی عبارت میں ایسا کو اتنا کے معنی میں بتایا اور صدر دیوبند نے ان دونوں کے قول کو غلط ٹھہرایا اور بیان کیا کہ آپ کی عبارت میں لفظ ایسا ہے لفظ اتنا نہیں اگر آپ کی عبارت میں لفظ ایسا کی جگہ لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت آپ کی عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کا احتمال ضرور ہوتا۔ والعیاذ باللہ! حلقہ ہوا شہاب الثاقب اس کے صفحہ ۱۱۱ پر ہے۔ ”حضرت مولانا (اشرف علی تھانوی) عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اور چیزوں (بچوں، پاگلوں، جانوروں) کے علم کے برابر کر دیا۔“ دیکھئے آپ کی عبارت کے معنی جو پہلے دونوں دیوبندیوں نے بیان کئے صدر دیوبند نے اس معنی کی بناء پر آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اشارۃ توہین کرنے والا ضرور ٹھہرایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اشارۃ توہین کرنے والا آپ کے بسط البیان والے اقرار سے قطعاً کافر اسلام سے خارج ہے پھر آپ کو کفر سے بچانے کے لئے آپ کے ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند نے اپنی توضیح البیان کے صفحہ ۳ پر لکھا ہے کہ ”حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا ہے“ لہٰذا حاصل ہے ”اور صفحہ ۹ پر لکھا ہے کہ ”بعض علوم غیبیہ جو واقع میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہیں اس سے تو نہ یہاں (عبارت حفظ الایمان میں) گفتگو ہے نہ کوئی عاقل مراد لے سکتا ہے“ اس کا صاف یہ مطلب ہے کہ اگر آپ عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب تسلیم نہ کرتے تو کفر ہوتا۔ مگر جب آپ کو تسلیم ہے تو اس عبارت میں کفر نہیں۔ دوسری طرف آپ کے خاص مذہبی ٹھیکیدار مولوی عبدالشکور ایڈیٹر النجم نے آپ کو کفر سے بچانے کے لئے یہ بیان کیا ہے ”جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو ذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو ماننے سے منع کرتے ہیں۔ لہٰذا علم غیب کی کسی شق کو ذیل چیز میں بیان ہرگز توہین نہیں ہو سکتی۔“ اس کا صاف یہ مطلب ہے کہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب تسلیم نہیں کرتے۔ لہٰذا بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم کے ساتھ تشبیہ نہ توہین ہے نہ کفر، ہاں اگر آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے اور پھر تشبیہ دیتے تو آپ کی عبارت میں

توہین ہوتی اور کفر ہوتا دیکھئے جو مطلب ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند نے بیان کیا آپ کے ایڈیٹر انجم نے اس معنی کی بناء پر آپ کو کفر سے بچانے کے لئے آپ کی عبارت کی جو تاویل صدر دیوبند نے بیان کی اس کو ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند اور مولوی منظور دیوبندی دونوں نے غلط بلکہ کفر بتایا اور جو تاویل ان دونوں نے آپ کی عبارت میں گڑھی اس کو صدر دیوبند نے صاف غلط بلکہ آپ کے اقرار سے کفر ٹھہرایا اور جو تاویل ایڈیٹر انجم نے گڑھی اس کو ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند نے غلط بتایا اور جو معنی ناظم نے بیان کئے اس کو ایڈیٹر انجم نے غلط اور یقیناً آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں یقیناً توہین کرنے والا اور کفر بتایا۔ کیا اس خانہ جنگی کا صاف مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کے صدر دیوبند اور ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند اور مولوی منظور دیوبندی اور ایڈیٹر انجم دیوبندی کا اتفاق و اجماع مولف ہے کہ آپ نے یقیناً عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے۔ علمائے اہلسنت و جماعت قدست اسرار ہم و مشائخ عرب و عجم نے آپ کو بار بار تنبیہ کی کہ آپ کی ناپاک عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صریح توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ آپ کی عبارت کی کوئی تاویل نہیں ہوتی۔ آپ نے جواب سے عاجز آ کر سکوت کیا۔ یہی ایک سکوت کی گلی آپ کے لئے کھلی تھی۔ مگر آپ کے خاص چیلوں دیوبندیوں نے آپ کی عبارت میں صریح کفر بتا کر اس گلی کو بھی بند کر دیا۔ علمائے اہلسنت نے جو فرمایا آپ کے دیوبندی چیلوں نے بھی اس کا گیت گایا۔ علمائے اہلسنت نے ہر دہائی کہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی ہے۔ لہذا آپ کافر ہیں آپ کے دیوبندیوں نے بھی یہی بیان کیا کہ آپ نے عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی ہے۔ آپ اسلام سے خارج ہیں۔ حق اسی کا نام ہے سچ اسے ہی کہتے ہیں جو آپ کے مسلمان ہونے کی جھوٹی اشاعت کرتے تھے وہی آج دنیا میں آپ کے کافر ہونے کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ سچ ہے کہ دروغ کو فروغ نہیں ہوتا۔ آپ اپنے چیلوں کی بات کا پاس کریں اور اپنے کفر کا اپنے قلم سے اشتہار کر کے اپنی توبہ کا اعلان شائع کریں کفر سے توبہ کرنا اور اس توبہ کا اعلان کرنا مولیٰ عز و جل تبارک و تعالیٰ کو نہایت پسند اور خلق کو مقبول ہے۔

وما علنا الا البلاع المبین - فقیر محمد سردار احمد گورداسپوری

مولوی اشرف علی تھانوی اور دیوبندی مولویوں کی عاجزی اور بدحواسی

یہ خطوط رجسٹری کے ذریعہ سے دیوبندی مولویوں کے نام روانہ کئے گئے مگر آج تک دیوبندی مولوی جواب سے عاجز ہیں۔ بدحواس ہیں اخبار الفقہ امرتسر میں بعض خطوط شائع ہوئے اور پرچہ اہلسنت سنبھل ضلع مراد آباد میں تو ماہ بماء ہر ایک خط شائع ہوا مگر دیوبندی یہ دہائیہ میں سے کسی کو جواب دینے کی جرأت نہیں ہوئی اور نہ قیامت تک انشاء اللہ الحریر کوئی دیوبندی وہابی اس کا جواب دے سکے ہے کوئی وہابیت کا فرزند جو اس کا جواب دے سکے ہے کوئی تھانوی صاحب کا چیلہ جو اس بحث میں کچھ گفتگو کر سکے ہے کوئی دیوبندیوں کی لاج رکھنے والا تھانوی صاحب کے سر سے کفر اٹھا سکے ہے کوئی تھانوی جی کو پیشوا ماسنے والا جو تھانوی جی کا اسلام ثابت کر سکے اور تھانوی جی کی صفائی میں ایک حرف بول سکے۔

اے تمام دنیا کے دیوبندیوں سنو اور گوش ہوش سے سننا لو اور آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ تمہارے دیوبندی مولویوں کی خانہ جنگی نے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ تمہارے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں صریح گستاخی کی ہے اب تو توبہ کر لو۔ اب تو ایمان لے آؤ ہاری نہ مانو تو اپنے دیوبندی مولویوں کی تو مانو کچھ تو غور کرو۔ ذرا تو عقل و انصاف سے کام لو۔ حجت تم پر تمام ہو چکی۔ تمہارا کوئی عذر سنا نہیں جائے گا۔ تمہارا کوئی حیلہ بہانا مسموع و مقبول نہیں ہوگا۔ اگر توبہ نہ کرو گے تو یاد رکھو کہ ایک دن وہ آئے والا ہے کہ اللہ جل جلالہ کے دربار میں اس کے حبیب حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرم بنا کر کھڑے کئے جاؤ گے۔ وسیع علم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

عبارت حفظ الایمان کے متعلق ایک سنی اور دیوبندی کا مکالمہ

زید اور عمر دونوں صاحب ایک ساتھ سفر میں کہیں جا رہے ہیں۔ ان دونوں میں یوں گفتگو ہوتی ہے۔

زید: جناب کا مزاج کیسا ہے؟

عمر: میں اچھا ہوں آپ تو خیریت سے ہیں۔ جناب کا مزاج کیسا ہے؟

میں تسلیم کیا ہے کہ اس ناپاک عبارت میں اگر ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو یہ عبارت کفری ہے اور اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہے آپ ایسا کو تشبیہ کے لئے بتاتے ہیں اور آپ کے ان دونوں دیوبندیوں نے ایسا کو تشبیہ کے لئے لینا غلط بتایا ہے فرمائیے آپ اور ان دونوں میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

دیوبندی۔ اچھا ہم ایسا کو تشبیہ کے لئے نہیں لیتے ایسا کو اتنا کے معنی میں لیتے ہیں۔
سنی۔ معاذ اللہ ایسا کو اتنا کے معنی میں لینے کی صورت میں بھی توہین رہتی ہے۔ آپ کے دیوبند کے صدر مولوی حسین احمد صاحب نے اقرار کیا ہے کہ اگر اس عبارت میں ایسا کی بجائے اتنا ہوتا تو اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین کا احتمال ضروری ہوتا اور صدر دیوبند نے ایسا کو تشبیہ کے لئے بیان کیا ہے آپ ایسا کے معنی اتنا کے بتا رہے ہیں اور آپ کے دیوبند کے صدر ایسا کو تشبیہ کے لئے بیان کر رہے ہیں آپ دونوں میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟
دیوبندی۔ اچھا ہم ایسا کو تشبیہ کے لئے لیتے ہیں اور نہ اتنا کے معنی میں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ عبارت میں توہین اس وقت ہوتی ہے جب اشرف علی تھانوی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب تسلیم نہ کرتے ہمارے تھانوی صاحب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہیں آپ یہ بیان کرتے ہیں اور آپ کے پیشوا تھانوی کے مذہبی ٹھیکیدار مولوی عبدالشکور دیوبندی ایڈیٹر النجم کا یہ بیان ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب تسلیم نہیں کرتے ہاں اگر مولانا تھانوی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے تو یقیناً اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہوتی۔
ذرا مہربانی کر کے فرمائیے تو کہ آپ اور ایڈیٹر النجم دیوبندی میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟
دیوبندی۔ تمام راستے بند دیکھ کر دیوبندی صاحب پریشان ہیں خاموش ہیں۔ بدحواس ہیں۔ مولوی اسماعیل سنہیل دیوبندی کی طرح روٹھ کر عجب انداز سے چپ بیٹھے ہیں۔ (مؤلف)
سنی۔ دیکھا آپ چنے میں نے آپ کے دیوبندی مولویوں مبلغوں کے اقرار سے ثابت کر دکھایا کہ

بے شک حفظ الایمان کی ناپاک عبارت میں آپ کے تھانوی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی ہے۔ اب آپ بلا پس و پیش و بلا چون و چرا اپنے وعدے کے موافق توبہ کریں اور اپنے پیشوا تھانوی جی کو قطعاً چھوڑ دیں۔ دیوبندی (خاموش ہیں اور نہایت پریشان)

سنی: کیوں جناب آپ خاموش کیوں ہیں توبہ کیجئے اور جلد توبہ کیجئے اپنے وعدے کو پورا کیجئے۔
 دیوبندی: آپ کی نہایت اخلاص سے میرے ساتھ گفتگو کا میرے دل پر اثر پڑا ہے۔ واقعی مولوی اشرف علی تھانوی نے اس ناپاک عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں صریح گستاخی کی ہے۔ میں اس عبارت سے توبہ کرتا ہوں اور اس ناپاک عبارت کے لکھنے والے تھانوی جی کو بھی چھوڑتا ہوں۔ اب میں واپس جاتا ہوں اور دوسرے دیوبندیوں کو بھی اس گفتگو سے مطلع کروں گا۔ یہ بتاؤں دیوبند کے مولویوں نے ایسی باتوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ اگر مولوی تھانوی صاحب کے مریدوں دیوبندیوں کو یہ گفتگو سن دی جائے تو اکثر توبہ کر جائیں اب اس گفتگو کی تبلیغ کروں گا آپ دعا کیجئے کہ اللہ عزوجل مجھے راہ ہدایت پر قائم رکھے
 سنی: میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے آپ کو ہدایت پر قائم رکھے۔ آمین۔ دیکھنا حق بات کی تبلیغ کرتے رہنا اور دیوبندی مولویوں سے پرانے تعلقات منقطع کر دینا اور سچ بات کہنے میں کبھی نہ شرمانا۔ والسلام۔

بحمدہ تعالیٰ

تازہ فتوائے حرم مکہ و مدینہ

۱۳۳۸ھ

اشرف علی تھانوی صاحب نے جو اشرف علی رسول اللہ دیننا اشرف علی کہنے کو تسلی بخش بتایا جناب ماحی بدعت مولانا الحاج الزائر مولوی محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی قادری برکاتی رضوی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حالت موجودہ حجاز میں کہ اکثر علماء حرمین طہیین سے چلے گئے ہیں اور واپسی کا ٹکٹ جس کے لیے عجلت دونوں حرم محترم سے وقت واحد میں یہ تصدیقات لیں مولے جزائے خیر عطا فرمائے۔

مسمی بنام تاریخی

الجبل الثانوی

علی

کلوة التهانوی

۱۳۳۸ھ

اس پر خوشیاں مناتا ہوا بلکہ اپنے مریدوں کو اس طرف بلاتا ہوا کہ اس کی تعظیم اور اس کی فضیلت کی ترجیح فان هذا الجریدة ان یجسد ہا فی ارشاد ہم رشیدة فما حکم الشریعة الغراء فیہما و اشرف علی هذا هو الذی کتب فی رسیلة لہ لاتزید علی ثلاث و ریقات فی ابطال نسبة علم الغیب الی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه ان ارید بہ کل العلوم بحیث لا یشذ منها شی قبطلاتہ ظاہر عقلا و نقلا و ان اریدا لبعض فای خصوصية فیہ لہ فان مثل هذا حاصل لزید و عمر و بل لكل صبی و مجنون بل لكل بهیمة و حیوان و قد حکم علیہ بقولہ هذا اکابر علماء الحرمین الکریمین انه کفر و ارتد و من شک فی کفرہ فقد کفر کما هو مفصل فی حسام الحرمین الیدرنا اجزل اللہ تعالیٰ ثوابکم۔

الجواب

اللهم لك الحمد:۔ صل علی نبیک نبی الحمد۔ والہ و صحبہ العبد۔ رب انی اعوذبک من همزات الشیطن۔ و اعوذبک رب ان یحضرورن۔ ائمة الدین لم یقبلوا عذراً زال اللسان فی الکفر ولا لا جتراء کل خبیث القلب ان یجاہر بسب اللہ و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویقول زلت لسانی قال الامام القاضی فی الشفاء الشریف لا یعذر احد فی الکفر یدعوی زلل اللسان او فیہ ایضاً عن محمد بن ابی زید لا یعذر احد بدعوی زال اللسان فی شتم هذا۔ و فیہ ایضاً افتی ابو الحسن القاسمی فیمن شتم النبی ﷺ فی سکرہ یقتل لانه یظن بہ انه یعتقد هذا و یفعلہ۔

میں ایسا ہی غلو کریں اس لیے کہ اس رسالہ کا مقصود ہی یہ ہے کہ مریدین اسے اپنی ہدایت میں راہ راست پر جانیں تو ان دونوں شخصوں کے بارے میں شریعت روشن کا کیا حکم ہے اور یہ اشرف علی وہی ہے۔ جس نے اپنی ایک رسلیا میں تین ورق سے زائد نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف علم غیب کی نسبت باطل کرنے کو لکھا کہ ”اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے اور بعض علوم غیب مراد ہیں تو اس میں حضور کی تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔“ اور بے شک اس کے اس قول کے سبب اکابر علمائے حریم شریفین نے اس پر حکم لگایا کہ وہ کافر مرتد ہو گیا اور یہ کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے جیسا کہ حسام الحرمین میں مفصل ہے ہمیں فائدہ دیجئے اللہ آپ کا ثواب کثیر کرے۔

الجواب CF ۸۷۱۷

الہی تیرے ہی لیے حمد ہے اپنے نبی پر درود بھیج جو حمد کے نبی ہیں اور ان کے آل و اصحاب پر کہ دین کے ستون ہیں اے میرے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے جھٹکوں سے اور اے میرے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔ ائمہ دین نے دربار کفر زبان بکنے کا عذر قبول نہ فرمایا ورنہ ہر خبیث دل والا جرأت کرتا کہ کھلم کھلا اللہ و رسول کو گالیاں دے اور کہے کہ میری زبان بہک گئی۔ امام قاضی عیاض نے شفا شریف میں فرمایا۔ ”کوئی شخص زبان بکنے کے دعوے سے دربارہ کفر معذور نہ سمجھا جائے گا اور اسی میں امام محمد بن ابی زید سے ہے کہ ایسی بات میں زبان بکنے کا عذر کسی کا نہ سنا جائے گا۔ اھ صحیح اور اسی میں ہے کہ امام ابوالحسن قاسمی نے اس شخص کے بارے میں جس نے نشہ کی حالت

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ فتویٰ دیا کہ قتل کیا جائے اس لیے کہ اس پہ ظن ہوتا ہے کہ یہ اس کا عقیدہ ہے اور اپنے ہوش میں بھی ایسا کہا کرتا تھا فی صحوہ ۱۵ ثم الرللی انما ایکون بحرف او حرفین لا ان تنزل اللسان طول النهار هذا غیر مقبول ولا معقول قال اب جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثین ابتلی بمصیبات متنوعة فقال اخذت عالی وولدی و اخذت کذا و کذا فماذا تفعل ایضاً و ماذا بقی لم تفعله وما اشبهه من الالفاظ کفر کذا حکى عن عبد الکرم فقیل له اراءیت لوان المریض قال و جرى علی لسانه بلا قصد لشدة مرضه قال الحرف الواحد یجرى علی اللسان بلا قصد اشار الی انه یحکم بکفره و لا یصدق ۱۶ فاذ الم لصدق فی قصف سطر کیف بصدق فیما کرره ساما و یقطة طول النهار بل هو قطعاً مسرف کذاب الم تر ان الله تعالی جعل الجوارح تحت ارادة القلب قال لیا الحق المبین صلی الله تعالی علیه وسلم الا ان فی الجسد مغنة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب فما فسد قوله و لسانه، الا وقد فسد قبله قلبه و جنانه، و هذا یدعی ان لسانه فی فیہ حیوان مستقل بار ادته غیر تابع للقلب کفرس جموح شديدة الجموح تحت راکب ضعیف قوى الضعف یرید الیمین و الفرس لا تنعطف الا للشمال کلما ار ادها للیمین لم تاخذ الا ذات الشمال

اب قال الامام قاضی خان فی فتاواه انما یجرى علی لسانه حرف واحد و نحو ذالک لمامثل هذه الکلمات الطویلة لا تجرى علی لسانه من غیر قصد فلا یصدق ۱۲ منه قدس سره.

حتی تنازع القلب و اللسان طول النهار فلم یک الغلبۃ الا للسان هذا غیر معقول ولا مسموع۔ فلا شک انه محکوم غلبہ بالکفر۔

پھر زبان بھکنا اگر ہو تو ایک دو حرف میں نہ یہ کہ دن بھر بھکے یہ نہ قابل قبول نہ کسی طرح معقول جامع الفصولین کی فصل ۳۸ میں ہے۔ ”ایک شخص طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہوا۔ اس پر بولا کہ تو نے میرا مال لیا اور میرا بچہ لے لیا اور یہ یہ چیز لے لی اب تو اور کیا کرے گا۔ اور رہ بھی کیا گیا ہے جو تو نے نہ کیا اور اسی طرح کے اور الفاظ کہے وہ کافر ہو گیا ایسا ہی امام عبدالکریم سے مروی ہوا ان سے عرض کی گئی بھلا اگر بیمار نے ایسا کہا اور شدت مرض کے سبب اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا دو ایک حرف بلا قصد زبان سے نکل سکتے ہیں۔ اس میں یہ اشارہ فرمایا کہ اسے کافر مانا جائے گا اور زبان بھکنے کا عذر سچا نہ سمجھا جائے گا تو جب آدمی سطر میں زبان بھکنے کا عذر نہ مانا گیا تو اس میں کیونکر مان لیا جائے گا جسے اس نے سوتے اور جاگتے دن بھر رٹا بلکہ وہ بے شک حد سے گزرا ہوا سخت جھوٹا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اعضا کو ارادۂ قلب کا تابع بنایا ہے اور ہمارے سچے اور سچ کے روشن فرمانے والے نبی صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد کیا سنتے ہو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے کہ وہ سنورے تو سارا بدن سنور جائے اور وہ بگڑے تو سارا بدن بگڑ جائے سنتے ہو وہ دل ہے تو اس کی بات اور اس کی زبان نہ بگڑی مگر یہ کہ اس سے پہلے اس کا دل اور اس کا باطن بگڑ چکا تھا اور یہ شخص یہ دعوے کرتا ہے کہ زبان اس کے منہ میں ایک خود سر جانور ہے کہ دل کی تابع نہیں جیسے کوئی سرکش نہایت شریر گھوڑا کسی کمزور حد بھر کے تا تو اس سوار کے نیچے ہو کہ وہ تو دہنی طرف جانا چاہتا ہے اور گھوڑا نہیں پھرتا مگر بائیں طرف وہ جب اسے دہنی طرف پھیرتا ہے گھوڑا خاص یا ئیں جانب جاتا ہے یہاں تک کہ

سارے دن زبان و دل میں جھگڑا رہا۔ اور زبان ہی غالب رہی یہ نہ عقل میں آنے
 کی بات ہے نہ سنی جائے تو بلاشبہ اس پر کفر کا حکم غیر مدفوع و هل سمعتم با
 حدید عی الاسلام و يقول طول النهار فلان رسول الله مكان محمد
 رسول الله او يقول لایه یا کلب ابن الکلب یا خنزیر ابن الخنزیر و
 یکرره من الصبح الی المساء ثم يقول انما کنت اقول یا ابت یا
 سیدی فینا زعنی اللسان و ینذهب من الالب والسید الی الکلب
 و الخنزیر حاش لله ما کان هذا ولا یکون ولن یقبله احد الا معجون
 هذا حکم ذالک القائل اما ما کتب الیه اشرف علی فی الجواب
 فاستحسان منه لذلک الکفر واستحسان الکفر کفر بلا ارتیاب و ما
 هو الا لما رای فیہ من تعظیم نفسه و وضعه بانه رسول الله ذی القوۃ
 و الصلاة علیه استقلالاً بدل الی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و مدحه
 بالنبوة. فاتبح و اجاز کل ذالک. وجعله تسلیة لذلک الهالک.
 ارثیت لوسبہ و امہ و اباه احد طول السهار ثم قال انما کنت ارید
 مدحک فلم یطیع اللسان فی الخطاب. و یقیت تسبک و اباک و
 امک من الصبح حتی توارت بالحجاب هل کان اشرف علی او احد
 من اراذل الناس و لو خصانا او زبالا او ارزل منهم یقبل هذه المعاذیر.
 کلابل یحترق غیظا. و یموت غنظا. او یفعل به ما قدر علیه. حتی
 القتل ان وجد سیلا الیه. فتسلیة ههنا لیس الا لا استخفافه بحمد
 صلی الله تعالیٰ علیه وسلم. و بمرتبة النبوة و الرسالة و ختم النبوة
 الاعظم. و استحسان و عتوا عتوا کبیرا. فلاریب ان اشرف علی و مریده
 المذکور. کلاهما.

ایسا حکم ہے جو ٹل نہیں سکتا اور کبھی تم نے کسی دعویٰ اسلام رکھنے والے کو سنا کہ دن بھر محمد رسول اللہ کہنے کی جگہ فلاں رسول اللہ کہے یا اپنے باپ سے کہے اے کتے کے پلے کتے اے سور کے بچے سور اور صبح سے شام تک اسے دہراتا رہے پھر کہے کہ میں تو یہ کہنا چاہتا تھا کہ اے میرے باپ اے میرے سردار زبان میری مخالفت کر کے باپ اور سردار سے کتے اور سور کی طرف جاتی تھی۔ پاکی ہے اللہ کو یہ نہ ہو اور اسے پاگل کے سوا کوئی نہ قبول کر لے گا یہ تو اس کہنے والے کا حکم ہے اور وہ جو اشرف علی نے اسے جواب میں لکھا تو وہ کفر کو پسند کرتا ہے اور کفر کو پسند کرتا بلاشبہ کفر ہے اور اس پسند کرنے کا یہی سبب ہوا کہ اس نے اس میں اپنی تعظیم دیکھی اور اپنے آپ کو اللہ قوی کا رسول بتانا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے بالاستقلال اپنے اوپر درود اور نبوت سے اپنی تعریف کو شاد شاد اس سب کو جائز رکھا اور اسے اس تباہ ہونے والے کے لیے تسلی ٹھہرایا۔ بھلا دیکھو تو اگر کوئی شخص تھا نوی اور اس کے ماں باپ کو دن بھر گالیاں دیتا اور کہتا میں تو تیری مدح کرتا چاہتا تھا زبان نے اس گفتگو میں میرا کہنا نہ مانا تجھے اور تیری ماں اور تیرے باپ کو صبح سے گالیاں دیتی رہی یہاں تک کہ آفتاب چھپ گیا تو کیا اشرف علی یا کوئی کینہ آدمی اگر چہ چھار یا بھنگی یا ان سے بھی زیادہ کینہ اس عذر کو قبول کر لیتا اور کہتا اس میں تمہارے لیے تسلی ہے کہ وہ جسے تم دوست رکھتے ہو اور گالیاں دیتے ہو وہ ضرور سوروں کی نسل سے ہے ہرگز نہیں بلکہ غصہ سے جل جاتا اور جھنجھلاہٹ سے مرجاتا جو کچھ بن پڑتا اس کے ساتھ کرتا یہاں تک کہ موقعہ پاتا تو قتل کر دیتا تو اشرف علی کا یہ تسلی دینا اسی سبب سے ہے کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو ہلکا کیا اور مرتبہ نبوت و رسالت اور سب سے بڑے رتبہ ختم نبوت کی تحقیر کی اور اپنے نفس امارہ کی طرف جو بکثرت اسے بدی کا حکم دیتا ہے نبوت و رسالت کی نسبت کرنے

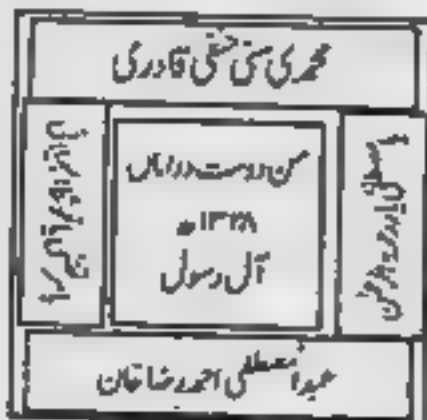
کو پسند کیا ہے شک وہ اپنے جی میں جی بہت مغرور ہوئے اور بڑی سرکشی کی تو کچھ شک نہیں کہ اثر قطعی اور اس کا وہ مرید مذکور دونوں نے۔

کافر بالرب الغیور: عزتہما الامانی و عزہما باللہ الغرور بل اشرف علی اشد کفرا۔ فان المرید زعم ان ما یقولہ غلط۔ صریح: و باطل قبیح۔ و ہذا لم یقبح۔

تکرار القول و لا تبخ قائلہ بل استحسنہ و جعلہ تسلية له و لكن لا غرو فان من یسب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہلک السبۃ الفاحشۃ الماثورۃ فی الشوال عنہ۔ المحکوم علیہ لاجلہا بالکفر و الارتداد من اسیادنا علماء الحرمین الکریمین فبای کفر یتعجب منہ۔ و اذ کان عنہ مثل علم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالغیب حاصل لکل صبی و مجنون و بہیمۃ او لا شک انہ اعلم عنہ من ہؤلاء الاخفاء الذمیمۃ۔ فکان بزعمہ اعلم و اکرم من محمد صلی اللہ علیہ وسلم: فحق لہ ان بدعی النبوة و الرسالة لنفسہ لا لمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ كذلك یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار و لكن واللہ ان رب محمد لبالممر صاد و لمن شاقہ عذاب النار۔ واللہ اعلم بما یوعون و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب یتقلبون واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن

المصطفیٰ النبی الامی ﷺ۔



بڑے غیرت والے اللہ کے ساتھ کفر کیا انہیں نفس کی خواہشوں نے فریب دیا اور اس بڑے دھوکے باز نے انہیں اللہ سے دھوکے میں ڈالا بلکہ اشرف علی کا کفر سخت تر اور مرید سے اس کا وبال بڑھ کر کہ مرید نے تو یہ گمان کرنا کہا بھی کہ جو کچھ کہہ رہا ہے صریح غلط اور قبیح باطل ہے اس نے نہ قول کو برائیتایا اور نہ قائل کو جھڑکا بلکہ اسے پسند کیا اور قائل کے لیے تسلی ٹھہرایا مگر کچھ تعجب نہیں کہ وہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسی فحش گالی دی جو سوال میں اس سے منقول ہوئی۔

جس کے سبب ہمارے سرداروں علمائے حرمین شریفین نے اس پر کفر کا حکم کیا تو اس سے کس کفر کا تعجب کیا جائے اور جب اس کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سا علم غیب ہر بچے اور پاگل اور چوپائے کو حاصل ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے نزدیک ان برے خسیوں سے زیادہ علم رکھتا ہے تو اپنے زعم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اللہ یو ہیں مہر لگا دیتا ہے۔ ہر مغرور ظالم کے دل پر مگر خدا کی قسم بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب تاک میں ہے اور ان کے مخالف کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں بھری ہے اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ محمدن
المصطفیٰ النبی الامی ﷺ



تصديقات مكة المعظمة

(١) لا ريب ان ما اجاب به هذا الفاضل العلامة هو الحق الصريح الذي لا عدول عنه والصواب الذي لا محيص منه. والله اعلم.

(٢) ٢٠ ذى ١٣٣٤ هـ قاضى القضاة ومفتى الاقطار العربية ورئيس العلماء بمكة المحمية.

وما توفيقي الا بالله عبد
الله بن عبد الرحمان سراج
١٣٢٥ هـ

اسعد دهان

١٣٠٠

(٣) مفتى المالكية محمد عاهد بن حسين. (٤) مفتى الشافعية عبد الله محمد صالح الدواوى
(٥) تصديق جده

جميع ما ذكر فى هذا الافتاء صحيح كتبه العبد الفقير على
الطيب امين فتوى الشافعية بالمدينة المنورة.

تصديقات المدينة المنورة

بسم الله الرحمن الرحيم.

(٦) لاشك ان قائل الكلمات المتقدمة ماترك شيئاً من الادب

اى كما قال الله تعالى فى ابن ابي الشلقين ومن معنه من يشا
الشياطين هم لكفريومئذ اقرب منهم للايمان ولاشك انهم كانوا
اخبث الكافرين ا هـ قدس سره.

مع صاحب الشرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم و من قال
انہ ا۔ قارب الکفر فلا یقبح قوله بل یحسن حتی ینقاد القاتل المتقدم
للشرع بالو سن واللہ یوفقنا کلنا لمحابه۔

تصدیقات مکہ معظمہ

(۱) کچھ شک نہیں کہ ان فاضل علامہ نے جو جواب دیا وہی صریح حق ہے
جس سے عدول کی گنجائش نہیں اور ایسا صواب جس سے مقرر نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۲) ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۷ء قاضی مکہ معظمہ۔ مکہ معظمہ کے قاضی القضاۃ اور
تمام بلاد عرب کے مفتی اور علمائے معظمہ کے سردار۔

وما نوفیقے الا باللہ عبد
اللہ بن عبد الرحمن سراج
۱۳۲۵ھ

اسعد دھان
۱۳۵۰

(۳) مفتی مالکیہ محمد عابد بن حسین۔ (۴) مفتی شافعیہ عبد اللہ محمد صالح زواوی
تصدیق جدہ۔

(۵) جو کچھ اس فتویٰ میں ذکر کیا گیا صحیح ہے۔ لکھا اس کو علی طیب نے اس فتویٰ

شافعیہ مدینہ منورہ

تصدیقات مدینہ منورہ

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے سرغنہ ابن ابی اور اس کے ساتھی خبیث
شیطانوں کے حق میں فرمایا کہ وہ اس دن کفر سے زیادہ نزدیک ہیں بہ نسبت ایمان
کے اور کچھ شک نہیں کہ وہ سب کافروں سے خبیث تر کافر تھے۔ ۱۲ منہ قدس سرہ۔

(۶) کچھ شک نہیں کہ اقوال مذکورہ کے قائل نے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اصلاً کچھ نہ رکھا اور جس نے اسی کفر سے نزدیک بتایا اس نے کچھ برائہ کیا بلکہ اچھا کیا تا کہ وہ قائل شریعت کی طرف رسی کے زور سے کھینچے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوب و پسندیدہ باتوں کی توفیق دے۔ آمین۔

عید ربہ احمد الشمس کان اللہ له فی الدارین والدین امن۔
(۷) المقالة المنسوبة لاشرف علی کفر صراح قبیح شعیب لا یقبل من صاحبه زلل اللسان عندنا باجماع من یعتقد به من علمائنا محمد تقی اللہ۔

(۸) الحمد للہ یقول من لا فعل له ولا قول حمد ان الونیسی خادم العلم بالحرم النبوی الشریف کل من تکلم بکلمة تفید کفرا او تشیر الی اہانة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یقبل منه زلل اللسان ولا انه اخطائی للمقال بل یحکم الیہ بالکفر الصراح باجماع و کیف یقول اشرف علی رسول اللہ فی الیقظة من غیر ان یکون مجنوناً ولا غائب العقل ثم یقول زل لسانی هذا مما لا یعد ربہ عند امتنا جمیعہم و من افتاه بغير ذالک قالہ حسیہ و متولی الانتقام منه و اظنہ ان لم یتب من هذه القوی یحشر الی جہنم بلا زبانہ اعاذنا اللہ و المسلمین من امثال هذه الفتن و جزی اللہ الشیخ احمد رضا خیر الجزاء و متع اللہ المسلمین بوجودہ امین قالہ بلسانہ۔ کتبہ بیدہ حمد ان الونیسی المدرس بالحرم النبوی الشریف۔ تحریر فی ۲۲ ذی الحجہ عام ۱۳۳۷ھ۔

تصدیق بمبئی

(۹) جمیع ماذکر فی هذه الفہری صحیح کتبہ بینا نہ احمد ابن

الشیخ یوسف امام مسجد اسمعیل حبیب فی بمبئی۔

اللہ کا چھوٹا بندہ احمد شمس اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت و قبر میں اس کا ہو آمین۔

(۷) وہ قول کہ اشرف علی کی طرف نسبت ہو اوصاف صریح کفر قبیح ہے ہمارے علماء

کے اجماع سے زبان بیکتنے کا عذر مقبول نہیں۔

محمد تقی اللہ

(۸) سب خوبیاں خدا کو وہ کہتا ہے جو نہ قول کا مالک نہ فعل کا (کہ سب

کا مالک اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے) یعنی حمد ان الوہیسی کہ حرم شریف نبوی میں علم کا خادم ہے جو ایسی بات کہے کہ اس سے کفر سمجھا جاتا ہو، امانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرف اشارہ کرتی ہو اس کا یہ عذر کہ زبان بیکنی یا کہ بردارہ خطا ایسا نکل گیا مقبول نہ ہوگا

بلکہ اجماع اس پر صاف کفر کا حکم لگایا جائے گا اور کیونکر جاتے ہیں اشرف علی رسول

کہے گا حالانکہ نہ پاگل ہے نہ عقل غائب ہے پھر دعویٰ کرے گا۔ میری زبان بہک گئی یہ

ہمارے تمام اماموں کے نزدیک مردود ہے اور جس نے اس پر کفر کا فتویٰ نہ دیا (یعنی

اشرف علی جس نے اسے تسلی بتایا) اللہ اس سے حساب و انتقام لینے والا ہے اور میرا گمان تو

یہ ہے کہ اگر وہ اپنے اس بتانے سے توبہ نہ کرے تو بغیر زبانہ کے (خود اپنے پاؤں)

جہنم کی طرف اس کا حشر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو ایسے فتوؤں سے

بچائے اور حضرت احمد رضا کو بہتر جزا عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ان کے وجود سے

نیضیاب رکھے آمین۔

اسے اپنی زبان سے کہا اور اپنے قلم سے لکھا احمد ان الوہیسی مدرس حرم شریف نبوی

نے۔

تحریر ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

تصدیق: بمبئی

(۹) جو کچھ اس فتویٰ میں ذکر کیا گیا صحیح ہے۔ لکھا اس کو اپنی انگلیوں سے احمد بیٹے

شیخ یوسف امام مسجد اسماعیل حبیب بمبئی۔

☆☆☆

الْحَمْدُ لِلّٰهِ

ظفر الدین الجید معروف بہ بطش غیب ۱۳

جس میں مسلمانوں نے دیوبندی گروہ کے سرگروہوں سے (جنہوں نے اللہ عزوجل در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت سخت گالیاں لگ کر چھاپیں) تصفیہ دینی کے لئے ایمانی سوالات کئے اور صاحب گزیر گئے پھر بھی وہ سب ان کے جواب سے عاجز رہے ان کے سرغنہ تھانوی صاحب نے مناظرہ سے فرار کا کھلا اقرار کیا اور صاف کہہ دیا کہ آپ جیتے میں ہمارا مگر نقانیت یہ کہ معقول بھی کر دیجئے تو وہی گئے جاؤں گا

ظفر الدین الطیب معروف بہ صلائے مناظرہ ۱۳

جس میں دیوبندیوں اور غیر مقلد و پایوں کے احزاب متفقہ کلام متنازع ہے پر جہاں ہے المحدث میں مناظرہ کی نمائش بیکار کا کشف راز ہے دیوبندیوں کی سالہا سال کی چپ توڑنے والی تحریر صاف صاف تکذیب خدا کی بولتی تصویر مسماۃ اسکات المسعدی کا پہلا جواب منظر صواب جس سے آشکار کہ وہ دیوبندی تحریر غش و کذب و افترا کا اخبار علانیہ ان سب کے مجر و فرار کا مکرر اقرار

مکانز ظفر الدین معروف بہ قرین مضارب ۱۳

جس میں صدر مجلس شرائط مناظرہ بھونڈی میخانہ دیوبندیہ آنجنائی عبدالسلام صاحب لکھنؤی کے سوالات جو کہ اسکات المسعدی سے ماخوذ ہیں، ان کے جوابات جو حضور مجاہد ملت علامہ محمد ضعیب الرحمن صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ نے صادر فرمائے ہیں، حضور مجاہد ملت کے سوالات جو آپ نے تمام مقام آنجنائی عبدالسلام صاحب لکھنؤی صدر مجلس شرائط مناظرہ بھونڈی میخانہ دیوبندیہ سے کئے تھے، اور خود حضور مجاہد ملت کے صادر فرمائے ہوئے ایسے ہی سوالات کے جوابات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ان تمام ہی سوالات کے جوابات دیوبندیہ سے بھی طلب کئے گئے تھے اور ابھی تک یہ بوجھ بھیان پر سالہا سال کے سوالات بوجھ کی طرح لدا ہوا ہے۔

مُقَدِّمَةٌ نَاشِرِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ و نصلی و نصلی و نصلی علی حبیبہ العزیز و علی آلہ و صحبہ اہل الفضل العظیم
 ہر فرعونے راموسی۔ وہابیہ اور دیوبندیہ خذلہم اللہ تعالیٰ کی گمراہیاں
 اور کفریات سامنے آتی گئیں تو آستانہ عالیہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت صاحبِ حجت
 قاہرہ مجددِ دائۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا ردِ تبلیغ ہوتا گیا۔ ۱۲۹۲ھ سے
 ۱۳۲۵ھ تک ۳۳ سال کے عرصے میں ان کے رد میں صد ہا تصانیف شائع ہوئیں۔
 اسی کے درمیان میں حرمین شریفین کے علماء کرام نے اکابر دیوبندیہ قاسم نانوتوی،
 اشرف علی تھانوی، خلیل احمد بیہقی وغیرہم کی تکفیر فرمائی۔ ان اکابر دیوبندیہ کے رد میں
 کثیر تعداد میں رسالے شائع کر کے انھیں ایکے پاس بذریعہ ڈاک رجسٹر ڈ بھیجا گیا۔ کبھی
 کانوں پر جوں تک نہ رہی اور کبھی شورا شوری رہی کہ جواب لکھا جائے گا لیکن سوا
 بے مکی کے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ انھیں مناظرہ کی دعوت دی گئی لیکن جیسا کہ ”ظفر الدین الطیب“
 میں مذکور ہے، گنگوہی صاحب نے لکھ بھیجا ”مناظرہ کا نہ مجھے شوق ہوا نہ اس قدر مجھے
 فرصت ملی“ ۱۳۲۳ھ میں چند علماء اہل سنت جو اس وقت مدرسہ اہل سنت جماعت
 بریلی شریف کے طلبہ تھے اشرف علی صاحب تھانوی کے پاس چند سوالات لیکر پہنچے تھانوی
 صاحب مضطرب ہو گئے اور کہا ”معاف کیجئے“، ”آپ جیتے میں ہمارا“ اور ”میں مباحثہ

کے واسطے نہیں آیا نہ مباحثہ کرنا چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے
 اساتذہ بھی جاہل ہیں یہ فن فساد آپ کو مبارک رہے: رسالہ "ظفر الدین الجید"
 میں اسی کا تفصیلی بیان ہے۔ اس طرح ان لوگوں کا عجز ظاہر ہو گیا اور حق ان سے
 سے زیادہ روشن ہو گیا۔ جب ان اکابر دیوبندیہ میں سے کچھ اپنے مقر میں پہنچ گئے
 اور کچھ سمکنے لگے، اور آشکار ہو گیا کہ وہ مناظرہ کے نام سے پناہ مانگتے ہیں اور
 ۳۳ سال کے سوالات کا بھاری بوجھ ان پر لدا ہوا ہے، اس وقت نوزائیدہ مرتضیٰ
 چاند پوری دیوبندی معروف بہ درکھنگی ان ۳۳ سال کے سوالات مضمم کر کے بے حیالی
 سے چند سوالات بیکراگے بڑھے۔ انہیں سوالات کو ۱۳۲۶ھ میں "اسکاٹ المعتدی"
 میں دیوبندیہ نے جمع کیا ہے اور اسی کا پہلا جواب ہے "ظفر الدین الطیب" جو ۱۳۲۷ھ
 میں شائع کیا گیا۔ اس جواب میں اہل ایمان کے اصول و مضامین کو بیان کر دیا گیا ہے دیوبندی
 کے اس نئے داؤں کو رد کر دیا گیا ہے اور اکابر دیوبندیہ میں کے زندہ افراد کو دعوت
 دی گئی ہے کہ وہ اصول پر قائم ہو کر جب چاہیں تصفیہ نزاع کو سامنے آئیں، آپ
 ڈرتے ہوں تو درکھنگی یا جسے اپنا مشکلکٹا جانیں اسے اپنی ہروں سے وکیل
 بنائیں۔ دیوبندی اس دعوت کو مضمم کر گئے اور آج تک اس کا علی جواب سامنے
 نہ آیا۔ ۱۳۹۱ھ میں ایک غیر معروف ابن ابی المصباح پھلی شہری کے نام سے الہ آباد
 کے دیوبندیوں کا شائع کیا ہوا ایک رسالہ بنام "نسخہ عجیب" نظر سے گذرا۔ ہمیں
 اسی "اسکاٹ المعتدی" میں سے ماخوذ ۱۹ سوالات ہیں جن پر سالہا سال کے
 سوالات کا بوجھ لدا ہوا تھا ان کے اس رسالہ کی اگرچہ کوئی قیمت نہ تھی، پھر بھی
 اس کے جواب میں اہل سنت کی جانب سے ایک کھلی چٹھی شائع کی گئی جو حسبِ لیل ہے

کھلی چٹھی بنام

جناب نوزائیدہ ابن ابی المصباح صلی
مبسلہ و حامدا و مصليا و مسلما

جناب کا کتابچہ ”نسخہ عجیب یعنی فیصلہ کن انیس سوالات“ نظر سے گذرا، اب تک ہمیں یہی نہ پتہ چل سکا کہ ابن ابی المصباح الہ آباد میں کون صاحب ہیں۔ اور غالباً ہماری ہی طرح شہر کی ایک بہت بڑی آبادی آپ جیسے غیر معروف اور مجہول شخص سے ناواقف ہوگی، اس میں تو شبہ نہیں کہ آپ کا ”نسخہ عجیب“ متعدد وجوہ سے عجیب و غریب ہے بلکہ اگر اسے ایک عجائب خانہ ہی کہا جائے تو مقام تعجب نہیں۔

(۱) سنہ اشاعت غائب یہ بھی عجیب ہے | حالانکہ جواب کے لئے وقت اشاعت سے ایک سال کی مدت دی گئی ہے۔

(۲) تاریخ اشاعت غائب یہ بھی عجیب ہے |

(۳) اساطین دیوبند کی تصدیق غائب یہ بھی عجیب ہے (جو کسی جماعت کے غیر معروف و غیر مستند شخص کے لئے ہونی چاہئے)

(۴) نسخہ عجیب کس پریس میں چھپا اس کا نام و نشان تک غائب یہ تو عجیب تر ہے۔

(۵) سنہ اور تاریخ اشاعت کے غائب ہونے کے باوجود ایک سال کے اندر جواب کا مطالبہ یہ بھی عجیب ہے۔

سچ ہے آپ کا ”نسخہ عجیب“ بالکل اسم با اسمی ہے۔ ہر لحاظ سے عجیب ہی عجیب ہے۔

بہر حال ہر چند عجائب خانہ ہونے کے باوجود آپ نے چھوٹا مسخ اور بڑی بات کے تحت ڈینگ و تعلق اور لاف گزاف کی حدیں توڑ دی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آپ جیسے گناہ شخص کو اگر جواب دینے پر آپ کی جہالتیں و شاعتیں ظاہر کر دی گئیں تو کیا اساطین دیوبند یہ نجد یہ یہ کہہ کر نہ ٹال دیں گے کہ ایک مجہول و غیر معتمد شخص کی حرکت کے نہ تو ہم ذمہ دار ہیں اور نہ ہی اس کا ہماری جماعت پر کوئی اثر لہذا —
 جناب سے گزارش ہے کہ سوالات سے متعلق جو جناب کی مفروضہ گل افشائیاں ہیں ان کے متعلق حسب ذیل اساطین دیوبند میں سے کل کی یا ایک ہی کی تصدیق حاصل کر لیں۔

قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دیوبند، مفتی دیوبند، مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور، مفتی مظاہر العلوم، مولانا محمد میاں شیخ الحدیث و صدر مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔ اگر ان لوگوں سے تصدیق حاصل کرنے کی آپ میں ہمت نہ ہو یا ان میں تصدیق کرنے کی جرأت نہ ہو تو کم از کم مولانا وصی اللہ صاحب مدرسہ میں پہنچ جائیے۔ صدر مدرس مفتی دونوں یا کسی ایک کی اپنے رسالہ پر تصدیق شائع کریں۔

انشاء المولیٰ تعالیٰ آپ کے مضمون پر ایسی تشفی کر دی جائے گی کہ ہمیشہ ہمیش کیلئے آپ کا کامیاب علاج ہو جائے گا۔ پھر آئندہ اپنے لئے جناب کو ”نسخہ عجیب“ کے ترتیب دینے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے گی۔ اور سوال و جواب کی بیماری کا یہ بھوت سر سے اتار جائیگا۔ کسی بنیادی و کلیدی مسئلہ پر سوال و جواب کا جو احسن طریقہ ہے وہ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا تاکہ تقریر و تحریر کی جو عمارت اٹھے وہ نتیجہ رست کی

دیوار نہ ثابت ہو بلکہ دلائل و براہین کا اسے ایک آہنی قلعہ سمجھا جائے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ معتد علماء دیوبند کی تصدیق آپ کے ”نسخہ عجیب“ کو حاصل ہو جائے۔ ورنہ آپ کا ”نسخہ“ تو ع نیم حکیم خطرہ جان کا نسخہ سمجھا جائے گا۔

”اتنی نہ بڑھایا کی داماں کی حکایت“

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند تبا دیکھ

جناب نے نسخہ عجیب میں جہاں بہت سے عجائبات کا نالیش کی ہے اس میں ایک خاطر اذہ چال یہ بھی ہے کہ علماء اہلسنت دیوبند اور بریلی کے اختلاف کو ہوا دیتے ہیں کیا خوب! دوسروں کی آنکھ میں تنکا دیکھنے والا اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتا وہی حال جناب کا ہے۔ جناب تاصح صاحب ذرا اپنے گھر کی خبر لیجئے ابھی حال ہی میں اختلاف کی دلی ہوئی چنگاری کو ہوا دینے کے لئے مکتبہ فکر دیوبند سے متعدد ذہزلی کتابیں اور اشتعال پیدا کرنے والے پوسٹر شائع ہوئے ہیں مثلاً ”المحضرت کا دین“ ”حضرت تھانوی اور المحضرت“ چالیس بدعتیں بریلی کا نیا دین“ زواج المفسری ابن الوقت کی خاتمہ ملاشی، رضا خانی عقائد باطلہ ان کے اقوال کے آئینہ میں آئینہ عبرت شائع کردہ الجمعۃ الصوفیہ بمبئی،

فرمائیے۔ یہ پہل علماء اہلسنت نے کی یا علمائے دیوبند نے اور آج بھی جب ہم آپ کو مخاطب کر رہے ہیں تو اس میں بھی جناب ہی کی پہل ہے نسخہ عجیب کے ذریعہ جناب نے افتراق و انتشار کی آگ نہ بھڑکائی ہوتی تو اس من و تو کی نوبت کیوں آتی؟ ہر جگہ چھپر کی ابتداء آپ کی جماعت کی طرف سے ہوتی رہی اور ہوئی اور جواب دیا جائے تو الٹا چور کو تو ال کو ڈانٹے کے مطابق

الزام اہلسنت پر یہ بھی ایک نسخہ عجیب ہے۔ چنانچہ خود تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسماعیل دہلوی کا اقرار ہے کہ اس کتاب کی اشاعت پر مسلمانوں میں شورش مچیلے گی، لیکن لڑ بھڑ کر ٹھیک ہو جائیں گے۔ فرمایئے افتراق و انتشار کی بنیاد کس نے ڈالی اس یقین کے باوجود کہ تقویۃ الایمان کی اشاعت پر مسلمان لڑیں گے مگر کس کو اس کی فکر تھی؟ اپنا الو سیدھا کرنا تھا وہ ہو گیا۔ خواہ مسلمان کا کچھ بھی حشر ہو۔

علیٰ ہذا القیاس۔ صراط مستقیم مصنف مولوی اسماعیل دہلوی تحذیر اناس مصنف بانی دیوبند مولانا قاسم نانوتوی۔ براہین قاطعہ مصنف مولانا خلیل احمد انبیٹھوٹی۔ حفظ الایمان مصنف مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ وغیرہ اسی سلسلہ کی کتابیں یہ بھی ہیں کہ آج تک ان کی کفری و گندہ عبارت پر مناظرہ و مجادلہ کبھی کبھ ہو رہا ہے۔ مگر بھیلگی بلی بن کر گویا "انما نحن مصلحون" کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

خوشخبری

اخیر میں جناب کی ضیافت طبع کے لئے معروض ہے کہ آپ کے حکیم الامت تھانوی صاحب مصنف حفظ الایمان پر ان کے رسالہ مذکورہ وغیرہ سے متعلق ۲۹۲ سوالات "وقعات اللسان الی خلق المیسات بسط البنان" اور ادخال اللسان الی جنات الخلق بسط البنان میں ۳۳۳ اور ۳۳۳ میں کئے گئے تھے (وقعات اللسان میں بظاہر ۶ سوالات ہیں جو معنی ۳۲ سوالات ہیں اور بقیہ سوالات ادخال اللسان میں ہیں) مرکز مٹی میں مل گئے لیکن جواب نہ دے سکے۔ ان کے بعد ان کے مشہور خلیفہ مولانا وحی اللہ صاحب جو براہ راست مرکز مٹی

میں نہ مل سکے بلکہ غالباً سمندری جانوروں کے پیٹ میں جا کر خاص راستہ سے نکل کر
مٹی میں مل گئے ان سے بھی نہ بن پڑا۔ کذلک العذاب وعذاب الآخرة
اکبر فقط وهو الهادی الی سواء السبیل ان ارید الاصلاح
وما توفیقی الا باللہ

فقط

(مولانا مولوی) محمد صدرا الحق عفی عنہ مدرس درجہ عربی
جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم الہ آباد۔ ۳

عہدہ مولانا رشید احمد گنگوہی
(۸ ذوقعدہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۷۱ء)
عہدہ ملاحظہ ہوا رواج ثلاثہ صلہ

حجاز پریس الہ آباد

اس چٹھی کو بذریعہ ڈاک رجسٹرڈ ابن ابی المصباح مچھلی شہری مذکور کو کتب خانہ
احمدیہ کے پتہ پر بھیجا گیا، صدر مدرس صاحب مدرسہ وصیتہ العلوم کو بھی لیسکن
دونوں جگہ سے رجسٹرڈ ڈاک واپس آگئی اور اس کھلی چٹھی میں جس تصدیق کا مطالبہ
کیا گیا تھا وہ آج تک نہ ہوئی۔ اس کے بعد مجلس شریعت مناظرہ بھونڈی منعقد
۵ جمادی اولیٰ ۱۳۹۳ھ کے اختتام پر صدر مجلس مذکور منجانب دیوبند یہ آنجنالی
عبد السلام صاحب لکھنوی نے دس سوالات بذریعہ ارشاد احمد صاحب فیض آبادی
مبلغ دارالعلوم دیوبند حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ دامت

برکاتہم العالیہ کی خدمت میں بھیجے۔

”ظفر الدین الطیب“ میں مذکور اہل ایمان کے اصول و اصول کی روش سے اکابر دیوبندیہ کے مناظرہ سے گریز کر کے سالہا سال کے سوالات کے بوجھ کو لا کر دنیا سے سدھار کر اپنے مقرر میں پہنچ جانے کے بعد آنجنابی مکنوی صاحب مذکور کے ان سوالات کو لینے اور ان کے جوابات دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ تاہم، حضرت مولانا ارشد القادری صاحب کے کہنے پر حضور مجاہد ملت قبلہ دامت برکاتہم العالیہ نے ان سوالات کو لے لیا۔ اس کے کچھ روز بعد عبدالسلام صاحب مکنوی اپنے مقرر میں پہنچ گئے۔ جواب لکھتے وقت حضور مجاہد ملت موصوف کو خیال آیا کہ قائم مقام آنجنابی عبدالسلام صاحب مکنوی سے بھی ان سوالات کے جوابات طلب کئے جائیں اور چند مزید سوالات کے جوابات قائم مقام مکنوی صاحب بھی دیں اور حضور خود بھی سوالات سابقہ کے جوابات کے ساتھ ان کا جواب دیں اور ان تمام سوالات کے جوابات مقام مناظرہ پر مناظرہ کے پہلے ہی دن مناظرہ سے قبل ہر فرق اپنے مخالف فرق کو دے دے۔ چنانچہ حضور مجاہد ملت نے مزید سوالات پر مشتمل اپنی تحریر فرق دیوبندیہ کو بھیجی جسے ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو دیوبندیہ کی جانب سے ان کی انجمن کے سکریٹری شبیر احمد صاحب راہی نے وصول کر لیا۔ بتاریخ ۱۱ اربشوال ۱۳۹۴ھ مجلس مناظرہ میں حضور مجاہد ملت قبلہ دامت برکاتہم العالیہ نے تمام سوالات کے جوابات قائم مقام آنجنابی عبدالسلام صاحب مکنوی صدر منجانب دیوبندیہ غائب ارشاد احمد صاحب فیض آبادی مبلغ دارالعلوم دیوبند کو دیدے۔ لیکن

دیوبندیہ کی طرف سے ان کے جوابات آج تک نہ مل سکے نہ آئندہ امید ہے۔ یہاں پر ایک خاص بات قابل ذکر ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور مجاہد ملت قبلہ وامت برکاتہم العالیہ کے جوابات کی نقل (مثنیٰ) کے اخیر میں ارشاد احمد صاحب نے یہ توخر کر دیا کہ ”جوابات وقت گزرنے کے بعد وصول ہوئے الہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۷ نومبر ۱۳۹۳ھ بوقت ۹ بجے دن یوم چار شنبہ“ لیکن اپنا دستخط نہ کیا۔ جب ان سے اس کے بارے میں کہا گیا وہ اسے دوبارہ بیکرا اس کے ہر صفحہ پر دستخط کرنے لگے۔ لیکن بعد میں جب دیکھا گیا معلوم ہوا کہ چھ صفحات پر مشتمل جوابات کی اس نقل (مثنیٰ) کے پہلے پانچ صفحات پر انھوں نے دستخط کیا ہے اور چھٹے صفحہ پر ان کی مذکور بالا تحریر تو موجود ہے لیکن دستخط نہیں ہے۔ یہ ہے دیوبندیہ کی مکاری۔ آنجنابی عبدالسلام صاحب لکھنؤی کے سوالات حضور مجاہد ملت موصوف کے مزید سوالات جن میں سے اکثر و قعات اللسان الی خلق المسماة بسط البنان اور ادخال البنان الی حنك الخلق بسط البنان سے ماخوذ ہیں اور حضور مجاہد ملت موصوف کے دے ہوئے ان تمام سوالات کے جوابات کو ”مکاتظیف الدین“ میں جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی ذکر کر دینا ضروری ہے کہ آنجنابی عبدالسلام صاحب ان سوالات میں سے اکثر ”اسکاٹ المعتدی“ ہی سے ماخوذ ہیں اور نسخہ ”عجیب“ میں بھی موجود ہیں۔ ”مکاتظیف الدین“ میں جہاں وہ سوالات آئیں گے وہیں بتا دیا جائیگا کہ وہ اسکاٹ المعتدی اور نسخہ ”عجیب“ میں کس جگہ ہیں۔ حضور مجاہد ملت کے جوابات میں پہلے آنجنابی عبدالسلام صاحب کے سوالات کے جوابات ہیں اور ضمیمہ میں خود حضور مجاہد ملت کے قائم مقام آنجنابی عبدالسلام صاحب سے کئے ہوئے سوالات کے اپنی طرف

سے دئے ہوئے جوابات ہیں۔ "اسکاٹ المعتدی" اور "نسخہ عجیب" یا اسکاٹ المفتری اور نسخہ غریب سے یا اس قسم کے سوالات سے نہ دہلے دیوبندیہ کی کفریات دور ہو سکتی ہیں نہ ان پر لدا ہوا سالہا سال کے سوالات کا بوجھ اتر سکتا ہے۔ دیوبندی واقعی چاہتے ہوں تو اصول پر قائم ہو کر تصفیہ نزاع کے لئے سامنے آئیں۔ ان فرید الاصلاح وما توفیقنا الا باللہ علیہ توکلنا والیہ تنیب۔

محمد علی جناح جیسی مدرس درجہ عربی جامعہ حبیبیہ الہ آباد

شریداد اسات

سان العصر حضرت علامہ الحاج محمد عاشق الرحمن صاحب حبیبی قادری

صدر مدرس جامعہ حبیبیہ الہ آباد

مجلس الکرامت الجلیل
۲۳ ص ۱۳
معروف بہ

بطش غیب

۲۳ ص ۱۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۲۔ ربیع الاول شریف کو جو وہابیہ نے عین مجلس مبارک میں کہہ دیا۔
سے زائد مسلمان جمع تھے ایک مولوی صاحب کو دربارہ علم غیب سوال
کرنے کے لئے آمادہ کیا اور بچواللہ تعالیٰ فوراً جواب شافی پایا جسے بر ملا
اُن مولوی صاحب نے تسلیم کیا اور ٹھیک ہے فرمایا جس پر اہل مجلس نے
اُن کی انصاف دہی کی تعریف کی اور وہ تشریف لے گئے اُسی وقت
اُی کے افسر صاحب نے کہا تھا کہ اُن کی زبان بند ہو گئی یعنی تسلیم کر کے
نہیں اُٹھے بلکہ ہیبتِ حق سے بند ہو گئے حاضران مجلس نے فوراً لقمہ
دیا کہ حضرت وہ ٹھیک ہے کہہ کر تو اُٹھے ہیں آپ فرماتے ہیں فقط بند
ہو گئے پھر بار بار خود اُن کے ان افسر صاحب سے فرمایا گیا کہ آپ کو شک
ہو تو آپ سمجھ لیجئے اس کا جواب کچھ نہ تھا۔ آخر مع اپنے ہمراہیوں کے بہت

ناکامی کے ساتھ تشریف لے گئے اُس روز سے تمام وہابیہ شہر کو فکر رہی
 کہ کسی طرح اس عار کو دفع کریں و و مدد سے کہ باہم سخت مخالفت رکھتے تھے
 اہل سنت کے مقابل ملٹ و اخذ ہو گئے۔ اہل سنت کے متعدد غنطوں میں
 ان کے طلبہ و مدرسین غول باندھ باندھ کر بڑے ارادوں سے گئے مگر
 بحمد اللہ تعالیٰ کبھی ہمت نہ پڑی آخر یہ ٹھہرائی کہ اپنے اکابر کو بلائیں
 اور اہل سنت کو جس طرح ممکن ہو نقصان پہنچائیں مہینوں سے خبریں
 اُڑاتے تھے کہ فلاں فلاں صاحب بلائے جائیں گے مباحثہ ہوگا ہنگام
 کریں گے۔ یہاں تک کہ ا ماہ حال روز دو شنبہ کو قریب عصر خبر آئی
 کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانی اور مولوی خلیل احمد صاحب انہیٹی
 آگئے اور رات کی گاڑی میں مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی و مولوی
 احمد حسن صاحب امر دہی بھی آنے والے ہیں بعد عشا ہم طلبہ کو اپنے سبق
 وغیرہ سے فارغ ہو کر خیال آیا کہ ان چاروں حضرات سے مسائل و امثروہ
 کی نسبت بعض شرعی ضروری سوالات کر لیں کہ علماء کا جواب عالمانہ
 ہوتا ہے ممکن کہ اُن کے منصفانہ جواب ہی سے جہالات وہابیہ شہر
 کا علاج ہو جائے اور جب خود اپنے ہی علماء کا جن کو اپنی مدد کے لئے بلایا
 ہے جواب دیکھیں تو ان وہابیہ کا فتنہ بآسانی ازالہ پائے اس توقع پر
 شب ہی کو یہ سوالات لکھ کر صبح معززین و عمائد شہر مثل جناب خواجہ
 محمد حسن صاحب و عالی جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب و رئیس
 وینداز جناب شیخ محمد تصدق حسین خاں صاحب و جناب منشی محمد

ظہور صاحب و جناب محمد عثمان خاں صاحب و دیگر بعض معزز و معظم
سادات کرام کے ہمراہ مولوی اشرف علی صاحب کے فرودگاہ پر حاضر
ہوئے خیال تھا کہ چاروں صاحب وہیں تشریف رکھتے ہوں گے مگر
معلوم ہوا کہ صرف مولوی تھانی صاحب تشریف فرما ہیں باقی صاحبوں
کے آنے کی خبر حضرات نے محض بے پر کی اڑائی تھی پھر بھی مولوی صاحب
کا ملنا غنیمت جانا کہ اب بعد مولوی گنگوہی صاحب کے یہی سرگرم
دیوبندیان گئے جلتے ہیں اور یہ کوئی مناظرہ بھی نہیں جس میں مولوی صاحب
کو وہابیہ ہر دو مدرسہ کی طرح استعانت بالغیر کی ضرورت پڑے یہ تو
دینی مسائل کے چند سوال ہیں اور وہ بھی خود آپ کے اور آپ کے
برادر بزرگ مولوی گنگوہی صاحب کے عقائد سے متعلق مگر ہزار افسوس
کہ مولوی صاحب موصوف ان سوالات کا سرنامہ دیکھتے ہی سخت مضطرب
ہو گئے اور بہت مدت سماجت سے انھیں فوراً واپس دیا ہر حید گزارش
کی گئی کہ یہ کوئی مباحثہ نہیں چند مسائل کا جواب مطلوب ہے مگر مولوی صاحب
بات زبان سے نکلنے نہ دیتے تھے برابر معاف کیجئے معاف کیجئے فرماتے
تھے ہوا خواہوں کی اڑائی ہوئی خبر مباحثہ مباحثہ مولوی صاحب کے
کانوں تک پہنچی ہوئی تھی اور وہی تصویر آنکھوں کے سامنے تھی حتیٰ کہ
مجبوراً اس لفظ پر ختم فرمایا کہ آپ جیتے ہیں ہارا ہم طلبہ اور تمام
اہلسنت حضار واقعہ سخت حیران تھے کہ عالم سے چند مسائل دریافت
کئے جائیں اُس پر اس قدر گہرا ہٹ کس لئے آخر مجبوری سب حضرات

واپس آئے اسی وقت وہی پرچہ سوالات بصیغہ رحیمہ سے رسید طلب
مولوی صاحب کی خدمت میں بھیج دیا آج تیسرے دن انکاری ہو کر
واپس آیا اب بذریعہ طبع حاضر کئے جاتے ہیں مسلمان ملاحظہ فرمائیں کہ
ان سوالات میں ایسی کیا بات تھی جس سے مولوی صاحب کو اس
درجہ وحشت و اضطراب کی حالت ہوئی تھم غریبا طلبہ اُمیدوار کہ اب
بغور تہنائی میں انھیں ملاحظہ فرما کر ایک ہفتہ میں یعنی جمعہ ۲۲ ماہ حال
تک باطمینان جواب عطا فرمائیں آیہ کریمہ کہ آغاز سوالات میں لکھی ہے
پیش نظر رکھ کر عہد الہی کی مخالفت پسند نہ کریں و لا حول و لا قوۃ
إلا باللہ العلیٰ العظیم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مُحَمَّدٌ ﷺ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

بملاحظہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی و مولوی خلیل احمد صاحب
انبہٹی و مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی و مولوی احمد حسن صاحب
امروہی خصوصاً و اولاً و سائر موافقین و متبعین اہل گلوہ و دیوبند عموماً و
ثانیاً قال اللہ تعالیٰ عن من قائل وَاِذَا اخَذَ اللّٰهُ مِیثَاقَ الَّذِیْنَ اٰذَنُوْا
لَهُ اِنْ صَاحِبِ كَ تَشْرِیْفِ لَہٗ كِی خیر بھی حضرات نے اُردائی تھی لہذا ان کا نام لکھا گیا کہ مولویوں سے
سوال نہ کیا درکار ورنہ ہمیں ان کا بھہرہ و جوہ موافق دیوبندیان ہونا معلوم نہیں ۱۲۔

الکُتُبُ کَتَبْتُمْہَا لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُبُوْنَهَا اَوْ رَحِبْ عہد لیا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی کہ البتہ ضرور تم اُسے صاف بیان کر دینا لوگوں سے اور اُسے چھپانا نہیں یہ آیہ کریمہ یاد دلا کر آپ حضرات سے چند سوال ضروری دینی محض بنظر خیر خواہی دین گزارش ہیں اُمید کہ صاف صاف جواب بے پردہ و حجاب بیان فرمائیں اگر کسی جواب میں کوئی اجمال یا اہمال رہ جائے گا دوبارہ صاف کر لیا جائیگا مقصود محض تصفیہ امور دین ہے اہم فالاہم کے لحاظ سے ان چند سوال سے ابتدا کی جاتی ہے بقیہ الشار اللہ تعالیٰ ائمہ معروض ہوں گے حتیٰ لَا تَكُوْنُ فِتْنَةً وَ یَكُوْنُ الدِّیْنُ كُلُّهُ بِحَمْدِ اللہ و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

سوال اوّل۔ جو شخص یا آنکہ اپنا یہ عقیدہ ظاہر کرتا ہو کہ کذب باری سبحنہ و تعالیٰ ممتنع بالغیر ہے اور اُس کے امتناع بالغیر پر اجماع و اتفاق بتاتا ہو یا ایں ہمہ جو وقوع کذب باری مانے اُس کی نسبت کہے کہ اگرچہ اس نے تاویل آیات میں خطا کی مگر تاہم اُس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہئے اور کہے کہ اس کو کوئی کلمہ سخت نہ کہنا چاہئے اور اس اختلاف کو حنفی شافعی سا اختلاف بتائے تو آیا یہ شخص مسلمان ہے یا کافر اگر کافر ہے تو جو اسے مسلمان جانے وہ مسلمان ہے یہ عبارت مولوی مکتوبی صاحب کے ایک ہری دستخطی فتوے کی ہے وہ اصل

فتویٰ یہاں موجود ہے ۱۲
یہ عبارت کتاب مذکور مطبوع ۱۳۲۷ھ سے نقل کی گئی ہے۔ اس کا ذمہ داری ناشر حال پر نہیں ہے۔

ہے یا کافر۔

سوال دوم۔ جو شخص باوصف اعتقاد مذکور کذب باری بالاتفاق ممتنع بالغیر ہے قائل وقوع کذب کی حمایت میں مسئلہ خلف وعید پیش کرے اور کہے کہ وقوع خلف وعید کو جماعت کثیرہ علمائے سلف کی قبول کرتی ہے اور واضح ہے کہ خلف وعید خاص ہے اور کذب عام ہے کیونکہ کذب بولتے ہیں قول خلاف واقع کو سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے گاہ وعدہ گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا وجود جس کو مستلزم ہے انسان اگر ہوگا تو حیوان بالضرور موجود ہووے گا لہذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے آیا یہ قائل مسلمان ہے یا کافر اور جو اسے مسلمان کہے وہ مسلمان ہے یا کافر۔

سوال سوم۔ جس وصف کا اثبات مخلوق میں کسی ایک فرد کے لئے شرعاً شرک ہو آیا وہ تمام مخلوق میں جس فرد کے لئے ثابت کیا جائے شرک ہی ہوگا یا بعض کے لئے اس کا اثبات شرک ہو اور بعض کے لئے نہیں کیا شرک میں تفصیل ہے کہ بعض مخلوقات اللہ تعالیٰ کی شریک ہو سکتی ہیں اور بعض نہیں اور اگر یہ تفصیل باطل ہے اور جس صفت کا ایک فرد کے لئے اثبات شرک ہو ہر فرد میں مطلقاً یہی حکم

۱۔ یہ عبارت بھی اسی فتویٰ گنگوہی صاحب کی ہے مسلمان دیکھیں کہ گنگوہی صاحب نے کیسا صراحۃً خدا کا جھوٹا ہونا ثابت کیا ۱۲

ہے تو جو شخص ایک صفت کو ایک فرد کے لئے ثابت ماننا شرک بتائے اور خود اُسی صفت کو دوسرے فرد کے لئے ثابت مانے تو گویا خود وہ اپنے منہ سے شرک ہوا یا نہیں۔

سوال چہارم۔ جس طرح فروع و اعمال میں چار اصول ہیں کتاب و سنت و اجماع و قیاس آیا اصول عقائد میں بھی یہی اصول ہیں یا کچھ اور بر تقدیر ثنائی وہ اصول کیا اور کتنے ہیں کہ جن کے علاوہ کسی اور دلیل سے عقائد میں استدلال ناجائز و باطل ہو۔

سوال پنجم۔ باب عقائد جس میں قطعیات کے سوا احادیث آحاد بھی ناکافی سمجھی جاتی ہیں وہ کیا باب ہے آیا متعلقات افعال مکلفین کے سوا ہر مسئلہ مطلقاً اسی باب عقائد سے ہے اور کسی کے لئے کوئی تفصیل ثابت یا اُس سے اُس کا سلب ماننا علی العموم ایسا ہی ہے کہ بے دلیل قاطع باطل و نامقبول یا یہاں کوئی تخصیص و تفصیل ہے اگر ہے تو کیا ہے اور اُس کا ثبوت کہاں سے۔

سوال ششم۔ عقائد میں تقلید جائز ہے یا نہیں اگر ہے تو کس کی آپ عقائد میں صرف امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں یا کس کس عالم محدث مفتروغیرہ کے۔

سوال ہفتم۔ جو مسئلہ باب عقائد سے ہو اُس کی دونوں جانب ایجاب و سلب اُسی باب سے ہوں گے یا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک جانب

سہ شخص بھی مولوی محمد رفیع صاحب و مولوی انیسٹی و عام درہابیہ ہیں ۱۲

بے قطع نامقبول اور دوسری جانب ظنیات بھی قبول بر تقدیر ثانی
اس کا کیا ثبوت اور وہاں کیا فارق۔

سوال ہشتم۔ ائمہ کرام نے تصریح فرمائی ہے یا نہیں کہ باب
فضائل میں ضعات بھی مقبول وہ کون سا باب ہے اور نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم یا اہل بیت و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے کسی
فضیلت کا اثبات اس باب سے ہے یا نہیں۔

سوال نہم۔ روز اول سے روز آخر تک ماکان و مایکون جو کچھ
ہوا اور ہوگا متناہی ہے یا غیر متناہی اللہ عز و جل کا علم صرف اسی
ماکان و مایکون میں منحصر اس کے سوا مولیٰ تعالیٰ معاذ اللہ کچھ نہیں جانتا یا
یہ اُس کے علوم سے ایک نہایت قلیل حصہ ہے جو ادنیٰ قطرے اور لاکھوں
بحار کی بھی نسبت نہیں رکھتا بر تقدیر ثانی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے
اس کا اثبات شرک ہے یا کفر یا ضلالت یا ان سب سے پاک۔

سوال دہم۔ روز اول سے روز آخر تک جو کچھ ہوا اور ہوگا
وہ سب لوح محفوظ میں مکتوب ہے یا نہیں اگر ہے تو اللہ تعالیٰ اُس میں
سے کتنی بات کا علم عطا کرنے پر قادر ہے بعض کا یا کل کا اگر اُس مجموعہ
کا علم دینے پر قادر ہے تو دوسرے کے لئے اُس کا بے عطائے الہی ثابت
ماننا کیونکر شرک ہو سکتا ہے کیا اللہ تعالیٰ دوسرے کو اپنا شریک بنالینے پر
قادر ہے۔ اور اگر نہیں تو وہ حد معین کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اتنی باتوں
کا علم دینے پر قادر ہے اس سے زیادہ پر قدرت نہیں رکھتا۔

سوال یا زدہم۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بطلان الہی بعض
مغیبات کا علم ہے یا کسی غیب کا علم اصلاً نہ دیا گیا جو شخص مطلقاً علم غیب
بطلان الہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مسلوب مانے وہ قرآن مجید
کا مکذب اور نبوت کا منکر اور زندیق کافر ہے یا نہیں۔

سوال دوازدهم۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کی خبریں
بتانے تشریف لاتے ہیں یا شہادت کی جنہیں لوگ خود بھی اپنے حواس
و عقل سے سمجھ سکتے ہوں۔ بر تقدیر اول ان علوم غیب میں اُن کو تمام عالم
پر فضیل ہے یا نہیں اور اُن سب میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو اُن پر فضیلت ہے یا نہیں جو شخص اس باب میں نبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت و تخصیص کا منکر ہو مسلمان ہے یا کافر۔
سوال سیزدهم۔ وہ کئے علوم غیب ہیں اور کن باتوں سے متعلق
ہیں جو لازم نبوت ہیں اور وہ سب انبیاء میں یکساں ہیں یا تفاوت اور
ہر نبی کو نبوت کے ساتھ معاً عطا ہوتے ہیں یا بتدریج ملتے رہتے ہیں۔
بر تقدیر ثانی بعض کا بعض وقت میں انتفاء و سرے وقت حصول کو منافی
ہے یا نہیں۔

سوال چہاردهم۔ آیات و احادیث کے اطلاقات و عمومات
جب تک اُن کی تفسیر و تخصیص دلیل و حجت شرعی سے ثابت نہ ہو انہیں
اپنے اطلاق و عموم پر نہ گھنا اور نصوص کو اُن کے ظاہر پر حمل کرنا واجب
نہ ہے شخص خود مولوی اشرف علی صاحب ہیں اپنے رسالہ حفظ الایمان صفحہ ۱۱ میں اس کے
منکر ہوئے ۱۲

ہے یا نہیں۔

سوال یا نزدِ ہم تخصیصات عقلیہ یا عرفیہ معروفہ عام کو اپنی قطعیت سے نازل کرتی ہیں یا نہیں۔

سوال شانِ نزہِ ہم۔ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام متاخرین مفسرین و شراح کے اقوال غیر ماثورہ و بے سند پر مقدم ہے یا ان کے اقوال خدا و رسول کے کلام پر حجت ہیں ان کے مقابل ان کا پیش کرنے والا ثمن صلح ہے یا گمراہ فاسق۔

سوال ہفدِ ہم۔ کس دلیل شرعی سے ثابت ہے کہ تمام صبیان و مجانین و بہائم کو بھی علم غیب ہے اگرچہ بعض کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ گدھے کو کتنا علم غیب ہے اور بھینس کتنا غیب جانتی ہے اور اُتو کتنے غیب کا عالم ہے جو شخص ان سب کے لئے علم غیب ثابت کرے مسلمان سنی صالح ہے یا کافر یا گمراہ یا فاسق۔

سوال ہسزدِ ہم۔ جو شخص یہ کہے کہ بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے اُس نے نبی

لے یہ شخص بھی یہی مولوی اشرف علی صاحب اُسی رسالہ حفظ الایمان میں ہیں ۱۳
لے یہ عبارت بھی انھیں مولوی اشرف علی صاحب کی اُسی رسالہ صفحہ ۷ میں ہے
مسلمان دیکھیں ان مولوی صاحب نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کس درجہ تحقیر کی ہے۔ ۱۴

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی یا نہیں کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا جتنا ہر پاگل اور ہر چوپائے کو حاصل ہے ایسا
کہنے والا مسلمان ہے یا کافر اور جو اسے مسلمان جانے وہ مسلمان ہے
یا کافر۔

سوال نوزدہم۔ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی و مولوی رشید احمد
صاحب گنگوہی اور خود آپ حضرات کہ عالم کہلاتے ہیں آیا ان کا یا آپ کا
علم علم الہی کے برابر اور جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہے یا انھیں اور آپ کو
صرف بعض کا علم ہے بر تقدیر ثانی اگر کوئی کہے کہ ان اشخاص مذکورین کو
عالم کہنے کی کیا تخصیص ہے مولوی اسماعیل صاحب کا سا علم ہر گائے کو
ہے اور مولوی گنگوہی صاحب کا سا علم ہر بھینس کو ہے اور تھانی انہی
دیوبندی امروہی صاحبان کا سا علم ہر بھیڑ اور بکری کو تو اس متاثر
نے دہلوی اور گنگوہی اور آپ صاحبوں کی توہین کی یا نہیں اگر کی تو کیا وجہ
کہ یہ الفاظ آپ صاحبوں کے حق میں تو توہین قرار پائیں اور محمد رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین نہ ٹھہریں اور اگر نہیں تو
وجہ تخصیص بتائیے کہ انھیں اور آپ حضرات کو مولوی کہا جائے اور ان
چوپایوں کو باوصف اس کے کہ آپ کے نزدیک علم میں آپ صاحبوں کے
برابر ہیں اس لقب سے محروم رکھا جائے۔

سوال سیم۔ آپ کے ایمان میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم وسیع تر ہے یا ابلیس لعین کا

لے یہ عبارت مولوی انہی صاحب و مولوی گنگوہی صاحب کی ہے حسب ذیل دیکھئے براہین قاطعہ
صفحہ ۴ طبع اول ۱۲

کہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وصت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی
وصت علم کی کون سی نص قطعی ہے اُس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے علم کی توہین کی یا نہیں ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر۔

آپ کے ملاں و کلال کے خیال سے فی الحال یہ بین سوال حاضر
خدمت میں سوالات مزید انشاء اللہ المجید بعد جواب متعاقب حاضر
ہوں گے۔ اول مخاطب آپ حضرات ہیں آپ چاروں صاحب اگر
جواب سے عجز کا اقرار تحریر فرمائیں تو کسی اور کا جواب قابل التفات
ہو سکے گا اگر آپ نے جواب نہ دیا اور کوئی پانچواں شخص برائے نام مجیب
بنا تو جب تک آپ صراحتہ اقرار عجز نہ فرمائیں اُس کی بات قابل التفات
نہ ہوگی کہ مقصود مفت کی تو تو میں میں نہیں بلکہ تصفیہ امور دین اور
جناب گنگوہی صاحب کے بعد آپ ہی چار صاحب فرقہ و یو بندیہ کے
سرگرم وہ و حامی بین تو آپ کے سوا زید و عمرو سے خطاب نہیں بینوا
توجروا۔ مورخہ ۱۲ جمادی الآخرہ روز سہ شنبہ ۱۳۲۳ھ۔

المستفتی

خادمان اہلسنت عبدالرشید و غلام مصطفیٰ ابراہیم بہاری و غلام محمد
بہاری و ظفر الدین قادری و دیگر اہلسنت۔

پیشی سوالات پر مولوی اشرف علی صاحب کی حالت

آج بتاریخ ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ روزہ شنبہ وقت چاشت ہم طلبہ محمد ظفر الدین و محمد عبدالرشید طلبائے مدرسہ اہلسنت و جماعت مع جناب خواجہ محمد حسن صاحب و جناب شیخ تصدق حسین خاں صاحب و جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب و جناب منشی محمد ظہور صاحب و جناب محمد عثمان خاں صاحب وغیرہم معززین کرام یہ بیس سوال لے کر مولوی اشرف علی صاحب کے پاس سیت گنج گئے اور سوالات کا مسودہ فقیر عبدالرشید نے اُن کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ ان کے جواب مرحمت فرمائیے مولوی صاحب نے ہاتھ میں لے کر واپس کیا۔ جب کہا گیا کہ آپ انھیں دیکھ تو لیجئے جواب دیا کہ میں نے آپ سے لے لیا اور اب آپ مجھ سے لے لیجئے میں مباحثے کے واسطے نہیں آیا ہوں اور نہ مباحثہ کرنا چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں یہ فن فساد آپ کو مبارک رہے جو شخص تم سے دریافت کرے تم اُسے ہدایت کرو۔ طبیب کا کام نسخہ لکھ دینا ہے یہی عذر غلط مولوی غنکوی صاحب نے بھی سنایا تھا دیکھتے رہا وہ دفع ذیغ ذلغ ۱۲-۲۱

ہے یہ نہیں ہے کہ مریض کی گردن پر چھری رکھ دے کہ تو پی لے تم اپنی اُمت
 میں سب کو داخل کر لو جب کہا گیا کہ یہ مباحثہ نہیں ہے بلکہ چند سوالات
 ہیں تو کہا کہ آپ کتنا ہی کہیں میں جو کچھ کہہ چکا ہوں اور لکھ چکا ہوں وہی
 کہوں گا اور اگر مجھے تھوڑی دیر کے واسطے معقول بھی کر دیکے تو وہی
 کہے جاؤں گا۔ مجھے معاف کیجئے آپ جیتے اور میں ہارا اُس وقت
 مولوی صاحب کے پاس حافظ احمد حسن صاحب ہتم مدرسہ مداری دروازہ
 و مولوی ابراہیم مدرس مدرسہ مذکورہ و حاجی محمد سعید صاحب سوداگر رکن
 مدرسہ مذکورہ و حسین الدین و حسن نواز طلبائے مدرسہ سرائے خنام و
 میر اکبر علی صاحب محفل چندہ مدرسہ سرائے خام و جناب منشی سیح الدین صاحب
 ولد ڈپٹی خیر الدین صاحب و مولوی ولی اللہ صاحب بنگالی طالب علم مدرسہ
 رام پور اور بعض حضرات اور بھی موجود تھے۔ خواجہ محمد حسین بقلم خود
 العبد العبد العبد العبد العبد
 محمد تصدق حسین بقلم خود۔ غلام قادر۔ محمد ظہور عثمان خاں بقلم خود۔ حافظ نبیادہ

اہل اسلام سے انصاف طلب

مسلمان ملاحظہ فرمائیں کہ عالم کہلا کر دینی مسائل کے نام سے اتنا
 گھبرا جانا کیا معنی رکھتا ہے مگر افسوس کہ مولوی صاحب کو یہ سخت تکلیف
 اُن کی ذریات اہل مدرسین و دیگر وہابیہ شہر کے ہاتھوں پہنچی مولوی صاحب

جسے فساد بتاتے ہیں اس کے بانی وہی حضرات ہیں انھیں نے مہینوں سے
 مناظرہ مناظرہ کی ریٹ لگائی اُسی طرف سے آپ کو براے سباحتہ بلانے کی
 خبریں اڑیں اُدھر ہی سے آپ کے آنے پر شورشیں ہوئیں اور حکم ان انشاء
 قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ زَعَمَ خُودِ الْهَلَسَتْ کے طور سے لگاؤروں کے
 آنے کی غلط خبریں دیں ان وجوہ پر سمجھا گیا کہ آپ اُن کے عمدہ ہیں لہذا
 آپ کی خدمت میں سوالات حاضر ہوئے ورنہ پہلے کبھی کسی نے آپ کی طرف
 التفات بھی نہ کیا تھا بہر حال دینی سوالوں کے نام پر اتنا اضطراب عجیب العجاب
 آپ کا اقرار جہل اگرچہ قد یصدق کی تصدیق ہو اور آپ کا فرمانا کہ میرے
 اساتذہ بھی جاہل ہیں آپ کی سعادت مندی مگر مناظرہ دینی کہ زمانہ برسات
 سے سنت متواتر ہے اُسے فساد بتانا سخت عجیب ہے اور عجیب ترمیم ہے
 کہ خود آپ کا حفظ الایمان ایسی ہی متعلق بعض عقائد سوالات کا جواب ہے
 اگر ایسے سوالوں کا جواب دینا فساد ہے تو یہ فساد تو آپ ہی کا ہے پھر
 دفع فساد کو فساد بتا کر بچنا فساد کا مقام رکھتا ہے اور سنئے تو جناب مولوی
 گنگوہی صاحب نے جو خاص مناظرہ میں کتابیں لکھیں جیسے رد الطغیان و
 ہدایۃ الشیعہ اور براہین قاطعہ پر وہ حرف بہ حرف قبول کی تقریظ جمائی آپ کے
 نزدیک وہ کتنے بڑے مفسد و فساد پسند تھے یا یہ ٹھہری ہے کہ جہاں
 دو حرف کہنے کی گنجائش کچھ مناظرہ دینی کام ہوا اور جہاں سخت سے
 مقابلہ پایا مناظرہ فساد ہو گیا لعل انصاف یہ کیا دین یہ کیا دیانت ہے
 کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ سخت توہینیں

کیجئے اور جب کوئی مسلمان اُس کا تصفیہ چاہے تو دینی سوال کو فساد
 کہہ دیکئے اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین پر وہ سخت اصرار
 کہ معقول بھی کہ دو گز میں وہی کہے جاؤں گا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
 العلی العظیم خیر ایک ہفتہ کی مہلت آپ کو اور ہے اس میں جواب دیجئے
 یا توہین نبوت سے توبہ کیجئے اللہ توفیق بخشنے آمین۔ العبد محمد ظفر الدین
 و محمد عبدالرشید طلبہ مدرسہ اہل سنت و جماعت واقعہ بریلی۔
 ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز کی عنقریب منظر عام پر آنے والی اہم پیشکش
سرورِ کونین ﷺ کی بشریت و انوارِ نبوت

تالیف : محمد نعیم اللہ خان قادری

بی ایس سی۔ بی ایڈ

ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

ناشر: فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کامونکے

الحمد لله
 ۱۳۵۲ھ
 معروف بہ

صلائے مناظرہ

۱۳۵۲ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 مُحَمَّدٌ وَفَصَّلِي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

ہدایت طلبی کے نام لیووں کو اسلامی دعوتِ مناظرہ
 مناظرہ کی نمائشی پکار کا کشفِ حقیقت

قال الله تعالى وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اِنَّ
 انصاف ان معروضات کو بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں جو سچے دل سے
 انصاف کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر حق واضح فرمادیتا ہے وہ اس
 آیت کریمہ میں فراچکا کہ جو ہماری راہ میں کوشش کریں ہم ضرور ضرور
 انہیں اپنی راہوں کی ہدایت فرمائیں گے آپ کا نیاز مند اولاد و اصحاب واضح

اصول اہل ایمان و انصاف کے سامنے پیش کرے جس کا جواب کسی ذی عقل کے نزدیک سوا ہاں کے کچھ نہیں ہو سکتا پھر واقعہ خاصہ پر ان کی تطبیق گزارش ہوگی۔

اصول واضحہ (۱) الحمد للہ ایمان ہی وہ نعمت ہے جس کی حفاظت تمام دینی عظیم کاموں سے بھی اہم و اعظم ہے نہ کہ دنیوی مشغلے جن کا مقصود خدا نہ ہو۔

(۲) اہم فالاہم کی ترتیب عقل و نقل کا اجماعی مسئلہ ہے جس پر امر اہم کا بھاری مطالبہ عائد ہو چکا اور وہ اُسے چھوڑ کر غیر اہم میں وقت برائے وہ یا تو عقل سے مس نہیں رکھتا یا براہ فریب و مخالطہ اپنا گہرا عیب چھپاتا کاری زخم سے جان بچاتا ہے کہ بالائی باتوں میں عظیم مطالبہ ٹل جائے اور عوام پر اپنا عجز اپنا سخت عیب نہ کھلنے پائے ایک شخص پر دس لاکھ اشرافی کے سرقہ کا دعویٰ دائر ہے وہ اس کا جواب کچھ نہ دے بلکہ یہ کہے کہ دس پیسے جو اس دن میں نے قرض لئے تھے کیا میں ادا نہیں کر چکا۔ او اس میں بحث کر لو عقلا سے انصاف طلب کہ ایسے شخص کو کیا کہا جائے گا۔

(۳) ایک فرقہ کے اکابر کا سالہا سال سے رد ہو رہا نکل و خطوط

لے اسی بیان کے عیاں کرنے کو ان میں اکثر اصول بطرز استفسار معروض ہوئے کہ ہر عقل و انصاف والا اپنے باطن کی طرف رجوع کر کے سمجھ سکتا ہے کہ ان کا جواب ہاں ہی ہو سکتا ہے و میں ۱۲ منہ

رجسٹری ہو کر جائیں اور ہمیشہ لا جواب رہیں بلکہ صراحتاً جواب دینے سے انکار آئے تو اہل انصاف کے نزدیک مناظرہ کس طرف سے ہوا اور سکوت و فرار کس جانب سے جو اُلٹی نسبت کرے وہ پتکا مجنون یا ڈھٹائی کے ساتھ پورا کذاب ہے یا عاقل راستگو۔

(۴) جو مباحث ساہا سال سے بروئے کار آچکے انہیں قطعاً لا جواب چھوڑنا نہ انہیں قبول کرنا نہ اُن کے جواب سے اپنا عجز ماننا اور پھر عوام کے آگے مناظرہ مناظرہ پکارنا صریح منکاری ہے یا نہیں۔
(۵) جس فریق پر ساہا سالی سے سوالات کا قرضہ ہو کس قانون عقلی یا نقلی سے اُس کو اختیار ہے کہ اُن کا جواب تو اصلانہ دے اور اپنی طرف سے سوال لے دے کیا یہ صراحتاً جان بچانا اور اپنا عجز و عیب چھپانا نہیں کیا ایسے سوال از روئے قانون مناظرہ مستحق جواب ٹھہر سکتے ہیں یا اس حیلہ گری سے وہ برسوں کا قرضہ چھوٹ سکتا ہے۔

(۶) جو مضامین ساہا سال سے چھاپ چھاپ کر تمام ملک بلکہ عرب و عجم میں شائع کئے جائیں وہ موافق مخالف سب کے سامنے پیش ہوئے یا اُن کی نسبت یہ کہنا صحیح ہے کہ صاحب مضامین کو خوف ہے اُن مضامین کی نسبت تزلزل ہے اُن کو مخالف کے رد و روپیش کرنے کے قابل نہیں جانتا کیا ایسے قائل کو نہ کہا جائے گا کہ وہ یا تو کور و کر ہے کہ آنکھ نہ کان یا پرے درجہ کا بیخیا کذاب کہ دین نہ ایمان۔

(۷) مناظرہ وہ ہے جس میں احقاق حق مقصود ہو بے اس کے شرعاً

حرام و معصیت اور عقلاً جہالت و نفسانیت۔ احتقاق حق میں ہر فرقہ کی قسمت اُس کے اکابر سے وابستہ ہوتی ہے انہیں کا عجز اُس سارے فرقہ پر اثر ڈالتا ہے اصاغر کی اسکات میں کوشش بے سود ہوتی ہے کہ اول تو اُن کو بوجہ بے وجاہتی و کم حیثیتی بات بدلنے کہنے مکر نے ڈھٹائی کے ساتھ آفتاب کا انکار کرنے کی زیادہ جرأت ہوتی ہے جو بڑے کہلاتے ہیں اپنے نام کی لاج سے پھر بھی کچھ شراتے ہیں اور اصاغر تو جانتے ہیں کہ عجب بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

ایسی حالت میں تو تو میں میں کے سوا وضوح حق کی کیا اُمید اور بالفرض طرف مقابل کی قوت نے ایسا ہی دیا کیا کہ ساکت ہی ہونا پڑا پھر بھی کیا فائدہ اُس فریق والوں کا سہل جواب ہے کہ یہ کون تھے ان کی مغربی سے ہمیں کیا نظر اہل انصاف نظر فرمائیں کہ یہ امور کیسے حق صریح ہیں کہ جو حقیقتہً طالب حق ہو اُسے ان میں کلام نہیں ہو سکتا پھر ایک فرقہ کے اکابر کہ ساہا سال دوسرے فریق کے معظم سے خائف و ترساں اور اُس کے مقابل ساکت و بے زبان رہے ہوں تو چھپیں تھامنے ہوں سوالات جائیں کبھی ایک حرف کے جواب کی ہمت نہ ہو تو کیا اُن کا عجز صراحتہً نہ کھل گیا کیا وضوح حق میں کوئی دقیقہ رہا کس قانون کے رو سے اُن کو حق ہو سکتا ہے کہ خود بدستور پروردہ کشین رہ کر معظم فریق مخالف کے مقابل اپنے اصاغر

لے یعنی اگر وہ اپنے اذن و اجازت و نیابت و وکالت سے اپنے کسی جھوٹے یا کالے چور کو بھیجیں تو اگرچہ واضح ہوگا کہ وہ عاجز ہوئے تھے انہوں نے اس کو اپنا خشک کشا بنایا مگر غر سے بلا ماننے کا الزام نہ لگے گا کہ اب جو بلا اس پر ہے اُن سب پر ہے ۱۲ منہ

کو ہکاریں کیا اس سے صاف نہ سمجھا جائے گا کہ وہ اپنے سر سے بلا ٹالتے اور احقاق حق کو تو تو میں میں پر ڈھالتے ہیں مسلمانو اللہ و قیامت کو یاد کر کے ان ساتوں اصول کو پیش نظر رکھو۔

اب آپ کا خیر خواہ نیاز مند واقعہ خاصہ پر ان اصول کی تطبیق عرض کرتا ہے:-

(۱) بفضل الہی و عنایت حضور پر نور رسالت پناہی جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲۱۲ ہجریہ قدسیہ سے سال حال ۱۳۲۲ تک چونتیس سال ہوئے آستانہ علیہ اعلیٰ حضرت عالم اہل سنت صاحب حجت قاہرہ مجدد المائۃ الحاضرہ دام ظلہم العالی سے دیباچہ و غیر مقلدین کے عموماً اور مولوی امجد علی دہلوی مولوی نذیر حسین دہلوی مولوی قاسم نانوتی مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی اشرف علی تھانی کے خصوصاً و ثنائاً قوتاً رد ہوتے رہے اور بحمد اللہ ہوتے ہیں جن سے تمام ملک آگاہ ہے قدرے تفصیل کے لئے رسالہ ^{۲۴} الجمل المعداد و کتابیات المجدد مطبوعہ مطبع حنفیہ عظیم آباد ملاحظہ ہو جس میں ساڑھے تین سو تصانیف کا مع ذکر فن و زبان و حال تصنیف و حال طبع و تبصیر وغیرہ نام بنام شمار ہے بکثرت رسائل چھاپ چھاپ کر شائع کئے کبرائے طائفہ کے پاس رجسٹری کر کے بھیجی اکثر پر صدائے برخواست اور بعض برصوں غوغا رہا کہ جواب لکھا جائے گا لکھ گیا چھاپا جائے گا چھپنے گیا نتیجہ وہی نکلا کہ حشر تک جاگنا قسم ہے یعنی وہ چھپنا بالکسر تھانہ بالفتح بالآخر مولوی گنگوہی صاحب نے جواب سوالات میں لکھ بھیجا کہ مناظرہ کا نہ مجھے شوق ہوا

نہ اس قدر بچے فرصت ملی دیکھو دفع زلیخ زارغ صفحہ ۵ جسے طبع ہوئے
 ساتواں سال ہے ادھر مولوی تھانی صاحب نے جواب سوالات میں کہہ دیا
 کہ میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا نہ مباحثہ کرنا چاہتا ہوں میں اس فن
 میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں یہ فن فساد آپ کو مبارک
 رہے دیکھو ظفر الدین الجید صفحہ ۸ جسے طبع ہوئے پانچواں سال ہے ادھر
 مولوی نذیر حسین صاحب کو ان کا رد و بلیغ حاجز البحرین چھاپ کر بھیجا
 جس میں دلائل ساطعہ سے ثبات کر دیا کہ یہ بزرگوار جو آج سارے
 غیر مقلدوں کی ناک اور ان کے یہاں شیخ النکل فی الکمل کہلاتے ہیں علم
 حدیث علم رجال علم اصول حدیث علم جرح و تعدیل غرض جملہ فنون حدیث
 سے محض بے مس ہیں کہ اہل سنت کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی اتنا بے تمیز نہ
 ہوگا افسوس کہ وہ کل فی النکل بھی گل در گل ہو گئے اور جواب کے نام وہی
 ہر خموشی یہ وہ ظاہر و باہر و قاض ہیں کہ مخالفین بھی جن سے انکار نہیں
 کر سکتے انھیں کہ تو ہمیشہ رویا کرتے ہیں کہ ہائے کافر کہہ دیا ہائے یہ کہ دیا
 ہائے وہ کہ دیا مگر اس مرثیہ کے سوا کسی طرح اپنے بزرگوں کی جان چھڑائیں
 ان کے لبوں سے ہر خموشی اٹھائیں یہ بفضلہ تعالیٰ ناممکن۔ اب کچھ دنوں
 سے شمار القہر صاحب ایڈیٹر اے ایچ ام ترسری بھی اس ہائے واسطے اس
 مرثیہ خوانی میں خواہ باجرت یا ملتہ و احدہ کی علت ان کے شریک چھڑ گئے
 جو رد و رد کر فرماتے ہیں آپ کی مشین میں ہمیشہ کفر کے فتوے ہی چھپا کرتے
 ہیں اس کا جواب مبسوط تو محبتا مولانا مولوی ظہیر حسن صاحب نے دو

مجلد میں لکھا ہے پہلا مجلد بفضلہ تعالیٰ عنقریب چھپ کر پاس سٹراڈیٹر کے پہنچا دیا جائے گا یہاں اتنا مقصود کہ ہمیشہ سے ان بد مذہبوں کا رد یہاں سے شائع ہوتا رہنا انہیں بھی قبول۔ رہا جواب وہ نصیب ہوتا تو مرتعہ ہی کیوں پڑھے جاتے خوبی قسمت سے ان لوگوں کے نام بھی گنا دے جن کا رد کیا گیا وہ کون یہی صاحبان تھانوی نانوتوی گنگوہی نذیر حسین دہلوی خلیل احمد انبہٹی اور ساتھ لگے امیر احمد امیر حسن ہسوانی مگر کچھ سوچ سمجھ کر اپنے اور ان صوب کے امام الائمہ مولوی اسماعیل دہلوی کو الگ رکھا یا شاید وہ یوں بُرا لگا کہ جہاں تقویت الایمان میں اُس نے وہابیت کا پس بویا صراطِ ناستقیم میں اُس کی جڑ بھی کتر گیا غرض یہی ہو کہ ہمیشہ سے جن کا رد یہاں سے ہوا کرتا سب کو مسلم کیا کوئی ان میں سے کسی کی کوئی چھوٹی موٹی چوہ ورتی دو درتی بھی دکھا سکتا ہے کہ اس ۳۵ سال میں ادھر کے کسی رسالے کے رد یا سوالات کے جواب میں لکھی گئی ہو۔ الحمد للہ حق واضح ہو گیا اب ہم اہل عقل و انصاف کو اگرچہ وہ ہمارے مخالف ہی ہوں اصل ہفتم کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ الحمد للہ اُن کے اکابر کا عجز و دشمن ہو گیا اب اصاغر کا حال سنئے۔

(۲) انہیں دیوبندی حضرات ایک نوپرواز کوئی صاحبِ مرتضیٰ حسن سابق در کھنگی حال دیوبندی اصل چاند پوری ہیں جب ان کے اکابر محمد اللہ العزیز القادر لو پامان مان کر اکثر اپنے مقرر کو صدھارے دو ایک رہ گئے تھکے ہارے بڑے بڑے سفید جھنڈی ہلا کر مناظرہ سے الامان الحفیظ پکارے

تو اب یہ سوچھی کہ ان نو سکھ کو ابھار دے ۳۵ برس کا بوجھ پیٹھ سے اتار دے
ظاہر ہے کہ خصم ناقابل التفات سمجھ کر منہ نہ لگائے گا احمقوں کے سامنے
کہنے کو ہو جائے گا مسلمانو اصل ہفتم پھر ملاحظہ ہو کیا یہ پوتج لچر بودی تدبیر
سراسر ان کے عجز کی تصویر ڈالتے کے سوار سے کچھ بہتر یا تو وہ بازی قابل
التفات خیر نہ۔

(۳) وہابیت کی شومی قسمت کہ بڑے بڑوں کی مشکل کشائی فریاد سی
حاجت روائی ان نو سکھ کے سر رہی جن کی اُردو عبارت تک درست
نہیں اعلیٰ تک ٹھیک نہیں ان کی دستاویز ہمارے پاس موجود ہے واقعی
ایسی قوم کی غوثیت ایسوی کو نمایاں تھی۔

(۴) صاحب ایڈیٹر۔ اسے ایچ ام ترسان نو سکھ سے بھی بدرجہا کمتر
ان بیمار سے پر اپنے خاص طائفے کے کل فی النکل کی عجز و حکوت کی مصیبت
کیا کم تھی کہ اپنے مخالف دیوبندیوں گنگوہیوں کے سوزخاں ہو کر ان کی علت
اور اپنے پیچھے لگالی طائفے بھر میں کچھ سکت ہوتی تو پہلے اپنے کل فی النکل کی
بڑیاں بار قرضہ شیر سے چھڑانا فرض تھا وہ تو بچہ نیم اب نیا گٹھ جوڑا باندھا
تو وہ بھی اُن سے جن پر ۲۵-۳۵ برس کا قرض تھا۔ لطف یہ کہ اس سے
پہلے صاحب ایڈیٹر اپنے آپ کو بزعم خود محی مولانا مولوی عبدالاحد صاحب
کا طرف مقابل بننے کے قابل مان چکے ہیں جن کو اس آستانہ سے ایک انتساب ہی
پر فخر ہے صاحب ایڈیٹر کا مولوی صاحب موصوف سے ادعائے ہم سری اگر
ٹھیک بھی ہو تو براہ طفرہ اس درجہ بلند پر داندی چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا

چھوٹا منہ بڑی بات کیا معنی آ رہا ہے خرد اس سے یہ نتیجہ لیتے ہیں کہ صاحب ایڈیٹر نے مولوی عبدالاحد صاحب ہی کے حملہ سے ڈر کر جان بچانے کی یہ تدبیر نکالی ہے کہ ان سے مانا ہوا مناظرہ ایک شرط محال پر معلق کر دو نہ تو ملن تیل ہوگا نہ صاحب ایڈیٹر مناظرہ فرمائیں گے ورنہ ملنے ہوئے جوڑ سے یوں گرے کیوں ؟

(۵) صاحب ایڈیٹر کا ادعا ہے کہ مولوی سلیمان صاحب پھلوار کا نے بھی انھیں مناظرہ میں اپنا مشکل کشا مانا ہے پھلوار وی صاحب وہ بزرگ ہیں کہ باقیام ندوہ بریلی اعلیٰ حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ کے حضور اپنی تحریر بھیج چکے ہیں جو مسئلہ ص ۱۱۰ میں چھپ کر پھلوار وی صاحب کے سامنے شائع ہو چکی پھر اسی سال رسالہ اشعارات خمسہ میں چھپی جس میں پھلوار وی صاحب یوں گلفشاں ہیں اس میں شک نہیں کہ میں ندوہ کا حامی و مددگار ہوں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے اپنی دیانت و عقیدہ کو خواب کر ڈالا مخدوم میں تو آپ کا ہنسیاں ہوں کا براعس کا بر میں بلا نقیہ پکار پکار کر کہوں گا کہ ندوۃ العلماء کے الف لام سے مراد یہی علمائے اہل سنت ہوتا چاہئے نہ روافض و خوارج و مجریہ و وہابیہ خذلیم الشرائع و فکون آپ کا خادم محمد سلیمان قادری جیستی از پھلوار وی شریف ۱۴ شوال ۱۳۱۳ھ اس کے بعد جب پھلوار وی صاحب نے باوصف وعدہ حتمی شرکت ندوہ نہ چھوڑی اور ۱۵ شعبان ۱۳۱۳ھ میں پھر وار د بریلی ہوئے یہاں سے دعوت طعام و کلام دونوں گئیں پھلوار وی صاحب نے دعوت طعام قبول کی اور دعوت کلام سے

عدول کو صاف تحریر لکھ دی کہ میں مرد میدان مناظرہ نہیں پھر اس اندیشہ سے کہ مبادا طعام میں کلام پیدا ہو قبول کی ہوئی دعوت طعام بھی چھوڑی عذر لکھ بھیجا کہ وصیت آتے ہیں باقی حالات کتاب دربار حق و ہدایت و کتاب بارش بہاری بر صحت بہاری وغیرہ مسائل رزندہ میں ملاحظہ ہوں بفرض محال عادی اگر صاحب ایڈیٹر نے خلاف عادت یہ سچ بیان کیا ہو کہ جناب مولوی پھلواروی صاحب نے اُن کو یہ خط لکھا تو صاحب ایڈیٹر پر وہاں تک دو بار تھے ایک کُل فی الکُل کا دوسرا حضرات دیوبند و گنگوہہ کا اب کیا یہ تیسرا انھوں نے اور اپنے اوپر لیا کہ نڈیوں کے بھی نائب بنے اور ۹۰ اسے زائد سوالات جو قہر الہی کی طرح وقتاً فوقتاً اُن پر اُترے اُن سب کے بھی زیر بار ہوئے ہاں ضرور لیا نہ فقط انھوں نے بلکہ اپنے کبریا مخالفان ندوہ کے خلاف درکھنگی صاحب نے بھی کہ آس خط کے صدق و کذب سے قطع نظر درکھنگی صاحب و صاحب ایڈیٹر دونوں ندوہ کے بندہ بے زر جیسا کہ اُن کی تحریرات سے جلوہ گر تو دونوں ضرور اس تیسرے سے بارور۔

(۶) صاحب ایڈیٹر برائے یتیموں قرض جانے دیں خود اپنے ذاتی قرضہ کی فکر کریں۔ چاہے لیٹ براہل حدیث کہ ان کے مضمون ”ہندوستان میں دو تہجد“ کے رد میں مولانا ظہیر حسن صاحب نے تحریر فرمایا اور اس کا حجم دو مجلد مبسوط تک پہنچا مجلد اول بفضلہ عز و جل قریب تیاری ہے جس میں ان کے ترک اسلام کی بھی پوری خدمتگذاری

ہے پہلی ہی جلد میں صاحب ایڈیٹر پر ایک ہزار تازیانے کے قریب
 تک عدد پہنچا ہے جن میں صاحب موصوف کے صد ہا کفریات
 تازہ کا انھیں کی تحریرات کے ثبوت دیا ہے۔ صاحب ایڈیٹر نے
 آپ ہی خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخت سخت
 گندی گندی توہینیں کیا کم کی ہیں کہ فلاں و فلاں کے غلام و حمایتی و
 مرثیہ خواں بن کر عدد اور بڑھوانے کے ملتی ہیں ع

تجھ کو پرانی کیا پڑی اپنی بیڑ تو

ادھر تو رسالہ اس درجہ طویل ہو گیا ادھر اخبار پر بہار اہل وقتہ کا
 انطباع مدتوں معرض التواہیں رہا کچھ تو بوجہ حوادث اور زیادہ یوں کہ
 ہمارے سنی بھائی ہمیشہ الہی پورے پورے اس شعر کے مصداق ہو رہے ہیں
 سے کہ یاں را بدست اندر دم نیست خداوندان نعمت را کم نیست

بد مذہبوں کے کتنے ماسواہی کتنے ہفتہ وار رسالے اخبار حشرات الارض
 کی مانند ملک میں پھیل کر پلید پلگ کی طرح اپنا زہریلا اثر پھیلاتے ہیں
 اور ہمارے بھائی عزت و عظمت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کے فدائی میٹھی نیند سوتے ہیں کچھ پرواہ نہیں گن جن کہ ہندوستان بھر
 میں دو ایک پرچے حمایت مذہب حق کا بار اپنے دوش ہمت پر اٹھائے
 ہیں نہ ان کی اعانت سے کام نہ اشاعت سے مطلب۔ جاری رہیں یا بند
 ہو جائیں کسی پہلو پر نگاہ نہیں۔ اللہ ہمارے بھائیوں کو توفیق خیر رفیق
 فرمائے کہ دین کو دین دنیا کو دنیا سمجھنے کا وقت آئے آمین یا ارحم الراحمین

یہ دونوں صعب عارض نہ ہوتے تو چاہیک لیث اگر خدا چاہتا
 کب کا سر و پشت تک پہنچ کر کامر ریاخ مناظرہ ہو جاتا دو حرفی اعتقاد
 کا شیرازہ کھل کر شیریں پنجاب کا نشہ ہرن بناتا خیر اب انشاء اللہ المستعان
 وقت قریب آتا ہے اِنِّیْ اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ کالطف دکھاتا ہے
 و بالله التوفیق ولہ الحمد۔

(۷) یہود و مشرکین میں دربارہ توہین و تکذیب انبیائے کرام
 علیہم الصلاۃ والسلام گویا عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے محمد رسول اللہ
 و عیسیٰ کلمۃ اللہ علیہما صلوات اللہ کی تحقیر و تکذیب تک تو دونوں ملعون فرقے
 متفق ہیں مگر جہاں سے پوری غیر منقلدی کی حدود شروع ہوں یعنی اصلاً
 کسی نبوت کو برائے نام بھی نہ ماننا اُس میں مشرکین اکیلے ہیں پھر بھی باوصف
 اپنے بھاری مخالف کے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل
 ملہ واحدہ ہو کر غزوہ احزاب میں دونوں ملعون مل کر مقابلہ طلب ہوئے
 تھے پھر نتیجہ جو ہوا وہ سب نے سنا قال اللہ تعالیٰ وَ سَاءَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ
 کَفَرُوْا یَحْضُرُکُمْ یٰۤاَنۡتَاۤوَا خَیۡرًا وَ کَفٰی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیۡنَ اَنۡقِصَالَ وَ
 سَنَّ اللّٰهُ قُوًیًّا عَزِیۡزًا ۙ خدا نے کافروں کو اُن کے غم و غصہ کے ساتھ پھیر دیا
 کہ کچھ بھلائی نہ پائی اور رڑائی میں اللہ ہی مسلمانوں کی طرف سے کافی ہوا
 اور اللہ زبردست عزت والا ہے۔ واللہ الحمد محمد رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم سے زیادہ کریم ہیں اُن کی عادت کرم ہے کہ
 جو نعمت سرکار عزت سے اُنھیں عطا ہوتی ہے اپنے غلاموں پر بھی اُس کا

پر تو ڈالتے ہیں جب آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ
 نازل ہوئی کہ اللہ اور اُس کے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ
 وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ صدیق اکبر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ جو نعمت حضور کو ملتی ہے حضور ہم کو
 بھی اُس کے سایہ کرامت میں لیتے ہیں اس پر آیہ کریمہ اُتری هُوَ الَّذِی
 یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰٓئِکَتُهٗ اَبْ مُصْطَفٰی کے غلام اللہ اور اُس کے فرشتے اُن کے
 صدقے میں تم پر بھی درود بھیجتے ہیں و لیس الحمد انشاء اللہ العزیز اُسی کرم
 قدیم کی نعمت ہے کہ مہر کار نے اپنے غلام مجدد دین اسلام پر بھی اُس واقعہ
 نصرت علی الاحزاب کا سایہ ڈالا انشاء اللہ تقدس و تعالیٰ۔ فریو بندی و
 گنگوہی و تھانوی وغیرہم۔ مقلد وہابیوں اور غیر مقلدوں کی وہی نسبت
 ہے جو یہود و مشرکین کی۔ کہ تو زمین شان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم تک سب متفق ہیں اور جہاں سے تصریح صاف ہے پردہ و تقیہ تمام
 ائمہ و اولیاء محبوبان خدا سے جدا و بیگانہ اور بالکل بے لگام اراد و حشیانہ
 ہونے کے حدود آتے ہیں غیر مقلد اکیلے رہ جاتے ہیں خود صاحب ایڈیٹر
 کو اس نسبت کا اقرار ہے اسی پر چہ ۲۰ اگست ۱۹۰۹ء میں فرماتے ہیں یہ مشاہدہ
 اپنی نوعیت میں ایک ہوگا مرتضیٰ حسن صاحب مقلد ہیں اور حنا کسار
 غیر مقلد۔ شرک و بدعت میں دونوں متفق ہوں گے مگر جہاں سے
 ائمہ اُن کی چھ صطوح علیحدت میں خلاصہ کی ہے کہ مطلب کا کوئی حرف متروک نہ ہوا۔ صرف
 یہاں یہ غلط تھا کہ شرک و بدعت کی تردید میں متفق ہوں گے تردید بمعنی رد و غلط ہے صاحب ایڈیٹر
 (تجید صفحہ آئندہ)

غیر مقلدی کے حدود شروع ہوں اُن میں یہ خاکسار اکیلا ہو گا گویا ہم
دو توں میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوگی یعنی یہ اُن پر ہمیشہ معمول
ہوں گے اور وہ اُن پر کبھی کبھی۔ مبارکباد۔ جیسے کافر و مرتد کہ کافر ہر
مرتد پر ہمیشہ معمول ہے اور مرتد کا حمل ہر کافر پر نہیں۔ خیر یہ تو اُن کی پس
کی چہل ہے مگر اسے اپنی نوعیت میں ایک کہنا صحیح نہیں۔ پہلے یہود و مشرکین
بھی یہی کھیل کھیل چکے ہیں قَاتِلُكُمْ بِحِلِّكُمْ غُلَامًا سَمِعَ الَّذِينَ يَنْ
قَبْلَكُمْ بِحِلِّ قَتْلِهِمْ وَخُضُّنَا كَالَّذِي خَاضُوا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ
مَنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ہ اب کہ مشرکین و یہود کی سنت پر قائم ہو کر یہ افواج
متفقہ احزاب بنیں تو ضرور تھا کہ یہود و مشرکین ہی کے ہتھیار بھی پکڑیں
یعنی کذب و افترا و مکر و دغا ان سیادہ نختوں نے پہلی بسم اللہ و وسفید
جھوٹ سے کی کہ چھینا۔ خلوت خانہ میں تشریف رکھنا۔ جواب نہ دینا۔
مناظرہ نہ کرنا اور مہر منسوب کیا اور اپنے بڑوں کو جن کی تکفیر کا رونا
رورہ ہے ہیں یوں فرمایا کہ تمام عمر اہل باطل سے مناظروں میں صرف کر دی
ہے اب ہم ذی انصاف مسلمانوں کو اصل سوم کی طرف متوجہ کرتے ہیں
خُذُوا انصاف جس کے ارشادات سے شرق و غرب کوچ اُسٹے غیب و علم
(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۰) جیسا علامہ الدہر بھلا غلط معنی مراد لیتا ایسے ایک صحیح معنی تکرار میں کما
لی التاج یعنی شرک و بدعت کے بار بار بجالانے میں دونوں شفق ہوئے گئے اب یہ لفظ بھی
اُنہیں تین سطر زائد سے چھو گیا جن کے حذف سے مطلب میں فرق نہ آیا۔

میں جس کی عظمت شان و حمایت دین و ایمان کے ڈنکے بجے جس نے
۲۵ سال سے اُن گمراہوں کے رد کے رعبطری شدہ اُن پر بھیجے وہ تو
روپوش ٹھہرے اور جھوٹوں نے ایک حرف کے جواب کا نام نہ لیا بلکہ
صاف صاف استغفالکھ دیا صریح برملا فرار کیا وہ جنم بھر کے مناظر بنے
اس شوخ چشمی کی کوئی حد ہے۔ کیا اس کی نظیر کوئی اس سے بہتر ہو سکتی
ہے کہ خفاش کہے ہم نے تو بار بار مقابلہ چاہا مگر کیا کیجے کہ آفتاب ہی
سامنے نہیں آتا۔

(۸) لطف یہ کہ گنگوہی صاحب فرماتے ہیں مناظرہ کا نہ مجھے شوق
ہوا نہ اس قدر فرصت ملی اور اُن کے یہ اذتاب فرمائیں تمام عمر مناظروں
میں صرف کر دی عجب کہنے دونوں میں کون جھوٹا

(۹) تھائی صاحب بولیں میں مباحثہ سے واسطے نہیں آیا نہ مباحثہ
چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں اور
یہ فرمائیں عمر مناظروں میں صرف کی عجب کہنے دونوں میں کون کذاب

(۱۰) تھائی صاحب مناظرہ کو فن فساد بتائیں یہ اُنہیں اور اُن کے
بڑوں کو عمر بھر اسی کا مرتکب ٹھہرائیں سے

کہنے وہ سب جنم کے مفسد ہیں یا یہ کذاب اُن کے مرشد ہیں
(۱۱) وہ سوالات کہ گنگوہی صاحب پر رعبطری شدہ گئے اور
اُنہوں نے اُن کے جواب میں مناظرہ سے اپنی نرمی بیگانگی جتائی اور

وہ سوالات کہ تھانی صاحب پر نازل ہوئے اور انھوں نے اُن کو دیکھ کر مناظرہ سے اپنی اور اپنے اُستادوں سب کی جہالت بتائی اگر وہ مناظرہ نہ تھے تو ان صاحبوں کے ان جوابوں کا کیا منشا کیا اُن کو اتنی تمیز نہ تھی کہ مناظرہ اور اس کے غیر میں فرق کریں اب تم تمیز دار پیدا ہوئے یا وہ پہلے کے ایسے خوف زدہ تھے کہ خصم کا ہر مکالمہ انھیں مناظرہ ہی سمجھتا تھا اگر وہ مناظرہ

تھے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ ادھر سے مناظرہ ہوتا اور ادھر سے محکوت و قرار۔ پھر اُلٹی نسبت وائے کس حد کے کذاب کہتے حیا دار مگر جو اپنے معبود کو جھوٹا مانیں اپنے لئے جیٹی کھیاں نگلتا خود ہی فرض جانیں ورنہ معبود سے بندے جو افضل ہو جائیں گے۔

(۱۲) اُس سے بڑھ کر سُرخ جھوٹ یہ کہ اعلیٰ حضرت مجدد المائے الحاضرہ خذل اللہ اعداؤہ فی الدنیا والآخرہ کی نسبت لکھ دیا کہ وہ اور اُن کے گروہ اپنے عقائد کے صد ہا دلائل چھانٹتے ہیں لیکن اُن کی نسبت خود اُن کو ترکزل ہے اُن کے سینے بخوف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مخالف کے روبرو ایک بھی پیش کرنے کے قابل نہیں ہے ہم ذی انصاف مسلمانوں کو اصل ششتم کی طرف توجہ دلاتے ہیں خدا را انصاف جس شیر الہی کی صد ہا تصانیف ہوں تمام ملک بلکہ عرب و عجم میں ۲۵ سال سے شائع ہو رہی ہوں جس کا رد ہو پہلے اُسی کو جبری شدہ جاتا ہو اُس کی نسبت یہ کلمات لکھنا کسی ایسے کا کام ہو سکتا ہے جسے حیا شرم ایمان دین کسی سے کچھ

علاقہ ہے۔ روشن دن میں مہر نیروز کی تکذیب بھی تو اس سے بدتر نہ ہوگی۔ وہابیہ کی بدقسمتی کہ اب ان کے مناظرہ کی پگڑی ایسوں کے سر بندھی۔ ایسوں ہی سے مخاطبہ تو احقاق حق کی اُمید دلائے گا جنہوں نے نام لیتے ہی وہ جیتا نکلا کہ اپنے جھوٹے معبود کو بھی مات کر دیا لَبِئْسَ الْمُؤْمِنُ وَ لَبِئْسَ الْعَشِيرَةُ

(۱۳) در کھنگلی صاحب اپنی مناظرہ خواہی پر ادھر کا جواب یہ بتاتے ہیں کہ ایک مجدد ملت ایک حقیر امت سے گفتگو نہیں کر سکتا یہ ان کا زرد جھوٹ ہے مفاوضات عالمیہ کہ مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری حفظہ اللہ تعالیٰ نے در کھنگلی صاحب کو لکھے ان کا مطالعہ اس زرد جھوٹ کا منہ کالا کر دے گا۔ پہلے جواب کا حامل یہ تھا کہ مناظرہ تو سا لہا سال سے قائم ہے کبرائے طاغفہ جن کے تلکد کے لائق بھی تم اپنے آپ کو نہ جاناؤ ان سے سوائے فرار کچھ نہ بنی مرتے مر گئے ایک تھانی صاحب ابھی زندہ ہیں انہیں آمادہ کرو۔ اور اس کا منشا وہ اعلام تھا جو سوالات مندرجہ مطبوع غیب کے آخر میں لکھ دیا تھا کہ اول مخاطب آپ حضرات ہیں آپ چاروں صاحب اگر جواب سے عجز کا اقرار تحریر فرمائیں تو کسی اور کا جواب نہ ظاہر الفاظ حقیر منصف اور امت سے یہ امت مرحومہ مراد۔ اس تقدیر پر ان کا خیال جھوٹ ہو گا۔ کس نے کہا تھا کہ آپ کا طاغفہ جو اللہ عزوجل کو جھوٹا کہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دے سوا ذل اللہ اس امت مرحومہ میں شمار ہو سکتا ہے حاشائے کبریا نہ صیغہ میں نہ غیر میں نہ تغیر میں بلکہ کافران بے سیر میں اور تو بہ نہ کرے تو ہمیشہ سیر میں ۱۴

قابل التفات ہو سکے گا اگر آپ نے جواب نہ دیا ہو کوئی پانچواں مجیب
 بنا تو جب تک آپ صراحتاً اقرار عجز نہ فرمائیں اُس کی بات قابل التفات
 نہ ہوگی کہ مقصود مفت کی تو تو میں میں نہیں بلکہ تصفیہ امور دین اور
 جناب گنگوہی صاحب کے بعد آپ ہی چار صاحب فرقہ دیوبندیہ کے سرگروہ
 مبین تو آپ کے سوا زید و عمرو سے خطاب نہیں ملینا تو جبراً تو اس کا معنی
 وہی اصل ہفتم کا اتباع تھا اور درکھنگی صاحب کو ان کے اکابر کے اصغر
 سے بتانا نہ یہ کہ ایک مجدد ایک حقیر سے کیا گفتگو کرے۔ درکھنگی صاحب کی
 پیدائش سوال سے ڈھائی سال پہلے یہ اعلام ہو چکا تھا اور بالفرض صاف
 کھول کر نہ جتا دیا ہوتا جب بھی اصل ہفتم ہر عاقل کے نزدیک بدیہیات
 سے تھی تو ان کا خصم احقاق حق کو تو تو میں میں پر ڈھاننا کیوں مان لیتا
 بلکہ اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو ہرگز وہاب مناظرہ و تہذیب نہیں کہ ایک
 فریق کے اکابر سے مناظرہ قائم ہو وہ نہ جواب دیں نہ اپنے عجز کا اقرار
 کریں اور ان میں کا ایک طفل مکتب بے اذن و اجازت بے نیابت و
 وکالت آکر دے کہ ہم سے مناظرہ کر لو۔ کیا عقلاً اُسے نہ کہیں گے کہ بے اذن
 بے تمیز تیرے بڑوں سے بات چھڑی ہوئی ہے تجھے دخل دینے کا کیا موقع
 اور اپنے اکابر کا نام مناظرہ خواہی خواہی اپنی طرف منتقل کرانے کا کیا
 استحقاق۔ ہاں تیرے بڑے ہی تجھے بڑوں کا بڑا اپنا مشکلا بنا کر بھیجیں
 تو تجھے اختیار ہے۔ بالکل اُس جواب کو اپنی تعلی پر ڈھالنا بوجہ کثیرہ
 محض جھوٹ۔ جب درکھنگی صاحب نہ تو تھانی صاحب کو آمادہ کر سکے نہ

اُن میں آمادہ ہونے کی سکت ہی تھی نہ یہ اُس واضح اعلام سے دبے نہ عقل و حیا و تہذیب سے لچے لہذا اُن کی باگ ڈور سلی کر کے دوسرا جواب یہ گیا کہ تھانی صاحب اگر خود عاجز و ناتوان کو اپنا مشکل کشا سمجھے ہیں تو ہر کر دیں کہ تمہارا جواب و قرار اُن کا جواب و مکرر قرار ہو گا کہ یہ کہاں یہ اور کہاں وہ خلاصہ جواب جو در کھنگلی صاحب تمہارا رہے ہیں کہ جواب یہ ملا کہ ایک مجدد ایک حقیر سے کیا مناظر کرے مگر ان دروغ بانیوں کی اُن سے کیا شکایت فَإِنَّ الظَّالِمِينَ يَبْتَئُونَ اللَّهَ بِمُحَدِّثَاتِهِ۔

(۱۲) حضرات آپ یہ بھی سمجھے کہ در کھنگلی صاحب نے اپنے اندر دینی زخم نامنڈل بھرنے کے لئے کس مضمون کو خلاصہ جواب بنایا۔ طلب مناظرہ کے جواب تو وہ تھے جو اوپر گزرے اور یہ مضمون اُن کے اُس بخیہ کھولنے کو تھا جس سے اُنھوں نے اپنے اکابر کے چاک و عجز کا رنچو چاہا۔ در کھنگلی صاحب کو معلوم تھا کہ اُن کے کبرائے طائفہ ہمیشہ سکوت سکوت پر اڑے رہے شیر الہی سالہا سال سے حملے کرتا اور یہ آنکھیں میچے دم بخود پڑے رہے اُن کے اس مخلص عیب پر آخر کسی طرح پر وہ بھی ڈالیں لہذا براہ پیش بندی خط میں پہلے ہی سے یہ عذر بدتر کی تمہید پیش کی کہ علمائے آپ کو قابل خطاب نہ سمجھا اس کو موجب ترقی درجات خیال کیا کیونکہ اظہار حق کے واسطے پہلی تحریرات کافی ہیں اس سے آپ کو دھوکا ہوا کہ میرا مقابل کوئی نہیں اس پر مولنا ظفر الدین صاحب نے وہ لا جواب سچا کہ دیوبندی کُنیا صاحب جڑ جڑا کر برسوں جو چھے جواب نہ سوچے یعنی فرمایا یہ عذر اگر قابل سماعت نہیں جب تو اکابر

مدرس کا عجز خود اقرار مدرس سے ثابت ہے اور اگر عذر صحیح و قابل قبول ہے تو جو بندہ خدا مدرس کے اکابر کو بھی قابل خطاب نہ جانتا ہو صرف اس ضرورت سے کہ طائفہ گمراہ انھیں اپنے مقتدا و امام مانے ہوئے تھے ان کے مخاطبہ کیا اور بعون العزیز المقتدر ان کا عجز تمام عقلا پر ظاہر ہو گیا وہ ان اطفال مکتب کے طفل مکتب سے مخاطبہ کرے گا حاشا للشر ثم حاشا للشر در بھنگی صاحب کو شرم تو نہ آئی کہ انھیں کے منہ ان کا زہ تو کیسا چاک چاک ہوا اللہ اُسے نا مہذب بتا کر سوال مناظرہ کا جواب ٹھہرا دیا حق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذالم تستحي قاصنع ما شئت۔

(۱۵) یہ تو در بھنگی صاحب کی کڑائی تھی سر بھنگی حیا ان سے بھی بڑھ کر ہونی ہی چاہئے۔ صاحب ایڈیٹر خود فرماتے ہیں کہ ان کا حمل ان پر ہمیشہ اور ان کا ان پر کبھی کبھی ساسی نہ یاد دت کا اثر ہے کہ در بھنگی صاحب نے تو یہاں صرف ایک عالم دین پر افترا بانہا صاحب ایڈیٹر نے عی قدیم فسق پیشتر کہتے ہوئے خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کر دیا ظاہر ہے کہ در بھنگی صاحب نے جو یہ خلاصہ جواب بتایا کہ ایک مجدد ملت ایک حقیر امت سے گفتگو نہیں کر سکتا اس میں گفتگو سے قطعاً مناظرہ مراد نہ کہ مطلقاً کوئی بات۔ تحریر در بھنگی مندرجہ اہلی مدینہ ۲۔ اگست ۱۹۷۹ء لا خطہ فرمائیے اول تا آخر گفتگو بمعنی مناظرہ کا ذکر ہے نہ مطلق کسی دنیوی یا معمولی لفظ کا نہ اس سے انکار کہ کسی نے مجددیت پر محمول کیا نہ یہ بزور زبان اس پر ملے مدرس سے مراد یہی در بھنگی صاحب ہیں ۱۲

محول کرنا بتا سکتے ہیں ہاں ان کے کذب کو راہ مل سکتی ہے تو اُسی گفتگو بمعنی
 مناظرہ میں کہ اُس سے انکار اس بنا پر کیا کہ ایک مجدد ایک حقیر سے مناظرہ
 نہیں کر سکتا اس پر صاحب ایڈیٹر یہ نوٹ دیتے ہیں سید الانبیا مسیلہ کذاب سے
 کر سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں صلی اللہ تعالیٰ علی سید الانبیاء وعلیہم وسلم اس طرز ادا
 کی اُن سے کیا شکایت کہ سید الانبیا کر سکتا ہے جو منہ بھر بھر کر گالیاں دیں حقیر
 و مکروہ و ناپاک الفاظ سے یاد کریں اُن سے یہی غنیمت ہے کہ یہاں سید الانبیا
 تو کہا اگرچہ کر سکتا ہے لکھا اپنے ترک اسلام کی طرح پولیشن میں۔ رفرار پولیشن ڈ
 تو نہ کہا پرنس بھارک کا مشابہ۔ عربی محاورہ کا مکار کہنے کا راستہ تو نہ بتایا۔
 یہاں تو ان محدث صاحب سے یہ پوچھنا ہے کہ اہل حدیث بنتے ہو ثبوت تو دود
 کہ سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہارے ہم پیشہ تکذیب مسیلہ کذاب لعنہ
 سے کب مناظرہ فرمایا ثنائی قانون پر تعین نوعیت بحث کے لئے کتنے ممبروں کی
 کمیٹی بیٹھی جو بحث قرار پائی اُس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدعی تھے
 اور مسلمان ملعون سائل یا بالکس وہ مناظرہ تحریری تھا یا تقریری بر تقدیر
 ثنائی ثنائی قانون پر طرفین کے کلام کو کتنے کتنے منٹ مقرر ہوئے کے بار کی اٹ پھر
 پر پنچایت کے سپرد کر نی ٹھہری حکم کون کون کس مذہب و ملت کے تھے بہر حال
 جانب دعویٰ سے کیا کیا دلائل پیش ہوئے طرف دوم سے اُن پر منع نقص معارضہ
 کیا وارد ہوا خاتمہ کس بات پر ہوا یا یوں ہی ناتمام چھوڑا گیا مسلمان ملعون نے
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابحاث کا کوئی جواب دیا یا اکابر طائفہ کی طرح
 سکوت و فرار ہی کا رستہ لیا۔ بر تقدیر ثنائی حکم اگرچہ یہ نہ تو اندر پسر تمام کنندہ

اُسے عاجز یا کر در بھنگی و ایڈیٹر صاحبان کی طرح اُس کے کچھ لونڈے بیچ میں آکر دے کہ حضور ہم سے مناظرہ کر لیں یا اُس کے لونڈے بھی اتنے جری بے باک نہ تھے بر تقدیر اول حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیلہ کو چھوڑ کر اب ان لونڈوں سے مناظرہ شروع فرما دیا یا کیا جواب عطا کیا ان تمام سوالات کے جواب احادیث صحیحہ سے دیکھے ورنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر انفرادی اقرار کیجئے۔ صحیحین بخاری و مسلم میں تو اتنا ہے کہ اُس نے خلافت کی درخواست کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رد کر دی اور اُس کی نامزدی و بر بادی کی خبر دی اور یہ فرما کر واپس تشریف لائے کہ ہذا ثابت یحییٰ عنی یعنی تجھے کچھ کہنا منظور ہے تو یہ ثابت بن قیس بن شماس میری طرف سے تجھے جواب دیں گے۔ معلوم ہوا کہ اُس خبیث کی بات سُنا اور جواب دینا بھی پسند نہ فرمایا نہ کہ اُس سے مناظرہ و مباحثہ کیوں صاحب ایڈیٹر ایک شخص بادشاہ سے زمین یا ولیعہدی کی درخواست کر لے اور سلطان نامعلوم فراوے اور بحال سرکشی سزا کا حکم مُنادے تو اسے کس بولی میں مناظرہ کہتے ہیں شاید یہ زمین کے طبقات زیرین کی بولی ہوگی جہاں آپ کے مولویوں امیر حسن امیر احمد کی گڑھنت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کبھی چٹے کبھی ساٹے مثل بستے ہیں۔ ہاں شاید اسی بنا پر در بھنگی صاحب اپنے اکابر مثل گنگوہی و تھانوی صاحبان کو فرماتے ہیں کہ تمام عمر مناظروں میں صرف کر دی۔ واقعی بچپن میں ماں باپ سے کچھ مانگنا یا کہیں آنا جانا چاہا اور بارہا انھوں نے جھڑک دیا ہوگا جوانی بڑھاپے میں زن و بچہ کے ساتھ

خود یہ انکار پیش آیا اور آتا ہو گا۔ صاحب ایڈیٹر کی طور پر آپ ہی عمر منظرہ میں کٹی کہ درخواست و انکار کی کشمکش میں گئی مگر اس تقدیر پر شیخ چلی بہادر ان سب مناظرین کے امام ٹھہریں گے جنہوں نے تو گری و زوجہ و اولاد اور ان کا پیسہ مانگنا سب خیالی بکایا اور اُس پر سر ہلا کر وہ جھٹکا کہ گھڑا زمین پر آیا۔

(۱۶) مسلمانو یہ بھی خیال فرمایا کہ دو پرچہ ۱۱ الحدیث میں مقلد و نامقلد وہابیہ کے احزاب طے واحدة کے ہاتھوں میں یہ یہود و مشرکین کے ہتھیار سفید و سرخ و زرد و سیاہ جھوٹوں کے اتبار اپنی کس پیش بندی کیلئے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدگویوں پر جو کرمی مار رہے وہ شمار بید و شمار پڑنے والی ہے اُس کی روک تو نا ممکن قال اللہ تعالیٰ فَلَا يَخْفَتُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ نہ ان پر سے عذاب ہٹکا ہو نہ کوئی اُن کی مدد کر سکے۔ مگر دنیا میں بھی اُنہیں ضرر سے چھٹکارا نہیں قال اللہ تعالیٰ وَلَمَّا يَتَقَشَّمُ مِنَ الْعَذَابِ أَكْذَابُ ذُنُوبِ الْعَذَابِ لَا كِبَرُ بَشَرٍ ضرور ہم اُنہیں اُس سب سے بڑے عذاب سے ادھر نزدیک کا کچھ عذاب بھی چکھائیں گے ہندوستان میں اسلام کا کوڑا صروں سے اٹھ گیا اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گایاں دینے والوں کا پٹا کھل گیا و آخر قہار کو معاذ اللہ جاہل بالفعل بتائیں تسبیح کے بدلے اُس کے لئے ہر عیب و آلائش کا تحفہ لائیں جو بڑی بدکاری ہر ذلت و خواری پٹنے کٹنے مرنے مٹنے سب کا محل و قابل بنائیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے

اپنے بزرگ ابلیس لعین کا علم زیادہ ٹھہرائیں۔ علم غیب میں ہر یا گل ہر
 جو پائے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمسری دلائیں کتنی نئی
 نبوت کی نبوت جانے کو ختم نبوت میں شاخشاکی نکالیں خاتم النبیین معنی
 آخر النبیین لینے کو خیالات عوام پر ڈھالیں امکان نظیر گاتے گاتے حضور پر نور
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چھ سات مثل موجود بنالیں امکان کذب
 بکتے بکاتے خدا کے کا توب بالفعل ہونے کی خیانت پالیں اللہ الشہیدی ایسے
 خدا ویسا اور پھر ان کا اسلام جیسا کا تیسرا آلا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ
 پھر ان شدید و مدید گالیوں پر جو اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کو چھاپ چھاپ کر دئی جا رہی ہیں کیا مجال کہ کوئی ان سے پوچھ
 سکے کہ تمہارے مُنہ میں کئے دانت تمہارے شیطان کی کتنی لمبی آنت خدا
 یہ کہ جو ان کا حکم شرعی ظاہر کرے کہ اللہ و رسول کی تکذیب و توہین کرنے
 والے کافر مرتد ہیں وہ دائرۃ اسلام کا تنگ کرنے والا ٹھہرے یہ مُنہ بھر بھر کہ
 اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سڑی سڑی گندی گالیاں
 دیں اور اس پر جو ان کو اُفت کہے وہ بے تہذیب قرار پائے مگر اللہ کا وعدہ
 ضرور پورا ہونا عذاب اکبر سے پہلے عذاب ادنیٰ ان کے سروں سے کہاں
 جائے انحرث مسلمانوں کے ہاتھ میں قلم کا نیزہ ہے کہ ذوالفقار حیدری کا
 کام دیتا ہے قرن گزرے جنگ جیتے تمام اکابر طائفہ پر صد ما سوالوں قاہر
 رسالوں محمدی لشکر ظفریکر کے جنگی رسالوں کا متواتر ہجوم ٹھہر ٹھہر کر لٹا کر
 لے جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۱

دوندیوں کو لٹا کر نیزوں تلواروں ٹاپوں کی دھوم کہیں دو سو سوال کہیں میں کبھی کبھی
 چالیس کہیں دو سو تازیانے یک تخت اڑا دے کہیں اتنے کہ گنتے گنتے
 ہوش بھلا دے طائفہ بھر کا دم ناک میں دل تپاک میں جان ہلاک میں
 تر مفاک میں ترین سماک میں غرض خدا و رسول کے بد گویوں کے لئے ذلت
 خاک میں لغت افلاک میں ناریہم ہر دم تاک میں آخر برسوں قرون قرن
 الشیطان کی پارٹی بھرنے سر جوڑ کر جان توڑ کر یہ مکر کا ٹھکانا کہ جواب کی مصیبت
 سے گردن نکالو کان ضعیفہ کے القا و امداد سے تم بھی نام کو کچھ سوال
 بنا لو ظاہر ہے کہ سوال علی السوال مکر کی چال داب مناظرہ کے قطعاً خلافت ہر
 عاقل کے نزدیک جنون و اعتساف ہے معنی بے ضابطہ یہودہ بے قاعدہ
 بات کا وہ جواب نہ دیں گے آپس کے سوالوں رسالوں کے جواب
 کا تقاضا کریں گے اس کے لئے یہ تمہید گڑھوں کہ تم نے کبھی نہ کیا اور ہماری
 تو عمر مناظرہ میں گزری تم گوشہ نشین رہے اور ہم بازاری رہ گزری یہ وہ
 پیش بندی تھی جو احزاب متفقہ نے اُن سفید سرخ زرد سیاہ جھوٹوں
 سے گڑھی یہ دھرم باندھ کر اللہ و رسول سے لڑائی باندھ کر فوج یاد رکھی
 اسکاٹ المعتدی سوالوں کی ڈھالوں میں آگے بڑھی پرائوں کو ساتھ ہی
 کچھ نام کی شرم آڑے تھی کہ سارے جہان میں غوغا پڑ جائے گا۔ چپ میں
 تو کچھ پردہ ڈھکا ہے یوں سارا بھرم قطعاً بگڑ جائے گا ہر جاہل سا جاہل
 بھی تفت کر دے گا کہ اوگر وہ بولیں ۵۴ برس کے سوالوں رسالوں کا جواب

ہضم اور اُسے سوال پیش یہ کیا داب ہے کون سا قانون ہے کچھ عقل سے لگاؤ ہے یا پکا جنون ہے معینہذا خصم اگر اپنے ۳۵ سالے شکاروں کو صاف دیکھ کر کھڑا ہو گیا تو پھر اُسی قبر کا سامنا ہے تھامے نہ چھمے گا جسے تھامنا ہے اس سے اپنے کسی نو سکھ نو پر واز کو اگوا بناؤ خصم کسی طرح التفات نہ کرے وہ صورت صاف لگاؤ کہ ایک تو ۲۵ سال کے بعد سوال علی سوال درود جن سے مناظرہ وہ سورتیں پردہ میں اور لونڈوں سے مقال یوں جُل جُل جائے گا جعلی جال میں احمق تو آئے گا اس لئے چھانٹ کر وہ نو سکھ تجویز ہوئے جنہیں بھوکے سکھ کی طرح جیتا نکلتے دیر نہ لگے اس پر بھی نو سکھ کا کلیجہ دھک دھک کرتا حالانکہ محض بے معنی خوف تھا خصم طائفہ ایسا نہیں کہ اصل ہضم کی وضع فطری کے خلاف کام چلائے کبرائے طائفہ جن سے مخاطبہ جن پر مطالبہ اُن پردہ نشینوں کو چھوڑ کر نو پر واز اطفال کو مستہ لگائے مگر روباہ و شوں کو شیر الہی کا ڈر کہاں جائے لہذا فکر رہی کہ نو سکھ کی دوسراہت کو ایک ایسا ہی اور ہاتھ آئے سال بھر ڈھونڈھا اپنے طائفہ میں کوئی نہ ملا ناچار استعانت بالغیر کا شرک اوڑھا صاحب ایڈیٹر کو اُن سب گمنوں میں در بھنگی صاحب سے بھی اونچے پاسے پر پا کر اُن سے گنٹھ جوڑا جوڑا یوں احزاب متفقہ کے پیر یا درمی اسکاٹ المعتقدی نے ۳۵ سالہ سکوت طائفہ کا بھانڈا پھوڑا اُن نو سکھوں پر تو اصل ہضم دیکھ چکے اُن پردہ نشینوں کے مقابل اصل چہارم پر نظر ہے مسکافوایہ ان کا کیسا کر خیف و کید ضعیف تھا اور ہونا ہی چاہئے کہ ان کی

الشَّيْطَانُ كَانَ ضَعِيفًا

(۱۷) مسلمانوں کے خدا جب دین لیتا ہے حماقت اسی جاتی ہے ۔
 پر وہ نشینوں کی چال تو یہ تھی کہ جتنا نکلوتا تھا اس کا گھونگھٹ اُلٹے نکلوتا تھا کہ ہم نے تو
 عمر میں مناظرہ میں لگوا دیں تم نے آج تک کیا ہی نہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ ابتداء
 سوال ہیں نہ کہ خلافت قانون سوال علی السوال مگر خدا کا دھڑا کہاں جائے
 ان کے پیر یا درسی اسکاٹ المعتقدی تمہید سوال میں یوں نڈیر آئے
 برہ کی شادی کے رنگ ریچاٹے اختیار امت کی تفصیل و تکفیر میں آپ نے
 کوشش فرمائی علمائے جو مسائل بیان فرمائے ان کے نہایت بد نما عنوان
 عوام کے سامنے بیان کر کے ان کو علماء سے متنفر کیا علماء میں کسی نے آپ کو
 قابل خطاب نہ سمجھا کسی نے اس کو موجب ترقی درجات خیال کیا کیونکہ
 اظہار حق کے واسطے پہلی تحریرات کافی ہیں اس وجہ سے آپ کو دھوکا ہوا
 کہ اب میرا تذمقابل کوئی نہیں آتا بھی خوب کھل کھیلے اور بہت سے عوام
 اور ناواقف دھوکے میں پڑ گئے عوام اور بعض خواص کا عوام کے رفع
 استہبابہ کے واسطے بندہ نے آپ سے گفتگو کا ارادہ کر لیا ہے صفحہ ۱۶ سے ۱۷
 تک یہ آٹھ فقرے ہیں کہ ان کے تمام جھوٹوں سارے مکروں کے پڑ کرتے
 ہیں اولاً پہلا اور دوسرا فقرہ ساتویں اور آٹھویں سے ملا کر دیکھئے صاف
 کھلے گا کہ جن کی تفصیل و تکفیر ہوئی جن کے اقوال کی تذلیل و تشہیر ہوئی اہل اسلام
 جن سے متنفر ہوئے ان کے نزدیک دھوکے میں پڑے انھیں کی حمایت نظر
 ہے انھیں کا خون یوں جوش پر ہے۔ ثانیاً تیسرا اور چوتھا صاف کہے کہ

اکابر طائفہ سن کھینچے رہے کسی کو مقابلہ کی تاب نہیں اور بات بنانے کو یہ حیلہ کہ خصم قابل خطاب نہیں خدا و رسول کو ہو گالیاں دی ہیں وہی ترقی درجات کو کافی ہیں مثلاً یا تجواں اور جیٹھا علانیہ مظہر کہ خصم خوب کھل کر برسا اس کے مقابل کوئی نہ اُکسا دیکھئے کیسا کھلا اقرار ہے کہ خصم مشاظر اور طائفہ فرار ہے ملاحظہ ہوا انھیں آٹھ فقروں نے اُن کے اگلے پچھلے جھوٹوں مکروں کو کیسا چاروں شانے چت کر دیا حجۃ الشریوں قائم ہوتی ہے والحمد للہ العلی الاعلیٰ کَذٰلِکَ الْعَذَابُ وَالْعَذَابُ الْاٰخِرُ وَاکْبَرُ۔
خُدارا انصاف اصحاٹ المعتدی کے سوال علی الصوال عجز طائفہ پر کیسی دلیل صاف جو اصل کسی عاقل کے نزدیک کسی قانون کی رو سے استحقاق جواب درکنار قابل التفات نہیں ہو سکے مسلمانو خُدارا انصاف فرض کیجئے کہ یہ دونوں نو سکھ نو سکھ نہیں بلکہ اکابر طائفہ ہیں بلکہ جن بڑوں سے ہمارا مخاطبہ ہے یہ ان کے بھی بڑے اور شیخ الطائفہ ہیں ہمیں یہ ہو ہوا کہ انھیں چھوڑ کر انھیں لیا مگر ہمارے سوالات کہ سالہا سال سے جن کا تقاضا ان پر سوار اُن کے جواب سے کسر فراد اور اپنی طرف سے سوال کا اظہار اگر یہ مدوا ٹھہرے تو مناظرہ کبھی ختم ہونے کا نام نہ لے کوئی جاہل سا جاہل کسی امام اجل سے بند نہ ہو سکے۔ آخر مخالف بند قروں ہی ہوتا ہے کہ خصم کی بات کا جواب نہ دے سکے۔ جب بغیر جواب دے گئے سوال فرم دینا جواب ٹھہرے تو نہ سوال متناہی نہ زبان مفلوج پھر یہ سلسلہ

کیونکہ رے اکھبر شریہ اسکاٹ المعتمدی کا پہلا جواب کافی و
وافی ہے جس سے عدول زامکا برہ کھلی بے انصافی ہے۔

(۱۸) ہاں ہاں کہاں ہیں بالانصاب وسیع المناقب جناب

مولوی تھانوی صاحب دیکھئے دنیا چل چلاؤ پر ہے۔ نانو نوی صاحب

جان و تن سے مرگے گنگوہی صاحب دین و دنیا سے گذر گئے نذر حسین

مفر نہ پا کر مفر گئے امیرین ہسوانی تلاش اشال میں طبقہ زیریں اتر گئے۔

رسالوں کے انبار سر پر سوار سوار سوالوں کے قرضے گردن پر دھرے

ماریون جے مقروض مرے اب لے دے ایک بقیۃ السیف آپ رہے دیکھئے

خدا سے شرابے بندوں سے لجا ئے اُنہیں کے رستے آپ بھی نہ جائے اللہ

جانتا ہے ہم کو آپ حضرات سے نہ کوئی دنیوی خصوصیت نہ ذاتی مخالفت نہ

رسائل و مسائل سے قلعی مراد نہ خالی ہار جیت بلا ضرورت دینی مفاد نہ کسی

سے تو قومیں میں کی حاجت نہ اسکی فرصت نہ شرعاً اجازت صریح احقاق

حق و ابطال باطل و حمایت عزت و عظمت خدا و رسول جل و علا و صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کام اور مقصود تاغید خواص و تصدیق عوام آپ حضرات

کبرائے طائفہ کو محض اس لئے مخاطب کیا جاتا ہے کہ ہدایت پائیں تو اتباع

و اذناں بھی راہ نہ آجائیں اور مغلوب ہوں یا قرار ہی پر قرار لازم جیسا کہ

بعونہ تعالیٰ ساہا سال سے مجرب و مشہود تو بحمدہ تعالیٰ حجۃ اللہ قائم اصابہ

سے مخاطبہ میں یہ دونوں فائدے مفقود سوالات بطش غیب کے ساتھ بھی

اس کا اعلان موجود پھر یہ کیا مصیبت ہے کیا آپ حضرات میں کسی کے

دلیل کا پھر خبر دے اعلان

نہ آنکھ نہ کان یا لَعْنَةُ اَعْيُنٍ لَا تَبْصُرُ وَاَنْفٍ لَا تَسْمَعُ اَذَانٌ لَا يَسْمَعُ
 بِهَا اَوْ نَعْمَ كَا لَا نَعْمَ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اَيْب کی شان ہم نہیں کہتے کہ تم
 نہ ڈرو آپ ڈرتے ہو تو اپنا وکیل کسی کو کرو اس میں درکھنگی
 صاحب ہوں یا صاحب ایڈیٹر یا کالا چور یا پز اوے کا۔۔۔ آپ کی وکیل
 سے ہمیں سب برابر اور یہ بھی نہ منظور ہو تو آپ ہی فرمائیے کہ آپ سے تصفیہ
 امور دینی کی کیا صورت لے کر انصاف یہ کون سا دین یہ کہاں کی دیانت کہ
 اللہ و رسول کو یوں گالیاں دیکے اور جب مسلمانوں کا عام
 اُس کا تصفیہ چاہے تو یوں پردہ نشینی کی آرٹ لے لے
 سال کے بعد اپنے پر اسے بے تمیز نو سکھ سامنے کیجئے اور وہ بھی
 یوں کہ اُن کے حلق میں بھی جواب نہیں بلکہ اُسے سوال
 علی السوال کی آرٹ میں سایہ نشین ع

اے بریں دین و دیانت تفریں شرم و حیا
 ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اعلان - اعلان - اعلان -
 مناظرہ - مناظرہ - مناظرہ - حاضر شو - حاضر شو - حاضر شو -
 العجل - الساعۃ الوحۃ کہئے کب تک آپ بذات خود جوابوں کی کلفت
 اٹھائیے گا یا درکھنگی صاحب یا صاحب ایڈیٹر یا جو آپ کا مشکلا
 ہو سکے اسے ایسی طرف سے جواب دیں گا وکیل بنائیے گا
 کھول دو دھندہ کہ تم پردہ نشین ہو یہ دھال ہے آپ چھپتے ہو چھپوبات چھپاتے کیوں ہو

(۱۹) ہاں جناب تھانوی صاحب اصل اول و دوم ملحوظ رہے
 سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ پہلے اسلام قبول کیجئے اس قابل بنئے کہ علمائے
 اسلام آپ کو کلمہ گو و اہل قبلہ کہہ سکیں قطعی اجماعی کفر و ارتداد سے باہر
 بتائیں اس کے لئے حسام الحرمین و تمہید ایمان بآیات قرآن کے
 اعتراضوں سے تخلصی ضرور ہے خواہ یوں کہ ان تمام اعتراضوں اور علمائے
 حرمین طیبین کے فتوؤں کی غلطی کا ثبوت دیکھئے اور نہ دے سکے تو
 جس طرح اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علانیہ گالیاں
 چھاپی ہیں علانیہ ان کفروں کا رد اور ان اپنی بیزاری۔ کفر و ارتداد سے اپنی
 توبہ شائع کیجئے کہ حدیث میں ارشاد ہے الْبِرُّ بِالْبِرِّ وَالْعِلَانِيَّةُ
بِالْعِلَانِيَّةِ اور ان میں بھی اہم و اعظم باری عز و جل کی تکذیب بالفعل کا
 مسئلہ ہے کہ اُس نے تمام مسائل ایمان و قرآن کی یکسر جڑ کاٹ دی قائل کا
 قبر بالاستیعاب جملہ جمیع تمام انواع و اقسام ارتداد و کفر سے پاٹ دی۔
 تم کو گمان تھا کہ یہ ناپاک خبیث ملعون ہر ملعون سے بدتر ملعون مسئلہ کہ
 گنگوہی صاحب کا ایجاد بندہ ہے انھیں سے آغاز تھا انھیں کے ساتھ
 اُس کا بد انجام ہو گیا اذنا ب میں کوئی اتنا جیوٹ نیلا نہ ہو گا جو یوں منہ
 پھاڑ کر واحد قہار کو جھوٹا کاذب کہنا ائمہ دین کا مذہب بتائے گا خدا
 کو سچا یا جھوٹا ماننا حنفی شافعی کا سہل اختلاف ٹھہرائے گا جس
 ملعون لعنہ اللہ و لعن من حماہ صراحۃً اُس واحد قہار کو جھوٹا کہہ دیا
 اسے سلمان مسیحی حنفی بتائے گا اَلَا كُفْرُهُ اللّٰهُ عَلٰی الظّٰلِمِيْنَ آپ حضرات

مناظرہ کی ترتیب

انکشاف الحق کے ساتھ حقائق کا جوہر آشکار

و یقینہ ذریعات پر کسی ایسے مرتد کو مرتد نہ مانتے بلکہ عالم دین و پیشواے مسلمین
 جاننے کے سبب یہ کفر عائد ہوتا یہ معلوم نہ تھا کہ مرتد مردہ اور ارتداد
 زندہ۔ آپ کا یادری اسکاٹل المعتمدی بعینہ حرف بہ حرف یہی
 ندائے ملعون مانتا آیا اُس نے اپنے جدا مجدد یعنی استاد استاد سے بتھمایا کہ
 سوال ۵۲-۵۳-۵۴ میں اسی ہر غلیظ سے بدتر غلیظ گندگی کو پھیلایا
 مسلمانوں مسلمانوں کیا تم میں اسلام کا اتنا نام و نشان بھی نہ رہا کہ
 اللہ واحد قہار کو جھوٹا بتانے والوں کو کافر مرتد جانو۔ خدا را
 ایمان تو تصدیق ہی کا نام تھا جب صاف صریح جھوٹا کہہ کر بھی
 ایمان باقی رہا تو ایمان نام کس جانور کا ہے۔ ہاں ہاں جناب
 تھانوی صاحب اور اُن کے سب اولی ثنائوی صاحب اکٹھے
 ہو جاؤ اور پہلے اسی کا ثبوت دو کہ تم خدا کو صریح جھوٹا کہہ کر
 بھی مسلمان رہے اُس کے بعد اُن باقی گالیوں کا مرتبہ ہے جو تم سب نے
 اللہ و مصطفیٰ کو دیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیسرا مرتبہ تمہارے
 بقیہ کفریات کا ہے جن کے رد میں سبحن السبوح۔ سئل السیوف۔
 الکوکبۃ الشہابیہ وغیرہ اٹھارہ برس سے شائع ہو رہے ہیں چوتھا مرتبہ
 بقیہ سوالات و رسائل متعلق عقائد کا ہے پانچواں مرتبہ سوالات دفع ذلیخ
 و ترانغ وغیرہ فرعیات کا ہے رتبہ رتبہ غلطے جاؤ پھر کچھ ہوس باقی رہے
 تو اُس میں تمہیں احداث سوال کا اختیار ہوگا ہے کچھ نہمت۔ ہے کچھ
 غیرت۔ اسے توبہ۔ خدا نے دیو بندی و ثنائی احزاب میں غیرت کا حصہ

رکھا ہی نہیں۔ غیرت دیوبند یا امرتسر کی منڈی بازار میں بکتی نہیں کہ مولے
 آئیں محتاج خانوں غریب فنڈوں میں جتنی نہیں کہ بھیک مانگ
 لائیں یہ تو تھانوی صاحب انبھٹی صاحب محمود حسن دیوبندی
 صاحب اور بالکل ان کے بمخال ہوں تو مولوی احمد حسن امرہی صاحب
 سے گزارشیں تھیں اور اگر درتھنگی صاحب کے سروکالت کا ٹوکرا دھرتو
 وہ حامی ندوہ بھی ہیں ان پر دو ٹوکسوالات علی الندوہ کا قرضہ بھی سوا
 ہوگا جن کی ابتدا سوالات حقائق نما جس کی طبع کو ۱۲ سال ہوئے
 اور اب تک انتہا سوالات علما جسے چھ سال گزرے اور اگر یہ پلیدی
 ڈبلو ماسٹر ایڈیٹر اے۔ ایچ امرتسر نے پایا تو ان پر دوسرے سرے نمبر
 میں چابک لیٹ پڑے گا پر وہ در امرتسر کی کا تقاضہ چڑھے گا جس میں
 خود ان کے کفر و کفریات واضح کئے ہیں یا نجویں نمبر میں حاجز الجبرین
 بڑھے گا جس میں ان کے کل فی کل بالکل بالکل در کل کئے گئے ہیں۔ مینا نجو
 ترتیب وار چلو۔ وہ طوفان بدتمیزی نہ ہو کہ قادیانی مرتد تو صراحت اپنی نبوت
 کا ادا پھیلانے مرسلین اولوالعزم کو گالیاں منائے اور مناظرہ ہو رہا
 ہے حیات مسیح میں ہاں یہی ضرور تھا کہ نئی نبوت کی ٹھیکاداری مرسلین اولوالعزم
 پر دشنام باری خود پر اور ان کے اکابر کے چکے اس میں مناظرہ کیا کرتے صاحب
 کسی رئیس کا بیٹھ یا سر ٹھونک دینا اگر مسیح بھی ہو تو جاہل کو عالم یا پاگل
 کو عاقل نہیں کر دیتا۔ بہ ترتیب چل کر ۲۵ سال کے پھلے ہوئے مناظرے
 سمیٹ کر پھر جو چاہو ریزہ کر دو رنہ پہلو برلنے پچ کر نکلنے جوڑ چلنے احمقوں کو چھلنے

مناظرہ حمید کی ہے پتہ والا ملک کے حکمران

سے کام نہیں چلتا تم نے نہ سنا کہ سچے مسلمانوں کا سچا خدا فرماتا ہے۔ لَا یُحِیْتُ
الْمُتَّکِرِ الْمَشْرِیْ وَالْآثِلِیَّہِ بَرَاکْرِہِ صَاحِبِہِی کَوَلِّہِ کَرُوْتًا ہِیَ وَالْعِیَازُ بِاللّٰہِ
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(۲۰) آجکل ہمیشہ مکار غدار عیار لوگ مناظرہ تحریری سے بھاگ کر
زبانی تو تو میں میں کی رٹ لگاتے ہیں جس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنا
جہل بھی نہ کھلے اور کہنے کہنے کا رستہ بھی ملے۔ اول تو تحریر کو یاقوت
چاہئے زبان سے یک یک کرنے پر ہر جاہل قادر ہے دو چار اُٹے سیدھے
لفظ یا بعض مصطلحات فنون میں سنا کر سیکھ لئے اور موقع بے موقع اُگل
چلے دو چار عوام سمجھ ہی لیں گے کہ آہا بڑے مُلا ہیں مگر تحریر کرتے دام کھاتے ہیں
نٹانگیا ہر عاقل جانتا ہے کہ لفظ مُنہ سے نکل کر ہوا میں غائب ہو جاتے ہیں
جہل و مکارہ والوں کی اسی میں بڑی پناہ ہے جو چاہا یک لیا جب کڑا پڑا
جھٹ پہلو بدل دیا صاف ٹکڑے کر گئے کہ ہم نے یہ کب کہا تھا وہ کہا تھا۔
چلے اصل بات بالائے طاق رہی اور گفتی نگفتم میں گفتگو آپڑی۔ پھر
اُس سے بڑھ کر خلاف اشاعت کا بڑا موقع رہتا ہے ہارے بھائے
اور جا کر چند فقرے جی سے جوڑ کر چھاپ دئے کہ ہم نے یوں کہا خصم نے
یوں کہا، ہم نے جواب دیا وہ چُپ رہے۔ جیسا کہ صاحب ایڈیٹر اینڈ کو
کی عملی کارروائیوں سے آشکار ہے یہاں یہ گُفْر جلی بک کر اُٹھے کہ مجھے
اللہ تعالیٰ کا بھی علم غیر محدود ہونے میں تامل ہے پھر فرمایا ممکن و موجود
ایک ہی ہیں ملا جلال کی عبارت تک نہ چل سکی اور اہل حدیث میں چھاپ

دیا کہ ہم ساکت کر آئے اسی لئے اہل کذب ہمیشہ زبانی زق زق مانگتے ہیں۔
 مسلمانوں کی زبانی بات میں کہنے کرنے کی جگہ نہ ہوتی تو معاہدوں کی دستاویز
 دستاویزوں کی رجسٹریاں کیوں رکھی گئی ہیں کیا تحریر کی ضرورت پر تمام
 اہل عقل کا اجماع نہیں بلکہ یہ صرف عقلی مسئلہ نہیں مسلمانوں کا دینی مسئلہ بھی
 ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَيْتُمْ بِدِينٍ**
رَاقِيٍّ أَوْ بَعْدِي فَاسْتَشِيرُوا رَاقِيَّكُمْ اے ایمان والو جب کسی معین میعاد تک باہم
 کوئی اذکار کا معاملہ کرو تو اس کی لکھت کرو **عبد اللہ بن عباس رضی اللہ**
تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے جب یہ آیت کریمہ اُتری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی لکھ جاتا ہے رواہ ابو داؤد الطیالسی والامام احمد
وغیر واحد یعنی لکھنے کا حکم اس لئے فرمایا کہ بکریلیٹ نہ جائے سبحن اللہ
دس بیس روپے کے لئے یہ احتیاط ضرور اور اصل دین میں متروک و مجبور
لا جرم تحریر سے انکار اور زبانی زق زق پر اصرار وہی کرتے ہیں جنہیں
کہنا کرنا منظور یہ مناظرہ نہیں وہی تو تو میں ہیں جس کا حال صلہ منقسم
میں مسطور ہے آپرس ہوئے رسالہ فتح خمیس^{۱۳} میں بھی اس کی اطلاع کر دی
تھی آداب عام اعلان کیا جاتا ہے کہ گفتگو اگرچہ بالمواجمہ ہو مگر جو کچھ
کہا جائے زبانی قلم سے کہا جائے لکھ کر سُنادے اور وہ کاغذ اپنے دستخط
کر کے فریق کو سپرد کر دے وہ اس کا جواب لکھ کر سُنادے اور دستخط کاغذ
فریق کو دیدے اس کے بغیر خالی زبانی زق زق ہرگز منظور نہ ہوگی۔
غرض ہمارے یہاں مناظرے کے یہ تین اصول اہم ہیں جو عقلاً

نقلاً قطعاً مقبول ہیں ہمارے سنی بھائی ہمیشہ ان کو یاد رکھیں کہ نگاروں
 غداروں کڈائیوں عیاروں کے محل سے بچیں اصل اول مناظرہ میں
 اہم قالاہم کی ترتیب ضرور جو اہم کو چھوڑ کر غیر اہم میں الجھنا چاہیے
 مجنون و ناقابل جواب ہے۔ اصل دوم سوال علی سوال عاجزوں کی
 چال۔ جو کسی عاقل کے نزدیک اصلاً مستحق جواب نہیں۔ پھیلا ہوا مناظرہ
 پہلے انجام کو پہنچالینا ضرور اصل سوم جو کہا جائے زبان قلم سے ہر
 اگرچہ بالموافقہ جس کا طریقہ ابھی مذکور ہوا تھا نوی انہی دلیونزی
 اعروہی چاروں صاحب کے ذکر کئے گئے ان تینوں اصول پر قائم ہو کر
 جب چاہیں تصفیہ نزاع کو سامنے آئیں آپ ڈرتے ہیں تو درجہ بندی
 یا آئیڈیل یا جسے اپنا مشکل کشا جانیں اُسے اپنی مہروں سے دکیل بنائیں
 کسی صورت سے ۳۵ سال کے مناظروں کا جواب تو دوارے
 تم میں کوئی زندہ ہے خدا و مصطفیٰ کو گالیاں دینے کے مرد تھے
 تصفیہ چاہتے وقت پردے میں نہ بیٹھو غیرت غیرت
 غیرت شرم شرم شرم مگر عاشا شرم چہ کتی سبت کہ پیش دشنامیاں بیاید
 اہم کہے دیتے ہیں کہ ان میں کوئی نہ اچھے کا خدا و رسول کو سڑی سڑی گالیاں
 دینے دلاتے کے مرد وے بھلا اللہ تعالیٰ مرد میدان نہیں ہوتے یاد رکھو کہ

لے اوردی صاحب بفرط مذکور جس کے لئے صرف اس قدر ضرور کہ ان دشنامیوں کو کافر

نہ کہتے ہوئے نہ ملے حق جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

۱۳ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

مکر جعل فریب چال سے کام نہ چلے گا عقل و نقل کے اصول مسلمہ و آب منظرہ
 قانون حق پسندی کے خلاف دو نہیں سولہ ٹیسے لارے شامت کے مارے
 پیش کر دسب اینہم بر علم ہوں گے آہم امور سے جان بچا کر پھیلے مناظروں
 سے عاجز آکر لاکھ سوال علی السوال تراش و سب پامال تہ قدم ہوں گے اور
 جب تک تم زندہ ہو تم سے مطالبہ جاری رہے گا یہاں تک کہ غیرت کھا ڈ
 سائے آڈیا اپنے اُن اگلوں کے پاس تم بھی پہنچ جاؤ آخر معاملہ حشر پر
 اٹھ رہے گا وہاں دین کا مجدد انشاء اللہ العزیز عرض کرے گا کہ الہی یہ ہیں
 جنہوں نے مجھے اور تیرے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سڑی سڑی
 گالیاں دیں میں نے اتنے جھگ ان کے رد میں گزارے اتنے سوالوں لے
 رد سوالوں کے تیاہجے مارے مگر یہ نہ جواب پر آئے نہ صواب پر آئے بلکہ
 صاف کہہ یا کہ مقبول بھی کر دیجئے تو وہی کہے جاؤں گا۔ تم سے ہو سکے تو
 یہ جواب دے لینا کہ ابھی ہم نے ۲۵ سال ضربیں اٹھا کر یہ جل کھیلنا تھا
 کہ جوابوں کے عوض سوال علی السوال لے کر دو نیچے خواندہ قابل نیک صالح
 مسکین کھڑے کئے تھے کہ بات بدل جائے آفت ٹل جائے اس نے نہ
 ہماری بے بسی پر خیال کیا نہ اُن صالح نیک بچوں کی بیکی پر ترس کھایا
 اور اپنا ۲۵ سال کا قرضہ ہمارے ہی دم پر سوار رکھا ہم نے تو فقط اتنی ہی
 بات کی تھی کہ تجھے اپنا سمجھ کر کالی دی تھی تجھے جھوٹا کہا تھا وہ بھی
 تیرے نفع کو کہ اُن لوگوں نے محمد کو بر طعھا کہ ناممکن التظہیر ٹھہرا دیا تھا
 نہ ہم مسلمان کہتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ غفرلہ

اور تیرے کلام وَلٰكِنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّۦنَ سے یہ فساد پھیلا
 تھا اس لئے ہم نے تجھے جھوٹا کہہ دیا کہ یہ فساد تو سٹے یہ بھی تیرے ہی پھیلے
 کو کیا تھا کہ تیرے سوا کسی نبی یا رسول کی توقیر نہ ہونے پائے اور اسی لئے
 تیرے نبی کو گالیاں سنائی تھیں خود ہمارا امام تفویت الایمان میں
 جو ہڑے چار کہہ چکا تھا اس ہمارے مخالف نے اتنی سی بات پر یہ سخت
 بے تہذیبی کی کہ ہم پر کفر کا حکم جڑ دیا۔ غرض تم سے ہو سکے تو خدا کو یہ
 جواب دے لینا تمہارے یہ پادر ہوا عذر اگر وہاں چلیں تو ہم یہاں
 بھی تمہاری مان لیں ورنہ حاکم عدل عز جلالہ بہتر فیصلہ فرمائے والا
 بِسْمِ رَبِّنَا فَتَنَّا بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَارِقِينَ
 وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين آمين والحمد
 لله رب العالمين

فقیر سید محمد عبدالرحمن
 قادری برکاتی غفرلہ

یہ اسکاٹ المعتدی کا پہلا جواب ہے۔ اس میں دو پرچہ اہل حدیث امرتسر ۳۰
 جولائی و ۲۰ اگست ۱۹۷۷ء کی بھی خبر لی گئی ہے۔ اسکاٹ المعتدی کا دوسرا جواب الصحفا
 الحمدی ہے اور تیسرا جواب اہلک المرتدی ہے۔ یہ دونوں چار باغ سنی کے باقی دو باغ
 ہیں۔ ظفر الدین الجتہ اور ظفر الدین الطیب پہلے دو باغ ہیں۔ ظفر الدین الطیب مطبوع
 ۱۳۲۷ھ کے آخری صفحے میں درج تھا کہ اگر اس سے پہلے دیوبندیوں کے ہوش درست
 نہ ہوئے تو بعون اللہ تعالیٰ وہ دونوں بھی حاضر کر دے جائیں گے و با اللہ التوفیق و شعبان
 شام پچھنبہ کو اسکاٹ المعتدی یہاں آیا۔ آج ۲۰ شعبان روز دوشنبہ کو بکھڑا اللہ تعالیٰ
 جواب چھپ کر طیار ہو گیا جلسہ عام سرائے میں اگر مولوی تھان صاحب آئے تو ہمیں
 پہونچا دیا جائے گا ورنہ رجسٹری مرسل ہوگا۔

مکاتذخہ الدین معروف بہ قرآن مضارب

بسم الله و محمد و وصلى و سلم

سوالات آنجنابانی عبد السلام رضا لکھنوی صدر مجلس شریعت مناظرہ بھونڈی منجانب دیوبندیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب

آپ کی زبان پر یہی رہتا ہے دیوبندی علماء کافر ہیں اور آپ مناظرہ میں اس کفر کو ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں لہذا گزارش ہے کہ کفر و ایمان کا فیصلہ کرنے کے لئے امور ذیل بطور اصول موضوعہ پہلے سے حل کر لینا ضروری ہے۔

(۱) اسلام و کفر سنت اور بدعت کی تعریف کیا ہے (جزء ۱۲ و ۱۳ اسکاٹ المعتمدی)

(۲) اہل قبلہ اور اہل لائے الہ الا اللہ کون لوگ ہیں۔ ان کی تکفیر اہل سنت کے

نزدیک جانتے یا نہیں۔ (جزء ۱۲ اسکاٹ المعتمدی، نسخہ عجیب)

(۳) ضروریات دین (جن کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے) کون کون سی چیزیں

ہیں۔ (۱۲ اسکاٹ المعتمدی، نسخہ عجیب)

(۴) کافر کی تعریف کیا ہے اور اس کی شرعی علامات کیا ہیں۔ (۱۲ اسکاٹ المعتمدی،

نسخہ عجیب)

(۵) وہ تاویلیں کون سی ہیں جن کی بناء پر انسان کفر کہنے کے بعد بھی کافر نہیں

ہوتا اور وہ کون سی تاویلیں ہیں جن کا اعتبار نہیں ہے (جزء ۱۳ اسکاٹ المعتمدی،

نسخہ عجیب)

(۶) اگر کسی کلمہ گو کے کسی کلام یا تحریر میں چند احتمالات کفر اور ایک یا چند احتمالات اسلام کے ہوں تو مذہب اہل سنت اور قول امام عظیم کے بنیاد پر ایسے شخص کو کافر کہا جائے گا یا نہیں (ع ۱۲ اسکاٹ المعتدی، یہ نسخہ عجیب)

(۷) ہر ایسے کلام کو جس میں متعدد مختلف احتمالات ہوں جو شخص صرف کفر ہی پر مائل کرے اور اسلام والے پہلو کو نظر انداز کر دے اہل سنت کے مسلک اور امام صاحب کے مذہب کے رو سے وہ شخص کیسا ہے اس کا کیا حکم ہے (ع ۱۵ اسکاٹ المعتدی، یہ نسخہ عجیب)

(۸) اہل سنت و جماعت کی تعریف کیا ہے اور وہ عقائد و اعمال کیا ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے سے کوئی شخص اہل سنت و جماعت سے خارج ہو جاتا ہے (ع ۱۷ اسکاٹ المعتدی، یہ نسخہ عجیب)

(۹) اہل سنت و جماعت کی رو سے عقائد کی مستند کتابیں کون کون ہیں اور کسی عقیدہ کے استنباط اور دریافت کرنے کے لئے کس درجہ کی دلیل درکار ہوتی ہے (ع ۹ نسخہ عجیب)

(۱۰) کوئی حنفی اگر غیر حنفی مانگی شافعی حنبلی، کی نمازیں اقتدار کیسے تو اس پر کیا حکم کیا جائے گا۔

نوٹ:- تاہم مناظرہ سے دس دن قبل تک ان سوالات کا مکمل و مدلل جواب مناظرہ کمیٹی بھیج دیا جائے۔

(دستخط) محمد عبد السلام

۵
۹۳

مطابق ۶ جون ۲۰۲۰ء

سوالات حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

۷۸۶

۹۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللهم لك الحمد والمنة حب حبیبك ومراعاة عظمتہ
للسائر جنة والصلوة والسلام علیہ سیدنا مولانا محمد
قاسم الجنہ وعلی آلہ وصحبہ وابنے وحزبہ حافظی حقوقہ
الی یوم یبعث الناس والجنة

جناب قائم مقام آنجنابی مولوی عبدالسلام صاحب لکھنوی صدر منجانب
دیوبندیہ مجلس شرائط مناظرہ منعقدہ مورخہ ۵ جمادی اولیٰ ۱۳۹۳ھ
تحریر ہے کہ آپ کی جماعت کی طرف سے مجلس شرائط مناظرہ کے
صدر آنجنابی جناب مولوی عبدالسلام صاحب لکھنوی نے مجلس شرائط مناظرہ
کے اختتام پر جب ہم لوگ چلنے کی تیاری کر رہے تھے دس سوالات بذریعہ
مولوی ارشاد احمد صاحب فیض آبادی مبلغ دارالعلوم دیوبند فقیر کے پاس بھیجا فقیر
نے اس کو پڑھ کر اسی وقت برجستہ کہا کہ کلمہ گو مثلاً قادیانی، رافضی کی آپ لوگ
بھی تکفیر کرتے ہیں۔ اگر ظاہری کلمہ گو کی تکفیر ہی ان سوالات کی بنیاد نہ ہے تو اس
اعتبار سے آپ لوگوں پر بھی یہ سوالات عائد ہوتے ہیں۔ اس وقت جناب قاصد
صاحب نے یہ توضیح کی کہ جب اس کا موقع آئیگا دیکھا جائیگا۔ علماء دیوبند کو چونکہ
آپ کافر کہتے ہیں اس وقت اسی کے مناظرہ کا وقت ہے۔ فقیر نے مزید گفتگو کرنا

چاہی تو عزیز می مولانا ارشد القادری صاحب سفارش کی کہ جانے دیجئے ،
 لے لیجئے۔ فقیر نے لے لیا۔ اب جوابات لکھتے وقت یہ خیال آیا کہ جواب تو فقیر دیکھا ہی
 لیکن ان کے اور حسب ذیل مزید سوالات کے جوابات آپ سے حاصل کر لئے
 جائیں جو آپ کے علماء کی تکفیر کی وضاحت میں بقول آپ کے بطور اصول موضوعہ
 کار آمد ہوں گے۔ لہذا کل سوالات کے جوابات مقام مناظرہ پر مناظرہ کے
 پہلے ہی دن مناظرہ سے قبل عنایت فرمائیں۔ اور جوابات فریقین کا دست
 بدست تبادلہ ہو اس لئے کہ دونوں جانب سے اگر تمام جوابات متفق علیہ
 ہو جائیں گے تو کیا کہنا، وہی اعلیٰ درجہ کے اصول موضوعہ ہو جائیں گے۔
 ورنہ جتنے بھی متفق علیہ ہوں وہ زیادہ کار آمد ثابت ہوں گے۔

سوال زائد ۱: تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ادنیٰ توہین کرنے والا کافر
 نور مجسم علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلوٰۃ والسلام کی ادنیٰ توہین کرنے والا کافر
 ہے یا نہیں؟

سوال زائد ۲: مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مصنف حفظ الایمان وغیرہ دیگر
 اکابر دیوبند کی عبارات کفریہ قطعیہ، متبیینہ، متعینہ کے وہ معانی کفریہ جن
 کے علاوہ مصنفین سے لے کر اذنبات تک کوئی بھی کوئی صحیح معنی نہ بتا سکا انکی
 بنیاد پر فقیر و دیگر علماء اہل سنت تکفیر کرتے ہیں، وہ معنی کفری ہیں یا نہیں؟
 اور ان کا معتقد کافر ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو اس کے باوجود اگر کوئی
 جان بوجھ کر تکفیر نہ کرے تو اس کا کافر ہونا لازم آئیگا یا نہیں؟

سوال زائد ۳: زید اللہ تعالیٰ کو مبدل فیاض کہتا ہے اور اس پر استدلال

اس طرح کرتا ہے کہ فیضان کی ابتداء اس سے ہے۔ زید کا یہ عقیدہ اور اعتدال کیسا ہے؟ عمر و اس کے جواب میں کہے اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ پر مبدئیت فیض کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مبدئیت سے مراد باعتبار بعض اشیاء ہے یا باعتبار کل؟ اگر باعتبار بعض اشیاء مراد ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی ہی کیا تخصیص ہے؟ ایسا مبداء ہونا تو ہر کسگر، ہر کھار اور کافروں اور جانوروں کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کوئی نہ کوئی ایسی بات کرتا ہے جس کی اس سے ابتداء ہے۔ کسگر، کھار نئی نئی مورتیں مٹی سے بناتے ہیں ستیفنسوں نے سب سے پہلے ریل گاڑی بنائی، سنت نبویہ بدلنے کی ابتداء سب سے پہلے زید نے کی، جو نج کی ابتداء ہے سے ہے، تو چاہئے کہ کھار اور کافر اور جانور کو مبداء فیضان کہا جائے۔ پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو مبداء فیضان کہوں گا تو پھر مبدئیت فیض کو منجملہ کمالات الٰہیہ کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مؤمن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات الوہیت سے کب ہو سکتا ہے اور التزام نہ کیا جاوے تو خدا اور غیر خدا میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام اشیاء کی مبدئیت مراد ہے اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات کا مبداء نہیں ہے، اگر کسی ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہو جیسا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہے ”خالق کل شئی“ یا مثل اس کے تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہاں عموم و استغراق

حقیقی مراد نہیں کیونکہ اس کا استحالہ اوپر دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہو چکا ہے بلکہ عموم و استغراق اضافی مراد ہے یعنی باعتبار خالقیت بعض اشیاء کے اس پر قدرت کمالات ضروریہ متعلقہ بہ الوہیت سے ہے عموم فرمایا گیا۔ پس اس کا مقتضی صرف اس قدر ہے کہ الوہیت کے لئے جو مبدئیتیں لازم و ضروری ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بتما حاصل ہیں۔ الفاظ عموم کا عموم اضافی میں مستعمل ہونا محاورات جمیع السنہ میں بلا تکثیر جاری ہے۔ اور خود قرآن مجید میں مذکور بقیہ کی نسبت فرمایا گیا ”و ادیت من کل شیء“ یعنی اس کے پاس تمام چیزیں تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اس کے پاس اس زمانے کی ریل اور تار بڑتی اور لمب اور گیس اور فوٹو وغیرہ ہرگز نہ تھے۔ وہاں بھی اشیاء ضروریہ لازمہ سلطنت کا عموم مراد ہے پس ایسا عموم مثبت مدعا ہے زید ہرگز نہیں ہے جو مذکورہ جوابات سے واضح ہو گیا کہ زید کا یہ عقیدہ اور قول سرتاسر غلط ہے اور خلاف نصوص شرعیہ ہے۔ ہرگز اس کا قبول کرنا کسی کو جائز نہیں۔ زید کو چاہئے کہ توبہ کرے اور اتباع سنت اختیار کرے۔ عمرو کا یہ قول اللہ تعالیٰ کی شان کی تنقیص ہے یا نہیں اور یہ کفر ہے یا نہیں؟

سوال ذیل (الف) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بسط البیان میں اپنی ناپاک نیت پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ چال چلے ہیں کہ لفظ ”ایسا“ کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے البتہ نعوذ باللہ منها بلکہ مراد اس لفظ ”ایسا“ سے وہی ہے جو اوپر مذکور ہے یعنی مطلق بعض علم کو وہ ایک ہی چیز کا ہوا درگودہ

چیز ادنیٰ ہی درجے کی ہو، کیونکہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعض سے مراد عام ہے اور عبارات آئندہ بھی اس کی دلیل ہے وہو قولہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ عمرو مذکور بھی اپنی ناپاک نیت پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک جال چلے کہ لفظ ”ایسا“ کا مطلب نہیں کہ جیسا مبداء ہونا واقع میں اکثر تعالےٰ کو حاصل ہے الخ نفوذ باللہ منہا بلکہ مراد اس لفظ ”ایسا“ سے وہی ہے جو اوپر مذکور ہے یعنی مطلق بعض شئی کا مبداء ہونا ہے گو وہ ایک ہی چیز کا ہو اور گو وہ چیز ادنیٰ ہی درجے کی ہو کیونکہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعض سے مراد عام ہے اور عبارت آئندہ بھی اس کی دلیل ہے وہو قولہ کیونکہ ہر شخص کوئی نہ کوئی ایسی بات کرتا ہے جس کی اس کے ابتداء سے۔ ان دونوں کی یہ جال کیسی ہے؟ یہ دونوں مردود ہیں یا ایک مردود ہے اور دوسرا مقبول؟ بر تقدیر ثانی وجہ فرق کیا ہے؟

(ب) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بسط البنان میں دوسرا فریب یہ بنایا ہے کہ پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو بتما ہوا حاصل ہو گئے تھے، انصاف شرط ہے، جو شخص آپ کو جمیع علوم عالیہ شریفہ متعلقہ نبوت کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ نفوذ باللہ زید و عمرو و صبی و تجنون و حیوانات کے علم کو مماثل آپ کے علم سے بتلا رہے گا؟ کیا زید و عمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں؟ یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں۔ عمرو مذکور بھی کہے پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت

میں تصریح ہے کہ الوصیت کے لئے جو مبدئیتیں لازم و ضروری ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بتما ہوا حاصل ہیں، انصاف شرط ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کو جمیع مبدئیات عالیہ شریفہ متعلقہ الوصیت کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ لغو ذبا اللہ، زید صلی اللہ علیہ وسلم اور کھاروں، جانوروں کی مبدئیت کو اللہ کی مبدئیت کے مماثل بتلاوے گا؟ کیا زید وغیرہ کو یہ مبدئیتیں حاصل ہیں؟ یہ مبدئیتیں تو انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں۔ ان دونوں کے فریب میں کیا فرق ہے؟ سوال زائد ہے کہ ان دونوں کی اس حال سے ان ملعون الفاظ کی نسبت اٹھ جائے گی کہ ایسی مبدئیت تو ہر کسکے، کھار کو حاصل ہے، ایسا علم تو ہر پاگل ہر جانور کو حاصل ہے؟

سوال زائد ہے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بسط البنان میں تعمیری حال یہ پتلے ہیں کہ بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے چنانچہ مطلق بعض علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید عمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک و مشابہ ہو جائیں گے۔ حالانکہ آپ کی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک و مشابہ نہیں اس لئے یہ شق باطل ہوئی۔ عمرو مذکور بھی ایک نئی چال چلتا ہوا کہ بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے چنانچہ مبدئیت مطلق بعض اشیاء مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ

کی کیا تخصیص ہے انہی یعنی اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی تخصیص نہ رہے گی۔ بلکہ
 یزید وغیرہ بھی اس صفت میں اس کے شریک و مشابہ ہو جائیں گے حالانکہ اسکی
 صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی اس کا شریک و مشابہ نہیں ہے اس لئے یہ شق
 باطل ہوئی۔ ان دونوں کی اس چال میں کیا فرق ہے؟

سوال زائد ۷: کسی آیت کریمہ کے کسی لفظ کے معنی پر احادیث کریمہ و
 آثار صحابہ کی روشنی میں اجماع ہونے کے بعد اس معنی کے مفاد کے منافی
 معنی پیدا کرنا کفر ہے یا نہیں؟ اور ایسا کرنے والا کافر ہوگا یا نہیں؟
 سوال زائد ۸: خاتم النبیین کے ایسے معنی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے بعد کوئی جدید نبی نہیں ہو سکتا یہ معنی منصوص علیہ اور قطعی طور پر
 مجمع علیہ ہے یا نہیں؟

سوال زائد ۹: جو شخص اس معنی کو منصوص علیہ اور مجمع علیہ مانتا ہے اور
 اسے ضروریات دین میں سے قرار دیتا ہے وہ شرعاً مصیب ہے یا خاطی؟ اگر
 خاطی ہے تو کس مرتبہ کا؟ یعنی اس خطاء کی بناء پر وہ کافر ٹھہرے گا یا فاسق
 یا معمولی خاطی یعنی نہ کافر نہ فاسق؟

سوال زائد ۱۰: حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا
 جو قرآن شریف میں منصوص اور مسلمانوں کے ضروریات دین میں سے ہے صرف
 یہ لفظ ضروریات دین میں سے ہے معنی خواہ کچھ گڑھ لیجئے یا ان کے
 کوئی معنی ضروریات دین میں سے ہیں؟ بر تقدیر ثانی وہ معنی کیا
 ہیں؟ مدلل لکھئے۔

سوال زائد ۱۱ ای عبارت جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی
 دوسرے مخلوق کا اعلم ہونا لازم آئے حضور کے لئے گالی ہے یا نہیں؟ فقط
 وهو الهادی الى سواء السبيل ان ارید الاصلاح وما توفیقی الا بالله:-

فقیر محمد حبیب الرحمن قادری غفرلہ

(دستخط حضور مجاہد ملت)

۱۴ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۳ء

روز جمعہ مبارک

انارک آباد

مضمون بالا وصول پایا

(دستخط شبیر احمد رتبی)

21.10.1973

جوابات حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

۷۸۶
۹۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله ذي الجلال مستجمع جميع صفات الكمال
المتنزه عن كل تغير وزوال المتقدس عن النقص والمحال
وكفى الله المؤمنين القتال والصلوة والسلام على سيدنا
ومولانا محمد وعلى آله وصحبه الى يوم السؤال۔

جناب قائم مقام آنجنابی مولوی عبدالسلام صاحب کھنوی

جناب کے سوالات مورخہ ۵ رجبی اولی ۱۳۹۳ھ مطابق ۶ جون ۱۳۷۶ء

کے جوابات حسب ذیل ہیں :-

(۱) مشکلیں محققین کے نزدیک اسلام اور ایمان ایک ہی ہے جیسا کہ شرح عقائد
نفسی میں ہے والایمان والاسلام واحد اور ان کے نزدیک وہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن امور کو لانے کا ضرورت علم معلومات تفصیلیہ
میں تفصیلی طور پر اور معلومات اجمالیہ میں اجمالی طور پر ہوا ہے ان سب کی
تصدیق ہے جیسا کہ مواقف میں ہے الایمان فی اللغة التصدیق.....
واما فی الشرع وهو متعلق ما ذکرنا من الاحکام فهو عندنا
وعلیہ اکثر الائمة کالقاضی والاشیاذ التصدیق للرسول
فیما علم بحیثہ بہ ضرورتہ فتفصیلا فیما علم تفصیلا واجمالا

فی ما علم اجمالا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن امور کو لانے کا علم ضرورہ ہوا ہے ان میں سے کسی میں آپ کی تصدیق نہ کرنا کفر ہے جیسا کہ مواقف میں ہے الکفر وهو خلاف الایمان عندنا تصدیق المرسل فی بعض ما علم مجیئہ ضرورہ۔ سنت دین میں سلوک ایک طریقہ ہے بغیر افتراض بغیر وجوب جس کے قائم کرنے کا مطالبہ مکلف سے ہوتا ہے۔ شرح منار ابن ملک میں ہے رومۃ وهي الطريقة المسلوکة فی الدین التي يطالب الملک باقامتها من غیر افتراض ولا وجوب۔ یہ تعریف اکفار المحدثین میں مولوی انور شاہ کشمیری کی نقل کی ہوئی تعریف السنۃ ما اشتهر عن السلف و صح بطریق النصوصیۃ سے غنیمت ہے۔ شریعت مطہرہ میں بدعت کے دو اطلاق آتے ہیں۔ ایک اطلاق عام ہے جو حدیث شریف میں من سن فی الاسلام سنۃ حسنة فعل بها بعدہ کتب له مثل اجر من عمل بها ولا ینقص من اجرہم شیء ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئة فعل بها بعدہ کتب علیہ مثل وزر من عمل بها ولا ینقص من اوزارہم شیء اور حدیث شریف من دعا الی ہدی کفان له من الاجر مثل اجر من تبعہ لا ینقص ذلك من اجرہم شیئا ومن دعا الی ضلالة کان علیہ من الالثم مثل آثام من تبعہ منہ ما خود ہے۔ اسی کی تعریف مشکوٰۃ کی شرح مرتبہ میں نووی سے منقول ہے البدعة.... احداث ما لم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور ایک اطلاق خاص ہے جو حدیث شریف ما احدث

قوم بدعة الاثر فع مثلها من السنة سے ماخوذ ہے۔ اس معارض
سنت بدعت کو بدعت سیئہ کہتے ہیں۔ پہلے اطلاق عام کے اعتبار سے فقہاء
نے بدعت کی پانچ قسمیں کی ہیں جیسا کہ شامی میں ہے (قوله ای صاحب
بدعة) ای محرمة والا فقد تكون واجبة كنصب الاحلة
للرد على اهل الفرق الضالة وتعلم الخوالمفهم للكتاب والسنة
ومندوبة كاحداث بخور باط ومدرسة وكل اجناس
لم يكن في الصدر الاول ومكر وہممكن خرافة المسجد
ومباحة كالتمسح بلذ يذ المأكول والمشرب والشياب۔ اور
دوسرے اطلاق کے اعتبار سے حدیث شریف كل بدعة ضلالة وار
ہے۔ مرتاۃ میں ہے وقوله كل بدعة ضلالة عام مخصوص۔ نیز علماء نے
بمطلقاً ہر بدعت کو سیئہ بتانے والوں کو جاہل بتایا ہے۔ شرح مقاصد میں
ہے ومن الجہلۃ من یجعل كل امر لم یکن فیہ من الصحابة
بدعة مذمومة وان لم یقدم دلیل علی قبحہ۔ جیسا کہ شامی کی عبارت
میں گذرا بدعت کہیں واجب بھی ہو جاتی ہے اور ایسا ہی نسیم الریاض میں ہے
والمداد البدعة التي هي ضلالة فان البدعة قد تحسن لعدم
مخالفتها الشرع وقد تكون واجبة۔

(۲) جو لوگ ضروریات دین پر متفق ہوں ان کو اہل قبلہ کہا جاتا ہے جیسا کہ شرح
فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے اعلم ان المداد باہل القبلة الذین
اتفقوا علی ما ہو من ضرورات الدین كحدوث العالم وجسارۃ

وعلم الله بالکلیات والجزئیات وما اشیء ذلك من المسائل جتک
 اہل قبلہ میں کوئی علامت کفر نہ پائی جائے ان کی تکفیر اہل سنت کے نزدیک جائز
 نہیں ہے لیکن اگر ان میں کفر کی علامت پائی جائے تو ان کی تکفیر کی جائے گی۔
 اسی شرح فقہ اکبر میں ہے وان المراد بعدم تکفیر احد من اهل القبلة
 عند اهل السنة انه لا یكفر ما لم یوجد شیء من امارات الحق
 وعلاماته ولم یصد عنه شیء من موجباته۔ اسی صورت میں
 وہ اہل قبلہ رہ نہ جائیں گے۔ اسی میں ہے کہ اگر کوئی ساری عمر عبادت میں گزارے
 لیکن علامات کفر میں سے کوئی اس میں پائی جائے تو وہ اہل قبلہ میں سے نہ رہ
 جائیگا۔ فرمایا فمن واطب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد
 خدام العالم ونفى الحشر ونفى علمه سبحانه بالجزئیات لا یكون
 من اهل القبلة۔ جیسے دیوبندیہ و ملہ بیہ نماز روزے سب کچھ کرتے ہیں،
 اپنے کو حنفی، چشتی، صابری سب کچھ کہتے ہیں، لیکن ان کی کھلی ہوئی علامات کفر یہ
 ہیں کہ وہ شان رسالت علی صاحبہا الصلوٰات والتحیات کی تصریح تنقیص
 کرتے ہیں جو درجہ متعین تک پہنچ چکی ہے۔ جیسے حفظ الایمان مصنف مولوی
 اشرف علی میں ہے ”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا
 اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب
 ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص؟
 ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و عجمون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے
 بھی حاصل ہے“ اور براہین قاطعہ مصنف مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصدقہ

مولوی رشید احمد گنگوہی میں ہے "الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلافت نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان ملک الموت کو یہ وسعت نفس سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نفس قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے اور تحذیر الناس مصنف مولوی قاسم نانوتوی میں ہے "بلکہ اگر بالفرض بعد زمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا" اور جیسے قادیانی اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں لیکن ان کی کھلی ہوئی علامت کفر یہ ہے کہ وہ بعد زمان نبوی جدید نبی کے آنے کو جائز کہتے ہیں بلکہ مانتے ہیں اور مرزا خود مدعی بھی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خط مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء بتام اخبار عام لاہور میں ہے "سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں" (منقول از قادیانی فریب) (۳) اللہ تعالیٰ کی جانب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن امور کو لانے کا ضرورۃً علم ہوا ہے وہ سب ضروریات دین ہیں۔ جیسا کہ جواب اول میں ایمان کی تعریف میں موافق کی عبارت گذری ماعلم مجیدہ بہ ضرورۃً۔ مولوی انور شاہ کشمیری نے اکفایہ الملحدین میں اس کو اس طرح بیان کیا ہے ضروریات الدین منحصرۃً عندہم فی ثلاثۃ مدلول الكتاب بشرط ان یکون نصا صریحا لا یمکن تاویلہ ومدلول السنة المتواترة لفظا ومعنی سواء کان من الاعتقاد یا

او من العمليات وسواء كان فاضلاً أو فلاً... والمجمع عليه
اجماً عاً قطعياً۔

(۴) جس کا ایمان نہ ہو وہ کافر ہے۔ شرح مقاصد میں ہے الکافر
اسم لمن لا ایمان له۔ بت کو سجدہ کرنا، مصحف شریف کو نجاست
میں ڈالنا، کلمات کفر کہنا، وغیرہ امور جن کا کفر ہونا دلیل شرعی سے ثابت
ہے وہ سب اس کی علامات ہیں۔ نیز اس میں ہے (ولا فراع فی ان
من المعاصی ما جعله الشارع اشارة التکذیب) ای علامتہ
(وعلم کونه کذلک) ای امارۃ له (بالادلة الشرعیة کسجود
الصنم والقائم المصحف فی القاذورات) ای النجاسات (واللفظ
بکلمات الکفر) (وتمخو ذلك) (کالاستهزاء باسم من الاسماء
الالهية او حکم من الاحکام الشرعیة) (مما ثبت بالادلة
انه کفر) فان الاجماع انعقد علی ان هذه الاعمال
کفر والاثبات بالاجماع ثابت بکلام الشارع (وبهذا)
ای بیان الشارع جعلها علامات الکفر (ینحل) ای یندفع
(ما یقال) الخ۔ دیوبندیوں کی کتب حفظ الایمان، براہین قاطعہ اور
تخذیر الناس کی عبارات کفریہ جو جواب دوم میں گذریں ایسی ہی
علامات کفر ہیں۔

(۵) وہ تاویل جو سائغ فی اللسان ہو جس کے لئے کوئی وجہ فی العلم ہو جو
صریح لفظ میں نہ ہو اور غائت بعد پر نہ ہو جس کی بناء پر ضروریات دین

میں سے کسی بھی امر کا انکار نہ لازم آئے اس تاویل پر متاویلین کی تکفیر نہ کی جائیگی وہ تاویل جو صریح لفظ میں ہو یا غایت بعد پر ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ فتح الباری میں ہے کل متاویل معدن و رتباً و یلہ لیس بآثم
 اذ اکان تاویلہ سائغاً فی لسان العرب و کان له وجه
 فی العلم۔ نسیم الریاض میں ہے (قال حبیب بن الربیع لان ادعاء
 التأویل فی لفظ صراح لا یقبل) لبعده لا غایة البعد۔ اور وہ
 تاویل جو ضروریات دین میں کی جائے وہ کفر کو دفع نہیں کر سکتی چاشیہ
 عبدالحکیم علی النخالی میں ہے والتاویل فی ضروریات الدین لا یدفع
 الکفر۔

(۶) اس صورت میں اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی لیکن اگر یہ متعین
 ہو جائے کہ کفری کا احتمال اس کی مراد ہے تو مفتی کا فتویٰ اس کو کفر سے
 بچا نہیں سکتا۔ اور اگر وہ خود ہی تصریح کر دے کہ کفر ہی کا احتمال اس
 کی مراد ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ شرح فقہ اکبر میں ہے اذ اکان
 وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي
 ان يميل الى الذي يمنع التكفير تحسناً للظن بالمسلم ثم
 ان كان نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم
 وان كان الوجه الذي يوجب التكفير لا ينفعه فتوى
 المفتي۔ اور شامی میں ناقلاً عن البرازیة ہے الا اذا صرح
 باسادة موجب الكفر فلا ينفعه التأویل۔

(۷) امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ جو لفظ کفر کو تلفظ کرے گا اس کی تکفیر کی جائیگی۔
مولوی انور شاہ کشمیری کی اکفار المحدثین میں ہے قال ابن حجر
فی الاعلام فی فصل الکفر المتفق علیہ ما نقلہ عن کتب
الحنفیة "من تلفظ بلفظ الکفر یکفر" نیز فرماتے ہیں
الذی یخبر انہ بالنسبة لقواعد الحنفیة والمالکیة
وتشدید اتہم یکفر عندہم مطلقا واما بالنسبة
لقواعدنا وما عرف من کلام ائمتنا فاللفظ ظاہری
الکفر وعند ظهور اللفظ فیہ لا یحتاج الی نتیجہ کما علم
من قریب کثیرۃ وان اول قیل منہ اور فرماتے ہیں عملنا
بما دل علیہ لفظہ صریحا وقلنا لہ انت حیث اطلقت ہذا
اللفظ ولم تؤول کنت کافرا وان کنت لم تقصد ذلک
لانما یحکم بالکفر باعتبار الظاہر وقصدک وعدمہ
انما ترتبط بہ الاحکام باعتبار الباطن فاللفظ اذا کان
محملا لمعان فان کان فی بعضها اظهر حمل علیہ وکذا ان
استوت ووجد لاحدہا مرجح والاسراۃ وعدہا لا تشغل
لتابہ (منقول از الموت الاحمر)۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ فقہائے
کرام کے نزدیک تکفیر کو متبیین کافی ہے لیکن متکلمین کے نزدیک تکفیر
کے لئے تعین کی ضرورت ہے۔ ایسے کلام کو جس میں اسلام اور کفر دونوں
کے احتمالات ہوں اگر اسے کوئی صرف کفر ہی پر محمول کرتا ہو تو دیکھا جائیگا

کہ وہ ایسا بغیر کسی تاویل کے کر رہا ہے یا کسی تاویل سے کر رہا ہے۔ اگر وہ بغیر تاویل کے ایسا کر رہا ہو تو وہ مستحق ذمہ تو ہوگا ہی، بعض اوقات میں کافر بھی ہو جائیگا۔ اور اگر وہ تاویل سے ایسا کر رہا ہو تو دیکھا جائیگا کہ وہ تاویل غیر سائغ ہے یا سائغ ہے۔ اگر وہ تاویل غیر سائغ سے ایسا کر رہا ہو تو وہ مستحق ذمہ ہوگا۔ لیکن اگر وہ تاویل سائغ سے ایسا کر رہا ہو تو وہ مستحق ذمہ نہ ہوگا۔ فتح الباری میں ہے والجاصل ان من اکفر المسلم نظراً فان كان بغیر تاویل استحق الذم واما بما كان هو الكافر وان كان بتأویل نظراً ان كان غیر سائغ استحق الذم ایضاً ولا یصل الی الکفر بل یبین له وجه خطئه ویزجر بما یلیق به ولا یمتحن بالاول عند الجمهور وان كان بتأویل سائغ لم یستحق الذم بل تقام علیه الحجة حتی یرجع الی الصواب۔

(۸) وہ گروہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین کی سنت پر چلتا ہو، جن کے بارے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ما انا علیہ واصحابی وہ گروہ اہل سنت وجماعت ہے۔ ان کے عقائد کے خلاف عقائد رکھنے والا اہل سنت وجماعت سے خارج ہے۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ارشاد نبوی ما انا علیہ واصحابی کی شرح میں ہے المراد هم المهتدون المتمسكون بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدی فلا شک ولا شبه انهم هم اهل السنة والجماعة۔

(دیکھئے) ارشاد احمد

(۹) فقہ اکبر، شرح فقہ اکبر، عقائد نسفی، شرح عقائد نسفی، موافقت، شرح موافقت وغیرہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کی مستند کتابیں ہیں لیکن کسی مستند کتاب کا قول غیر مستند سے خالی ہونا ضروری نہیں ہے۔ جو عقیدہ جس درجے کا ہو گا اس کی دلیل بھی اسی درجے کی ہونا چاہیے۔

(۱۰) اگر غیر حنفی امام مواضع خلاف کی رعایت کرتا ہو تو اس کی اقتداء جائز ہے ورنہ نہیں۔ شامی میں ہے: وفي رسالة الاهتداء في الاقتداء لمن لا على القاسم اذهب عامة مشائخنا الى الجواز اذا كان محتاطاً في موضع الخلاف والا فلا۔ لیکن اگر کسی مدعی شافعی یا مالکی یا حنبلیت پر کسی بدعت کی بناء پر کفر لازم آتا ہو تو اس کے پیچھے مطلقاً نماز ناجائز ہے۔ تنویر الابصار میں ہے: وان كفر بها فلا يصح الاقتداء به اصلاً۔

ضمیمہ

۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۲۰۲۱ء کو جناب کے کئے ہوئے سوالات کے جوابات کا جناب سے بھی مطالبہ کرنے کے ساتھ فقیر نے جن مزید سوالات کے جوابات جناب سے طلب کئے ہیں فقیر خود بھی ان کے جوابات دے رہا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) کافہر۔

(۲) وہ معنی کفری ہیں اور ان کا معتقد کافر ہوگا۔ ان کی ان عبارات کفریہ قطعیہ متبیینہ متعینہ کے معانی کفریہ اور کلام، حکم و حکم کا علم قطعی رکھتے ہوئے جو ان کے کفر میں شک کرے گا وہ کافر ٹھہرے گا۔ یہ ان میں سے ہے جن کے متعلق فقہار نے ارشاد فرمایا ہے من شک فی کفره وعدا به فقد کفر کما صرح به علمہ الحرمین الشریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً۔

(۳) زید کا یہ عقیدہ اور استدلال معنی کے رو سے درست ہے۔ عمرو کا یہ قول یقیناً شان الوصیت کی تنقیص اور کفر ہے۔

(۴) (الف) دونوں کی یہ چال ایک ہی قسم کی ہے اور ناپاک و کفری ہے۔ یہ دونوں مردود ہیں۔

(ب) یہ دونوں ایک ہی قسم کے فریب ہیں۔

(۵) ہرگز نہ اٹھیں گی۔

(۶) یہ دونوں ایک ہی قسم کی کفری چال ہیں۔ ورنہ تمام کمالات الہیہ اور تمام کمالات نبویہ میں سی قسم کی بیہودگیاں جاری ہو جائیں گی اور کفریہ کا دروازہ کھل جائے گا۔

(۷) کھلا ہوا کفر ہے اور ایسا کرنے والا کافر ہے۔

(۸) یہ معنی منصوص علیہ اور قطعی طور پر مجمع علیہ ہیں، یہ دیوبندیوں کو بھی

تسلیم ہے۔ ان کی جماعت کے مقتدر و مسلم عالم مولوی انور شاہ کشمیری نے اقرار الملحدین میں اس کی وضاحت کی ہے، اور مولوی

قاسم نانوتوی نے جو نئے معنی ایجاد کئے ہیں وہ معنی منصوص علیہ اور
سلف صاحبین کے بیان کردہ معنی کے علاوہ و مخالف ہے۔ اسی
بناء پر انھوں نے لکھا ہے ”اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون
تک نہ پہونچا ہو تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی نادان نے
کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا
گاہ باشد کہ کود کے نادان

بغلط بردہت زند تیرے

(۹) وہ بالکل مصیب ہے جسے خاطی کہنے والا خود خاطی ہے۔
(۱۰) اس کے معنی ضروریات دین میں سے ہیں۔ اور وہ معنی یہ ہیں کہ سرکار
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین ہیں۔ آپ کے بعد
کسی کو نبوت جدیدہ نہیں ملے گی۔ اس کی مولوی انور شاہ کشمیری نے
اکفار المحدثین میں اور مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری در کھنگی نے اقدس العذرا
میں قادیانیوں کی تکفیر کی بحث میں تسلیم اور تصریح کی ہے کہ ”خاتم الانبیاء
بمعنی آخر الانبیاء“

(۱۱) یہ یقیناً عیب لگانا اور تنقیص ہے اور اس کا حکم سب کا حکم ہے نسیم الریاض
میں ہے من قال فلان اعلم منه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فقد عابه ونقصه اور ثفا میں ہے ان جمیع من سب النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم او عابه او الحق به نقصا فی نفسه او نسبه او دیتہ
او خصلۃ من خصالہ او عرض به او شبهہ بشیء علی لھویق الب

لہ اووالاخر ساء علیہ اوالتصغیر بشانہ او الغض منہ او العیب
 لہ فہو سائب والحکم فیہ حکم السائب۔ فقط وهو الہادی
 الی سواء السبیل۔

فقیر محمد حبیب الرحمن قادری غفرلہ

(درستخط حضور مجاہد ملت)

۱۱ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ

مطابق ۷ نومبر ۱۳۷۳ء

روز چہار شنبہ

جوابات وقت گذرنے کے بعد وصول ہوئے

۱۱ شوال مطابق ۷ نومبر ۱۳۷۳ء

بوقت ۹ بجے دن یوم چہار شنبہ

(نعمت اللہ شاہ احمد صلی)

بجہ تعالیٰ

یہ مختصر رسالہ ہدایت قبالہ محمدی فوج کا فتح مندر رسالہ وہابیت و دیوبندیت قلعوں میں زلزلہ ڈال
دیتے والا وہابیوں و دیوبندیوں کو آئینہ میں انکی صورت دکھانے والا

مسکی تمام تاریخی:

مذہب کی پہچان کا پاکیزہ فوٹو

۱۳۲۵ھ

دکھائی گئی ہے جس میں وہ سربست راز طشت از جام کئے گئے ہیں جو وہابیت و دیوبندیت کے اندر
پوشیدہ تھے۔ اس کے ذیکھنے کے بعد ہر یا انصاف وہابیت و دیوبندیت پر نفرت کریگا۔ تمام وہابیہ
و دیوبندیہ وغیرہ مقلدین جو تقویۃ الایمان کو مانتے ہیں سب کو اعلان عام ہے۔ قیامت تک کے لئے
اعلام نام ہے۔ آئیں اور اس کا ہر رسالے کے دار سے وہابیت و دیوبندیت کی سی جان زار کو
بچائیں۔ ورنہ توفیق الہی بچی تو بہ کر کے سنی مسلمان بن جائیں۔

مولفہ:

حالی سنت ماتمی بدعت جناب حضرت حاجی غلام حسن صاحب سی حنفی
قادری برکاتی توری دام مجید ہم ساکن سورت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نجدیوں، دیوبندیوں، وہابیوں کیلئے آسانی حکیم الامت تھانوی جی کی

اچھوتی علم دانی رسول تھانوی کی اپنی امت پر نرالی مہربانی

مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب بہشتی گوہر کے صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں۔ ”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے اور اس کو بے عذر چھوڑنے والا قاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔“ یہ تھانوی جی وہی ہیں جن کا مرید لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ جیتا ہے۔ دن بھر اللھم صل علی سیدنا و نبینا اشرف علی پڑھتا ہے۔ تھانوی جی اسکا جواب دیتے ہیں کہ ”اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ قبیح سنت ہے۔“ (دیکھو الا ۱۰ صفر ۱۳۳۶ھ)

یہ وہی تھانوی جی ہیں جنہوں نے بہشتی زیور حصہ اول کے صفحہ ۴۸ پر کسی بزرگ کا نام بطور وظیفہ کے چننا بھی (یعنی ورد کرنا) کفر و شرک میں گنا دیا۔ یہ وہی تھانوی جی ہیں جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ، کعبوں، پاگلوں، جانوروں سے ملا دیا۔ (دیکھو حفظ الایمان صفحہ ۸)

اب یہ وہی تھانوی جی ہیں جو صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص بے عذر حرام کام چھوڑے اور حرام نہ کرے وہ قاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ تھانوی جی تو بہت بڑے قبیح سنت بلکہ حکیم الامت ہیں تو ضرور حرام کرتے ہو گئے۔ ورنہ قاسق ہو جائیں گے اور قاسق سے اللہ راضی نہیں۔ قاسق قبیح سنت نہیں ہو سکتا اب حرام بہت سی قسم کے ہیں۔ چند حرام یہ ہیں چوری کرنا، شراب چینا، ڈاکہ ڈالنا، زنا کرنا، ماں بہن بہو بیٹی نانی دادی سے محاذ اللہ جھلا ہونا۔ یہ سب اور ان کے سوا بہت سے حرام ہیں اور یہ حکم سب سے پہلے مصنف یعنی تھانوی جی اور ان کے بعد ان کے سارے معتقدین و تبعین کے لئے لازم العمل ہوگا۔ تھانوی جی کے ماننے والے سب مردوں پر ایسا کرنا لازم ہے۔ ورنہ تھانوی جی کے فتوے سے قاسق اور عذاب کے مستحق ہو جائیں گے۔ اسی طرح تھانوی جی کی ماننے والی ساری عورتوں پر لازم ہوگا کہ وہ حرام کریں۔ ورنہ اپنے پیر تھانوی جی کے فتوے سے قاسق اور عذاب کی مستحق بنھیں گی۔ اگر کوئی شخص نماز، روزہ، زکوٰۃ

جج سارے فرائض و واجبات ادا کرے۔ سراپا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بن جائے مگر حرام سے پرہیز کرے۔ تو تھانوی جی کے فتوے سے وہ قاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ کیوں نہ ہو چودھویں صدی کا رسول تھانوی اور حرام کو حلال نہ کرے تو بات ہی کیا ہوئی؟ آج تک وہابیہ حرام کو حلال کرنے کی کوشش میں تھے۔ آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہے تھے۔ کبھی کو حلال کیا۔ کبھی بکرے کے پورے (ھضے) جائز کئے۔ کبھی ہولی دوالی کی پوری کچوری کو حلال کیا مگر رسول تھانوی کو اپنی امت کی دھیمی رفتار دیکھ کر جوش آیا اور ایک دم سے سارے حرام کاموں کو اپنی امت پر فرض و لازم کر دیا۔ صاف لکھ دیا کہ جو حرام نہ کرے وہ قاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ اب معلوم ہوا کہ تھانوی جی اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کو ممکن ہے کہ حرام جانتے ہوں اور اسی لئے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں کہ ڈرتے ہیں کہ اگر حرام نہ کریں گے تو فاسق ہوں گے۔ عذاب کے مستحق بنیں گے مگر مسلمان یوں کیا ان کا پیچھا چھوڑیں گے؟ وہ پوچھیں گے کہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین آپ کے نزدیک حرام ہے یا نہیں؟ اگر کہیں نہیں تو کافر اور اگر کہیں ہاں تو خود اپنے اقرار سے توہین نہ کرنا گناہ، ناپوں کافر۔

والعیاذ باللہ العزیز القادر۔

مسلمانوں کا خادم

فقیر حاجی غلام حسن قادری برکاتی غفرلہ

وہابیوں دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی سے ایک ضروری سوال مزیدارسالہ دار بہشتی گوہر کی فاحش غلطی کا اظہار

قبلہ دیوبندیہ و کعبہ وہابیہ حکیم امت نجدیہ جناب مولوی اشرف علی تھانوی دام بالناقب السلام علی من اتبع الهدی۔ آپ اپنی بہشتی زیور کے گیارہویں حصہ بہشتی گوہر مطبوعہ ابولعلائی اسٹیم پریس آگرہ صفحہ ۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔

”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اس کا منکر کافر ہے اور اس کو بے عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔“ اس عبارت کا صاف و صریح مطلب یہی ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے کوئی شخص حرام کاری نہ کرے وہ فاسق و عذاب کا مستحق اور جہنمی ہے۔ بہت اچھا حضور تھانوی صاحب بالقلب۔ اب ہم غربائے اہل سنت آپ سے آپ کی خدمت میں ایک سوال کرنا چاہتے ہیں اور آپ سے امید ہے کہ آپ ہمیں جواب دے کر ممنون فرمائیں گے۔

تھانوی جی آپ کے بہشتی گوہر نے تو حرام کے بے عذر چھوڑنے والے کو فاسق اور عذاب کا مستحق بتا کر ہمارے تمام صلحا زہاد عباد و علماء اولیاء ائمہ و صحابہ بلکہ تمام انبیاء و مرسلین بلکہ خود سید الانبیاء صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین کو جو سب کے سب حرام کے قطعاً پاس نہیں جاتے اس کے بے عذر چھوڑنے کو نہیں بلکہ نہ چھوڑنے اس کے کرنے کو سخت اشد موجب غضب جبار اور سبب استحقاق عذاب نار جانتے مانتے بتاتے تھے۔ بغیر کسی ہیر پھیر کے نہایت وضاحت و صراحت سے معاذ اللہ فاسق جہنمی بنا ڈالا۔ کیا اپنے اس فتوے کی حقیقت بکھولنے کے لئے آپ ہم غربائے اہل سنت کو خود آپ ہی اس قدر دریافت کرنے کی اجازت دیں گے۔ کہ آیا آپ کے باوا جان اور آپ کی والدہ صاحبہ دونوں حرام کار تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تو فرمائیے آپ کے فتوے سے وہ دونوں فاسق جہنمی ہوئے یا نہیں؟ اور اگر فرمائیے کہ وہ دونوں حرام کار تھے اور حرام کاری کرتے تھے تو آپ انہیں کے صاحبزادے ہیں۔ اب فرمائیے کہ خود آپ اپنے فتوے سے حلالی ہوئے یا کون؟ اور اگر یوں فرمائیے کہ حرام کاری نہ کرنے والے کو فاسق جہنمی تو میں نے

اپنی طرف سے لکھا ہے یہ فتوے میرے والدین پر جاری نہیں ہو سکتا تو اولاً وجہ غلطی ہے۔ آپ کی گھریلو شریعت غریب سنیوں اور ان کے ائمہ و اکابر اولیاء و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہی محض بزور زبان و افتراء و بہتان قاسق جہنمی بنانے کو ہے۔ آپ کے گھر کے لئے برأت فی الزمر ہے۔ ثانیاً حرام نہ کرنے والے کو جو تمام صلحاء و اکابر امت اور خود جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ قاسق جہنمی کہنے والا کافر ہے یا نہیں؟ اگر ہے اور ضرور ہے تو فرمائیے کہ خود آپ اپنے فتوے سے مسلمان ہیں یا کون؟ پس آپ کے لئے یہی تین راستے ہیں یا اپنے آپ کا مسلمان نہ ہونا صاف لکھئے یا اپنے آپ کا حلالی نہ ہونا صاف تحریر فرمائیے یا اپنے والد صاحب اور والدہ صاحبہ دونوں کے قاسق جہنمی ہونے کی اشاعت کیجئے۔ اب فرمائیے آپ کو ان تینوں میں سے کون سا پسند ہے۔ ہاں ایک چوتھا ہم بھی آپ کو بتاتے ہیں۔ مائیے تو دین و دنیا میں آپ کا بھلا ہے وہ یہ کہ جس قدر کثیر تعداد میں آپ کی بہشتی گوہر کی اشاعت ہوئی ہے اسی طرح اتنے ہی تعداد میں اپنا توبہ نامہ شائع کرائیے اور صاف لکھئے کہ بہشتی گوہر کے صفحہ ۳ پر مجھ سے سخت اشد فاحش گمراہی و منکالت کا کلمہ صادر ہو گیا ہے۔ اب میں اس پر نادم ہو کر توبہ کرتا ہوں۔ حضور تھانوی صاحب حق باتوں میں شرم نہ چاہیے۔ اگرچہ نفس نے برسوں حکیم الامتی کے مزے اٹھائے ہیں۔ وہ طرح طرح سے بہکائے گا اور توبہ نہ کرنے دے گا۔ مگر آپ اسے سمجھائیے کہ اے نفس سرکش دیکھ تکبر نے عزائیل جیسے عابد و زاہد معلم الملوک کو کافر و ملعون بنا کر چھوڑا۔ تکبر اور تمہنڈا چھائیے۔

آخری التماس:

حضور تھانوی صاحب ہم غریب سنیوں کا یہ سوال آپ کو بُرا نہ لگے۔ آپ کے فتوے سے تو دنیا بھر کے اولین و آخرین تمام ائمہ و علماء و اولیاء و صالحین جو حرام کاموں سے ہمیشہ بچتے رہے۔ معاذ اللہ سب قاسق اور جہنمی ہوتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

ہم نے اپنی طرف سے کچھ نہ کیا۔ صرف اتنا ہی کیا ہے کہ آپ کے آیتہ میں آپ کی صورت زیبا آپ کو دکھائی ہے کہ آپ اپنے ہی فتوے سے کون ہوئے اور آپ نے تو ہمارے آقا و مولا سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں پاگلوں جاتوروں کے علم غیب کی طرح بتایا ہے۔ دیکھو (حفظ الایمان صفحہ ۸)

لا اله الا الله اشرف على رسول الله اور اللهم صلى على مبدنا و نبينا و مولانا اشرف على
پڑھنے کو تسلی بخش فرمایا ہے۔ (رسالہ الامداد تھانہ بھون صفر ۱۳۳۶ھ)

اگر توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ تو ان گستاخیوں گالیوں کی سزا تو خدا نے چاہا کل قیامت میں آپ کو
ملے گی۔ مولیٰ عزوجل تمام سنی بھائیوں کو اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

مورخہ اشوال الکترم ۱۳۳۳ھ

خادم البست حاجی غلام حسن قادری برکاتی غفرلہ از سورت

وسیع المناقب مولوی اشرف علی تھانوی دامت تھانویہ

السلام علی من اتبع الهدی

اس نے قبل دو مضمون آپ پر نارل کر چکا ہوں۔ آج یہ تیسرا اور آپ پر اتارتا ہوں۔ غصہ کو دور
کیجئے۔ غصہ میں آدمی کو حق نہیں سوجھتا۔ ہوش و حواس سے سینے ہو سکے تو جواب دیجئے۔ توفیق ہو تو توبہ کیجئے
آپ نے اپنے بہشتی زیور کے گیارہویں حصہ بہشتی گوہر کے صفحہ ۳ پر لکھا۔ ”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے
ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے اور اس کو بے عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔“ جس کا صاف و
صریح کھلا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے حرام نہ کرے وہ گنہگار اور جہنمی ہے۔ اس پر یہ چند سوال
وارد ہوتے ہیں۔

سوال اوّل: آپ شراب پینے کو حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو شریعت اسلامیہ کے
مطابق آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ شراب پیتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں پیتے تو آپ
اپنے فتوے سے گنہگار فاسق اور جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر پیتے ہیں تو شریعت اسلامیہ کے حکم سے آپ شرابی
فاسق اور مستحق عذاب ہیں یا نہیں؟

سوال دوم: آپ زنا کرنے کو حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو اسلامی احکام کی رو سے آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ زنا کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کرتے ہیں تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اگر آپ زنا کرتے ہیں تو احکام شریعت کے اعتبار سے آپ زانی فاسق مستحق عذاب ہیں یا نہیں؟

سوال سوم: آپ بھوکھیلنے کو حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو شریعت مطہرہ کے مطابق آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ بھوکھیلتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کھیلتے ہیں تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر آپ بھوکھیلتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ جواری فاسق مستحق عذاب ہیں یا نہیں؟

سوال چہارم: آپ سود کھانے کو حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ سود کھاتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کھاتے تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر آپ سود کھاتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ سود خوار فاسق مستحق عذاب ہیں یا نہیں؟

سوال پنجم: آپ چوری کرنے کو حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ چوری کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کرتے تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر آپ چوری کرتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ چور فاسق اور مستحق عذاب ہیں یا نہیں؟

سوال ششم: آپ لواطت کو یعنی معاذ اللہ ایک مرد جو دوسرے مرد سے خبیث فعل کرتا ہے۔ اسے حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو آپ خود اس فعل خبیث کو کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کرتے ہیں تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر کرتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ لوطی فاسق عذاب کے مستحق ہیں یا نہیں؟

سوال ہفتم: آپ لواطت کرانے کو خود مفسول بننے کو یعنی سعاد اللہ ایک مرد جو دوسرے مرد سے ناپاک فعل کرانا ہے اسے حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ خود اس ناپاک فعل میں مبتلا ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہاں تو شریعت کے حکم سے آپ لواطت کرنے والے فاسق عذاب کے مستحق ہیں یا نہیں؟

سوال ہشتم: آپ کے نزدیک معاذ اللہ محرمات یعنی اپنی ماں، بہن، بہو، بیٹی، پھوپھی، بھتیجی، خالہ، بھانجی، دادی، پوتی، نانی، نواسی کے ساتھ منہ کالا کرنا۔ ان کے ساتھ ناپاک فعل کرنا حرام ہے یا حلال؟ اگر حلال ہے تو شریعت مقدمہ کے حکم سے آپ ان حرام کاموں کو حلال جان کر کافر مرتد ہوئے یا نہیں؟ اگر آپ کے نزدیک یہ تمام کام حرام ہیں تو اب بتائیے کہ آپ ان حرام کاموں کو کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر کرتے ہیں تو آپ اپنی ماں، بہن، بہو، بیٹی، پھوپھی، بھتیجی، خالہ، بھانجی، دادی، پوتی، نانی، نواسی کے ساتھ زنا کرنے والے اور شریعت کے حکم سے فاسق گنہگار جہنمی ہوئے یا نہیں؟ اور اگر آپ یہ کام نہیں کرتے ہیں تو آپ اپنے ہی فتوے سے فاسق گنہگار دوزخی ہوئے یا نہیں؟

سوال نہم: تمام حرام کاموں میں سب سے بدتر حرام کفر و شرک وارد ہے۔ اب فرمائیے آپ کفر و شرک ارتداد کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو آپ اپنے ہی فتوے سے فاسق گنہگار دوزخی ہوئے یا نہیں؟ اور اگر آپ کفر و شرک ارتداد کرتے ہیں تو فرمائیے آپ کافر شرک مرتد ہوئے یا نہیں؟

یہ تو صرف نو سوال ہیں۔ حقیقت میں نو ہزار سوال آپ پر نازل ہو سکتے ہیں۔ جتنے حرام کام ہیں ایک ایک کو گنا کر آپ سے پوچھا جاسکتا ہے کہ آپ اسے کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو اپنے ہی فتوے سے فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو شریعت کے حکم سے فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ آپ اگر توبہ نہ کریں تو آپ کے وہی تین راستے ہیں یا تو اپنا کافر مرتد ہونا صاف صاف لکھئے یا اپنے آپ کو شرابی، زانی، جواہری، سود خور، چور، لوطی، لواطت کرانے والا، ماں، بہن، بہو، بیٹی، پھوپھی، بھتیجی، خالہ، بھانجی، دادی، پوتی، نانی، نواسی سب کے

سب بدکاری کرنے والا بلکہ کفر و شرک وارہ اد میں مبتلا ہونے والا صاف صاف لکھئے یا اپنا فاسق گنہگار جہنمی ہونا صاف صاف لکھئے۔ بتائیے آپ کو ان تینوں میں سے کون سا پسند ہے؟ تھانوی جی ہمیں معلوم ہے کہ میرا یہ مضمون آپ کو اور آپ کے مریدوں اور آپ کے حواریوں کو سخت بُرا لگے گا۔ نازک صورتیں گھبراہٹیں گی۔ نازنین صورتیں شرمائیں گی۔ مگر شعلہ خوار تشنیں مزاج طبیعتیں گرمائیں گی۔ لب نازک پر گالیاں لائیں گی مجھ کو بُرا بھلا فرمائیں گی۔ ہزاروں بے نقط سنائیں گی۔ مگر یاد رکھئے ہم آپ کی یا آپ کے گروہ کی گالیوں سے ڈرنے والے نہیں۔ آپ لوگوں کی گالیاں سنیں گے اور آپ کو حق کی طرف دعوت دیں گے۔ یہاں تک کہ آپ توبہ کریں یا آپ کو موت آئے۔ تھانوی جی ہم نے جو کچھ کہا ہے۔ اس میں ایک لفظ بھی اپنی طرف سے نہیں کہا ہے بلکہ آپ ہی کے بہشتی گوہر کا آئینہ آپ کو دکھایا ہے۔ ہمیں معاف کریں ہم قصور وار نہیں۔ قصور جو کچھ ہے وہ آپ کی بہشتی گوہر کا ہے۔ آپ کو اختیار ہے۔ اسے جس قدر چاہیں سزا دیں۔ تھانوی جی انصاف تو ہم سنیوں کا دیکھئے۔ آپ نے ہمارے آقا دموی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں پانگلوں جانوروں چوپایوں کی طرح لکھ دیا۔ الامداد صفر ۱۳۳۵ھ میں ہم تمام مسلمانوں کی پیاری ماں ام اسوئین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تعبیر اپنی جو رو سے دی۔ الامداد صفر ۱۳۳۷ھ میں اپنا کلمہ اور دن بھر جاگنے میں ہوش کے ساتھ اللھم صل مبدعنا و نبینا اشرف علی پڑھنے کو تسلی بخش بتایا۔ بہشتی گوہر کی اسی عبارت میں تمام صحابہ و تابعین و اولیاء و صالحین اور دین کے بڑے بڑے اماموں کو بلکہ تمام انبیاء کو مرسلین کو اور خود سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمیشہ حرام کاموں سے پرہیز کرتے رہے۔ سب کو غصہ بھر کر فاسق اور عذاب کا مستحق لکھ دیا۔ خیال فرمائیے کہ ہمارے دل پر ان گالیوں کا کس قدر صدمہ ہو گا کیا ہمارا دل نہیں چاہتا ہو گا کہ آپ کو اچھی طرح گالیاں دے کر اپنا غصہ ٹھنڈا کریں۔ مگر نہیں نہیں۔ دیکھو ہم غصہ کو ضبط کرتے ہیں۔ آپ کو گالیاں نہیں دیتے۔ صرف آپ کو آپ ہی کا آئینہ دکھاتے ہیں۔

والسلام علی من اتبع الهدی

تھانوی جی کو حق کی دعوت کرنے والا

فقیر حاجی غلام حسن قادری برکاتی غفرلہ۔ از سورت

آریوں کے نیوگ کا بہشتی گوہر تھانوی سے نیوگ

جناب تھانویت مآب وسیع الاقالب اشرف علی صاحب تھانوی۔ السلام علی من اتبع الهدی۔ آپ نے اپنی بہشتی گوہر صفحہ ۳۲ پر لکھا۔ ”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اس کا منکر کافر ہے اور اس کو بے عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔“ جس کا کھلا ہوا مطلب یہی ہوا کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے حرام نہ کرے۔ وہ فاسق یعنی گنہگار اور عذاب کا مستحق یعنی دوزخی ہے۔ اس سے قبل میرے تین مضمون آپ پر اتر چکے ہیں۔ آج بعونہ تعالیٰ یہ چوتھا مضمون آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ سنئے اور غصہ سے کام نہ لیجئے۔ بن پڑے تو جواب دیجئے۔ ورنہ توبہ کیجئے یہ کیا بات ہے کہ حکیم الامت ہونے کا دعویٰ کر لیا۔ اپنے نام کا کلمہ پڑھو لیا۔ اپنے نام پر اللہ صلی علی نبینا اشرف علی پڑھنے کو تسلی بخش بتا دیا۔ کتابیں لکھ لکھ کر مسلمانوں کو گمراہ بنانے کا ٹھیکہ لے لیا اور جب مسلمان آپ کا پیچھا لیتے ہیں تو آپ دم سادھ لیتے ہیں۔ ٹپ چپ کے لٹد کھا لیتے ہیں۔ شاید تھانہ بھون میں سوٹھ بہت سستا ملتا ہے کہ آپ کو تاس لینے کے لئے منوں مل جاتا ہے۔ آخر یہ کیا بات ہے کہ آپ جواب نہیں دیتے۔ آپ کو رجسٹری بھیجی جاتی ہے اس پر بھی آپ کی مہر خاموشی نہیں ٹوٹی۔ آپ کا قرض ہے کہ آپ نے جو عقائد کفریہ اور گمراہ کرنے والے مسائل لکھے ہیں۔ ان کو ثابت کریں ان پر جس قدر اعتراضات ہوتے ہوں سب کا جواب دیں۔ خیر اگر آپ نہیں سنتے نہ سنیں۔ آپ کو اختیار ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا ہی کروں گا۔ آپ کروٹ نہ لیں نہ سہی۔ اللہ کی قدرت ہے امید ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو ہدایت ہوگی اور جو نادانقہ بھولے مسلمان آپ کے جال میں پھنس گئے ہیں ان کو اس سے نجات مل جائے گی۔ آمین۔

سنئے: آریہ دھرم میں نیوگ کا بھی ایک مسئلہ ہے۔ جس کا بیان یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ رہے یا مر جائے۔ یا سفر کو جائے تو عورت دوسرے شخص سے صحبت کرائے جس کو دیرج داتا (منی کی بھیک دینے والا) کہتے ہیں اور اس سے اولاد حاصل کر لے یہ اولاد اس کے پہلے شوہر کی ہوگی یعنی بونے جو تے سینچنے مل چلانے والے کا پیداوار میں کچھ حق نہیں۔ بلکہ ساری کھیتی زمین والے کی ہوگی۔

اسی طرح اُسے دس مردوں سے نیوگ کرنے کی آریہ سماج میں دعوت دی گئی ہے۔

اسی طرح اگر عورت حاملہ ہے اور میاں بیوی دونوں سے نہ رہا جائے تو بھی دونوں کو غیر مرد یا

غیر عورت سے نیوگ کی اجازت ہے۔ جس کا مفصل بیان پنڈت دیانند کی ستیا رتھ پرکاش میں ہے۔

کیوں تھا نوی جی آپ کے نزدیک یہ نیوگ حرام ہے یا حلال؟ اگر حلال ہے تو مہربانی فرما کر صاف صاف لکھیں تاکہ مسلمانوں کو آپ کا اصلی عقیدہ معلوم ہو جائے اور اگر آپ کے نزدیک نیوگ حرام ہے تو آپ کے

فتوے سے جو مرد یا عورت نیوگ نہ کرے وہ فاسق گنہگار عذاب کے لائق دوزخی ہے یا نہیں؟ آپ کے قول

سے تو آپ کے جتنے ماننے والے ہیں۔ ان سب پر لازم ہے کہ اگر ان کی عورتیں بیمار یا حاملہ ہوں تو وہ

دوسری وہابی عورتوں سے نیوگ کر لیا کریں اور جس قدر عورتیں آپ کو ماننے والی ہیں۔ خواہ وہ راندی

ڈاکھیل کی رہنے والی ہوں یا سورت فوساری کی۔ یا بھینکی یا بڑودہ کی یا دیوبند یا تھانہ بھون کی۔ ان سب پر

آپ کے فتوے سے لازم ہے جب ان کے شوہر بیمار ہو کر یں یا سفر کو جایا کریں تو یہ یہاں تک بیٹھی رہا نہ

کریں بلکہ غیر مردوں سے نیوگ کر کر اپنے بچے کے لئے اولاد پیدا کیا کریں۔ بولے بولے آپ کا اور

آپ کے ماننے والوں کا اور آپ کے ماننے والی عورتوں کا نیوگ پر عمل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو آپ کے

فتوے سے فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ تھا نوی جی! سخت افسوس ہے آپ مسلمان بلکہ مولوی بلکہ حکیم الامت

کہلو کر اسلام کو مٹانے کی تدبیریں کر رہے ہیں؟ اپنے ہاتھوں سے ہتھیار بنانا کر آریوں کو اس لئے دے

رہے ہیں کہ وہ ان سے مقدس اسلام پر حملہ کریں۔ میدان ارتداد میں آریہ پنڈت آپ کی حفظ الایمان

بغل میں دبائے پھرتے تھے اور بھولے نادان ملکاتوں کو یوں کہہ کر مرتد بناتے تھے کہ تم ایسے ہی کو نبی مانتے

ہو جس کا علم بچوں، چلوں، جانوروں، چار پائیوں جیسا تھا اگر کوئی ثبوت مانگتا تو آپ کی حفظ الایمان کھول کر

دکھا دیتے کہ دیکھو مسلمانوں کے اتنے بڑے مولوی اور حکیم الامت نے ایسا لکھا ہے۔ اب اگر ہشتی گوہر کی

یہ عبارت آریوں کو مل جائے گی۔ تو خوب اچھی طرح اچھل کود کر نیوگ کو جائز بتائیں گے اور ثبوت میں

آپ کی ہشتی گوہر دکھائیں گے۔ خدا بھلا کرے اس سنی بھائی کا جس نے اس آریہ پنڈت کے منہ میں پتھر

دیدیا اور اسے یہ کہہ کر جواب نہ دیا کہ حفظ الایمان کا مصنف مسلمان نہیں بلکہ چھپا ہوا آریہ ہے جس طرح

آریہ پیغمبر علیہ السلام کی گستاخی کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی مسلمان بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے۔ اس کا قول ہمارے نزدیک کچھ معتبر نہیں۔ اس کا قول پیش کرنا ایسا ہے جیسے چنڈت دیا نند کا قول پیش کرنا۔ جس سے وہ آریہ لا جواب ہو گیا۔ اب بھی بہشتی گوہر کے لئے یہی جواب ہوگا۔

السلام علی من اتبع الهدی۔

مسلمانوں کا خادم:

حاجی غلام حسن قادری برکاتی غفرلہ از سورت

بہشتی گوہر اور تقویۃ الایمان میں مزید ارب لطف لتیاؤ

جناب مولوی تھانوی صاحب السلام علی من اتبع الهدی۔ آپ نے اپنی بہشتی گوہر کے صفحہ ۳ پر لکھا ہے کہ ”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اسکا منکر کافر ہے اور بے عذر اس کا چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔“ اس کا صاف مطلب اس کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے حرام کاموں کو چھوڑ دے۔ وہ فاسق گنہگار اور عذاب کا مستحق دوزخی ہے۔ ہم نے پہلی نظر میں یہ سمجھا کہ ممکن ہے کاتب سے غلطی ہو گئی۔ اس نے کرنے کی جگہ چھوڑنا لکھ دیا ہوگا۔ اس لئے مختلف پریسوں کی بہشتی گوہر منگائی گئی۔ ہر ایک میں یہی مضمون نکلا۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ مضمون اصل کتاب میں ضرور ایسا ہی ہے اور کاتب کی غلطی نہیں ہے کیونکہ کاتب کی غلطی اگر ہوتی۔ تو ایک پریس میں ہوتی دو میں ہوتی۔ یہ کیا بات ہے کہ ہر پریس کے کاتب نے یہی غلطی کی۔ کیا کاتبوں کا باہم مشورہ ہو گیا تھا کہ سب یہی غلطی کریں گے۔ دوسرے یہ کہ ہمیں ہر ایک پریس کی چھپی ہوئی بہشتی گوہر میں مکروہ تحریمی کی تعریف بھی نظر آئی۔

”مکروہ تحریمی وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اس کا انکار کرنے والا فاسق ہے جیسا کہ واجب کا منکر فاسق ہے اور بغیر عذر اس کا ترک کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے۔“ یعنی جو شخص بغیر عذر کے مکروہ تحریمی سے پرہیز کرے وہ بھی گنہگار اور عذاب کے لائق ہے۔ اس سے بھی اس کی تائید ہوتی

ہے کہ یہ مضمون اصل کتاب میں ہی اسی طرح ہے۔ ورنہ کاتب کی غلطی ہوتی تو ایک جگہ ہوتی دونوں جگہ نہ ہوتی یا ہوتی بھی تو کسی پریس میں ہوتی کسی میں نہ ہوتی۔ آخر اس کے کیا معنی کہ ہر پریس کی چھپی ہوئی کتاب میں حرام کی تعریف بھی یہی چھپتی ہے اور مکروہ تحریمی کی تعریف بھی یہی چھپتی رہتی ہے۔ تیسرے یہ کہ راندیر میں آپ کے قائم مقام و جانشین اور گجرات میں وہابیت پھیلانے والے دیوبندی دھرم کے پرچارک میاں غلام محمد راندیری نے جو ترجمہ بہشتی گوہر کا گجراتی زبان میں خود لکھا اور خود اپنے ہی اہتمام سے راندیر میں چھپوایا اس میں یہی عبارت ہے۔ (حرام تے جھمے کے جے محبوب دلیل) (قرآن کریم) اتھواستواتر حدیث) تھی ثابت ہوئے تے نوٹار کرنا کافر جھمے۔ انے دگر اجرے تے جھوڑ مار گئے گار آنے اجاب نے پاتر جھمے) اس کا بھی وہی مطلب ہوا جو بغیر عذر حرام نہ کرے وہ فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ تھانوی جی بھلا فرض کیا جائے اردو پریسوں میں ہر ایک کاتب نے غلطی کر دی مگر یہ آپ کے ماننے چاہنے والے آپ کی ہر بات پر آنکھ بند کر کے ایمان لانے والے میاں راندیری جی کو کیا ہو گیا۔ یہ بھی وہی بول بول رہے ہیں انہیں ترجمہ کرتے وقت بھی نہ سوچا کہ ہم کیا لکھ رہے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ضرور اصل کتاب میں یہی مضمون ہے۔ کاتب کی غلطی نہیں۔ یہی آپ تھانوی جی نے لکھا۔ یہی تمام پریسوں میں چھپا اسی کا گجراتی ترجمہ میاں راندیری جی نے کیا۔ یہی آپ لوگوں کا مذہب ہے۔ ان ہی باتوں کی بناء پر میں اعتراضات آپ کے اوپر کرتا رہا اور آپ کو ایسی ناپاک غلطی سے توبہ کرنے کی ہدایت کرتا رہا۔ میرے چار مضمون اسی موضوع پر شائع ہوئے۔ آج ایک دیوبندی مولوی زکریا کاندھلوی کی فرمائش سے محبوب المطابع برقی پریس دہلی کی ابھی تازہ چھپی ہوئی بہشتی گوہر میرے پیش نظر ہے۔ اس کے صفحہ ۳ پر فرض واجب سنت حرام وغیرہ کی تعریفوں پر ایک حاشیہ دیا ہے کہ یہ مضمون اہل مطابع میں سے کسی نے بڑھایا ہے یعنی تھانوی کا یہ مضمون ہی نہیں کسی پریس والے نے بڑھا دیا ہے۔

اول۔ تو یہ کہ اگر یہ مضمون آپ تھانوی کا نہ مانا جائے تو آپ کی سخت غلطی بلکہ حماقت اور بیوقوفی ثابت ہوتی ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کیلئے آپ بہشتی زیور کے دس حصے لکھتے ہیں۔ لڑکوں کے لئے گیارہواں حصہ بہشتی گوہر اور زائد لکھتے ہیں۔ بہت سے مسائل بیان کر جاتے ہیں۔ کسی بات کو فرض کسی کو واجب کسی کو حرام کسی کو

مکروہ تحریمی بتاتے ہیں۔ مگر بچوں کو یہ آپ نے بتایا ہی نہیں کہ فرض کسے کہتے ہیں۔ واجب کیا ہوتا ہے حرام کیا چیز ہے۔ مکروہ تحریمی کس چیز کا نام ہے۔ ساری کتاب میں کہیں اس کا بیان ہی نہیں اور جہاں ہے اُسے آپ پریس والے کے سر تھوپتے ہیں مگر نہیں تھانوی جی ہم آپ کو احق اور بے وقوف یا گجراتی زبان میں گانڈ انہیں کہتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ مضمون آپ ہی کا ہے۔ مسلمانوں نے جب اس پر آپ کا پچھالیا تو آپ کو توبہ کی توفیق نہیں ہوئی۔ نہ اپنے سر سے اعتراض اٹھا سکے تو جھٹ طویلی کی بلا بندر کے سر چپٹ دی۔

دوم: یہ کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ مضمون کسی پریس والے کا ہے تو بھی یہ الزام آپ پر نہیں اٹھ سکتا۔ کیونکہ آپ کے دستخط سے برسوں آپ کی بہشتی گوہر اسی مضمون کے ساتھ چھپتی رہی۔ آپ اس پر راضی رہے تو جیسے الزام پریس والے پر ہو گا دیا ہی آپ کے اوپر ہو گا۔

سوم: اس نئی بہشتی گوہر کے صفحہ ۲ پر آپ نے حرام کی تعریف اس طرح بدل کر لکھی ہے۔ ”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اسکا منکر کافر ہے اور اس کا بے عذر کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔“ تھانوی جی اس طرح بدل کر عبارت لکھ دینے اور خود اپنی کتاب میں اُلٹ پھیر کر دینے سے آپ بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ آپ نے کھلم کھلا حرام نہ کرنے والوں کو فاسق جہنمی لکھا ہے اور اس طرح تمام لوگوں کو حرام کرنے کا حکم دیا اور اسے چھپوا کر شائع کیا۔ ایسا سخت ناپاک کفر کس قدر اعلان کے ساتھ شائع ہوا۔ اب اس کی توبہ بھی اسی طرح ہو سکتی ہے جس قدر کثیر تعداد میں آپ کے بہشتی گوہر میں یہ ناپاک کفر شائع ہوا ہے۔ اسی قدر اتنی ہی تعداد میں اپنا توبہ نامہ شائع کرائیے۔ صاف صاف لکھئے کہ بہشتی گوہر میں یہ ناپاک مضمون چھپ گیا ہے۔ میں اس پر نادم ہو کر توبہ کرتا ہوں اور نئے سرے سے کلہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں۔ جب آپ اس طرح لکھ دیں گے اس وقت آپ بری الذمہ ہوں گے ورنہ وہ الزام آپ پر قائم رہے گا۔ توبہ کے سوا آپ کے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں۔ مسلمانوں کے ڈر سے صرف عبارت بدل کر لکھ دینا شریعت میں کوئی چیز نہیں۔ یہ ہرگز توبہ نہیں ہو سکتی۔

چہارم: تھانوی جی آپ تو عبارت بدل کر اگر بالفرض الگ بھی ہو سکیں مگر بیچارے رائدریوں کو بڑی

مشکل ہوگی۔ میاں راندیری جی آپ کی تقلید میں حرام نہ کرنے والوں کو فاسق جہنمی لکھ گئے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ہم جس کی پیروی میں ایسا ناپاک کفر لکھ رہے ہیں وہی ہمارے مرنے کے بعد سینوں کے ڈر سے عبارت بدل ڈالیں گے اور ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ میاں راندیری جی کے ترجمہ کے مطابق جس قدر دیوبندی وہابی راندیری جی کے ماننے والے اور جس قدر عورتیں راندیری جی کو ماننے والی ہیں ان سب پر لازم ہے کہ وہ خوب حرام کریں، حرام کرائیں، کوئی حرام کام نہ چھوڑیں۔ کیونکہ جس حرام کام کو چھوڑیں گے۔ راندیری جی کے فتوے سے فاسق جہنمی ہوں گے۔ اب اس میں راندیر خواہ سورت کے رہنے والے ہوں یا ڈابھیل نو ساری کے۔ یا بمبئی بڑودہ کے جس قدر راندیری جی کے ماننے والے ہیں۔ ان کے لئے بھی صرف تین راستے ہیں۔ یا تو حرام کریں یا اپنے فاسق جہنمی ہونے کا اقرار کریں یا اگر خدا توفیق دے تو راندیری کا پیچھا چھوڑ کر دیوبندی دھرم سے توبہ کر کے سچے پکے سنی مسلمان بن جائیں اور ہدایت اللہ عزوجل کے ہاتھ ہے۔

پنجم۔ تھانوی جی آپ نے سینوں کے خوف سے عبارت تو بدل ڈالی مگر کچھ خبر بھی ہے کہ اس بیجاری تنویۃ الایمان کا ستیاناس لگ گیا۔ آپ تو اب یوں لکھتے ہیں کہ ”جو شخص بغیر عذر حرام کرے وہ فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔“ مگر سنئے وہ آپ کے اور تمام وہابیہ دیوبندی یا غیر مقلدین کے امام جی میاں اسماعیل دہلوی اپنی تنویۃ الایمان مطبوعہ رحمانی پریس کے صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں۔ ”اس دنیا میں سب گنہگاروں نے گناہ کئے ہیں کہ فرعون بھی اس دنیا میں تھا اور ہامان بھی اس میں بلکہ شیطان بھی اس میں ہے۔ پھر یوں سمجھئے کہ جتنے گناہ ان سب گنہگاروں سے ہوتے ہیں۔ سوائے آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں۔ اللہ صاحب اتنی ہی اس پر بخشش کرے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توحید کی برکت سے سب گناہ بخشنے جاتے ہیں۔ جیسے کہ شرک کی شامت سے سب اچھے کام ناکارہ ہو جاتے ہیں اور یہی حق ہے۔ اس لئے کہ جب شرک سے آدمی پورا پاک ہو گا کہ کسی کو اللہ کے سوا مالک نہ سمجھے اور اس کے سوا کہیں بھاگنے کی جگہ نہ جائے اور یہ اس کے دل میں خوب ثابت ہو جائے کہ اس کے تقصیر وار کو اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں اور اس کے مقابل کسی کا زور نہیں چلتا اور اس کے روبرو کسی کی حمایت نہیں چلتی اور کسی

کی سفارش اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا۔ دیکھئے امام الوہابیہ کا کیسا کھلا اقرار ہے کہ آدمی شرک سے پورا پاک ہو کر جس قدر گناہ کرے گا اسی قدر اس پر اللہ کی بخشش بھی زائد ہوگی اور جس قدر کم گناہ ہوں گے اسی قدر بخشش بھی کم ہوگی اور اگر گناہ بالکل نہ ہو گئے تو اس کی بخشش بھی نہ ہوگی کیونکہ خود امام الوہابیہ کا قول ہے کہ جتنے اس کے گناہ ہیں۔ اللہ صاحب اتنی ہی اس پر بخشش کرے گا۔ آپ تو سینوں کے ڈر سے یوں کہتے ہیں کہ جو حرام کرے وہ فاسق گنہگار و دوزخی ہے اور امام الوہابیہ کا مذہب یہ ہے کہ جتنے حرام کار کرے گا اتنی ہی اس پر بخشش ہوگی۔ فرمائیے تھا نوی جی آپ سچے ہیں یا آپ کے امام میاں اسماعیل دہلوی جی۔ آپ کی نئی بہشتی گو بریج ہے یا تفویہ الایمان۔

ششم ہر شخص جانتا ہے کہ بخشش طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور امام الوہابیہ کے دھرم میں بخشش کا حاصل ہونا گناہ پر موقوف ہے تو امام الوہابیہ کے دھرم میں گناہ کرنا بھی فرض ہو گیا۔ کیونکہ بغیر گناہ کے بخشش نہیں ہو سکتی۔ اب بولئے خدا کی بخشش چاہتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں چاہتے ہیں تو مہربانی فرما کر اس کا صاف قرار فرمائیے اور اگر آپ خدا کی بخشش چاہتے ہیں تو آپ کے امام جی کے قول سے لازم کہ آپ خوب حرام کیا کریں۔ کیونکہ جس قدر رائد آپ حرام کریں گے سی قدر زائد بخشش ہوگی۔ آپ بتائیے آپ حرام کاری کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو امام الوہابیہ کے قول سے آپ کی بخشش نہیں اور اگر آپ حرام کاری کرتے ہیں تو آپ اپنی نئی بہشتی گو ہر کے قول سے فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟

ہفتم ہاں ہاں راندیر یو ڈا بھیلیو تارا پور یو نر ماد یو بریاد یو سا مرد یو در بھنگیو کا کورو یو امر دھو اٹھو یو امر تسر یو دھلو یو سارے کے سارے وہابیو نجد یو دیو بند یو غیر مقلد و سب کے سب ایک سرے سے بول چلو تم لوگ حرام کاری اور گناہ کرتے ہو یا نہیں؟ اگر نہیں کرتے تو امام الوہابیہ کے فتوے سے تمہاری بخشش نہیں اور اگر کرتے ہو تو حرام کار ہو یا نہیں؟ اور شریعت کے حکم کے مطابق تم لوگ فاسق جہنمی ہو یا نہیں؟

ہشتم تم سب کے سب یہ بھی بولو کہ تم لوگوں کی عورتیں بھی حرام کاری کرتی ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کرتی ہیں تو تفویہ الایمانی دھرم کے مطابق ان کی بخشش نہیں ہوگی اور اگر کرتی ہیں تو اقرار کرو کہ تمہاری عورتیں حرام کار اور شریعت کے مطابق فاسق گنہگار مستحق عذاب نار لائق دوزخ اور جہنم کی سزاوار ہیں یا نہیں؟

نہیم: اتنا ہی نہیں بلکہ وہابی دھرم میں انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ماننا ہر حرام سے بدتر حرام اور ہر گناہ سے بدتر گناہ ہے۔ امام الوہابیہ اپنی تقویۃ الایمان مطبع مجیدی کان پور صفحہ ۴۱ پر لکھتا ہے۔ ”آدی کتنا ہی گناہوں میں ڈوب جائے اور محض بے حیائی بن جائے اور پر ایسا مال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرے اور کچھ بھلائی برائی کا امتیاز نہ کرے مگر تو بھی شرک کرنے سے اور اللہ کے سوائے اور کسی کے ماننے سے بہتر ہے۔“ دیکھو تھانوی جی کسی کھلی تصریح ہے کہ گناہوں میں بالکل ڈوب جانا محض بے حیائی بن جانا۔ چوری یا قلم سے پر ایسا مال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرنا۔ بھلے کرے میں امتیاز نہ کرنا یعنی خدا کے حرام کو حرام نہ جاننا اور اس کے حلال کو حلال نہ سمجھنا۔ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ماننے سے بہتر ہے۔ بس معلوم ہوا کہ وہابی دھرم کا اصل الاصول یہی ہے کہ جو آدی صرف اللہ ہی کو مانے اور اس کے سوا نہ کسی نبی کو مانے نہ کسی رسول کو نہ جنت کو نہ دوزخ کو نہ کسی فرشتہ کو اور خوب گناہ پر گناہ کرے اور حرام کرے حرام کرائے۔ وہابی دھرم میں وہی خدا کا پیارا ہے وہی موصوفہ اور مسلمان ہے جس قدر زائد اس کے گناہ ہیں۔ اسی قدر اس پر خدا کی رحمت و بخشش ہوگی۔ لعنت ہے ایسے دھرم پر اور توف ہے ایسے دھرم کے ماننے والوں پر۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

دہم تھانوی جی ہم سنا کرتے تھے کہ جس طرح آریہ لوگ اپنی لڑکیاں دے کر آریہ بناتے ہیں۔ اسی طرح دیوبندیوں اور غیر مقلدین کا طریقہ ہے۔ جس طرح آریوں کے یہاں نیوگ ہے اسی طرح وہابی دھرم میں بھی ہے مگر ہمیں آپ جیسے نمبری وہابیوں کی لمبی لمبی داڑھیاں بڑے بڑے عمامے نیچے نیچے نیچے لمبی چوڑی نمازیں پیشانی کے کالے کالے داغ دیکھ کر اس بات کا یقین نہیں آتا تھا مگر اب جو آپ کی ہشتی گوہر کے زرد کے سلسلہ میں تقویۃ الایمان دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تب جا کر اصلی راز معلوم ہوا اور یہ بھی سمجھے کہ ان لمبی لمبی داڑھیوں ہی کی آڑ میں شکار کھیلے جاتے ہوں گے اور وہابیہ دیوبندیہ وغیر مقلدین ضرور نیوگ کرتے اور اپنی بیوی بیٹی ماں بہن بہو سے کرواتے ہوئے کیونکہ نیوگ زیادہ سے زیادہ ایک حرام و گناہ ہے اور امام الوہابیہ کہہ چکا کہ جس قدر گناہ ہوئے اسی قدر بخشش ہوگی۔ آج معلوم ہوا کہ ہندوؤں میں آریہ دیانتدہ ہیں اور مسلمانوں میں آریہ دیوبندی ہیں۔ آج ہمارا وہ تعجب بھی جاتا رہا جو وہابی دھرم کی

تیزی رفتار پر ہوتا تھا کہ آخر یہ دھرم اس قدر جلد کیوں پھیلتا جاتا ہے۔ آج معلوم ہوا کہ بیچارے نادان مذہب سے ناواقف مسلمانوں کی مسلمانی اور بے پڑھے نوجوان سینوں کی سنت پھانسنے کے لئے وہابی دھرم بہت سی مہینہ بھر کی کوشش والے حلقے رکھتا ہے اور ایک وہابی دھرم پر کیا موقوف ہے۔ تمام باطل اور جھوٹے مذہبوں کو اپنے نئے مہمانوں کی اسی طرح دعوت کرنی پڑتی ہے۔ آریوں کے یہاں نیوگ ہے کہ ایک ایک عورت کے لئے گیارہ گیارہ شوہروں کی وسعت دیتا ہے۔ عیسائیوں کے یہاں کفارہ ہے۔ یعنی معاذ اللہ تمام عیسائیوں کے گناہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اوپر لا کر پھانسی پا کر لعنت کی موت مر گئے اور تین روز تک تمام عیسائیوں کے بدلے خود جہنم کا عذاب بھگتتے رہے لہذا اب کوئی عیسائی کسی قدر بھی گناہ کر لے اس پر کچھ الزام نہیں۔ رافضیوں نے اپنے یہاں متعہ رکھا ہے کہ ایک رقم پر کچھ مدت کے لئے جہد کی ایک تعداد اور بوسوں کی ایک مقدار پر متعہ کر لے تو اس کے لئے بہت بڑے بڑے ثواب ہیں۔ وہابیوں نے اپنے دھرم میں چھانٹ کر چہر تو حید کا مسئلہ رکھا ہے کہ آدمی بس صرف ایک خدا کو مانے اور اس کے سوا کسی نبی رسول فرشتہ کو نہ مانے پھر جس قدر زائد گناہ کرے گا حرام کرائے گا اسی قدر زائد اس پر بخشش و رحمت ہو گی۔ مگر یاد رکھو تھنوی جی آریوں کا نیوگ عیسائیوں کا کفارہ رافضیوں کا متعہ تم وہابیوں دیوبندیوں وغیر مقلدوں کا مسئلہ چہر تو حید چاروں جھوٹے ہیں۔ حق کے سامنے چاروں اوندھے اور اندھے پڑے رہیں گے۔ جو مسلمان حق پسند ہیں وہ کبھی بد بودار چمڑے کے پیچھے اپنی مسلمانی اور سنت کو برباد کرنا گوارا نہ کریں گے۔ تم چاروں فرقوں کے چاروں ناپاک مسئلوں پر تھوک کرا لگ ہو جائیں گے اور وہ اپنے ایمان و اسلام کو سلامت رکھیں گے۔ قال تعالیٰ لا یلیس:

ان عبادی لیس لک علیہم سلطان الا من اتبعک من الغوین۔

(پ ۱۴ سورۃ الحجرات آیت نمبر ۴۴)

(پ ۲۳ سورۃ ص آیت نمبر ۸۵)

(پ ۱۴ سورۃ طہ آیت نمبر ۴۷)

لا ملئن جہم مک و ممن تبعک منهم اجمعین۔

والسلام علی من اتبع الهدی۔

بہشتی گوہر کے فتوے پر تمام دیوبندیوں و ہابیوں کا عمل

دیوبندی دھرم کے ایک گردانہ بیٹھی ایک رسالہ جعلی المہند میں لکھتے ہیں کہ علماء حرمین شریفین کے حضور میں یہ رسالہ پیش کیا۔ تو انہوں نے کفر سے ہماری بریت کر دی۔ میں نے دیکھا کہ راندیر کے مناظرہ میں راندیری جی نے المہند پیش کی اور کہا کہ اس میں علماء حرمین شریفین کی پچاس مہریں ہیں اور علماء مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ نے دیوبندیوں کو بالخصوص تھانوی صاحب کو مسلمان لکھا ہے۔ حضرت شیریشہ سنت حافظ قاری ابوالفتح عبیدالرضا مولانا مولوی محمد حشمت علی خاں صاحب رضوی لکھنوی دامت برکاتہم مفتی و مناظر جامع رضویہ بریلی شریف نے فرمایا کہ المہند میں صرف پانچ مہریں حرمین شریفین کی ہیں۔ باقی ساری مہریں علامہ برزنجی کے رسالہ پر تھیں۔ اس پر سے انبیٹھی صاحب نے المہند پراتار لیں۔ ان کے سوا سب مصرودیوبند وغیرہ کے وہابیوں کی مہریں ہیں۔ پھر ان پانچ میں حضرت مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب کی نسبت المہند میں خود قرار ہے کہ اس حضرات نے اپنی تقریریں واپس لے لیں اور نقل دونوں کی المہند میں موجود ہے۔ اول تو یہ کہ جب ان دونوں حضرات پر انبیٹھی صاحب کی فریب کاری کھل گئی تو انہوں نے اپنی تصدیق واپس لے لی اور المہند کو قابل تصدیق نہ جانا پھر ان کی مہر نقل کر لیا اور واپس کا اقرار چھاپ دینا وہی مضمون کہ رع چہ دلا درست دزد نے کہ بکف چراغ دارد۔

دوسرے یہ کہ یوں تو ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ تھانوی نے گنگوہی انبیٹھی دانا تو توئی پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہے اور گنگوہی نے تھانوی انبیٹھی دانا تو توئی و در بھنگی پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور نانو توئی نے تھانوی گنگوہی انبیٹھی دائیہ تراجم کا کوری پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہے اور انبیٹھی نے گنگوہی و تھانوی دانا توئی و راندیری و تارا پوری پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہے اور ثبوت مانگنے پر انبیٹھی جی کی طرح کہہ دے کہ ان لوگوں کے ایسے فتوے میرے پاس موجود تھے تو ضرور مگر پھر ان لوگوں نے واپس لے لئے۔ لعنة الله على الكاذبین اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ المہند ایک جعلی جھوٹی بتاؤنی فرضی مصنوعی کتاب ہے۔ اس میں اصل عبارتیں دیوبندیوں کی نہیں ہیں۔ تحذیر الناس۔ تقویۃ الایمان۔ براہین قاطعہ۔ حفظ الایمان کو میں نے بغور دیکھا مگر ان کتابوں کی عبارتیں المہند میں نہیں تو معلوم ہوا کہ دیوبندی وہابی بھی سمجھتے ہیں کہ

ان کتابوں کی عبارتوں میں ضرور بالضرور توہین و کفر ہے۔ اگر ان کتابوں کی پوری عبارتیں لکھتے تو پھر مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ سے قسمت کا لکھا کفر کا تمغہ مل جاتا اور جن وہابیوں نے المہند پر دستخط کئے ہیں۔ وہ سب کے سب سارے دجالین کذابین ہیں تو ثابت ہوا کہ یہ کتاب جعلی اور دجالوں کی بنائی ہوئی ہے کیونکہ حفظ الایمان میں حضور کے علم کو بچوں، جانوروں، پانگوں سے مثال دی ہے۔ براہین قاطعہ میں شیطان کے علم کو نص سے ثابت کیا ہے اور حضور کے علم کے لئے نص نہ سوجھی حضور کے لئے علم غیب ماننے کو کفر و شرک لکھ دیا اور تحذیر الناس میں ہے کہ ”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا“ اور المہند میں ان عبارتوں میں سے ایک بھی نہیں۔ میں نے وہابیہ کی کتابیں کبھی دیکھی نہ تھیں مگر منشی عمر خاں علی گڑھی کا ایک رسالہ فضل رب خیر دیکھنے میں آیا اس میں علماء اہلسنت پر اس نے حملہ کیا تھا اور حسام الحرمین کی عبارت کا حوالہ دیا تھا تو میں نے کتاب حسام الحرمین شریف میں وہ عبارتیں دیکھیں۔ حسام الحرمین میں جن کتابوں کی عبارتوں پر فتویٰ کفر تھا اس میں سے ایک کتاب حفظ الایمان اشرف علی تھانوی کی ایک شخص کے ذریعہ سے مجھے ملی۔ میں نے اس کی عبارت کو حسام الحرمین کی عبارت سے ملایا تو اسی کے مطابق پایا۔ پھر میں نے سمجھ لیا کہ عمر خاں کی بالکل غلطی ہے ایک اشتہار مسکمی باظہار حق چھپ کر اعلان کر دیا کہ منشی عمر خاں کی کتاب فضل رب خیر جھوٹی اور جعلی ہے اور جسکے جواب میں ایک اشتہار بنام تحقیق حق معتمد سید علی اکبر قادری کا مجھے ملا۔ جس میں لکھا تھا کہ آپ اگر علماء دیوبند کے رسائل دیکھتے تو آپ مقالہ نہ کھاتے۔ لہذا دیوبندیوں کے بہت سے رسالے خرید کر مطالعہ کئے اور حسام الحرمین شریف کو بھی دیکھا۔ تو جن جن کتابوں کی عبارتوں پر کفر کا فتویٰ ہے مثلاً براہین قاطعہ و حفظ الایمان و تحذیر الناس ان کتابوں کی عبارتوں سے حسام الحرمین شریف میں ان کی منقولہ عبارتوں کو ملایا تو برابر پایا اور المہند میں براہین قاطعہ و حفظ الایمان و تحذیر الناس کی عبارتیں پوری نہیں۔ لہذا المہند خود گواہی دیتی ہے کہ میں جعلی کتاب ہوں کیونکہ مجھ میں تحذیر الناس براہین قاطعہ و حفظ الایمان کی عبارتیں نہیں ہیں اور کیونکر ہو۔ حسام الحرمین میں جو پوری عبارتیں حفظ الایمان و براہین قاطعہ و تحذیر الناس کی ہیں۔ اگر مجھ میں وہ اصلی عبارتیں ہوتیں تو ضرور کفر کا فتویٰ ملتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ المہند بالکل جعلی بناوٹی جھوٹی کتاب ہے اور المہند خود کہتی

ہے کہ اگر تمہیں یقین نہ ہو تو براہین قاطعہ حفظ الایمان، تحذیر الناس میںوں کو مجھ سے ملاو اور مقابلہ کر کے دیکھو۔ مجھ میں ان کی کفریات کی عبارتیں پوری ہرگز نہ پاؤ گے اور المہند پر جن علماء دیوبند وہابیہ نے مہر کی ہیں وہ تمام دجالی فریبی گروہ کے ہیں۔ لعنة الله على الكذابين۔

پیارے سنی مسلمان بھائیو آپ سمجھے بھی یہ کیا بات ہے۔ تھانوی نے بہشتی گوہر میں فتوے دیا کہ جو شخص حرام نہ کرے وہ فاسق جہنمی ہے۔ امام الوہابیہ نے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ جس قدر گناہ ہونگے اسی قدر خدا کی بخشش ہوگی اور حرام کاموں میں مبعوث ہونا۔ افترا کرنا۔ بہتان باندھنا۔ تہمت اٹھانا دھوکے فریب دینا بھی ہے۔ تو میاں خلیل احمد انبیٹھی اور تھانوی اور جتنے وہابیوں دیوبندیوں نے المہند پر دستخط کئے ہیں سب نے بہشتی گوہر اور تقویۃ الایمان کے فتوؤں پر عمل کر کے حرام کرنے کا نمونہ دکھایا ہے۔ المہند میں کسی مقام پر تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ و حفظ الایمان و تحذیر الناس کی کوئی اصلی عبارت نہیں لکھی اپنا عقیدہ ان کتابوں کے خلاف لکھا صاف انکار کیا کہ ہم میں اور ہمارے دیوبندی مولویوں میں کسی نے ایسا نہیں لکھا۔ نئی عبارتیں گڑھیں اور پوری بنہ حیاتی سے کہہ دیا کہ یہ تحذیر الناس براہین قاطعہ کی عبارت کا خلاصہ ہے بلکہ بالکل ایک نئی عبارت جو دنیا بھر کی نئی پرانی کسی حفظ الایمان میں نہیں لکھ کر اسے المہند میں تھانوی کا کلام بتایا بلکہ جو مضمون تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ و تحذیر الناس و حفظ الایمان میں ہے۔ صاف صاف ان کے ماننے والوں پر کفر کا فتویٰ دے دیا۔

ان دجالوں، مکاریوں، عیاریوں کا اس کے سوا کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ انبیٹھی و تھانوی اور سارے کے سارے وہابیہ دیوبندیہ نے عمل کر کے دکھایا ہے کہ دیکھو جس طرح ہم نے یہ حرام کاریاں کی ہیں۔ اسی طرح وہابی دیوبندی مردوں، عورتوں کو چاہئے کہ بہشتی گوہر و تقویۃ الایمان کے مطابق عمل کریں۔ خوب حرام کرا کر جہنم سے بھییں اور خدا کی بخشش حاصل کریں اور جس طرح ہم جیسے دیوبندی مولویوں کو ایسی حرام کاریاں کرتے ہوئے کچھ شرم نہ آئی بلکہ کھلم کھلا ایسی ناپاک ملعون حرکتوں کو علی الاعلان چھاپ کر شائع کر دیا۔ اسی طرح تمام وہابی دیوبندی مرد اور عورتیں سب کی سب علی الاعلان حرام کرانے اور حرام کروانے میں کچھ شرم نہ کریں۔ لعنة الله على الظالمين۔ ان ظالموں پر خدا کی پھٹکار۔

ارے وہابیو! دیوبند یو غیر مقلد و خدا کے لئے ذرا آنکھیں کھولو۔ حق و باطل کو انصاف کی ترازو میں تولو، اللہ عزوجل اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

والسلام علی من اتبع الهدی
 فقیر حاجی غلام حسن قادری برکاتی نوری عفی عنہ ذنبہ المصنوی والصوری
 از سورت محلہ گوپی پورہ مومناواڑ۔ ۲۹ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۵ھ

امکان کذب کا فتنہ

از افادات حضرت علامہ مولانا مفتی بدر الدین احمد صاحب علیہ الرحمۃ المتوفی ۱۳۱۲ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جھوٹ ایک ایسا عیب ہے جس سے کبھی لوگ نفرت کرتے ہیں یہاں تک کہ خود جھوٹا آدمی بھی جھوٹ کو بُرا جانتا ہے چنانچہ اگر بھری محفل میں اس کا جھوٹا ہونا ظاہر کر دیا جائے تو وہ چٹھے کا جھنجھلائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا بڑا الجھجھورا کام ہے، لیکن محترم قارئین کو یہ جان کر سخت حیرت ہوگی کہ وہابی مذہب نے یسوعؑ کو رَبُّ الْعِزَّةِ جَلَّ مَکَانُہُ کے حق میں جھوٹ بولنا جائز قرار دیا ہے۔

امکان کذب الہی کا فتنہ سب سے پہلے ملائے دہلوی مولوی اسماعیل نے ایک اعتراض کے جواب میں کھڑا کیا۔ واقعہ یوں ہے کہ قدیم زمانے سے مسلمانوں کا یہ اعتقاد چلا آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے مثل پیدا فرمایا ہے۔ حضور کا مثل ہونا محال ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے اس اعتقاد کی مخالفت کرتے ہوئے یہ نیا عقیدہ پیدا کیا کہ سرکار مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے مثل نہیں بلکہ سرکار جیسے سینکڑوں محمد پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس پر اس زمانے کے علمائے اسلام نے اعتراض کیا کہ حضور کا مثل کیونکر ممکن ہے؟

لے بحوالہ مہنا میں بدر ملت "مرتب مولانا عبد الصمد قادری مطبوعہ ایڈمیٹی بمبئی ۱۹۹۹ء۔

جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے حق میں فرمادیا **وَالْكَذِبُ رُسُولُ اللَّهِ**
وَحَاقَتْهُمُ النَّبِيُّنَ یعنی پیارے مصطفیٰ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں
 تو اب حضور کا مثل ہرگز ممکن نہیں۔

توضیح اس مقام کی یہ ہے کہ ختم نبوت کا وصف شرکت قبول کرنے
 کی صلاحیت نہیں رکھتا جس کا معنی یہ ہے کہ آخری نبی صرف ایک ہی
 شخص ہو سکتا ہے کسی دوسرے کا آخری نبی ہونا عقلاً محال بالذات
 ہے اب رہی یہ بات کہ وہ ایک شخص کون ہے جس کو ختم نبوت کا تاج

پہنایا گیا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے خبر دی کہ وہ ایک شخص پیارے
 محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جنہیں آخری نبی بنایا گیا تو خود رب العزّة
 جل جلالہ نے حضور کو **وَحَاقَتْهُمُ النَّبِيُّنَ** کہہ کر خبر دے دی کہ میرے مصطفیٰ
 کا مثل ممکن نہیں بلکہ محال بالذات ہے۔ سابق علمائے اسلام نے یہی

اعتراض مولوی اسماعیل دہلوی پر کیا کہ تم جو حضور کا مثل ممکن بتاتے ہو
 اس سے خبر الہی کا جھوٹا ہونا لازم آرہا ہے لیکن چونکہ خبر الہی کا جھوٹا ہونا بالانفاق
 محال ہے ہرگز ممکن نہیں اس لیے سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل
 بھی ہرگز ممکن نہیں۔ اس اعتراض کے جواب میں ملا اسماعیل دہلوی نے

امکان کذب الہی کا فتنہ کھڑا کیا اور مسلمانوں میں یہ کفری عقیدہ پھیلا یا
 کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے محال نہیں ہے۔ **وَنَحْشُدُ**
بِاللَّهِ تَعَالٰی مِنْ ذَلِكَ

آیت کریمہ: **وَالْكَذِبُ رُسُولُ اللَّهِ وَحَاقَتْهُمُ النَّبِيُّنَ** کے بارے میں
 ملا دہلوی نے یہ جواب دیا:-

”بعد اخبار ممکن ست کہ ایشان را فراموش گردانیدہ شود پس قول
 قول بامکان وجود مثل اصلا منجز بکذب نصی از انصوص نہ گردید“ یعنی اللہ

تعالیٰ نے جو آیت کریمہ میں حضور کے خاتم الانبیاء ہونے کی خبر دی ہے اس خبر دینے کے بعد ممکن ہے کہ یہ آیت لوگوں کو بھلا دی جائے لہذا حضور کا مثل پائے جانے کو ممکن ہے کہنا اس سے کسی آیت قرآن کا جھٹلانا لازم نہیں آتا۔ ملائے دہلوی کے جواب کا معنی یہ ہے کہ جب سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل پیدا ہوگا تو اس وقت اللہ تعالیٰ خاتم النبیین والی آیت کریمہ لوگوں کے دلوں سے بھلا دے گا اور جب آیت کریمہ کسی کو یاد ہی نہ رہ جائے گی تو خبر الہی کو کون جھٹلائے گا۔ حاصل جواب یہ ہے کہ امام دہلوی مولوی اسماعیل دہلوی کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی خبر کا جھوٹا ہونا درست ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہاں اس بات میں حرج ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کے کذب پہاگاہ ہو جائیں۔ اس حرج سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ قرآن کی آیتوں کو بندوں کے دل سے بھلا دے گا۔ مَعَاذَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِینَ یہ ہے باطل کفری عقیدہ دہلویوں کا۔

مسلمان کہلانے کا تقاضہ تو یہ تھا کہ مولوی اسماعیل دہلوی سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی افضلیت پر حملہ نہ کرتے اور اس بات پر ایمان لاتے کہ ختم نبوت کے وصف میں سرکار کا مثل و نظیر محال بالذات ہے لیکن وہ اگر شیطان کے بہکنے سے بہک گئے تھے تو علمائے اسلام کے ٹوکنے پر تو ان کو سنبھل ہی جانا چاہیے تھا مگر بُرا ہو پندار علم کا جس نے اُن کو اپنے ایک دوسرے کفری عقیدہ کی طرف دھکیل دیا۔ یعنی امکانِ نظیر کے اعتقاد باطل نے ان کو امکانِ کذبِ الہی کا معتقد بنا دیا۔ چنانچہ انھوں نے خاص مسئلہ امکانِ کذب کے ثبوت میں ایک کتاب یکروزہ لکھ کر امت میں ایک فتنہ عظیم کھڑا کر دیا۔ اس کتاب کے دلائل کا حال یہ ہے کہ جس طرح ایک جھوٹی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے دسوں جھوٹ گڑھنا پڑتا ہے ٹھیک اسی طرح اللہ رب العزت کا کذب ثابت کرنے کے لیے ان کو ایسی ایسی

دیلیں گڑھنی پڑیں جو سینکڑوں کفریات کا پٹارا ہیں جس کو اس کا
مشاہدہ کرنا ہو وہ سرکارا علی حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی مقدس تصنیف **سُبْحَانَ السَّبُوح** ص ۳۳ تا ۶۶ کا مطالعہ کرے۔

بہت سے سادہ لوح حضرات کا گمان ہے کہ سُنیت اور وہابیت
کے درمیان صرف چند فروعی امور میں اختلاف ہے لیکن یہ گمان شدید
غلط ہے کیونکہ سُنیت اور وہابیت کا اختلاف فروعی امور میں ہونے
کے ساتھ ساتھ بنیادی مسائل میں بھی ہے یہاں تک کہ خود ایمان باللہ
کے مسئلہ میں ہمارا اور وہابیوں کا شدید بنیادی اختلاف ہے۔ چنانچہ
ہم اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کا صدق ازلا و
ابد واجب ہے لیکن اس کا کذب ممکن نہیں بلکہ محال بالذات ہے اور
وہابی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کذب ممکن ہے لہذا صدق
واجب نہیں۔ اور یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ وجود صدق کا عقیدہ
اور امکان کذب کا عقیدہ ان دونوں میں قطعی بنیادی اختلاف ہے
اس لیے ثابت ہو گیا کہ ایمان باللہ کے مسئلہ میں ہمارا اور وہابیوں
کا سنگین بنیادی اختلاف ہے۔

یوں تو جس مسلمان کا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر ایمان ہے اس کا فطری طور پر یہ عقیدہ
ہے کہ اللہ رب العزّة جلّ جلالہ کا جھوٹا ہونا ہرگز ممکن نہیں کیونکہ
اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ازلا صادق رہا اور ہے اور اب تک صادق رہے گا
تو کذب کے امکان کی جڑ تو یہیں سے کٹ گئی لیکن چونکہ وہابیوں نے
اسلامی عقیدہ کے نام سے مسلمانوں میں یہ فتنہ پھیلا رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ
جھوٹا تو نہیں مگر اس کا جھوٹا ہونا ممکن ہے اس لیے ہم سادہ لوح
مسلمانوں کے اطمینان کی خاطر عقائد اسلام کی قدیم کتابوں سے

④ علامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف قدسی اس شرح مسمرہ

میں فرماتے ہیں، لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأَشْعَرِيَّةِ وَغَيْرِهَا فِي أَنَّ كُلَّ مَا كَانَ وَصِفٌ فَقَدْ قَالَ بَارِئُ تَعَالَى عَنْهُ مُنْذُ وَهُوَ مُحَالٌ عَلَيْهِ تَعَالَى وَالْكَذِبُ وَصِفٌ فَقَدْ قَالَ بَارِئُ تَعَالَى عَنْهُ مُنْذُ

اور غیر اشاعرہ کسی کو اس میں اختلاف نہیں کہ جو کچھ صفت عیب ہے باری تعالیٰ اس سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر ممکن نہیں اور کذب صفت عیب ہے۔

⑤ کنز الفوائد میں ہے قَدْ سَمِعْنَا عَنْ الْكَذِبِ شَرْعًا

وَعَقْلًا إِذْ هُوَ قَبِيحٌ يَذْرُكُ الْعَقْلُ قُبْحَهُ مِنْ غَيْرِ تَوَقُّفٍ

عَلَى شَرْعٍ فَيَكُونُ مُحَالًا فِي حَقِّهِ تَعَالَى عَقْلًا وَشَرْعًا

كَمَا حَقَّقَهُ ابْنُ الْهَمَامِ وَغَيْرُهُ يَسْمَعُ بِحُكْمِ شَرْعٍ وَبِحُكْمِ

عقل ہر طرح اللہ تعالیٰ کذب سے پاک مانا گیا ہے اس لیے کہ کذب قبیح عقلی

ہے کہ عقل خود بھی اس کے قبیح کو مانتی ہے بغیر اس کے کہ اس کا پہچانا شرح

پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کے حق میں عقلاً و شرعاً ہر طرح محال

ہے جیسا کہ امام ابن الہمام وغیرہ نے اس مسئلہ کی تحقیق افادہ فرمائی۔

علامہ حلال دوائی شرح عقائد میں لکھتے ہیں: الْكَذِبُ عَلَيْهِ تَعَالَى

مُحَالٌ لَا تَشْمَلُهُ الْقُدْرَةُ يَسْمَعُ اللَّهُ تَعَالَى كَالْجَهْلُ مَا هُوَ مُحَالٌ هُوَ

قدرت الہی میں داخل نہیں۔

⑧ شرح عقائد حلالی میں ہے الْكَذِبُ مُنْقَضٌ وَالنَّقْصُ عَلَيْهِ مُحَالٌ

فَلَا يَكُونُ مِنَ الْمُمَكِّنَاتِ وَلَا تَشْمَلُهُ الْقُدْرَةُ كَأَنَّ رُجُوعَهُ

النَّقْصِ عَلَيْهِ تَعَالَى كَالْجَهْلِ وَالْعَجْزِ جَعَلَ جَهْلٌ عَيْبٌ هُوَ عَيْبٌ

اللہ پر محال تو کذب الہی ممکنات سے نہیں نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اسے

شامل جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل و عجز الہی، کہ سب محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج۔

ہم اختصار کی خاطر اتنے ہی حوالوں پر بس کرتے ہیں جس کو مزید بانیس نصوص آئمہ اور تیس دلائل قاسرہ دیکھنے کا شوق ہو وہ سرکارِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف سخن التَّبْوِج کا مطالعہ کرے۔ و لہٰذا اپنے عقیدہ امکانِ کذب کی حمایت میں جس مغالطہ آمیز دلائل سے کام لیتے ہیں ذیل میں ان کا بطلان پیش کیا جا رہا ہے۔

① امکانِ کذب کے ثبوت میں عام دہائی دیوبندی یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور چونکہ جھوٹ بھی ایک چیز ہے لہٰذا وہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور جب جھوٹ بولنے پر قادر ہے تو اس کے لیے جھوٹ بولنا ممکن ہوا۔

جواب: جب وہابیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کا پہلا جھوٹ یہی کلام یعنی إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہو تو پھر اس کلام کو دلیل میں پیش کرنا کیونکر صحیح ہوگا۔

دوسرا فولادی اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ کذب الہی عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ کے لیے محال بالذات ہے۔ لہٰذا کذب الہی محال بالذات ہے اور کوئی محال بالذات ممکن نہیں۔ ثابت ہوا کہ کذب الہی ممکن نہیں۔ پھر ذات باری تعالیٰ کو جھوٹ پر قادر کہنا یہ وہابیوں کا سخت ترین مغالطہ ہے کیونکہ کذب الہی محال بالذات ہے اور کوئی محال بالذات زیرِ قدرت نہیں۔ لہٰذا کذب الہی زیرِ قدرت نہیں تو پھر کذب الہی کو زیرِ قدرت بتا کر امکانِ کذب کو ثابت کرنا دجل و فریب

نہیں تو اور کیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ مفہوم کی تین قسمیں ہیں۔ واجب، ممکن، محال۔
واجب: وہ مفہوم ہے جس کا وجود ضروری ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات۔

ممکن: وہ مفہوم ہے جس کا نہ وجود ضروری ہو نہ عدم مثلاً عالم اور غالم کی چیزیں۔

محال: وہ مفہوم ہے جس کا عدم ضروری ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا کذب، جہل، عجز اور دوسرا خدا ہونا۔

واضح ہو کہ زیر قدرت الہی صرف ممکنات ہیں۔ واجب اور محال زیر قدرت نہیں۔ شرح مقاصد میں ہے لَا شَيْءٌ مِنَ الْوَاجِبِ وَالْمُتَنَعِ بِمَقْدُورِهِ یعنی واجب اور محال ہرگز زیر قدرت نہیں۔

شرح مواقف میں ہے عَلِمَهُ تَعَالَى يَعْنِي الْمَفْهُومَاتُ كُلُّهَا أَطْمَکَنَةً وَالْوَاجِبَةُ وَالْمُتَنَعَةُ فَهِيَ أَعْلَى مِنَ الْقُدْرَةِ لِأَنَّهَا تَخْتَصُّ بِالْمُمْكِنَاتِ دُونَ الْوَاجِبَاتِ وَالْمُتَنَعَاتِ یعنی علیم الہی ممکن، واجب اور محال سب مفہوم کو شامل ہے تو وہ قدرت الہی سے عام ہے کیونکہ قدرت الہی صرف ممکنات ہی سے متعلق ہے واجبات اور محالات سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔

حوالجات مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ میں کل سے مراد کل ممکن ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر ممکن پر قادر ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا محال ہے تو وہ زیر قدرت نہیں اور جب وہ زیر قدرت نہیں تو ہرگز ہرگز ممکن نہیں، اب ہم اس مقام

پر وہابیوں سے ان کے اس مغالطہ آمیز استدلال کے پیش نظر ایک سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے یا نہیں کہ شیطان کو وہابیوں کا خدا بنادے۔ اگر کہو کہ اللہ تعالیٰ قادر نہیں تو تم ان اللہ علیٰ کل شیئی قَدِیْر کا انکار کر کے کھلم کھلا کافر ہو گئے اور اگر کہو کہ شیطان قدرت الہی سے وہابیوں کا خدا ہو سکتا ہے تو تم وحدانیت کا انکار کر کے کھلے عام مُرتد ہو گئے۔ بولو! ہے کوئی وہابیوں میں دم خم والا جو وہابی مذہب کو برقرار رکھتے ہوئے اس سوال کا جواب دے سکے۔

② وہابی کہتے ہیں کہ انسان کو جھوٹ بولنے پر قدرت ہے تو اگر اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہو تو قدرت انسانی، قدرت ربانی سے بڑھ جائے گی اور یہ محال ہے کہ قدرت انسانی قدرت ربانی سے بڑھ جائے۔ لہذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ بولنا ممکن ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: **وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ** یعنی تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اہل سنت کا ایمان ہے کہ انسان اور اس کے تمام اعمال، اقوال، احوال، اوصاف سب اللہ عزوجل کے پیدا کیے ہوئے ہیں، انسان کو صرف کسب پر یا پاک گوشت اختیار ملتا ہے، لیکن اس کے سارے کام مولیٰ عزوجل ہی کی سچی قدرت سے واقع ہوتے ہیں۔ آدمی کی کیا طاقت کہ بے ارادۃ الہی کے پلک مار سکے۔ انسان کا صدق و کذب، کفر و ایمان، طاعت و عیبیاں جو کچھ ہے سب کو اسی قادر مطلق جل جلالہ نے پیدا کیا ہے تو جب انسان کا جھوٹ بولنا، کفر کرنا، فسق کرنا، بندگی کرنا سب اللہ ہی کی قدرت سے واقع ہوتا ہے تو پھر قدرت ربانی سے قدرت انسانی کیوں بڑھ سکتی ہے اور یہی بات کہ اگر کذب الہی پر خدا نے تعالیٰ قادر نہ ہو گا تو قدرت ربانی گھٹ جائے

گی تو ایسا سوچنا صرف بد و ماغ و ہابی کا کام ہو سکتا ہے اس لیے کہ کذب الہی محال اور ناممکن ہے اور کوئی محال زیر قدرت نہیں اور کذب الہی جب زیر قدرت نہیں تو قدرت گھٹنے کی کیا بات ہے ؟

اس مقام پر پھر ہم وہابیوں سے ایک سوال کرتے ہیں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ بہت سے انسان اس بات پر قادر ہیں کہ وہ پتھر کی مورتی بنا کر اس کو معبود قرار دیں اور صبح و شام اس کی پوجا کریں تو اگر خدا، پتھر کی مورتی کو اپنا معبود قرار دے کر صبح و شام اس کی پوجا پر قادر نہ ہو تو قدرت انسانی، قدرت ربانی سے بڑھ جائے گی اور چونکہ قدرت انسانی کا قدرت ربانی سے بڑھ جانا محال ہے لہذا ثابت ہوا کہ خدا کا پتھر کی مورتی کو اپنا معبود قرار دینا ممکن ہے۔

بولو اسے کوئی وہابیوں میں بہت والا جو وہابی مذہب کو باقی رکھتے ہوئے اس ممکن کو ختم کر دے۔

③ وہابی کہتے ہیں کہ متکلمین کے نزدیک یہ قاعدہ کلیہ مسلم ہے کہ كُلُّ مَا هُوَ مَقْدُودٌ لِلْعَبْدِ مَقْدُودٌ لِلَّهِ یعنی ہر وہ کام جو بندہ اپنے لیے کر سکتا ہے خدا بھی اپنے لیے کر سکتا ہے تو جب آدمی جھوٹ بول سکتا ہے تو خدا بھی جھوٹ بول سکتا ہے کیونکہ اگر خدا جھوٹ نہ بول سکے تو ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کر سکتا ہے اور خدا نہیں کر سکتا اور یہ ظاہر بات ہے کہ خدا کی قدرت بے انتہا ہے لہذا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جس کام کو آدمی کر سکے اسے خدا نہ کر سکے اس لیے ثابت ہوا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے اس کا جھوٹا ہونا ممکن ہے۔

جواب : مَعَاذَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ۝ بے شک قاعدہ کلیہ حق ہے لیکن وہابی اس کے جو معنی بیان کرتے ہیں وہ صریح غلط ہونے کے ساتھ ساتھ کھلا کفر

بھی ہے۔ قاعدہ کلیہ کا صحیح معنی یہ ہے کہ بندہ جس چیز کے کسب پر قادر ہے اللہ اس کے پیدا کرنے پر قادر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بندہ کا ہر کام اللہ تعالیٰ کے خلق و ایجاد ہی سے ہوتا ہے۔ محترم قارئین بھی ملاحظہ فرمائیں کہ قاعدہ کلیہ کو امکان کذب سے کیا تعلق ہے! لیکن جب وہابیوں کے نزدیک یہی طے ہے کہ ہر وہ کام جو بندہ اپنے لیے کر سکتا ہے خدا بھی اپنے لیے کر سکتا ہے تو ان کے مذہب پر لازم آتا ہے

(الف) انسان قادر ہے کہ اپنے خدا کی تسبیح کرے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی قادر ہو کہ اپنے خدا کی تسبیح کرے ورنہ ایک کام ایسا نکلا کہ بندہ تو کر سکے اور خدا نہ کر سکے۔

(ب) آدمی قادر ہے کہ اپنی ماں کی تواضع و خدمت کے لیے اس کے تلوؤں پر اپنی آنکھیں ملے اپنے باپ کی تعظیم کے لیے اس کے جوتے اپنے سر پر رکھ کر چلے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ ایسی تعظیم و تواضع پر قادر ہو ورنہ ایک کام ایسا نکلا کہ بندہ تو کر سکے اور خدا نہ کر سکے۔

(ج) آدمی قادر ہے کہ پر یا مال چڑا چھپا کر اپنے قبضہ میں کر لے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی دوسرے کی مملوک چیز چڑا لینے پر قادر ہو، ورنہ ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کر سکے اور خدا نہ کر سکے۔

(د) آدمی قادر ہے کہ اپنے خدا کی نافرمانی کرے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی اپنے خدا کی نافرمانی پر قادر ہو ورنہ ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کر سکے اور خدا نہ کر سکے۔

اب وہابی یا تو اقرار کریں کہ خدا کے لیے دوسرا خدا ہونا، اور خدا کے ماں باپ ہونا ممکن ہے ورنہ حقیقہ امکان کذب الہی ہے تو کہیں۔
 (۳) ملا رشید احمد گنگوہی نے براہین قاطعہ ص ۳۱ میں لکھا ہے کہ

”امکان کذب کا مسئلہ اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں رد المحتار میں ہے
 هَلْ يَجُوزُ الْخُلْفُ فِي الْوَعْدِ فَظَاهِرٌ مَا فِي الْمَوْاقِفِ
 وَالْمَقَاصِدِ أَنَّ الْأَشَاعِرَةَ قَائِلُونَ بِجَوَازِهِ بِسِاسِ طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور تعجب کرنا محض لاعلمی اور
 امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے“

جواب: محترم قارئین! پہلے آپ مٹا گنگوہی کی مراد سمجھنے کی کوشش کریں۔ واقعہ یوں ہے کہ ضلع بہار پور کے حضرت مولانا عبد السمیع رام پوری نے امکان کذب کے خلاف اپنے صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے انوارِ ساطعہ میں لکھا تھا کہ ”کوئی جناب باری عزّ اسمہ کو امکان کذب کا دھبہ لگاتا ہے۔۔۔ اس کے جواب میں گنگوہی جی فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کو بالامکان جھوٹا کہنا یہ تو کوئی نئی بات نہیں اگلے زمانے کے بعض علمائے اسلام بھی تو خدا کے لیے جھوٹ بولنا ممکن بتا گئے ہیں۔ دیکھو اشاعرہ اہل سنت خلف وعید کے قائل ہیں۔ امکان کذب خلف وعید کی ایک قسم ہے لہذا امکان کذب پر اعتراض کرنا اگلے زمانے کے علمائے دین پر اعتراض کرنا ہے۔۔۔ افسوس اور ہزار افسوس کہ گنگوہی جیسا دہابوں کا شیخ ربانی جب اتنی سنگین افترا سازی اور بہتان طرازی کر سکتا ہے تو چھوٹے چھوٹے دہابی مٹاؤں کا کیا حال ہوگا۔

یہ حقیقت ہے کہ باطل عقائد کا طرفدار خود اندھا ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنے جیسا اندھا سمجھتا ہے۔ بے شک اہل سنت کے بعض علماء خلف وعید کے ضرور قائل ہیں مگر اس کے ساتھ وہی علماء امکان کذب الہی کے عقیدہ کی سخت مخالفت کرتے ہیں، پھر

ان کو امکانِ کذب کا قائل بتانا کتنا سفید جھوٹ اور کس قدر سنگین بہتان ہے۔

جس مواقف میں ہے لَا يُعَدُّ الْخُلْفُ فِي الْوَعْدِ نَقْصًا یعنی خلف وعید عیب نہیں شمار کیا جاتا۔ اسی مواقف میں ہے: إِنَّهُ تَعَالَى يُمْتَنِعُ عَلَيْهِ الْكَذِبُ اِتِّفَاقًا۔ یعنی باری تعالیٰ کا کذب یا اتفاق محال ہے۔ جس شرح طوابع میں ہے أَلْخُلْفُ فِي الْوَعْدِ حَسَنٌ یعنی خلف وعید (سزا معاف کر دینا) کیا اچھی بات ہے اسی شرح طوابع میں ہے أَلْكَذِبُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مُحَالٌ یعنی اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے۔ جس علامہ جلال دوانی نے شرح عقائد جلالی میں لکھا کہ قَصَبَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ إِلَى أَنَّ الْخُلْفَ فِي الْوَعْدِ جَائِزٌ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى لَا فِي الْوَعْدِ وَلِهَذَا أَوْدَعَتِ السُّنَّةُ یعنی بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ وعید میں خلف اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے نہ وعدہ میں۔ اور یہی مضمون حدیث میں آیا۔

وہی علامہ جلال تحریر کرتے ہیں أَلْكَذِبُ عَلَيْهِ تَعَالَى مُحَالٌ لَا تَشْمَلُهُ الْقُدْرَةُ۔ اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے قدرتِ الہی میرے داخل نہیں ہے۔

محترم قارئین ملاحظہ فرمائیں مذکورہ بالا حوالہ جات نے خوب واضح کر دیا کہ ملا گنگوہی کا اتہام غلط ہے اور خلف وعید کے قائل علماء کا دامن، عقیدہ امکانِ کذب کی نجاست سے پاک و صاف ہے۔

⑤ علماء و ہابیہ کہتے ہیں کہ جھوٹ پر خدا کی قدرت نہ مانی جائے تو خدا کا عجز لازم آئے گا اور وہ عجز سے پاک ہے۔ لہذا جھوٹ بولنا اس

لے اس میں راز یہ ہے کہ صدق و کذب خبر کی صفت ہے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)۔

کے لیے ممکن ہوا۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ محال ہے اور محال پر قدرت ہونے سے عجز لازم نہیں آتا۔ سیدنا علامہ عبد الغنی نابلسی اپنی کتاب مطالب فیہ میں ابن حزم فاسد العزم کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں اِنَّ الْعَجْزَ اَمَّا يَكُونُ لَوْ كَانَ الْقُصُورُ مِنْ نَاجِيَةِ الْقُدْرَةِ اَمَّا اِذَا كَانَ لِعَدَمِ قَبُولِ الْمُسْتَحِيلِ تَعَلَّقَ الْقُدْرَةُ فَلَا يَتَوَهَّمُ عَاقِلٌ اَنَّ هَذَا عَجْزٌ بَلْهُ يَعْنِي عَجْزٌ تَوْجِبُ هُوَ كَقُصُورِ قَدَرَتِ كِي طَرَفٍ سَے آئے اور جب وجہ یہ ہے کہ محال خود ہی تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا تو اس سے کسی عاقل کو عجز کا وہم نہ گزرے گا۔ اس مقام پر پھر ہم دہلیویوں سے ایک سوال کرتے ہیں کہ اگر شیطان کی پوجا کرنے پر دہلییہ کے خدا کی قدرت نہ مانی جائے تو اس کا عجز لازم آئیگا اور وہ عجز سے پاک ہے۔ لہذا شیطان کی پوجا کرنا تمہارے خدا کیلئے ممکن ہوا اب دہلیی یا تو شیطان کو اپنے خدا کا عبود مانیں یا اپنے خدا کا عاجز ہونا تسلیم کریں۔ — بحمدہ تعالیٰ ثم بعون رسولہ علیہ النجۃ و الثناء ہماری ان چند سطروں سے خوب ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں وجوب صدق کا عقیدہ رکھنے والے صادق اور امکان کذب کا اعتقاد رکھنے والے کاذب ہیں۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی وَسَلَّمْ عَلٰی اَكْثَرِ خَلْقِهِ وَ اَعْلَمِ خَلْقِهِ وَاَوَّلِ خَلْقِهِ وَاَفْضَلِ خَلْقِهِ وَخَاتَمِ اَنْبِيَآئِهِ وَسَيِّدِ اَصْفِيَآئِهِ مُحَمَّدٍ وَاِلَيْهِ وَصَّيْبُهُ وَاَبْنَةُ الْفَوْتِ الْاَعْظَمِ الْجِيلَةِ فِي الْبَعْدِ اَدِيٍّ وَشَهِيدِ مَحَبَّتِهِ الْمَجْدِ وَالْاَعْظَمِ الْبَرِّيُّونَ اَجْمَعِينَ ۝ وَالْخِرُودُ عَوْنًا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

دبقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اور وعید از قبیل خبر نہیں از قبیل انشاء (رامجری)
(حاشیہ صفحہ موجودہ) لے سخن التبرج ص ۳۸۔

کیا خدا تجھ کو بول سکتا ہے؟

اس نئے موضوع پر

جمہورائے اسلام، امام احمد رضا اور ان کے
مخالفین کے موقف کا اجمالی جائزہ !

مبارک حسین مصباحی

انتساب

اس جلیل القدر محقق، عالم ربانی اور پیکر اخلاص و تقویٰ

کے نام

جو

اہل عرفان و تقویٰ میں۔۔۔ پابند شرع، عاشق رسول اور پرہیزگار ہیں

بلند پایہ اساتذہ میں۔۔۔ قابل فخر اور متبحر اساتذ ہیں

ادیبوں اور قلم کاروں میں۔۔۔ صاحب طرز ادیب اور مستند مصنف ہیں

حسن انتظام اور نظم و نسق کے میدانوں میں۔۔۔ صاحب رائے منتظم اور فلک پیما مدبر ہیں۔

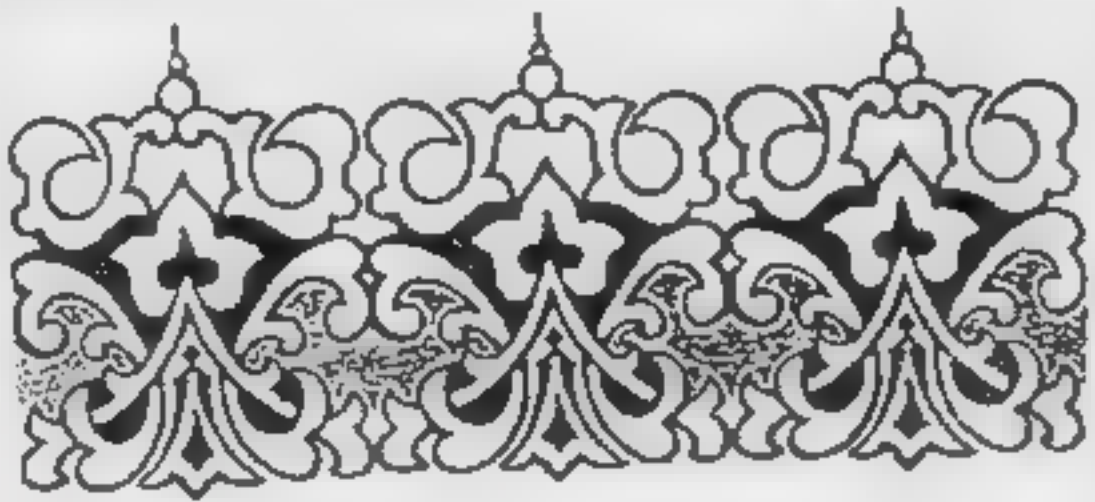
یعنی

استاذنا المکرم حضرت علامہ محمد احمد مصباحی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

جن کے

دستِ خوانِ علم کی خوشنویسی ہی مجھ سچے مددگار کی تمام تر پونجی ہے۔

مبارک حسین مصباحی



امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز تیرہویں صدی ہجری کے مجدد اور اپنے
 مہدی مایہ ناز نگار تھے آپ نے ستر علوم و فنون پر ایک ہزار سے زائد کتب و رسائل تصنیف
 فرمائے۔ آج عالم اسلام میں علماء، مشائخ، فقیہین اور دانشوروں کے درمیان آپ کے علمی،
 فکری، اور تحقیقی سرمایہ کی دستور ہے۔

جناب میر عبد الجبار ڈپٹی چیئرمین (SENATE OF PAKISTAN) اسلام آباد
 لکھتے ہیں:

امام احمد رضا خاں ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے انہوں نے تقریباً
 ستر علوم و فنون پر ایک ہزار سے زیادہ کتابیں لکھیں۔
 امام احمد رضا ایک عظیم معلم اور بلند پایہ فقیہ تھے آپ کی فکر و تحقیق اور قوی نویسی
 کاسب سے ممتاز کمال رہا کہ آپ نے اسلامی عقائد و نظریات کے تعلق سے جتنا کھار ب

لے بغداد امام احمد رضا کا دفتر کراچی شہر عثمانی ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

قرآن و سنت اور مسلک جمہور کی روشنی میں تھا، اسلام کے بنیادی نظریات میں نہ اپنی
 فکری اختراع کی دخل اندازی کی اور نہ غیروں کی جانب سے کسی افراط و تفریط کو برداشت
 کیا۔ اس عقل پرستی اور فکری آوارگی کے دور میں یہی وہ اہم خصوصیت ہے جس نے آپ
 کو عالم اسلام کا سب سے مستند مفتی اور سواۃ العظم کا پیشوا بنادیا، بلکہ آج کے دور میں حقانیت کا
 علامتی نشان۔ اسلامی عقیدہ و عمل کے تعلق سے آپ امام احمد رضا کی کوئی بھی کتاب
 یا فتویٰ اٹھا کر دیکھئے ہر مدعا پر قرآن و سنت کے دلائل کا انبار اور جمہور علماء و فقہاء محدثین
 اور مفسرین کے اقوال و ترجیحات کا بحرِ ذخار نظر آئے گا۔ ان حقائق کی روشنی میں ہم
 اعتماد و یقین کی سب سے بلند چوٹی سے یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ امام احمد رضا
 کسی نے مسک اور مکتب فکر کے بانی نہیں تھے بلکہ وہ انہیں عقائد و نظریات کے
 مبلغ و ترجمان تھے جو ہر وہ دور میں جمہور علماء و مشائخ کے رہے ہیں اور جو چودہ سو برس سے
 سوا راہ و سوادِ ثروت چلے آرہے ہیں۔ اس کا اعتراف بغیر اختیار سب سے کیا ہے۔
 مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی لکھتے ہیں :

اس میں قطعاً کلام نہیں کہ علامہ اجل مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی
 مائتہ ماہ عالم تھے..... اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمالات سے بہرہ اندوز
 کیا اور آپ نے مدۃ العزم مسلک جمہور کی تائید کی ہے

یہ جملہ امام احمد رضا کا نفیس کراچی ۱۳۱۵ھ سے ۱۹۰۱ء ناشر ادارۃ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

جماعت اہل حدیث کے مشہور عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری سہ ماہی میں اس حقیقت کا اعتراف کر چکے ہیں۔

امرتسری مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی، (ہندو، سکھ وغیرہ) کے سادی ہے۔ انٹی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے۔ جن کو آج۔ بریلوی حنفی خیال کیا جا رہا ہے یہ

جناب امرتسری صاحب کی یہ تحریر سہ ماہی کی ہے جب ان کا اعتراف ہے کہ اس انٹی برس قبل امرتسری تمام مسلمان حنفی بریلوی تھے یعنی سہ ماہی میں سب مسلمان اہل سنت و جماعت تھے۔ چند ٹٹے ٹھہر کر ایک اور دھڑ کہ خیر اعتراف پڑھے۔ دیوبندی مکتب فکر کے مشہور مؤرخ مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی قدیم روش پر قائم رہا اور اپنے کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔

شیخ محمد اکرم صاحب امام احمد رضا کی قدامت پسندی کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں انہوں (امام احمد رضا) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی

مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ شیخ توحید صفت مطبوعہ مرگوعا۔ مولانا سلیمان ندوی حیاتِ نبوی ص ۴۴ مطبوعہ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

ماریقوں کی حمایت کی لے

یہ ان حضرات کی تحریریں ہیں جو نظریاتی اعتبار سے امام احمد رضا کے ہمنوا اور ہم فکر نہیں بلکہ مخالف گروہ کے ممتد ہیں۔ کیا ان حقائق کے بعد بھی ہمارے اس عا کے اثبات کے لئے مزید کسی اتہام حجت کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ امام احمد رضا کسی نئے مسلک اور نئے مکتب فکر کے بانی نہیں تھے، بلکہ آپ متواتر مسلک جمہور کے متبع اور سرگرم مبلغ تھے۔ میرے دعوے کی اس سے قوی دلیل یہ ہے کہ موجودہ اختلافات سے قبل پورے ہندوستان کے مسلمان انہیں عقائد و نظریات کے حامل اور متبع تھے جن کی ترجمانی امام احمد رضا نے کی ہے طول نویسی سے پرہیز کرتے ہوئے ہم صرف ایک تاریخی شہادت پر اکتفا کرتے ہیں۔

پروفیسر فیاض کاوش ہندوستانی مسلمانوں کی فکری اور مذہبی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

شروع شروع جب مسلمان ہندوستان میں آئے تو ان سب کا ایک عقیدہ ایک مذہب اور ایک مسلک تھا
طوطی ہند حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں اسی ایک نکتے کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب
 ”ردہ و انقض“ میں مسلمانوں کی اس نکاری و نفی ہی کو منکری
 کا ذکر کیا ہے اور اس کے ثبوت میں حضرت امیر کے اشعار
 پیش کئے ہیں۔ اس کے بعد ایران سے شیطان علی کی آمد
 کا ذکر کیا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ
 کے زمانے سے ۱۳۴۰ھ تا ۱۸۲۳ء تک ہندوستان کے
 مسلمانوں میں صرف دو فرقے تھے۔ ایک تو اہلسنت
 و جماعت اور دوسرا اہل تشیع۔ چنانچہ انگریزی عہد اری
 سے پہلے پہلے تمام مسلمان زیارتِ قبور اور ایصالِ ثواب
 کے قائل تھے، عرس و عزائیں اور مولود شریف کا اہتمام
 کیا کرتے تھے۔

اب ہم اپنے ایک مدعا کے اثبات کے بعد دوسرا دعویٰ یہ کرنے جا رہے ہیں کہ
 ماضی قریب میں دیوبندی، وہابی، قادیانی، نیچری یا ان کی ہم خیال جن جماعتوں نے
 جہنم لیا ہے ان کے عقائد اسلام کے مسلم اور جمہوری عقائد سے مختلف ہیں اور ان کے زبان
 و قلم نے کچھ ایسے گل کھلے ہیں کہ عبد رسالت سے آج تک ان کا سراغ نہیں ملا۔ اور

لے پروفیسر فیض کاوش۔ ننگ دین سنگ ملن ص ۱۲ ناشر مکتبہ تقاضی شیخ نجر بھونڈی۔

بعض عقائد معتزلہ اور خوارج جیسے گمراہ فرقوں سے بھی مستفاد نظر آتے ہیں۔ اور اس پر بھی دعویٰ یہ ہے کہ ہم ہی آج علمبردار توحید ہیں اور باقی تمام امت مسلمہ شرک و بدعت کی دلدل میں ڈوبی ہوئی ہے۔

عالم اسلام کے مستند فقیہ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ و ہابی مکتب فکر کے آغاز و ارتقاء سے متعلق لکھتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار جو نجد سے نکلے اور حرمین پر قابض ہو گئے، وہ اپنے آپ کو حنبلی المذہب کہتے تھے۔ لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہ یا ان کے ہم فکر ہیں اور جن کے عقائد ان سے مختلف ہیں وہ مسلمان نہیں۔ بلکہ مشرک ہیں۔ اس بنا پر انہوں نے اہلسنت اور علماء اہلسنت کے قتل کو جائز رکھا۔ ۷

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہابی مکتب فکر کے بانی محمد بن عبدالوہاب خبریؒ ۱۱۹۱ھ میں یہ تحریک علماء و مشائخ کی ہزار فی الفوں کے باوجود سعودی دولت و حکومت کے ہمارے وادی حجاز سے نکل کر عرب و عجم کے مختلف خطوں میں پھیل گئی۔ خطاوی لکھتے ہیں: اَمَّا مُحَمَّدٌ، فَهُوَ صَاحِبُ الْمَذْهَبِ الَّتِي عُرِفَتْ بِالْوَهَابِيَّةِ۔ محمد بن عبدالوہاب کی تحریک عرف عام میں وہابیت کے نام سے متعارف ہے

۷ علامہ ابن عابدین شامی ردا المحتار جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ مصر ۱۳۵۲ھ شیخ علی طنطاوی جوہری۔ ۸ سی متوفی ۱۲۵۲ھ محمد بن وہاب غدنی ص ۱۳

جب یہ تحریک ہندوستان میں آئی تو اس کی یورش سے پورا برصغیر جہنم کہہ بن گیا یہاں اس کے بطن سے اور بھی کئی فتوں نے جنم لیا بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ دیوبندیت و قادیانیت اسی نجدی وہابیت کے ہندوستانی ایڈیشن ہیں۔ اس حقیقت کا سنسنی خیز انکشاف عظیم مفکر ڈاکٹر اقبال نے بھی کیا ہے۔

قادیانیت اور دیوبندیت اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے اور دونوں اس تحریک کی پیداوار ہے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے۔

اس تمہیدی اور اجمالی گفتگو کے بعد ہم ذیل میں امکان کذب باری تعالیٰ کے مسئلہ پر قرآن و سنت اور جمہور مسلک اہللاف کی روشنی میں بحث کریں گے

اس عقل پرستی اور نفسانی دور میں حق و باطل کا یہی سب سے بڑا معیار ہے، دین اسلام پر ایمان لانے کے بعد ہر اسلامی حکم پر تسلیم خم کرنا ہی عین ایمان ہے۔ اس حکم کی غایت و نوعیت سے انسانی عقل متفق ہو یا نہ ہو۔ ایمان لانے کے بعد عقل سرکشی کی بنیاد پر اسلام کے مسلمہ عقائد اور متواتر معیارات سے سراسر انحراف و تذبذب و تردید اور گمراہیت ہے۔ آپ خود فہمیرے فیصلہ کیجئے کہ اگر ہر انسان کو اپنی اپنی عقل اور من پسندی کی بنیاد پر اسلامی نظریات طے کرنے کی اجازت دے دی جائے تو اسلام جو امن و سلامتی

نے نوازا وہ کتنی۔ انتہا مت حیدر رزاق بیچ آبادی پر ایک نظر منٹ ناشر رضا اکیڈمی لاہور

کا گہوارہ ہے اختلاف انتشار کا آتش کدہ بن کر رہ جائے گا پھر نہ کوئی اسلام کا عقیدہ محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ کوئی معمول۔

کیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے؟ | اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہر بندہ مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ تمام صفات کمالیہ سے متصف اور تمام عیوب و نقائص سے پاک منزہ ہے اس عقیدے کی روشنی میں ایک عام انسان بھی یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسے افعال کا صدور ممکن نہیں جو انسانی تاریخ کے ہر دور میں قبیح اور باعث نقص و عیب تصور کئے گئے ہوں، انبیاء و مرسلین بھی ان سے اجتناب کا درس دیتے رہے ہوں اور قرآن و حدیث میں بھی ان پر وعیدیں وارد ہوئی ہوں۔ جیسے جھوٹ، وعدہ خلافی، بدعہدی، زنا، چوری، ظلم، جفا اور حق تلفی وغیرہ۔۔۔ اس گئے گزرے دور میں بھی یہ دعویٰ پودے جاہ و جلال کے ساتھ کیا جاسکتا ہے کہ کسی انسان میں اگر ذرہ برابر بھی ایمانی حرارت موجود ہے تو وہ انجام سے بے پرواہ ہو کر بھڑکے متعلوں میں چھلانگ تو لگا سکتا ہے مگر یہ نالگوارا نہیں کر سکتا کہ "خدا جھوٹ بول سکتا ہے" یا وعدہ خلافی اور بدعہدی کر سکتا ہے۔ "ہزار نالگواراں خاطر اگر چند لمحوں کے لئے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے تو اسلام کا پہاڑ سے زیادہ مستحکم اور پر شکوہ قلعہ عین اسی لمحہ زمین بوس ہو جائے گا: خدا آپ خود انصاف کیجئے کہ جب خدا ہی جھوٹ بول سکتا ہے تو

قرآن بھی جھوٹا ہو سکتا ہے اور اس کا رسول بھی، اب اگر قرآن اور رسول جو دین اسلام کی بنیادیں ہیں وہی سترزل ہو گئیں تو باقی کیا رہ گیا۔۔۔

وہابی اور دیوبندی مکتب فکر کے عقائد | اس گفتگو کے بعد ذرا نظر اٹھا کر ماضی قریب کا جائزہ لیجئے

آزادی فکر کی زمین سے وہ فتنہ بھی اٹھ کر تناور درخت بن چکا ہے عہد صف میں جس کے تصور سے بھی ایک بندہ مومن کانپ جاتا تھا۔ یعنی ایک نوزائیدہ مکتب فکر کے عقائد کی فہرست میں یہ عقیدہ بھی شامل ہے کہ "خدا جھوٹ بول سکتا ہے" اب دل تمام کر یہ گمراہ عقیدہ صاحب عقیدہ کے قلم سے پڑھے۔

برصغیر میں وہابی مکتب فکر کے مبلغ اعظم مولوی اسماعیل دہلوی پوری شان کج کلہری کے ساتھ رقم طراز ہیں۔

عدم کذب واذا کلمات حضرت حق سبحانه و تعالیٰ شامند و امیدا جس شانہ بآں مدح فی کنند برخلاف افرس و جاد کہ ایشان را کے بعدم کذب مدح نمی کنند پر ظاہر است

کہ صفت کمال ہیں است کہ شفعہ قدرت بر تکلم بکلام کاذب میدارد و برابر رعایت معلومت پسند ظاہر ہے کہ صفت کمال یہی ہے کوئی شخص جھوٹ بولے پر قدرت رکھنے کے باوجود

جھوٹ نہ بولے کو اللہ تعالیٰ کے کلمات سے ماننے ہیں اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدح کرتے ہیں اس کے برخلاف کوئی شخص گونے اور پتھر کی تعریف جھوٹ بولنے کی صفت کے ساتھ نہیں کریگا۔

و متقاضی حکمت یہ تترہ از ثوب کذب تکلم بکلام
بر عایت مصلحت و تقاضائے حکمت اور جھوٹ کی
کاذب نمی نماید ہاں شخص مدوح فی گردد
آتش سے بجھے ہوئے جھوٹ نہیں برتا۔ اسی
شخص کی تعریف کی جائے گی کہ وہ عیب کذب
سے پاک اور کمالِ صدق سے متصف ہے بخلاف
اس کے کہ اس کی زبان گنگ ہو۔

اس سرخیل گمراہیت کے ہم فکر وہم نوا اساطین دیوبند بھی ہیں مولوی خلیل احمد
انبیٹھوی کی یہ ہوش اڑا دینے والی تحریر بھی پڑھیے۔ اگر غم و غصہ سے یارائے ضبط
زر ہے تو مجھے معاف رکھیں میں صرف ناقل ہوں۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں۔

امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما
میں اختلاف ہوا ہے کہ حلف و عید آیا جائز ہے کہ نہیں اس
پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے، اور اس پر تعجب کرنا
محض لاعلمی اور امکان کذب حلف و عید کی فروع ہے لہ

اس کتاب پر مولوی رشید احمد گنگوہی کی تقریظ جلیل بھی ثبت ہے موصوف رقم طراز ہیں۔
احقر الناس رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب براہین قاطعہ
کو اول سے آخر تک بغور دیکھا، الحق یہ جواب کافی اور حجت
والی اور اپنے مصنف کی وحدت نور علم اور سخت ذکاوت و فہم پر دلیل واضح ہے

مولوی کاغذ دہلوی۔ یک روزی صحت مطلوبہ دیوبند، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، نقاد برہین قاطعہ ص ۱
مطبوعہ دیوبند، مولوی رشید احمد گنگوہی۔ تقریظ برہین قاطعہ مطلوبہ دیوبند

کہیے کیا خیال ہے آپ کا ان بابائے وہابیہ اور اساطین دیوبند کے بارے میں جن کے برق بار قلم کی زد سے اشد بھانہ تعانی کی ثبات بھی محفوظ رہی۔ ایک بدست شربی کی طرح جو منہ میں آیا بکتے چلے گئے اور جو سمجھ میں آیا کھتے چلے گئے۔ کیا یہ لوگ روزِ عشرِ تہِ الہی کی گرفت سے بچ سکتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ آہ پوری کائنات اپنے رب کی تسبیح و تہلیل میں مصروف ہے اور چند لوگ تنقیصِ الوہیت میں اپنے فکر و قلم کی توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا کا نقطہ نظر | اب ذرا اپنے آپ کو سنبھالے اور دلجمعی اور ذہنی یکسوئی کے ساتھ "اسکانِ کذبِ باری تعالیٰ"

کے حوالے سے امام احمد رضا کا عقیدہ و نظریہ ملاحظہ فرمائیے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں
 اَقُولُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ وَبِیْنَ الْوُصُولِ اِلٰی ذُرِّیِّ الْحَقِیْقِیِّ مُسْلِمَانِ کَاِیْمَانِ ہِے کہ
 مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ کے سب صفات کمالیہ بر وجہ کمال ہیں۔ جس طرح کسی صفت کمال کا حلب اس سے ممکن نہیں یونہی معاذ اللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی امکان نہیں رکھتا۔ اور صفت کا بر وجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں، ان کا کوئی ذمہ اس کے دائرہ سے خارج نہ ہو۔
 نہ یہ کہ موجود و معدوم و باطل و موجدوم میں کوئی شے و مفہوم ہے اس کے تعلق کے نہ رہے۔ اگرچہ وہ اصلاً صلاحیت تعلق نہ رکھتی ہو اور اس صفت کے دائرہ سے

محض اجنبی ہو۔ اب احاطہ و دائرہ کا تفرقہ دیکھئے۔

(۱۱) خلاق کبیر جل و علا فرماتا ہے۔ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَأَعْبُدُوهُ۔ وہ ہر چیز

کا بنانے والا ہے تو اسے پوجو، یہاں صرف حوادث مراد ہیں، کہ قدیم یعنی ذات و صفات باری عز و مجدہ مخلوقیت سے پاک۔

(۱۲) سمیع و بصیر جل مجدہ فرماتا ہے۔ رَآئِكُمْ بِكُلِّ شَيْءٍ بِصِيرٍ۔ وہ ہر چیز کو

دیکھتا ہے یہ تمام موجودات قدیمہ و حادثہ سب کو شامل مگر معدومات خارج۔ یعنی مطلقاً یا جس چیز نے ازل سے اب تک کسوت و جود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ ابھار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے تو اصلاً ہے ہی نہیں وہ نظر کیا آئے گا تو نقصان جانب قابل ہے نہ جانب فاعل۔

(۱۳) قوی قدر تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ وہ ہر

چیز پر قدرت والا ہے۔ یہ موجود و معدوم سب کو شامل، بشرط حدوث و امکان کہ واجب و محال اصلاً لائق مقدوریت نہیں۔

(۱۴) علیم و خیر عز و شانہ فرماتا ہے۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ وہ ہر چیز کو جانتا

ہے۔ یہ کلیہ واجب و ممکن و قدیم و حادث و موجود و معدوم و مفروض و مہموم و غیر

ہر شئی و مفہوم کو قطعاً محیط جس کے دائرے سے اصلاً کچھ خارج نہیں۔ یہ ان علومات

میں سے ہے جو عموم قضیہ مَا مِنْ عَاقِلٍ إِلَّا دَقَّ خُصْمُهُ الْبَعْضُ مِنْ خُصْمِهِ

لے امام احمد رضا قادری طفا بحان ابوح من ویب کذب مہجوع ص ۱۵۱ تا ۱۵۲ تا ۱۵۳ تا ۱۵۴ تا ۱۵۵ تا ۱۵۶ تا ۱۵۷ تا ۱۵۸ تا ۱۵۹ تا ۱۶۰ تا ۱۶۱ تا ۱۶۲ تا ۱۶۳ تا ۱۶۴ تا ۱۶۵ تا ۱۶۶ تا ۱۶۷ تا ۱۶۸ تا ۱۶۹ تا ۱۷۰ تا ۱۷۱ تا ۱۷۲ تا ۱۷۳ تا ۱۷۴ تا ۱۷۵ تا ۱۷۶ تا ۱۷۷ تا ۱۷۸ تا ۱۷۹ تا ۱۸۰ تا ۱۸۱ تا ۱۸۲ تا ۱۸۳ تا ۱۸۴ تا ۱۸۵ تا ۱۸۶ تا ۱۸۷ تا ۱۸۸ تا ۱۸۹ تا ۱۹۰ تا ۱۹۱ تا ۱۹۲ تا ۱۹۳ تا ۱۹۴ تا ۱۹۵ تا ۱۹۶ تا ۱۹۷ تا ۱۹۸ تا ۱۹۹ تا ۲۰۰ تا ۲۰۱ تا ۲۰۲ تا ۲۰۳ تا ۲۰۴ تا ۲۰۵ تا ۲۰۶ تا ۲۰۷ تا ۲۰۸ تا ۲۰۹ تا ۲۱۰ تا ۲۱۱ تا ۲۱۲ تا ۲۱۳ تا ۲۱۴ تا ۲۱۵ تا ۲۱۶ تا ۲۱۷ تا ۲۱۸ تا ۲۱۹ تا ۲۲۰ تا ۲۲۱ تا ۲۲۲ تا ۲۲۳ تا ۲۲۴ تا ۲۲۵ تا ۲۲۶ تا ۲۲۷ تا ۲۲۸ تا ۲۲۹ تا ۲۳۰ تا ۲۳۱ تا ۲۳۲ تا ۲۳۳ تا ۲۳۴ تا ۲۳۵ تا ۲۳۶ تا ۲۳۷ تا ۲۳۸ تا ۲۳۹ تا ۲۴۰ تا ۲۴۱ تا ۲۴۲ تا ۲۴۳ تا ۲۴۴ تا ۲۴۵ تا ۲۴۶ تا ۲۴۷ تا ۲۴۸ تا ۲۴۹ تا ۲۵۰ تا ۲۵۱ تا ۲۵۲ تا ۲۵۳ تا ۲۵۴ تا ۲۵۵ تا ۲۵۶ تا ۲۵۷ تا ۲۵۸ تا ۲۵۹ تا ۲۶۰ تا ۲۶۱ تا ۲۶۲ تا ۲۶۳ تا ۲۶۴ تا ۲۶۵ تا ۲۶۶ تا ۲۶۷ تا ۲۶۸ تا ۲۶۹ تا ۲۷۰ تا ۲۷۱ تا ۲۷۲ تا ۲۷۳ تا ۲۷۴ تا ۲۷۵ تا ۲۷۶ تا ۲۷۷ تا ۲۷۸ تا ۲۷۹ تا ۲۸۰ تا ۲۸۱ تا ۲۸۲ تا ۲۸۳ تا ۲۸۴ تا ۲۸۵ تا ۲۸۶ تا ۲۸۷ تا ۲۸۸ تا ۲۸۹ تا ۲۹۰ تا ۲۹۱ تا ۲۹۲ تا ۲۹۳ تا ۲۹۴ تا ۲۹۵ تا ۲۹۶ تا ۲۹۷ تا ۲۹۸ تا ۲۹۹ تا ۳۰۰ تا ۳۰۱ تا ۳۰۲ تا ۳۰۳ تا ۳۰۴ تا ۳۰۵ تا ۳۰۶ تا ۳۰۷ تا ۳۰۸ تا ۳۰۹ تا ۳۱۰ تا ۳۱۱ تا ۳۱۲ تا ۳۱۳ تا ۳۱۴ تا ۳۱۵ تا ۳۱۶ تا ۳۱۷ تا ۳۱۸ تا ۳۱۹ تا ۳۲۰ تا ۳۲۱ تا ۳۲۲ تا ۳۲۳ تا ۳۲۴ تا ۳۲۵ تا ۳۲۶ تا ۳۲۷ تا ۳۲۸ تا ۳۲۹ تا ۳۳۰ تا ۳۳۱ تا ۳۳۲ تا ۳۳۳ تا ۳۳۴ تا ۳۳۵ تا ۳۳۶ تا ۳۳۷ تا ۳۳۸ تا ۳۳۹ تا ۳۴۰ تا ۳۴۱ تا ۳۴۲ تا ۳۴۳ تا ۳۴۴ تا ۳۴۵ تا ۳۴۶ تا ۳۴۷ تا ۳۴۸ تا ۳۴۹ تا ۳۵۰ تا ۳۵۱ تا ۳۵۲ تا ۳۵۳ تا ۳۵۴ تا ۳۵۵ تا ۳۵۶ تا ۳۵۷ تا ۳۵۸ تا ۳۵۹ تا ۳۶۰ تا ۳۶۱ تا ۳۶۲ تا ۳۶۳ تا ۳۶۴ تا ۳۶۵ تا ۳۶۶ تا ۳۶۷ تا ۳۶۸ تا ۳۶۹ تا ۳۷۰ تا ۳۷۱ تا ۳۷۲ تا ۳۷۳ تا ۳۷۴ تا ۳۷۵ تا ۳۷۶ تا ۳۷۷ تا ۳۷۸ تا ۳۷۹ تا ۳۸۰ تا ۳۸۱ تا ۳۸۲ تا ۳۸۳ تا ۳۸۴ تا ۳۸۵ تا ۳۸۶ تا ۳۸۷ تا ۳۸۸ تا ۳۸۹ تا ۳۹۰ تا ۳۹۱ تا ۳۹۲ تا ۳۹۳ تا ۳۹۴ تا ۳۹۵ تا ۳۹۶ تا ۳۹۷ تا ۳۹۸ تا ۳۹۹ تا ۴۰۰ تا ۴۰۱ تا ۴۰۲ تا ۴۰۳ تا ۴۰۴ تا ۴۰۵ تا ۴۰۶ تا ۴۰۷ تا ۴۰۸ تا ۴۰۹ تا ۴۱۰ تا ۴۱۱ تا ۴۱۲ تا ۴۱۳ تا ۴۱۴ تا ۴۱۵ تا ۴۱۶ تا ۴۱۷ تا ۴۱۸ تا ۴۱۹ تا ۴۲۰ تا ۴۲۱ تا ۴۲۲ تا ۴۲۳ تا ۴۲۴ تا ۴۲۵ تا ۴۲۶ تا ۴۲۷ تا ۴۲۸ تا ۴۲۹ تا ۴۳۰ تا ۴۳۱ تا ۴۳۲ تا ۴۳۳ تا ۴۳۴ تا ۴۳۵ تا ۴۳۶ تا ۴۳۷ تا ۴۳۸ تا ۴۳۹ تا ۴۴۰ تا ۴۴۱ تا ۴۴۲ تا ۴۴۳ تا ۴۴۴ تا ۴۴۵ تا ۴۴۶ تا ۴۴۷ تا ۴۴۸ تا ۴۴۹ تا ۴۵۰ تا ۴۵۱ تا ۴۵۲ تا ۴۵۳ تا ۴۵۴ تا ۴۵۵ تا ۴۵۶ تا ۴۵۷ تا ۴۵۸ تا ۴۵۹ تا ۴۶۰ تا ۴۶۱ تا ۴۶۲ تا ۴۶۳ تا ۴۶۴ تا ۴۶۵ تا ۴۶۶ تا ۴۶۷ تا ۴۶۸ تا ۴۶۹ تا ۴۷۰ تا ۴۷۱ تا ۴۷۲ تا ۴۷۳ تا ۴۷۴ تا ۴۷۵ تا ۴۷۶ تا ۴۷۷ تا ۴۷۸ تا ۴۷۹ تا ۴۸۰ تا ۴۸۱ تا ۴۸۲ تا ۴۸۳ تا ۴۸۴ تا ۴۸۵ تا ۴۸۶ تا ۴۸۷ تا ۴۸۸ تا ۴۸۹ تا ۴۹۰ تا ۴۹۱ تا ۴۹۲ تا ۴۹۳ تا ۴۹۴ تا ۴۹۵ تا ۴۹۶ تا ۴۹۷ تا ۴۹۸ تا ۴۹۹ تا ۵۰۰ تا ۵۰۱ تا ۵۰۲ تا ۵۰۳ تا ۵۰۴ تا ۵۰۵ تا ۵۰۶ تا ۵۰۷ تا ۵۰۸ تا ۵۰۹ تا ۵۱۰ تا ۵۱۱ تا ۵۱۲ تا ۵۱۳ تا ۵۱۴ تا ۵۱۵ تا ۵۱۶ تا ۵۱۷ تا ۵۱۸ تا ۵۱۹ تا ۵۲۰ تا ۵۲۱ تا ۵۲۲ تا ۵۲۳ تا ۵۲۴ تا ۵۲۵ تا ۵۲۶ تا ۵۲۷ تا ۵۲۸ تا ۵۲۹ تا ۵۳۰ تا ۵۳۱ تا ۵۳۲ تا ۵۳۳ تا ۵۳۴ تا ۵۳۵ تا ۵۳۶ تا ۵۳۷ تا ۵۳۸ تا ۵۳۹ تا ۵۴۰ تا ۵۴۱ تا ۵۴۲ تا ۵۴۳ تا ۵۴۴ تا ۵۴۵ تا ۵۴۶ تا ۵۴۷ تا ۵۴۸ تا ۵۴۹ تا ۵۵۰ تا ۵۵۱ تا ۵۵۲ تا ۵۵۳ تا ۵۵۴ تا ۵۵۵ تا ۵۵۶ تا ۵۵۷ تا ۵۵۸ تا ۵۵۹ تا ۵۶۰ تا ۵۶۱ تا ۵۶۲ تا ۵۶۳ تا ۵۶۴ تا ۵۶۵ تا ۵۶۶ تا ۵۶۷ تا ۵۶۸ تا ۵۶۹ تا ۵۷۰ تا ۵۷۱ تا ۵۷۲ تا ۵۷۳ تا ۵۷۴ تا ۵۷۵ تا ۵۷۶ تا ۵۷۷ تا ۵۷۸ تا ۵۷۹ تا ۵۸۰ تا ۵۸۱ تا ۵۸۲ تا ۵۸۳ تا ۵۸۴ تا ۵۸۵ تا ۵۸۶ تا ۵۸۷ تا ۵۸۸ تا ۵۸۹ تا ۵۹۰ تا ۵۹۱ تا ۵۹۲ تا ۵۹۳ تا ۵۹۴ تا ۵۹۵ تا ۵۹۶ تا ۵۹۷ تا ۵۹۸ تا ۵۹۹ تا ۶۰۰ تا ۶۰۱ تا ۶۰۲ تا ۶۰۳ تا ۶۰۴ تا ۶۰۵ تا ۶۰۶ تا ۶۰۷ تا ۶۰۸ تا ۶۰۹ تا ۶۱۰ تا ۶۱۱ تا ۶۱۲ تا ۶۱۳ تا ۶۱۴ تا ۶۱۵ تا ۶۱۶ تا ۶۱۷ تا ۶۱۸ تا ۶۱۹ تا ۶۲۰ تا ۶۲۱ تا ۶۲۲ تا ۶۲۳ تا ۶۲۴ تا ۶۲۵ تا ۶۲۶ تا ۶۲۷ تا ۶۲۸ تا ۶۲۹ تا ۶۳۰ تا ۶۳۱ تا ۶۳۲ تا ۶۳۳ تا ۶۳۴ تا ۶۳۵ تا ۶۳۶ تا ۶۳۷ تا ۶۳۸ تا ۶۳۹ تا ۶۴۰ تا ۶۴۱ تا ۶۴۲ تا ۶۴۳ تا ۶۴۴ تا ۶۴۵ تا ۶۴۶ تا ۶۴۷ تا ۶۴۸ تا ۶۴۹ تا ۶۵۰ تا ۶۵۱ تا ۶۵۲ تا ۶۵۳ تا ۶۵۴ تا ۶۵۵ تا ۶۵۶ تا ۶۵۷ تا ۶۵۸ تا ۶۵۹ تا ۶۶۰ تا ۶۶۱ تا ۶۶۲ تا ۶۶۳ تا ۶۶۴ تا ۶۶۵ تا ۶۶۶ تا ۶۶۷ تا ۶۶۸ تا ۶۶۹ تا ۶۷۰ تا ۶۷۱ تا ۶۷۲ تا ۶۷۳ تا ۶۷۴ تا ۶۷۵ تا ۶۷۶ تا ۶۷۷ تا ۶۷۸ تا ۶۷۹ تا ۶۸۰ تا ۶۸۱ تا ۶۸۲ تا ۶۸۳ تا ۶۸۴ تا ۶۸۵ تا ۶۸۶ تا ۶۸۷ تا ۶۸۸ تا ۶۸۹ تا ۶۹۰ تا ۶۹۱ تا ۶۹۲ تا ۶۹۳ تا ۶۹۴ تا ۶۹۵ تا ۶۹۶ تا ۶۹۷ تا ۶۹۸ تا ۶۹۹ تا ۷۰۰ تا ۷۰۱ تا ۷۰۲ تا ۷۰۳ تا ۷۰۴ تا ۷۰۵ تا ۷۰۶ تا ۷۰۷ تا ۷۰۸ تا ۷۰۹ تا ۷۱۰ تا ۷۱۱ تا ۷۱۲ تا ۷۱۳ تا ۷۱۴ تا ۷۱۵ تا ۷۱۶ تا ۷۱۷ تا ۷۱۸ تا ۷۱۹ تا ۷۲۰ تا ۷۲۱ تا ۷۲۲ تا ۷۲۳ تا ۷۲۴ تا ۷۲۵ تا ۷۲۶ تا ۷۲۷ تا ۷۲۸ تا ۷۲۹ تا ۷۳۰ تا ۷۳۱ تا ۷۳۲ تا ۷۳۳ تا ۷۳۴ تا ۷۳۵ تا ۷۳۶ تا ۷۳۷ تا ۷۳۸ تا ۷۳۹ تا ۷۴۰ تا ۷۴۱ تا ۷۴۲ تا ۷۴۳ تا ۷۴۴ تا ۷۴۵ تا ۷۴۶ تا ۷۴۷ تا ۷۴۸ تا ۷۴۹ تا ۷۵۰ تا ۷۵۱ تا ۷۵۲ تا ۷۵۳ تا ۷۵۴ تا ۷۵۵ تا ۷۵۶ تا ۷۵۷ تا ۷۵۸ تا ۷۵۹ تا ۷۶۰ تا ۷۶۱ تا ۷۶۲ تا ۷۶۳ تا ۷۶۴ تا ۷۶۵ تا ۷۶۶ تا ۷۶۷ تا ۷۶۸ تا ۷۶۹ تا ۷۷۰ تا ۷۷۱ تا ۷۷۲ تا ۷۷۳ تا ۷۷۴ تا ۷۷۵ تا ۷۷۶ تا ۷۷۷ تا ۷۷۸ تا ۷۷۹ تا ۷۸۰ تا ۷۸۱ تا ۷۸۲ تا ۷۸۳ تا ۷۸۴ تا ۷۸۵ تا ۷۸۶ تا ۷۸۷ تا ۷۸۸ تا ۷۸۹ تا ۷۹۰ تا ۷۹۱ تا ۷۹۲ تا ۷۹۳ تا ۷۹۴ تا ۷۹۵ تا ۷۹۶ تا ۷۹۷ تا ۷۹۸ تا ۷۹۹ تا ۸۰۰ تا ۸۰۱ تا ۸۰۲ تا ۸۰۳ تا ۸۰۴ تا ۸۰۵ تا ۸۰۶ تا ۸۰۷ تا ۸۰۸ تا ۸۰۹ تا ۸۱۰ تا ۸۱۱ تا ۸۱۲ تا ۸۱۳ تا ۸۱۴ تا ۸۱۵ تا ۸۱۶ تا ۸۱۷ تا ۸۱۸ تا ۸۱۹ تا ۸۲۰ تا ۸۲۱ تا ۸۲۲ تا ۸۲۳ تا ۸۲۴ تا ۸۲۵ تا ۸۲۶ تا ۸۲۷ تا ۸۲۸ تا ۸۲۹ تا ۸۳۰ تا ۸۳۱ تا ۸۳۲ تا ۸۳۳ تا ۸۳۴ تا ۸۳۵ تا ۸۳۶ تا ۸۳۷ تا ۸۳۸ تا ۸۳۹ تا ۸۴۰ تا ۸۴۱ تا ۸۴۲ تا ۸۴۳ تا ۸۴۴ تا ۸۴۵ تا ۸۴۶ تا ۸۴۷ تا ۸۴۸ تا ۸۴۹ تا ۸۵۰ تا ۸۵۱ تا ۸۵۲ تا ۸۵۳ تا ۸۵۴ تا ۸۵۵ تا ۸۵۶ تا ۸۵۷ تا ۸۵۸ تا ۸۵۹ تا ۸۶۰ تا ۸۶۱ تا ۸۶۲ تا ۸۶۳ تا ۸۶۴ تا ۸۶۵ تا ۸۶۶ تا ۸۶۷ تا ۸۶۸ تا ۸۶۹ تا ۸۷۰ تا ۸۷۱ تا ۸۷۲ تا ۸۷۳ تا ۸۷۴ تا ۸۷۵ تا ۸۷۶ تا ۸۷۷ تا ۸۷۸ تا ۸۷۹ تا ۸۸۰ تا ۸۸۱ تا ۸۸۲ تا ۸۸۳ تا ۸۸۴ تا ۸۸۵ تا ۸۸۶ تا ۸۸۷ تا ۸۸۸ تا ۸۸۹ تا ۸۹۰ تا ۸۹۱ تا ۸۹۲ تا ۸۹۳ تا ۸۹۴ تا ۸۹۵ تا ۸۹۶ تا ۸۹۷ تا ۸۹۸ تا ۸۹۹ تا ۹۰۰ تا ۹۰۱ تا ۹۰۲ تا ۹۰۳ تا ۹۰۴ تا ۹۰۵ تا ۹۰۶ تا ۹۰۷ تا ۹۰۸ تا ۹۰۹ تا ۹۱۰ تا ۹۱۱ تا ۹۱۲ تا ۹۱۳ تا ۹۱۴ تا ۹۱۵ تا ۹۱۶ تا ۹۱۷ تا ۹۱۸ تا ۹۱۹ تا ۹۲۰ تا ۹۲۱ تا ۹۲۲ تا ۹۲۳ تا ۹۲۴ تا ۹۲۵ تا ۹۲۶ تا ۹۲۷ تا ۹۲۸ تا ۹۲۹ تا ۹۳۰ تا ۹۳۱ تا ۹۳۲ تا ۹۳۳ تا ۹۳۴ تا ۹۳۵ تا ۹۳۶ تا ۹۳۷ تا ۹۳۸ تا ۹۳۹ تا ۹۴۰ تا ۹۴۱ تا ۹۴۲ تا ۹۴۳ تا ۹۴۴ تا ۹۴۵ تا ۹۴۶ تا ۹۴۷ تا ۹۴۸ تا ۹۴۹ تا ۹۵۰ تا ۹۵۱ تا ۹۵۲ تا ۹۵۳ تا ۹۵۴ تا ۹۵۵ تا ۹۵۶ تا ۹۵۷ تا ۹۵۸ تا ۹۵۹ تا ۹۶۰ تا ۹۶۱ تا ۹۶۲ تا ۹۶۳ تا ۹۶۴ تا ۹۶۵ تا ۹۶۶ تا ۹۶۷ تا ۹۶۸ تا ۹۶۹ تا ۹۷۰ تا ۹۷۱ تا ۹۷۲ تا ۹۷۳ تا ۹۷۴ تا ۹۷۵ تا ۹۷۶ تا ۹۷۷ تا ۹۷۸ تا ۹۷۹ تا ۹۸۰ تا ۹۸۱ تا ۹۸۲ تا ۹۸۳ تا ۹۸۴ تا ۹۸۵ تا ۹۸۶ تا ۹۸۷ تا ۹۸۸ تا ۹۸۹ تا ۹۹۰ تا ۹۹۱ تا ۹۹۲ تا ۹۹۳ تا ۹۹۴ تا ۹۹۵ تا ۹۹۶ تا ۹۹۷ تا ۹۹۸ تا ۹۹۹ تا ۱۰۰۰

مذکورہ سطور میں اپنے اندر بڑی علمی گہرائی رکھتی ہیں۔

آپ ایک بار پھر گہری نگاہ سے مذکورہ بحث کو پڑھئے اور پھر ذیل میں زیر بحث مسئلہ کے تعلق سے امام احمد رضا کے فکر انگیز قلم سے بحث کا حاصل پڑھئے۔
امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ مغویان تازہ جو اس مسئلہ کذب و دیگر نقائص و غیرہ کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں۔ کہ مثلاً کذب یا فحشاں عیب یا فحشاں بات پر اللہ عز وجل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عاجز ٹھہرا۔ اور۔ **إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** کا انکار ہوا۔

أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ : قدرت الہی صفت کمال ہو کر بہت بڑی ہے نہ معاذ اللہ صفت نقص و عیب اور اگر حالات پر قدرت مانئے تو ابھی انقلاب ہوا جاتا ہے۔ وجہ نئے جب کسی حال پر قدرت مافی اور محال حال سب ایک ہے۔ لہذا تمہارے جاہلانہ خیال پر جس حال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی عجز و قصور سمجھئے، تو واجب کہ صحت حالات زیر قدرت ہوں۔ اور منجملہ حالات صلب قدرت الہی بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کھودیتے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنالینے پر بھی قادر ہو۔ اچھا عموم قدر مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی۔ اے

امام احمد رضا قادری مفتاح جان اسوہ صلیب کذب متبوع مشہور ناشر نجی رفوی دارالافتاء بریلی

امام احمد رضا قدس سرہ کی اس ایمان افروز تحریر سے ان کا یہ عقیدہ آفتاب
نیم روز کی طرح روشن ہو گیا کہ خدا کا بھوٹ بون کسی طرح ممکن نہیں بلکہ یہ عقیدہ
رکھنا سراسر گمراہی ہے۔ امام احمد رضا نے اپنے اس عقیدے کو اپنی شہرہ آفاق
کتاب ”سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح“ میں سیکڑوں عقلی و نقلی دلائل سے
میرہن کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ۔

اعتناء کذب باری تعالیٰ پر تمام اشعریہ اور ماتریدیہ کا اجماع ہے۔ اور
یہ کہنا کہ زیر بحث مسئلہ پہلے ہی سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے، بالکل غلط اور اسلاف پر
بے بنیاد الزام ہے بلکہ سچی بات یہ ہے کہ امکان کذب باری تعالیٰ کے بطلان پر اہل حق کا
اجماع ہے بلکہ اس مسئلہ میں تو معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقے بھی علماء حق کے ہم نوا اور ہم فکر نظر
آتے ہیں۔

امکان کذب باری تعالیٰ کے حوالے سے آپ نے بابائے وہابیت، اساطین
دیوبند کے عقائد اور امام احمد رضا قادری کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمایا۔ اس نظریاتی
کشمکش میں مین فکین ہے کسی ذہن میں بھی وہابیت نوازی کے جراثیم موجود ہوں اور
وہ اسلامی عقائد کی اس بنیادی بحث سے ارادی یا غیر ارادی طور پر صرف نظر کر کے
گزر جائے کہ یہ مولویوں کے اختلافات ہیں، میں ان سے کیا لینا دینا یہ فکر کی اتنی بڑی

لے تفصیل کے لئے دیکھئے۔ سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح از امام احمد رضا بریلوی۔ (۲۲) سند بابائے شیعہ از حضور مانتہ طبع
۱۳۱۱ اول آفتاب مراقبت از قاضی فضل محمد نقشبندی (۱۳۲) فیض حق و مابل، از مفتی مجتہد و سبغی وغیرہ۔

غلطی ہے کہ اس کے قیامت خیز اور بھیانک نتائج کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس بھری کائنات میں ایک بندہ مومن کے لئے دولتِ ایمان ہی تو سب سے بڑی پونجی ہے اور آپ اسی کے تحفظ سے اتنی بے اعتنائی برتیں کہ اس موضوع پر چند لمبے غور کرنا بھی گوارا کریں ہر شخص اپنے ایمان و عمل کا ذمہ دار ہے یہ کہہ دینا کہ یہ مولویوں کے باہمی اختلافات ہیں، ہمیں ان سے کیا سروکار انتہائی نادانی اور ایمانی کمزوری ہے۔ عقیدہ کوئی ایسی معمولی اور بے وقعت چیز نہیں کہ جب جو چاہا پھوڑ دیا اور جو چاہا اختیار کر لیا، اس کے تحفظ کے لئے آپ کو ہمہ دم تازہ دم اور مستعد رہنا ہے اور جو کچھ اختیار کرنا ہے بہت کچھ سوچ بچ کر اختیار کرنا ہے۔

غیر اختیاری غور پر کچھ گفتگو طویل ہو گئی، عرض مدعا صرف اتنا ہے کہ گذشتہ ادوار میں آپ نے ایک ہی مسئلہ کے متعلق دو قسم کے عقائد ملاحظہ فرمائے ایک عام انسان کے لئے یہ لمحہ تلوار پر چلنے سے بھی زیادہ مشکل ہوتا ہے کہ آخر وہ حق کے جانے اور کے مسترد کرے۔ ایسی صورت میں ہمیں ایک انتہائی مستقیم راہ یہ نظر آتی ہے کہ اسلام اور اس کے عقائد و معمولات آج کی پیداوار تو ہیں نہیں بلکہ چودہ سو برس سے متواتر اور متواتر چلے آ رہے ہیں، ہم اختلافی عقائد و مسائل کے اختیار کرنے کے سلسلہ میں قرآن و تفسیر، حدیث و فقہ کی تشریحات اور جمہور سلف صالحین کے عقائد و معمولات کو معیار بنالیں بلکہ اسلامی عقائد کی تاریخ کے مطالعہ کے بعد آپ بھی اسی نتیجہ پر

پہنچیں گے کہ ہر دور میں مسک جہور ہی اسلام کا معیار حق رہا ہے۔

قرآن و تفاسیر کا اعلان حق | آئیے اب بلا تبصرہ پورے و فوری شوق کے ساتھ
ذیل میں زیر بحث مسئلہ کے تعلق سے قرآن و

تفاسیر کی تشریحات ملاحظہ فرمائیے۔ یہی معیار حق ہے اور اس عہد بلا خیز میں یہی
راہ نجات ہے۔ ارشاد در بانی ہے :

وَمَنْ أَخَذَ مِنْ اللَّهِ حَدِيثًا، اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی،

وَمَنْ أَخَذَ مِنْ اللَّهِ قِيلًا، اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ إِعْثَادًا، اللہ کا وعدہ اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

كَأَنَّهُ وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا، من لو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدًا، جب تو اللہ پر گز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا۔

قرآن عظیم میں اس قسم کی کثیر آیات موجود ہیں جن میں پورے زور بیان اور

بھر پور وضاحت کے ساتھ یہ بیان موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اس

کا وعدہ حق ہے وہ نہ کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ کبھی بول سکتا ہے اس نے نہ کبھی

وعدہ خلافی کی ہے اور نہ کبھی کر سکتا ہے۔ قرآن عظیم کے ان واضح بیانات کے بعد

۱۔ قرآن کریم، سورۃ نساء آیت نمبر ۴۰ پارہ ۲۵ ۲۔ قرآن کریم، سورۃ نساء آیت نمبر ۴۰ پارہ ۲۵

۳۔ قرآن کریم، سورۃ زمر آیت نمبر ۳۰ پارہ ۲۵ ۴۔ قرآن کریم، سورۃ یونس آیت نمبر ۵۵ پارہ ۲۵

۵۔ قرآن کریم، سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۵ پارہ ۲۵

اباذیل میں چند مشہور زمانہ اور مقبول انام تفاسیر کا بھی مطالعہ کیجئے کہ امکان کذب
باری تعالیٰ کے حوالے سے ان چوتی کے مفسرین کے نظریات و عقائد کیا ہیں۔
تفسیر حازن میں ہے :

يَعْنِي لَا أَحَدٌ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ
فَإِنَّهُ لَا يُخِيفُ الْمِعَادَ وَلَا يَجُوزُ عَلَيْهِ الْكُذْبُ
مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ نہ کوئی بچا ہے نہ وہ وعدہ
خلفی کرتا ہے اور نہ اس کا جھوٹ ہونا ممکن ہے۔
تفسیر مدارک شریف میں ہے :

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا يَمُزُّهُ
يَسْتَفْهِمُ يَعْنِي الشَّقِي أَي لَا أَحَدٌ أَصْدَقُ مِنْهُ
بَرِّتِ فِي مَقْبَلِ انْكَارِ سَبِّهِ أَيْ خَيْرٌ وَوَعْدِهِ
أَوْ وَعِيدِ كَسِي بَاتِ فِي كَوْنِ شَخْصِ اللَّهِ
فِي الْخَبَرِ وَوَعْدِهِ لَا يَمُزُّهُ لَا يَسْتَحَالُ
الْكُذْبُ عَلَيْهِ لِقُوَّةِ الْخَبَرِ عَنْ
الشَّقِي بِخِلَافِ مَا هُوَ عَلَيْهِ
بَرِّتِ فِي مَقْبَلِ انْكَارِ سَبِّهِ أَيْ خَيْرٌ وَوَعْدِهِ
أَوْ وَعِيدِ كَسِي بَاتِ فِي كَوْنِ شَخْصِ اللَّهِ
فِي الْخَبَرِ وَوَعْدِهِ لَا يَمُزُّهُ لَا يَسْتَحَالُ
الْكُذْبُ عَلَيْهِ لِقُوَّةِ الْخَبَرِ عَنْ
الشَّقِي بِخِلَافِ مَا هُوَ عَلَيْهِ

تفسیر بیضاوی شریف میں ہے :
وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا (نَكَارَةً)
أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ أَكْثَرُ صِدْقًا مِنْهُ فَإِنَّهُ لَا
يَسْطَرِقُ الْكُذْبُ إِلَى خَبَرِهِ بِوَجْهِ لَأَنَّهُ
اللہ تعالیٰ اس آیت میں انکار فرماتا ہے کہ کوئی
شخص اللہ سے زیادہ سچا ہو اس کی خبر میں تو
جھوٹ کا کسی طرح کا کوئی شبہ تک نہیں

لے علامہ الدین علی بن محمد بن ابی بکر بن ہادی تفسیر حازن بلورق ۱۳۱۳ھ مطبوعہ مصر ۱۳۱۳ھ عبد اللہ بن احمد بن محمد
نسفی مدارک جلد ۱ ص ۱۴۱ ناشر دار الباز مطبوعہ دمشق ۱۳۱۳ھ

نَقَصٌ وَهُوَ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مُحَالٌ ۖ لَہ

کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ کے لئے کمال

تفسیر ابو سود میں ہے :

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا نِكَارًا ۖ لَہ

اس آیت سے ثابت ہے کہ وعدہ اور کسی طرح کی

يَكُونُ أَحَدُ أَصْدَقَ مِنْهُ تَعَالَى فِي وَعْدِهِ ۖ

خبر دینے میں اللہ تعالیٰ سے بچا کوئی نہیں اور اس کے کمال

وَسَائِرُ أَخْبَارِهِ ۖ قَبِيحٌ لِّمَسْحَاتِهِ كَيْفَ

ہونے کی وضاحت بھی ہے اور کیسے نہیں کہ جھوٹ

لَا وَكَذِبٌ مُحَالٌ عَلَيْهِ سُبْحَانَ دُرِّ غَيْرِهِ ۖ

بونا خدا کے لئے کمال بخلاف دوسروں کے ۔

تفسیر کبیر میں ہے :

فَلَنْ يَخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ

اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ ہرگز اپنا عہد جھوٹا

سُبْحَانَ مَنْزِلَةٍ عَنِ الْكَذِبِ فِي وَعْدِهِ ۖ

ذکر ہے کہ اس سے عا پر واضح دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ

وَوَعْدِهِ ۖ قَالَ أَصْحَابُنَا لَإِنَّ الْكَذِبَ صِفَةٌ

اپنے ہر وعدے اور وعید میں جھوٹ سے پاک ہے

نَقْصٍ وَالتَّقْصُّ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مُحَالٌ وَقَالَتْ

ہماری جماعت اہلسنت اس میں سے کذب الہی کہہ سکتی

الْمُعْتَزِلَةُ ۖ لَإِنَّ الْكَذِبَ مُسِيحٌ لِأَنَّهُ كَذِبٌ

ہونے کی مدعی ہے کہ جھوٹ صفت نقص ہے اور

فَيَسْتَحِيلُ أَنْ يَفْعَلَهُ فَدَلَّ عَلَى أَنَّ الْكَذِبَ

اور نقص، شرعی کے لئے کمال اور معتزلہ اس دلیل

مِنْهُ مُحَالٌ أَنْ يَفْعَلَ مَا تَعَالَى

سے منع ماننے ہیں کہ کذب قبیح لذات ہے تو اللہ تعالیٰ

۱۔ شیخ عبدالرشید عریضی فادی ۔ تفسیر امین فادی ص ۱۷۱

۲۔ علامہ ابو جعفر ابو اسود عادی ، تفسیر ابو اسود جلد ۳ ص ۳۱۲

۳۔ امام خیر الدین رازی ۔ تفسیر کبیر ۔

سے اس کا صادر ہونا محال

تفسیر روح البیان میں ہے:

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا انْكَسَرُ
لَإِنَّ مَكُونَ أَحَدُ الْكَرْصِ قَائِمُهُ فَإِنَّهُ لَا
يَنْطَرِقُ الْكَذِبُ إِلَى خَيْرِهِ يُوْجِهُ لِأَنَّهُ
نَقَصٌ وَهُوَ عَلَى اللَّهِ مُحَالٌ دُونَ خَيْرِهِ
اس آیت سے واضح ہے کہ کوئی خدا سے زیادہ
سچا نہیں کیونکہ جھوٹ بولنا ایک عیب ہے اور
عیب اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے
بخلاف دوسروں کے۔

ابھی آپ نے جن شہرہ آفاق ارباب علم و تحقیق کی مدلل تفسیروں کا مطالعہ
کیا یہ تفسیر کی وہ معتبرا و مقبول کتابیں ہیں جو مدعیان امکان کذب باری تعالیٰ
کے دانش کدوں میں بھی حرق و خراور قابل استناد ہیں۔ ان شواہد کے بعد بھی اس
مدعی پر کہ خدا جھوٹ نہیں بول سکتا مزید کسی اتمام حجت کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟
اس حقیقت کا انکار اب تو بالکل ایسا ہی ہے کہ مورخ کی تیز شعاعوں سے پورا عالم
جنگدار ہوا اور کوئی صاحب اپنے حرم کدہ کی چلن سے جھانک کر ارشاد فرمائیں ابھی
رات باقی ہے۔ میرے عزیز ظہور حق کے بعد باطل پر اٹے رہنا اگر عین اسلام ہے
تو مجھے بتایا جائے کہ پھر ضلالت و گمراہی کس چڑیا کا نام ہے۔ ممکن ہے برسوں سے اغوا شدہ
ذہنوں میں بھی اس قسم کے شبہات کلبلا رہے ہوں کہ یہ بات تو کسی قدر صحیح ہے مگر

شیخ اسماعیل حقیر دہلوی تفسیر روح البیان سورۃ نساء، صفحہ ۳۵۵ بعد دوم ناشر مکتبہ اسلامیہ خالد روہ کوٹہ

ہم یہ جانتا چاہتے ہیں کہ گذشتہ صدیوں میں جو ائمہ اسلام، فضلاء روزگار اور اراکین
 دین و دانش گزرے ہیں اس سلسلہ میں ان کے عقائد و نظریات کیا تھے تو لیجئے۔
 ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے پیش خدمت میں جمہور علماء اسلام کے عقائد و نظریات۔
 امکان کذب باری تعالیٰ اور مسلک جمہور | شرح مواقف میں ہے۔
 اِنَّهُ تَعَالٰی یَسْتَعِیْ اٰہِیَّت اور

عَلَيْهِ الْكَذِبُ اِتِّفَاقًا اَمَّا عِنْدَ الْمُعْتَزِلَةِ
 اَنْ اِيْكَذِبَ قَبِيْحٌ وَهُوَ سُبْحَانَهُ لَا يَفْعَلُ
 الْقَبِيْحَ اَمَّا اِمْتِنَانُ الْكَذِبِ عَلَيْهِ عِنْدَ
 نَاسِهِ نَقْصٌ وَالنَّقْصُ عَلَى اللَّهِ تَعَالٰی
 مُحَالٌ اِجْمَاعًا۔
 معزز اس سلسلہ میں ہم خیال ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ
 یوں ممکن نہیں، معزز کے نزدیک اس لئے کہ جھوٹ
 برکام ہے در اللہ تعالیٰ برے کام ہے پاک ہے اور ہم
 اہلسنت کے نزدیک اس لئے نہ ممکن ہے کہ جھوٹ عیب ہے
 اور اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بر غیب محال

شرح مواقف کی بحث مہجرات میں ہے۔

قَدْ مَرَّ بِيْ مَسْئَلَةٌ اَكْلَامٌ مِنْ مَّقَوِّفِ الْاَلْفِيَّا
 اِمْتِنَانُ الْكَذِبِ عَلَيْهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی
 مایہ میں ہے :
 موقف ایسا ہے یہ مسئلہ گزیر چکا کہ اللہ تعالیٰ کا
 جھوٹ یوں بر گز ممکن نہیں۔

یَسْتَحِیْلُ عَلَيْهِ سُبْحَانَهُ تَعَالٰی سُبْحَانَ النَّقْصِ عیب کی تمام نشانیاں جیسے جہالت و کذب یہ

علامہ سید شریف المنہاج شرح مواقف ص ۱۷۱ مطبوعہ نو محضرہ لکھنؤ علامہ سید شریف، شرح مواقف ص ۱۷۱

سب اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہیں۔

کالجہل وَالْكَذِبُ لَہ

سایرہ کی شرح سامرہ میں ہے :

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأَشْعَرِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ فِي أَنَّ
كُلَّ مَا كَانَ وَصِفَ تَقْصِبُ قَالِبِ رِي تَعَالَى عَنْهُ
مُنْزَعٌ وَهُوَ مُحَالٌ عَلَيْهِ تَعَالَى وَالْكَذِبُ
وَصِفَ تَقْصِبُ لَہ

اشاعرہ اور غیر اشاعرہ کو اس میں کوئی اختلاف
نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر صفت میں پاک ہے اور
وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ممکن بھی نہیں اور جھوٹ
ایک صفت عیب ہے۔

شرح عقائد میں ہے :

اللہ تعالیٰ کے کلام کا جھوٹا ہونا محال ہے۔

كَذِبُ كَلَامِ اللَّهِ تَعَالَى مُحَالٌ لَہ

طوابع الانوار میں ہے :

الْكَذِبُ نَقْصٌ وَالتَّقْصُّ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مُحَالٌ لَہ

جھوٹ ایک عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ کے لئے محال۔

کنز الفرائد میں ہے :

قَدْ مَسَّ تَعَالَى شَأْنُهُ عَنِ الْكَذِبِ بِشَرِّ عَادٍ
عَقْلًا إِذْ هُوَ قَبِيحٌ يَكْثُرُ بِكَ الْعَقْلُ قُبْحُهُ مِنْ
غَيْرِ تَوْصِيفٍ عَلَى شَرِّهِ فَيَكُونُ مُحَالًا فِي حَقِّهِ
تَعَالَى عَقْلًا وَشَرًّا كَمَا حَقَّقَهُ ابْنُ الْعَمَاءِ وَغَيْرُهُ

عقل اور شرعی تعانوں کے پیش نظر اللہ تعالیٰ ہر
طرح جھوٹ سے پاک ہے کیونکہ شرعی احکامی کے بغیر بھی
جھوٹ عقلی طور پر ناپسندیدہ ہے و جھوٹ عقلاً اور شرعاً ہر طرح
اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے جیسا کہ امام ابن الہمام وغیرہ اکی تھیں پیش کی

۱۔ علامہ امام عقیلی علیہ السلام کمال الدین محمد بن محمد بن محمد بن ابی شریف قدسی، سامرہ ص ۱۰۰
۲۔ علامہ نقاشانی شرح عقائد صفحہ ۱۰۰ ۳۔ طوابع الانوار، فرع متعلق ببحث کلام ۴۔ کنز الفرائد۔

مسلم الثبوت میں ہے :

الْمُعْتَزِلَةُ قَالُوا لَوْلَا كَوْنُ الْحُكْمِ عَقْلِيًّا لَمَّا

امتنع الكذب منه تعالى عقلاً والجواب

انه نقص فيجب تزيده تعالى عنه

كيف فقد مرافقه عظمى باتفاق العقلاء

لان ما ينافي الوجوب الذاتي من جملة

النقص في حق الباري تعالى ومن الامتناع

العقلية عليه سبحانه۔ لے

نواح الرحمت میں ہے ۔

الله تعالى صادق قطعاً لا يستحيل الكذب فيها

شرح فقہ اکبر میں ہے :

الكذب عليه تعالى محال

شرح عقائد جلالی میں ہے :

الكذب نقص والنقص عليه محال

فلا يكون من الممكنات، ولا تشملها لفظاً

لہ مرقاۃ المفاتیح مسلم الثبوت لہ لکھنؤ علماء بحر افق سید علی زرنگی نقلی قواعظ الرحمت ص ۷۷ ملا علی قاری۔ شرح فقہ اکبر

معزلہ نہ کہا، اگر حکم عقل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے لئے

استناع کذب عقلی نہیں رہے گا۔ اہلسنت کا جواب

یکہ کذب اس لئے محال ہے کہ وہ نقص ہے اور اللہ

تعالیٰ کا اس سے پاک ہونا واجب ہے، استناع

کذب عقلی ہونے پر تمام اہل دین و دانش کا اتفاق

ہے۔ دلیل یہ ہے کہ کذب وسیت کی ضد ہے اور جو چیز الوہیت

کی ضد ہو وہ شر کے عیب و در کی شان میں محال عقلی

یقیناً اللہ تعالیٰ سچا ہے وہاں جھوٹ کا اسکان ہی نہیں

اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ ہونا محال ہے ۔

شرح عقائد جلالی میں ہے :

جھوٹ عیب ہے اور جھوٹ اللہ تعالیٰ کے لئے محال

تو جھوٹ اللہ کے لئے ممکن نہیں اور قدرت الہی

کَسَابُ وَجُوهِ النَّصَبِ عَلَيْهِ تَعَالَى
لے شامل نہیں جیسے تاکہ اسباب غیب شہادتیں دیکھ کر یہ نسبت
تعالیٰ کے لئے محال اور صلاحیت قدرت سے خارج (

عقائد عقیدہ میں ہے :

مُسْتَصِفٌ بِجَمِيعِ صِفَاتِ الْكَمَالِ وَمُنَزَّهٌ عَنْ
اشر تَعَالیٰ تمام اوصاف کمال سے مستف اور عنوانات
صِفَاتِ النَّصَبِ اَجْمَعِ عَلَيْهِ الْعُقُلُ اعْرَضَ
نقص سے پاک ہے اور اس پر تمام عقائد و مذاہب کا تعلق ہے

حوالے ملے چلے گئے اور میں نقل کرتا چلا گیا، ایک ہی مفہوم کی مسلسل عبارتیں
پڑھتے پڑھتے آپ کہیں کتابت نہ محسوس کریں بس اس خیال سے میں نے قلم دوک
دیا، ورنہ میرے سامنے عقائد و کلام کے موضوع پر صدیوں پرانی کتابوں کی ایک
لمبی فہرست موجود ہے جن کی انتہائی واضح اور مدلل عبارتیں عقیدہ و ایمان کی
سب بلند چوٹی سے چیخ چیخ کر یہ اعلان کر رہی ہیں کہ اسلام کے ہر دور میں ائمہ
مستکملین اور نقباء و محدثین کا یہ اجماعی اور غیر مختلف فیہ عقیدہ رہا ہے کہ خدا کا جھوٹ
بولنا کسی طرح ممکن نہیں بلکہ شرعاً و عقلاً بہر صورت محال ہے۔ اور امکان کذب
باری تعالیٰ کے قائلین سراسر گمراہی اور بے دینی کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں
اس طویل گفتگو کے بعد ہم اس کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں کہ اگر ان کے دلوں پر
گمراہی و بدعقیدگی کی بہر میں نہیں لگی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان گم گشتگان راہ کو

لے شرح عقائد جلالی نے عقائد عقیدہ ص ۳

ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

مشاہیر اسلام کے فیصلہ کن عقائد

آپ نے مندرجہ بالا جن کتابوں کی عبارتیں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ عام طور

پر علماء و محققین کے زیر مطالعہ رہتی ہیں۔ اب ہم ذیل میں آپ کے ان جانے پہچانے بزرگوں کے عقیدے پر دقلم کرتے ہیں جن کے اسمائے گرامی زبان زد عوام و خواص رہتے ہیں اور برصغیر میں عامۃ المسلمین کے لئے جن کے ارشادات حرف آخر اور سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ — حقرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ۔

قَوْلُهُ أَحِبُّبُ وَاسْتَجِیْبُ خَيْرَ الْخَيْرِ لَا يَحْتَرُ عَلَيْهِ النَّسَبُ بِأَمْرٍ إِذَا نَسَحَ كَرُّ دِينٍ وَنَعَانِي اللَّهُ عَنْ دَالِثٍ عَلَوُ الْكِبَرِ وَاحْتَرَفْنِي نَعَانِي لَا يَتَّعِ بِخِلَافٍ مُخَيَّرٌ عَنْهُ

اشارتوں فرماتا ہے اس قبول کرتا ہوں اور استجب

جبریت درخیز منور نہیں ہوتی کیونکہ اگر خیر منور ہو

تو خیر جو ہوتا ہو جائیگا اور ذات باری تعالیٰ اس پاک

و ارشد تعالیٰ کی خبر اپنے غم کے خلاف نہیں ہو سکتی۔

مفتیان قنادائے عالمگیری کا عقیدہ۔

اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کو ایسے وصف سے متصف کیا جو شان الہی کے لائق نہ ہو...

یا اللہ تعالیٰ کی طرف جہالت، عاجزی یا نقص کو منسوب کیا تو وہ کافر ہو گیا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی کا عقیدہ

لَا غُوثَ غَيْرَ لِي لَدُنْ جِلَافِي بَعْدَ دِي غَيْرِ الطَّالِبِينَ ۱۵۱ مے قنادے عالمگیری اردو جلد دوم ص ۵۳

اور تعالیٰ از جمیع نقائص و مساوت اللہ تعالیٰ تمام نقائص اور علامات عدوت
حدوث منزکہ و میرا است سے پاک و برتر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ:

وَلَا يَبْعَثُ عَلَيْهِ الْحَرَكَةُ وَالْإِنْتِقَالُ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے لئے حرکت
التَّبَدُّلُ فِي ذَاتِهِ وَلَا فِي صِفَاتِهِ الْيَعْلُ انتقال بدلتا، جہالت اور جھوٹ کا
وَالْبَحْثُ فِيهِ انتساب صحیح نہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ:

خبر اور تعالیٰ کلام ازلی است و کن بدو اللہ تعالیٰ کی خبر کلام ازلی ہے اور کلام کا بھوٹا
کلام نقصانیت عظیم کہ ہرگز بصفات ہونا بہت بڑا نقص جو ہرگز اللہ تعالیٰ کی صفات
اور یا خدا حق اور تعالیٰ کہ میرا از جمیع میں داخل نہیں ہو سکتا کہ وہ تمام عیوب و نقائص
عیوب و نقائص است خلاف خیر واقع سے پاک ہے، غلاف واقع خبر مطلقاً
مطلقاً نقصان محض است کہ نقصان محض ہے۔

علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ ترمذی کا عقیدہ:

لَا يَرِىُّهُ اللَّهُ تَعَالَى بِالْعَدَمِ مَا كَانَ عَلَى الظُّلُمِ اللہ تعالیٰ ظلم، حماقت اور جھوٹ سے
الْمَقْبُورِ وَالْكَذِبِ لِأَنَّ الْمَحَالَّ لَا يَدْخُلُ متصف نہیں ہو سکتا کیونکہ محال قدرت کے تحت

۱۔ شیخ احمد محمد القاسمی، مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر ۲۹۹ کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حسن العقیدہ
۲۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی، تفسیر عزیزی پارہ ۱ ص ۲۱۴

الْقُدَمَاءُ لَهُ

داخل نہیں ہوتا۔

علامہ ابراہیم باجوری کا عقیدہ :

الْقُدَمَاءُ لَا تَتَعَلَّقُ بِالْمُسْتَحِيلِ فَلَا خَيْرَ فِي

ذَلِكَ كَمَا لَا خَيْرَ فِي أَنْ يُقَالَ لَا يَعْقِدُ اللَّهُ

عَلَى أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا أَوْ زَوْجَةً أَوْ يَخْذُلَ إِلَهًا

ان جمہور علماء عظام اور مشائخ کبار کے عقائد کی روشنی میں یہ حقیقت چودہویں

کے چاند کی طرح منور ہوئی کہ مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی کسی جدید کتب فکر کے بانی

نہیں تھے بلکہ آپ نہیں عقائد و نظریات کے حامل و ترجمان تھے جو ان سے پہلے عہد

رسالت تک تمام جمہور علماء حق کے رہے ہیں۔ اب اس بحث کے آخر میں امام احمد

رضا کے قلم سے ایک انتہائی بصیرت افروز اور فکر انگیز ہدایت نامہ پڑھیے اگر دل و صانع

کو واقعی حق کی تلاش ہے تو انشاء اللہ ایمان تازہ اور شام جاں معطر ہو جائے گی۔

اور اس دل آویز اسلوب حق کی چاشنی سے آپ زندگی بھر لطف اندوز ہوتے رہیں گے

امام احمد رضا قدس سرہ اپنی تصنیف "سُبْحَانَ السُّبُوحِ عَنْ عَيْبِ كَذِبٍ مَقْبُوحِ"

کے آخر میں "التماس ہدایت اساس" کے زیر عنوان رقم طراز ہیں۔

لے شمس الدین محمد بن عبداللہ الترمذی، معین الحق فی جواب المستفتی بحوالہ تقدیس الوکیل من توہین الرشد والحق

از مولانا غلام دستگیر قصوری، صدقہ علماء الحرمین شریفین۔

لے عاشیہ متن سنویہ بحوالہ تقدیس الوکیل ص ۲۱۹

اے میرے پیارے بھائیو! کلمہ اسلام کے ہمراہ سو! اگرچہ نفس امارہ رہزن
عیارہ اور شیطان لعین اس کامعین و لہذا خطا کا اقرار آدمی کو ناگوار۔ مگر واللہ

وَاذَرْنِیْ لَہٗ اِنَّ اللّٰہَ اَخَذَ الذِّمَّۃَ بِالْاِیْمِیْنِ۔ کی آفت سخت شدید۔ اَلْکَیْسُ مِنْکُمْ دُجَیْنٌ دُنَیْدٌ

خدا را ذرا انصاف کو کام فرماؤ، خلق کا کیا پاس خالق سے شرمناؤ۔ کچھ دیکھا بھی کس پر
امکان کی ہمت دھرتے ہو۔ کس پاک بے عیب میں عیب آنے کا احتمال کرتے ہو۔

المعصۃ للہ۔ اے وہ خدا ہے سب خوبیوں وال۔ ہر عیب و نقصان سے پاک

نرالا۔ ذرا تو گریبان میں منہ ڈالو۔ جس نے زبان عطا فرمائی اس کے بارے میں تو

زبان سنبھالو۔ واسطے انصافی تمہیں کوئی جھوٹا کہے تو آپے میں نہ رہو۔ اور مک

جبار و لحد تہار کا جھوٹا ہو زبوں لیکن کہو۔ یہ کون دیا نت ہے۔ کیا انصاف ہے اس

پر یہ قہر اصرار یہ بلا اعتراف ہے۔

اس کے بعد امام احمد رضا کا یہ دروائیز تمور بھی ملاحظہ فرمائیے۔

اے طاغف حائفہ! اے قوم مفتون! مانو تو ایک سہل تدبیر تمہیں بتاؤں۔ میرا

رسالہ تنبیہ میں بیٹھ کر بغور دیکھو۔ ان دو نمود لائل و اعترافات کو ایک ایک کر کے

انصاف سے پرکھو۔ جان برادر احقاق حق کو ایک دلیل کافی، ابطال باطل کو ایک

اعتراف وافی، نہ کہ دلائل باہرہ، اعترافات قاہرہ صدہا صنوا اور ایک نہ گنو۔ دل

میں جانتے جاؤ کہ دلائل باصواب اور اعتراف لاجواب۔ مگر ماننے کی قسم تو بہ کی آن،

بلکہ الٹے سائید باطل کی فکر سامان۔ یہ تو حق پرستی نہ ہوئی۔ بادیستی ہوئی۔ نہ تعصب میں سیاہ بستی ہوئی۔ پھر قیامت تو نہ آئے گی۔ حساب تو نہ ہوگا۔ خدا کے حضور سوال و جواب تو نہ ہوگا۔ اے رب میرے ہدایت فرما اور ان لچیلی ہانکھوں کو کچھ تو شرماء۔

نی توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول

اے کہ در ساختہ قطرہ یارانی رالہ

امام احمد رضا قدس سرہ کے قلم کی یہ درد مندانہ اپیل تعصب اور تنگ نظری سے بالاتر ہو کر ایک بار پھر پڑھئے اس صلاح افکار کے لئے اخلاص و درمندی کی اثر انگیزی سے الفاظ کا قالب تک جھنجھٹا کر رد کیا ہے انھوں نے تقدیس الوہیت کے تحفظ کے لئے مدلل اور پر زور پیرایہ بیان سے لے کر متانت و سنجیدگی کے دل آویز لہجہ تک کوئی گوشہ اٹھا نہیں رکھا۔

ایک جانب دیوبندی مکتب کے مولویوں کو یہ غرہ ہے کہ توحید پرست صرف وہی ہیں اور عقیدہ کی گمراہی کا عالم یہ ہے کہ وہ منزل ارکان سے بھی چار تدم آگے بڑھ کر عالم واتحاد میں خدا کو تھوٹا کہنے والے کو بھی سچا پکا مسلمان کہتے ہیں۔ اب ذرا دل مقام کر ان کی گمراہی کا نقطہ عروج امام احمد رضا کے قلم سے پڑھئے۔

رشید احمد گنگوہی نے پہلے تو اپنے طالبِ اسمعیل دہلوی کے اتباع سے اشدّ عزّ و غلّ پر یہ افترا باندھا کہ اس کا جھوٹا ہونا بھی ممکن ہے۔۔۔ میں نے اس کی یہودہ بکو اس کا رد ایک مستقل کتاب میں کیا، جس کا نام "سبحن السبح عن عیب کذب مقبوح" رکھا۔ میں نے یہ کتاب بذریعہ رجسٹری اس کی طرف اس پر بھیجی، اس کی طرف سے وصولیائی کی رسید بھی آگئی جسے گیارہ برس ہوئے (مگر کوئی جواب نہیں ملا) اس کے بعد (بجائے اصلاح قبول کرنے کے) وہ ظلم و گمراہی میں اس قدر بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں (جو اس کا بہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بیٹی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چپا) صاف لکھ گیا کہ جو اللہ ہی نہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کرے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالا طاق، گمراہی درکنار، فاسق بھی نہ کہو۔

دیکھ رہے ہیں آپ بارگاہِ الہی کے ان گستاخوں کی بدستی اور دریدہ دہنی اب آپ اپنے ضمیر کی آواز سے آواز ملا کر مجھے جواب دیں کہ زیر بحث مسئلہ کے تعلق سے قرآن و سنت اور مسلکِ اسلاف کے عین مطابق امام احمد رضا کا عقیدہ و نظریہ ہے یا علماءِ دیوبند کا ۹۔ وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ وَالْهَادِی

ضیاء القاسمی دیوبندی پر مشرکہ چرچہ کا پیش قدمہ

از سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب

مَحْصَدُهُ وَنُصَلِّيْ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ رَا بَا بَعْدَ مَا هِنَا مَرَّ
”الفاروق“ کراچی کے شہان المعظمؒ کے شمارہ میں فیصل آباد کے
معتبر دیوبندی عالم مولوی محمد ضیاء القاسمی صاحب کا ایک مضمون بعنوان
”مولانا عبدالستار نیازی — اپنی عاقبت خراب نہ کریں“ شائع ہوا۔
اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے موصوف فرماتے ہیں: —

”اس وقت چند ضروری باتیں عرض کرنے کے لیے جو سطور سپرد قلم کر
رہا ہوں وہ ان در یعنی نیازی صاحب کا ایک انٹرویو ہے جو حرمت اسلام
کے اکتوبر ۱۹۹۲ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے نہایت دلیری
سے علمائے دیوبند کی طرف ایک بہتان منسوب کیا ہے جس سے بڑا شائد
کوئی کذب نہیں ہو سکتا۔ مولانا نیازی نے اپنے انٹرویو میں کہا ہے کہ
دیوبندیوں کی کتاب میں ہے کہ

”ہذا جھوٹ بول سکتا ہے۔“ نبی مر کر مٹی ہو گیا ہے۔“

جس مسئلہ ”امکانِ کذب“ پر ایک عرصے سے جنگ جاری ہے، جس کی ہولناک گھن گرج نے اہل اسلام کے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا ہے قاسمی صاحب کو اس کی خبر آج ہو رہی ہے لیکن ایسا نہیں بلکہ چور خود ہی ”چور چور“ کا شور مچا کر ذلت و رسوائی سے بچنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ کیونکہ جس جھوٹ کے امکان کو زبردستی خدا کے پلے باز نہ کر لے علیٰ کل شئی قَدِیْر کا مصداق مانا گیا اُس ناپاک امکان کے تحفظ اور دفاع میں بھی سردھڑکی بازی لگا دی گئی۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ ایک مقتصد مولوی کو اس کی خبر ہی نہ ہوتی ہو۔ آج نیازی صاحب نے یہ کوئی نیا انکشاف ہرگز نہیں کیا بلکہ کافی سالوں سے یہ عقیدے علمائے دیوبند کے شفقہ مقننہ و پیشوا مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی کتابوں میں آج تک بہ نفس نفیس موجود ہیں۔ مجاہدِ آزادی، علامہ اجل مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۲۵ء میں مولوی اسماعیل کے تمام باطل عقائد کا بھرپور و مدلل رد اپنی کتاب ”تحقیق الفتویٰ“ میں فرمایا اور مولانا دہلوی صاحب کے اس ”امکانِ کذب“ کے مسئلہ پر ”احتجاج النضر“ لکھ کر ان کا ناطقہ بند کر دیا۔

مولانا نیازی کی زبان سے بتائے گئے دیوبندیوں کے مذکورہ بالا دونوں ایمان سوز اور بختیت افروز عقائد نے قلبِ اسماعیل دہلوی سے شفت ہوتے ہوئے سرزمینِ دیوبند میں پناہ حاصل کی پھر سینہ بہ سینہ مختلف قلوپ علمائے دیوبند کو مسکن بنائے رکھا۔ اس سے زیادہ مناسب جگہ اور ہو بھی کہاں سکتی تھی۔ دیوبندیوں کے اس امکانِ کذب کے

عقیدے نے اخبارات میں بھی شہرت حاصل کی۔ روزنامہ نوائے وقت کے کالم نویر بصیرت میں اس عقیدے کو ”جہالت کے شاہکار کے عنوان سے اس طرح لکھا گیا : —

”اگر کوئی اپنی کتاب میں لکھے جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ نہیں بول سکتے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محدود کرتا ہے“ تو اس کے بارہ میں آپ کیا رائے قائم کر سینگے کیا یہ فقرہ علم کی بات ہے یا جہالت کا شاہکار؟“

اخباری پالیسی کے پیش نظر کتاب کا نام نہیں دیا گیا ورنہ دیوبندی کتب میں یہ عقیدہ صراحتہ موجود ہے۔ ابھی انشاء اللہ العزیز پر وہ اُٹھنے والا ہے۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی صاحب کو دیرینہ تعلقات کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے جناب ضیاء النفا کی صاحب فرماتے ہیں : —

”نیازی صاحب، آپ نے یہ بات کہہ کر اپنی عاقبت خراب کی ہے اور اس صدی کی سب سے بڑی غلط بیانی کی ہے اس سے بڑا اس صدی کا اور کوئی بہتان نہیں ہو سکتا جو آپ نے علمائے دیوبند کے اکابر کی طرف منسوب کیا ہے۔“

یہ تو چند لمحوں بعد پتہ چلے گا کہ اپنی عاقبت کون خراب کر بیٹھا ہے اور اس وقت کی سب سے بڑی غلط بیانی کر نیوالے اور سب سے بڑا بہتان باندھنے والے کون لوگ ہیں۔ دراصل جس آنکھ میں بخدی سر عمر عقیدت کی ایک ایک سلائی پڑ جائے پہلا اکیس کام

ہی یہ ہوتا ہے کہ اپنے اکابر کی کتب کے صفحے قرآنی درق دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اور قرآن وحدیث میں سطر سطر عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مشتمل پاکیزہ عبارات دھندلی سی نظر آنے لگتی ہیں۔

عرض یہ ہے کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی نے علانے دیوبند پر قطعاً کوئی بہتان نہیں باندھا بلکہ ایک بہت بڑا سچ اور سب سے بڑی روشنی اور کھلی ہوئی حقیقت بیان کی ہے۔ اتنے بڑے سچ کو غلط بیانی اور بہتان سے تعبیر کرنا ہی دراصل سب سے بڑا کذب ہے۔ ہر زمین قرن الشیطان کے سرمہ عینیت کا ”کمال“ یہ بھی ہے کہ بصر شمس علی غائب ہو جاتی ہے اور بصیرت پر ختم اللہ علی قلوبہم والی آیت کریمہ فہم بیٹھ جاتی ہے۔

قاسمی صاحب کی عقل و خرد کو جب عینیت اکابر کی دبیر چادر نے ڈھانپ لیا تو عالم وارفنگی و سرمستی میں بڑے جوش و جذبے سے یہ چیلنج دے مارا:۔۔۔۔۔

”مولانا نیازی صاحب! ہمارے دیوبندی اکابر میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور آیتہ من آیات اللہ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے اسمائے گرامی آسمان دلایت و علم کے تابندہ و درخشندہ ستارے ہیں۔ ان حضرات کی کتابوں میں سے اگر آپ دونوں باتیں ثابت کر دیں اور ان کے فوٹو شیٹ حرمت کے صفحات میں اپنی الفاظ کے ساتھ ثابت کر کے شائع کر دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا۔ ان

لہو تفعلوا ولن تفعلوا
فالتقوالنا دالتی وقودھا

الناس والجاراة اعدت للكافرين۔ ورنہ پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے انجام اور اہتساب کا انتظار کیجئے۔“^۱
 اگر ایسے گنہگار کسی کی طرف ناحق منسوب کرنے پر آپ بہت
 بڑے انجام سے آگاہ کر رہے ہیں تو جنہوں نے خود یہ عقائد اپنی اپنی
 کتب میں درج کئے ہیں اُن پر عذاب و پھٹکار اور نہایت ذلت و رسوائی
 کی مار کا تصور بھی توفیق ملے تو کر لیجئے گا۔

کچھ ”تابندہ و درخشندہ“ ستاروں کے نام آپ سے قصداً یا سہواً چھوٹ
 گئے ہیں یعنی آپ کے امام الہند محمد اسماعیل دہلوی تو قطبی ستارہ ہیں۔ اور
 آپ کے شیخ الہند محمود الحسن صاحب بھی کچھ کم نہیں مولوی خلیل احمد صاحب
 ہمایونی کی چمک دمک بھی آپ کی نگاہوں کو خیرہ کیے ہوئے ہے اور
 عہدِ حاضر کے مولوی منظور نعمانی و مولوی سرفراز گکھڑوی صاحبان بھی
 فضائے دیوبندیت میں جگمگ جگمگ روشن و تابندہ ہیں۔ اللہ ہی
 بہتر جانتا ہے کہ کس خیال نامراد نے آپ کو ان حضرات کے اسمائے گرامی
 درج کرنے سے باز رکھا۔ آپ بہر حال تسلیم کریں گے کہ مذکورہ علمائے
 دیوبند کے ڈنکے بھی دیوبندی مدرسوں میں اتنے زور و شور سے بج
 رہے ہیں کہ عظمتِ خدا و رسول (جل جلالہ) و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
 صدائیں بھی کانوں پر نہیں پہنچ پاتیں۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ کے بے پایاں فضل و کرم اور اس کے پیارے
 حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت و برکت کے طفیل احقر
 آپ کا چیلنج قبول کرتا ہے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔
 آپ نے جو فرمایا کہ ”ان حضرات کی کتابوں میں سے اگر آپ دونوں باتیں

ثابت کر دیں اور ان کے فوٹو سٹیٹ حرمت کے صفحات میں اپنی الفاظ کے ساتھ ثابت کر کے شائع کر دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا۔" تو آپ نے بھی جس دیدہ دلیری سے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے میں اس کی بھی داو دیٹے بغیر رہ نہیں سکتا۔ "اپنی الفاظ" سے اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ جو الفاظ نیازی حساب کی زبان سے نکلے ہیں بعینہ وہی الفاظ کتابوں میں دکھائے جائیں تو یہ آپ کے زبردست جہل کی دلیل ہے۔ کیونکہ لفظ بہ لفظ عبارت نہیں بلکہ معنی و مفہوم دیکھا جاتا ہے۔ مثلاً آپ دورانِ تقریر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ کوئی اٹھ کر آپ سے پوچھ بیٹھے کہ حدیث کی جُملہ کُتب میں اُردو کے یہی الفاظ دکھا دیجئے تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا تو آپ کا جواب کیا ہوگا؟ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

میرے خیال میں کذب کی تعریف آپ کو غلط بتائی بلکہ پڑھائی گئی ہے۔ کذب کی صحیح تصویر کیا ہے یہ میں بتاتا ہوں۔ آپ بس آنکھیں ذرا کھلی رکھ کر دیکھتے جاتیں (اختصار ملحوظ ہے ورنہ دفتر بن جائے) آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا: —

”پھر یہ کہ آپ (یعنی حضور علیہ السلام) کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید (یعنی جس نے سوال پوچھا ہے) صحیح ہو تو دریافتِ طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض (یعنی جزوی) غیب ہے یا کلی غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص (یعنی خصوصیت) ہے ایسا علم غیب تو

زید و عمر (یعنی ہر ایر سے غیر سے) و بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (باگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (یعنی تمام چار پاؤں) کے لیے بھی حاصل ہے۔ اس عبارت پر جب حرمین شریفین سے کفر کا فتویٰ لگا تو دیوبند کے نامور مناظر مولوی مرتضیٰ حسن درہنگی کے جسم میں چوڑیاں سی رنگ گئیں۔ فوراً قلم اٹھایا اور اپنے مجدد و حکیم الامت تھانوی صاحب کی خدمت میں خط لکھا۔ پوچھا۔

”آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟ اور آپ ایسا لکھنے والے کو یعنی ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے ایسا ہرنچھے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے، اُسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟ (مخلصاً) تلے
تو حفظ الایمان میں لکھنے والے اس مذکورہ عبارت کے مصنف نے اپنے مرید ناسعید کو یہ نوید سنائی : —

”میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھتا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔۔۔۔۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔“ تلے
اگر تھانوی صاحب نے یہ خبیث کفریہ مضمون کسی کتاب میں بھی نہیں لکھا تو یہ حفظ الایمان پھر کس اشرف علی تھانوی کی کتاب ہے اور اپنی تھانوی صاحب نے ”المہند“ میں اپنی عبارت کے خلاف

تلے حفظ الایمان صفحہ ۱۳ قدیمی کتب خانہ کراچی تلے بسط البنان صفحہ ۱۸
منسلک حفظ الایمان تلے بسط البنان صفحہ ۱۸، ۱۹ :

یوں کہا :- ”جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر و بہائم و عین (یعنی چار پاؤں) کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے۔“
 قاسمی صاحب ! یہ ہے آپ کا بہت بڑا کذب جسے آپ کی عقیدت
 اکابر سات پردوں میں چھپائے بیٹھی ہے۔ اور دیکھئے۔

آپ کے مجوزہ قطب عالم گنگوہی صاحب کی مصدقہ کتاب ”براہین
 قاطعہ“ جسے مولوی خلیل احمد سہارنپوری نے لکھا، اس میں کہا گیا۔

”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم
 محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ
 سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان ملک الموت
 کو یہ وسوسہ سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسوسہ علم کی کون سی
 قطعہ قطعی ہے۔“

نہایت دیانتداری سے اس کا آسان مطلب یہ ہے کہ شیطان جو
 پوری کائنات کے انسانوں کو ایک ہی وقت میں اپنے وسیع علم اور
 خبر رکھنے کی بناء پر گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ملک الموت جو
 ایک ہی وقت میں ہزاروں لاکھوں انسانوں کا روح اپنے وسیع
 علم کی بناء پر قبض کر لیتا ہے تو ان دونوں کے اس قدر وسیع علم کو دیکھ
 کر اس کا قیاس حضور علیہ السلام کے علم پر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ
 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی اس قدر وسوسہ پر نہ قرآن
 کریم میں کوئی دلیل ہے اور نہ حدیث میں۔ بلکہ حضور کے متعلق
 ایسا عقیدہ رکھنا قرآن و حدیث کے قطعی طور پر خلاف ہے اس پر
 کوئی دلیل نہیں اور یہ انتہائی بڑا گمان ہے اور حضور علیہ السلام کے

علم کی وسعت کے متعلق یعنی شیطان و ملک الموت کے علم سے زیادہ
 مان لینا ایمان کا حصہ ہرگز نہیں بلکہ یہ شرک ہے اس لیے کہ شیطان
 و ملک الموت کے اس قدر وسیع علم پر قرآن و حدیث گواہ ہیں
 اور حضور علیہ السلام کے علم وسیع پر کون سی دلیل ہے (سیاق و سباق
 کے ساتھ اس کا یہی مفہوم ہے۔

اس کفر یہ عبارت پر بھی جب علمائے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ
 کی جانب سے کفر کا بھرپور فتویٰ لگا تو خلیل صاحب بدحواسی کے
 عالم میں ”المہند“ میں یہ عبارت ”جھڑپٹے“ پر مجبور ہو گئے : —
 ”ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے
 ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے
 پھر بھلا ہماری تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جاسکتا ہے؟“
 اگر خلیل صاحب کی کسی تصنیف میں یہ کفر یہ عبارت موجود
 نہیں تو پھر ”براہین قاطعہ“ کس خلیل احمد بہارپوری کی ہے قاسمی
 صاحب ! یہ ہے آپ کا سب سے بڑا کذب جسے آپ کی اردت مندی
 کی کٹافتوں نے اپنی اوٹ میں چھپا رکھا ہے۔

اور دیکھئے، بغور دیکھئے۔ اور اس طور دیکھئے کہ آپ کے اجاب
 مجبور ہو کر آپ کی انصاف پسندی کے ڈونگرے برسانے لگ جائیں۔
 آپ کے تجویز کردہ شیخ الاسلام حسین احمد مدنی صاحب نے ”حسام الحرمین“
 کے جواب میں ایک گالیوں کی ڈکشنری تیار فرمائی۔ نام ”شہاب ثاقب“ رکھا۔
 اس کتاب میں موصوف نے دو کتابوں کے نام ایک دوسری کتاب ”سیف النقی“
 کے حوالے سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے اکابر کی جانب منسوب کیے۔

اس دھوکہ منڈی کی روداد حضرت علامہ مولانا اختر صاحب شاہجہان پوری
منظری مدظلہ العالی کی حق پرست زبان سے مٹنے لگی۔

”حسام الحرمین اور والدہ المکیہ کے منظر عام پر آنے سے بوکھلا کر
علمائے دیوبند نے بل جُل کر سیف النقی نامی کتاب تیار کی۔ دیوبندی فوج
کے ہر جنرل نے پوری وفاداری سے اس کی تیاری میں حصہ لیا اور اسے
تیار کر کے مدرسہ دیوبند سے شائع کیا۔ علمائے دیوبند نے دیانت و صداقت
کے تمام درجے طے کرتے ہوئے پوری حیاداری کے ساتھ اس کے اندر سائیک
کناہیں اسی طرح اپنے مقدس اور سراسر پاکیزہ دماغوں سے گھڑیں اور اپنے
نورانی ذہنوں سے انہیں فاضل بریلوی کے اکابر کی جانب منسوب کیا اور
پورے روحانی تقدس کے ساتھ ان کتابوں کے مطابع، صفحے اور عبارتیں
تک اپنے معکونی دماغوں سے ایجاب دیکیں۔ پھر ان جعلی اور سراسر من گھڑت
کتابوں کی من گھڑت عبارتوں سے امام احمد رضا خاں بریلوی کے خلاف
تجھت قائم کرنے لگے کہ دیکھو تمہارے بڑے تو یوں فرماتے تھے حالانکہ یہ
ساری کارگزاری لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِمْ اُولَٰئِکَ یُحِبُّوْنَ کُفْرًا بولتی تصویر تھی۔ اُسی
(سیف النقی) میں دیوبندی فوج کے سارے جنریلوں نے فاضل بریلوی
کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کی مہر اپنے جنتی دماغوں سے
گھڑی اور اس پر مہر بڑانے کا سال ۱۳۸۵ھ لکھ دیا جبکہ مولانا نقی علی کا
وصال ۱۲۹۷ھ میں ہو گیا تھا“

اس دیوبندی من گھڑت کتاب میں سے جناب مدنی صاحب نے
من گھڑت کتابوں کے حوالے کیوں لیے۔ وجہ یہ تھی کہ علمائے دیوبند سے

۱۔ کلمہ حق صفحہ ۵۹ (من گھڑت مہر والے صفحے کا نوٹسٹ مضمون کے آخر
میں دیکھیے) ۲۔ یہ کتاب ”سیف النقی“ حضرت مولانا فخر نقی علیاں علیہ الرحمۃ

تھانوی صاحب کی عبارت سے جب کفرہ اٹھ سکا تو اسی طرح کی عبارت
گھر کر اعلیٰ حضرت کے بزرگوں کی طرف منسوب کر دی اور کہا کہ تھانوی
پر کفر کا فتویٰ ہے تو ان اپنے بزرگوں پر کیوں نہیں۔ یہ کارنامہ انجام دیتے
ہوئے جناب مدنی صاحب نے بھی دو من گھڑت کے نام منتخب کر لیے
پہلی گھڑت کا ذکر یوں فرمایا:

”جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیاء مطبوعہ
کانپور صفحہ ۵۸ میں فرماتے ہیں۔“

اور دوسری گھڑت کا ذکر اس طرح فرمایا:

”مولوی رضا علی خاں صاحب ہدایت الاسلام مطبوعہ جامع صادق

سیتا پور صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں۔“

قاسمی صاحب! آپ جدید سائنسی دور میں سائنس لے رہے ہیں۔
مذکورہ دو کتب خدا کی اس پوری سر زمین سے اگر لاکھ دکھا دیجئے تو
بندہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لے گا اور اگر نہیں دکھا سکتے اور ہرگز
نہیں دکھا سکتے تو تسلیم کر لیجئے کہ یہ ہے اس وقت کا سب سے بڑا
کذب جس کو آپ لوگ اپنے بزرگوں کی محبت کے حجاب میں محفوظ
کیے بیٹھے ہیں اور جو شہاب ثاقب کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بنا ہوا ہے
اور دیکھئے اسماعیل دہلوی صاحب اولیاء کے کلام کے بارے

دلیلیہ حاشیہ صفحہ سابقہ (۱) اعلیٰ حضرت کے والد ماجد کی ہرگز نہیں بلکہ سرمد دیوبند
کے علماء کی گھڑت ہے۔ دوسرے یہ کہ مدنی صاحب نے جو ”شہاب ثاقب“ شائع
کر وائی تھی اُس میں بطور حوالہ اس کتاب کا نام درج نہیں یعنی سیف النقی
کے حوالہ کے بغیر من گھڑت کتابیں اور عبارات درج ہیں۔

رہا شہ صفحہ موجودہ) ۳۰ شہاب ثاقب صفحہ ۹۹ :-

میں لکھتے ہیں کہ

”ان کو انبیاء سے وہی نسبت ہوتی ہے جو چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائیوں سے۔“ ۱

اور یہی دہلوی صاحب تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں :۔
 ”جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء ہوں وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انہیں مڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوتے ہیں علمائے حق نے گرفت فرمائی تو مولوی خلیل احمد بہارنپوری نے یہ مخصوص جھرو پھرا۔

”جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔“ ۲

بہارنپوری صاحب کا اصل مطلب یہ ہے کہ ہمارے مولانا ہشید کی کسی کتاب میں یہ عقیدہ موجود نہیں۔ قاسمی صاحب ! یہ ہے کہ اس دور کا سب سے بڑا کذب جس کو آپ کی اکابر پرستی کی تاریکی اپنے دامن میں سمیٹے بیٹھتی ہے۔

لگے ہاتھوں ایک اور عجوبہ دیکھیں کہ بہارنپوری صاحب نے تو بے دھڑک مولوی اسماعیل پر کفر کا فتویٰ جڑ دیا مگر اپنے استاد گنگوہی صاحب کی یہ عبارت اُن کا اپنا دھڑن تختہ کر گئی۔
 ”(شاہ اسماعیل) ایسے مقبول کو کافر کہنا خود کا فر ہونا ہے۔“ ۳

مگر ہم جو کہتے تھے ہمیں چھڑنا اسے فرزانے
جناب بہتان اُس سچائی کا نام نہیں جو مولانا نیازی نے بتائی
بلکہ بہتان یہ ہے ملاحظہ فرمائیے : —
”مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر بیگ
اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اُستاد تھے۔“
”دُھماکہ“ سے لیکر دیگر تمام دیوبندی کذب ناموں میں اس بہتان
کو نقل کیا گیا۔

میں کہتا ہوں کہ مرزے قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر بیگ
دنیا نگر کا معزول تھا نیدار تھا۔ جو بچپن برس کی عمر میں ۱۸۸۳ء
میں فوت ہوا۔ جبکہ امام احمد رضا بریلوی کے اُستاد مرزا غلام قادر
بیگ جن سے فاضل بریلوی نے چند ابتدائی کتب پڑھی تھیں پہلے یہ بریلی
میں رہے پھر کلکتہ چلے گئے۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم میں ایک استفتاء
ہے جو مرزا غلام قادر بیگ کا ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ کا بھیجا ہوا ہے
ثابت ہوا یہ قطعی طور پر دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ ایک قادیانی کا
معزول تھا نیدار۔ ایک مدرس اور مولوی۔ معزول تھا نیدار مرزا غلام
قادر بچپن سال کی عمر میں مرگیا اور اعلیٰ حضرت کے اُستاد اسی سال کی عمر
میں جیسا تھے۔ وہ ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۳ء میں فوت ہوا یہ مولوی غلام قادر ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء
میں جیسا تھے کیونکہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ۱۸۸۳ء میں کوئی آدمی مر جائے
اور پھر ۱۸۹۷ء میں استفتاء پوچھتا پھرے جو فتاویٰ رضویہ میں رقم ہے۔
قاسمی صاحب! یہ ہے اس دور کا سب سے بڑا کذب
جس کو آپ کے دجل و تبلیس کے گٹھوں نے اپنے اندر باندھ رکھا ہے

لے رئیس قادیان صفحہ ۱۱ جلد اول و مجلس ختم نبوت ملتان) لے رئیس قادیان صفحہ ۱۲ (ایضاً)

ورنہ دینی غیرت کا ثبوت دے کر میرے دلائل کو غلط ثابت کیجئے۔
 مرید دیکھئے! آپ سمیت آپ کا ہر مولوی اعلیٰ حضرت پر یہ الزام
 رکھتا ہے کہ وہ انگریز کے ایجنٹ تھے کیونکہ انہوں نے ہندوستان کو
 دارالحکومت نہیں کہا۔ میں یہاں گنگوہی صاحب اور تھانوی صاحب
 وغیرہ کی عبارات نقل نہیں کرتا کہ انہوں نے بھی اعلیٰ حضرت کا ساتھ دیا
 ہے اور یہ بھی بیان نہیں کرتا کہ دارالحرب کیلئے کن شرائط کی ضرورت
 درکار ہوتی ہے۔ بس اتنا کہتا ہوں کہ ٹھوس شواہد پیش کیجئے اور دینی
 غیرت کا ثبوت دے کر مجھے اپنا مرید بنا لیجئے۔ البتہ مجھ سے اپنے اکابر
 کے انگریز کے طلب گار ہونے کے ٹھوس ثبوت لینے ہوں تو کسی بھی
 عدالت میں لے سکتے ہیں۔ بفضلِ خدا ہمہ وقت تیار ہوں۔ جناب!
 یہ ہے اس دور کا سب سے بڑا کذب جو آنکھوں پر شخصیت پرستی
 کی دبیز سیاہ پٹی ہونے کی وجہ سے آپ کو دکھائی نہیں دیتا۔ جانتے
 جاتے ایک بات اور ملاحظہ فرماتے جانیے ممکن ہے تسلی نہ ہوتی ہو۔
 موجودہ سرپرست پناہ محابہ مولوی ضیاء الرحمن فاروقی صاحب آپ
 کے جگری یار ہیں آپ کو بھی پتہ ہے کہ وہ ایک طویل مدت تک اپنی ہر
 تقریر میں چیلنج دیتے رہے کہ میں ستائیس دلیلوں سے ثابت کرتا ہوں
 کہ مولوی احمد رضا خاں رافضی تھا۔ لوگوں نے جب اُن سے پوچھا تو
 ”البریلویہ“ میں درج شدہ پرلے درجے کے جھوٹ اپنی زبان سے پیش
 فرما دیئے۔ مثلاً ”پہلی بھاری بھر کم وزن دار ویل یہ پیش کی کہ اُن کا
 نام احمد رضا ہے لہذا وہ رافضی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس باقی نام نہاد دلائل
 بھی اسی طرح کے تھے۔ میں نے سال ۱۹۹۱ء سے انہیں چیلنج دے رکھا ہے
 کہ اعلیٰ حضرت کے رافضی ہونے پر صرف پانچ ٹھوس دلیلیں قرآن
 حدیث کی روشنی میں پیش فرمائیے کہ پہلے تو آپ انہیں رافضی دگویا

کافر) کہتے رہے اور اب اپنے شیخ سے اُنہیں رحمۃ اللہ علیہ لکھ رہے ہیں۔ بتائیے وہ کیسے رافضی تھے کہ باقی رافضی کالے کافر ہوں اور وہ رحمۃ اللہ علیہ کیا آپ کے علم غیب نے آپ کو آگاہ کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اب اپنے مزار میں اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے؟ گیارہ سوالات کے ساتھ ایک مضمون مارتج شکرہ میں اپنی صفحات میں شائع ہوا۔ پھر اُس کی ایک ہزاروں کاپیاں پمفلٹ کی صورت میں جنگ ہینوٹ سے شائع کی گئیں۔ خود میرے شہر میں اُن کی آمد پر اُنہیں یہ رسالہ اور پمفلٹ پیش کیا گیا۔ فاروقی صاحب نے جھوٹ بولا اور کہا کہ میں نے اس کا جواب "خلافت راشدہ" میں لکھ دیا ہے۔ آرہا ہے۔ اب چھ ماہ ہوئے جواب کا نام و نشان نہیں۔ اور نہ وہ آئندہ دے سکتے ہیں۔ آپ شوق فرمائیں تو سوالات ارسال کر سکتا ہوں۔ فاروقی صاحب سے ضرور پوچھ لینا کہ گنبد خضرا کے مکین سے محبت رکھنے والے ایک گناہ گار مگر اُس کی شفاعت پر یقین رکھنے والے نے آپ کی کس رک پہ ہاتھ رکھ لیا ہے کہ ٹمک ٹمک دیدم دم نہ کشیدم والی صورت حال پیش آگئی ہے۔ اللہ اکبر۔

قاسمی صاحب! یہ ہے اس دور کا سب سے بڑا کذب جس کو آپ نے دروغ گوئی اور فریب کاریوں کے خمیر میں بڑے ذوق سے مدغم کر رکھا ہے۔ اگر کوئی آپ کی کذب بیانیوں پر مواد اکٹھا کرنا چاہے تو دفتر کے دفتر بن جائیں۔ بہر حال آدم برسر مطلب کہ مولانا نیازی صاحب کی بات کہاں تک درست ہے۔

لیجئے قاسمی صاحب! اُن کتابوں کے نوٹوں پر وہ اٹھتا ہے | ٹیٹ جن کے بارے میں آپ نے بہت بڑا چیلنج کیا ہے کہ اگر یہ دونوں باتیں نیازی صاحب ثابت کر دیں تو میں

اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ پہلی بات کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ یہ بات آپ کی کسی کتاب میں نہیں۔ دیکھتے یہ ہیں آپ کی خوش فہیول کے درختہ ستارے جناب مولوی محمود الحسن صاحب جنہیں آپ شیخ الہند کے لقب سے یاد فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے ترجمہ قرآن میں نہ آداب الگوہیت کا خیال کیا اور نہ آداب رسالت کا۔ بس جو آیا دھر گھینٹا۔ اُن صاحب نے ایک کتاب ”الجہد المقل“ لکھی۔ صدق و کذب کی بحث کرتے ہوئے مقدمہ ہفتم کے عنوان سے لکھتے ہیں :-

”امر ہفتم یہ ہے کہ صدور قبائح اور قدرت علی القباہک میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ امر اول کو عند اہل سنت بہ نسبت ذات خالق الکائنات محال کہا جاتا ہے تو امر دوم مسلمات میں سے ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ذات تعالیٰ شانہ سے افعال قبیحہ کے صدور کی نوبت نہیں آسکتی لیکن افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتہ مقدور باری جملہ اہل حق تسلیم فرماتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو ان کے صدور میں ہے۔ نفس مقدوریتہ میں اصلاً کوئی خرابی لازم نہیں آتی اگر ہوتا ہے تو کمال قدرت ثابت ہوتا ہے بلکہ امور مذکورہ کو قدرت سے خارج کرنے میں عموم قدامت علی امکانات جو داخل کمال اور مسلمات اہل سنت میں سے ہے باطل ہو جائے گا“۔

ممکن ہے بہت سے لوگ اس عبارت کا مفہوم نہ سمجھ سکے ہوں لیجئے مشکل الفاظ کے معانی اور آسان تشریح ملاحظہ فرمائیے (دیباچہ کو پوری طرح ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے)۔

○ صدور : (کسی کام کا) جاری ہونا۔ نافذ ہونا یا عملاً سرزد ہونا۔

○ قبائح : معیوب، مذموم (یعنی عیب دار اور قابلِ مذمت افعال)

جیسے جھوٹ)

○ صدور قبائح : عیب دار اور قابل مذمت افعال کا بالفعل جاری ہونا

یا سرزد ہونا۔

○ قدرت علی القیاح : برے کاموں پر محض قادر ہونا (یعنی برے کام کر سکتا

مگر نہ کرنا)

○ امر : مسئلہ حکم۔

○ اَمْرِ اَوَّل : پہلا حکم (جس کو مصنف نے پہلے بیان کیا۔ یہاں مراد صدور قبائح)

○ عند اہل السنۃ : اہل سنت و جماعت کے نزدیک۔

○ بہ نسبت ذات خالق الکائنات : کائنات کو پیدا کرنے والی ذات کی طرف

یا ذات کے ساتھ

○ محال : ناممکن۔

○ اَمْرِ دَوِیم : دوسرا حکم (جس کو مصنف نے دوسرے نمبر پر بیان کیا۔

یہاں مراد قدرت علی القیاح)

○ مُکَلَّمَات : تسلیم شدہ : ثابت شدہ۔

○ دیگر ممکنات ذاتیہ : وہ دوسرے افعال و امور جو اللہ تعالیٰ کی

ذات سے ہونے ممکن ہیں۔

○ مقدور باری : جس پر اللہ تعالیٰ قدرت رکھے۔

○ جملہ اہل حق : تمام حق پر چلنے والے علماء (مراد علمائے دیوبند)

○ نفسِ مقدوریتہ : قادر ہونے کی حقیقت یا قدرت و طاقت کا وجود

یعنی محض قدرت۔

○ اصلاً : ہرگز، مطلق۔

آسان تشریح | بُرے کاموں کے بالفعل کرنے اور بُرے کاموں پر

محض قدرت و طاقت رکھنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بُرے کاموں کا بالفعل سرزد ہو نہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ناممکن ہے۔ لیکن ان بُرے کاموں (جھوٹ، چوری، پر محض قدرت و طاقت رکھتا اس معنی سے کہ بُرے کام کی قدرت ہے مگر کرتا نہیں) تمام حق پر چلنے والے علماء (یعنی علمائے دیوبند) کے نزدیک تسلیم شدہ ہے سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بُرے کاموں کے سرزد ہونے کی نوبت نہیں آ سکتی مثلاً جھوٹ بول سکتا ہے، جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر بولتا نہیں) کیونکہ خرابی تو ان بُرے کاموں کے بالفعل کرنے میں ہے محض بُرے کاموں (جھوٹ، چوری، خودکشی وغیرہ) پر قدرت و طاقت رکھنے میں سرگز کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ بلکہ ان تمام بُرے اور غلیظ کاموں پر قادر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت ثابت ہوتی ہے بلکہ ان ذکر کیے گئے بُرے کاموں پر قادر ہونے کی حقیقت کو اگر اللہ تعالیٰ کی طاقت اور قبضہ و اختیار سے خارج کر دیا جائے تو وہ تمام ممکن افعال جن پر اللہ تعالیٰ قادر ہے اور جو اس کے فضل و کمال میں داخل اور (علمائے دیوبند) کے نزدیک تسلیم شدہ ہیں سب کے سب بے اصل اور غلط ہو جائیں گے۔

(یعنی جب تک تمام بُرے کاموں کے کرنے کی قدرت و طاقت جس کو نفس مقدوریتہ کہا گیا) اللہ تعالیٰ کی ذات کے اندر موجود نہ مانا جائے اُس وقت تک اس کی دیگر تمام قدرت و طاقت بے معنی اور بے اصل ہوگی (عیاذاً باللہ ثم عیاذاً باللہ) سے

اے کاش لاتے کہیں سے کوئی عصا الیسا: جو تیرے من کے سبھی اٹھنے نکل ڈالے
خلاصہ مفہوم :- جناب شیخ الہند کی عبارت کا خلاصہ یہ نکلا
کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر بولتا نہیں۔ چونکہ مولوی صاحب

نے قدرت علی القیاس کے الفاظ لائے ہیں کہ تمام کے تمام بڑے کاموں پر قادر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جھوٹ بول سکتا ہے بولتا نہیں شراب پی سکتا ہے پیتا نہیں، جوا کھیل سکتا ہے کھیتا نہیں، خدا اپنا شریک بنا سکتا ہے بناتا نہیں، شمس و قمر اور حجر و شجر کو رب مان سکتا ہے مگر مانتا نہیں، بتوں کو سجدہ کر سکتا ہے کرتا نہیں کیونکہ بقول مولوی صاحب ساری خرابی ان قبیح افعال کے بالفعل کرنے میں ہے ان پر قدرت رکھنے میں ہرگز کوئی خرابی نہیں۔ اور تو چلے جو بھی ہے سو ہے یہ بتائیے کہ رب ذوالجلال چوری پر کس طرح قادر ہوگا۔ پہلے تو یہ قبول فرمائیے کہ چوری قبیح فعل ہے اور آپ کے مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب قبیح افعال پر قادر ہے۔ اب اس فعل قبیح پر ”قدرت علی القیاس“ کا فارمولہ کسی صورت فٹ نہیں بیٹھتا کیونکہ چوری کے لیے مال و زرہ یا کوئی بھی شے ہو اس کا پرایا ہونا لازمی ہے یعنی غیر کی ملکیت ہونا شرط ہے جب کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے لیے پرائی نہ رہی تو اب چوری کی قدرت بھی نہ رہی۔ مراد یہ ہے کہ چور غنی کے لیے شے کا پرایا ہونا لازم ہے۔ تو جب یہاں لازم باطل ہو گیا تو ملزوم (یعنی قدرت) خود بخود باطل ہو گئی۔ لہذا اگر محمود الحسن صاحب کے نزدیک ”قدرت علی القیاس“ مستلزمات میں سے ہے تو چوری بھی قیاس کے زمرے میں آتی ہے اس کا بالفعل تو کیا امکان بھی نہیں مانا جاسکتا کیوں کہ ہر شے کا مالک خدا خود ہے تو اب یہاں ”امکان سرقہ“ کا سوال بھی اٹھ گیا۔ تو جب ثابت ہو گیا کہ وہ چوری کی قدرت بھی نہیں رکھتا تو اب مولوی اسماعیل دہلوی کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی قدرت بندے سے کم ہو گئی۔ کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے اندر جھوٹ کی قدرت نہ مانی جاتے تو انسانی قدرت زائد ماننا پڑے گی کہ بندہ ایک کام کر سکے اور

اللہ نہ کر سکے۔ در تفصیل آرہی ہے انشاء اللہ اب جب ہمیں نے ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں چوری پر قدرت رکھنا بھی نہیں تسلیم کیا جاسکتا تو دیوبندیوں کے نزدیک اب خدا وہ خدا ہے جس کی قدرت حق الواقع بندے سے کم ہے ورنہ قاسمی صاحب آپ سے گزارش ہے کہ چوری کا امکان اللہ تعالیٰ کے اندر پیدا کر کے دکھائیں۔ جس طرح جھوٹ کا امکان ثابت کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ہمارے اکابر کی کتب ایسی عبارت سے متبرہ ہیں۔ آپ لوگ بھی رنگ بدلنے میں ماہر اور جوڑ توڑ کے بادشاہ ہیں خدا ہی جلنے یہ آپ کے اکابر دیوبند کیا شے تھے کہ آپ نے عظمت خداوندی اور شان رسالت سب کچھ ان پر سچ دیا مگر ان کے نام نہا عزت پر حرف نہ کہنے کی کوشش ناکام ضرور نکلی لکھ دیا کہ ہمارے اکابر کی کتابوں میں یہ بات موجود نہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اکابر اگر سچی لوگ ہیں تو ان کی کتابوں میں یہ عبارات موجود ہیں۔ جیسا کہ آپ نے اصل کتابوں کے فوٹو سٹیٹ ملاحظہ فرمائیے ہوں گے۔ ان کتابوں کو ”نیلام گھر“ میں بھی بھیجا جاسکتا ہے (آپ کے اکابر کے ایصال ثواب کے لیے) یوں ایڈورٹائز بھی ہو جائے گی اور طارق عزیز صاحب گلچھاڑ کر بتا دیں گے کہ یہ کتب کن علماء کی تصنیف شدہ ہیں۔ بہر حال آئیے میں دکھاتا ہوں کہ یہ عبارات آپ کے اکابر نے لکھی ہیں۔ مندرجہ ذیل دو جملے ملاحظہ فرمائیے۔

○ کسی کام پر قادر ہونا۔

○ کسی کام کا کر سکتا۔

ان دونوں میں الفاظ کا فرق ضرور ہے مگر معنوی لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں کہ درمیں پچاس کلو وزن اٹھانے پر قادر ہوں اور آپ کے دوست فاروقی صاحب فرماتیں کہ ”میں سے

پچاس کلو وزن اٹھا سکتا ہوں۔“ بتائیے دونوں جملوں میں بلحاظ معنی کیا فرق ہے؟ جب کوئی فرق نہیں تو اب مولانا عبدالستار نیازی کا یہ کہنا کہ دیوبندیوں کی کتابوں میں ہے۔

○ ”خدا جھوٹ بول سکتا ہے“

اور محمود الحسن صاحب کا یہ کہنا کہ

○ ”قدرت علی القیاس مستلمات میں سے ہے“ دونوں باتوں میں

بہ اعتبار معنی اور مفہوم ہرگز کوئی فرق نہیں۔ آپ میں جرات ہے تو دونوں کا فرق ثابت کر کے دکھا دیجئے۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا أُولَئِكَ تَفْعَلُوا فَأَنْتَظِرُوا لَئِنْ لَمْ تَفْعَلُوا
الْيَوْمَ وَالْجَزَاءُ جَازٍ لِّلْكَافِرِينَ ۝

اب آتا ہوں آپ کے دوسرے مولانا کی طرف۔ یہ جناب رشید احمد گنگوہی صاحب ہیں۔ یہ صاحب بھی ”امکان کذب“ یعنی خدا کے جھوٹ بول سکنے کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں: —

”امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اُس کے خلاف

پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا۔ یہ عقیدہ بندہ کا ہے اور اسی

عقیدہ پر قرآن شریف اور احادیث صحاح شہد ہیں اور علماء اُمت کا بھی

یہی عقیدہ ہے۔ مثلاً فرعون پر اذعاج ناز کی وعید ہے مگر اذعاج جنت

فرعون پر بھی قادر ہے اگرچہ ہرگز جنت اس کو نہ دیوے گا۔“

امکان کذب کا مطلب ہے جھوٹ پر قدرت گنگوہی صاحب اللہ تعالیٰ

کا جھوٹ پر قدرت ان معنوں میں مانتے ہیں کہ وہ اپنے ہی فرمانے ہوئے

حکم کے خلاف کر دے۔ گنگوہی صاحب نے اللہ تعالیٰ کو بندے پر قیاس کر لیا ہے کہ بندہ جب اپنے کلمے کے خلاف کرے تو جھوٹا کہلاتا ہے کہ پہلے کچھ کہا اور بعد میں کچھ اور۔ اسی طرح گنگوہی صاحب کا عقیدہ ہے کہ خدا بھی اپنے حکم کے خلاف کر سکتا ہے۔ اس پر قدرت رکھتا ہے قیاس کا مطلب ہے کہ وہ جھوٹ پر قادر ہے۔ نَحْوَ ذَٰلِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُودِ اَنْفُسِنَا۔ ساری دنیا مانتی ہے کہ رب قدیر گنہگار کو جنت بھیج سکتا ہے مگر مسلمانوں کے نزدیک یہ کذب نہ ہو گا بلکہ عفو و کرم ہو گا۔ دیوبندی جسے جھوٹ کہتے ہیں ہم اہل سنت اُسے کرم کہتے ہیں۔ خلف و عید اور شے ہے اور امکان کذب دوسری شے۔ جنہوں نے خلف و عید کو جائز کہا ہے وہ یہ کہتے ہیں ”لا ذلہ کرم“ اور وہی لوگ کہتے ہیں کذب باری تعالیٰ محال ہے۔ ثابت ہوا کہ کذب باری ممکن نہیں۔ چونکہ کذب نقص ہے لہذا نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ اور جو نقص ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ممکن نہیں اور نہ اُسے قدرت شامل ہے۔

غزواتیہ و راں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ

علیہ فرماتے ہیں : —

”خلف و عید انشاء ہے اور امکان کذب ہمیشہ خبر ہی میں ہوتا ہے تو اخبار کا قیاس انشاء پر کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ اگر زمین کا آسمان پر اور پانی کا آگ پر اور ہوا کا مٹی پر قیاس کرنا جائز ہو تو یہ بھی جائز ہو گا۔ انشاء ایسا کلام ہوتا ہے جس سے کوئی خبر معلوم نہ ہو۔ علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کا مقصد یہ ہے کہ قیاس میں ضروری ہے کہ مقیاس اور مقیس علیہ میں کوئی علت مشترکہ ہو مگر خلف و عید اور امکان کذب میں کوئی علت

نہ۔ ”کسی ستر اچھے وعدہ کہ نیکے بعد اُس کا خلاف کرنا“ (لیقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مشترکہ نہیں۔ اسی طرح خلف وعید جب انشاء ٹھہرا تو امکان کذب کا اس پر قیاس باطل ہوا۔ آگے چل کر علامہ کا ظنی علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں :-
 نہ نیز اس خلف وعید کو امکان کذب کا مقین علیہ کہنا ایک اور وجہ سے بھی نہیں اس لیے کہ اگر امکان کذب کو اس پر قیاس کر لیا جائے تو وقوع کذب لازم آئے گا۔ تقریر اس کی یوں ہے کہ خلف وعید مجوزہ مشکلمین کا قیامت کے دن وقوع ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ یوم مذکور میں مشرکین کے علاوہ ہزاروں لاکھوں بلکہ بے شمار گناہگاروں کی مغفرت کرے گا تو وقوع خلف ہوا۔ اور جب وقوع خلف ہوا تو وقوع کذب ہوا۔
 و ہذا باطل بالاجماع ۱۱

علامہ کا ظنی علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بے جوہار بار کہتے ہیں کہ مشکلمین رنہ بھی امور کو عقلی دلیلوں سے ثابت کرنے کی قہارت رکھتے والے (خلف وعید کو جائز سمجھتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ جس خلف وعید کو مشکلمین جائز مانتے ہیں وہ صرف امکان کی حد تک نہیں بلکہ قیامت کے روز اس کا وقوع بھی ہوگا۔ تو وہ بے اپنے مجوزہ "امکان کذب" کو مشکلمین کے "خلف وعید" پر ہرگز قیاس نہ کریں ورنہ کذب امکان کی حد سے نکل کر وقوع میں داخل ہو جائے گا اس لیے کہ مشکلمین کا خلف وعید یہ ہے کہ بروز محشر اللہ تعالیٰ ان گناہگاروں کو واقع بخش دے گا۔ یعنی یہ بالظن ہوگا۔ تو یہ خلف کا وقوع ہوگا اور اگر وہ بے امکان کذب کو مشکلمین کے خلف وعید پر قیاس کرتے ہیں تو لازم ہے کہ کذب کا بھی وقوع مانا جائے اور وہ فرماتے ہیں کہ ایسے اب

القبیہ حاشیہ صفحہ سابعین) لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ خلف الوعد اور خلف الوعد
 میں تفریق ہے (مقالہ کا ظنی حصہ دوم صفحہ ۱۰۷) (حاشیہ صفحہ موجودہ) سہو ایضاً صفحہ ۲۱۱-۲۱۲

و دہا بیہ بھی نہیں مانیں گے۔ لہذا متکلمین کے ”خلف وعید“ کا دہا بیہ کے
 ”امکانِ کذب“ سے کچھ تعلق نہیں۔

اور پھر جناب گنگوہی صاحب کا اس خدا کے جھوٹ بول سکنے پر
 قرآن و حدیث کو گواہ بنانا تو اور بھی بہت بڑا ظلم ہے اللہ تعالیٰ ہم
 سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

گنگوہی صاحب کی ایک اور تحریر دیکھتے۔ جس نے سارے ججاہات
 سرکا دیئے ہیں جس کی زہر آفرینی آج بھی اپنا اثر دکھاتے ہوئے ہے۔
 امکانِ کذب پر مختصر سی بحث کرنے کے بعد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں :-
 ”آیات و احادیث کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔ ایک ایک مثال
 قرآن و حدیث کی لکھی جاتی ہے۔ ایک جگہ ارشادِ جناب باری ہے
 قل هو اللہ احد علی ان یبغض علیکم عذاباً الا یہ دوسری
 جگہ ارشاد فرمایا وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم
 الا یہ۔ آیت ثانیہ میں نفی عذاب کا وعدہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر
 اس کا خلاف ہو تو کذب لازم آئے۔ مگر آیت اولیٰ سے اس کا تحت
 قدرت باری تعالیٰ داخل ہونا معلوم ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ کذب
 داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل و علی ہے کیوں نہ ہو وہو علی
 کل شیء قدير“

دیوبندی جہان کے یہ کتب عالم خدا کا جھوٹ بول سکنے کے مسئلہ
 پر آیات و احادیث سے استدلال فرما رہے ہیں گو یا خدا کا جھوٹ
 بول سکتا دیوبندی عقیدے میں نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ اور جو
 مسئلہ نصِ قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کا فر ہوتا ہے جب ان

کے بڑے بڑے اکابر نصِ قطعی سے ثابت فرما رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ مؤحدین نصِ قطعی کا انکار کر کے کافر ہونا کیونکر قبول کریں گے۔ عافیت اسی میں ہے کہ خدا کا جھوٹ پر قادر ہونے کو تسلیم کر کے ایک طرف اپنا مؤحد ہونا منوالیا جائے اور دوسری جانب اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت پر مہرِ تصدیق ثبت کر کے اُس کی عظمت میں چار چاند لگا دیتے جائیں (عیاذ باللہ ثم عیاذاً باللہ) مگر ہمارے قاسمی صاحب ہیں کہ ایسی عبارات دکھانے کا چیلنج فرما رہے ہیں۔ اس چہ بے جزی است۔ گنگوہی صاحب نے خدا کا جھوٹ پر قدرت رکھنے کے مسئلہ کو دو آیاتِ کریمہ سے ثابت فرمایا ہے۔ اس لیے کہ جھوٹ کو یہ لوگ صفتِ کمال میں شمار کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کتابوں میں بڑی فراوانی سے اس صفتِ کمال کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ اور CLIMAX (یعنی منہا تے کمال) کے طور پر خدا کے پلے بھی بانڈھنے سے نہیں چوڑے۔

۴ ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

سوچا ہو گا کہ اپنے ہم عصرِ نافتوی صاحب سے میں بھلا کیوں پیچھے رہوں۔ وہ اگر خاتم النبیین کے معنی ”آخری نبی“ کو غلط ثابت کر سکتے ہیں تو کیا میں صدقِ خداوندی میں کذب کا طماننا نہیں لگا سکتا۔ خیر! دیکھئے گنگوہی صاحب نے استدلال کس طرح فرمایا: — پہلی آیت لکھی: — ”کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ تم پر عذاب بھیجے۔“

دوسری آیت لکھی: — ”اور اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب نہ دیگا

جبکہ آپ ان میں موجود ہیں۔“

گنگوہی جی فرماتے ہیں کہ دوسری آیت میں عذاب نہ دینے کا وعدہ

ہے اور ظاہر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عذاب دیدے یعنی اپنے کہے کے خلاف
 کر دے تو اس کا جھوٹ بول سکتا لازم آئے کہ پہلے تو کہا کہ عذاب نہیں
 دوں گا مگر اپنے وعدے پر قائم نہ رہتے ہوئے عذاب دے ڈالا
 گنگوہی صاحب کے مطابق اس جھوٹ پر قدرت پہلی آیت سے
 ثابت ہے جس میں کہا گیا کہ وہ عذاب دینے پر قادر ہے تو فرماتے
 ہیں کہ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ پر قادر ہے۔

کے خبر تھی کہ لے کر چہرا غ مصطفوی

جہاں میرے آگ لگاتے پھرے گئے بو لہو

گنگوہی صاحب کی کم علمی دیکھیے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے وعدے
 کے خلاف کر دے (جو ہر حقیقت خلاف نہ ہو گا کہ وہ اپنے وعدے
 کے خلاف نہیں کرتا) تو دیگر سارے آثار و قرائن کو ترک کر کے
 وہ اسے اللہ کا کذب بانی پر مجبور ہیں۔ دیکھئے الفاظ ”ظاہر ہے
 کہ اگر اس کا خلاف ہو تو کذب لازم آئے“ ہم جسے عفو و کرم کہتے
 ہیں دیوبندی دنیا میں وہ خدا کا جھوٹ ہے۔ پھر تو کوئی گت خ
 یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ قرآن کریم میں ایک طرف اللہ نے فرمایا وَمَا
 لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مَحْبُوبٌ وَلِيَّی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا
 کوئی ولی نہیں اور دوسری طرف اس کے خلاف کہہ دیا۔ اِنْجَبَا
 وَلَيْسَ لَكُمْ دُونِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ بے شک اللہ بھی تمہارا ولی اور اس
 کا رسول بھی تمہارا ولی۔ لہذا اپنے ہی کہے کے خلاف کہہ کر جھوٹ
 کا مرتکب ہوا ر لَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ ذٰلِكَ

بعینہ اسی طرح کا استدلال گنگوہی صاحب نے دو آیات سے

کیا ہے۔ نہ کوئی قرینہ دیکھا اور نہ کوئی ضابطہ نہ کسی اصول کو مد نظر رکھا
 اور نہ علمائے اُمت کی عبارات میں نظر کی۔ اور آخر میں بحث کے خاتمے

پر کہہ دیا : —

○ ”پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل و
علیٰ ہے۔“

○ یعنی اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (یا جھوٹ پر قادر ہے)
اور آگے لکھ دیا کہ وہ جھوٹ پر قادر کیوں نہ ہو وہو علیٰ
کل شیء قدير

عقل تو ویسے گٹھے تھے دیر سے بھی ایسے گیا

گنگوپی صاحب کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیے :-

”الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری
تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف
پر قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہوا امکان کو وقوع لازم نہیں ہے
پہلی بات تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا
اور اگر بفرض محال اُس کی قدرت مان بھی لی جلتے تو کیا ضروری
ہے کہ اُس کے اس خلاف کو جھوٹ بولتے پر محمول کیا جائے۔ آخر
گنگوپی صاحب کیوں اس بات پر تگے ہوئے ہیں کہ خدا اپنے حکم کے
خلاف کرے تو یہ اُس کا جھوٹ ہو گا۔ آخر وہ کرم اور بخشش کی
پاکیزہ صفت کا بھی تو مالک ہے۔ اُس کے لیے جھوٹ باندھنے کے
بجائے اگر صفت کرم کو تسلیم کر لیا جائے تو کون سی مسلمانی بات سے
جلی جلتے گی۔ کرم کی پاکیزہ صفت کو مان لینا بہتر ہے یا جھوٹ جیسی
رذیل و غلیظ صفت بد کو ماننا بہتر ہے۔ اور گنگوپی صاحب جس
علمائے کرام کے سربراہ حق یہ تہمت اور بہتان شہوپہ رہے ہیں وہ
خلفہ وعید کے قائل ہیں تو کرم کی صفت کے ساتھ نہ کہ امکان کذب

کے ساتھ۔ یہ فرق خاص طور پر ذہن میں رہے۔ گنگوہی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کا آسان سا مطلب یہ ہے کہ :

”امکانِ کذب سے مراد یہ ہے کہ جھوٹ اللہ تعالیٰ کے قبضہ و اختیار میں داخل ہے یا یہ کہ وہ جھوٹ بولا سکتا ہے۔ یہ الگ بات کہ وہ کبھی بولے گا نہیں مگر جھوٹ بولنے پر قدرت رکھتا ہے۔“

جب خدا کی ذات کے اندر جھوٹ کے امکان کو مان لیا جائے تو پھر یہ بشرطِ خود بخود اُڑ جاتی ہے کہ وہ اپنے وعدے و وعید کے خلاف ہی کرے تو کذب لازم آئے بلکہ جھوٹ کے ممکن ہونے کی صفت مان لینے پر اللہ تعالیٰ کے دیگر احکام میں بھی امکانِ کذب کا احتمال لازم آئے گا۔ اس لیے کہ یہ جھوٹ پر قدرت کی صفت موصوفہ کے اندر ہے یعنی ذات کے اندر مانی جا رہی ہے اور اُس ذات کا ہر حکم پھر امکانِ کذب کے احتمال کے ساتھ مانا جائے گا۔ مطلب یہ کہ جب خدا کی ذات اقدس میں نفسِ امکانِ کذبیت مان لی گئی تو اب اس کا کوئی حکم اس نفسِ کذبیت سے خالی نہیں، کوئی حکم سو فیصد لائقِ اعتبار نہیں۔ تو جناب دیوبندیوں کا خدا وہ ٹھہرا جس کی ذات میں امکانِ کذب کی صفت موجود ہے۔ آپ کے شیخ الہند جناب محمود الحسن صاحب نے اللہ تعالیٰ کو تمام بُرے کاموں پر قادر ہونا ثابت فرمایا یہ کہہ کر کہ قدرت علی القیاح مسلمات میں سے ہے۔ جھوٹ بھی فعلِ قیح ہے تو گنگوہی صاحب نے بھی اس فعلِ قیح پر اللہ تعالیٰ کا قادر ہونا بتایا۔ یہ کہہ کر کہ ”کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔“ جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ جیسے ہم کہیں ”مکرم داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ مکرم کر سکتا ہے۔ تو مولانا عبدالستار خاں نیازی نے قطعاً

کوئی غلط بیانی نہیں کی اور نہ جھوٹ بولا بلکہ سو فیصد حقیقت کو آشکار کیا۔
 اگر "قدرت علی القباہ" مسلمات میں سے ہے (یعنی اللہ تعالیٰ تمام
 برے کام کر سکتا ہے مگر کرتا نہیں) تو ایک آدمی جھوٹ بول کر فعل
 قبیح کا مرتکب ہوا۔ اور ایک آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ
 تعالیٰ کا بیٹا مان کر فعل قبیح کا مرتکب ہوا۔ اگر اللہ تعالیٰ جھوٹ
 بولنے پر قادر ہے تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا بیٹا ماننے پر
 کس طرح قادر نہیں ہوگا؟ جواب سوتاج سمجھ کر دیا جائے جھوٹ
 بھی فعل قبیح اور پتھر کی مورتی کو خدا بنالینا بھی فعل قبیح۔ اگر ایک
 پر اللہ تعالیٰ کی قدرت ممکن ہے تو دوسرے پر قدرت کیونکر ممکن
 نہ ہوگی؟ جواب سوتاج سمجھ کر دیا جائے۔

جب کہ محمود الحسن صاحب کے مطابق خرابی تو صرف "قدر قباہ" میں ہے
 قدرت علی القباہ میں کوئی خرابی نہیں بلکہ یہ بات تو ثابت
 شدہ ہے اور اسی قدرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی صفات میں کاملیت
 و کمالیت پیدا ہوگی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قاسمی صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ کو فیصلہ کن مرحلے
 میں داخل کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا آپ تو خیر نہیں مانیں
 گئے ممکن ہے اسے پڑھ کر کسی دوسرے کی عاقبت سنو جائے۔
 محمود الحسن صاحب کہتے ہیں کہ قدرت علی القباہ مسلمات
 میں سے ہے۔ قباہ میں صرف جھوٹ ہی نہیں بلکہ شرک بھی آتا
 ہے اسی طرح اور بے شمار قباہ ہیں۔ تو جہاں گنگوہی صاحب
 نے جھوٹ کو قدرت باری تعالیٰ کے تحت داخل کیا ہے وہاں
 اگر کذب کی جگہ شرک کا لفظ رکھ دیا جائے تو میرے خیال میں
 کوئی بے جا بات نہ ہوگی۔ تو پھر عبارت گنگوہی یوں ہوگی :-

”امکانِ شرک سے مراد دخولِ شرک تحتِ قدرتِ باری تعالیٰ ہے۔“
 بتائیے اگر کذب (جو فعل قبیح ہے) اس پر اللہ تعالیٰ قادر ہے تو
 شرک بھی فعل قبیح ہے اس پر اللہ تعالیٰ کس لیے قادر نہ ہوگا۔ ایک
 قبیح پر قادر ہو، ایک قبیح پر عاجز ہو یہ کیسے ممکن ہے؟ اور لگے ہاتھوں
 یہ بھی بتائیے کہ جہاں اللہ تعالیٰ اپنے وعدے وعید کے خلاف کر سکتا ہے
 بقول گنگوہی صاحب فرعون کو جنت میں بھیج سکتا ہے اور اپنے ہی
 حکم کے خلاف پر قادر ہے تو اسی قرآن مجید میں وہ فرماتا ہے کہ اللہ
 تعالیٰ تمام عیسوں سے پاک اور منزہ ہے تو کیا اللہ تعالیٰ اس پر قادر
 نہیں کہ وہ خود اپنے اس حکم کے خلاف کر دے یعنی اپنے اندر عیب
 اور نقص پیدا کر لے۔

اگر گنگوہی صاحب کی پیش کردہ آیات میں سے ایک کے خلاف
 وہ کر سکتا ہے تو اپنے متعلق عیب سے پاک ہونے کی آیت کی خلاف
 کچھ کرنے سے کیونکر عاجز ہو جائے گا؟ کیا وہ ہر آیت کے خلاف
 کرنے پر قادر نہیں؟ اب ذرا سوچ سمجھ کر بتائیے کہ جب وہ علی
 کل شئی قدير ہے تو ہر ہر آیت کے خلاف بھی وہ کچھ کرنے پر قدرت
 رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

اگر قدرت نہیں رکھتا تو محمود الحسن صاحب کا قدرت علیٰ القیاح
 کو مسلمات میں سے کہنا اور گنگوہی صاحب کا وہو علیٰ کل شئی قدير
 کہنا باطلی ہوا۔ اور اگر قدرت رکھتا ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا
 کہ وہ نہ صرف کذب پر قدرت رکھتا ہے بلکہ شرک پر بھی قادر
 ہے، چوڑی، جوئے، شراب، ڈاکے اور دنیا بھر کے تمام قبایح
 پر قادر ہے۔

— آپ جو بھی مانیں گے آپ کا دھڑن تختہ ضرور ہوگا —

اور جب کذب و شرک دونوں قبایح میں سے ہیں تو گنگوہی

صاحب نے جو فرمایا ہے : —————

”رأى خلاف علماء كذا جوداً باره وقوع و عدم وقوع خلاف“

ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ (خلیل احمد سہارنپوری) نے تحریر کیا ہے وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے“ (دیکھئے فتاویٰ تہذیب کے صفحہ ۹۶ کی فوٹو سٹیٹ سطر ۱۳) تو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ

”وہ دراصل شرک نہیں صورت شرک ہے“ بتائیے صورت کذب کو اگر آپ قدرت باری تعالیٰ کے تحت داخل کر سکتے ہیں تو صورت شرک کو آپ قدرت باری تعالیٰ میں کیوں داخل نہیں کر سکتے؟ ممکن ہے آپ کے پاس اس کا جواب یہ ہو کہ کذب معمولی عیب ہے، چھوٹا نقص ہے۔ اس کو تحت قدرت مانا جائے تو کوئی بُرائی نہیں اور چونکہ

شرک بڑا عیب ہے اس لیے اُسے خدا کے اندر (تحت قدرت) نہ مانا جائے۔ دوسری اور آخری بات یہ کہہ سکتے ہیں کہ کذب میں تو حسن ہی حسن ہے، اسی وجہ سے ہم نے اپنی کتابوں کے صفحات کو اس حسن بے مثال سے مزین کر رکھا ہے۔ اس حسن سے خدا کو کس لیے محروم رکھا جائے۔ آپ کی مزید تسلی کے لیے ایک جملہ اور درج کرتا ہوں۔ یہ جملہ گنگوہی صاحب کا ہے صفحہ ۹۶ دیکھ لیجئے۔

اس جملے میں اگر محمود الحسن صاحب کا عقیدہ (یعنی وہ الفاظ جو جہد المقل میں ہیں) بھی شامل کر دیا جائے تو جملہ اس طرح ہو گا۔ ”پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام و صوفیائے کرام و علمائے

عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب دیا تمام قبیح افعال جیسے جھوٹ، چوری، شرک، فسق، گناہ وغیرہ داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔“ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دیوبند کے دو انتہائی معتبر و مستند اور ”جید و اجل“ اکابر کی کتب کے بعد اس شخصیت کی طرف سے آیتے جو ان اکابر کا بھی امام ہے جس کا نام آتے ہی یہ لوگ مجسمہ و عجز و انکار بن جاتے ہیں۔ یہ ہیں جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی۔ پہلے ان کے فارسی رسالہ ”یکسروزہ“ (جو ایک روز میں لکھا گیا) کے فوٹو سٹیٹ ملاحظہ فرمائیے۔ ”امکان کذب“ سے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”اقول اگر مراد از محال ممکن لذاتہ است کہ تحت قدرت الہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ مقدمہ قضیہ غیر مطابق واقع والفاظ آں بر ملائکہ و انبیاء خارج از قدرت الہیہ نیست و آں لازم آید کہ قدرت انسانی از یہ از قدرت ربانی باشد۔
 ترجمہ :- اگر محال سے مراد ممکن لذاتہ ہے جو کہ قدرت الہی کے نیچے نہیں آتا تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ جھوٹ کی یہ قسم گذشتہ معنی کے مطابق محال ہو۔ کیونکہ واقعہ کے برخلاف جملہ بنالینا اور فرشتوں اور نبیوں پر اس کی وحی کرنا اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ورنہ لازم آتے کہ قدرت انسانی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نژاد ہو۔

آسان سا مطلب یہ ہے کہ بندے کو جب جھوٹ پر قدرت حاصل ہے تو خدا کیا بندے سے کم قدرت کا مالک ہے کہ وہ اس پر قادر نہ ہو۔ بندہ اگر کوئی خلاف واقع بات کہہ سکتا ہے مثلاً کوئی دیوبندی کہہ سکتا ہے کہ ہماری کتب میں یہ نہیں لکھا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ حالانکہ یہ اس کی کتابوں میں موجود ہے تو یہ اس کی بات خلاف واقع ٹھہری یعنی جھوٹ ہوتی۔ تو جب بندہ اس پر قادر ہے تو

خدا کیونکر عاجز ہوگا۔ وہ بھی یقیناً جھوٹ پر قادر ہے اور ان جھوٹے کلمات کو جو کہ خلاف واقعہ ہیں اپنے ملائکہ اور انبیاء پر بھی القاء کر سکتا ہے۔
فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اب دیکھئے کہ خداوند قدوس کی ذات میں کس نوعیت پرست طریقے سے یہ لوگ جھوٹ جیسی معیوب و مذموم صفت کو یہ کہہ کر مان رہے ہیں کہ ”نیز ظاہر است کہ صفت کمال ہمیں کہ شخصے کہ قدرت بر تکلم کذب مے دارد۔ بنا بر رعایت مصلحت و مقتضائے حکمت تنزیہ از ملوث کذب تکلم بہ کلام کاذب نے نمائندہاں شخص ممدوح مے گردد“۔

ترجمہ : ظاہر ہے کہ صفت کمال یہی ہے کہ جھوٹ پر قدرت ہوتے ہوئے بلحاظ مصلحت اس کی آلائش سے بچنے کے لیے جھوٹ بات نہ بولے وہی شخص قابل تعریف ہوتا ہے۔ مگر یا اللہ تعالیٰ کے اندر اگر جھوٹ پر قدرت کا ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی صفت کمال کو کم کرنے اور گھٹانے کے مترادف ہے البتہ اس کے اندر جھوٹ کی صفت رکھ دینے سے وہ رفیع الشان ہو جائے گا۔

بریں عقل و دانش بباہر گریست

قاسمی صاحب : اگر دہلوی صاحب کا یہ فارمولہ تسلیم کر لیا جائے کہ بندہ جھوٹ پر قادر ہے تو خدا کیونکر قادر نہ ہوگا یعنی دور نہ لازم آئے کہ قدرت الہی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زائد ہو تو بندہ نہ صرف اس پر قدرت رکھتا ہے بلکہ بالفعل بھی جھوٹ بولتا ہے۔ آپ کو تو خیر کچھ بتانے کی ضرورت ہی نہیں۔ تو فرمائیے کیا اللہ تعالیٰ بھی بالفعل جھوٹ بولنے پر قادر ہے؟ اگر آپ کہیں کہ بالفعل

جھوٹ بولنے پر وہ قادر ہے تب بھی آپ کا دھڑن تختہ۔ اور اگر آپ کہیں کہ بالفعل جھوٹ بولنے پر قادر نہیں۔ تو بمطابق دہلوی صاحب قدرتِ انسانی زائد ہو جائے گی اور متذکرہ سابقہ اکابر کے مطابق وہ علیٰ کل شئی قہرینہ رہے گا یوں بھی آپ کا دھڑن تختہ۔ یعنی

عمر دو گو نہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را

اور یہ ہیں آپ کے اکابر میں سے درخشندہ ستارے مولوی خلیل احمد صاحب بہار پوری جن کا تذکرہ سابقہ سطور میں کیا جا چکا ہے! امکانِ کذب کے بارے میں رقمطراز ہیں : —

”امکانِ کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں۔ چنانچہ درختار میں ہے هل يجوز الخلف في الوعيد فظاھر ما فی المواقف المقاصد ان الاشاعرة قائلون بجواز کالانہ لا یؤد نقصا بل جودا و کرمًا الخ (خلف وعید جائز ہے کہ نہیں ظاہر تو یہ ہے اشاعرہ اس کے قائل ہیں۔۔۔۔۔ اس وجہ سے کہ وہ اس کو نقص نہیں شمار کرتے بلکہ بخشش اور کرم تصور کرتے ہیں)“

اشاعرہ خلف وعید کو نقص شمار نہیں کرتے نہ کہ وہ امکانِ کذب کو نقص نہیں کہتے کہ جس کے قائل دیوبندی و بانی ہیں۔ اب تو بہار پوری صاحب کی زبان سے ظاہر و باہر ہو گیا کہ اشاعرہ جس قدرتِ خداوندی کے قائل ہیں یعنی وہ جہنمی کو جنت دے سکتا ہے تو وہ اسے کرم اور جو دشمار کرتے ہیں اور اس میں نقص نہیں جانتے۔ جبکہ دیوبندی اس

نے یہ بہار پوری صاحب کا صریح دروغ ہے۔ خلف وعید اور شے ہے امکانِ کذب اور شے ہے براہینِ قاطعہ صفحہ ۶ :

خلف وعید کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر امکان کذب کا نام دے رہے ہیں۔
 یہ زبردستی دیوبندیوں کو مبارک ہو کہ خدا کے لیے جس صفت کا زور
 لگا رہے ہیں وہ کتنی معیوب و مذموم ہے۔ خیر! پسند اپنی اپنی اور اگر
 دیوبندی کذب کو خلف وعید کی فرع سمجھتے ہیں تو یہ ان پر اور بوجھ بڑھ
 گیا پھر خدا کو بالفعل بھی جھوٹا ماننا پڑے گا اس لیے کہ گناہ گاروں کی
 مغفرت بالفعل ہوگی یقیناً کروڑوں اربوں گناہ گار ایسے ہوں گے
 کہ جو سزا کے حق دار ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے
 کرم سے انہیں معاف فرما دے گا گو یا عذاب کا وعدہ تھا مگر بخش
 دیا اور یہ بالفعل ہوگا سوائے شرک کے دیگر تمام گناہ کبیرہ معاف
 کر دیے جائیں گے۔ اشاعرہ کا یہ خلف وعید اگر دیوبندیوں کا امکان
 کذب پھرتے تو بالفعل مغفرت سے یہ کذب بھی امکان کی حد سے
 نکل کر بالفعل کے دائرے میں داخل ہو جائے گا۔ پس لازم آئے
 گا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب بالفعل واقع ہو اور اللہ تعالیٰ بالفعل
 جھوٹا ہو (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ)

ان کے امام ”بکب روزہ“ میں کیا لکھ گئے اب معتقدین ایٹری
 جو ٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ جھوٹ کو کسی نہ کسی طریقے سے اللہ تعالیٰ
 کے اندر ضرور ثابت کیا جلتے۔ نعوذ باللہ من شرور النفاق۔

ان کتابوں کے علاوہ امکان کذب کا یہ مسئلہ ”المہند علی المقند المعروف
 عقائد علمائے دیوبند کے صفحہ ۷۶ پر بھی موجود ہے۔ نیز مولوی حسین احمد
 مدنی صاحب نے بھی اپنی کتاب ”شہاب ثاقب“ کے سات صفحے اسی
 مسئلہ میں سیاہ کیے ہیں۔ سات صفحوں کا خلاصہ یہ ہے :

” (مسئلہ امکان کذب میں) ان دیوبندی علماء کا مطلب وہ
 ہے جو کہ جہد المقل حصہ اول صفحہ ۳۴ میں مسطور ہے۔“

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اور جہد المقل میں مولوی محمود الحسن صاحب نے جو عقیدہ بیان کیا ہے وہ آپ پہلے ہی ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ وہ تو تمام بُرے کاموں پر اللہ تعالیٰ کو قادر مانتے ہیں اور اسی کو صفت کمال جانتے ہیں۔ نیز اس مسئلہ امکانِ کذب کو مولوی عاشق الہی میرٹھی نے ”تذکرۃ الخلیل“ میں بھی بیان کیا ہے۔

موجودہ دور کے معروف دیوبندی عالم سرفراز گلکھڑوی صاحب نے بھی اسے بیان کیا ہے۔ یہ مولوی صاحب بعیدِ حیات ہیں اور بڑھ چڑھ کر اس محبوب و مرعوب شے کو اپنی کتابوں میں صفحہ بہ صفحہ سی کر اکابر کا درجہ حاصل کرنے کی سعی ناکام میں مصروف ہیں۔

قاسمی صاحب با آپ ان سے بھی رابطہ کر لیجئے۔ دیگر بڑے صغیر کے تمام علمائے دیوبند کو ایک جگہ اکٹھا بٹھا کر کہیے کہ سر جوڑ لیجئے اور ان صفحات پر جو کچھ بیان کیا گیا ہے ان کا جواب دیجئے اور دیئے گئے حوالوں کو غلط ثابت کیجئے۔ سرفراز صاحب گلکھڑوی لکھتے ہیں:۔

”یہ لوگ حقیقت کذب، امکانِ کذب اور صورت کذب میں جو دقیق فرق ہے اس کو یا تو سمجھتے ہی نہیں اور چشم پوشی کر کے غلط ملط اور گد ملط کر دیتے ہیں حالانکہ ایک ادنیٰ سمجھ والا آدمی بلکہ مبتدی طالب علم لفظ کمر نے اور کمر سکے میں بخوبی فرق سمجھ سکتا ہے اور کرتا ہے اور کمر سکتا ہے میں اہل لسان کے نزدیک فرق بالکل نمایاں ہے۔“

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ملے شہاب ثاقب صفحہ ۸۴ (حاشیہ صفحہ موجودہ) ملے
اپنی دنوں ہمارے ایک دوست مدرسہ نصرۃ العلوم گئے اور اس مسئلے پر گفتگو
کی مگر گلکھڑوی صاحب ”گھٹنوں میں درود کا بہانہ بنا کر غائب ہو گئے۔ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

سرفراز صاحب کا مطلب یہ ہے کہ ”خدا جھوٹ بولتا ہے“ اور خدا جھوٹ بول سکتا ہے“ میں واضح فرق ہے۔ یعنی ایک کام بالفعل ہوتا ہے اور ایک محض ممکن ہوتا ہے۔ وضاحت دیکھئے۔

- خدا جھوٹ بولتا ہے (بالفعل) سرفراز صاحب اس کے قائل نہیں۔
- خدا جھوٹ بول سکتا ہے (ممکن) سرفراز صاحب اس امکان کے قائل ہیں۔

جبکہ حین احمد مدنی صاحب اس دوسرے جملے کے برعکس یوں لکھتے ہیں:-
 ”(اگر کوئی شخص) یہ اعتقاد رکھے کہ ممکن ہے کہ خداوند کریم جھوٹ بول دیوے تو وہ بھی کافرو زندقوں ہے۔“

ممکن ہے کہ معنی قدرت کے ہیں۔ اس کو مد نظر رکھ کر ذیل کے جملے دیکھئے:
 ○ ممکن ہے (یعنی قدرت رکھتا ہے) کہ خدا جھوٹ بول دیوے (مدنی صاحب کے نزدیک یہ عقیدہ کفر ہے)

○ قدرت علی البتائیح (یعنی خدا افعال قبیحہ پر قدرت رکھتا ہے۔)
 علمائے دیوبند مانتے ہیں (خلیل صاحب و سرفراز صاحب عین ایمان جانتے ہیں۔) امکان، ممکن، قدرت، قادر ہونا یہ سب مترادف الفاظ ہیں یعنی ہم معنی ہیں۔ لہذا جس امکان کذب کو گنگوہی صاحب تحت قدرت باری تعالیٰ مانتے ہیں، جو محمود الحسن صاحب کے نزدیک مقدور باری ہے جو کذب سرفراز صاحب کے نزدیک ”بول سکتا ہے“ اُسی صورت کذب کے اعتقاد کو مدنی صاحب کفر قرار دے رہے ہیں۔
 لیجئے: عر خود آپ اپنے دام میں سیاد آگیا

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ ۳۷ تنقید متین صفحہ ۴۰، الجوالہ توضیح البیان از علامہ غلام رسول سعیدی صفحہ ۱۱۳ (حاشیہ صفحہ موجودہ) ۳۷ شہاب ثاقب صفحہ ۱۵

لغات سے اُن الفاظ کے معانی دیکھئے۔

○ ممکن :- جو بات ہو سکے ، مقدور (نسیم اللغات)
 ("ہو سکے") کو سرفراز صاحب مانتے ہیں اور "مقدور" کو محمود الحسن صاحب تسلیم کر رہے ہیں۔

○ امکان :- جو ہو سکے ، مقدور (نسیم اللغات)
 ("امکان کذب" کو گنگوہی صاحب اور "ہو سکے" کو سرفراز صاحب مان رہے ہیں۔

ثابت ہوا کہ امکان، ممکن، مقدور، ہو سکے، قدرت یہ سب ہم معنی اور مترادف الفاظ ہیں۔ ان کے ساتھ اگر جھوٹ یا کذب کے الفاظ لگائیں تو اُس کی صورت یہ ہوگی۔

امکان کذب، کذب کا ممکن ہونا، کذب مقدور باری ہے، ہو سکتا ہے جھوٹ بولے، جھوٹ پر قدرت، جھوٹ پر قادر ہونا وغیرہ جب متعدد علمائے دیوبند ان سب صورتوں کے قائل ہیں تو مدنی صاحب کا ان پر فتویٰ یہ ہے۔

"(کوئی) یہ اعتقاد رکھے کہ ممکن ہے کہ خداوند کریم جھوٹ بول دیوے تو وہ بھی کافر و زندیق ملعون ہے۔"

جب "ممکن" کے معنی لغات میں طاقت اور مقدور کے بھی درج ہیں تو اگر مدنی صاحب کی عبارت میں لفظ ممکن ہٹا کر اُس کی جگہ اُس کا معنی رکھ دیا جائے تو جملہ یہ ہوگا۔

"اگر کوئی اعتقاد رکھے کہ (خدا) اس پر طاقت رکھتا ہے یا مقدور باری تعالیٰ ہے کہ خداوند کریم جھوٹ بول دیوے تو وہ کافر و زندیق ہے۔"

اور یہی تو سب دیگر علمائے دیوبند کہہ رہے ہیں کہ خدا اس پر قادر

ہے کہ جھوٹ بول دے اور اسی پر حسین احمد ٹانڈوی صاحب کا فتویٰ ہے کہ ایسا اعتقاد کفر ہے۔

جناب سرفراز صاحب گکھڑوی "کہتا ہے" اور "کر سکتا ہے" میں نمایاں فرق بتاتے ہیں یعنی "کہتا ہے" بالفعل میں آتا ہے اور "کر سکتا ہے" قدرت کے تحت آتا ہے اور وہ "کر سکتا ہے" کے قائل ہیں جبکہ جامعہ مدنیہ لاہور کے مہتمم حامد میاں صاحب لکھتے ہیں :-
 "اب اسے غلط خواہوں نے یہ جامہ پہنایا کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے"۔

یعنی "بول سکتا ہے" کے جو معنی پہناتے وہ غلط خواہ ہیں اور یہی معنی گکھڑوی صاحب نے پہناتے ہیں لہذا وہ خود غلط خواہ ہوئے اور دیگر امکان کذب کے قائل بھی غلط خواہ ٹھہرے جناب حامد میاں صاحب مزید لکھتے ہیں :-

"اس مسئلہ کو توڑ مروڑ کر اور غلط تفسیر کر کے علمائے دیوبند کی طرف منسوب کر دیا گیا اور امکان کذب کا عنوان دے دیا گیا"۔
 مطلب یہ کہ اس مسئلے کو امکان کذب کا نام دینا ایک غلط تعبیر ہے جس کی نسبت علمائے دیوبند کی طرف کر دی گئی۔ مگر دوسری طرف سرفراز گکھڑوی صاحب فرماتے ہیں :-
 "اس مسئلہ کو اہل حق (علمائے دیوبند) خلف وعید اور امکان کذب سے تعبیر کرتے ہیں"۔

جملہ یوں زیادہ درست رہتا کہ "اس مسئلہ کو اہل حق خلف وعید اور علمائے دیوبند امکان کذب سے تعبیر کرتے ہیں" اور حقیقت بھی یہی

ہے۔ اللہ تعالیٰ گمراہوں کو ہدایت نصیب فرماتے۔ آمین۔
 مولانا عبد الستار خاں نیاز نے دیوبندی کتب سے دوسرا
 مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ اُن کی کتابوں میں ہے: —
 ”وہی مرکز مٹی ہو گیا ہے۔“

یہ عبارت بھی اکابر علمائے دیوبند کے پیشوا و مقتدا مولوی محمد
 اسماعیل دہلوی کی کتاب میں موجود ہے۔ دہلوی صاحب نے حضور اقدس
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ درج کی کہ جس میں
 بندے کو سجدہ کرنے کی ممانعت ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے فرمایا ”جو نوگز رہے میری قبر پر تو کیا سجدہ کرے گا؟“ اس
 مفہوم کو دہلوی صاحب نے یوں بیان کیا: —
 ”یعنی میں بھی ایک دن مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں۔“

اس نئے شائع ہونے والے نسخوں میں اس عبارت کو بدل دیا گیا
 ہے۔ مگر یہ دھوکہ بھی ہرگز کام نہ آسکے گا۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے یہ الفاظ بیان نہیں فرمائے اس لیے اُن کی طرف یہ
 عبارت منسوب کرنا حدیث کے مطابق جہنم میں ٹھکانا بنا ہے۔
 میں اس عبارت کی تشریح گنگوہی صاحب کی زبان سے کرنا چاہتا
 ہوں جو فتاویٰ رشیدیہ میں درج ہے سائل نے تقویۃ الایمان سے
 یہ ساری عبارت لیکر فتویٰ طلب کیا۔ گنگوہی صاحب جواب دیتے ہیں:
 ”مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی زمین کیساتھ
 خلط ہو جاوے جیسا سب اشیاء زمین میں پڑ کر خاک ہو کر زمین ہی بن

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۳۰ سلسلہ علمائے دیوبند صفحہ ۳۴ بحوالہ توضیح البیان

ص ۳۱۰ ۳۰ تنقید متین صفحہ ۱۱۱ بحوالہ توضیح البیان۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) ۳۰ تقویۃ الایمان :

جاتی ہیں۔ دوسرے مٹی سے ملاقی و متصل ہو جانا یعنی مٹی سے مل جانا تو یہاں مراد دوسرے معنی ہیں..... چونکہ مُردہ کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کر لیتی ہے اور نیچے مُردہ کی مٹی سے جہدہ کفن ملاحق (یعنی ملا) ہوتا ہے۔ یہ مٹی میں ملنا اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہے کچھ اعتراض نہیں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جب قرآن نے ادب سکھایا ہے اور مومنوں سے فرمایا گیا اَلَا تَقُولُوْا رَاعِنَا۔ حالانکہ راعنا میں کوئی خرابی نہ تھی اور یہی راعنا صحابہ کرام کہتے بھی رہے مگر جب اس میں تصرف کر کے منافقین نے توہین کا پہلو پیدا کر لیا تو اس لفظ کی بھی ممانعت فرمادی گئی۔ یعنی بظاہر ایسا لفظ بھی نہ ہو کہ جس سے کوئی بے ادب اور گستاخ توہین کا پہلو نکال لے۔ جب ضعیف سے ضعیف حدیث میں بھی یہ ”مرکز مٹی میں ملنے والے“ الفاظ نہیں ملتے تو دہلوی صاحب نے ایسے توہین آمیز الفاظ کی نسبت سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیونکر کی کیا تبلیغ دین کا یہی طریقہ ہے۔ کیا ایک مؤدب اُمتی اپنے رفیع و عظیم اور رؤف و رحیم پیغمبر کی شانِ اقدس میں ایسے کرخت، کرہ، دل آزار، گھٹیا اور توہین آمیز الفاظ لکھنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ اگر آپ فرمائیں کہ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ آدمی نے ایک دن قبر میں چلے جانا ہے لہذا جس نے قبر میں جانا وہ لائقِ سجدہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور اس طرح اس سے توہین نہیں ہوتی۔ تو بندہ عرض کرتا ہے کہ اگر آپ سچے ہیں اور خود کو حق پر سمجھتے ہیں تو آئندہ اپنی تقریروں میں یہ کہہ کر دیکھیں :

”سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے جس کو موت نہیں۔ سجدہ نبی کے لیے

جائز نہیں کیونکہ نبی تو مکر مٹی میں مل گئے ہیں۔

جب گنگوہی صاحب نے بھی اس کا یہ معنی کر دیا ہے کہ مٹی میں مل کر مٹی ہو جانا۔ تو ثابت ہوا کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی نے جو کہا ہے وہ حرف بہ حرف بنی برصداقت ہے۔ اگر آپ اب بھی بضد ہیں تو پھر جواب دیجئے کہ

کیا آپ اپنے امام کی اس خود ساختہ توہین آمیز عبارت کو اپنے آپ سے منسوب کر کے ہر تحریر اور ہر تقریر میں لکھ پڑھ سکتے ہیں؟

میں نے دونوں عبارتوں سے متعلق آپ کے جید اکابر کی عبارات مع فوٹو سٹیٹ پیش کر دی ہیں۔ گو مجھے مولانا عبدالستار خاں نیازی سے بھی کبھی کبھی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے مگر مسئلہ نیازی صاحب کا نہ تھا، مسئلہ ان ناپاک عبارتوں کا تھا۔ اور چاہے یہ رسالہ ”حرمت“ میں چھپیں یا ”القول المستد“ آپ کے لیے برابر ہے کہ مقصود آپ کو عبارتوں کا دکھانا تھا لہذا اس دور کا سب سے بڑا کذب اس وقت کی سب سے بڑی غلط بیانی اور اس زمانہ کا سب سے بڑا دھوکہ یہ ہے جو آپ نے اپنے معنوں میں یہ لکھ کر آشکار کیا ہے کہ ”ہمارے اکابر کی کتابوں میں سرے سے ان ناپاک عبارات کا وجود ہی نہیں ہے۔“

ضیاء القاسمی صاحب! آپ سے یہ نہیں کہتا کہ آئیے اب میرا ہاتھ پر بیعت کر کے سنی ہو جائیے کہ میں نے یہ ناپاک عبارتیں آپ کے اکابر کی کتب سے نہ صرف دکھا دی ہیں بلکہ فوٹو سٹیٹ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا بکھرا اللہ تعالیٰ بھر پور رد بھی کر دیا ہے کیونکہ کُتبی ہونے سے آپ پر پھر بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ چلے تو کیا بیحد ہے۔ اس لیے قبول حق کی دعوت

دے کر اتنا کہتا ہوں۔

① جن کتابوں کا ذکر اس مضمون میں کیا گیا ہے وہ آپ کے اکابر کی ہیں یا نہیں؟

② جنہیں آپ نے بھی ناپاک عبارت کہلا ہے وہ ان مذکورہ کتابوں میں حرف بہ حرف درج ہیں یا نہیں؟

③ کیا میں نے ان عبارت کو سیاق و سباق سے ہٹ کر پیش کیا ہے، یا ان میں کتروبیونت اور قطع و برید سے کام لیا ہے یا اپنے من مانے مطلب و مفہوم پہناتے ہیں؟ ایسا ہے تو وضاحت فرمائیے۔

④ اگر یہ کتب علمائے دیوبند کی نہیں تو پھر کس مذہب کی ہیں؟ نام درج فرمائیے۔

⑤ اگر میں نے چار سو بیسی سے کام لیکر آپ کو اور دیگر قارئین کو دھوکہ دیا ہے تو آپ میرے خلاف ہائیکورٹ میں مقدمہ درج کر کے حق و باطل کا فیصلہ کرائیں۔

وَ اخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



نوٹ :- دیوبند یورے کے اصل کتابوں کے فوٹو سٹیٹ لگے صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔

اقول۔ اگر قول بہ وقوع مثل مذکور ہو کہ کذب مسطور است معاذ اللہ ہذا کذب
 واما قول بامکان مثل مذکور پس مستلزم امکان کذب مسطور نیست۔ علاوہ بریں
 قول کہ بہ امکان مثل مذکور بریں وجہ ہم سے تو اند شد کہ اصل اختیار عدم وقوع او اصل واقع
 ہے شد و عدم اختیار عدم وقوع مثل مذکور بل بہ عدم اختیار بقرآن مجید اس اداصل
 ممکن نیست داخل تحت قدرت الہیہ کہ قال اللہ تعالیٰ عزوجل قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا كُنْتُمْ
 عَلَيْهِمْ ذُلًّا لَّا تَكْتُمُونَ، و نیز بعد اختیار ممکن است کہ یہ نافرمانی اگر انبیاء و رسول
 قول بامکان و بعد مثل مسئلہ منتهی بہ کذب نفس الاموم ضرور و سلب قرآن مجید بوجہ
 انزال ممکن است، فعلی قدرت الہیہ کہ قال اللہ تعالیٰ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْفَيْنَا
 بِكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا۔

قوله۔ وهو محال لانه نقص والنقص عايبه تعالى محال۔

اقول اگر مراد از محال ممتنع لذات است کہ تحت قدرت الہیہ داخل نیست
 پس لایسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چه مقدمہ تفسیر غیر مطابقتہ مواقع و القائے
 آن بر ملائمہ و انہیاد خارج از قدرت الہیہ نیست و الا لازم آید کہ قدرت انسانی از قدرت
 از قدرت ربانی باشد چه عقد تفسیر غیر مطابقتہ مواقع و القائے آن بہ معنی طین در قدرت
 اکثر اقدار انسانی است۔ کذب مذکور بلکہ منافی حکمت اوست پس ممتنع بالذات است۔
 ہذا عدم کذب را انکالات حضرت حق سبحانہ سے شائد وادہا بل شائد ہاں مع
 کہ خلاف اعرس و علا کہ ایشان را کہے بعدم کذب مع کے کنند و نیز ظاہر است

ہے کہ معتزلہ صرف کلام لفظی کو کلام باری کہتے ہیں کیونکہ کلام منہی کے تو مرجع منکری ہیں تو اب خلاصہ
 یہ ہوا کہ کلام لفظی از قبیل افعال ہے از قبیل صفات تو جس صدق و کذب کو اسکی صفت کہا جائیگا
 وہ بالبداهت صفت فعلی ہوگی نہ صفت ذاتی ہمارا مطلب اس موقع میں نقطہ یہی ہے کہ صدق و
 کذب مذکور صفات فعلیہ میں سو وہ تو سحر الہی ثابت و ظاہر ہو گیا مگر وہ بائین ہمارے مفید مدعا عبارت
 مذکور سے اور معلوم ہو گئیں اول اسکی کہ صدق و کذب مذکور کے ثبوت امتناع کے لئے جو کہ صفات
 فعلیہ میں داخل ہے بیچ و بوس جانہ لا یفعل البتہ سے استدلال کرنا معتزلہ کا مشرب ہے دوسرے
 یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ امر مسلک اہل سنت کے خلاف اور باطل ہے چنانچہ میر صاحب کا وہ ہونا
 علی الصلحہ دستعرف بطلانہ فرماتا اسکے لئے دلیل شافی جو سے دونوں بائین یاد رکھنے کے قابل ہیں۔
 مقدمہ ہفتم

ہفتم یہ ہے کہ حدود قبایح اور قدرت علی القیاس میں زمین آسمان کا فرق ہے امر اول کو عند
 اہل السنۃ بہ نسبت ذات خالق ممکنات محال کہا جائے کہ وہ دوم سمات میں سے ہے جب
 جانتے ہیں کہ ذات تعالیٰ شانہ سے افعال قبیحہ کے صدور کی نوبت نہیں آسکتی لیکن افعال قبیحہ
 کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری جلہ اہل حق تسلیم فرماتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو اذن کے صدور
 میں ہے نفس مقدوریتہ میں اصلہ کوئی خرابی لازم نہیں آتی اگر ہوتا ہے تو کمال قدرہ ثابت ہوتا
 ہے بلکہ امور مذکورہ کو قدرت سے خارج کرنے میں عموم قدرۃ علی الممکنات جو داخل کمال اور مسلمات
 اہل سنت میں سے ہے باطل ہو جائیگا کتب عقاید میں قدرۃ تعالیٰ ہم سائر الممکنات اور کل ممکن
 مقدور موجود ہے اور اسکان کو مصحح مقدوریتہ کہنا سبکافول ہے یہ صورت مقدوریتہ قبلیہ میں
 مواثک مذکورہ امتناع ذاتی میں سے کسی کا تحقق لازم نہیں آتا تو اب افعال قبیحہ کو قدرت قدیمہ حق
 تعالیٰ شانہ سے کیونکر خارج کہہ سکتے ہیں البتہ امور ایسے ہوں کہ انکے اسکان صدور سے انفکاک
 ذات عن نفسہا یا انفکاک لوازم ذات لازم آئے جیسے اکل و شرب غیرہ قواعد کو اگر قدرت قدیمہ سے
 خارج ماننے تو حق ہے کہ لا ینفخ علی اللیب یا بجلہ قبایح کے صدور کو ممکن بالذات کہنا بجا اور مذہب
 اہل سنت ہے البتہ جو امتناع بالغیر انکے تحقق و فعلیہ صدور کے کسی نوبت نہیں آسکتی جبکہ خلاصہ
 ہوا کہ قبایح تحت القدۃ داخل ہو کر بوجہ حکمت و عدل و تقدس محتاج الوقوع میں یہ سرگز نہیں کہ امور

ایجاب صحیح بذریعہ محمود عفی عنہ۔

بجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ۔

جیکہ وہ مقبرہ نہایت کثرت پر اور اس وقت دفن کرنا وہاں متردک ہو گیا چوتھوں
درمیان میں خصوصاً حصہ ثانی میں درست ہو رہا ہے۔ قبرہ فی الحال دولین اموات
کے کام میں آتا ہو تو اولیٰ اور ثانی میں درست نہیں ہو قال فی الکیرتہ۔ دولین اموات
وہاں مقابر جائز دفن غیرہ فی قبرہ و زرعدہا علیہذا فی البینین فحقہ واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

فتویٰ علیٰ حضرت ابوہریرہ

بجواب التتمہ ہدایۃ الحق والعصا

مسئلہ پر جناب مفتی صاحب بریلوی حکم نکالتے ہیں۔ عبادتہ۔
جواب اول غلط ہے اور حکم ثانی صحیح اور تشریحات حلیٰ صحیح ہے۔
قولیٰ موجب اجیری۔ جواب اولیٰ کے مطابق تحریر یہ ہے کہ صاحب بریلوی نے حق خان صاحب
مفتی صاحب بریلوی کے والدہ امید کی ہر چنانچہ ہدایت البرہۃ مطبوعہ لاہور مسئلہ میں
فرماتے ہیں۔ عبادتہ۔

جس گورستان میں قبریں باقی نہیں۔ زمینیت کا دفن کرنا مسجد و دہو جائے تو
وہاں پر دوسرا مکان دفن جیسے مسجد مدرسہ بنانا جائز ہے۔

کتبہ مجتہد مسکنی مفتی علی مفتی سنی بریلوی عفی عنہ۔

۱۳۰۱
مفتی علی مفتی سنی

غیر خواہ قوم عرض کرتا ہے کہ مفتی صاحب بریلوی کے نزدیک یہ عبادت بھی غلط ہے
اور حکم ثالث کے مطابق مولوی رحمت علی صاحب جناب مفتی صاحب بریلوی کے
دادا صاحب کی تحریر یہ ہے کہ تہذیب العلماء میں فی سنی مطبوعہ لکھنؤ۔ مسئلہ میں مطبوعہ۔ عبادتہ
وہاں گورستان نہ دفن اموات وہاں متردک باشندہ کسی نگران کا نہ غیر آباد ہو
مسکن مسجد وغیرہ بنانا مردود جائز ہے۔

مفتی سنی بریلوی نے فرمایا ہے کہ

ضرور چاہئے کہ تم کو مسجد و گریں سوز یا گنبد کی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرنا ہے بھائی کو ف
میں نے انسانی قوم میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اسکے بڑے بھائی کی نفی
تعظیم نہیں اور مالک سب کا لاف ہے زندگی اس کو چاہئے۔ اس حدیث سے معلوم ہو اگر اولیاء و اہلبیاء

امام داماد سے روایت ہے کہ ان کو اتنے بڑے بڑے علماء کی خدمت میں بھیجا گیا کہ ان سے پوچھا جائے کہ اگر کوئی شخص اپنے والدین کی خدمت میں بیٹھ کر ان سے بات کرے تو اس سے کیا حکم ہے؟ ان کے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے والدین کی خدمت میں بیٹھ کر ان سے بات کرے تو اس سے کوئی حکم نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص اپنے والدین کی خدمت میں بیٹھ کر ان سے بات کرے تو اس سے کوئی حکم نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص اپنے والدین کی خدمت میں بیٹھ کر ان سے بات کرے تو اس سے کوئی حکم نہیں ہے۔

مشکوٰۃ کے مابین اسلامی میں لکھا ہے کہ مسلم نے دکر کیا کہ ابو سرحہ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ کوئی

نقل خط حضرت سیدنا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہاں کہہ کر مراد اللہ شرف
در مسئلہ امکان کذب بر رفع شہادت مولوی نذیر احمد خاں صاحب نامیورنی

(مشہد) براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے اس مسئلہ کی وجہ سے
کتب الہیہ میں اتناں جھوٹ کا پیدا ہو سکتا ہے یعنی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شاید یہ قرن میں جھوٹ ہے
اور اس کے احکام ہی غلط ہیں اور براہین قاطعہ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے۔ مگر فقیر
امداد اللہ حشری فاروقی رضی اللہ عنہ۔ بحیرت مولوی نذیر احمد خاں صاحب بعد سلام تحیہ اسلام آنکھ آپ
کا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا ہر چند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح طور توضیح
مطلب براہین قاطعہ بالاختصار کہہ چکا جا رہا ہے شاید اللہ تعالیٰ نفع پہنچا دے اِنْ اُرِیدُ اِلَّا اِیْضًا
مَا اَسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَیَّ بِمَشِیْدٍ

جواب :- واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں وہ تو بالاتفاق مردود ہیں یعنی
اللہ تعالیٰ کی طرف وقوع کذب کو قائل ہونا باطل ہے اور خلاف ہے نص صریح وَمَنْ اَصْدَقُ
مِنَ اللّٰهِ حَتّٰی یَتَذٰکِرَکَ اللّٰہُ رَکِیْفًا لِّیَسْخَکَکَ ۝ و غیرہ آیات کے وہ ذات پاک مقدس۔ ہے
شائبہ نقص کذب وغیرہ سے۔ را اختلاف علماء کا جو دربارہ وقوع و عدم وقوع خلاف و غیرہ ہے
جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے۔ وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے اس کی تحقیق
میں طول ہے الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ
نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو امکان کو وقوع لازم
نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شے ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استعمال لاحق ہوا ہو۔
چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں پس مذہب جمیع متقیین اہل اسلام و صوفیائے کرام و علماء عظام کا اس مسئلہ
میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے پس جو شہادت آپ نے وقوع کذب پر مفرغ
کئے تھے وہ مندرج ہو گئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے بیان
کرنے کا نہیں اس کی حقیقت کے ادراک سے اکثر اہل زمانہ قاصر ہیں۔ آیات و احادیث کثیرہ سے یہ
مسئلہ ثابت ہے ایک ایک مثال قرآن و حدیث کی لکھی جاتی ہے ایک جگہ ارشاد جناب باری ہے
قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤی اَنْ یَّجْعَلَ لَکُمْ مِیْکَۃً اٰیٰتٍ اٰیٰتٍ دُورٰی جگہ ارشاد فرمایا وَمَا کَانَ

لَکُمْ اِلٰہٌ اِلَّا اللّٰہُ قُلْ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْغٰیظِ ۝ کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا اور اس بات پر اصرار ہے

لیعذبہم وانہ فیہم الذین آیت ثانیہ میں نفی عذاب کا وعدہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر اس کا خلاف ہو تو کذب لازم آئے مگر آیت اولیٰ سے اس کا تحت قدرت باری تعالیٰ داخل ہوتا۔ معلوم ہوا پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل وعلیٰ ہے کیوں نہ ہو وہ وحی کرشیٰ قدیرؐ و احادیث کو دیکھئے کہ عشر و مبشرؑ مثلاً بالیقین جنتی بارشاد نبویؐ جو حقیقہ و وحی اسی جل وعلیٰ ہے جو چکے پر چوچکے صحابہ کرام جانتے تھے کہ خدائے پاک عبور نہیں اس لئے نظر بقدرت و جلال کبریا کی ڈرتے ہی رہے بلکہ خود سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات جن کی شان میں یفعلہ اللہ ما تقدم من دنیل و ما تاخر فرماتے رہے۔ واللہ ما ادعی وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا یکرہ اور کما قال اللہ تعالیٰ یحییٰ الحق وھو یمدی السبیلؑ

علم غیب الہی

سوال :- علم غیب و صفات عجم و قدوس جل شانہ منقسم بنواب باری تعالیٰ کے ہے یا نہ
 جواب :- علم غیب خاصہ حضرت حق است جل شانہ خاصہ المشی ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ عقیدہ فقیر ہمیں است شافعیہ نظام فرید تقیم خود بیکس کوٹ مکتب چاچرطان ریاست جھولپورہ از بندہ رشید احمد غنی عنہ۔ بندہ کو آپ کے کارڈ کا مضمون معلوم ہوا جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست ہے۔

علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایسا م شرک سے خالی نہیں۔

علم غیب الہی

سوال :- ایک شخص مثلاً زید کہتا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اقوال گذشتہ و آئندہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے معلوم ہوئے بطور کشف اور خواب اور وحی اور الہام کے اور بعضے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے گا جبکہ آپ ان میں موجود ہیں۔ مثلاً اور وہ ہر چیز پر کہتا ہے۔ مثلاً تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اکل پھلے۔ مثلاً خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا جائیگا اور تمہارے ساتھ کیا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ تمہیں رزق دے گا اور وہی راستہ کی ہدایت کرتا ہے۔ مثلاً شئی کی خصوصیت کا یہی مطلب ہے کہ اس میں موجود ہوا اس کے بیزبیر ہو۔ مثلاً فقیر کا عقیدہ بھی یہی ہے۔

”سپاہِ صحابہؓ کی کسبِ علم و فکر“

اذہ جناب سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب

① کسی بھی صحابی کی تکفیر کرنے والا کافر نہیں (گنگوہی صاحب)

② شیعہ عورت سے نکاح جائز ہے (مقتانوی صاحب)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُحَمَّدٌ ﷺ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اما بعد۔ علمائے دیوبند کے معتبر عالم جناب مولوی رشید احمد گنگوہی (جنہیں دیوبندی حلقوں میں امام ربانی اور قطب عالم کے علاوہ دیگر بے شمار معززات و القابات سے سرفراز فرمایا جاتا ہے) کے مشہور و معروف ”فتاویٰ رشیدیہ“ کو بھی دیوبندی مسلک میں بے حد شہرت حاصل ہے۔ یہ فتاویٰ ہر دیوبندی عالم کے گھریا مدرسے میں الماری کی زینت بنا نظر آئے گا۔

گنگوہی صاحب کا مرتبہ : مراتب کے اعتبار سے ”مولانا موصوف“ کو دیوبندی دنیا میں کیا مقام حاصل ہے۔ اس کی ایک ہلکی سی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔ ”مولانا محمد قاسم (نانا نوتوی) میں شان و ولایت کا رنگ غالب تھا اور مولانا رشید احمد گنگوہی میں ”شانِ نبوت“ کا“

گويا گنگوہی صاحب میں ایک اُمتی ہونے کی نشان بہت کم تھی زیادہ غلبہ شان نبوت کا تھا۔ چشم برد و بر چونکہ حضرت پر شان نبوت کا رنگ غالب تھا اس لیے وہ بڑے طنطنے سے دعویٰ فرمایا کرتے تھے۔

”حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقیم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔“

کسی کے اتباع پر نجات کو ٹھہرا دیا جلتے یہ صرف اور صرف پیغمبر کا منصب ہے۔ گنگوہی صاحب کا حلیہ طور پر یہ دعویٰ کرنا کہ اس زمانہ میں اگر ہدایت و نجات حاصل ہو سکتی ہے تو فقط میرے اتباع پر۔ یہ وہ دعویٰ ہے جو قرآن و سنت

سے ہر امر بے پنا ذکر دینے کا سبق دے رہا ہے اور الفاظ

”حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔“

واضح کر رہے ہیں کہ حق کو گنگوہی صاحب کی زبان ”فیض ترجمان“ پر ٹھہرا دیا گیا ہے کہ اس کے علاوہ کہیں اور کسی زبان پر حق نہیں۔ الفاظ ”گوہی“ اور ”موقوف“ ہماری دلیل کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ یقیناً اسی لیے ایک مصیبت زدہ شخص کو ایک بزرگ نے یہ مشورہ دیا تھا۔

”تم گنگوہی جاؤ تمہاری مشکل کشائی حضرت مولانا رشید احمد صاحب ہی کی دعا پر موقوف ہے، میں اور تمام روئے زمین کے اولیاء بھی اگر دعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا۔“

یعنی تمام غوث، قطب، ولی اور ابدال بھی اگر دعا کریں تو نفع نہ ہوگا۔ یہ مشکل کشائی فقط اور فقط گنگوہی صاحب ہی فرما سکتے ہیں کیونکہ قضاء و قدر کا محکمہ آپ ہی کے سپرد ہے اور بندگان خدا کی تقدیروں کے نوشتے آپ کے

قلم ہی کی کانک مرتب فرماتی ہے۔ البتہ مشکل کشا کہنا ہے تو گنگوہی صاحب کو کہیں مولیٰ علی المرتضیٰ وجہہ الکریم یا خود سید لکونین علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام کو نہیں ورنہ شرک کا ارتکاب ہو گا اور یہ فارمولہ غیر دیوبندیان کے لیے ہے خود دیوبندی ایسا کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً شجرہ پیرانِ حشت میں لکھا ہے :-

دور کردل سے حجابِ جہل و غفلت میرے تہ کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے تہ بادی دُ عالم علی مشکل کشا کے واسطے

جناب گنگوہی صاحب کے سوانح نگار بڑے بلند پایہ عالم ہیں یعنی مولوی محمد عاشق الہی صاحب میرٹھی۔ وہ فرماتے ہیں :

”جس کو حق تعالیٰ نے زمانہ کا لادی اور امام بنا کر بھیجا ہو کہ مخلوق اُس کے قول و فعل سے آسمانی ہدایت کا سبق لے اور جس کے اعضاء کی معصیت سے حفاظت کی گئی ہو کہ خلقت کے لیے سببِ ضلّ و گمراہی نہ بنے وہ اس زمانہ میں ہندوستان کے اندر صرف امام ربانی قدس سرہ کا نفس اور ایک دم تھا جس کی نظیر میرے علم میں دوسری نہیں تھی“

یعنی ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مطلق واحد ذات گنگوہی صاحب ہی کی تھی جو ہر قسم کی معصیت سے محفوظ و مامون تھی اور یہ حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔

”بادی و راہبر عالم ہونے کی حیثیت سے چونکہ آپ اُس بے لوث مسند پر بٹھائے گئے تھے جو بطریق پیغمبر کی میراث ہے اس لیے آپ کے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے نگرانی و نگہبانی ہوتی تھی۔“ اور ظاہر ہے کہ یہ نگرانی و نگہبانی فرشتوں کے ذریعے ہی ہوتی ہوگی نیز جی!

ہم کون ہیں انگلی اٹھانے والے۔ چھوٹا منہ بڑی بات۔ کیا پدی اور کیا پدی
کا شور ہے۔ امام ربانی و محبوب سبحانی کی ولایت کی شہادت تو پوری کائنات
سے رہی ہے :-

”اگر کسی کو حق تعالیٰ بصیرت عطا فرمادیں تو معلوم ہو جائے کہ آپ کے
ولایت پر زمین و آسمان اور استخار و اجازت یک گواہ بنے ہوئے ہیں، تمام
ذی روح مخلوق حتیٰ کہ حیوانیاں اپنے جھٹوں میں اور مچھلیاں سمندر و آبِ ریا
میں آپ کی ترقی عمر اور آپ پر بے پایاں رحمت کے نازل ہونے کی دعائیں
مانگتی تھیں۔ آپ کی بابرکت ذات اور موردِ رحمت خاصہ وجودِ باوجود سے صرف
نوع انسان ہی متمتع و مستفید نہیں ہوئے بلکہ خوشحالی و فارغ البالی اور
کسی درجہ میں اطمینان و راحت کے ساتھ گزران کا نفع ہر جاندار مخلوق کو
پہنچا بلکہ سرسبز می و شادابی کی منفعت سے زمین کی ہری گھاس اور درختوں
کے پتے بھی محروم نہ رہے۔“

ہماری تو زبان جل جائے اگر ہم اس عبارت پر کوئی تبصرہ کریں۔
اس لیے کہ آفاق کا ذرہ ذرہ جس پر رحمتوں کے نزول (گویا درود و سلام
کی دعائیں مانگ رہا ہے ہمارے جیسے کم فہم کو کیا حق حاصل ہے کہ اس
کی شان کے خلاف کوئی نازیبا کلمہ بولیں۔ ایسا شخص جو صرف انسانوں کے
لیے ہی نہیں بلکہ تمام مخلوق کے لیے باعثِ رحمت و برکت ہے اور جس کی
چار پائی کو محض ہاتھ لگانا بھی حسانت میں داخل ہے :-

”وآء وہ عید الفطر جس کو عید الوداع (حجۃ الوداع کی طرز پر) کہنا چاہیے
آپ کی شانِ محبوبیت کو ظاہر کر رہی تھی..... ایک ہوادار اور
سینکڑوں افس کو سروں پر اٹھانے کے خواہشمند..... بیسیوں

لیے تھے کہ جب باوجود کوشش کے کاندھانہ دے سکے تو محل کو ملے گا
دینا غنیمت سمجھے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی حامل کو سہارا دے دینا ہی
شرکت سمجھ کر داخل حسانت ہو گئے۔ ۱۱

گویا جبر اسود کی طرح بوسہ نہیں تو ملے گا ہی کافی اور اگر ملے نہ پہنچا تو
اشارے سے رکن پورا کر لیا۔ پابندیاں تو بریلویوں کے لیے وقفہ ہیں کہ جو
کسی مرشد کے ہاتھ چوم لیں تو بدعتی۔ اور گنگوہی صاحب کے محل کی نگڑی
وغیرہ کو ملے گا اگر دیوبندیوں کا لگ جائے تو داخل حسانت ٹھہریں۔

چونکہ ہم گنگوہی صاحب کا تعارف دیوبندیوں کی زبان سے ہی
کر رہے ہیں اس لیے ہمیں کوسنے سے بچائیے گا۔ یہ بات ذہن میں رکھتے
ہوئے اب اس بات پر بھی یقین فرمائیں کہ جناب گنگوہی صاحب کے
بارے میں اگر ان کا سوانح نگار یہ لکھے :

”طالبین و متوسلین کی وحشتناک خواہشیں اور تشہین و مجہین کے
منامی مرثیات سجدہ گانہ ظاہر کر رہے تھے کہ جُنید وقت کے کونج کا
وقت قریب ہے اور بایزید عصر کے وصال کا زمانہ بہت نزدیک“
اور مولوی حسین احمد ڈانڈوی صاحب ”شہاب ثاقب“ میں گنگوہی
صاحب کو ”ابو حنیفۃ الزمان جنید الدوران“ کے القاب سے نوازیں تو ان
حضرات کی دونوں لمحتوں سے بلائیں لی جائیں اور اگر کوئی بریلوی
اپنے مرشد اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ لکھ دے کہ اگر
امام اعظم و امام رازی و غزالی رحمہم اللہ عنہم زندہ ہوتے تو اعلیٰ حضرت
کو دیکھ کر خوش ہوتے اور دعائیں دیتے تو مفتی خلیل احمد خاں دیوبندی

۱۔ تذکرۃ الکرام جلد ۲ صفحہ ۳۲۷ ۲۔ نسبت رکھنے والے تھے وہ چیرکی
جمہر دیکھنے میں آئیں ۳۔ تذکرۃ الکرام جلد ۲ صفحہ ۳۲۷ ۴۔

بدایونی جیسے حضرات "انکشافِ حق" میں لٹھ لے کر اُس پر چڑھ دوڑیں اس فرق کی سمجھ آج تک ہمیں نہیں آتی۔

کونسی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا
بریلوی کی زبان و قلم سے اگر یہ نکل جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علمِ غیب عطا فرما دیا ہے اور وہ غیب کی بات بتا سکتے ہیں تو دیوبندی فتوؤں کی تمام توہینوں کے دہانے اُس مغرب کی طرف کھل جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے پانچ چیزوں کو کوئی نہیں جانتا۔ جن میں ایک یہ ہے کہ اُس کی موت کب ہو گی۔ لیکن داد دیجئے اس دیوبند کے معتبر عالم گنگوہی صاحب کو جو چیز دیوبندیوں کے عقیدے میں حضور کو حاصل نہیں وہ چیز یہ شخص اپنے دامن میں لیے بیٹھا ہے۔ اسی لیے تو ہم نے ان صاحب کا تعارف کروانا ضروری سمجھا ہے اور بات موعود تک آتے آتے کچھ طویل ہو گئی ہے مگر یہ طوالت آپ قارئین کے لیے انشاء اللہ فائدہ مند ثابت ہو گی! اتنی بڑی شخصیت کو سامنے لا کر جب شیعہ مذہب سے متعلق بات ہو گی تو آپ کو موصوف کی علمیت و ولایت کی کاملیت کا اندازہ لگانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی نیز ان کے متعلق تمام خوش فہمیوں کی دبیز دھند بھی جھٹ جلتے گی تو موصوف کو اپنی موت کے بارے میں پہلے سے علم تھا۔ ان کے سوا خ نگار لکھتے ہیں :-

”حضرت امام ربانی قدس سرہ کو چھ روز پہلے سے جمعہ کا انتظار تھا۔ یہ یومِ شنبہ دریافت فرمایا تھا کہ آج کیا جمعہ کا دن ہے؟ غلام نے عرض کیا کہ حضرت آج تو شنبہ ہے، اس کے بعد درمیان میں بھی کئی بار یومِ جمعہ کو دریافت کیا حتیٰ کہ جمعہ کے دن جس روز وصال ہوا صبح کے وقت پھر دریافت فرمایا کہ کیا دن ہے اور جب معلوم ہوا کہ جمعہ ہے تو فرمایا

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

ہم دست بستہ اتنی بات ضرور عرض کریں گے کہ جس بے چارے کو جمعے و شنبے کا پتہ نہ چل سکا تو وہ اپنی موت کے بارے میں ایک ہفتہ قبل کیا جان سکا ہو گا۔ بہر حال معاملہ دیوبندیوں کا ہے اور ان کے ہاں سب کچھ ممکن ہے۔ لہذا چپ ہی چلی۔ اس پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے مگر ہم صرف اتنا کہہ کر آگے چلتے ہیں کہ جس کسی نے علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی کی تصنیف ”مزلزلہ“ نہیں پڑھی ایک بار ضرور پڑھ لے۔ اس میں دیوبندی کتب سے وہ عجائبات چھانٹے گئے ہیں اور ایسی ایسی ان کہنیاں لائی گئی ہیں کہ باید و شاید۔

جب یہ کتب عالم دینی سے اٹھتے تو بڑے بڑے شعراء نے جو بلند پایہ عالم بھی تھے مرثیے اور اشعار کہے۔ فتاویٰ رشیدیہ کے مطابق اور کوئی مرثیہ نہ کہے کہ اس سے رفض کی بو آتی شروع ہو جاتی ہے مگر دیوبندیوں کو اس کی اجازت ہے۔ مولوی محمود الحسن صاحب نے ”مرثیہ گنگوہی“ میں فرمایا ہے

وفات سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی طلت

تھی ہستی گر نظیر ہستی محبوبِ سبحانی ۛ

یعنی جو صورت حضور سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے وقت مدینے میں پیدا ہو گئی تھی وہی نقشہ گنگوہ میں گنگوہی صاحب کی وفات پر دیکھا گیا۔ اب معلوم نہیں کہ محمود الحسن صاحب تلوار لے کر گنگوہ کی بستی میں ادھر ادھر دوڑے یا نہیں اور لوگوں کو یہ کہا یا نہیں کہ خبردار! ہمارے قطبِ عالم کو وفات شدہ مت کہنا

وہ زندہ ہیں۔۔۔۔۔ ویسے قیاس ہے کہ کسی نے تقویۃ الایمان دکھا کر خاموش کرادیا ہوگا۔۔۔۔۔ البتہ اس بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ جنازہ تین دن رکھا گیا یا نہیں اور جنازے پر صلوة و سلام پڑھا گیا یا اللہم غفر لیحییٰ و میتنا۔۔۔۔۔ ہم نے سچی بات کہہ دی ہے کسی دیوبندی کو اگر یہ مماثلت و مشابہت معلوم ہو تو فوراً اطلاع کرے دوہرا فائدہ ہوگا۔ نقد انعام بھی دیا جائے گا اور گنگوہی صاحب کا درجہ فضیلت ایک ہاتھ اور بڑھ جائے گا۔۔۔۔۔ ویسے محمود اکسن صاحب نے یہ شعر کہہ کر کیا کسر باقی رکھی۔

سہ زباں پر اہل ہوا کی ہے کیوں اُغلُ جُہلُ، شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

یعنی محمود اکسن صاحب حیران ہو کر ٹوٹے جھپٹے ہیں کہ آج پھر حضور علیہ السلام کے یوم وصال شریف کی طرح مشرکین گنگوہ کی زبانوں پر یہ الفاظ کیوں ہیں کہ اے جُہلُ دُبُتُ سر بلند ہو جا۔۔۔۔۔ پھر خود ہی اپنی حیرانی کو یوں کہہ کر مٹاتے ہیں کہ شاید دنیا سے کوئی حضور علیہ السلام کا ثانی (برابری کرنے والا) اٹھ گیا ہے۔۔۔۔۔ واقعی وہ سچ مندرمایا کرتے تھے کہ ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر ذالعیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ

اس موقع پر کچھ دیوبندی ناک جھول چڑھا کر فوراً کہیں گے کہ دیکھو! احمد رضا نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حتی الامکان شریعت پر عمل کرنا اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر عمل کرنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔۔۔۔۔ اور متعصب حضرات اس پر بڑے بڑے تبصرے فرمائیں گے۔ گھبرائیے نہیں۔ انشاء اللہ العزیز زندہ رہی تو اس عبارت کو پیش کر کے عنقریب تمام سوالوں کا جواب

بفضل خدا دے دیئے جاتیں گے۔ طالب حق کو تسلی نہ ہو تو ہمارا
 دفتر۔ باقی ہدایت صرف رب کائنات کے ہاتھ میں ہے۔
 محمود الحسن صاحب کے علاوہ سوانح نگار نے بھی کتاب کے
 آخر میں ”مرض و وفات“ کا عنوان جمایا ہے۔ نیچے چار اشعار درج
 ہیں۔ ہم اختصاراً صرف دو پیش کرتے ہیں :-
 ”شہ دین قبر میں کیا گئے؟ ہمیں زیر خاک ٹلا گئے
 رہ دین سب کو دکھا گئے مگر آگ دل میں لگا گئے
 دل مضطرب کا نہ پوچھ حال کروں کس زباں بیاں ملال
 وہ رشید احمد خوش خصال مجھے آٹھ آنسو رلا گئے“
 پہلے شعر میں گنگوہی صاحب کو واضح طور پر ”شاہ دین“ کہا گیا
 ہے جو کہ خصوصاً حضور علیہ السلام کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہ ”شہ دین“ حضور
 ہی کے لیے مخصوص ہے مگر دیوبندی اس منصب کو بھی گنگوہی صاحب
 کے حوالے کر کے ہی رہے۔

ویسے اگر کوئی بڑا نہ مانے تو ہم عرض کر ہی دیں کہ اب تو سب
 قارئین کو بہتہ چل گیا ہو گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی آنجنانی کو نبوت
 کے لیے خام مال کہاں سے فراہم ہوتا رہا؟
 تھانوی صاحب کا مرتبہ :- چونکہ اس مضمون میں جناب
 اشرف علی تھانوی صاحب کا فتاویٰ ”امداد الفتاویٰ“ کا ذکر بھی
 آئے گا اس لیے ہم بہت مناسب خیال کرتے ہیں کہ بس ذرا سا تعارف
 ان صاحب کا بھی ہو جائے۔ عنوان کی مناسبت سے شاید آپ
 مضمون کی ان سطروں کو یہ فائدہ خیال کرنے لگیں۔ لیکن جب تک کسی

ہے جس کے بغیر اس کتاب کا ختم سمجھنا ہی دشوار ہے اور نہ عقیدہ ختم نبوت کی اس دشواری کو آسانی سے حل کیا جاسکتا ہے کہ جب معمولی عقائد و اعمال ہی میں اختلاف نہیں بلکہ کفر و شرک تک کے دینی مفاسد ہر زمانے میں نئے نئے پیدا ہوتے رہتے ہیں تو پھر آخر نبوت کی ضرورت کیسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی؟ ۔

اسی نبوت کی ضرورت کو مرزا قادیانی نے یوں بیان کیا —

”ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ بنے۔“

تھانوی صاحب کو اگر نبوت کا ضمیمہ قرار دیا گیا ہے تو ظاہر ہے اُن کی کتب کو ضمیمہ آیات قرآنی ہی کہہ سکتے ہیں۔ الحمد للہ! کہ ہم اس دعوٰی میں بھی ہرگز جھوٹے نہیں۔ ختم نبوت کی کتاب کے اس ناگزیر ضمیمے (یعنی مولوی اشرف علی تھانوی) کے متعلق بھی اور اس کی کتب کے متعلق بھی ایک پُر جو سن مٹانے کی یہ تحریکِ دل کی آنکھوں سے پڑھ کر عبرت حاصل کیجئے۔

”آج جو شخص بھی دین اسلام کے چہرے کو پورے جمال و کمال کے ساتھ بالکل صاف و بے غبار جامع و کامل صورت میں از سر نو تجدید یافتہ اور ترقی تازہ دیکھنا چاہتا ہے وہ عہد حاضر کے جامع المجددین (تھانوی صاحب) کی کتابی آیتوں کی طرف ”علماً و علماً“ رجوع کر کے خود مشاہدہ کر سکتا ہے۔“

مؤلف جو کس عقیدت میں تھانوی صاحب اور اُن کی کتابوں کے

ڈانڈے طار ہا ہے اس کو سمجھنے میں اب کوئی دیر نہیں لگتی۔ ان کی حکیمانہ تعلیمات کے ڈنکے چار دانگ عالم میں بچ رہے ہیں، جو بھی پڑھتا ہے عش عش کر اٹھتا ہے۔ تھانوی عقیدت سے لبریز دل و دماغ نے جو ان کی کتابی آیتوں کی طرف توجہ مبذول فرماتی ہے، ہم نے بھی کچھ لمحے اس پر عمل کرنے کی ٹھانی۔ چنانچہ تھانوی صاحب کی کتاب "الافاضات الیومیہ" اٹھانی تحریر فرمایا گیا تھا۔

”عوام کے عقیدہ کی بالکل ایسی حالت ہے جیسے گدھے کا عھنو مخصوص، بڑھے تو بڑھتا ہی چلا جاتے اور جب غائب ہو تو بالکل پتہ ہی نہیں۔ واقعی عجیب مثال ہے۔“

ہم پڑھنے کے بعد کچھ دیر تو لا حول و لا قوۃ کا درد کرتے رہے مگر موصوف نے جو تبلیغ اپنے مریدوں کے سامنے کی اور جو بعد میں ملفوظات کا حصہ قرار پائی اس کی گڑ گڑاہٹ بھی بہت دیر تک دل دہلاتی رہی۔ — دیگ سے ایک چاول آپ نے چکھ لیا ہے، کچے پکے کا اندازہ ہو گیا ہے تو ذرا آگے چلیے۔

حیرت اس بات پر ہے کہ ایک مرید تو ان کی کتاب سے آیتوں کے طے کرنا و عملاً رجوع کرنے کو کہتا ہے تاکہ اسلام کا صاف و بے غبار چہرہ دیکھ کر گمراہی و ضلالت سے بچا جاسکے مگر دوسری طرف تھانوی صاحب جب اس دُنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو ارادت مندوں کے ہاتھ کے سارے راستے منقطع ہو جاتے ہیں۔ تھانوی صاحب کے ایک مرید جو شعری ذوق بھی رکھتے تھے، انہوں نے اپنے پیر کی وفات حسرت حیات پر مندرجہ ذیل شعر کہے۔ — یہ شاعر مولوی سراج الحق چٹا شہری

ہیں۔ — عربی اشعار مع ترجمہ بلفظ کتاب سے نقل کیے جا رہے ہیں۔

”وبعدك قد صرنا بيوادی عما یة

فیتہ واسباب السماء منقطع

ترجمہ :- اور آپ کے بعد ہم تو گمراہی کے گڑھے میں پھنس گئے۔
حیران و پریشان ہیں اور وہ آسمانی اسباب منقطع ہونے لگے۔

وسیلتنا فی الیوم والغد فانظر

ولا ترصن بالفردوس وحدك تقنع

ترجمہ :- ہمارے دنیا و آخرت میں وسیلہ نجات۔ ہم سب کا
خیال فرمائیے اور فردوس میں تنہا قناعت فرما کر راضی نہ ہو جائیے علیہ
قرآن و حدیث کی موجودگی میں گمراہی کے گڑھے میں پھینکا بہت
بڑی بد نصیبی نہیں تو اور کیا ہے اور پھر اللہ ہی جانے وہ آسمانی اسباب
کون سے تھے جو جناب حقانوی صاحب کے بعد منقطع ہو گئے۔ —

ہمارے منہ میں خاک کہ ہم ”وحی الہی“ کو آسمانی اسباب سمجھ لیں کہ وہ
توسیدہ الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ اور جہاں تک باقی اسباب
کا تعلق ہے تو وہ بلاشبہ قیامت تک جاری و ساری رہیں گے۔ چاہے
وہ آسمان سے اتریں یا زمین سے پیدا ہوں۔ اور جہاں تک وسیلہ نجات
کا تعلق ہے وہ بھی بریلویوں کے لیے پابندی عائد کی گئی ہے کہ وہ دنیا و
آخرت میں ولیوں، بزرگوں حتیٰ کہ خود شیخ المذنبین رحمۃ اللعالمین
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اگر وسیلہ نجات بنائیں گے تو شرک کا
ارتکاب ہوگا جبکہ دیوبندی حقانوی صاحب کی بابت یہ عقیدہ رکھیں گے
تو اصلی توحیدی کہلاتیں گے۔ زہے نصیب !

”ہم سب کا خیال فرمائیے“ سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ تین تہا فر دوس کی بہاروں کے مزے مت لوٹیں بلکہ ہمارا بھی خیال فرمائیے اور اللہ مدد کیجے اور ہمیں بھی اپنے ساتھ وہیں لے جائیے۔ جب یوبندی عقیدے میں خود حضور علیہ السلام بھی اب کسی کی مدد نہیں فرما سکتے تو یہ قدرت و تصرف تھا نوی صاحب کے حق میں کیسے تسلیم ہوگی؟ ختم نبوت کے اس ناگزیر ضمیمے یعنی تھا نوی صاحب کے خاتمے پر مولوی اور لیس کا ندھلوی صاحب نے بھی طبع آزمائی کی۔ لکھتے ہیں :-

”تصوف میں مجید وقت تھا اور فقہ میں ابو حنیفہ، عصر اور بخت و تدقیق میں رازی دوراں تھا۔ آج شریعت اور تقویٰ کی بنیادیں ہل گئیں اور دین کی عمارت کے ستون کمزور پڑ گئے۔ اے قبر اشرف کچھ پر اللہ کا سلام۔ اور باری کی طرح مسلسل رحمتیں تجھ پر نازل ہوں“۔
(عربی اشعار کا یہ اردو ترجمہ وہیں سے نقل کیا گیا ہے)

ہمیں ہر تقریر و تحریر میں ”قبر پرست“ ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے مگر جب ختم نبوت کے ناگزیر ضمیمے کی قبر بنی تو ڈھاکہ یونیورسٹی کے پروفیسر مولوی ظفر احمد صاحب نے فی البدیہہ کہا :-

”زیارة الحياة لكل قلب۔ و توبته بہا الشفی العلیل“
ترجمہ: کہ جس کی زیارت ہر قلب کی حیات ہے جس کی مٹی مرہق قلب کی شفا ہے۔“

مولوی سراج الحق تو گمراہی کے گڑھے میں جا پکڑے مگر سوانح نگار کہتے ہیں :-

الحمد للہ جس کام کے لیے حق تعالیٰ نے حضرت اقدس کو اس دنیا میں

بھیجا تھا یعنی تجدید و توضیح دین، اس کو بعون اللہ تعالیٰ حضرت پوری طرح انجام دے کر تشریف لے گئے ہیں اور ہمارے لیے راہِ نجات کو بالکل بے غبار اور سموار فرما کر ہم سے جدا ہوتے ہیں۔ ”

یہ وہی حضرت اقدس ہیں جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کہا تھا کہ عطائی و جزوی علم غیب یعنی بعض علم غیب میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو ہر بچے، مجنون و پاگل اور دیگر چوپاؤں و جانوروں کو بھی حاصل ہے۔ (العیاذ باللہ) ان کی کتاب ”حفظ الایمان“ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ یہ سنہ ۱۹۱۷ء کا زمانہ تھا۔ وہی سنہ کہ جس میں مرزا بھی غم ٹھونک کر سہلے آگیا۔ ایسی ہی عبارات نے اُسے حوصلہ دیا اور جہنم خرید لی۔

بس ایک پُر لطف سی آخری بات کہہ کر انشاء اللہ میں اصل موضوع پر آتا ہوں۔ میں نے ایک جگہ گنگوہی و تھانوی صاحبان کے پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب یعنی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا ذکر کیا ہے۔ اور احتراماً انہیں رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھا ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ پیر و مرشد کا احترام اور مریدوں سے نفرت یہ کہاں کا انصاف ہے۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ پیر و مرشد کا عقیدہ اور تھا اور ان علمائے دیوبند مریدوں کا عقیدہ اور۔۔۔ حضرت حاجی صاحب کے سامنے انہوں نے جو زانڈے تلمذ تہہ کئے تھے وہ محض نمائش اور دکھاوا تھے تاکہ ہندوستان کے سنی ہمارے ارد گرد حلقہ بند نہ رکھیں تھا ہر حنفی رکھا اور باطن نجدی و بلابی۔۔۔ چونکہ ظاہر ایہ لوگ اُن کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے اور مطلب براری کرتے رہے اس لیے حاجی صاحب ان کے باطن سے آگاہ نہ ہو سکے۔ حاجی صاحب کا عقیدہ آج کے بریلویوں کا سا تھا۔ اسی لیے انہوں نے ”فیصلہ بیفت مسئلہ“ میں ان تمام افعال

کی بھرپور تائید کی جو آج کے بریلوی ذوق و شوق سے ادا کرتے ہیں مولود شریف کے بارے میں تو حاجی صاحب کا کہنا ہے کہ میں ہر سال کرتا ہوں اس میں برکت محسوس کرتا ہوں اور قیام میں لذت حاصل ہوتی ہے۔ عرس، فاختہ، گیارھویں، چالیسویں وغیرہ سب کو جائز قرار دیا ہے۔ مگر یہ رسالہ گنگوہی صاحب نے جلادینے کا حکم دیا۔ وہ تو بھلا ہو خواجہ حسن نظامی صاحب کا جنہوں نے کچھ نسخے بچا لیے جو آج کے دیوبندیوں کی بوثقیوں پر زناٹے دار تھپڑ کے مترادف ہے۔ فلہذا الحمد۔

چونکہ ہماری فطرتِ ثانیہ ہے کہ دعوے کے ساتھ دلیل منافیین کے گھر سے لاتے ہیں اس لیے یہاں بھی ہم دلیل پیش کر رہے ہیں۔ آپ بغور ملاحظہ فرمائیں کہ ان لوگوں کا عقیدہ حضرت حاجی صاحب کے عقیدہ سے کس قدر مختلف تھا اور یہ علماء کتنی تاکید سے حضرت حاجی صاحب کے عقائد سے بچنے کی تلقین اپنے مقتدین کو کیا کرتے تھے۔

”ختم نبوت کے ناگزیر صمیمی“ یعنی مولوی اشرف علی تھانوی

صاحب فرماتے ہیں : —

”حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے (فرمایا کہ جب مولوی صادق الیقین حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں جانے لگے تو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی..... کہ میاں مولوی صادق الیقین

میں جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب (۱) اسلامی اصول کی فلاسفی (۲) نسیم و تہ (۳) آریہ دھرم (۴) برہما گارہ (۵) اجنارالحکم (۶) کشتی نوح وغیرہ صفحے ۲۷ چوری کر کے اپنی کتاب ”احکام اسلام عقل کی نظر میں“ نقل کیے اور اس سلسلے میں ایک مضمون ماہنامہ القول السید ”مفسر شاہ لاہور میں تین اقساط مئی ۱۹۲۷ء، جنوری فروری ۱۹۲۸ء میں شائع بھی ہو چکا ہے جس میں عبارات آمنے سامنے درج کی گئی ہیں۔

جیسے جا رہے ہو۔ ویسے ہی چلے آئیو۔ اپنے اندر کوئی تغیر پیدا نہ کیجیو۔ ہمارے
حضرت نے فرمایا کہ اس سے مولانا کا یہ مطلب تھا کہ وہاں جا کر حاجی صاحب
(رحمۃ اللہ علیہما) کے اعمال میرے خلاف دیکھو گئے۔ اگر
مجھ سے عقیدت رہی تو حاجی صاحب کو چھوڑ دو گئے اور اگر حاجی صاحب سے
عقیدت رہی تو مجھے چھوڑ دو گئے۔ چنانچہ انہوں نے مسک مولانا
کا رکھا اور حضرت حاجی صاحب کے بھی جاننا رہتے تھے۔ مجھ سے مولوی
صادق الیقین کہتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں اور مولانا (گنگوہی)
کے یہاں تو زمین و آسمان کا فرق ہے کوئی تطبیق ہو ہی نہیں سکتی۔
کتنی بے باکی اور دیدہ دلیری سے حاجی صاحب سے اختلاف کیا جا
رہا ہے۔ یہاں چند مسائل میں اختلاف ہرگز نہیں بلکہ لکھا ہے کہ مسک سی
انگ انگ تھا اور ان میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ الحمد للہ! ہمارے
دعوے کی تصدیق ہو گئی کہ باطن یہ مرید سبکی تھے ظاہر حنفیت کا بار
اڑھ رکھا تھا۔ اتنی بڑی گھریلو شہادت کے بعد اب کسے جرأت انکار ہے۔

اصل موضوع | ”سپاہ صحابہ“ سے وابستہ بھی چھوٹے بڑے
ایک مدت تک امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
پر یہ ناپاک الزام لگاتے رہے کہ وہ معاذ اللہ رافضی تھے۔ ڈاکٹر خالد محمود
دیوبندی جیسے نام نہاد علماء اب بھی اپنی کتب و تقاریر میں اس غلط فہمیت
کو دہراتے رہتے ہیں۔ ”سپاہ صحابہ“ والوں نے تقیہ کے طور پر نہ صرف
یہ الزام لگانا ترک کر دیا ہے بلکہ امام احمد رضا بریلوی کے فتوے اپنے پھیلوں
میں شائع بھی کرتے ہیں۔ انہیں سنی حنفی قرار دیتے ہیں اور ان کے
نام پر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ درحقیقت یہ خوبصورت فریب

اور بھیا ناک تقریر ہے۔۔۔۔۔ مشاہدے میں یہ بات آچکی ہے کہ وہ صرف اپنے مطلب براری کے لیے ایسا کرتے ہیں ورنہ ان کے معاذرہ خیالات و الزامات اعلیٰ حضرت پر جوئی کے توں موجود ہیں۔ موجودہ سرپرست سپاہ صحابہ جناب ضیاء الرحمن فاروقی صاحب اپنی تقریروں میں بڑے بڑے چیلنج کرتے رہے۔ یا وجود اس کے کہ ہمارے علماء نے ان کا بھرپور جواب دیا اور چیلنج بھی قبول کے مگر فاروقی صاحب کو جواب کی جرأت نہ ہو سکی۔ ان کا تو کام ہی یہ رہا کہ جہاں جہاں گئے اپنی تقاریر کو تین حصوں پر تقسیم رکھا۔

(۱) علمائے دیوبند کی انگریزوں سے نام نہاد دشمنی کہ جس کا نہ صرف ثبوت موجود نہیں بلکہ ان کی اپنی کتب میں انگریز سرکار سے عقیدت و وابستگی اور ان کی جان و دل سے خیر خواہی کے تذکروں سے صحت پھر پڑی۔
 (۲) مولانا احمد رضا خاں بریلوی انگریز کے ایکٹ تھے (صرف دعویٰ کیا۔ بار بار دعویٰ کیا مگر ثبوت پیش کرنے سے آج تک قاصر ہیں۔ بے چاروں کے پاس دعویٰ ہے دلیل نہیں)

(۳) مولانا احمد رضا خاں بریلوی رافضی تھے (الغیاذ باللہ) دعویٰ ستائیس دلیلوں کا اور ہم نے صرف پانچ دلیلیں قرآن و سنت کی روشنی میں طلب کر رکھی ہیں کہ جن سے ان کا رافضی ہونا ثابت ہو جائے مگر ایسے دلائل سے موثویت کی گٹھری خالی پڑی ہے۔ بس لفظوں اور لہجے کی شعبد بازی دکھائی اور چلتے بنے۔۔۔۔۔ کچھ دار تقریر کی، نصبرے لگوائے چیلنج دیا اور اگلا اسٹیج۔۔۔۔۔ کوئی جواب طلب کرتا ہے، چیلنج قبول کرتا ہے تو کرتا پھرے اُنہیں اس بات سے کیا۔ اور چاہنے والے وہ کہ جن کی گٹھی میں شکیوں سے دشمنی کا زہر پڑا ہوا ہے۔۔۔۔۔ ہم نے بھی بحمد اللہ تعالیٰ ان کے چیلنج کو قبول کیا کیونکہ وہ ہمارے علاقے

میں بھی ایک تقریر میں چیلنج دے چکے تھے۔ فرمایا کہ میرے پاس احمد رضا کے رافضی ہونے کی پوری ستائیس دلیلیں ہیں۔ نہ ایک کم نہ ایک زیادہ۔ کیونکہ یہ دلیلیں کھینکتے سکوں یعنی کرٹکتے ریا لوں کے زور پر احسان الہی ظہیر صاحب نے ”البریلویہ“ میں درج کی ہیں اس لیے کمی بیشی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جن بات میں اس قدر مست ہوئے اور زبان اس قدر سہکی کہ اخلاقی قدروں کا دیوالیہ نکال کر فرمایا۔ ”میرا چیلنج قبول کرنے کی جرأت کسی احمد رضا خاں کے حلالی بیٹے میں نہیں۔“

ہم نے بے حد نرم الفاظ اور انتہائی سنجیدہ طریقے سے ۶۱ یا ۶۲ گت ۹۱ کو گیارہ سوالات مرتب کر کے ایک معتبر دیوبندی مدرس کی معرفت انہیں واہ کسٹ میں تقریر سے قبل سیٹج پر پہنچائے۔ فاروقی صاحب نے انہیں پڑھ کر رکھ لیا کہ ان کا تحریری جواب دیا جائے گا۔ فروری ۱۹۶۲ تک کوئی جواب نہ دیا گیا۔ بعد میں ہم نے باقاعدہ ایک مضمون تیار کیا جس میں یہ سوالات بھی آگئے اور یہ مضمون ماہنامہ ”القول الصدیق“ مصری شاہ لاہور، مارچ ۱۹۶۲ میں ”سرپرست سپاہ صحابہ“ کے نام سے شائع ہو گیا۔ پھر فوری طور پر ایک اور ادارے نے اسی مضمون کو الگ پمفلٹوں کی صورت میں ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا بلکہ جا بجا فاروقی صاحب کو پیش بھی کیا گیا۔ مگر جواب کے لیے زبان و قلم حرکت میں نہ آ سکے۔ سوالات و مضمون میں یہ بات مشرور سے واضح کر دی گئی تھی کہ آپ کا یہ عذر کہ ”میں اب دیوبندی بریلوی نزع سے کنارہ کش ہو چکا ہوں“ عذر گناہ برتر از گناہ کے مترادف ہو گا۔ یعنی آپ کی یہ دلیل قبول نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ عقیدہ آپ اب بھی کٹر دیوبندی ہیں۔ آپ کے کل اور آج میں کوئی فرق نہیں۔ احمد رضا خاں کے رافضی ہونے پر آپ کے نزدیک کل تک جو

ستائیس دلیلیں برحق تھیں ظاہر ہے وہ آج باطل تو نہیں ہو جائیں گی کیونکہ آپ کے عقیدہ مسلک کی سوتی اُسی ڈگری پر ہے۔ لہذا جواب ضرور دیا جائے اور بتایا جائے کہ یہ احمد رضا خاں کس قسم کا رافضی تھا کہ باقی سارے رافضی تو کالے کافر ہوں اور یہ پکا صحابی حنفی بلکہ اس کے نام پر رحمۃ اللہ علیہ تک لکھا جاتے۔ اور ہم نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ آپ کی وہ ستائیس دلیلیں کیا ہوئیں۔ کیا آپ کو پتہ چل گیا ہے کہ احمد رضا نے اب اپنی قبر میں اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے۔ مگر اکتوبر ۱۹۲۰ء تک کوئی جواب نہ دیا گیا۔ پھر نومبر ۱۹۲۰ء کے پہلے ہفتہ میں فاروقی صاحب ہمارے علاقے میں تشریف لائے۔ ایک ہفتہ قبل پولیس حرکت میں آگئی۔ ہر طرف چوکیاں، ایک ڈر، ایک خوف، ہتھیار باہر آگئے، مورچہ ہندی شروع ہوگئی، لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کیا ہونے والا ہے؟ جواب ملتا، فاروقی صاحب تقریر کرنے آرہے ہیں۔ لوگ حیرت میں ڈوب کر پھر ہمارا سوال بن جاتے ہیں کہ تقریر اور یہ جنگ کا سماں۔ کلاشنکوفوں کے سائے میں کون تقریر سنتے جائے گا۔ واعظ کے لیے تو سکون چاہیے خوشگوار ماحول چاہیے، پُر امن فضا چاہیے۔ ہر کسی کے ہاتھ میں بندوق ہو تو تقریر کیا ہوگی اور اس کا اثر کیا ہوگا۔ خیر! تقریر سے قبل دو تین روزہ ہمارا پمفلٹ بھی انتظامیہ کو پیش کر دیا گیا۔ حالانکہ دوران تقریر ہمارا سوال کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا اور نہ اب ہے۔ بلکہ ہم تو انتہائی سنجیدگی اور علمی طریقے سے اپنے سوالات کے جوابات لینے کے خواہشمند ہیں۔ ہماری یہ بات خاص طور پر ذہن میں رکھی جائے، بہر حال فاروقی صاحب تشریف لائے۔ انہیں ہمارا پمفلٹ پیش کیا گیا۔ جواب ملا کہ میں نے اس کا جواب تحریر کر دیا ہے۔

”خلافت راشدہ“ (فیصل آباد) میں آرہا ہے۔ — اب جنوری ۱۹۳۲ء کا آخری عشرہ ہے۔ غالباً چار شمارے ”خلافت راشدہ“ کے آچکے ہیں، جواب کا کہیں نام و نشان نہیں۔ (ماہنامہ ”القول الہدیہ“ سمری شاہ لاہور میں شائع ہونے والا یہ مضمون ضرور پڑھیے جو مارچ ۱۹۳۲ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔)

تائید :- الحمد للہ! ہم اہل سنت والجماعت ہیں۔ نہ منافقت ہے نہ تفریق۔ حکومتی سطح پر ہم بھرپور تائید کرتے ہیں کہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک زساقیوں اور آپ کی ازواج مطہرات پر دشنام طرازی کرنے والوں کے لیے ملک میں ایسا قانون فوری طور پر بنایا جائے جو ایسے افراد کو سخت ترین سزا دے بلکہ سزائے موت مقرر کی جائے اس لیے کہ صحابہ کرام یا ازواج مطہرات کی توہین بالواسطہ خود محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہے۔ اسی طرح جو لوگ نواسہ رسول، جگر گوشہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی و مفید قرار دے کر یزید پلید کو حق پر سمجھتے ہیں اور اپنی کتب میں اور دیگر طریقوں سے تبلیغ و پرچار کرتے ہیں انہیں بھی پھانسی کے پھندے پر لٹکایا جائے۔ — ہم بیانگ دہل کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ روافض سے متعلق وہی ہے جو تمام بزرگان دین کا رہا ہے اور جس کو تفصیل سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے ”رد المرفضہ“ میں بیان فرمایا ہے۔

عملی بکرہ دار :- حدیثِ نعمت کے طور پر عرض ہے کہ ہم نے ہر مقام پر کھل کر روافض کا رد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بہت سے افراد نے جادہ حق اختیار کیا۔

— ہم نے خلفاء ثلاثہ کے حق ہونے پر شیعہ کے معروف متعصب

کا ذکر انتہائی عقیدت و محبت سے کرتے ہیں جو کہ انہیں ناگوار گزرتا ہے۔ ہم نہ تو صحابہ سے اختلاف کر کے رافضی بننا چاہتے ہیں اور نہ اہل بیت کے مخالف ہو کر خارجی۔ اس سلسلے میں ہمارا اپنا نتیجہ و فکر یہ ہے۔

قرآن بتاتا ہے کہ میں دونوں مکرم

وہ آل محمد ہوں کہ اصحاب محمد

طریقہ کار :- اہل سنت و جماعت یہ آپ (پیامہ صحابہ و اہل)

ناحق گلہ کرتے ہیں کہ وہ آپ کا ساتھ نہیں دیتے۔ دراصل آپ کے طریقہ کار سے خود دیوبندی عالم متفق نہیں۔ جیسا کہ قاضی مظہر حسین صاحب (حکموال) اپنے رسالہ ”حق چار یار“ میں دیوبندی مولوی سر فراز گکھڑوی صاحب وغیرہ کے خطوط شائع کر چکے ہیں کہ ”کافر کافر“ کا ممبر عام نعرہ دیتے ہیں۔ اور دیگر تمام مفتیان دیوبند بھی آپ کے اس طریقہ کار کے

مخالف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ایک جید دیوبندی عالم کو مستقل طور پر آپ اپنے شیخ پر نہیں لاسکے۔ بلکہ وہ پہلا سا جوش و خروش اب پیامہ صحابہ میں بھی باقی نہیں رہا۔ اب کافر کافر شیعہ کافر کافر ختم ہو رہا ہے اور کئی تقریروں میں مطلق یہ نعرہ نہیں لگایا گیا۔ اب تقریروں میں یہ کہا جانے لگا ہے کہ پیامہ صحابہ ایشیائی راستہ اختیار کر رہی ہے اور ناموس صحابہ بل پیش کر دیا گیا ہے۔ بل میں

یہ بات کہی گئی ہے کہ جو صحابہ کرام کی توہین کر لے اُسے پھانسی کی سزا دی جائے۔ حالانکہ ”پیامہ صحابہ“ یہ مشن لے کر ہرگز وجود میں نہیں آئی تھی۔ بلکہ یہ مشن لے کر اٹھی تھی کہ حکومت شیعوں کو کافر قرار دے۔

اگر یہی کچھ کرنا تھا یعنی محض اسمبلی میں بل ہی پیش کرنا تھا تو دس بیس علماء کی جان دلوانے کی کیا ضرورت تھی۔ پوچھا جائے تو کہا جاتا ہے کہ سارے کام مرحلہ وار ہوں گے۔ خدا کے بند و! اگر مرحلہ وار ہی

یہ کام کرنا تھا تو اس کا طریقہ بھی پھر مرحلہ وار ہی رکھا جاتا۔ اتنے قتل و قتال کے بعد اگر آپ اُس طریقہ پر آگئے ہیں جو بغیر جنگ و جدل بھی ہو سکتا تھا تو فائدہ —؟ گویا اب یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ لوگ بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ کھلم کھلا کافر کا قتل کا نعرہ لگا کر ہم نے فائدے کی نسبت نقصان زیادہ اٹھایا ہے۔

اختلاف :- آپ کا اور ہمارا اختلاف اصولی ہے۔ توہینِ شانِ رسالتِ اصول میں آتے گا ذروع میں نہیں۔ ہمارا اصل اور بنیادی اختلاف تحذیرِ انسان سے، براہینِ قاطعہ اور حفظِ الایمان کی چند کفریہ عبارت پر ہے۔ فائقہ، عرس، گیارھویں اور صلوٰۃ والسلام پر ہرگز نہیں ان کی حیثیت دوسرے درجہ پر ہے۔ ان کفریہ عبارت پر کوئی سوال کیا جاتے تو دیوبندی علماء کے پاس جان چھڑانے کے لیے صرف دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ ہماری مصروفیات بہت زیادہ ہیں یا ضعیف العمری ہے یا علالت کی وجہ سے جواب دینے سے قاصر ہیں۔ حالانکہ ان دیوبندی علماء کی کتابیں دھڑا دھڑا آرہی ہیں جو کہ اہل سنت کے خلاف لکھی جاتی ہیں۔ دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان سوالات کے جوابات کے لیے فلاں فلاں کتابوں سے رجوع کیا جائے کیونکہ ان کتابوں میں ہمارے علماء کافی و ثنائی جواب دے چکے ہیں۔

”سپاہِ صحابہ“ والے اگر شیعوں سے کوئی سوال پوچھیں اور شیعہ عالم یہ جواب دے کہ آپ کے یہ گھسے پٹے سوالات ہیں اور ہماری کتب میں علماء ان کے کافی و ثنائی جواب دے چکے ہیں تو کیا ”سپاہِ صحابہ“ والے اس جواب کو واقعی جواب سمجھ کر مطمئن ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ کہیں گے کہ وہ جوابات تو سرے سے غلط ہیں۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ مولوی حسین احمد مدنی، مولوی مرتضیٰ حسن درہنگی، مولوی محمد منظور نظامی،

اور مولوی سرفراز گکمرطوی وغیرہم کی کتب کو سامنے رکھ کر ہمارے سوالات کا جائزہ لیجئے۔ انشاء اللہ العزیز ان سوالات سے مذکورہ کتب کی جھوٹی، غلط اور باطل تاویلوں کے پر خچے اڑتے نظر آئیں گے۔ مگر اتنی جرأت کس میں ہے کہ وہ محض عظمتِ رسول کی خاطر اور اپنا ایمان بچانے کے لیے کچھ وقت نکال سکے۔ سہر دست کوئی دیوبندی عالم، مفتی، خطیب، مناظر ہم سے تحریری گفتگو کرنا چاہے تو تحذیر الناس یا براہین قاطعہ پر کر سکتا ہے۔ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل کیسی گت بنائیں گے کیونکہ ع

یہ سب کرم ہے انہیں کا ہم پر کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے
تو اختلاف کی وجہ ایک تو یہ ہوئی کہ جن کتب میں توہینِ رسالت
ہے آپ لوگ ان عبارات کو عین ایمان سمجھتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ سپاہ صحابہ میں یزیدی گروپ بھی اپنی کارکردگی دکھا رہا ہے۔ اور سبھی جانتے ہیں کہ یزید پلید کورحمتہ اللہ علیہ اور خلیفہ برحق کہنے والے اصل خارجی ہیں۔ حضور کے گھرانے کے یکے دشمن ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ اس لیے سپاہ صحابہ میں شامل نہیں ہوئے کہ شیعہ گروہ خلفاء ثلاثہ کو برا بھلا کہتا ہے کیونکہ وہ برا بھلا کہتے ہیں تو ان کی بلال سے وہ خود اس معاملے میں دو قدم آگے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ کی بجائے حضرت علی، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو برا بھلا کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں۔ اگرچہ تفسیر اور برائے مصلحت سامنے سامنے اُن کا احترام کرتے ہیں۔ یہ لوگ خالص دیوبندی کہلاتے ہیں اور تقاریر کے دوران بڑھ چڑھ کر ”میاست امیر معاویہ زندہ باد“ کے نعرے لگواتے ہیں۔ ہم اہل سنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا احترام صحابی ہونے کی حیثیت سے کرتے ہیں اور تمام صحابہ زندہ باد مگر جہاں

تک سیاستِ امیر معاویہ کا تعلق ہے تو یہ مولانا علی مشکل کشا سے کھلم کھلا دشمنی ہے۔۔۔ تو یہ لوگ ”پہاہِ صحابہ“ میں اس لیے شامل ہوئے ہیں کہ شیعہ حضرات ہر وقت حسین، حنین اور علی علی کیوں کرتے ہیں۔۔۔ پنج تن پاک، پنج تن پاک کیوں کرتے ہیں۔ اور یہ نام چونکہ ان کے کلیجے پر تیر ہیں اس لیے انہیں بھی موقعہ میسر آ گیا کہ ہم بھی اس تاپے ہوئے تندور کے ساتھ اپنی روٹی لگالیں۔

یہ ہم نہیں کہتے کہ یزیدی اس گروپ میں شامل ہیں جبکہ پہاہِ صحابہ کے تمام رہنماؤں کو اس کی خبر ہے۔۔۔ اور پھر قاضی منظر حسین صاحب دیوبند (دھکوال) نے اپنے رسالہ ”حق چار یار“ (اگست، ستمبر ۱۹۷۲ء) میں اسلام آباد کے مولوی عبداللہ صاحب کا یزید کے حق میں خط شائع کر کے ان کے شخصیت کا بھانڈا لال مسجد کے باہر آب پارہ چوک میں پھوڑ دیا ہے۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خوبصورت فریب :- علمائے دیوبند نے خصوصاً مقررین نے اپنے سامعین کو ایک خوبصورت فریب یہ بھی دے رکھا ہے کہ مائے بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے چاہنے والے نہیں بلکہ احمد رضا کے منفقہ توانگیوں پر گئے جاسکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بریلویوں نہیں رضا خانیوں سے مخاطب ہیں جن کی تعداد اصل ملک میں دو تین فیصد ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ اس ملک میں تمام بریلوی امام احمد رضا بریلوی کے معتقد ہیں اس لیے کہ انہوں نے بلا خوف و ہراس لائٹ ہر گستاخ رسول کا

۱۔ مشکل کشا کے لفظ سے لرزہ جائے گا اسلئے کہ فیصلہ سفت مسک ”از حاجی امداد اللہ صاحب مد تعلیم الدین“ تقاضوی صاحب اور گنگوہی صاحب کی کتب کے آخر میں عموماً ”شجرہٴ پیرانِ حشت“ درج ہوتا ہے۔ جیسے یہ مہر علی موجود ہے ”ہادیٰ عالم علی مشکل کشا کے واسطے۔“

سنہ علی طریقے سے بند کیا۔ اور جوان کا احترام نہیں کرتے دراصل وہ سنی ہیں ہی کب؟ وہ تو پھر دیوبندی و ملائی ہی کہلاتے ہیں گے۔ اگرچہ وہ اپنے نام کے ساتھ بریلوی لکھتے پھر سنی۔ البتہ بے شمار ہمارے دیہاتی بھائی ایسے ہیں جو امام احمد رضا بریلوی کے نام سے واقف نہیں لیکن ان کے عقائد وہی ہیں جو اعلیٰ حضرت کے ہیں، جو تمام علمائے احناف کے ہیں، جو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ہیں کہ جن پر نجدیت و ولایت کی چھاپ نہیں۔ اس لیے تمام سنی بریلوی ہیں اور تمام بریلوی سنی ہیں۔ ہندوستان میں صدیوں سے موجودہ بریلویوں والا مسلک ہی سنی مسلک رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیوبندیوں کو آج تک کسی نے سنی تسلیم نہیں کیا بلکہ انہیں و ملائی ہی کہا جاتا ہے۔ اور سپاہ صحابہؓ والے کو ولایت سے انکار کر ہی نہیں سکتے اس لیے کہ ان کے موجودہ سرپرست ضیاء الرحمن فاروقی صاحب نے اپنی کتاب ”فیصل اک روشن ستارہ“ میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کی شان میں قصیدے لکھ کر زمین و آسمان کے قلابے مل دئے ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام اپنے زمانے کے امام، مصلح، داعی اور شرک و بدعت کے روکنے والے بہت بڑے دینی رہنما تھے عقیدے کے لحاظ سے انہیں بہت بڑا توحیدی قرار دیا اور جگہ جگہ لکھا کہ آج کل سعودی عرب میں انہیں کی تعلیمات سے تمام دینی افعال سرانجام پاتے ہیں۔ یہ تو اب فاروقی صاحب کے کارکن ہی بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ ”المہتد“ میں بیسیوں علمائے دیوبند (مولوی خلیل احمد، مختار نووی، محمود الحسن، مفتی کفایت اللہ وغیرہ) کی تصدیق سے محمد بن عبد الوہاب نجدی کو خارج سمجھتے ہیں کہ جس نے حرمین شریفین کے سنیوں کا ناحق قتل کیا اور مصلحت صالحین کی شان میں گستاخیاں کیں، اُسے فاروقی صاحب کے بقول اپنے وقت کا امام، داعی اور مصلح جانیں گے۔ اور یہ

بھی سپاہ صحابہ والے چھوٹے بڑے بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مولوی حسین احمد مدنی کی کتاب ”شہاب ثاقب“ کے مطابق محمد بن عبدالوہاب نجدی عقائد و فاسدہ اور خیالات باطلہ کا مالک خبیث انسان تھا یا بقول فاروقی صاحب وہ شرک و بدعت کو جڑ سے اکھاڑنے والا پکا توحیدی تھا۔

میسوں اکابر علمائے دیوبند کی تصدیق سے اگر محمد بن عبدالوہاب واقعی خارجی تھا اور ”المہند“ المعروف عقائد علمائے دیوبند کے بقول وہ سلف صالحین کی شان میں گستاخاں کرتا تھا اور بقول ”المہند“ کہ علمائے دیوبند میں اس کے عقائد کا کوئی فرد نہیں — تو ثابت ہوا کہ وہ شخص اہل سنت میں سے ہرگز نہیں تھا — اور بقول مدنی صاحب وہ عقائد فاسدہ اور خیالات باطلہ کا مالک تھا تو پھر سپاہ صحابہ والے فاروقی صاحب سے ذرا پوچھ کر بتائیں کہ آپ نے جو لکھا ہے کہ سعودی عرب میں ساری تعلیمات شیخ نجدی کی جاری و ساری ہیں تو ان کے ہمارے نماز ہوگی یا نہیں؟ — سعودی عرب میں ساری تعلیمات نجدی کی اور صارے کے صارے اکابر علمائے دیوبند رجحان گلوپی صاحب کے نجدی کے عقائد کے خلاف — تو آج کل کے چھوٹے علمائے دیوبند نے اپنے اکابر کی پیروی کس لیے ترک کر دی ہے؟ موجودہ علمائے دیوبند اپنے اکابر کی اتباع میں نجدی تعلیمات میں سے برائت کا اظہار کیوں نہیں کرتے؟

ویسے ہم تو ورطہ حیرت میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ اگر تحذیر الناس و براہین قاطعہ میں اکابر نے گستاخاں لکھ دیں تو صارے کے صارے لشکوٹ کس کرا نہیں عین ایمان ثابت کرنے پر تکل گئے چاہے ایک لفظ بھی ایمان کی جانب نہ جلے مگر کہنے کو کہہ دیا کہ یہی اسلامی و دینی عقیدہ ہے بلکہ قرآن

لے اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیوبندی اہلسنت ہیں بلکہ اکثر دیوبندی بھی نجدی عقائد کے ہی پیرو ہیں؟

و حدیث کے عین مطابق ہے اور وہی اکابر شیخ بخدی کو برا بھلا کہیں تو یہ صابر
 اپنا رخ پھیر لیں۔ آخر چکر کیا ہے۔ کھنکھتے ریالوں کی چمک دمک
 واقعی بڑی بڑا ہے۔ ہم مدینے اور مکے کے مقدس ذروں پر قربان
 لیکن عقیدہ تو ہمارا وہ ہو گا جو قرآن و حدیث بتلا میں گئے نہ کہ مکے اور مدینے
 کے موجودہ لوگوں کو دیکھ کر عقیدہ بنا نا ہے۔ اور پھر یاد رکھئے کہ موجودہ
 سعودی خاندان کا جہانہ قبضہ تو بیسویں صدی یعنی ۱۹۳۰ء میں ہوا۔ ان سے
 قبل دہاں کے لوگوں کا کیا عقیدہ رہا ہے۔ تاریکین اٹھا کر دیکھ لیجئے وہ پکتے
 سنی حنفی لوگ رہے ہیں۔ عرس و میلاد منانے والے۔ یا رسول اللہ
 کہنے والے۔ اور اگر موجودہ سعودی عرب کے بخدی عقائد کی نفی مگر اور مدینہ
 کی توہین ہے تو پھر جن اکابر علمائے دیوبند نے "المہند" میں شیخ بخدی کے
 عقائد سے بیزاری کا اظہار کیا ہے وہ بھی مکے اور مدینے کی توہین کر نیوالے
 قرار پائیں گے اس لیے کہ شیخ بخدی بھی کوئی یورپ و امریکہ کا باسی نہ تھا بلکہ
 عرب شریف کا باشندہ تھا۔

جیالے غور کریں :- "سپاہ صحابہ" کے وہ جذباتی اور جوشیلے نوجوان
 جنہیں "جیالے" کہہ کر پکارا جاتا ہے خصوصاً غور کریں کہ آپ لوگوں کی زباں پر
 ہمہ وقت شیعہ کافر شیعہ کافر کی گردان رہتی ہے۔ کوئی آپ سے پوچھ بیٹھے
 کہ کیوں کافر ہیں تو آپ فوراً جواب دیتے ہیں کہ چونکہ وہ خلفاء ثلاثہ کو کافر
 کہتے ہیں اس لیے کافر ہیں۔ اصول کیا نکلا۔ اصول یہ ہوا کہ صحابہ
 کرام کی تکفیر کرنے والا شخص خود کافر ہو جائے گا چاہے وہ سنی کہلائے
 یا دیوبندی، شیعہ کہلائے یا اہل حدیث، کوئی بھی ہو مذکورہ اصول کی زد میں
 ضرور آئے گا۔ یا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو مفتی و عالم اہل سنت و جماعت
 کہنوا کہ بھی صحابہ کرام کی تکفیر کرنے والوں پر کفر کا فتویٰ بھی نہیں دیتا وہ خود
 مسلمان نہیں رہے گا۔ تو "سپاہ صحابہ" دلے لمحہ لمحہ کہتے اور صرصر صر

جو لکھتے ہیں کہ شیعوہ کافر ہے جو اسے کافر نہ کہے یا ان پر کفر کا فتویٰ دے وہ خود کافر ہے۔۔۔۔۔ بس اسی روشنی میں ہم نے یہ مضمون ترتیب دیا ہے اور اسی اصول کو سامنے رکھ کر آپ کے قطب عالم جناب گنگوہی صاحب اور آپ کے حکیم الامت تھانوی صاحب کے شیعوں سے متعلق نقطہ نظر کو آپ کی عدالت میں پیش کیا ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیے گا کہ ان صاحبان نے رافضیوں سے متعلق کیا فتوے دیئے ہیں۔

رد عمل :- اگر یہ مضمون پڑھ کر آپ پیچ و تاب کھانے لگیں تو الحمد للہ ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔۔۔۔۔ اگر یہ مضمون آپ کو رسی اکیشن کر جاتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ گنگوہی و تھانوی صاحبان نے فتوے درست نہیں دیئے اور رافضیوں سے متعلق یہ فتوے آپ کی توقع کے برعکس نکلے۔۔۔۔۔ ہم نے جب بھی یہ فتوے کسی دیوبندی کو بتائے حیرت سے کہنے لگا۔ کیا کبار شیعہ احمد گنگوہی اور ایسے فتوے؟۔۔۔۔۔ گویا انہیں یقین ہی نہیں آتا کہ گنگوہی اور تھانوی صاحبان نے ایسے فتوے دئیے ہوں گے جو سپاہ صحابہ یا اہل سنت کے معیار پر پورے تو کیا اترتے سرے سے خلاف ہیں۔۔۔۔۔ لہذا اگر آپ کو غم آئے تو گنگوہی صاحب پر آئے، آپ لال پلے ہو کر مل کھائیں تو تھانوی صاحب پر کھائیں۔۔۔۔۔ مگر ٹھہریئے۔۔۔۔۔ پہلے اُن کی کتب اُٹھائیے۔ اور ہمارے دیئے گئے حوالوں کو اصل عبارات سے ملائیے۔ درست نکلے تو پھر بار بار ہمارے مضمون کو پڑھیئے۔۔۔۔۔ غلطی یا تعصب نظر آئے تو آگاہ فرمائیے۔ ہم نے کوئی دھوکہ فریب یا ضد بازی سے کام لیا ہو تو نشانہ ہی کیجئے اور تعاضاً بشریت اگر ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہو تو انشاء اللہ ہم رجوع کر لیں گے مگر ہمارے گئے سوالات کا جواب ترتیب وار دیا جائے۔ مجبوری جواب ناقابل قبول ہو گا۔ نوٹ فرمائیے۔

تنبیہ ہمہ ہم پر بریلویت کا لیل چپاں کر کے نفرت مت کیجئے گا بلکہ

جو کچھ ہم نے کہا ہے اُس پر غور فرمائیے گا۔ اور جو صاحب ہم سے متنفذ ہو کر
 اشتعالی رویہ اپنائے ہوئے ہوں وہ اس مضمون کو ہرگز نہ پڑھیں ہمارا مضمون
 صرف اُن حضرات کے لیے ہے جو حقائق کو جاننے کے خواہشمند ہیں جو قرآن و
 سنت کو معیار جانتے ہیں اکابر دیوبند کو نہیں۔۔۔ یہ نہ دیکھئے کہ کہنے والا
 کون ہے بلکہ دیکھئے کہ کیا کہہ رہا ہے۔ مثلاً ”سپاہ صحابہ“ والے کہتے ہیں کہ
 اسمٰی میں ناموس صحابہ بل پیش کر دیا گیا ہے اس پر عمل درآمد ہونا چاہیے اور
 اسے منظور ہونا چاہیے۔ چونکہ بات سو فیصد درست ہے اس لیے ہم تمام اہل سنت
 اس کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔۔۔ ہم نے یہ نہیں دیکھا کہ اسے پیش کرنے
 والے کون ہیں۔ اس لیے تعصب سے بالاتر ہو کر اور فی الحال اکابر کی
 عقیدت کی پیٹی آنکھوں سے اُتار کر فقہائے اور اُن پر تبصرہ ملاحظہ
 فرمائیے۔ عین ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کو توبہ کی توفیق عنایت فرمادے
 جیسا کہ کتاب ”رضا خانی مذہب“ کے مصنف مولانا سعید احمد قادری پر
 اللہ تعالیٰ نے خصوصی کرم فرمایا اور اب وہ سنی بریلوی ہو چکے ہیں اللہ الحمد۔
 لیجئے وہ تاریک گوشے بے نقاب ہوتے دیکھئے جنہیں دیوبندی مصلحت
 مخفی رکھنے کا تقاضا کرتی ہے۔

پہلا فتویٰ :- ”جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے
 وہ ملعون ہے، ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہ کبیرہ
 کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا“۔

مذکورہ بالا عبارت میں ایک ایک لفظ واضح اور غیر مبہم ہے یعنی حضرت
 ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ اور
 حضرات حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آخری صحابی

تک کسی کو بھی کافر کہنے والا شخص لعنتی ہے اور مسجد کی امامت کا حقدار نہیں
البتہ صحابہ کرام کو کافر کہنے کی وجہ سے وہ سنتی مسلمان ہی رہے گا کیونکہ صحابہ کو کافر
کہنا گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں۔

پہلا سوال : کیا عبارت کے مفہوم میں ہم نے کوئی ہیرا پھری کی
ہے یا حوالہ غلط دیا ہے یا عبارت کے اندر کانٹ پھانٹ اور کتر بیونت سے
کام لے کر دھوکہ دہی کی ہے؟ اگر ایسی بات ہے تو وضاحت فرمائیے۔

نوٹ :- ایک دیوبندی عالم فرمانے لگے کہ دیکھئے جناب انگلوہی
صاحب صاف کہہ رہے ہیں کہ ایسا شخص ملعون ہے اور اُسے امام مسجد بنانا
حرام ہے۔ اس کے علاوہ اور وہ کیا کہتے۔ اتنی شدت تو کر دی ہے، لعنتی
کہہ کر کچھ باقی نہیں رکھا۔ حضرت صاحب کا لہجہ چونکہ سخت ہو
گیا تھا اس لیے ہم نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ گنگوہی صاحب نے
سب کچھ باقی ہی رکھا ہے کہا کچھ بھی نہیں۔ لفظ ملعون کے اندر
فی نفسہ بڑی شدت اور سختی پائی جاتی ہے مگر فتوے کے اندر بیان کیا
جانے والا جرم (یعنی صحابہ کرام کو کافر کہنا) دیکھا جائے تو یہ ملعون
والی شدت اور سختی محض ابریشم کی طرح گداز اور نرم و نازک دکھائی
دینے لگتی ہے بلکہ رافضی کو تو اور بھی پاکیزہ، پیاری، خوشنما اور سہلی سی
معلوم ہوتی ہوگی۔

”ملعون“ کا مطلب ہے لعنت کیا گیا یعنی لعنتی شخص۔ قرآن
مقدس میں جھوٹ بولنے والوں پر بھی اللہ کی لعنت کی گئی ہے۔ فرمایا گیا
فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَذِبِينَ گویا جھوٹ بولنے والا شخص قرآن کی رو سے
ملعون ہے۔ لعنتی ہے۔

دوسرا سوال :- دنیا میں ہزاروں مسلمان روزانہ کئی کئی مرتبہ
جھوٹ بولتے ہیں۔ قرآن کی رو سے سب ملعون ہوئے مگر ملعون ہونے

کے باوجود وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتے تو بتائیے ۔
 (ا) جھوٹ بولنے کی وجہ سے وہ ملعون ہوئے یا نہ ؟
 (ب) ملعون ہو کر بھی وہ مسلمان ہی رہے یا نہ ؟
 (ج) اگر ملعون ہو کر بھی وہ مسلمان ہی رہے تو گنگوہی صاحب
 کے فتوے میں صحابہ کی تکفیر کرنے والے کو اگر ملعون کہہ دیا گیا تو کہنے والے
 پر کیا شدت اور سختی باقی رہی ؟

(د) صحابہ کرام کی تکفیر کرنے والا ملعون ہے یا کافر ؟
 ضروری وضاحت :- یہی بات امام مسجد نہ بنانے کی تو ایک مسلمان
 بے شمار وجوہ سے مسلمان ہو کر بھی امامت کے فرائض سر انجام نہیں دے
 سکتا۔ مثلاً داڑھی مبارک ہی کو لیجئے کہ اگر کوئی داڑھی منڈاتا ہے تو
 اُسے امام مسجد نہیں بنایا جاسکتا۔ اسی طرح بے شمار وجوہ ہیں
 یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ چونکہ گنگوہی صاحب نے صحابہ کرام
 کو کافر کہنا گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ گناہ کبیرہ
 کے مرتکب شخص کے بارے میں جناب گنگوہی صاحب نے کیا ارشاد فرمایا
 ہے۔ فرماتے ہیں :-

”جو شخص کسی کبیرہ کا مرتکب ہو اُس کی امامت مکروہ تحریمی ہے“
 لیجئے اب تو مطلق حرام بھی نہیں رہی بلکہ حرام کے قریب قریب ہے۔
 پہلے فتوے میں صحابہ کی تکفیر کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور اس
 دوسرے فتوے میں گناہ کبیرہ کے مرتکب شخص کی امامت مکروہ تحریمی ٹھہری
 لہذا پہلے فتوے میں بھی جو گنگوہی صاحب نے امامت کو حرام لکھا ہے اُس
 سے مراد مکروہ تحریمی ہی لیا جائے گا۔

تیسرا سوال :- جب ایک مسلمان بھی چند وجوہ سے امام مسجد نہیں بنایا
 جاسکتا اور گنگوہی صاحب کے مطابق کبیرہ کے مرتکب کی امامت مکروہ تحریمی

ہے تو بتائیے فتوے کے اندر بیان کیے گئے جرم کے مطابق کون سی شدت
اور سختی باقی رہی؟
دیوبندی اسکل پیکچور :- قریب ہی ایک اور دیوبندی عالم تشریف
رکھتے تھے، فرماتے تھے کہ دراصل کتابت کی غلطی کی وجہ سے لفظ نہیں
کا اضافہ ہو گیا یعنی اصل عبارت تو اس طرح تھی کہ
”اور وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج
ہو گا۔“ مگر کاتب کی غلطی کی وجہ سے ”خارج نہیں ہو گا۔“
کے الفاظ آ گئے۔

ہم نے پھر عرض کیا کہ اگر آپ کے قول کے مطابق جملہ اس طرح
مان لیا جائے کہ
”اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج ہو گا۔“
تو آپ کے لیے اس سے اور زیادہ مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔
میں نے اور جواب دیکھے۔

چوتھا سوال :- (۱) پہلی بات یہ کہ گناہ کبیرہ کے سبب کوئی
بھی سنتی اہل سنت و جماعت سے خارج نہیں ہوتا۔ اگر گناہ کبیرہ کے سبب
کوئی اہل سنت سے خارج ہو جائے تو کس معتبرہ سے ثابت کیجئے؟
(ب) دوسری بات یہ کہ اگر واقعی گناہ کبیرہ کے سبب کوئی سنت
و جماعت سے خارج نہیں ہوتا اور آپ بھی اس پر متفق ہیں تو پھر جو یہ
کہتا ہے کہ وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت و جماعت سے خارج ہو
گا۔ وہ جھوٹا ٹھہرا۔ یعنی گنگوہی صاحب جھوٹے کہائیں گے اور اگر آپ
اُن کو جھوٹا منوانے پر تامل گئے ہیں تو کیا جھوٹ بولنے والا شخص ملعون نہ ہو گا؟

(ج) تیسری بات یہ کہ جھوٹ بول کر گناہ کبیرہ کا مرتکب شخص امام مسجد نہیں بن سکتا۔ بتائیے جنہوں نے گنگوہی صاحب کو امام مسجد بنائے رکھا اُن کی غاذول کیا بنے گا؟

(د) چوتھی بات یہ کہ بالفرض یہ جھوٹ نہیں بلکہ فتویٰ دینے والے کی کم علمی، کم فہمی اور نا اہلی ہے تو بتائیے کہ کیا ایسا شخص امام ربانی اور قطب الاقطاب وغیرہ کہلانے کا حق دار ہے؟ گویا یہ القابات بھی مرتکب جھوٹ ٹھہرے اور جھوٹ گناہ کبیرہ۔ لہذا گنگوہی صاحب کے فتوے کی زد میں آپ لوگ خود بخود آ گئے۔ اب فتویٰ ایک بار پھر ملاحظہ فرما لیجئے اور دیکھئے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کون ہوتا ہے؟

عمر ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی (من) پانچویں بات یہ کہ گنگوہی صاحب کے فتوے کی عبارت اگر اس طرح تسلیم کر لی جائے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے اور اصل تحریر یوں ہے : —

”گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج ہو گا۔“
تو پھر یقین فرمایا لیجئے کہ اس کائنات میں مسلمانوں کی اکثریت سنی نہیں بلکہ اکثر اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھے ہیں۔ اس لیے کہ ہم میں معصوم تو ہے کوئی نہیں اور ہر کسی سے کسی نہ کسی موقع پر جانے ابھانے میں گناہ کبیرہ ضرور سرزد ہوا ہو گا۔ — بالفرض کوئی اللہ کا بندہ ایسا ہو بھی تو کم از کم نشانہ ہی نہیں ہو سکتی اور التَّادِرُ كَالْمُعَذِّبِ کے مصداق اُس کی دلیل نہیں دی جاسکتی۔ تو پھر ذرا اُس آدمی کا نام بتا دیجئے جو گناہ کبیرہ نہ کرنے کے سبب سنت جماعت سے خارج نہیں بلکہ سنی مسلمان ہے؟ لہذا آپ کی اس دلیل سے اصلی سنی بھی گئے اور آپ کی نام ہناد بنیت تو پہلے ہوا میں پرواز ہو گئی۔

(ش) چھٹی بات یہ کہ شروع سے آج تک ایک ہی فتویٰ تحریر ہو رہا ہے جس میں ”نہ“ کا لفظ موجود چلا آرہا ہے۔ اگر آپ کہیں کہ ایسا نہیں تو پھر وہ نسخہ دکھا کر اپنی پیمائی کا ثبوت پیش کر دیجئے (جس نسخے میں اس فتویٰ کے اندر ”نہ“ کا لفظ موجود نہیں ہے) وگرنہ اقرار کر لیجئے کہ ہمارا کہنا صاف جھوٹ ہے اور جھوٹ ہی ازل سے ہماری گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ بہر حال جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور کبیرہ کا ترکیب ملعون اور لائق امامت نہیں۔ ایسا نسخہ ذرا پیش کر کے دیکھیں تو ہسی! دیکھیں پھر آپ کی گردن پر کتنا بوجھ اور پڑ جائے گا۔ — یعنی کسی کا سنی ہونا پھر کیسے ثابت کریں گے۔ —؟

اب فقط ایک ہی بات رہ جاتی ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ کے موجودہ فتوے ہی کو درست اور صحیح تسلیم کر لیا جائے اور موجودہ علمائے دیوبند گنگوہی صاحب کے اس ارشاد کو اپنے فتوؤں میں سند بنا کر پیش کیا کریں کہ صحابہ کرام کو کافر کہنے والا شخص کافر نہیں ہوگا بلکہ سنی کا سنی رہے گا۔ — یاد رہے کہ ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی سے جو ”فتاویٰ رشیدیہ“ کا اشتہار دیا جاتا ہے اُس پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہوتی ہے۔ ”آج بھی علمائے کرام (دیوبند) مولانا گنگوہی کے فقہی ارشادات کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔ —“

کوئی شیعوہ اگر اس گنگوہی فتوے کو ”صحابہ“ کے معانی بطور سند پیش کر دے تو قبول نہ کرنے کی وجہ بتلایئے۔

پانچواں سوال :- اگر موجودہ فتوے کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر سارے صحابہ کرام کو معاذ اللہ کافر ماننا پڑے گا اس لیے کہ کفر کا فتویٰ ایک طرف تو لوٹ کر ضرور جاتا ہے۔ جب صحابہ کرام کو کافر کہنے والا مسلمان کا مسلمان ہی رہا تو مطلب یہ ہوا کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک

صحابہ کرام واقعی کافر ہیں (ایلیاذ باللہ) کیونکہ کفر کا فتویٰ اُستی کی طرف نہیں لوٹتا بلکہ صحابہ کرام پر ہی عائد ہوا۔

(۹) یہ فتویٰ درست تسلیم کرنے والا بھی کافر ہو گا یا نہیں ؟
(ب) جس نے یہ فتویٰ دیا ہے آپ کے نزدیک اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی ؟

(ج) ایسا فتویٰ دینے والے کو پکا سچا اُستی و مومن، امام ربانی اور قطب عالم کہا جائے یا پرلے درجے کا نااہل ؟ کہ جس کو ابھی تک یہ پتہ نہ چل سکا کہ صحابہ کی تکفیر اُستی کرتے ہیں یا رافضی۔

(د) صحابہ کرام کی تکفیر جب آپ (سیدہ صحابہ) کے نزدیک بھی کفر ہے تو ایسا فتویٰ مینے والے کو درجنوں معزز و محترم القاب لگا کر عقیدت سے سحر جھکانے والوں پر کیا فتویٰ عائد ہو گا ؟

سوال : کفر کی حمایت کفر ہے یا نہیں ؟
نوٹ :- یاد رہے کہ مجموعی جواب ہرگز قابل قبول نہ ہو گا۔

ایک اور دیوبندی عالم صاحب نے فرمایا کہ آپ بھی بڑے فریسی اور دھوکہ باز ہیں۔ اس لیے کہ جو فتوے ہمارے کام کے ہیں انہیں تو آپ لیتے ہی نہیں۔ بس اپنے فائدے کی جو تحریر نظر آتی ہے کہے جاتے ہیں۔ ہم نے فوراً ان کے منہ پر ہاتھ رکھ کر زبان بندی کی جسارت کی اور ان کی امان پاکر عرض کیا۔ صاحب انگریزے نہیں۔ ہم فریب اور دھوکہ دینے والوں پر چار حرف بھیجتے ہیں۔ آپ ناحق ناراض ہوتے ہیں تو لیجئے ہم "فتاویٰ رشیدیہ" کے وہ فتوے لے رہے ہیں جنہیں آپ اپنے مطلب اور کام کے بتاتے ہیں۔ اگر حند، ہٹ دھرمی اور تعصب سے بالآخر ہو کر آپ نے ہمارے کئے گئے تجزیے پر غور فرمایا تو بھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ ویسے ہمارا تجربہ یہ ہے کہ آپ کی عقیدت کے

رُو برو دنیا کی ہر معقول سے معقول دلیل بھی بے کار ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں رافضیوں کے خلاف پہلا فتویٰ یہ ہے :-

سوال :- رافضی تبرائی کے جنازہ کی نماز جو کہ اصحاب ثلاثہ

کی شان میں کلمات بے ادبی کہتا ہے پڑھنی چاہیے یا نہیں ؟

جواب :- ایسے رافضی کو اکثر علماء و کافر فرماتے ہیں لہذا اس

کی صلوٰۃ جنازہ پڑھنی نہ چاہیے "۔

اب جواب کی حقیقت بغور ملاحظہ فرمائیے۔ پہلی بات یہ کہ سوال کرنے

والے نے صرف رافضی نہیں لکھا بلکہ "رافضی تبرائی" لکھا۔ اور جواب میں

گنگوہی صاحب فرماتے ہیں "ایسے رافضی کو" یعنی رافضی تبرائی کو۔ مطلب یہ

کہ جو رافضی تبرائے کہتا ہو۔ اُس کے متعلق نہ یہ فتویٰ ہے اور نہ اتنی شدت۔

اب آپ ہم سے یقیناً پوچھیں گے کہ یہ باتیں فتوے میں کہاں لکھی ہیں۔ تو ہم

کہیں گے کہ سوالی میں "رافضی تبرائی" کو پڑھیں اور پھر جواب میں لفظ

"ایسے" کو سلخ کر لیں۔ ہماری باتیں از خود برآمد ہو جائیں گی جو رافضی

تبرائے کہے اور شان صحابہ میں زبان بند رکھے اُس کے لیے یہ فتویٰ

بہرگز نہیں۔ جبکہ اصل بات یہ ہے کہ رافضی، رافضی ہی ہے چاہے تبرائی

کہے یا نہ کہے، اُس کے دیگر عقائد تو واضح ہیں۔ رافضی کہتے ہی اُسے

ہیں کہ جو عقائد میں غالی ہو۔

دوسرے یہ کہ گنگوہی صاحب نے جو کہا کہ "اکثر علماء و کافر فرماتے

ہیں" اس سے ثابت ہو گیا کہ رافضی تبرائی جو کہ اصحاب ثلاثہ کی شان

سے فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۲۵۶۔

نوٹ :- فتاویٰ رشیدیہ کے صفحہ ۲۵۶ پر تحریر داروں اور مرتب

خوانوں کو فاسق لکھا گیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کی نماز جنازہ ضرور پڑھیں

میں بے ادبی کے کلمات کہتا ہو وہ تمام علماء کے نزدیک کافر نہیں بلکہ گنگوہی صاحب کے مصدقہ کچھ ایسے علماء بھی ہیں جو رافضیوں تبرائیوں کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ تو یہاں گنگوہی صاحب کا فتویٰ مکمل کفر ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ احتیاط کی بناء پر ہے۔ اور الفاظ "صلوٰۃ جنازہ پڑھنی نہ چاہیے" میں نہ چاہیے سے احتیاط ثابت ہے۔ یعنی بہتر ہے کہ نہ پڑھی جائے۔ اس فتوے میں مطلق مخالفت ہرگز ثابت نہیں۔

تیسرے اس بات پر بھی توجہ فرمائیے کہ جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک جو علماء رافضیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ یقیناً گنگوہی صاحب ہی کے مسلک کے ہوں گے نہ کہ کوئی بریلوی۔ کیونکہ بریلوی اُن کے یا آپ لوگوں کے نزدیک عالم ہیں ہی کب؟

چھٹا سوال: (ا) جانیئے جن علماء کے بارے میں گنگوہی صاحب کا خیال ہے کہ وہ رافضی تبرائی کو کافر نہیں کہتے وہ علماء امیک رافضی تبرائی کو کافر نہ کہہ کر کون سے فتوے کی زد میں آئے؟ (خیال ہے کہ غالی شیعہ ہی کو رافضی کہا جاتا ہے)

(ب) اگر یہ کہا جائے کہ گنگوہی صاحب خود تو انہیں علماء کے فتوے پر عمل کر رہے ہیں اور نماز جنازہ پڑھنے سے منع کر رہے ہیں جو رافضی تبرائی کو کافر سمجھتے ہیں لہذا گنگوہی صاحب بھی انہیں کافر ہی سمجھتے ہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ محض احتیاط کی بناء پر ہے اور انہوں نے اس میں اپنا ذاتی عقیدہ ہرگز بیان نہیں کیا بلکہ ساری بات مداکثر علماء "کہہ کر اُن کے سر پر ڈی ہے۔ اور اگر اسے اُن کے ذاتی خیال بھی سمجھ لیا جائے تب بھی رافضیوں کی تکفیر نہ کر نیوالوں کو بھی تو وہ مسلمان بلکہ عالم سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

۱۔ الحمد للہ کہ شیعہ مناظر تاج الدین حیدری کو ہم نے (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

اور پھر رافضی تو اپنے عقیدہ میں بھی سخت غلو کرتا ہے۔ وہ نہ صرف
اصحاب ثلاثہ کی شان میں بے ادبی کرتا ہے بلکہ انہیں کافر و منافق سمجھتا
ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو منافقہ کہتے ہیں جیسا کہ شیعہ
مجتہد محمد حسین ڈھکو نے اپنی کتاب ”تجلیات صداقت“ میں ائمہ المومنین
حضرت عائشہ صدیقہ کو منافقہ لکھا ہے۔ اور منافقوں کی سمجھنا تو کافروں
سے بھی زیادہ ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ رافضی اصحاب ثلاثہ اور ائمہ المومنین
کو کفار سے بھی پرے درجے کا سردار جانتا ہے۔ رافضی حضرت علی کرم اللہ وجہہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ایسے ہی پوائنٹ پر گرفت میں لیا تھا کہ اُنکے
جو علماء موجودہ قرآن مجید کو صحیح و سالم اور غیر مخدوف نہیں مانتے بلکہ انہیں
تغییر و تبدل اور آیات کی کمی کا عقیدہ رکھتے ہیں، حیدری صاحب کے نزدیک
وہ علماء بھی اُن کے لیے انتہائی قابل احترام ہیں۔ قرآن کریم کو نامکمل اور
مخدوف شدہ ماننے والا جب مسلمان ہی نہیں تو اُس کو نہ صرف مسلمان بلکہ
اپنے مذہب کا امام تک مانا جلتے تو یہ عقیدت منہ کس کھاتے میں لگے حیدری
صاحب نے ان کے بارے میں فقط اتنا کہا تھا کہ ”ہاں یہ عقیدہ گمراہی ہے۔“ ہم
نے حیرت سے کہا کہ گمراہی یا کفر؟ بات واضح کریں بلکہ لکھ کر دیں۔ یہ وہ مقام
تھا جہاں ایک شیعہ نے اُٹھ کر کہا کہ مولانا صاحب! اس نے آپ کو
ایسی لائن پر لگا دیا ہے کہ آخر میں آپ کا کفر ثابت ہو جائے گا۔ خود حیدری
صاحب زندہ ہیں، گواہ سب کے سب موجود ہیں تو پھر جان بوجھ کر ان لوگوں نے
گفتگو کی فضا خراب کر دی۔ تو ہمارا یہ بات کرنا مطلب یہ ہے کہ جب موجودہ
”سپاہِ محابہ“ کے نزدیک رافضی مطلق کافر ہے تو پھر وہ علماء بتیڑے جو رافضی کو کافر نہیں کہتے
اور کنگو ہی صاحب ایسے علماء کا احترام کر کے کہاں پہنچے؟ (حاشیہ صفحہ موجودہ) رلہ یاد
رہے کہ ہماری خطا و کتابت شیعہ عالم محمد حسین ڈھکو (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

الکریم کو سوائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل و برتر جانتا ہے وہ قرآن مجید کو صحابہ کرام کے جمع کرنے کی وجہ سے نامکمل مانتا ہے کہ صحابہ کرام نے اس میں کمی بیشی اور گڑ بڑ کر دی ہے۔

رافضی کا عقیدہ رجعت بھی مشہور و معروف ہے۔ وہ عقیدہ یہ ہے کہ اس دنیا میں ایک بار پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی اور حسین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین زندہ ہوں گے اور حضرت عائشہ اور اصحاب ثلاثہ کو قبروں سے نکال کر چن چن کر سزا دیں گے اور خوب ذلیل و رسوا کریں گے۔

یہ تو شیعوں کا جہان ہی جانتے ہوں گے کہ قرآن نے جسے مومنوں کی ماں کہا ہے اُسے سزا دیتے وقت حضرت امام حسن و حسین یا مولا مشکل کشا حضرت علی کو یہ آیت یاد ہوگی یا نہ ہوگی۔ بظاہر تو شیعہ مجبور ہیں نہیں کہہ سکتے دل میں شاید عقیدہ رکھتے ہوں کہ **وَ اَزْوَاجُهُ اُمَّهَاتُهُمْ** یعنی مومنوں کی ماؤں والی آیت بھی کسی صحابی نے اپنے پلے سے ڈال دی ہوگی۔

ویسے یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ متعصب شیعہ مصنف عبد الکریم نے اپنی کتاب ”نہار تمہاری دس ہماری“ میں لکھا ہے کہ سنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ سے بھی رہی۔) انہوں نے بھی قرآن کریم کو نامکمل اور محرف شدہ ماننے والے علماء پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ ان کا احترام کرتے ہیں۔ ان کی یہ تحریر بہارِ پاس موجود ہے۔ لہذا ثابت ہو کہ ان لوگوں کے نزدیک چاہے قرآن کو مکمل مانا جائے تب بھی مسلمان اور نامکمل مانا جائے تب بھی مسلمان کا مسلمان ہی رہے گا۔

جو قرآن ملتے ہیں وہ درحقیقت خود نامکمل قرآن مانتے ہیں کیونکہ ہمارا جو قرآن امام مہدی لے کر آئیں گے اُس میں ہمارے ملک پاکستان کا ذکر بھی موجود ہے جبکہ سُنیوں کے قرآن میں پاکستان کا کہیں ذکر نہیں۔ ہاں تو رافضی جب ایسے ایسے عقائد کا مالک ہو تو ان کے عقائد کے موجودگی میں گنگوہی صاحب کا مصدقہ جو عالم اُسے کافر نہ کہے تو کس فتوے کی زد میں آئے گا؟ اور ایسے علماء کو احتراماً علماء لکھنا، سمجھنا علیت ہے یا پر لے درجے کی جاہلیت؟ ان سب پر توبہ ضروری ہوتی یا نہ؟

(یہ ہمارے چھٹے سوال کی جزب کا سوال ختم ہوا)

(ج) شاید آپ اس طرح نہ سمجھیں۔ ہم یہاں مرزائیوں کا ذکر کر کے گنگوہی صاحب کے فتوے کو دوپہر کے اُجالے میں لے آئے ہیں۔ سوال: مرزائی کے جنازہ کی نماز جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا

بنی مانتا ہے۔ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: ایسے مرزائی قادیانی کو اکثر علماء کافر فرماتے ہیں لہذا اُس کی صلوٰۃ جنازہ پڑھنی نہ چاہیے۔

اب تو آنکھیں کھل گئی ہوں گی کہ فتوے میں مرزائی قادیانی کو مطلق کافر نہیں کہا جا رہا بلکہ چند علماء ایسے بھی ہیں جو مرزائیوں کو کافر نہیں کہتے۔ تو اب ”صباح صحابہ“ والے بتائیں کہ اگر رافضی اور مرزائی کے کفر میں کوئی فرق نہیں تو پھر جو علماء ان دونوں کو مسلمان سمجھیں اور تکفیر نہ کریں وہ خود بھی مسلمان رہیں گے یا کافر ہو جائیں گے؟ اور اگر وہ تکفیر نہ کر کے کافر ہو گئے تو ان کو مسلمان علماء میں شمار کرنے والا کون ہوا؟ امام ربانی، قطب عالم یا.....؟

یہاں ہمیں اچانک خیال آ گیا ہے کہ اب بھی اکابر کی عقیدت کسی زبان سے یہ کہلوا سکتی ہے مگر گنگوہی صاحب تو مرزا غلام احمد کے جھوٹے

دعویٰ نبوت سے قبل ہی رخصت ہو گئے تھے اور باقی ان کے زمانے کے علماء بھی شاید سب کے سب مرکھپ گئے ہوں جن کا ذکر انہوں نے فتوے میں کیا ہے۔ تو جواباً عرض ہے کہ ہم نے زمانہ نہیں دیکھا بلکہ عقیدہ دیکھا ہے۔ جس طرح ”سپاہ صحابہ“ والے نعرہ لگاتے ہیں کہ رافضی اور مرزائی کے کفر میں کوئی فرق نہیں اسی طرح وہ یقیناً یہ نعرہ بھی لگا سکتے ہیں کہ رافضی اور معلمہ کذاب کے کفر میں کوئی فرق نہیں۔ تو کسی کا کفر اور اسلام عقیدے سے وابستہ ہوتا ہے زمانے سے نہیں۔ ہم نے جو سوال و جواب میں مرزائی کی مثال دی ہے وہ اسی لیے دی ہے کہ ایسے عقیدے کے مالک کو آپ کس طرح مسلمان سمجھیں گے اور سوچیں کہ گنگوہی صاحب کے ہم مسلک نجدی علماء انہیں کیوں کہہ مسلمان سمجھتے رہے اور گنگوہی صاحب ایسے دہائی علماء کا کیونکر احترام کرتے رہے؟

”فتاویٰ رشیدیہ“ میں رافضیوں کے خلاف دوسرا سہر پور فتویٰ

یہ ہے :—

سوال :- جو عودتِ ستیہ رافضی کے تحت میں بعد ظہورِ رخصت کے بخوشی خاطر رہ چکی ہو، پھر رخصت یا دوسری شے کو حیلہ قرار دے کر بلا طلاق علیحدہ ہو جائے اور رستی سے نکاح کر لے تو یہ نکاح بلا طلاق شیعہ کے کیا حکم رکھتا ہے اور اولاد رستی کی اگر رافضی ہو جائے تو پھر رستی کے ترکہ سے محروم المارث ہو گئی یا نہیں؟

جواب :- جس کے نزدیک رافضی کافر ہے وہ فتویٰ اول سے ہی بطلانِ نکاح کا دیتا ہے اس میں اختیارِ زوجہ کا کیا اعتبار ہے۔ پس جب چاہے علیحدہ ہو کر عدت کر کے نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے اور جو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں کہ نکاح

اول صحیح ہو چکا ہے اور بندہ اول مذہب رکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم علیٰ ہذا۔ رافضی اولادِ سُنی کو ترکِ سُنی سے نہ ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہم نے جس دیوبندی سے بات کی اُس نے فوراً گنگوہی صاحب کی صفائی اسی فتوے سے پیش کی کہ دیکھئے اسہول نے اپنا عقیدہ یہ بیان کیا ہے کہ ”بندہ اول مذہب رکھتا ہے“ یعنی رافضی کو کافر سمجھتا ہوں۔ مگر افسوس کہ پورے فتوے پر غور نہیں فرمایا جاتا۔ بس اپنے مطلب کا ایک ٹکڑا لیا اور آسمان سر پر اٹھایا جیسے واقع جواب ہو گیا۔ ہمارا اصول یہ ہے کہ پوری عبارت لیجئے۔ میاق و میاق دیکھ کر پھر فیصلہ کیجئے۔ جیسا کہ ”متحدہ برائینس“ اور ”براہین قاطعہ“ کا میاق و میاق دیکھ کر علما نے اہلسنت نے اُن پر فتویٰ دیا۔

لیجئے ہمارے سوالات اور تبصرہ پڑھیے۔ انصاف کی کوئی رقم آپ میں موجود ہو تو جواب دیجئے۔

ساتواں سوال :- (ا) بتائیں کہ رافضی مطلق کافر ہے یا نہیں۔

(ب) رافضی کے کفر میں جوشک کر لے اور کافر نہ کہے بلکہ مسلمان ہی کہے وہ کون ہے؟

(ج) اگر رافضی ہر طرح سے مطلق کافر ہے تو پھر گنگوہی صاحب کی اس تحریر کا مطلب بتائیے۔

”جو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ امر (یعنی سُنی عورت کا رافضی خاوند سے علیحدہ ہونا) ہرگز درست نہیں۔“

کیا یہ فتویٰ بھی گنگوہی صاحب کا نہیں؟
 (۵) اُن علماء کی نشاندہی کیجئے جو رافضیوں کو محض فاسق کہتے ہیں۔
 گنگوہی صاحب جنہیں ”علماء“ کہہ رہے ہیں وہ یقیناً اُن کے ہم مسلک
 ہی ہو سکتے ہیں۔ بریلوی تو اُن کے نزدیک بدعتی اور مشرک ہیں۔
 فتوے کو ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیں تاکہ ہمارا تبصرہ آپ کے دل و
 دماغ میں اُتر جائے۔

دیکھیے فتوے کے تین حصے ہیں۔ تینوں حکم گنگوہی صاحب کے اپنے ہیں۔
 پہلا حصہ: ”جس کے نزدیک رافضی کا فرہے“۔ ان الفاظ سے
 پتہ چلا کہ گنگوہی صاحب کے ہم مسلک تمام علماء رافضیوں کو کافر نہیں
 کہتے۔ اسی لیے گنگوہی صاحب نے الفاظ ”جس کے نزدیک“ استعمال
 کیے ہیں۔ اور گنگوہی صاحب کا یہ کہنا کہ ”بندہ اول مذہب رکھتا ہے“
 کا مطلب یہ ہے کہ میں بھی رافضیوں کو کافر سمجھتا ہوں۔

دوسرا حصہ: ”اور جو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ امر
 ہرگز درست نہیں۔“ بتائیے کیا یہ فتویٰ بھی گنگوہی صاحب کا نہیں۔
 فتوے کے اس حصے سے گنگوہی صاحب کا یہ کہنا کہ ”بندہ اول مذہب
 رکھتا ہے“ ایک قسم کا رد ہو گیا۔ کیونکہ آپ کے قطب ربانی کا فرمان یہ
 بھی ہو گیا کہ میرے ہم عقیدہ و ہم مسلک علماء کہ جن کا میں ہتھ دل سے
 احترام کرتا ہوں اور انہیں کے فتووں پر عمل خود بھی کرتا ہوں، انہیں
 اپنے رہبر و راہنما جانتا ہوں اور اُن کی عباراتوں کو بطور سند پیش کرتا
 ہوں، ایسے بھی ہیں جو رافضی کو کافر نہیں بلکہ فاسق کہتے ہیں لہذا انہیں
 چاہیے کہ وہ نکاح کے باطل ہونے کا حکم ہرگز نہ دیں بلکہ مستی عورت کا
 نکاح تیسے مرد سے رہنے دیں کہ دونوں مسلمان ہیں اور نکاح صحیح ہے
 چونکہ گنگوہی صاحب کے نزدیک رافضی کے کفر میں اُن کے ہم مسلک علماء

کا اختلاف ہے جیسا کہ ثابت ہو گیا ہے اور مزید عبارت بھی آ رہی ہیں اس لیے ”سبا و صحابہ“ والے رافضی کے بارے میں مطلق کفر کا حکم نہیں لگا سکتے اور گنگوہی صاحب کے فتوے کی روشنی میں نہ یہ اجماعی حکم کہہ سکتے ہیں۔ ورنہ گنگوہی صاحب تو ہر صورت ہر طرح سے اُن کے اپنے فتوے کی زد میں بڑی طرح پھنسنے ہوئے ہیں۔ تو رافضی کے فاسق ہونے کا فتویٰ بھی گنگوہی صاحب کا اپنا ہے۔ مزید وضاحت سے قبل تیسرا حصہ بھی دیکھ لیں۔

تیسرا حصہ :- فتوے کا تیسرا حصہ آخری سطر میں ہے کہ سنی باپ کی رافضی اولاد کو ترکہ نہیں ملے گا۔ اس لیے کہ رافضی گنگوہی صاحب کے نزدیک کافر ہے۔ اور مسلمان باپ کی کافر اولاد کو ترکہ نہیں ملا کرتا۔ ہم نے مکمل دیانتداری سے جو کچھ فتوے کی عبارت سے برآمد ہو رہا تھا مقصد و مطلب آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ ”بندہ اقل مذہب رکھتا ہے“ اور سنی ترکہ سے رافضی کو کچھ نہ ملے گا، الفاظ پر کوئی دیوبندی جتنا بھی اُچھلے کودے اور شور مچائے سب کا سب بیکار ہے۔ باوجود اقرار کے یہ فتویٰ سود مند نہیں۔ اس فتوے کے دونوں رخ کہ رافضی کافر ہے اور رافضی کافر نہیں بلکہ فاسق ہے اس طرح چمک دمک رہے ہیں جس طرح کہ دوپہر کے وقت سورج۔ اب ہم مثال پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اس مثال میں سوال و جواب دونوں ہیں۔ اختصاراً عرض کیے جاتے ہیں۔

سوال :- جو عورت سنیہ قادیانی مرد کے نکاح میں رہ چکی ہو پھر مرزایت یا کسی دوسری شے کو حیلہ قرار دے کر بلا طلاق علیحدہ ہو جائے اور سنی مرد سے نکاح کر لے تو یہ نکاح بلا طلاق مرزائی قادیانی کے کیا حکم رکھتا ہے ؟

جواب : جس (دیوبندی عالم) کے نزدیک مرزائی قادیانی کا فر ہے وہ فتویٰ اول سے ہی بطلان نکاح کا دیتا ہے اور جو (دیوبندی عالم) مرزائی قادیانی کو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں کہ نکاح اول صحیح ہو چکا ہے اور بندہ اول مذہب رکھتا ہے۔

”سیاہ صیابہ“ کے نزدیک جب قادیانی اور رافضی کے کفر میں کوئی فرق نہیں تو پھر وہ سوتح سمجھ کر بتائیں کہ گنگوہی صاحب کے محترم علماء کس کھاتے میں جائیں گے جو رافضیوں کو صرف فاسق یعنی مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ اور گنگوہی صاحب ایسے علماء کو اپنا رہبر و راہنما مان کر کون سے فتوے کی زد میں آئیں گے ؟

آج کے شیعہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم اس قرآن کو مکمل مانتے ہیں۔ مگر دوسری طرف اُن علماء کا بھرپور احترام کرتے ہیں اور انہیں اپنا امام مانتے ہیں جنہوں نے قرآن کو تحریف شدہ و نامکمل لکھا۔ جب قرآن کو نامکمل ماننا کفر ہے تو پھر ایسے عقیدہ کا مالک کا فر ہوا۔ جو کا فر کو اپنا رہبر و راہنما ملنے اور رحمتہ اللہ علیہ لکھے وہ کون ہوا ؟

جب آپ رافضی کو مطلقاً کافر کہتے ہیں اور قادیانی کی طرح پکا کافر بلکہ دینا کا بدترین کافر کہتے ہیں تو جو علماء ان کی تکفیر نہیں کرتے وہ کافر ہوتے اور ایسے کافر علماء کو رہبر و راہنما ماننا، اُن کی عبارات کو بطور سند پیش کرنا اور احتراماً انہیں علماء کہہ کر فتوے دینا وغیرہ جب گنگوہی صاحب سے ثابت ہو گیا تو فرمائیے کہ جناب گنگوہی صاحب کہاں جا پہنچے۔

دیکھئے نا! ضیاء الرحمن فاروقی صاحب اور ضیاء القاسمی صاحب دونوں دیوبندی عالم ہیں اگر فاروقی صاحب لکھیں کہ میرے نزدیک رافضی کا فر ہے لہذا سنی عورت کا نکاح کسی رافضی مرد سے ہرگز نہ کیا جائے

(اور اپنے فتوے میں ساتھ یہ بھی لکھیں کہ) البتہ جناب ضیاء القاسمی صاحب کے نزدیک چونکہ رافضی فاسق ہیں اور فاسق مسلمان ہی ہوتا ہے اس لیے ضیاء القاسمی صاحب سنی عورت کا نکاح رافضی مرد سے بے شک کر دیں وہ صحیح ہو گا۔ ہاں میں نکاح نہیں پڑھ سکتا کہ میرے نزدیک رافضی کافر ہیں۔

”سپاہ صحابہ“ والے خوب سوچ سمجھ کر بتائیں کہ فاروقی صاحب کے اس عقیدے کی کیا حیثیت باقی رہی کہ میں رافضی کو کافر ہی سمجھتا ہوں۔ کیا اب بھی کوئی دیوبندی اپنی اندھی عقیدت کے باعث گنگوہی صاحب کی صفائی میں یہ کہہ سکتا ہے ”کہ بندہ اول مذہب رکھتا ہے“ جنہیں آفاقی حقیقتوں اور سچائیوں کا انکار ہے وہ ہمارے دلائل کو بھلا کس خاطر میں لائیں گے انہوں نے تو ہمیں بریلوی ہونے کا طعنہ دینا ہے اور کہنا ہے کہ یہ سب دھوکہ، تعصب، فریب، دجل اور تبلیغ ہے بہر حال جن کا نصیب کالا ہے پھر بھی کالا ہی رہے گا۔ البتہ شاید ”زل گڈ“ یعنی ڈانواں ڈول قسم کا عقیدہ رکھنے والوں کو کچھ سوچنے اور حقائق کی تہہ تک پہنچنے کا راستہ مل جائے۔ اور وہ اپنا عقیدہ و ایمان سچا کر لے جائیں۔ اس دور میں اپنا ایمان بچا لینا ہی سب سے مشکل مرحلہ ہے۔

یہیں ہم مسلک دیوبند کے ایک اور اہم ستون کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ ستون وہی ہیں جن کا مقام و مرتبہ پھلی مسطور میں بتایا جا چکا ہے۔ جی ہاں! یہ ہیں دیوبندی حکیم الامت جناب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب بقول مصنف ”جامع المجددین“ ختم نبوت کے ناگزیر ضمیمے۔ جنہوں نے قادیانی کی کتب سے بھرپور استفادہ فرمایا اور سات آٹھ کتب کے بلا حوالہ کتب اور نام چوری چوری صفحے در صفحے اپنی کتاب ”احکام اسلام عقل کی

نظر میں "درج کوڑا لے۔ فتاویٰ صاحب زندہ ہوتے تو ہم ضرور کہتے
 اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ
 رافضیوں کے متعلق ان کے پاس ایک فتویٰ آیا۔ سوال و جواب
 دونوں ملاحظہ فرمائیے۔

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوستانی
 المذہب عورت بالغہ کا نکاح زید شیعہ مذہب کے ساتھ برہمنائے شرعی
 باپ کی تولیت میں ہو گیا دریافت طلب یہ امر ہے کہ سنی و شیعہ کا تفریق
 مذہب کے باعث نکاح جیسا کہ ہندوستان میں شائع ہے عند الفریق
 صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- نکاح منقہ ہو گیا لہذا سب اولاد ثابت النسب
 ہے اور صحبت حلال ہے۔

اور اسی جلد ۲ کے صفحہ ۸۳۰ پر لکھا ہے کہ شیعہ کے ہاتھ کا ذبح
 کیا ہو ا جائز و حلال ہے۔

سوالات سے قبل ہم صنف اکابر علمائے دیوبند کے چند اور فتوے
 درج کرتے ہیں۔ یانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب
 جنہیں دیوبندی امام البکیر اور حجت الاسلام والمسلمین کہتے ہیں اور
 جنہوں نے "تختِ پیرالناس" میں صریحاً تحریر کیا کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی
 صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا،
 جو اپنی وفات کے برسوں بعد جبکہ عنقریب کے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں تشریف
 لائے کیونکہ وہاں مدرسین میں جھگڑا کھڑا ہو گیا تھا۔ چنانچہ "امام البکیر" جبکہ
 عنقریب کے ساتھ آئے اور مولوی رفیع الدین سے کہا کہ مولوی محمود الحسن سے

کہہ دو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے۔

قبر میں پڑے پڑے مدرسے کے جھگڑے کو علم غیب سے جانتے اور
جسدِ عنبری کے ساتھ آکر نصرت و مدد کرنے کی تصدیق اشرف علی تھانوی
صاحب کی کتاب ”ارواحِ ثلاثہ“ میں دیکھیے۔ اور جس دیوبندی کو یہ حوالہ نہ
ملے وہ ہم سے رابطہ قائم کرے یہ

توان نانوتوی صاحب کی سوانح عمری مرتب کرنیوالے مولوی مناظر
احسن گیلانی صاحب ہیں جو خود بھی بازارِ دیوبند کے چمکتے دیکتے سگے ہیں کوئی
کھوٹا پیسہ نہیں۔ وہ لکھتے ہیں :-

”مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے شیعوں سے
کہا کہ آپ لوگ شیعوں میں اور نہیں سنی ہوں۔ اصولِ نماز الگ
الگ ہیں۔ آپ کے جنازے کی غائزہ فجر سے پڑھوانی جائز کب
ہوگی؟ شیعوں نے عرض کیا کہ حضرت! بزرگ ہر قوم کا بزرگ
ہی ہوتا ہے آپ نمازِ جنازہ پڑھا ہی دیں۔ (نانوتوی صاحب
نے) اُن کے اصرار پر منظور فرمایا اور جنازہ پڑیج گئے۔۔۔۔۔
غائزہ کیلئے کہا گیا تو آگے بڑھے اور غائزہ شروع کر دی۔“

اجیر کے مولوی محمد یعقوب صاحب دیوبندی کے متعلق تھانوی صاحب

نے ”ارواحِ ثلاثہ“ میں درج اس واقعہ کو علما نے دیوبند کے نام بدل کر علما نے
بریلوی کے ناموں کے ساتھ ایک دیوبندی عالم کے سامنے پیش کیا گیا۔ آؤ دیکھا
مناظرہ حضرت جی نے فوراً شرکِ کافری صادر فرمایا۔ اُسی وقت کتاب کھول کر
سامنے کر دی۔ مولوی صاحب اپنے اکابر کے نام دیکھ کر ہٹا بکا رہ گئے۔ فوراً
گویائی جواب دینے والی تھی کہ منہ سے نکل ہی آیا ”یہ کتاب جلی ہے۔“

۱۔ حاشیہ سوانح قاسمی جلد ۲ صفحہ ۷۱ :-

لکھتے ہیں : —

”ایک درخت کے نیچے سے تعزیہ کے گزرنے پر شیعہ صاحبان اور ہندوؤں میں جھگڑا ہو گیا۔۔۔۔۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب نے سن کر فرمایا۔ یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی شکست ہے لہذا اہل تعزیہ کی نصرت کرنی چاہیے۔“

ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ رافضیوں کی تکفیر کرنے والے علماء مسک دیوبند سے ہی وابستہ ہیں۔ لگے ہاتھوں گنگوہی صاحب کا پھر ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیے۔ اُس کے بعد ہمارے سوالات۔ فتوے کے دونوں حصے دیکھئے۔

سوال :- جو شخص کہ حضرت مولانا مولوی اسماعیل صاحب شہید کو کافر اور مردود کہتا ہے تو وہ شخص خود کافر ہے یا ناسق۔ اگر وہ کافر ہے اسکے ساتھ معاملہ کفار کا سا کرنا جائز ہے یا نہیں۔۔۔۔۔

جواب :- مولانا محمد اسماعیل صاحب کو جو لوگ کافر کہتے ہیں، تبادل کہتے ہیں اگرچہ وہ تاویل ان کی غلط ہے۔ لہذا ان لوگوں کو جو اسماعیل کو کافر کہتے ہیں، کافر کہنا اور معاملہ کفار کا کرنا چاہیے جیسا کہ روافض و خوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے۔ حالانکہ وہ شیخین و صحابہ کو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہتے ہیں۔ پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے کفر سے بھی آئمہ نے تمناشی کی تو مولوی محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کو بطریق اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیے۔“

ہمارے دعوے کی پھر تصدیق ہو گئی کہ گنگوہی صاحب کی نظر میں ایسے ہم مسک علماء موجود ہیں جو رافضیوں کی تکفیر نہیں کرتے باوجود یہ جاننے کے کہ ان کے عقیدے کے مطابق خلفاء ثلاثہ مومن نہیں۔ اور گنگوہی صاحب

نے اُن علماء کو آئمہ کا درجہ دیا ہے۔ اس فتوے سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ باطل و فاسد تاویل کے سبب اصحاب ثلاثہ اور حضرت علی کو کافر کہنے والے کافر نہیں۔ کیونکہ گنگوہی صاحب کے ہم مسلک آئمہ انہیں کافر قرار نہیں دے رہے۔
نکتہ: مولوی اسماعیل صاحب سے متعلق جواب میں گنگوہی صاحب نے دو گروہوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک روافض دوسرے خوارج (یعنی ضیعہ اور خارجی) پھر بالترتیب گنگوہی صاحب نے دونوں گروہوں کا عقیدہ بھی بیان کیا ہے۔ رافضیوں کا عقیدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ خلفاء ثلاثہ کو کافر کہتے ہیں۔ خوارج کا عقیدہ یہ بیان کیا ہے کہ وہ حضرت علی کو کافر کہتے ہیں۔ (معاذ اللہ) تو ملاحظہ فرمائیے کہ جہاں گنگوہی صاحب نے رافضیوں کی تکفیر نہیں کی وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خارجی حضرت علی کو کافر کہتے ہیں اور وہ بھی گنگوہی صاحب کی زبانی:

پہلا نکتہ یہ کہ اس فتوے نے گنگوہی صاحب کے اُس فتوے کی تصدیق کر دی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ "کسی بھی صحابی کی تکفیر کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔"

دوسرا نکتہ یہ کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا گروہ بقول "المہنت علی المقتد" خارجیوں کا ایک گروہ تھا۔ علامہ شامی حنفی کے جواب سے اکابر علماء دیوبند مولوی خلیل احمد سہارنپوری، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی محمود الحسن وغیرہم نے بتا دیا کہ مولویوں نے اس کتاب میں درج شدہ اس بات کی تصدیق کی ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی کا گروہ خارجی گروہ تھا اور وہ سلف صالحین کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ یہ گروہ خارجی ہے۔ سلف صالحین یعنی حضرت علی وغیرہ کی معاذ اللہ تکفیر کرتا ہے اور اسی گروہ کے متعلق گنگوہی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ میں یہ بیہیت ناک فتویٰ دیا ہے کہ محمد ابن عبدالوہاب ایک اچھا آدمی تھا، اُس کے عقائد عمدہ تھے اور

وہ شرک و بدعت سے روکنے والا تھا۔ نعوذ باللہ من هذا الخرافات۔
 ہمارا نکتہ آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ خارجی مولانا علی مشکینہ کشا کہ جس پر
 تمام اُمتِ مسلمہ اپنی نمازوں میں درود بھیجتی ہے، کو ایمان سے خارج قرار
 دے کر خود کائنات کے سب سے بڑے مومن بنے بیٹھے ہیں اور گنگوہی
 صاحب ان کی تحریفوں کے اس بار نگار ہے ہیں۔ گو یا حضرت علی کی تکفیر
 گنگوہی صاحب کے نزدیک بڑا عمدہ عقیدہ ہے۔

آمد م بر سر مطلب : اب ذرا فتاویٰ صاحب کا خیمہ مرد
 سنی عورت کے نکاح کا جائز کرنا۔ نانو فتویٰ صاحب کا شیعہ میت کی
 نماز جنازہ پڑھانا، اہل تعزیر کی نصرت اور شیعہ کے ذبیحہ کا حلال ہونا
 نیز گنگوہی صاحب کے روافض و خوارج کی تکفیر نہ کرنے والے فتوے
 کو ذہن میں دوبارہ لائیے اور سوال ملاحظہ فرمائیے۔

آٹھواں سوال : (۱) امداد الفتاویٰ کے مطابق سنی عورت کا
 نکاح شیعہ مرد سے منع ہو گیا یا نہیں؟

(ب) فتاویٰ صاحب کے بقول اولاد ثابت النسب ہوگی یا الٹ؟
 (ج) قاسم نانو فتویٰ صاحب نے جو شیعوں کی نماز جنازہ پڑھائی تو
 میت کو مسلمان سمجھ کر پڑھائی گئی یا کافر کے لیے مغفرت کی دعا طلب کر کے ہے؟
 (د) مولوی محمد یعقوب صاحب دیوبندی نے جو شیعوں اور ہندوؤں کو
 کفر و اسلام کا جھگڑا قرار دیا یہ درست ہے یا غلط؟

(ر) فتاویٰ صاحب نے امداد الفتاویٰ میں جو شیعہ کے ذبیحہ کو
 حلال لکھا ہے۔ بتائیے شیعہ کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟

(س) اہل تعزیر شیعہ ہیں یا کوئی اور ان کی نصرت کا حکم دینا قرآن و
 سنت کی روش سے درست ہے یا غلط؟

(ش) مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے کے مطابق جو شخص اصحابِ ثلاثہ

اور حضرت علی کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جائے گا یا نہیں ؟

(ص) اگر نہیں ہوگا تو دلیل لائیے ؟

(ط) اور اگر کافر ہو جائے گا تو اس کو کافر نہ کہنے والے پر کیا فتویٰ
عائد ہوگا ؟

(ع) اُن علماء کے نام بتائیے جن کا ذکر گنگوہی صاحب نے
آئمہ کہہ کر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ روافض و خوارج کی تکفیر نہیں کرتے۔

(ف) اگر آپ ایسے علماء کا نام بتانے کے واسطے ہوں کہ جنہوں نے
روافض کی تکفیر نہیں کی تو آپ کا روافض پر فتویٰ کفر غلط اور آپ کا عقیدہ

پھر اُن علماء و آئمہ معہ گنگوہی صاحب کے خلاف ٹھہرے گا۔ اور اگر آپ کا
روافض پر فتویٰ کفر کا تو اُن علماء اور گنگوہی صاحب کے بارے میں

فیصلہ کیجئے کہ جنہوں نے مزاح کفریہ عقیدہ پر فتویٰ کفر نہیں کیا۔ **مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهِ**
وَعَذَابُهُ فَقَدْ كَفَرَ کو ذہن میں رکھ کر اپنا فیصلہ صادر فرمائیے۔

وایسے تو دیوبندیوں کا ہر عقیدہ تضاداً
دروغ گو حافظ نباشد کا مجموعہ ہے۔ پانچ دس کتابیں پڑھیے

کہیں کچھ لکھا ہوگا کہیں کچھ۔ لیکن گنگوہی صاحب کا یہ تضاد بھی بڑا عجیب
ہے کہ رافضی تہرانی کے جنازہ والے فتوے میں کہا۔

”ایسے رافضی کو اکثر علماء کافر فرماتے ہیں۔“

جبکہ مولوی اسماعیل کو کافر کہنے والے فتوے میں لکھا :-

”جیسا کہ روافض و خوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے۔“

یعنی ایک فتوے میں یہ ہے کہ بہت سے علماء رافضیوں کو کافر کہتے ہیں

اور دوسرے فتوے میں بہت سے علماء رافضیوں کو کافر نہیں کہتے۔ یہ

ہیں وہ دیوبندی فتوے جنہیں فقہ حنفی کے انمول خزانے کہا گیا ہے (ٹائل)

اور یہ ہے وہ شجر علمی جسے جناب مولوی انور شاہ صاحب کشمیری بہت

سراہتے تھے (ذیابچہ فتاویٰ رشیدیہ)
 دوسرا تماشا یہ بھی دیکھئے کہ اس فتوے میں گنگوہی صاحب نے کہا
 کہ مولوی اسماعیل کو کافر کہنے والے کی تکفیر درست نہیں لیکن دوسرے
 فتوے میں کہا :-

”ایسے (شاہ اسماعیل جیسے) مقبول کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔“
 فتویٰ نویسی کا یہ ”عمدہ معیار“ ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکے گا۔
 اور ہاں! کیا ”سیا و صحابہ“ والے یہ بات قبول کر لیں گے کہ جو رافضی کسی تاویل
 سے خلفائے ثلاثہ کو کافر کہتے ہیں اُن کو کافر نہ کہا جائے اگرچہ تاویل بھی
 باطل ہو۔

ایک اور فتویٰ :- گنگوہی صاحب کے اُس فتوے کو ذہن
 میں رکھیے کہ صحابہؓ کی تکفیر کرنے والا سنت جماعت سے خارج نہیں
 ہوتا اور اس فتوے کو بھی سامنے رکھیے جس میں یہ کہا کہ روافض و
 خوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے۔ اور پھر فتویٰ درج ذیل بغور
 آنکھیں کھول کر ملاحظہ فرمائیے۔

”جو لوگ شیعہ کو کافر کہتے ہیں اُن کے نزدیک تو اُس کی بغض
 کو ویسے ہی کپڑے میں لپیٹ کر داب دینا چاہیے اور جو لوگ فاسق
 کہتے ہیں اُن کے نزدیک اُن کی تجہیز و تکفین حسب قاعدہ یعنی مسلمانوں
 کی طرح ہونی چاہیے اور بندہ بھی اُن کی تکفیر نہیں کرتا۔“
 پہلے دو اور اس تیسرے فتوے کی روشنی میں گنگوہی صاحب کے اُس
 دوغلے فتوے کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے کہ ”بندہ اول مذہب رکھتا ہے“
 یعنی رافضی تبرائی کو کافر سمجھتا ہوں۔

ہماری یہ بات سن کر فوراً ایک دیوبندی کے کان کھڑے ہوئے
فرمایا کہ اس فتوے میں دراصل شیعہ سے مراد تفضیلیہ ہیں جو حضرت علی
کو خلفائے ثلاثہ پر فوقیت دیتے ہیں اور ایسے عقیدہ والے کو احمد رضا خاں
بریلوی نے بھی صرف گمراہ لکھا کافر نہیں لکھا۔ تو گنگوہی صاحب بھی کہتے
ہیں کہ میں ایسے شیعہ تفضیلیہ کو کافر نہیں کہتا۔

دیوبندی سپوت نے فائنڈنگا ہوں سے ہماری طرف دیکھا کہ
جیسے اُس کی اس دلیل سے گنگوہی صاحب کی بدعتیگی خوش عقیدگی
میں تبدیل ہو جائے گی مگر ذلت جس کا معترف ہو چکی ہو اُسے کون بچائے
ہم نے عرض کیا کہ فتوے کی پہلی سطر ہی میں آپ کی دلیل کا گلا کاٹنے
کے لیے گنگوہی صاحب نے چپکے سے خنجر چھپا کر رکھ دیا ہے دُعا جانے
کی کوئی ضرورت نہیں۔ پہلی سطر یہ ہے :-

”جو لوگ شیعہ کو کافر کہتے ہیں اُن کے نزدیک تو اُس کی نصیحت
کو ویسے ہی کپڑے میں لپیٹ کر داب دینا چاہیے۔“

اس جملے سے یہ ثابت ہوا کہ بات تفضیلیہ کی نہیں بلکہ کٹر شیعہ
رافضی کی ہو رہی ہے کہ جس کو لوگ مطلقاً کافر سمجھتے ہیں سمجھی تو نہ
تجہیز و تکفین کا لکھا اور نہ نماز جنازہ کا۔ بلکہ ویسے ہی کپڑے میں لپیٹ
کر کھڑا کھود کر دبا دو۔ اور اس بات کے لیے تو دلیل کی ضرورت ہی
نہیں کہ کہیں محض تفضیلیہ کو بھی کافر سمجھا جاتا ہو۔ رُوسے زمین پر
کہیں بھی ایسا نہیں۔ جبکہ گنگوہی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ ”جو لوگ
شیعہ کو کافر کہتے ہیں“ یعنی ایسے علماء بھی ہیں جو شیعوں پر کُفر کا
فتویٰ دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ تفضیلیہ پر کسی عالم نے آج تک کُفر
کا فتویٰ نہیں دیا۔ لہذا بات شیعہ رافضی کی ہو رہی ہے اور ایسے ہی
شیعہ رافضی کے متعلق گنگوہی صاحب کہتے ہیں کہ

”بندہ بھی اُن کی تکفیر نہیں کرتا۔“

دیکھ لیا تضاد! کہیں ”بندہ“ اول مذہب رکھتا ہے اور کہیں بندہ اُن کی تکفیر نہیں کرتا۔ ایک آدمی۔ ایک ذہن، ایک مسلک، ایک قلم اور یہ نیرنگیاں سبحان اللہ۔ جواب نہیں۔

دیوبندی صاحب نے پھر گل کھلایا کہ رافضیوں کے حق میں لکھے گئے فتوے دراصل اُس وقت کے ہیں جب گنگوہی صاحب کو رافضیوں کی کتابیں میسر نہ تھیں اور اُن کے اصلی عقائد اُنہیں معلوم نہ تھے۔ اب کے بار اُنہوں نے ذرا شاطرانہ نگاہوں سے ہماری جانب دیکھا۔

ہم نے پھر عرض کیا کہ فتوؤں میں جب تمام عقائد کی وضاحت موجود ہے تو کتب دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ خود گنگوہی صاحب بھی تو کہہ رہے ہیں کہ صحابہ کی تکفیر کفر نہیں۔ اور روافض کو بھی کافر نہ کہیں حالانکہ وہ خلفائ ثلاثہ کو کافر کہتے ہیں۔ تو پتہ چلا کہ گنگوہی صاحب کو رافضیوں کے ایک ایک عقیدہ کی خبر تھی۔

دوسرے خوبصورت اور باریک نکتہ یہ ہے کہ فتوؤں میں گنگوہی صاحب آئمہ کا حوالہ لاتے ہیں اور جس بات میں آئمہ کو بطور گواہ لایا جائے اُس مسئلے کا حق ہونا اظہر من الشمس ہے اور آئمہ کو اس پر گواہ بنایا گیا ہے کہ روافض کو کافر نہ کہا جائے۔ یہ فتویٰ علمی رو سے اُس فتوے سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے جس میں کہا گیا ہے کہ بندہ اول مذہب رکھتا ہے۔ کہ وہ انفرادی رائے ہے اور یہ آئمہ کے حوالہ سے ہے۔

تیسرے یہ کہ گنگوہی صاحب کے کسی فتوے کا دن تاریخ تو ہے نہیں کہ اول و آخر کا فیصلہ کیا جائے۔ بہر حال دیوبندی کی یہ دلیل محض گھڑنٹو اور شو مشہ ہے کیونکہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اگر رافضیوں کے عقائد سے آگاہی ہو سکتی ہے تو گنگوہی صاحب کس جزیرے کے باسی تھے کہ انہیں کوئی کتاب دستیاب نہ ہو سکتی بخدا ایسے ہی بودے اور لکچر دلال پر ان لوگوں کا گزارہ چل رہا ہے۔

خیر! آگے چلیے، گنگوہی صاحب سے پوچھا گیا کہ شیعہ اپنے مال سے مسجد بنوادے تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جواب دیا گیا :-

جواب :- شیعہ مسجد لوجہ اللہ تعالیٰ (یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے) بنادے تو وہ مسجد ہے۔ ثواب مسجد کا اس میں ہوگا۔ فقط۔

ایکے اور فتوے کے سوال و جواب سے ملاحظہ فرمائیے۔

سوال :- شیعہ یا ہندو یا نصاریٰ یا یہود مسجد بنادے یا اس کی مرمت کرے یا چند مسجد وغیرہ میں شریک ہو تو جائز ہے یا نہیں۔ فقط۔

جواب :- اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ مسجد ان لوگوں کی بنائی ہوئی بحکم مسجد ہے۔ اگر یہ لوگ مسجد میں روپیہ لگانا ثواب جانتے (ہوں) تو ان کا وقف درست ہے۔ ایسے ہی اوپر کی عمارت میں شریک ہوں تب بھی درست ہے۔

چونکہ دیوبندی صاحب کو کچھ سوچنے کا موقع مل گیا تھا اس لیے فوراً پھر صفائی پیش کی اور کہا کہ رشید احمد گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ بھی تو دیکھیے۔

”روافضی و خواجہ مخ اور فساد سے ربط و ضبط مودت کا حرام ہے“ اور پھر اگلا صفحہ ۵۶۳ بھی دکھایا۔ لکھا تھا کہ رافضی کا ہدیہ نہ کھاؤ کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ گویا دیوبندی عالم کے پاس اب گندم ختم ہو چکی تھی

صرف جھوٹے باقی رہ گیا تھا۔ ہم نے کہا کہ ان فتوؤں سے بھلا ان فتوؤں پر کون سی زد پڑی جن میں کہا گیا ہے کہ صحابہ کی تکفیر کرنے والا سنی کاسٹی رہتا ہے اور زندہ بھی شیعوں کی تکفیر نہیں کرتا اور نہ میرے آئمہ و وافض و خوارج کی تکفیر کرتے ہیں۔ جہاں تک مراسم اور ہدیہ و دعوت نہ کھانے کی بات ہے تو ہدیہ و دعوت والے فتویٰ میں انہوں نے پہلے اسے جائز لکھا ہے۔ لکھتے ہیں :-

”رافضی کا ہدیہ کھانا گوارہ و درست ہے مگر حضور نماز جنازہ و نماز جنازہ میں جاضری اور ان سے محبت نادرست ہے۔“

اور مراسم تو ہر پڑے، شرابی، جوئے باز، بدکار، بد اخلاق و غیرہ درست نہیں حالانکہ یہ سب مسلمان ہیں۔

ساری دنیا جانتی ہے کہ مسلمان کہلانے والوں میں سے مفسدین و فاسقین ہی وہ واحد مذہب ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکباز و جاں نثار ساتھیوں کی بڑھ چڑھ کر بے ادبی کرتے ہیں۔ تو ان سے شیعوں کے متعلق گنگوہی صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں :-

”جو شخص حضرات صحابہ کی بے ادبی کرے وہ فاسق ہے،“

جناب دیوبندی صاحب پر اپنے اکابر کی عقیدت کا رنگ کچھ زیادہ ہی چڑھا ہوا تھا۔ فرمانے لگے۔ آپ کی باتیں واقعی دل کو لگتی ہیں مگر جب گنگوہی صاحب کا نام نامی سامنے آتا ہے تو آپ کے سارے دلائل پر ان سے گہری عقیدت کی دھند چھا جاتی ہے۔ ہم نے کہا کہ قرآن و سنت کی اتباع کی بجائے اکابر کی پیروی کرنے والوں کے لیے ہی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ

وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝
 ہم گوشش کرتے ہیں کہ یہ دھند چھٹ جلتے اور آپ کی تسلی ہو جائے
 (کہ جس کی کوئی امید نہیں) لیکن یہ گوشش بھی آپ کے قطب عالم کے
 فتاویٰ اور ان کی سوانح عمری سے کی جائے گی تاکہ ہماری سند میں کسی
 قسم کی کوئی کمی باقی نہ رہے۔ مگر قبولِ افتداز ہے عز و شرف۔

فتوے کے سوال و جواب بلفظ ملاحظہ فرمائیے۔

سوال :- روافض یا خوارج کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں اور
 ان کے ساتھ عقد نکاح و غیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ مگر وہ تکریمی ہے
 یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام، اور عند المتقویٰ کیسا ہے۔

جواب :- رافضی کے کفر میں خلاف ہے جو علماء کافر کہتے ہیں
 بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے، بعض نے مرتد کا۔ پس در صورت
 اہل کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مرد سنی کا نکاح درست
 ہے اور عکس اس کے ناجائز اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا
 اور جو ان کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے مگر
 ترک بہر حال اولیٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہم ان لوگوں کو خصوصاً غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں جو ہر وقت ہر لمحہ
 اور ہر سٹیج پر یہی کہتے ہیں کہ شیعوں، رافضیوں کے کفر میں کوئی فرق ہے۔
 مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کے کفر میں کسی صورت بھی شک نہیں رہتا۔ یہ جا
 سکتا۔ اگر دونوں کے کفر میں کوئی فرق نہیں، دونوں ایک جیسے کافر ہیں
 تو ظاہر ہے کہ ہر قسم کا فتویٰ دونوں کے لیے یکساں ہوگا۔ جب دونوں کا
 کفر ایک جیسا ہے تو کیوں نہ فتوے میں لکھے گئے لفظ ”روافض“ کی

جگہ قادیانی کا لفظ رکھ کر فتوے کی عبارت کو دوپہر کے اُجالے میں لے آئیں۔ لیجئے گنگوہی صاحب کا جواب ذرا اب ملاحظہ فرمائیے یہ سمجھ کر کہ شیعہ اور قادیانی کے کفر میں کوئی فرق نہیں۔

جواب :- قادیانی کے کفر میں خلافت (یعنی اختلاف) ہے جو علماء کا فر کہتے ہیں بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے بعض نے مرتد کا۔ پس در صورت اہل کتاب ہونے کے عورت مرزا ئیہ سے مرد دیوبندی کا نکاح درست ہے اور عکس (یعنی برعکس) اس کے ناجائز اور بصورت ارتداد (یعنی اسلام سے پھر جانے کی صورت میں) ہر طرح ناجائز ہوگا اور جوان (مرزا ئیوں) کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے مگر ترک بہر حال ادنیٰ ہے۔

ہم تمام علمائے دیوبند موجودہ کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ وہ گنگوہی صاحب کے اس فتوے کا بغور جائزہ لیں اور گنگوہی صاحب کے بارے میں فیصلہ کریں۔ اور ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اس وقت کوئی دیوبندی مفتی رافضی یا مرزا ئی کے بارے میں ایسا فتویٰ دے سکتا ہے، کیا اپنے امامِ ربانی اور غوثِ الاعظم گنگوہی صاحب کی مذکورہ بالا عبارت نقل کر کے سوال کرنے والے کے ہاتھ میں سٹھا سکتا ہے؟

نواں سوال : (۱) بتائیے گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ درست ہے یا غلط۔

(ب) یہی فتویٰ موجودہ دور میں کوئی دیوبندی عالم دے یعنی کہ مرزا ئی یا رافضی کے کفر میں اختلاف ثابت کر لے تو وہ فتویٰ جاری کرنے والا کیا مسلمان ہی رہے گا؟

(ج) اگر مرزا ئی اور رافضی کے کفر میں کوئی فرق نہیں تو جوان کے کفر میں شک کرے اور ان کے عقائد سے آگاہ ہو کر بھی ان پر مطلق کفر

کا حکم نہ لگائے جیسا کہ گنگوہی صاحب بار بار اس کا اعادہ کرتے ہیں تو وہ شخص مسلمان رہے گا یا کافر ہو جائے گا؟
(د) رافضی اور مرزائی کا کفر ایک ہے تو ان پر کفر کا فتویٰ نہ دینے والے کو امام ربانی اور قطب عالم کے القاب دینے والے کس کھاتے میں جاتیں گے؟

(س) اگر گنگوہی صاحب کا فتویٰ آپ کے نزدیک درست ہے تو ”سپاہ صحابہ“ میں شامل اور دیگر تمام دیوبندی و بابی علماء سے ہمارا سوال ہے۔ وہی سوال جو کسی نے گنگوہی صاحب کی خدمت میں پیش کر کے اُن کے علمی حدود اربعے کا طول و عرض جان لیا تھا۔ ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیے۔ لفظ مرزائی کے اضافہ سے۔

سوال :- روافض و مرزائہ کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں اور اُن کے ساتھ عقد نکاح وغیرہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

اگر اس کے جواب میں ”فتاویٰ رشیدیہ“ والا جواب درست ہے تو پھر خیر ہے کراچی نہیں بلکہ پورے ہندو پاک کے علماء دیوبند جو اپنے رسائل شائع کرتے ہیں وہ ہمارا سوال اور جواب میں فتاویٰ رشیدیہ والی عبارت چھاپ کر شائع فرمادیں اور ساتھ اپنی اپنی تصدیق کر دیں کہ ہم گنگوہی صاحب کے فتوے کو بالکل درست اور صحیح کہتے ہیں اور اس کو قرآن و سنت کے عین مطابق جانتے ہیں۔

(ط) اور اگر درست نہیں جانتے تو اپنے امام ربانی سے برأت کا اظہار کر دیں۔ برأت کا اظہار نہیں کریں گے تو آپ کے دل کا کھوٹ اور من کی کالک ظاہر و باہر۔ آپ جھوٹے۔ اور جھوٹے ہونے کی وجہ سے قرآن کا حکم آپ پر لاگو۔ جھوٹ گناہ کبیرہ۔ اور آپ سب کی امامت حرام۔ کہ کھلم کھلا اعلان جھوٹ بولتے ہیں۔ اور ایک جھوٹ نہیں بلکہ کئی جھوٹ۔

پہلا جھوٹ کہ ہم شخصیت پرست نہیں
 دوسرا جھوٹ کہ ہم قرآن و سنت کو ہی معیار مانتے ہیں۔
 تیسرا جھوٹ کہ گنگوہی صاحب قطب عالم اور عوٹ اعظم ہیں۔
 چوتھا جھوٹ کہ بریلوی خواہ مخواہ ہم پر بہتان لگاتے ہیں۔
 کہاں تک ہم گنوائیں۔

گھر کی ایک شہادت | مولوی عاشق الہی میرٹھی صاحب بھی
 اکابر علما دیوبند میں سے ہیں۔ کسی
 گلی محلے کے ملاں ملوانے نہیں۔ ان کا شمار خواص میں ہوتا ہے عوام میں
 نہیں۔ یہی صاحب ہیں جنہوں نے جناب گنگوہی صاحب کی سوانح
 عمری مرتب کی اور اسے ”تذکرۃ الرشید“ کا نام دیا۔ تذکرۃ الرشید
 کے متعلق اسی کتاب کے آخر میں تبلیغی جماعت کے مقتدا و پیشوا جناب
 مولوی زکریا صاحب فرماتے ہیں :-

”مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے قطب الارشاد حضرت
 امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کی سوانح عمری
 ”تذکرۃ الرشید“ میں تصنیف فرما کر خود ہی اپنے اہتمام سے بنام ”تذکرۃ الرشید“
 شائع فرمائی تھی۔ کتاب بہت ہی خوب ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ
 کے کائنات و مکارم، شریعت و طریقت کی جامعیت، تعلیم و تربیت، تصوف
 و سلوک وغیرہ وغیرہ حالات خوب واضح طریقے پر یکے پر یکے ہیں۔
 گویا ہماری بات کی تصدیق ہوگئی کہ تذکرۃ الرشید بہت خوب کتاب
 ہے جس میں گنگوہی صاحب کے اخلاق و کردار اور تعلیم و تربیت کے
 حالات و صاحت سے درج ہیں۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے ہم تذکرۃ الرشید

سے صرف دو واقعات بطور نمونہ نقل کرتے ہیں۔ یہ واقعے بلا تبصرہ ہوں گے۔ گنگوہی صاحب کے اخلاق و کردار اور تعلیم و تربیت ملاحظہ فرمائیے۔

”ایک بار بھرے مجمع میں حضرت (گنگوہی) کی کسی تقریر پر ایک نو عمر دیہاتی بے تکلف پوچھ بیٹھا کہ حضرت جی! عورت کی شرمگاہ کیسی ہوتی ہے؟ اللہ کے تعلیم سب حاضرین نے گردنیں نیچے جھکا لیں مگر آپ مطلق چپ رہے جس نہ ہونے بلکہ بے ساختہ فرمایا جیسے گہروں کا دانہ“۔
تقریر کا موضوع کیا تھا کہ دیہاتی بے تکلف پوچھ بیٹھا اور حضرت نے شرمگاہ کی تشبیہ حلال و طیب گندم سے کیوں دی۔ اسے قطع نظر ہم اگلا واقعہ پیش کرتے ہیں:-

”گنگوہی صاحب نے ایک بار ارشاد فرمایا۔ میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب (رفاقتوی) عروس (یعنی دلہن) کی صورت میں ہیں۔ اور میرا اُن سے نکاح ہوا ہے۔ سو جس طرح زن و شوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے (یعنی جنسی فائدہ) اسی طرح مجھے اُن سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچا ہے“۔
حسن اخلاق و کردار کے ان فقط دو نمونوں کے بعد اب مولوی عاشق الہی میرٹھی کی مرتب کردہ گنگوہی صاحب کی سوانح سے شیعوں رافضیوں سے متعلق یہ گھر کی شہادت ملاحظہ فرمائیے:-

شبیہ:- روافض و اہل سنن میں مناکحت جائز ہے یا نہیں؟
جواب:- جن لوگوں کے نزدیک رفاحنہ (شیعوں) کا حکم مرتین کا ہے اُن کے نزدیک ہرگز نکاح جائز نہیں اور شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ

کا فتویٰ اسی پر ہے اور جن لوگوں کے نزدیک رافضیوں کا حکم اہل کتاب
کہا ہے تو ان کے نزدیک رافضیہ عورت کا مرد شہتی کے ساتھ نکاح جائز
ہے اور عورت عقیقہ کا مرد رافضی سے جائز نہیں اور بعض علماء نے جو ان کو
فاسق کہا ہے تو اس صورت میں نکاح ہو جاتا ہے مگر یہ اچھا نہیں کہ
اس میں فساد دین کا ہے اور بندہ کے نزدیک رافضی (یعنی خفیوں) کا حکم
اہل کتاب کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم !

اب تو گنگوہی صاحب کے ساتھ ساتھ میرٹھی صاحب، زکریا صاحب اور
دیگر شائع کرنے والے نیز آج تک کہیں بھی اس فتوے کی تردید نہ کر نیوالے
علمائے دیوبند صوبہ کے صوبہ یہ کہنے والے ہوئے کہ رافضیوں کا حکم اہل
کتاب کا سا ہے !

یہاں کوئی کہہ سکتا ہے کہ اہل کتاب عیسائی بھی ہیں اور یہودی بھی
شیعہ بھی اہل نبی کی طرح ہیں یعنی آخرت میں ان کے لیے رحمت کا کوئی حصہ
نہیں۔ گو یا مسلمان نہیں اور یہی گنگوہی صاحب کا عقیدہ ہے۔ مگر ہم کہتے
ہیں کہ جن کا یہ عقیدہ نہیں اور جو انہیں محض فاسق سمجھتے ہیں، اہل اسلام
میں سے جانتے ہیں وہ علماء انہیں مسلمان مان کر کافر ہوئے یا نہیں؟ اگر
کافر ہوئے تو ان کافروں کو گنگوہی صاحب احقرانہ "علمائے" کہہ کر کیا ہوئے؟
ہمیں اس فتوے پر حیرت ہے۔ وہ یوں کہ عیسائیوں اور یہودیوں کی
کتاب میں یعنی تورات و انجیل میں نہ جانے کتنا تغیر و تبدل ہو چکا ہے مگر
ہزار ہا تحریف کے باوجود وہ اپنی کتابوں پر ایمان کے مکمل ہونے کا
ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایک رافضی ہیں کہ قرآن مجید میں ایک زبردست
کی تحریف نہ ہونے کے باوجود اپنی کتاب میں اسے مکمل کہتے ہیں۔ بتائیے

ان کا حکم اہل کتاب کا سا کیونکر ہوگا ؟

اہل کتاب ہونے کا حکم اُس وقت ہوگا کہ جب دو عقیدے مستقل طور پر انسان کے اندر موجود ہوں۔ ایک یہ کہ یہ کتاب صحیح و سالم اور ثابت و مکمل ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کتاب کو نامکمل ماننے والے صریح کافر ہیں اور جو اُن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔ اور اہل کتاب تب ملنے جاؤ گے جب اُن کے اندر کسی اور عقیدے کی وجہ سے صریح کفر نہ پایا جائے۔ اب گنگوہی صاحب اور اُن کے عقیدت مند ہی بتائیں کہ جب رافضیوں کے اندر نہ تو مندرجہ بالا دونوں عقیدے ہیں اور نہ وہ باقی عقائد سے بُری ہیں تو پھر ان پر اہل کتاب ہونے کا حکم کس طرح لگایا جا سکتا ہے۔

دیوبندی علماء یوں تو اٹھتے بیٹھتے ہر علم خویش اپنی زبان پر خاندانِ ولی اللہی، خاندانِ ولی اللہی، ولی اللہی کی گردان کر کے اپنے عقیدے اور مسلک کے ڈانڈے اُن سے ملاتے رہتے ہیں مگر یہاں خود کہہ رہے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا فتویٰ رفاض پر مرتدین کا ہے اور اپنا عقیدہ ان کے ”اہل کتاب“ ہونے کا بیان کر رہے ہیں۔ البتہ کوئی علمی اختلاف تھا تو وجہ فرق بیان کرتے کہ شاہ صاحب بھی انسان تھے اور بشری تقاضوں سے ماورائے نہیں تھے۔ خطا و نسب ان سے بھی سرزد ہو سکتا ہے مگر ایسے ہی اُن کے عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھتا بغیر کسی دلیلِ ثبوت کے کہاں کا انصاف ہے اور پھر یہ کہنا علمائے دیوبند کا جھوٹ ثابت ہوا کہ ہمارا عقیدہ ولی اللہی ہے اور ہماری تعلیمات کا منع و منشا وہی ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی کا فتویٰ | مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی
کراچی نے متعدد فتووں میں سے

روافضی کو کافر کہا ہے۔ مگر دو عقیدوں کی وجہ سے۔

پہلا عقیدہ :- حضرت علی خدا ہیں۔

دوسرا عقیدہ :- حضرت عائشہ صدیقہ پر منافقین نے جو جوٹا بنا دیا

تھا وہ صحیح تھا۔

ان کے علاوہ دوسرے شیعوں کے بارے میں مفتی صاحب رقمطراز ہیں :-

”اور جو لوگ ایسا عقیدہ نہیں رکھتے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دوسرے

صحابہ پر افضل کہتے ہیں وہ کافر نہیں البتہ اہل سنت سے خارج ہیں اور تبرأت

کرنے والے شیعہ بھی صحیح قول یہ ہے کہ کافر نہیں فاسق ہیں۔“

ہم کہتے ہیں کہ مفتی صاحب کے بتائے گئے دونوں عقیدے آج کے شیعوں

میں نہیں بے شک وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا درجہ پیغمبروں سے

بھی بڑھا دیتے ہیں مگر صریح خدا نہیں مانتے بلکہ اللہ کا بندہ ہی کہتے

ہیں۔ اور جو ایسا مانتے ہیں وہ اپنے آپ کو نصیری کہتے ہیں۔ دوسرے

شیعہ حضرات واقعی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کی توہین کرتے ہیں مگر منافقین کی اس ہمت سے انہیں بری قرار

دیتے ہیں۔ (ہماری معلومات یہیں تک ہیں اگر واقعی ایسا نہیں ہے

تو ہمیں آگاہ فرمائیے۔ ہم انشاء اللہ رجوع کر لیں گے)

اور جو حضرت علی کو صحابہ پر فوقیت دیتے ہیں وہ شیعہ امامیہ وغیرہ

ہرگز نہیں بلکہ سنی حضرات میں سے ہی ایسے لوگ ہیں۔ انہیں ہم رافضی نہیں

کہہ سکتے۔ فضیلت دینے کی وجہ سے وہ تفضیلہ کہلاتے ہیں۔

ہمارے ملک میں جتنے بھی تبرائی ہیں۔ ہمارے مشاہدے کے مطابق وہ

صحیح و شام صحابہ کرام کو دشمن اسلام، کافر اور منافق سمجھ کر تبرأ کرتے

ہیں۔ اور مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ تبراً کر خیالے شیعہ کا فر نہیں۔

مفتی صاحب کا ایک اور فتویٰ دیکھئے۔

سوال :- ایک عورت شیعہ (غیر منکوحہ) کو ایک سنت جماعت

لے گیا اور اس سے نکاح کر لیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر یہ عورت کبھی ایسی بات کا عقیدہ نہیں رکھتی جو

مراحتہ اور قطعیات اسلام کے خلاف ہو تو نکاح درست و صحیح

ہو گیا مثلاً اس کا عقیدہ نہ رکھتی ہو کہ مواد اللہ حضرت عائشہ پر جو تہمت

لگائی گئی تھی وہ صحیح ہے و امثال ذالک الغرض رافضی عورت سے

بشرط مذکور نکاح صحیح ہے۔" ۱

ہمیں حیرت یہ ہے کہ جس کا عقیدہ قرآن اور قطعیات کے خلاف نہیں

وہ رافضی ہی کب ہے۔ رافضی کہلاتا ہی وہی ہے جو چند مخصوص عقائد

رکھتا ہے۔ اور انہی عقائد کی بنیاد پر اسے رافضی کہتے ہیں۔ مثلاً

پینے والے ہی کو شرابی کہتے ہیں چائے پینے والے کو نہیں۔ جوئے باز

جو اکیلے والوں کو کہتے ہیں کرکٹ کھیلنے والوں کو نہیں۔ تو جس کا خیال

جیسا کوئی عقیدہ ہی نہ ہو وہ رافضی کیسے کہلائے گا۔ اور اگر صرف

نام کا رافضی ہے تو پوچھتے ہیں کہ اسے رافضی کہلوانا کیوں اچھا لگتا

ہے۔ ظاہر ہے جواب یہی ہوگا کہ اسے رافضیوں کے عقیدے پسند

ہیں۔ بتائیے وہ اصل رافضی ہوا یا نہ ؟

یہ تو ایسی بات ہے جیسے کسی دیوبندی عالم سے کوئی پوچھے کہ

ایک عورت مرزا یہ غیر منکوحہ کو ایک دیوبندی اڑالے گیا۔ نکاح

جائز ہے یا ناجائز۔

جواب یہ دیا جائے کہ اگر مرزا یہ عورت کسی ایسی بات کا عقیدہ نہیں رکھتی جو صریح اسلام کے خلاف ہو تو نکاح درست و صحیح ہو گیا۔ فرمائیے کیا یہ فتویٰ درست ہے؟ ”سپاہ صحابہ“ والو! اگر شیعہ اور مرزائی کے کفر میں کوئی فرق نہیں تو پھر مفتی صاحب کے فتوے اور ہمارے مذکورہ فتوے میں وجہ فرق بتائیے۔ کیا یہ دونوں فتوے آپ کے لیے قابل قبول ہیں؟ اگر قبول نہیں تو آئندہ کے لیے مفتی صاحب کو مفتی اعظم کہنا ترک کر دیجئے (آپ کے لیے یہی مشکل مرحلہ ہے) اپنے مفتی اعظم کا ایک اور فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے فتاویٰ کی جلد اول صفحہ ۱۴ اور جلد دوم کے صفحہ ۵۰۵ پر رد المنا کی وہ عبارت نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت یعنی صحابی ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ ایک جگہ لکھتے ہیں :-

”محققین حنفیہ شیعہ تبرکوا اور منکر خلافت خلفاء ثلاثہ کو کافر نہیں کہتے اگرچہ بعض فقہاء نے ان کی تکفیر کی ہے مگر صحیح قول محققین کا ہے کہ سب شیعیان (خلفاء ثلاثہ کو گالیہ دینا) اور انکار خلافت خلفاء کفر نہیں ہے فسق و بدعت ہے۔“

رواقین سے متعلق فتاویٰ رشیدیہ میں جتنے فتوے تھے ہم نے سب لے لیے ہیں۔ سہو! اگر کوئی فتویٰ رہ گیا ہو تو نشانہ ہی کر دیجئے جانتے ساتھ دیگر معتبر و مستند شخصیات کے فتوے بھی پوری دیانتداری سے ہم نے نقل کر دیے۔ اب ہم ”سپاہ صحابہ“ کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ شیعہ اگر خلفاء ثلاثہ کو گالی دے اور کافر کہے تو کالا کافر اور یہی فتویٰ

گنگوہی صاحب دیں تو شمس العلماء العالمین۔ شیعہ و سنی کا نکاح آپ سے
کوٹھی پوچھے تو حرام اور قطعی حرام۔ مگر گنگوہی و تھانوی سنی عورت
کا شیعہ مرد سے نکاح حلال لکھیں تو وہ بد الفضا و کاملین اور حکیم الکلم
شیعہ صحابہ کی تکفیر کرے تو سب سے بڑا کافر اور یہی عدم تکفیر والا فتویٰ
گنگوہی صاحب دے تو ابو حنیفہ الزمان و مجتہد الزمان۔ حینی اگر اپنی
کتاب میں ابو بکر و عمر کو کافر لکھے تو کافر اور نہ جانے کیا کیا مگر اس
عقیدے پر عدم تکفیر کا فتویٰ گنگوہی صاحب دیں تو قطب الارشاد
امام ربانی اور محبوب سبحانی۔

یعنی گنگوہی صاحب کے عقیدے کے مطابق حینی اور دیگر رافضی
جو صحابہ کرام کو کافر کہتے ہیں وہ محض فاسق ہیں کافر نہیں۔ آج کے دیوبندی
اگر فتاویٰ رشیدیہ کے ان فتوؤں پر عمل کریں تو اس عقیدے کی
بنا پر کسی بھی رافضی کو کافر نہیں کہہ سکتے۔

”سپاہ صحابہ“ والے کہتے ہیں کہ شیعہ کا اس قرآن پر کوئی ایمان نہیں
وہ منکر قرآن ہیں اور گنگوہی صاحب انہیں اہل کتاب لکھیں یعنی سپاہ
صحابہ کے برعکس) تو وہ رحمۃ اللہ علیہ اور قدس سرہ العزیز۔

شیعوں سے متعلق شاندار فتویٰ دینے والے اور احقاق حق کا نعرہ
بلند کرنے والے ”رد الرفضہ“ کے مصنف امام احمد رضا بریلوی بر طعن
کرنے والو! ذرا اپنے گریبان میں جھانکو۔ ”مطالعہ بریلویت“ جیسی
فتویات لکھنے والو! آٹھنے میں ذرا اپنا منہ تو دیکھو۔ امام احمد رضا
بریلوی پر شیعیت کا جھوٹا الزام لگانے والو! ذرا اپنی کتب پر نظر کرو
مگر یہ گھر جو بہرہ رکھتا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

ہم آپ کو پھر دعوت دیتے ہیں کہ
و۔ اپنی سوچ کو بدلو۔

۱۔ فکر کا زاویہ تبدیل کرو۔

۲۔ منافقت اور تقیہ بازی ترک کرو۔

”سپیلو صحابہ“ والو! ہمارے حوالوں کو غور سے پڑھو۔ اصل کتابیں دیکھو۔ اور پھر اُن علماء کو خطوط لکھو۔ بالمشافہ ملاقات کرو۔ یہ عبارات اُن کے سامنے رکھو جو ہر لمحہ امام احمد رضا کو ناحق رافضی رافضی کہتے پھرتے ہیں جو اپنے دریدہ دامن میں ستائیں بے وزن دلیلیں لیے بیٹھے ہیں اُن سے نقد جواب طلب کرو۔ تمہیں ایمان عزیز ہے یا گنگوہیؒ؟ تھانوی صاحبان۔ تمہیں ابو بکر و عمر پیارے ہیں یا نانوتوی و ٹانڈوی۔ ذرا حق و باطل کا فیصلہ تو کیجئے۔

آخری بات :- ”صحابہ صحابہ“ کی جانب سے یوں تو بے شمار قسم کے پمفلٹ شائع ہوئے اور اب تک ہورہے ہیں۔ ہم صرف ایک پمفلٹ کے اقتباسات پیش کرتے ہیں ہر اقتباس کو غور سے پڑھیے اور اپنے اکابر دیوبند کے بارے میں فیصلہ کیجئے۔

ہم اس موقع پر یہ کہنا بہت زیادہ مناسب سمجھتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ روافض کے متعلق الحمد للہ وہی ہے جسے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے ”رد المحتار“ میں بھرپور دلائل سے پیش فرمایا ہے۔ علمائے دیوبند سے ہمیں کوئی ذاتی عناد اور تعصب نہیں۔ ہم تو صرف عوام الناس کو ان کی دھوکہ منڈیوں سے بچانا چاہتے ہیں جو انہوں نے جگہ جگہ اپنی کتابوں اور تقریروں میں نگار رکھی ہیں۔ علمی طریقہ اور سنجیدگی سے کوئی جواب دے تو چشم مار و سخن دل مٹا دے۔ لیکن اگر حسین احمد ٹانڈوی کی کتاب ”شہاب ثاقب“ جس میں سات سو کے قریب مغلطات تحریر کی گئی ہیں یا ”دھماکہ“ و ”مطالعہ بریلویت“ میں ڈاکٹر خالد محمود کی صریح دھوکہ بازیوں، فریب کاریوں اور بے ایمانیوں کی طرح جواب

ہوا تو پھر ہم خاذا مخاطبہم الجاہلون قالوا سلماً کہنا
 ہی پسند کریں گے۔ اور جو ہمارے سوالات کا جواب شورش کا شمیری
 کے اشارے سے دیں وہ اپنا تبحر علمی اپنے دامن ہی میں سمیٹ کر رکھیں۔
 اب اپنے پمفلٹ کی جانب آئیے۔ اس پمفلٹ کے ٹائٹل پر دائرے
 کے اندر بطور عنوان لکھا ہے ”شیعہ کافر ہیں“ نیچے لکھا ہے ”ان کے
 ساتھ غیر مسلموں جیسا سلوک اور معاملہ کیا جائے۔“
 یہ پمفلٹ ”اقراء ڈائجسٹ“ سے ماخوذ ہے۔

مفتی ولی حسن صاحب کراچی کی عبارت میں شیعوں کے کفریہ عقائد
 کے اندراج کے بعد لکھا ہے :-

”لہذا شیعہ اثنا عشری رافضی کافر ہیں، مسلمانوں سے ان کا نکاح،
 شادی بیاہ جائز نہیں حرام ہے۔ مسلمانوں کو ان کے جنازے میں شرکت
 جائز نہیں، ان کا ذبیحہ حلال نہیں، ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں
 دفن کرنا جائز نہیں، غرض ان کے ساتھ غیر مسلموں جیسا سلوک اور
 معاملہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“ مفتی ولی حسن صاحب۔ جامعہ
 العلوم الاسلامیہ کراچی)

درج بالا مفتی ولی حسن صاحب کے فتوے کے بارے میں لکھا ہے
 کہ اس فتوے کی تصدیق ۲۰۰ جید علماء نے کی ہے۔
 مذکورہ فتوے اور جید علماء کی تصدیق کو ایک طرف سامنے رکھیے اور
 دوسری طرف گنگوہی و تھانوی صاحبان کی عبارات بھی دیکھئے جو کہتے ہیں
 کہ ایسا شخص سنی مسلمان ہے۔ ان سے نکاح جائز اور ان کا ذبیحہ حلال ہے۔

اگر یہ ۲۰۰ دیوبندی مولوی جید علماء ہیں تو گنگوہی، تھانوی، وغیرہ
 وغیرہ کیا ہیں خود ہی فیصلہ کر لیں ہم کہیں گے تو شکایت ہوگی۔ (ادارہ)

اور ان کا جنازہ پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں جیسا کہ ماہر فتویٰ صاحب نے شیعوں کی نماز جنازہ اُن کا بزرگ بن جانے کی خوشی میں پڑھا دی۔ مولوی سمیع الحق صاحب اکوڑہ خٹک نے اپنے والد مولوی عبدالحق صاحب اور جناب مفتی صاحب کے فتوے کی تصدیق ان الفاظ میں کی ہے: ”میرا مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن مدظلہ کے جواب سے اتفاق ہے۔ بلاشبک و شبہ یہ فرقہ مرتد ہے اس سے نکاح حرام اور کالوم ہے۔“

محمد صدیق ولی اللہی کے حوالہ سے لکھا ہے :-
 ”شیعہ فرقہ مرزائیوں کی طرح کافر ہے۔“

خانقاہ ملیحی شریف سندھ کا فتویٰ یوں درج ہے :-
 ”چونکہ شیعہ تحریف قرآن پاک کے اور صحابہ کرام خصوصاً خلفاء اور شیخین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر شب و شتم کرتے ہیں اس لیے وہ اسلام سے بالکل خارج اور کافر ہیں۔“

جبکہ گنگوہی صاحب کا فتویٰ گزر چکا ہے کہ خلفاء ثلاثہ اور حضرت علی کی تکفیر کرنے والے روافض و خوارج کی تکفیر جائز نہیں۔

مدرسہ فرقانیہ طیبہ کراچی کا فتویٰ اس طرح درج ہے۔ خصوصی

توجہ سے پڑھیے :-

”چونکہ خلیفہ روافض صحابہ کرام کو کافر کہتے ہیں..... اس لیے

بچے کافر ہیں جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“

کیا فیصلہ ہے اب گنگوہی صاحب کے بارے میں جو صحابہ کرام میں سے کسی کو بھی کافر کہنے والوں کو پکار سنی مسلمان سمجھتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ صحابہ کو کافر کہنے والے شیعہ نہیں بلکہ کوئی نام نہاد سنی (دیوبندی)

ہیں جو کہ سنیت سے خارج نہیں ہوتے۔ اور معاذ اللہ صحابہ کے کفر میں بھی کوئی شک نہ رہا کہ فتویٰ اُن کی طرف ہی رہا سنی کی طرف نہیں لوٹا۔ اور پھر کفر کا فتویٰ کسی ایک صحابی پر بھی نہیں بلکہ سب کے سب صحابہ پر ہے۔ یعنی فتوے کے الفاظ یہ ہیں کہ کسی بھی صحابی کی تکفیر کرنے والا۔ گویا آپ کسی بھی صحابی کو کافر کہہ لیں۔ آپ ہر گز کافر نہیں ہوں گے بلکہ مسلمان کے مسلمان رہیں گے۔ الیاذ باللہ ثم الیاذ باللہ۔

”جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے“ گنگوہی صاحب کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جب ہم علما نے دیوبند کے فتووں کی بات کرتے ہیں تو یہاں ایک اور ڈرامہ رہ جایا جاتا ہے۔ اس کا تھوڑا سا ذکر ہم پچھلی سطور میں کر چکے ہیں مگر اب ذرا تفصیل سے جائزہ لیا جاتا ہے۔

دیوبندی عاجز آ کر کہتے ہیں کہ اُس وقت شیعہ کی کتب بہت کم یا بھتیس اور دوسرا یہ لوگ تفسیر کرتے تھے اور اپنا مذہب چھپاتے پھرتے تھے لہذا ہمارے اکابر گنگوہی صاحب وغیرہ اُن کے عقائد سے بے خبر رہے۔ یہ ہے ریت کی وہ دیوار جو حق کا راستہ بند کرتے کے لیے فولادی قلعہ سمجھ کر کھڑی کی جاتی ہے۔ مگر ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ اکابر پرستی کے کشتے ہیں کہ دعوے تو خوب کرتے ہیں مگر دلیل دینے سے بے جا رہے قاصر ہیں۔ مثلاً امام احمد رضا بریلوی پر ہر چھوٹا بڑا دیوبندی یہ تہمت ناحق رکھتا ہے کہ وہ انگریزوں کے طرفدار تھے، اُن کی حمایت کرتے تھے۔ یہ بہت ناک پہنچ اگر کائنات کی تاریخی صداقتوں تک پہنچ جائے تو وہ خود کشی پر آمادہ ہو جائیں۔ ہم نے بار بار دلائل طلب کئے لیکن دلائل اور ٹھوس ثبوت کی دنیا میں سب کے سب یتیم نظر آئے۔ مگر اپنی جھوٹی لچھے دار تقریروں اور خود ساختہ ومن گھڑت تحریروں اور لفظی بازی گری کے زور پر عوام کو گمراہی و ضلالت کے راستے بلکہ گڑھے میں ایک

دھکا اور دسے دیا جاتا ہے۔ مننا یہ بات آگئی اور کہہ دی ورنہ ہم کہہ رہے تھے کہ جب دیوبندیوں سے بات نہیں بنتی تو جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اکابر کو شیعوہ عقائد کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

قارئین کرام! اب ذرا ہمارے دلائل ملاحظہ فرمائیے اور پہاڑ صحابہؓ والوں سے خصوصی گزارش ہے کہ آپ سے توقع تو ہرگز نہیں مگر ہمارے دلائل اگر دل کو لگے ہیں یا اگلی صورت سے کچھ اثر پڑے تو ہماری آواز پر بلیک فزدر کہیے گا کہ ضمیر اگر زندہ ہو تو وہ اسی بات کا مقتضی ہے۔

پہلی بات یہ کہ روافض حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مبارک چہرے سے چلے آئے ہیں۔ عبداللہ بن سبار افضی اُسی دور کی پیداوار ہے۔ اور اسلامی توارکخ میں جا بجا ان کا ذکر ملتا ہے۔ کیا یہ کتب توارکخ مدرستہ دیوبند میں موجود نہ تھیں؟

دوسرے یہ کہ حضرت عونؓ الاعظم سیدہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب ”غنیۃ الطالبین“ میں روافض کے عقائد بیان کر کے ان کی حیثیت متعین کر دی۔ کیا یہ اکابر اس کتاب سے ناواقف تھے؟ تیسرے یہ کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے علاوہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی فیض و بلیغ اور توضیح و تشریح کے ساتھ عبارات موجود تھیں وہ آنکھوں سے کیوں غائب رہیں؟ خصوصاً محدث دہلوی کی ”تحفہ اثنا عشریہ“ تو ایک شاہکار و بے مثال کتاب ہے جو ہر اسلامی لائبریری کی زینت ہے۔ اکابر دیوبند کا سلسلہ شاہ ولی اللہ کے خاندان سے جوڑنے والو! بتاؤ کیا تمہارے یہ اکابر تحفہ اثنا عشریہ سے بے علم رہے؟

چوتھے یہ کہ آپ کی تحریروں میں امام ابن تیمیہؒ کے حوالے سے اکثر یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے شیعوں پر کفر کا فتویٰ دیا۔

کیا آپ کے اکابر امام ابن تیمیہ کے نام اور ان کی کتب سے بیگانہ ہے؟
 پانچویں یہ کہ مجدد ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
 العزیز کو کہاں سے وہ کتابیں میسر آگئیں جن کے حوالے اُن کے جواب
 و مبسوط فتوے ”رد الرفضہ“ میں ملتے ہیں۔ جو کتابیں بریلی میں پہنچ گئیں
 انہیں دیوبند کے مدرسہ تک پہنچنے میں کیا رکاوٹ پیش آتی رہی۔
 چھٹے یہ کہ جن کتب کے حوالے امام احمد رضا بریلوی نے ”رد الرفضہ“
 میں دیئے اُن کے نام دیوبندی کتب میں دیگر مسائل پر لکھی گئی عبارتوں
 میں جا بجا ملتے ہیں بتائیے وہ صفحات انہیں کیونکر نظر نہ آئے یا پڑھ کر
 کس لیے نظر انداز کر دیا اور وہی عبارت مولانا احمد رضا خاں کو کیسے نظر
 آگئیں۔

ساتھویں یہ کہ اُس زمانے میں اور پہلے بھی مغل بادشاہوں کے
 دور میں رافضی ایران سے برصغیر میں آئے۔ کتب تاریخ اٹھا کر دیکھ
 لیجئے۔ پھر خاص کر لکھنؤ کا علاقہ تو کٹر شیعوں کا گڑھ رہا۔ بڑے نامی
 گرافی شیعہ مجتہد لکھنؤ میں ہوئے اور آپ کے معتبر عالم مولوی عبد الشکور
 صاحب لکھنوی اُن کا مقابلہ کرتے رہے۔ انہیں کہاں سے شیعہ عقائد
 میسر آ گئے تھے کہ تقاریر کے علاوہ اپنے رسالہ ”النجم“ میں شیعوں کا مقابلہ
 کرتے رہے۔

آٹھویں یہ کہ اگر گنگوہی و تھانوی صاحبان ان کے عقائد سے بے خبر
 تھے تو ”فتاویٰ رشیدیہ“ میں یہ عبارت کیسے تحریر ہوتی رہی کہ رافضی
 خلفاء ثلاثہ کو کافر کہتے ہیں۔ یہ کس طرح درج ہو گیا۔ کیا انہیں اپنا
 لکھا پڑھا بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ کیا لکھ رہے ہیں اور کیا پڑھ رہے
 ہیں؟ اگر نہیں پتہ چلتا تھا تو دماغی خرابی ثابت ہوتی اور اگر پتہ چلتا
 تھا اور عقائد سے واقف بھی تھے تو پھر اُن کی نااہلی کے ساتھ ساتھ

آپ لوگ جھوٹے ہوئے یہ کہہ کر کہ ہمارے اکابر ہمک شیعوں رافضیوں کے عقائد کھل کر نہیں پہنچتے تھے۔ گویا آپ جھوٹے ہوئے اور گناہ کبیرہ کے مرتکب اور گناہ کبیرہ کا مرتکب بقول گنگوہی صاحب ملعون ہے اُسے امام مسجد بنانا حرام ہے۔

نویں یہ کہ مذکورہ پمفلٹ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی کتاب ”سراب فی ایران“ از ڈاکٹر احمد الافغانی کے حوالہ سے یوں درج ہیں :-

”آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ جو شخص شیعہ کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کفر کا مرتکب ہے“۔

آپ کے اکابر واقعی مجدد موٹ حنفی کہلاتے تھے درپردہ وہ ابن عبدالوہاب کی تعلیمات سے متاثر تھے جیسا کہ تو وہ سراج امت حضرت امام اعظم کے فتوے سے بے خبر رہے۔

دسویں یہ کہ اسی پمفلٹ کی یہ عبارت ہماری بھرپور تائید کر رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

”واضح رہے کہ روافض اور شیعوں کی تکفیر کا فیصلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے فقہاء اور محدثین کرام نے ان کے عقائد کفریہ کی بنا پر انہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ امام دارالہجرت امام مالک۔ ابن خرم اندلسی، امام شافعی، شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حنبلی، مجدد الف ثانی حنفی، شاہ عبدالعزیز حنفی، قاضی عیاض مالکی، ملا علی قاری حنفی، بحر العلوم حنفی اور اصحاب فتاویٰ میں سے صاحب فتح القدر

ابن ہمام، سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں دوسو علماء و
مفتیان کرام کا مرتب کردہ فتاویٰ عالمگیری کا فیصلہ، علامہ ابن عابدین
شامی کے فتویٰ کے بعد روافض کی تکفیر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا ہے۔
قِلَّكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

اب شرم و جہاد کا تقاضا یہ ہے کہ آئندہ اس بات کو زبان کے
قریب تک نہ پھٹکنے دیا جائے کہ ہمارے اکابر شیعہ عقائد سے بے خبر ہے۔
اس پمفلٹ کے آخری صفحہ پر لکھا ہے اور بطور عنوان لکھا ہے :-
”اپنی غیرت دینی کا ثبوت دیں۔“

نیچے پھر کچھ ہندو نصائح درج ہیں۔ اُن میں سے ہم صرف تین
درج کرتے ہیں۔

① شیعہ کے ہاتھ کے ذبح کیے جانور کا گوشت نہ کھائیں وہ

مردار ہے۔

(خیال رہے کہ شہنائی صاحب نے امداد الفتاویٰ میں شیعہ کے

ذبیحہ کو حلال لکھا ہے)

② شیعہ کی نماز جنازہ ہرگز نہ پڑھیں نہ اُسے اپنی نماز جنازہ پڑھنے دیں۔

(ربانی دارالعلوم دیوبند نے شیعہ کی نماز جنازہ کیونکر پڑھی)

③ شیعہ کو اپنی بیٹی کا رشتہ نہ دیں نہ شیعہ کا رشتہ لیں۔ یہ ناسخ ہے۔

دکنگوہی صاحب نے اپنے فتاویٰ اور شہنائی صاحب نے امداد الفتاویٰ

جلد ۲ میں اس کی اجازت کیونکر دی۔

ہے کوئی عقل و انصاف کا خوگر جو دیوبندی و بابی مولویوں سے عاقل

صرف اتنا ہی پوچھ لے کہ جو عقیدہ طرہی و خوشتری اور کلینی و غینی کی

بابت صریح کفر تھا وہ گنگوہی و شہنائی کی دہلیز پر آکر کس طرح عیسے

(حاشیہ صفحہ آئندہ)

ایمان بن گیا۔؟

- دوسروں کو غیرت دینی کا ثبوت دینے کی نصیحت کرنا والو!
 - ابو بکر و عمر کی عظمت پر جان دیے کا دعویٰ کرنے والو!
 - عائشہ صدیقہ کے دوپٹے کے تقدس کی قسمیں کھانے والو!
- اب تمہاری اپنی غیرت ایمانی کی آزمائش ہے، تمہارے حق و صداقت اور کذب و باطل کا امتحان ہے۔ اب بتائیے تمہیں گنگوہیؒ سقا فدی عزیز ہیں یا سیدائگوین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرٹنے والے وہ پاکباز نفوس جنہیں رب کریم نے ابدالاً بآباد تک جنت کی بشارتیں دیں اور رسول معظم نے صدیق و فاروق کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ ہم نے ایک امتحانی پرچہ تمہارے آگے رکھ دیا ہے۔ تمہاری غیرت ایمانی کی جانچ اور پرکھ کی یہی گھڑی ہے۔
- تمہیں اپنے اکابر عزیز ہیں یا صحابہ کرام۔ فیصلہ مٹنے کے لیے ہم گوش برآواز رہیں گے۔
- وَأَخِرُ دَعْوَاكَ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

سرپرست سپاہ صحابہ کرام

از: جناب سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب

گر گٹ ایک چھوٹا سا جانور ہے جو چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے کہتے ہیں یہ جانور اپنا رنگ بدلتا رہتا ہے، گھڑی میں کچھ پل میں کچھ۔ کبھی بھی اس کا رنگ ایک سا نہیں رہتا۔ اسی طرح جو شخص منتقل مزاج نہ ہو یا اپنے قول و فعل پر قائم نہ رہتا ہو بلکہ حالات کے تقاضوں کے پیش نظر آج کچھ کہے کل کچھ کہے، کبھی عداوت و دشمنی پر اُتر آئے، کبھی محبت و دوستی نبھاتے لگ جاتے، اس شخص کی مثال بھی اسی گر گٹ سے دی جاتی ہے۔ دنیوی معاملات میں جہاں اسلام کا حکم یہ ہے کہ حق بات کو مرتے دم تک حق اور باطل کو تادم آخر باطل کہو، دینی امور میں کچھ زیادہ ہی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اعمال و افعال میں کمی بیشی ہو سکتی ہے مگر عقائد میں کمی بیشی نہیں ہوا کرتی۔ دیکھئے رمضان المبارک میں روزے تیس بھی ہوتے ہیں اور انیس بھی۔ مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک اللہ کی بجائے دو چار مزید مان لیے جائیں اور ایمان میں فرق بھی واقع نہ ہو جن باتوں کا تعلق عقائد و ایمان اور اصول سے ہوگا ان میں کمی بیشی ہو ہی نہیں سکتی اللہ تعالیٰ جل مجدہ فرماتا ہے وَلَوْ قُلُوبُ الْحَقِّ بِالْبَاطِلِ يَعْنِي حَقِّ اور باطل کو آپس میں مت ملاؤ اور باطل کو حق کہہ کر دھوکہ نہ دو بلکہ حق کو ہمیشہ حق اور باطل کو ہمیشہ باطل کہو۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ آج ہم مرزا شیوں کو بے دین گمراہ اور کافر کہیں اور کل دین دار، ہدایت یافتہ اور مسلمان سمجھنے لگیں۔ تا وقتیکہ

وہ بقول موجودہ صدرِ صباہ صحابہؓ کے، پکارا فاضی تھا اور آج سے سال دو سال قبل بھی رافضی تھا تو اچانک ایک سال بعد وہ کس طرح سُنی کہلانے کا حقدار ہو گیا۔ کیا قبور میں بھی مذہب اور عقیدہ و ایمان کی تبدیلی ممکن ہے؟

ایک دیوبندی صاحب بڑے دُکھ اور درد سے فرماتے ہیں کہ اصوات کی اہم ضرورت تمام سُنی مکاتب فکر کو باہمی اختلافات بھلا کر باہم یکجا اور لکھنے ہو کر شیعیت کے خلاف کام کرنا ہے۔ مگر جوشِ عقیدت میں ہماری دُکھ بھری آہ پر غور نہیں فرماتے ہمارا صیغہ چیر کر نہیں دیکھتے اور صوبے سے بڑی بات یہ کہ اپنے اکابر کی کتب کو طعنے لگانا بھی گوارا نہیں کرتے۔ بس آنکھیں بند کر کے ان کا ایمان ہے کہ اُن میں حقائق و معارف کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں، دیکھنے کا تکلف پھر کس لیے۔ احمد رضا خاں کے خلاف جو کچھ لکھ دیا گیا ہے وہی سچ ہے اُس کی کتاب اُٹھانے کی تکلیف کون کرے۔ جب ہم باہمی اختلافات کی طرف توجہ مبذول کرانے کی کوشش کرتے ہیں تو بے جاتا دیلوں کے انبار سامنے رکھ دیے جاتے ہیں۔ ہمارا باہمی اختلاف آخر ہے کیا؟ کیا گیا رہویں اور چالیسواں نزاع کا باعث ہے، کیا صلوٰۃ و سلام اور ذکر بالجہر جھگڑے کی بنیاد ہے۔ کیا عرس و عید میلاد النبی و فساد کی جڑ ہے۔ نہیں۔ ان میں سے کوئی بھی نہیں۔

ہمارا اختلاف فروعی نہیں، ہمارا اختلاف اصولی ہے۔ ہمارا اختلاف یہ ہے کہ دیوبندی کُتب میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ اور سرکارِ سالکات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں توہین اور گستاخیاں پاٹی جاتی ہیں عبارتاً اُردو میں ہیں۔ مطلب و مفہوم واضح ہے، اور یہ مسئلہ اصولی مسئلہ ہے جب تک ان سے توبہ نہ ہوگی اُس وقت تک یہ اختلاف ختم نہیں ہو سکتا۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اب ہم دیوبندی بریلوی نزاع بھلا چکے ہیں۔ ہمارا جہاد اب صرف شیعہ کے خلاف ہے۔ مگر ہمیں یہ بات بھی قبول

کرنے میں ذرا دقت محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہ کارروائی یکطرفہ ہے، ممکن ہے آپ کے اختلافات اس نوعیت کے ہوں کہ جن کو بھلا یا جاسکتا ہو مگر آپ سے ہمارے اختلافات کچھ اس سطح کے ہیں کہ نظر انداز نہیں کیے جاسکتے ورنہ تو آپ میں اور ہم میں فرق کیا رہ جائے گا۔

کل تک ہم تنہا "س" کی عبارات کی دھجیاں اڑاتے رہے تو کیا آج ہم اُن دھجیوں کو جوڑنے اور طانے بیٹھ جائیں گے۔ کل تک ہمارے نزدیک براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی عبارات ایمان کا خاتمہ کر دینے والی تھیں تو کیا آج وہ عبارات ایمان و یقین میں اضافہ کرنے والی بن جائیں گی۔ نہیں اور کبھی نہیں۔ وہ عبارات کل بھی باطل تھیں آج بھی باطل ہیں اور تا قیامت باطل ہی رہیں گی۔ اور پھر ہمیں اپنے ساتھ چلانے سے قبل فرا ہمارے بارے میں کچھ فیصلہ تو کر دیجئے کہ ہم اللہ و رسول کے دین والے ہیں یا رضا خانی دین والے۔ ہم سنی ہیں یا رافضی، مسلمان ہیں یا مشرک۔ کیا سال دو سال قبل والی تقریریں آپ نے بھل ڈالی ہیں، اس وقت تو بڑے شد و مد سے ہمیں انگریزوں کا ایکٹ اور رافضی کہا جاتا تھا آج بھی تو ہمارے عقائد وہی ہیں، آپ کا فتویٰ کیوں بدل گیا؟ کیا کل آپ اپنے اکابر کی کارگزاریوں پر پردہ ڈالنے کے لیے اتنا بڑا جھوٹا پروپیگنڈا کر رہے تھے؟ جس احمد رضا کو کل تک آپ مرزا غلام قادر لے دجو غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا، کا شاگرد بتاتے رہے۔ آج وہ آپ کی دلیل کیا ہوئی۔ آج اُس احمد رضا

لے یاد رہے کہ جس مرزا غلام قادر سے اعلیٰ حضرت نے کچھ تعلیم حاصل کی۔ وہ مرزا قادیانی کے بھائی ہرگز نہیں تھے یہ سب ان دیوبندیوں کی فریب کاریاں ہیں۔ محض نام کی مشابہت ہے، جس کی تفصیل سے تردید مولانا حسن علی رضوی صاحب اور مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے اپنی کتب میں کر دی ہے۔

وہ کفر یہ عقائد سے توبہ نہ کر لیں۔ لیکن آج ہم آپ کا تعارف ایسے حضرات سے کراتے ہیں جو کل تک تو ہمیں مشرک، بے دین، گمراہ، بدعتی، انگریزوں کے ایجنٹ اور رافضی کہتے تھے اپنی زبانیں گھسا چکے تھے مگر آج ہم بغیر توبہ کیے اور انہی عقائد پہ قائم رہتے ہوئے ایک دم اُن کو مٹوحد، ایماندار اور سچے بچے سُنی دکھائی دینے لگے ہیں۔

کل تک وہ ہمیں چیخ مچ کر کہتے تھے کہ آپ کا اور ہمارا راستہ الگ الگ ہے، راہیں جدا جدا ہیں، اختلافات اصولی ہیں، عقیدے متفاوِت ہیں مگر آج اُس سے بھی زیادہ بلند آواز میں ہمیں اپنا بھائی قرار دے رہے ہیں۔ کل تک وہ لوگ بڑے علم خیز، جادہ حق پر چلنے والے اور ہم اُن کے خیالات فاسدہ کے مطابق باطل کی تار تک راہوں میں کھوٹے ہوئے، وہ قرآن و سنت پر عمل پیرا اور ہم میرا نیچے اور سنی الملک کے اشعار الاپنے والے، وہ اللہ و رسول کے دین پر کار بند اور ہم رضا خانی دین کے مداح، وہ خدا پرست ہم قبر پرست، وہ فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرنے والے اور ہم مُردوں کا کفن اُتارنے والے، کل تک وہ ہماری اقتدا میں نماز پڑھنے سے گریزاں، ہم نافرمانی لگائیں تو اُن کی جانب سے شرک و بدعت کے تیروں کی بوچھاڑ کیا رہیں شریف برائے ایمانِ ثواب ہو تو خنزیر کی طرح حرام حرام کی گردانیں، علم غیب بہ عطا ئے الہی بھی صریح مشرک اور آج۔ آج یہ سب باتیں طاق نیاں کے حوالے کر کے نعرہ لگایا جا رہا ہے۔

”دیوبندی بریلوی بھائی بھائی“

جب عقائد میں اس قدر تفاوت اور بُعد ہو تو بھائی بھائی کیسے بن گئے حنفی اور سُنی زبان سے کہا اور بات ہے اور عقائد و افعال سے ثابت کرنا اور بات ہے۔ پہلے دیوبندی اور بریلوی شاید دیوبند اور بریلی کے رہنے والوں کو کہا جاتا ہو مگر آج یہ مستقل نظریے بن چکے ہیں۔ اب عقائد کے لحاظ سے دونوں میں فرق کیا جائے گا۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ دیوبندی حضرات یہ نعرہ کیوں

لگا رہے ہیں، اپنی کانفرنسوں میں نعرہ رسالت محمد رسول اللہ کا جواز کہاں سے پیدا کر لیا گیا ہے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرام میں سے کسی نے یہ نعرہ لگایا تھا؟ یا دیوبندی بریلوی بھائی بھائی کا نعرہ کس حدیث سے ثابت ہے؟ کیا دیوبندیوں کے عقائد میں تبدیلی آگئی ہے یا بریلویوں نے دیوبندیت کو اپنایا ہے۔ آخر نعرہ ”دیوبندی بریلوی بھائی بھائی“ کا اجر لو کس طرح کر لیا گیا ہے۔ وجہ کیا ہے؟ بات کیا ہے؟ راز کیا ہے؟ راز ہم بتائے دیتے ہیں۔ گر گٹ مزاجی۔ جی ہاں! جس نے بھی گر گٹ کا مزاج پالیا پھر اُس کا ایک ہی رنگ پر جے رہنا بعد از قیاس ہے۔ ”سپاہ صحابہ“ کے موجودہ سرپرست اور ان کے دیگر ساتھی دیوبندیوں کے نزدیک کل تک احمد رضا خاں انگریزوں کا ایجنٹ تھا، لیکن آج برہنہ مصلحت وہ انگریز کا دشمن ہے۔ کل تک احمد رضا خاں بریلوی پکارا فاضی تھا آج اُسے کٹر اُستی کہا جا رہا ہے، کل کے مشرک اعظم آج کے مؤمن و عظیم ہیں، کل جو ہمارے پیچھے نماز پڑھنے سے بھاگتے تھے آج اعلانیہ کپڑ کر رہیں آگے کھڑا کرتے ہیں، کل تک گیارھویں شریف خنزیر کا گوشت تھی آج مل کر کھا لینے کو میوہ قرآن میں دیا جاتا۔ کل تک یا رسول اللہ کا نعرہ مشرک تھا آج کانفرنسوں میں یا رسول اللہ، محمد رسول اللہ دونوں نعرے لگ رہے ہیں لیکن کسی دیوبندی کی اس مشرک کے خلاف زبان تک نہیں اُٹھتی۔ کل تک احمد رضا خاں بریلوی اور اُن کے خلفاء بے دین، گمراہ اور منال و مضل تھے آج ”سپاہ صحابہ“ والے حضرت اُن کے ناموں پر ”رحمۃ اللہ علیہ“ لکھ رہے ہیں۔

اے امام احمد رضا! تجھے ہمارا سلام ہو تو نے بدترین دشمنوں بھی اپنے نام پر ”رحمۃ اللہ علیہ“ لکھوایا۔

یہ ہے وہ گر گٹ مزاجی اور بدبودار عتیدہ کہ لمحہ لمحہ اپنا رنگ دبو بدلتا رہتا ہے۔ وہ احمد رضا جو ۱۹۲۱ء میں اس دارِ فانی سے رخصت ہو گیا

تن من دھن کی بازی لگادی گئی، شیعوں کی اختلاف ختم کرنے کا جھانسا دیا گیا، بڑھ چڑھ کر روپیہ پیسہ لٹایا گیا، کہیں لائبریریوں کے نام پر جیبیں بھری گئیں کہیں مدرسوں کی آڑ میں پاکٹیں گرم ہوئیں، کہیں امام باڑوں کے لیے لاکھوں کی تھیلیاں اچھال دی گئیں، اعزض جس طرح اور جیسے ممکن، تھا شیعیت کی ترویج و ترقی کے لیے قربانیاں دی گئیں۔ اور ادھر ہمارے سنی بھائی اتنے متاثر ہوئے کہ خفیہ صاحب کا نام چھپنے لگے۔ کھوکھلے اسلامی دعووں پر یقین کر لیا۔ لیکن انھوں نے کاندھ کی تارکیوں اور غفلت کو جانک کر دیکھنے کے لیے ان بے چاروں کے پاس نہ بھارت سے نہ بہیرت۔ ہمیں اپنے سنی بھائیوں سے سخت شکوہ ہے کہ وہ محض اعمال و افعال ہی کو سارا دین سمجھ بیٹھے ہیں۔ عقائد و ایمان کی اہمیت و حیثیت کو یکسر بھلا دیا۔ حالانکہ اعمال کی مقبولیت کا دار و مدار عقائد کی درستی پر ہے۔ بصورت دیگر آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور ہمیں یہاں یہ بات کہہ دینے میں بھی کوئی عار نہیں کہ ملک کے سربراہوں کو پہلے مذہب سے واقفیت حاصل کرنی چاہیے، بزرگان دین کی کتب سے استفادہ کرنا چاہیے۔ آج کے مولویوں پر اعتبار نہ سہی کیا چودہ سو سال کے سارے آئمہ کرام معاذ اللہ محض طائے کلوانے تھے، تمام سابقہ علمائے احناف کی کتب بحمد اللہ موجود ہیں۔ ان میں صاف موجود ہے کہ جو قوم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر دن رات تہرے بکتی ہو اُس سے میل جول، اٹھنا بیٹھنا اور محبت و دوستی کا اظہار مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ ہمیں سخت افسوس ہوتا ہے کہ آج کے سربراہ دینی معاملات میں بہت پیچھے ہیں۔ انہیں پتہ ہی نہیں کہ اسلام میں رواداری کا مطلب و مفہوم کیا ہے، اپنے پروٹوکول پر قدم بہ قدم کاربند نظر آئیں گے مگر اسلام نے جو پروٹوکول عطا فرمایا ہے وہ بالائے طاق کہ کر بندوں کو خوش کرنے پر مجبور ہیں۔ ان سربراہوں کو پتہ ہی نہیں کہ کس کا جنازہ پڑھنا ہے کس کا نہیں پڑھنا، کس کے مزار پر جانا ہے اور کس کی قبر

سے بچنا ہے۔

واسے ناکامی متابع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ نایاں جاتا رہا

ہم ان سربراہانِ مملکت کی خدمت میں فقط اتنی گزارش کرتے ہیں کہ عزت دنیا کے بادشاہوں کے ہاتھ میں نہیں عزت تو اس احکم الحاکمین کے دستِ قدرت میں ہے جس نے تمام مخلوق میں اپنی بے شمار نعمتیں بانٹ رکھی ہیں، عزت تلاش کرنی ہے تو صرف اس سے تلاش کیجئے جو تمام جانوں کا پالنے والا ہے۔

بات کچھ دُور نکل گئی۔ عرض یہ کیا جا رہا تھا کہ ایک دیوبندی صاحب فرماتے ہیں کہ مرنے والے مر کھپ گئے، انہیں بھول جائیے اور شیعوں کے خلاف کام کرنے کے لیے ہمارے ساتھ ہو جائیے۔ جناب دیوبندی صاحب اللہ کا شکر ہے کہ ہم میں بے شمار ایسے افراد موجود ہیں جو بڑھ چڑھ کر شیعیت کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ مگر مر کھپ جانے والوں کو معاف کر دیا جائے تو پھر آپ پیادہ صحابہ و آلے خود یعقوب کپنی، ملا باقر مجلسی، نور علی طبرسی، نور اللہ شوحتری اور حجتی صاحب کی کفریہ عبارات پر کیونکر گرفت کرنے ہو وہ بھی تو مر کھپ گئے ہیں انہیں معاف کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ گڑے مَر دے اُکھاڑنے سے کیا فائدہ۔ تو جس طرح کا جواب آپ دیں گے وہی جواب ہمارا سمجھیے۔

بہر حال توحید کی آڑ میں جس طرح آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کی توہین و تنقیص اور گستاخیاں تقریر و تحریر کرتے آئے ہیں اور کر رہے ہیں وہ کسی صورت نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں۔ ہماری دینی غیرت و حمیت یہ گوارا نہیں کرتی کہ آپ سے دوستی کی پینگیں بڑھائی جائیں۔ ہمارے نزدیک جو قرآن مجید کو محرف شدہ اور نامکمل کہے، صحابہ کرام

کو مولانا کہا جا رہا ہے، رحمۃ اللہ علیہ کہا جا رہا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ تقیہ بازی میں دیوبندی حضرات شیعوں کو بھی کوسوں پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ بلکہ تقیہ کی دولت تو بڑی فراوانی سے ان دیوبندیوں کے گھر میں بھی موجود ہے۔ اس فن میں ان کو ہمارے نامہ حاصل ہے۔

جن اکابر علمائے دیوبند کی کتب میں تو ہمیں آمیز کلمات پائے جاتے ہیں اور جن پر علمائے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے علاوہ برصغیر کے جید ترین علماء بھی فتویٰ کفر صادر کر چکے ہیں وہ اکابر آپ کے نزدیک حجۃ الاسلام، قائم العلوم والخیرات، قطب الاقطاب، حکیم الامت اور شیخ الاسلام کا درجہ رکھتے ہیں۔ بتائیے آپ اور ہم کس طرح بھائی بھائی بن سکتے ہیں۔

آپ کہتے ہیں کہ ان عبارت میں ایمان کی ایسی حلاوت ہے کہ رُوح خوش ہو جاتی ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک وہ عبارت صریح کفریہ ہیں اور ہم بار بار کہتے ہیں کہ وہ عبارت دیوبندی بریلوی سے ہٹ کر کسی عیسائی یہودی کے آگے رکھ دیجئے جو اردو اور اُس کی دیگر ضروریات و لوازمات سے واقف ہو، دیکھئے وہ کیا فیصلہ کرتا ہے۔

ہمارا فتویٰ ہمیشہ سے ایک تھا، ایک ہے اور ایک رہے گا۔ ہم گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے نہیں۔ آپ لوگ جہاں جس قسم کا ماحول دیکھتے ہیں وہی رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔

جب تک شیعوں کے خلاف ”پہاڑی“ کی سیاسی تحریک نہیں چلی تھی اُس وقت تک ہم بے ایمان، مشرک، بدعتی اور رافضی تھے لیکن آج اُسٹی عقائد کی موجودگی میں آپ ہی کے نزدیک پکے سچے مومن، سنی اور موقد ہیں۔

لے دیوبندیوں اور شیعوں میں سیاسی اختلاف ہے وگرنہ مذہبی حیثیت میں دونوں برابر ہیں۔ مزید وضاحت کیلئے مولانا حسن علی رضوی صاحب کا پمفلٹ ”غلامی کا ازالہ“ پڑھیں (ادارہ)

آپ کی اس گرگٹ مزاجی پر حیرت کے سمندر میں ڈوب ڈوب جاتے ہیں۔
 دو تین سال قبل تک تو موجودہ صدر سپاہ صحابہؒ احمد رضا خاں بریلوی کو مرزا
 غلام احمد قادیانی کا ہم خیال ثابت کر لے کے لیے پیدائش اور وفات کی تاریخوں
 میں مماثلت پیدا کر کے طعن و تشنیع و تشدد کی آگ بھڑکا رہا تھا آج خود ہی اُس
 آگ پر پانی کس لیے ڈالا جا رہا ہے۔ موصوف ایک تقریر میں فرماتے ہیں کہ مرزا
 پیدا ہوا ۱۸۳۲ء میں اور مراد ۱۹۰۸ء میں، جبکہ احمد رضا خاں پیدا ہوئے ۱۸۵۶ء
 میں اور وفات پائی ۱۹۲۲ء میں۔ اور کہا کہ دیکھئے دونوں کی پیدائش اور وفات
 میں چودہ چودہ سال کا فرق ہے۔ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَذَّابِينَ۔ ہم ڈکے
 کی چوٹ پہنتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی
 قدس سرہ العزیز کی وفات ۱۹۲۱ء میں ہوئی۔ فاروقی صاحب کا ۱۹۲۲ء
 بتانا صریح اور جیتا جاگتا جھوٹ ہے۔

انگریزوں کے ہی بتائے ہوئے فارمولے پر اب تک آپ عمل کر رہے
 ہیں جیسا کہ ٹاڈوی صاحب وغیرہ بھی آپ کو یہ سبق یاد کرا گئے ہیں کہ جھوٹ اس قدر
 بولوکہ اُس پر سچ کا گمان ہونے لگے۔

ایک اور دیوبندی صاحب فرماتے ہیں کہ اب لکھنے والے دنیا سے گزر گئے،
 مرکب گئے گڑے مڑے اکھاڑنے سے کیا فائدہ؟ جو کام ہے اب کرنے کا۔
 وہ کیجئے۔ دیکھئے سیر عام مبروں پر صحابہ کرام پر تبر ابازی ہوتی ہے۔ یہ ہوتا ہے وہ
 ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہیں اس بات کا مکمل احساس ہے کہ جب سے خفیہ صاحب
 گھوم گھا کر واپس آئے ہیں اور انہیں پورے ملک کی سربراہی حاصل ہو گئی تو
 انہوں نے جی بھر کر شیعیت کے فروغ کے لیے کام کیا۔ بظاہر اصلاحی، انقلاب کی
 آڑ میں وہ کھیل کھیل گئے کہ بے شمار مادہ لوح مسلمان اُن کی چکنی چٹری باتوں
 میں پھنس کر رہ گئے۔ خفیہ طور پر بھی اور اعلانیہ بھی دوسرے ملک کی تنظیمیں یہاں
 بھی بنائی گئیں، رسائل و جرائد جاری کیے گئے، اپنے مصلک کے فروغ کے لیے

آج اچانک مسلمان کیسے ہو گئے۔ ہمارے عقائد میں جب فرق ہی نہیں پڑا تو مسلمان کیسے ہو گئے۔ بس ہمارا مدعا فقط اتنا ہے کہ ہم اپنی ملت و قوم پر اس بات کو واضح کر دیں کہ آپ کل سچے تھے یا آج سچے ہیں؟

سپاہ صحابہ والو! ہم آپ کا مستفاد رقیہ دکھانا چاہتے ہیں۔ آپ ہمیں مشرک کہیں تو کیا ہم آنکھیں بند کر لیں، آپ ہمیں رافضی کہیں تو کیا ہم زبانوں کو مقفل کر دیں۔ آپ ہمیں ننگی گالیاں دیں ہم برداشت کر لیں گے مگر آپ ہمیں رافضی کہیں۔ ہم برداشت نہیں کریں گے۔

ہم سر پرست سپاہ صحابہ سے پوچھتے ہیں کہ کل تک جو ہمیں رافضی کہا جاتا رہا کیا وہ قرآن و سنت کی روشنی میں کہا گیا یا محض گہیں تھیں۔ اگر قرآن و سنت کی روشنی میں تھا تو آج قرآن و سنت کے خلاف ہمیں متنی کیونکر کہا جانے لگا ہے۔ جو عقیدہ قرآن و سنت میں کفریہ ہو، مشرکانہ جو وہ ہمیشہ کفریہ مشرکانہ رہے گا۔ آج سے پانچ سال قبل ہم جن عقائد کی بناء پر رافضی تھے۔ پانچ سال بعد قرآن کی کس نص سے ہم متنی بن گئے ہیں؟

مرزا غلام احمدؒ میں بھی کافر تھا اور آج بھی کافر ہے، تا قیامت پکا کافر رہے گا۔ اگر ضیاء الرحمن صاحب کے نزدیک احمد رضا کل تک رافضی تھا تو اب ایک دم وہ "رحمۃ اللہ علیہ" کیسے ہو گیا۔ اگر آپ خود سنیں کہتے تو اپنے کارکنوں کو ایسا کرنے کی اجازت کس لیے دے رکھی ہے جب یعقوب کلینی، باقر مجلسی اور دیگر اکابرین شیعہ کے ناموں پر رافضی ہونے کی وجہ سے رحمۃ اللہ علیہ نہیں لکھا جاتا وہاں احمد رضا خاں جو بقول آپ کے رافضی تھا اس کے نام پر رحمۃ اللہ علیہ چہ معنی وارد کیا یہ بات اسلام میں جائز ہے کہ ایک رافضی کو کافر کہا جائے اور دوسرے رافضی کے نام پر رحمۃ اللہ علیہ لکھا جائے۔

فاروقی صاحب! ہمارے پاس آپ کی تقریر کی ایک کیسٹ محفوظ

ہے۔ یہ جھنگ کی تقریر ہے۔ ذرا اپنی تقریر کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔
 ”مولوی احمد رضا کے باپ کا نام تھا مولوی تقی علی، دادے کا نام
 تھا مولوی کاظم علی، پر دادے کا نام تھا مولوی تقی علی، یہ علیحدہ بات ہے
 کہ یہ نام شیعوں والے ہیں یا شیعہ والے ہیں؟ میرے پاس تائیس دلیلیں
 ہیں کہ احمد رضا بریلوی رافضی تھا۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ میرے چیلنج کو قبول
 کریں کہ احمد رضا بریلوی رافضی تھا۔“
 اب دیوبندی بریلوی بھائی بھائی کا نعرہ لگاتے ہیں جبکہ اس

تقریر میں یہ نعرہ بھی موجود ہے۔
 ”شیعہ بریلوی بھائی بھائی، شیعہ بریلوی بھائی بھائی“
 یہی سرپرست ”سپاہ صحابہ“ جو اب بریلویوں کو بطور تہیہ بھائی کہتے
 ہیں ان کی تقریر کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیں۔
 ”ہم تمہیں کہیں مانیں جناب کہ تم اہل سنت کی اولاد ہو تم تو خود شیعہ
 کی اولاد ہو۔“

آج جو یہ سرپرست صاحب اپنے پمفلٹوں اور تقریروں میں فرماتے
 ہیں کہ دیوبندی بریلوی جھگڑا کوئی جھگڑا نہیں، بریلوی ہمارے بھائی
 ہیں ان کی تقریر کے یہ الفاظ غور سے پڑھیں۔
 ”میرا چیلنج قبول کرنے کی جرأت کسی احمد رضا خاں کے حلالی بیٹے
 میں نہیں۔“

اس اُردو تقریر میں ایک موقع پر جب سامعین کی طرف سے یہ نعرہ
 لگا۔ ”بریلویوں پر لعنت ہے شمار“ تو موصوف پنجابی میں فرماتے گئے۔
 ”ان پر لعنت تب بھی جب لعنت خود ہی نہ جارہی ہو۔ ان پر تو لعنت

پر تبرے بازیاں کرے وہ بھی قابلِ نفرین ہے اور جو اللہ و رسول و جملِ مجدہ و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں شجری زبان استعمال کرے وہ بھی لائقِ ملامت ہے۔ یہیں اللہ اور اس کے رسول کی عزت و عظمت ہر چیز سے مقدم ہے۔

تنبیہ کچھ طوالت اختیار کر گئی ہے۔ آدم بر سرِ مطلب ”سپاہِ صحابہ“ کے موجودہ سرپرست ضیاء الرحمن فاروقی صاحب جن کو ان کے عقیدت مند مؤرخ اسلام کہتے ہیں، پہلے بھی سنبھالے نہیں سنبھلتے تھے اب تو ماشاء اللہ ”چھٹے“ بھی پڑ گئے ہیں۔ تو یہ صاحب دراز عرصہ تک اہل سنت و جماعت کے خلاف سخت زبان استعمال کرتے رہے۔ اہل سنت کی مقتدر شخصیات خصوصاً اعلیٰ حضرت فاروقی بریلوی پر گالیوں کی بارش برساتے رہے۔ ”ہتائل کا التزام بہت کیا گیا۔ ایک یہ کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔ انہیں فاروقی صاحب، میر جعفر، میر صادق اور مرزا قادیانی کی صف میں شمار کرتے تھے اور دوسرا یہ کہ مولانا احمد رضا خاں حنفی نہیں تھے بلکہ رافضی تھے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

اسی دنوں اردو بازار لاہور کے ایک کتب خانہ میں ڈاکٹر خالد محمود صاحب دیوبندی کی کتاب ”مطالعہ بریلویت“ پر بھی نظر پڑی جس کی تین جلدیں آچکی ہیں۔ اس کی ایک جلد میں وہی پرانے احسان الہی ظہیر کی ”البریلویہ“ والے مضامین اس میں درج کر دیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب ”غلط فہمی نہ ہو“ کا عنوان دے کر لکھتے ہیں :

مولانا احمد رضا خاں کی اس دبی خبیثیت میں یہ وہم نہ ہو کہ اگر آپ شیعہ ہوتے تو شیعوں کے خلاف ردِّ الرفضہ نہ لکھتے اس میں آپ نے تمام شیعوں کو کافر کہا ہے اور اپنے آپ کو حنفی ظاہر کیا ہے، اس غلط فہمی سے بچنے کے لیے آپ شیعہ مجتہد قاضی نور اللہ شوستری (۱۰۱۹ھ) کے مندرجہ ذیل بیان

پر غور کریں۔ ایسے لوگوں کی کبھی کمی نہیں رہی۔

”چونکہ علامہ شیخ اصحاب شقا و شقاق کے طویل غلبے اور اہل تغلب و نفاق کے برسرِ اقتدار ہونے کے باعث ہمیشہ گوشہ تقیہ میں چھپے اور مخفی رہے ہیں اس لیے وہ اپنے آپ کو شافعی یا حنفی ظاہر کرتے رہے ہیں۔“
(مجالس المؤمنین جلد ۱ صفحہ ۱۲)

آگے صفحہ ۲۰۵ پر لکھا ہے :-

”اس پس منظر میں جب ہم مولانا احمد رضا خاں اور ان کے مسلکی نظریات پر غور کرتے ہیں تو ان کی بات یہی سامنے آتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اندر سے ہرگز ہرگز اہل سنت میں سے نہ تھے۔“

دیگر دیوبندی مولوی بھی اس الزام اور بہتان کو وقتاً فوقتاً دہراتے رہتے ہیں۔ البتہ ”سپاہ صحابہ“ کے وجود کے آنے کے بعد رفتہ رفتہ یہ بہتان معدوم ہو رہا ہے۔ لیکن وقتی طور پر کسی چیز کا دب جانا یا اس کے متعلق زبان نہ کھولنا اور بات ہے، اس کے متعلق ان کا عقیدہ کیا ہے، دل میں سمجھتے کیا ہیں، یہ دوسری بات ہے۔ آج مرزاہوں کے خلاف کوئی بھی نہیں بولتا۔ تو کیا اس کا مطلب یہ سمجھ لیا جائے کہ ہم انہیں مسلمان جاننے لگے ہیں۔ یعنی جس خد و خد سے پہلے انہیں ننگا کیا جاتا تھا اور اسلام کا دفاع کیا جاتا تھا اس طریقے سے اب ضرورت بھی نہیں رہی۔ تو اس کا معنی اور مراد یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہم ان کے خلاف ہی نہیں رہے۔

ہم ”سپاہ صحابہ“ سے فقط یہ پوچھتے ہیں کہ وہ ہمارے خلاف زبان تو نہیں اٹھاتے مگر دل سے کیا سمجھتے ہیں۔ اگر کہیں کہ مسلمان! تو دنیا کے صوبے بڑے جھوٹے یہ لوگ ہوں گے۔ کیونکہ کل تک ہم رافضی اور بدعتی تھے

بلکہ صرف حقانیت مقصود ہے۔

سوالات نہایت صاف ستھرے، منجیدہ اور واضح بیان کیے جا رہے ہیں ان کے جوابات بھی اسی طرح نہایت واضح اور روشن ہوں، جوابات میں غلط جھنجھلاہٹ، جذباتیت اور تنفر کی آمیزش ہرگز نہ ہو۔ خیال رہے کہ جس ترتیب سے سوالات درج ہیں، عین اسی ترتیب سے جوابات بھی تحریر فرمائے جائیں۔

مناسب ہے کہ آپ کی تقاریر (یا کسی ایک تقریر) میں جناب احمد رضا خاں بریلوی کو پیش پچھیں وجوہ سے مضبوط دلائل کے ساتھ شیعہ ثابت فرمایا ہے تو
① پہلا سوال یہ ہے کہ کیا واقعہ کسی تقریر میں آپ نے احمد رضا خاں بریلوی کو دلائل حق سے شیعہ ثابت فرمایا ہے؟

② دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر واقعی آپ نے انہیں شیعہ ثابت کیا ہے تو کیا اس سے قبل آپ کے اکابر علمائے دیوبند میں سے بھی کسی نے ان کو شیعہ ثابت کیا ہے یا پہلے فرد آپ ہیں جن کو احمد رضا خاں بریلوی کے اصل عقیدے کا انکشاف ہوا؟

③ تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر اکابر علمائے دیوبند میں سے کسی نے پہلے شیعہ ثابت کیا ہے (کہ جس کو بنیاد بنا کر آپ نے دلائل دیے ہیں) تو ان علماء کے اسمائے گرامی کیا ہیں اور کس کتاب میں یہ ثبوت موجود ہے؟

④ چوتھا سوال یہ ہے کہ اگر اس سے قبل اکابر علمائے دیوبند میں سے کسی ایک نے بھی انہیں شیعہ قرار نہیں دیا تو اس کی کیا وجوہات تھیں؟
تحریر فرمائیں (یہ اکابر بھی ایک شیعہ کو کافر نہ کہہ کر کسی فتوے کی زد میں ہوئے)

⑤ پانچواں سوال یہ ہے کہ اگر آپ نے ہی سب سے پہلے انہیں شیعہ کہا ہے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں چند ایک مضبوط دلائل آپ کے

تیزی نہیں دکھائی۔ جذبات سے کام نہیں لیا بلکہ بہت انتظار کیا۔ ہر طرف سے جب مکمل مایوسی کا شکار ہوئے تو اب یہ سوالات اشاعتی صورت میں آپ کے سامنے موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

جناب ضیاء الرحمن فاروقی صاحب رسرپٹ اعلیٰ سپاہ صحابہ پاکستان کے نام

محمد بنی صلی و علیہ وسلم دسولہ الکرم۔ وعلیٰ
آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین ۵

اما بعد۔ آپ ایک دراز عرصہ تک رتبہ بریلویت میں تقریریں فرماتے رہے ہیں جن کو آپ کے حلقے میں خاص ذوق و شوق سے سنا اور پسند کیا جاتا رہا۔ اس وقت سپاہ صحابہ سے وابستگی کی وجہ سے آپ صرف رتبہ شیعیت کے بارے میں اظہار خیال فرماتے ہیں اور بظاہر کسی اسٹیج پر آپ بریلویوں کے خلاف بیان کرنے سے گریز فرماتے ہیں۔ شاید کبھی کہیں جذبی طور پر یا اپنے مخصوص حالات اور حلقے میں ان کے خلاف اب بھی بولتے ہوں گے مگر بالعموم ایسا دیکھا نہیں گیا۔ لیکن ایک بات تو واضح ہے کہ جس دور میں آپ بریلویوں کے خلاف جو کچھ بیان فرماتے رہے ہیں وہ اب بھی آپ کے نزدیک درست اور صحیح ہوگا۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اُس وقت کا اپنا کہا ہوا اس وقت آپ خود ہی جھٹلا دیں۔ جس چیز کو آپ نے اُس وقت حق سمجھا تھا وہ اب بھی آپ کے نزدیک ٹھہرے گا نہ کہ باطل قرار پائے گا کیونکہ اس وقت بھی آپ اُسی مسلک و سرب سے وابستہ ہیں جو شروع سے آپ نے پسند فرمایا۔

اگر آپ کے سابقہ دور کی روشنی اور موجودہ رقبے کے حوالے سے سوالات کی صورت میں چند ایک معروضات پیش کر دی جائیں تو یقین ہے کہ آپ کی طبع نازک پر مار گراں نہیں گزرے گا۔ بخدا بندہ کو افتراق و انتشار اور فتنہ و شر مطلق نہیں

⑪ گیارہواں سوال یہ ہے کہ اب آپ کا عقیدہ اُن کے متعلق بدل چکا ہے یا وہی ہے

(الف) اگر وہی ہے تو شیعہ ہونے کی وجہ سے آپ انہیں کافر کیوں نہیں کہتے؟

ج (ب) اگر عقیدہ بدل چکا ہے تو آپ اس کا برعبر منبر اعلان کیوں نہیں فرماتے؟ (یعنی پہلے تو میں احمد رضا خاں کو شیعہ کہتا تھا، اب میں نے توبہ کر لی ہے، وہ شیعہ نہیں تھے بلکہ صحیح سنی العقیدہ مسلمان تھے، میرے کہنے کو درست نہ سمجھا جائے)

ج (ج) اگر وہ سنی العقیدہ مسلمان تھے تو آپ انہیں شیعہ مگر یا کافر کہہ کر کیا خود اپنی تکفیر نہیں کر گئے؟

ج (د) اس وجہ سے آپ پر سر عام توبہ ضروری تھری یا نہ؟
درج بالا گیارہ سوالات کا مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ آپ کے سوال کا یہ پہلا مرحلہ ہے اگر آپ نے سنجیدگی سے جوابات دے دیے تو سوالات کا ایک مرحلہ ابھی اور بھی باقی ہے۔ جو آپ کے اکابر علما نے دیوبند کے شیعہ نقطہ نظر پر مبنی ہوں گے۔ امید ہے کہ درج بالا سوالات کے جوابات آپ انتہائی ذمہ داری سے عنایت فرمائیں گے۔ جوابات میں کسی قسم کی لاگ پٹ اور لہجہ نہ پایا جائے۔ سوالات کے اندر دو باب، جزو کے بھی اسی طرح (د)، (ب) لکھ کر جوابات ارشاد فرمائے جائیں۔ یعنی پوائنٹ ٹو پوائنٹ

(Point to Point)

خاص نوٹ | "میں اب دیوبندی بریلوی نزاع سے کنارہ کش ہو چکا ہوں" آپ کا یہ عذر عذرِ گناہ بڑا رنگا

کے مصداق قطعی طور پر قابل قبول نہ ہوگا۔ جواب سے اگر گریز فرمایا گیا تو چار دفعہ مزید اس کی کاپیاں ارسال کی جائیں گی پھر بھی جواب نہ دیا گیا تو ان سوالات

کی اشاعت پر پھر آپ کو ناراضگی کا اظہار بھی نہیں کرنا چاہیے۔
 اس کے بعد ہم اتنا عرض کر دیں کہ الحمد للہ ہم کچے اور سچے حنفی اہل سنت
 و جماعت ہیں اور ہمارا عقیدہ رافضیت کے متعلق وہی ہے جس کو اعلیٰ حضرت فاضل
 بریلوی قدس سرہ نے ردالرفضہ میں پیش فرمایا ہے۔ ہم نے ان کے باطل عقائد
 کا ہمیشہ رد کیا ہے۔

ہمارا ایمان یہ ہے کہ اگر اعلیٰ حضرت نے روافض پر گرفت فرمائی تو وہ
 بھی درست تھی لہذا اگر آپ کے اکابر پر فتویٰ جاری کیا تو وہ بھی درست تھا۔
 وہ اپنے پرانے، چھوٹے بڑے سرکاری غیر سرکاری، عوام اور خواص میں بلا تمیز
 گرفت فرماتے تھے یہی ان کا طرہ امتیاز ہے۔ آپ ان کو کبھی رافضی نہ کہتے اگر
 ان کا فتویٰ آپ کے اکابر پر نہ ہوتا۔ آپ کے زیر سرپرستی شائع ہونے والا پرچہ
 ”خلافت راشدہ“ کے بے شمار پرچوں میں سے صرف ایک شمارہ لے کر آپ
 کو بتاتے ہیں کہ جس شخص کے متعلق آپ کا خیال یہ ہے کہ وہ رافضی تھا، یہ
 شمارہ کیا کتا ہے۔ ہم محرم الحرام ۱۳۸۷ھ کا شمارہ لے رہے ہیں۔

① اس شمارہ میں ٹائٹل کے اندر دنی صفحہ پر ایک اشتہار ”اہل سنت
 ہو شیاریا“ کے عنوان سے شائع ہوا جس کے اوپر والے بائیں کنارے پر
 یا رسول اللہ درج ہے۔ ہمارے پاس جو تقریر آپ کی محفوظ ہے اس میں آپ نے
 نعرہ یا رسول اللہ پر اعتراض کیا ہے۔ آپ کی زیر نگرانی قائم ہونے والے اس
 شمارے میں ”یا رسول اللہ“ کیونکر چھپ گیا؟ اگر کوئی بات کہنے میں شرم
 بدعت ہے تو وہ لکھنے میں بھی شرم و بدعت ہوگی۔ آخر کس مصلحت کے
 تحت ”یا رسول اللہ“ لکھا گیا۔ کیا اس طرح کہنا لکھنا جائز ہے۔

② صفحہ ۸ کالم ۲ پر اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلویؒ ”لکھا گیا ہے
 لفظ بریلوی پر رحم“ موجود ہے۔ جس کا مطلب ہے رحمۃ اللہ علیہ۔ اگر احمد
 رضا خاں رافضی تھا تو آپ نے کیا مدیر خلافت راشدہ کو اس کے خلاف

کوئی تنبیہ کی ہے۔ اگر نہیں تو کیا مصلحت ہے ؟
 (۳) صفحہ ۱۲ پر آپ کا خطاب درج ہے۔ یہ خطاب آپ نے "انٹرنیشنل
 حق نواز شہید کانفرنس" اسلام آباد میں ۲ جون ۱۹۹۱ء کو کیا۔ ص ۱۲ کے
 کالم ۲ پر اپنے بیان کا یہ حصہ ملاحظہ کریں۔
 "سچا و صحابہ پاکستان کی وہ جماعت ہے جس نے بریلوی دیوبندی اہل
 حدیث کے تنازعات کو ختم کر کے تمام اہل سنت کو ایک پلیٹ فارم پر
 جمع کر دیا ہے۔"

آپ نے تو اپنی بے شمار تقریروں میں چیلنج کر کر کے اور ستائیں دے دیوں
 کے ساتھ احمد رضا خاں کو رافضی اور دیگر بریلویوں کو خبیثہ کی اولاد کہا تھا۔
 اب اچانک ان بریلویوں کو حنی کیوں سمجھ لیا گیا۔ جب بریلوی شیعہ کی
 اولاد ہیں تو ان کو تفریق کے طور پر اہل سنت کا لقب دے کر ایک پلیٹ
 فارم پر جمع کرنے کا ڈھونگ کیونکر چایا جا رہا ہے۔ آپ کی تقریر کے وہ بقعہ
 الفاظ درست ہیں یا اس تقریر کے مذکورۃ القدر الفاظ ؟

ویسے باقی دی مے (سیر راہ) یہ احمد رضا خاں بریلوی کس قسم کے رافضی
 تھے کہ آپ جیسے عقیدہ حضرات بھی انہیں اپنا کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ یہ کہیں
 اعلیٰ حضرت کی کرامت نہیں کہ جو رافضی کہہ کہہ کر دم نہیں لیتا تھا وہی انہیں
 اہل سنت ماننے پر مجبور ہو گیا ہے۔ ہمیں تو ڈر ہے کہ آج آپ جن کو رافضی رافضی
 رافضی کہہ رہے ہیں کہیں کل انہیں بھی کسی مصلحت اور غرض کے زیر اثر اپنے
 ساتھ ملانے پر مجبور نہ ہو جائیں، جب آپ اپنی ہی باتوں پر قائم نہیں ہوتے
 تو آپ کا اعتبار کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ ویسے کوئی شیعہ ہی آپ سے پوچھ بیٹھے
 کہ احمد رضا خاں رافضی تھا یا سنی، اپنی سابقہ تقاریر کی روشنی میں جواب غایت
 فرمائیے۔ تو فاروقی صاحب آپ کیا جواب دیں گے ؟

(۴) ص ۱۳ کالم ۳ میں آپ فرماتے ہیں :-

”میرے بھائیو! پاکستان کے مولویو، پیرو، چوہدریو، بریلویو، یونیدیو، اہل حدیثو!“

دیکھا آپ نے ہمیں بھی بھائیو کہہ کر پکارا ہے۔ ظاہر ہے آپ کے نزدیک کلّ مَسْئُومِینِ رِخْوۃٍ درست ہی ہوگا۔ تو کل ملک جو شیعوہ کی اولاد تھے اور آج بھی اُن کے وہی عقائد ہیں وہ مومن ہو کر آپ کے بھائی کیسے بن گئے۔ آپ کی یہ بات سچی ہے یا وہ؟ ویسے آپ کے خیال میں تفسیر کسے کہتے ہیں، تفسیر تو کیجئے ذرا؟

⑤ ۲۵ کالم ۳ پر ماسٹر حق نواز فیروز والی سے رقمطراز ہیں :-
”پاکستان میں شیعوں کی تعداد ۹۸٪ ہے اور شیعوں کی تعداد تقریباً“

۲٪ ہوگی۔“
یہ بات تو مسلم ہے کہ ۹۸٪ دیوبندی اس ملک میں نہیں رہتے۔ ظاہر ہے حواءِ اعظم بریلوی ہی ہیں اور شیعوں کے نام سے معروف ہیں۔ اور سب اعلیٰ حفت بریلوی کے عقیدت مند ہیں۔ تو کیا ماسٹر حق نواز صاحب اور مدیر کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ یہ سب شیعوں کی اولاد ہیں، آخر فاروقی صاحب کہہ رہے ہیں وہ کوئی غلط تھوڑا ہی کہہ رہے ہیں کہ بریلوی شیعوں کی اولاد ہیں تو ماسٹر صاحب نے شیعوں کی گنتی میں بریلویوں کو کیسے شامل فرمالیا۔ کیا آپ نے آئندہ کے لیے مدیر صاحب کو تنبیہ کی ہے کہ شیعوں کی آبادی اتنی درجہ نہ کی جائے؟

اس کے علاوہ انجمن سپاہ صحابہ نے ایک پمفلٹ بعنوان ”شیعوہ کافر ہیں“ شائع کر رکھا ہے۔ جس کے ٹائٹل پر یہ الفاظ بھی درج ہیں :-
”مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ مودتہ تصدیقات“ اس کے صفحہ ۱۰ پر سپاہ صحابہ نے اپنی طرف سے عنوان دیا ہے۔

”فاضل بریلی مولانا احمد رضا خاں صاحب کا فتویٰ“

کتنی عجیب بات ہے کہ انجمن کا سربراہ کہے کہ مولانا احمد رضا خاں رافضی،
اور متاثرین دلیلوں کے جلو میں کہے، برسر عام کہے، چیلنج کرے، اور انجمن
کے کارکن اس کے نام پر رحمتہ اللہ علیہ لکھیں۔ ع
بریں عقل و دانش بیاید گریخت
ایک اور پمفلٹ پھاڑ صابہ کی طرے سے بہت زیادہ تقسیم کیا گیا۔
جس پر لکھا ہے :-

”اہل سنت و جماعت علماء بریلی کے تاریخ ساز فتاویٰ“
اس کے ص ۱، ص ۲ اور ص ۳ پر ”اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی“
درج ہے۔ ص ۲ پر لکھا ہے :-

”اعلیٰ حضرت“ کی تعانیف رد شیعیت میں
اس عنوان کے نیچے رد شیعیت میں لکھے گئے رسائل کے نام درج
ہیں۔ اب ہمیں یہ معلوم نہیں ہو رہا کہ سر پرست سچا ہے یا کارکن۔ اگر
غلطی سے ایسا ہو گیا ہے تو کیا آئندہ کے لیے خبردار کر دیا گیا ہے۔
اب ۱۹۹۲ء میں فاروقی صاحب غصے میں آکر اگر کہہ ہی دیں کہ جاؤ
بریلویو! ہم تمہیں رافضی ہی سمجھتے ہیں تو یہ اُن کی عسری حماقت ہوگی۔ کہ
ایک دفعہ رافضی کہا۔ دوسری بار مٹنی کہتے رہے اور جب سوالات پوچھے
گئے تو پھر رافضی کہہ دیا۔ ان تین ادوار میں سے کس دور کی بات کو آخر
برج سمجھا جائے گا۔ ع

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے
آپ نے تقریر میں فرمایا ہے کہ احمد رضا، نعقی علی، کاظم علی وغیرہ
شیعوں والے نام ہیں لہذا ثابت ہوا اعلیٰ حضرت شیعہ تھے، پہلی بات
یہ کہ محض ناموں کی وجہ سے کسی کو رافضی قرار دینا پرلے درجے کی حماقت ہے
دوسرے یہ کہ یہ اسمائے گرامی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی اولاد

کے ہیں۔ اگر کوئی صحابہ کے نام پر نام نہ رکھے اور صرف اہل بیت اطہار کے نام رکھتا ہے تو کیا یہ اسلام میں ناجائز ہے؟ اگر شیعوں کی ہر شاہت سے بچا جائے تو اس طرح فاروقی صاحب آپ کا جینا بھی محال ہو جائے گا۔ وہ اللہ کو ایک مانتے ہیں تو جب وہ اللہ کو ایک مانتے ہیں تو آپ کو ایک اللہ کو ماننا چھوڑ دینا چاہیے اس لیے کہ شیعہ ایک مانتے ہیں۔ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنی عبادت کرتے ہیں تو کیا آپ کو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ وہ روزے رکھتے ہیں تو پھر آپ روزے ترک کر دیں۔ پھر تو ایک مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔ وہ منہ سے کھانا کھاتے ہیں آپ کیا طریقہ اختیار کریں گے۔ ایک شیعہ بھی کھانا کھا رہا ہو اور آپ بھی کھانا کھانے میں مشغول ہوں تو دیکھنے والا شیعہ دیوبندی کا فرق کس طرح کر سکے گا۔ ظاہر ہے آپ کو طریقہ بدلنا پڑے گا۔ آپ تو پھر نہ آنکھوں سے دیکھیں، نہ کانوں سے سُنیں، نہ ہاتھ پاؤں سے کام کریں، سب کو بدل ڈالیں۔ اُن سے مشابہت جو ہوگی۔ پھر تو آپ پانی سے وضو بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ شیعہ بھی وضو کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں آپ مٹی کا تیل استعمال کر لیا کریں۔ دل تو صاف نہیں ہوگا البتہ ظاہری جراثیم مر جائیں گے (رفع حاجت کے مسئلے پر ہم آپ کی توجہ مبذول نہیں کراتے)

اور جناب فاروقی صاحب! اگر حسن، نقی، تقی وغیرہ شیعوں کے نام ہیں تو ہم آپ کو زیادہ دُور نہیں لے جاتے۔ صرف اپنے قطب الاقطاب اور مطاع النکل جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کی عوانخ غمری اٹھا لیجئے جس کو تذکرۃ الرشید کہتے ہیں۔ مولوی رشید احمد صاحب کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے یوں درج ہے :-

”مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش بن قاضی

غلام حسن بن قاضی غلام علی بن قاضی علی اکبر“

انہ خذکرۃ الرشید ج قول مستطاب

اور ذرا اپنے مولانا کے حقیقی ماموں دیکھتے لکھا ہے :-
 ”آپ کے چار حقیقی ماموں تھے جن میں سب سے بڑے جناب مولانا
 محمد نقی صاحب جو حضرت کے خسر بھی ہیں اور منجھلے مولوی محمد نقی صاحبؒ
 ”رشید احمد صاحب کے مشہور استاد یہی استاد الکل حضرت مولانا علوی
 اعلیٰ صاحب ہیں“ؒ

”حضرت نے کئی مرتبہ دریافت فرمایا کہ مولوی محمد حسن نہیں آئے“ؒ
 ”مولانا علی رضا صاحب حضرت کے شاگرد ہیں“ؒ
 اسی تذکرۃ الرشید میں جا بجا منشی محمد حسن، مولوی ممتاز علی انیسوی،
 صوفی کرم حسین، پیر جی محمد جعفر صاڈھوری، نثار علی، مولوی حیات علی، مولوی
 ولایت حسین، محمود حسین، نظم حسین، میر واجد علی قنوجی اور میر محبوب علی دہلوی
 عطر فردش کے نام مختلف روایات سے درج ہیں۔

اسی طرح مظاہر العلوم سہارنپور کے مدرس احمد علی، فیض الحسن، اور
 سعادت علی وغیرہ بھی تھے۔ مختصر یہ کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی، حسین احمد
 محمود الحسن، اشرف علی، احمد علی، حسین علی واں بھجراں، مرتضیٰ حسن، چاند
 پوری، ذوالفقار علی دیوبندی (شارح قصیدہ بردہ) یہ سب نام ایسے ہیں
 کہ فاروقی صاحب کے فارمولے کے مطابق سب پرے دھڑک شیعیت کی
 چھاپ لگا دی جائے۔

ہمارا ایک نکتہ سب کے لیے یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس عقیدے یا
 جن خیالات کی بنیاد تعصب پر قائم ہو سارے قرآن مقدس اور ذخیرۃ احادیث
 کی دلیلیں بھی اُس کے لیے مفید نہیں۔ البتہ رستہ کائنات جسے ہدایت دے
 وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُّبِيْنٍ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خبردار

محاذ آرائی، تخریب کاری و قانون شکنی سے بچو۔

☆ ☆
 حضرت ابن عمرؓ سے
 مسند
 سپاہ صحابہؓ و اہل تشیع کے لئے تراجم
 غلط فہمی کا ازالہ

تالیف :- حضرت مولانا محمد حسن علی صاحب مدظلہ میلسی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ،

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض علماء "المحدث و یوبند" وقتاً فوقتاً تقریر و تحریر میں بریلوی اہلسنت کا تشیع سے مسلکی تا طہ جوڑنے اور غلط فہمی پھیلانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ الزام "آئینہ میں ایسا منہ دیکھنے" کے مترادف ہے۔ اور درحقیقت خود ان معتزضین کا اہل تشیع سے کافی حد تک اندرونی و مسلکی اتحاد ہے۔ تفصیل کے لئے بعض دلائل حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

"شیعہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو (معاذ اللہ) کافرو ملعون و مردود کہتے ہیں جبکہ دیوبندیوں کے نزدیک بھی صحابہ کرام کو ملعون و مردود کہنے والا سنت جماعت سے خارج نہیں ہوتا۔" اگر اہل تشیع سے اندرونی اتحاد نہیں تو ان کی اتنی رعایت کیوں؟ اور گستاخ صحابہ کی سنیت پر اصرار کیوں؟

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی کے پاس ایک

لے: بقاوی رشیدیہ جلد ۲ ص ۳۱۵ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی۔

سوال آیا۔ سوال و جواب دونوں ملاحظہ ہوں۔

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو سنی
الْمَذْهَب عورت بالغہ کا نکاح زید شیعہ مذہب کے ساتھ برحناٹے شرعی
باپ کی تولیت میں ہو گیا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ سنی و شیعہ کا تفرق
مذہب کے باعث نکاح جیسا کہ ہندوستان میں شائع ہے۔ عند الشَّرْع
صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب : نکاح منعقد ہو گیا۔ لہٰذا سب اولاً و ثابثاً المنسب ہے۔
اور صحبت حلال ہے۔

۴

شیعہ کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔ ۲

۴

شیعہ ماتم کرتے ہیں۔ اور جب دیوبندیوں کے قُطْبُ الْعَالَمِ مولوی
مُحَمَّد احمَد گنگوہی مر گئے۔ تو دیوبندی بھی ماتم کردہ بن گیا۔ دیوبندیوں نے
ماتم کیا اور مولوی محمود الحسن دیوبندی نے مستقل کتاب ”مرثیہ“
لکھی جس میں لکھتے ہیں۔

۴ جہاں تمہا خندہ و شادی وہاں ہے نوہ و ماتم یہ

نماز جنازہ : ”مولوی قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند
نے شیعہ سے کہا کہ آپ لوگ شیعہ ہیں اور میں سنی ہوں۔ اصول نماز الگ
الگ ہیں۔ آپ کے جنازے کی نماز مجھ سے پڑھوانی جائز کب ہوگی؟“

۱۔ امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۴۔

۲۔ امداد الفتاویٰ جلد ۲ ص ۱۳۸۔

۳۔ مرثیہ ص ۳۔

شیعوں نے عرض کیا کہ حضرت! بزرگ ہر قوم کا بزرگ ہی ہوتا ہے۔ آپ تو نماز جنازہ پڑھا ہی دیں۔ حضرت (قاسم نانوتوی) نے ان کے اصرار پر منظور فرمایا۔ اور جنازہ پڑھ بیچ گئے۔۔۔ نماز کے لئے کہا گیا تو آگے بڑھے اور نماز شروع کر دی۔

۵

”مشہور شیعہ عالم اور وکیل مولانا مظہر علی اظہر انتقال فرما گئے۔ نماز جنازہ دیال سنگھ کالج گراؤنڈ میں ۳ نومبر ۱۹۷۷ء بروز اتوار ادا کی گئی۔ نماز جنازہ صبح دس بجے حضرت مولانا عبید اللہ انور (جانشین دیوبندی شیخ القفسیر مولوی احمد علی صاحب لاہوری) نے پڑھائی۔ شیعہ حضرات نے اپنی نماز کا الگ لیکن اسی جگہ انتظام کیا۔“

۶

شیعہ لیڈر شمس کی نماز جنازہ میں عبدالقادر آزاد، مولوی تاج محمود اور ضیاء القاسمی دیوبندی نے شرکت کی یہ تعزیر کی اجازت: مولوی اشرف علی تھانوی نے کانپور کے ایک شخص سے دریافت کیا ہے کہ ”تم شدھی ہونے کو تیار ہو۔ اگر تم اسلام میں کچھ شک ہو ہم سے تحقیق کر لو۔ اس نے کہا میرے یہاں بنت ہے۔ (تعزیر بنتا ہے) پھر ہم ہندو کا ہے کو ہونے لگے۔ میں نے اسے تعزیر کی اجازت دے دیدی“

۱۔ حاشیہ صوانح قاسمی ج ۲ ص ۷۱۔

۲۔ خدام الدین لاہور ۸ نومبر ۱۹۷۷ء ص ۳۔

۳۔ مظفر علی شمس۔

۴۔ نوائے وقت لاہور ۶/۲۱۔

۵۔ الاقاضات الیومیہ ص ۱۳۸، حصہ چہارم۔

۷

اجمیر میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب (دیوبندی) نے اہل تعزیر کی نصرت کا فتویٰ دیدیا تھا۔ قصہ یہ تھا۔ مولانا ایک زمانہ میں اجمیر تشریف رکھتے تھے۔ عشرہ محرم کا روز مانہ آگیا اور غالباً ایک درخت کے نیچے سے تعزیر کے گزرنے پر شیعہ صاحبان اور ہندوؤں میں جھگڑا ہو گیا۔ حضرت مولانا نے سن کر فرمایا۔ یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں بلکہ اسلام اور کفر کی لڑائی ہے۔ یہ شیعہ صاحبان کی شکست نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی شکست ہے لہذا اہل تعزیر کی نصرت کرنی چاہیے۔

جوابادو

مسلمک اعلیٰ حضرت پر شیعہ نوازی کا افترا کرنے والے جواب دیں۔ کہ
○ صحابہ کرام کو ملعون و مردود کہنے والے کو سنت جماعت سے خارج نہ سمجھیں
تو آپ اور آپ کے اکابر۔

○ شیعہوں سے سنی لڑکیوں کے نکاح کریں تو آپ اور آپ کے اکابر۔

○ شیعہوں کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال بتائیں تو آپ اور آپ کے اکابر۔

○ تعزیر کی اجازت دیں تو آپ ہندوؤں اور شیعہوں کے جھگڑے کو کفر و اسلام کا جھگڑا

قرار دیں اور اہل تعزیر کی نصرت کریں تو آپ۔

○ ماتم کریں اور مرثیے لکھیں تو آپ۔

○ شیعہ رہنماؤں کی نماز پڑھیں تو آپ اور آپ کے اکابر۔

یہ سب پا پڑ بیٹنے کے بعد اور دیوبندی سے شیعہ بھائی بھائی کا عملی مظاہرہ

کرنے کے باوجود بریلوی اہلسنت پر ناحق طعنہ زنی کرنا سراسر کذب بیانی و بدنیاتی کا ارتکاب

نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم نے علمائے دیوبند کی شیعہ نوازی کے جو شواہد پیش کئے ہیں ان کا جواب دیں۔

سپاہ صحابہ: دیوبندی تنظیم ”سپاہ صحابہ“ پر بالخصوص لازم ہے کہ اگر وہ

سپاہ صحابہ ہونے میں مجھے اور مختص ہیں۔ تو اپنے گھر کی بھی خبر لیں! اور شیعہ سے تعلق و بھائی چارہ کے متعلق ان کے اکابر کے جو فتاویٰ و حوالہ جات ہم نے پیش کئے ہیں ان کا جواب دیں۔ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ شیعوں سے ان کی محاذ آرائی صدق و اخلاص پر مبنی نہیں۔ بلکہ سیاسی مفاد و الیکشن لڑنے کے لئے یہ سارا شور و شر ہے۔ ورنہ وجہ فرق کیا ہے۔ کہ شیعوں کے خلاف اتنی گرجوٹی اور اپنے اکابر دیوبند کے متعلق اس قدر سرد مہری اور لبوں پر مہر سکوت کیوں؟۔

یہی کچھ نہیں: دیوبند قطب العالم مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ ”شیعہ مسجد بوجہ اللہ تعالیٰ بنادے تو وہ مسجد ہے۔ (نماز پڑھنے کا) ثواب مسجد کا اس میں ہوگا۔ جب بقول گنگوہی شیعہ کا بوجہ اللہ (رضاء الہی) کے لئے عمل بھی مقبول اور اہل اسلام کی مساجد کی طرح شیعہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب بھی اسی طرح۔ ثواب جھگڑاؤ تفرقہ کس لئے۔ محاذ آرائی کا نہیں۔ یہ تو یکجہتی کا مقام ہے۔

سپاہ صحابہ کے بالکل برعکس: گنگوہی صاحب کا صریح فتویٰ ہے کہ ”جو لوگ شیعہ کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک انکی تجہیز و تکفین حسب قاعدہ ہونا چاہیے۔ اور بندہ بھی ان کو تکفیر نہیں کرتا۔“

مفتیان دیوبند: یہی اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کافر کافر شیعہ کافر کہنے والے سپاہ صحابہ کے علماء دیوبند جھوٹے ہیں۔ یا دیوبندی امام گنگوہی صاحب جھوٹے ہیں۔ جن کا صریح فتویٰ ہے کہ بندہ شیعہ کی تکفیر نہیں کرتا۔ کافر تو کافر؟ فتاویٰ رشیدیہ کی روشنی میں تو شیعہ ضال اور گمراہ بھی نہیں بلکہ محض فاسق و گنہگار ہیں۔ جیسا کہ عدم تکفیر کے فتویٰ مذکورہ میں انہیں فاسق کہنے والوں کی ہمنوائی کی ہے۔ اور ان کی تجہیز و تکفین حسب قاعدہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اور

عدم تکفیر کی صراحت کی طرح دوسری جگہ بھی صراحت سے لکھا ہے کہ جو شخص حضرات صحابہ کی بے ادبی کرے وہ فاسق ہے۔“

تعزیر داروں: اور مرثیہ خوانوں کے متعلق فتویٰ دیا ہے کہ یہ لوگ فاسق ہیں۔

اور ان کی نماز جنازہ واجب ہے ضرور پڑھنی چاہیے۔

تحقیق مذکور سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ

○ اکابر دیوبند کے پیشوا مولوی گنگوہی صاحب کے نزدیک شیعہ روافض

چونکہ نہ کافر ہیں نہ گمراہ۔ بلکہ صرف فاسق و گنہگار ہیں۔

○ مزید برآں معاذ اللہ صحابہ کرام کو کافر قرار دینے والا بھی چونکہ سنتِ حیات

سے خارج نہیں ہوتا اور سنی کاشفی رہتا ہے۔

○ لہذا شیعہ روافض اور (خاک بہن گستاخ) صحابہ کی بے ادبی و طعنہ زنی کرنے

اور انہیں کافر و ملعون و مردود کہنے والے بھی چونکہ مسلمان اور سنی ہیں۔ اس لئے

زندگی و موت میں ان کے سب معاملہ بھی سنیوں مسلمانوں کی طرح سمرانجام دیتے

جاتے گئے۔ جیسا کہ "قادیانی رشیدیہ" وغیرہ سے سب کچھ تفصیل کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔

ایک اہم نکتہ: یہاں یہ نکتہ بھی قابل یادداشت ہے کہ گنگوہی صاحب کے بقول

معاذ اللہ "صحابہ کو کافر و ملعون و مردود کہنے والا تو مسلمان اور سنی رہتا ہے" (مخصوصاً)

○ مگر دوسری طرف صاحب "تقویۃ الایمان" مولوی اسماعیل دہلوی کو جو کافر کہے اور

"تقویۃ الایمان" کو کافر قرار دے۔ وہ خود کافر بلکہ اس سے بھی بڑھ کر شیطان ملعون

ہے۔ (مخصوصاً) ۱۱۱

یہ ہے۔ دیوبندی گور کہ دھندا اور دیوبندی سپاہ صحابہ کے ڈھول

کا پول کہ جو صحابہ کرام کی تکفیر کرے۔ وہ تو کافر نہیں بلکہ سنی مسلمان ہے اور جو ان کے ایک

مولوی اسماعیل دہلوی کو کافر اور اس کی گستاخانہ کتاب "تقویۃ الایمان" کو کفر کہے۔ وہ

ان کے نزدیک نہ صرف کافر بلکہ شیطان ملعون ہے۔

سپاہ صحابہ: کاشن اگر دھوکہ منڈی نہیں تو اور کیا ہے کہ ان کا نعرہ تو ہے کافر

کافر شیعہ کافر۔ مگر ان کے اکابر کی شیعہ نوازی اور ان سے بھاتی چاہ کا یہ حال ہے کہ صحابہ

کی تکفیر کرنے والے کی تو تکفیر نہیں کرتے۔ مگر اسماعیل دہلوی کی تکفیر پر فوراً کافر کافتویٰ

جڑ دیتے ہیں۔ جو اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ اکابر دیوبند کے نزدیک صحابہ کرام کا

ایسا بھی مقام نہیں جتنا کہ ان کے مولوی اسماعیل دہلوی کا مقام ہے۔ کیا اسی

دیوبندی قادیانی کے سرمایہ پر سپاہ صحابہ ناموس صحابہ کے تحفظ کا دعوئی کرتے

۱۔ : قادیانی رشیدیہ ص ۵۳۔ ۲۔ : قادیانی رشیدیہ ص ۳۳۔ ۳۔ : قادیانی رشیدیہ ص ۳۵۶۔

دھوکہ دیتے اور اپنی منافقت و دورنگی کا مظاہرہ کرتے ہیں کسی نے سچ کہا ہے کہ
 آہی نہ بڑھا پاکی دامان کی حکایت ، دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ
 یہ بھی : انجمن سپاہ صحابہ کی صریح منافقت ہے کہ یہ تو خلفاء راشدین
 رضی اللہ عنہم کے سرکاری و عوامی طور پر ایام منانے ان کے یوم وصال پر جلوس
 نکالنے کا اہتمام کرتے ہیں جبکہ ان کے "قنادی رشیدیہ" وغیرہ کی رو سے
 اس طرح بزرگان دین کا یوم اور یادگار منانا سراسر بدعت و حرام ہے لہذا
 سپاہ صحابہ والو! یا اس منافقانہ دورنگی روش سے توبہ کرو۔ اور یا اپنے شیعہ
 نواز اکابر و یوبند کی تکفیر کرو ان کے فتوؤں سے اظہار ہزار و لا تعلقی کرو۔
 ورنہ اہل تشیع والی دیوبند راہ اعتدال اختیار کرو۔

شیعہ دیوبندی بھائی بھائی : "حضرت حسین احمد مدنی نے
 اصلاح بین المسلمین و دفع شرک کے واسطے امر و مہم میں شیعہ سُنی کے درمیان
 مناظرہ بند کرانے کے لئے مجمع عام سے خطاب فرمایا کہ.... کیا تمہارا
 ایمان تمہارا اسلام اور تمہاری غیرت ان مناظروں کی اجازت دیتی ہے...
 حضرت مدنی کی موثر اور پُر جوش تقریر سے جانبین کے آنسو پھوٹ پڑے...
 مجادلے اور مقلتے کی فضا صلح و آشتی سے بدل گئی۔ ایک دوسرے سے بغلیں
 ہو کر شیعہ سُنی بھائی بھائی بن گئے" لے

دیوبندی : شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مدنی کے اس تاریخی
 حوالہ کے بعد اب تو شیعہ سُنی بھائی بھائی یعنی دیوبندی شیعہ بھائی بھائی
 ہونے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ لہذا اس بھائی چارہ کے بعد
 دیوبندی شیعہ کی محاذ آرائی بھی غلط ہے اور علماء دیوبند کا بریلوی اہلسنت
 پر شیعہ نوازی کا الزام بھی غلط ہے۔ محمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (القرآن)
ترجمہ: بے شک منافقین جہنم کے سب سے گہرے گڑھے میں ہیں۔

۹۱
مقامِ مبارک
پبلیشنگز دارالمندوبین دارالافتاء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ارشاداتِ خداوندی

۱۔ ”خوشخبری دو میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنتے ہیں۔ پھر لب میں بہتر کی پیروی کرتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی اور یہی عقل والے ہیں۔“ (پ ۲۳، سورۃ الزمر، آیت نمبر ۱۶-۱۷)

۲۔ ”تم ان میں بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔ بے شک کیا ہی بڑی عیذ ہے جو خود انہوں نے اپنے لیے تیار کی۔ یہ کہ ان پر اللہ کا عذاب اُترا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اور اگر انہیں اللہ نبی، قرآن پر ایمان پھتا، تو کافروں کو دوست نہ بناتے، لیکن ان میں بہت سے فاسق ہیں۔“ (پ ۶، سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۸-۸۱)

۳۔ ”تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی، اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا کنبے والے ہوں۔“ (پ ۲۸، سورۃ المجادلہ، آیت نمبر ۲۲)

۴۔ ”اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے، حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا۔“ (پ ۲۸، سورۃ الممتحنہ، آیت ۱۱)

۵۔ ”مسلمان کافروں کو دوست نہ بنائیں مسلمان کے صوا اور جو ایسا کرے گا، ایسے اللہ اور اس کے رسول سے تعلق نہ رہا۔“ (پ ۴، سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۲۸)

۶۔ ”اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں (دورِ رخ) آگ چھوئے گی اور اللہ کے صوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں، پھر مدد نہ پاؤ گے۔“ (پ ۱۲، سورۃ ہود، آیت نمبر ۱۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُخْبِرِ صَادِق، بانی اسلام حضور سید عالم شفیع عظیم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ اقدس

حضرت ابو ہریرہؓ اہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے
سنا اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں
کچھ مال حاضر کیا گیا۔ آپ نے تقسیم فرمایا۔ دائیں طرف اور بائیں طرف والوں کو
عطا فرمایا۔ اور پیچھے والوں کو نہ دیا تو پیچھے والوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہو کر کہنے
لگا: ”اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا۔“ وہ آدمی
سبیاہ رنگ اور منڈے ہوئے صرف لالا تھا۔ اس نے بالکل سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا اللہ
کی قسم! میرے بعد تم مجھ سے زیادہ انصاف کرنے والا کسی کو نہ پاؤ گے۔“ مزید فرمایا:
”آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی، گویا یہ بھی اسی قوم کا ایک فرد ہے۔ وہ قرآن کریم
بہت پڑھیں گے، لیکن قرآن مجید کا اثر ان کے دلوں کی طرف نہیں جائے گا۔ اسلام سے
وہ ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے۔ سر منڈانا ان لوگوں کی نشانی ہوگی۔ وہ
ہر دور میں ظاہر ہوتے رہیں گے، یہاں تک ان کی آخری جماعت و جلال کی ساتھی ہوگی
جب تم ان لوگوں کو پاؤ تو سمجھ لینا کہ وہ بدترین مخلوق ہیں۔“

(نسائی۔ مشکوٰۃ شریف باب اہل الردۃ)

حضور سید عالم مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس بدترین گروہ کا ذکر فرمایا
وہ اگرچہ اسلام کے مدعی ہوں گے، قرآن مجید پڑھیں گے، مگر دائرہ اسلام سے خارج ہوں گے۔

اس گروہ کی مندرجہ ذیل چار نشانیاں ہیں بتادیں :
۱۔ وہ شانِ رسالت میں گستاخانہ کلمات استعمال کیا کریں گے۔

۲۔ زیادہ تر سرمنڈائیں گے۔

۳۔ قرآن مجید خوب پڑھیں گے، لیکن ان گستاخانِ رسول کے دلوں پر قرآن مجید کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

۴۔ وہ قوم ہر دور میں کافروں کی ٹھکان بن کر رہے گی، حتیٰ کہ دجال کا ساتھ بھی یہی لوگ دیں گے۔

قارئین کرام! جس قوم کا حضور اکرم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے اس کو پہچاننا مسلمانوں کے لیے مشکل نہیں۔ ان کی شانِ رسالت میں گستاخانہ عبارتیں صریحاً ظاہر ہیں۔ اس بد باطن اور رُوسیاہ گروہ نے تاجدارِ ختم نبوتؐ نبی رحمتؐ محبوبِ کبریاؐ نام لایا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ احد میں ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے، جن کی کبھی بدترین دشمنوں کو بھی اور کافروں کو بھی جرأت نہ ہوئی تھی۔ اس ذلیل اور رذیل ٹولہ نے مسلمانوں اور بت پرستوں کو ایک قوم کہا خود مستحقِ قسوت کے گیت گا کر زنا پرستوں کی محبت کا دم بھرا۔ اُمتِ مسلمہ کو اُن کے پیارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بدترین ٹولے سے آگاہ فرمادیا۔ ایک دوسرا ارشادِ گرامی جسے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمایا ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں ہے،

یہی واقعہ دوسری روایت میں یوں مذکور ہے،

”ایک شخص آیا جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں چشمانی اسٹی ہوٹ، دارطی گھنی، رخسار اُونچے اور سرمنڈا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ سے ڈرو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر بقول تمہارے میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہوں تو کون ہے جو اُس کے احکام کی اطاعت کر لے گا؟ اللہ تعالیٰ نے

مجھے اہل زمین پر امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے۔“ ایک مرد نے اُس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی، لیکن اسے منع کر دیا گیا۔ جب وہ گستاخ واپس لوٹ گیا تو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلع فرمایا: اس کی اصل سے ایک قوم ہوگی۔ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے، مگر قرآن کریم ان کے ذر غر دل سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نیکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ بت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اگر میں اس قوم کو پاتا، تو انہیں اس طرح ہلاک کر دیتا، جیسے قوم عاد کی گئی۔“ (مشکوٰۃ شریف باب المعجزات)

روایات بالا میں مذکور گستاخ ٹولے کی مزید نشانیاں بیان فرمائی ہیں تاکہ اُمتِ مسلمہ پہچان کر کے ان سے خبردار ہو جائے۔ ان کی مجلس اختیار کرنا۔ ان کی چکنی چٹری باتیں سنانا اور انہیں مسلمان جان کر ان کی ہاں میں ہاں ملانا تو بہت دُور کی بات ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے سامنے سے بھی بچیں۔ ان کے ظاہری حال، تجبہ و دستار اور ادعائے مسلمانی پر نہ جائیں۔ ان کی مزید نشانیاں یہ بیان فرمائی گئی ہیں:

۱۔ پابندی نماز، روزہ وغیرہ عبادات میں یہ اصل مسلمانوں سے بھی بڑھ چڑھ کر نظر آئیں گے۔

۲۔ مختلف حیلے بہانے تراش کر مسلمانوں کو قتل کرنا ان کی مردانگی ہوگی۔

۳۔ غیر مسلموں، بت پرستوں، ہنود اور نصاریٰ کے یار و مددگار اور اہل کار بن کر رہیں گے۔

یہ گروہ باقاعدہ جماعتی شکل میں پہلے پہل حضرت سیدنا علی المرتضیٰ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جنگِ صفین کے بعد ظاہر ہوئے۔ انہوں نے مسئلہ تحکم کی آڑ میں بگڑ کر یہ روپ ظاہر کیا جیسا کہ پروفیسر ابو زہرہ مصری کے حوالے سے پروفیسر غلام احمد حریری نے اپنی کتاب اسلامی مذاہب بار دوم شش ماہیہ مطبوعہ لاہور ص ۸

وضاحت کی ہے :

”یہ گروہ جسے علماء کرام شرع قدیم اور عقل سلیم سے خارجیت کا نام دیتے ہیں، مختلف ادوار میں مختلف نظریات کے ساتھ ظاہر ہوتا رہا۔ پچھٹی صدی ہجری میں اتباع سلف کا دعویٰ کرتے ہوئے نمودار ہونے والے کچھ لوگ اپنے آپ کو حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا پیروکار کہتے اور دین حق کا علمبردار بن کر مسلمانوں کو اسلام سے خارج بتایا کرتے۔“

پروفیسر ابو زہرہ مصری کے حوالے سے پروفیسر غلام احمد عمری نے اپنی کتاب ”اسلامی مذاہب“ میں ان کی تفصیل لکھی ہے۔

پانچویں صدی ہجری میں یہ خارجی ٹولہ مکمل طور پر ختم ہو گیا تھا، لیکن جس جماعت نے دجال کے لشکر میں شامل ہونے کی شقاوت حاصل کرنی ہے وہ مرے سے کب مٹنے والا ہے؟ چنانچہ ساتویں صدی ہجری میں اس فتنہ نے پھر سر نکال لیا۔ اس دفعہ ابن تیمیہ حرانی کی سرکردگی میں خارجیت کے جراثیم پھیلانے کی مہم شروع ہوئی۔ ابن تیمیہ حرانی کے عقائد و نظریات کی تردید تو کتنے اکابر علماء اسلام نے کی اور متاثرین علماء اسلام اور مفتیان کرام نے ان کے نظریات سے ہمیشہ کھل کر برأت کا اعلان کیا۔ چنانچہ آٹھویں صدی ہجری کے مابین تازہ محدث حضرت شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن تیمیہ حرانی کے مخصوص عقائد و نظریات کے پیش نظر شرعی فیصلہ صادر فرمایا،

”ابن تیمیہ ایک ایسا شخص ہے جس کو خدا نے رسوا کیا، گمراہ کیا، اندھا کیا، بہرا کیا اور ذلیل کیا، اسی لیے ائمہ دین نے اس امر کی صراحت کی اور اس کے فساد احوال اور جھوٹے اقوال کو بیان کیا۔ جو تصدیق کا ارادہ رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اس امام و مجتہد کی تصانیف کا مطالعہ کرے، جن کی امامت، جلالت اور منزلت جہاد

ایک سائی پر سب کا اتفاق ہے۔ یعنی شیخ ابوالحسن مسکی نیز ان کے فرزند ارجمند علامہ تاج الدین مسکی اور اماموں کے شیخ حضرت عزیزی جماعہ اعدان کے معاصرین اور دیگر علماء شافعیہ، مالکیہ اور حنفیہ وغیرہ کی۔

ابن تیمیہ نے صوفیو متافریں پر اعتراض کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے اکابر صحابہ پر بھی اعتراضات کیے، جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ اس کا کلام کوئی وزن نہیں رکھتا بلکہ وہ دیرانے میں پھینکنے کے لائق ہے۔ ابن تیمیہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ وہ بدعتی، گمراہ، گمراہ کن، جاہل اور مد سے نکل جانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے عمل سے معاملہ کرے اور ہمیں اس کے جیسے طریقے اور عقیدے سے بچائے آمین!

امام احمد شہاب الدین بن حجر مکی، فتاویٰ حدیثیہ ص ۹۹ (عربی)

ساتویں صدی ہجری میں اُسٹنے والا خارجیت کا یہ فتنہ علماء اسلام کی مساعی جملہ سے ختم ہو کر رہ گیا تھا۔ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کی تصانیف ایک حد تک نفروں سے غائب ہو گئیں، لیکن بارہویں صدی ہجری میں یہ ناصور پھر چوتھی بار چھوٹا نجد میں محمد بن عبدالوہاب نجدی ایک شخص نے خوارج کے مذہب کو ابن تیمیہ کی تصانیف سے حاصل کر کے اس کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دی۔

حضور سید عالم مخبر صادق، محسن انسانیت، نبی رحمت بانی اسلام سید خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پیاری امت کو اس پلید شخص اور اس رذیل فتنہ سے پہلے ہی باخبر فرما دیا ہے۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کارستانیوں کے بارے میں پروفیسر محمد مسعود احمد کی کتاب مواظظ منظرہ اور پروفیسر غلام احمد حریری کی کتاب اسلامی مذہب کا مطالعہ بھی

سردست تیرھویں صدی ہجری کے مایہ ناز فقیہ علامہ محمد امین ابن شامی رحمۃ اللہ علیہ کے تالیفات اُن کی کتاب رد المحتار، ج سوم، ص ۳۱۹ عرض کیے دیتے ہیں۔

”جیسا کہ ہمارے زمانہ میں (ابن) عبدالوہاب کے متبعین میں واقع ہوا جو نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر قابض ہوئے۔ اپنے آپ کو حنبلی مذہب کا پیروکار ظاہر کرتے تھے، حالانکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمان بس وہی ہیں اور اُن کے عقائد سے اختلاف رکھنے والے سب مشرک ہیں۔ اسی لیے انہوں نے اہل سنت و جماعت اور اُن کے علماء کو قتل کرنا مباح ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی طاقت توڑ دی مسلمانوں کے لشکروں کو اُن پر فتح دی۔ یعنی ۳۳۳ ۱۲ھ میں۔“

ابن عبدالوہاب نجدی کی سس طحانہ و پشت گردی اور قتل و غارت کے رد عمل کے طور پر مسلمانانِ عالم میں اضطراب و بے چارن اور نفرت آمیز جذبات پیدا ہو گئے۔ چنانچہ دیوبندیوں کے معروف علماء نے اس دہائی گروہ سے نفرت کے اظہار میں اپنی عافیت سمجھی۔ مسلمانوں کے جذبات کے دھاروں کو سمجھتے ہوئے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں سخت ترین کلمات استعمال کیے۔ مطالعہ کیجئے۔

۱۔ المہند علی الفقیہ ص ۲۲-۲۷ (اُردو) مطبوعہ کراچی

از مولوی خلیل احمد انیسٹروی

۲۔ الشہاب الثاقب ص ۴۲-۴۳ مطبوعہ دیوبند

از مولوی حسین احمد ٹانڈوی

۳۔ فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۱ از مولوی انور شاہ کشمیری۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ذہنیت اور معنوی ادلا داب تک موجود ہے جو سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دامِ تزدیر میں پھنسا کر گمراہ کر رہے ہیں۔
 ذرا ان کی دھرم تواری ملا خطہ فرمائیں:

نجدی وزیر اعظم گاندھی کی سعادھی پر

○ نجدی سعودی حکومت کا وزیر اعظم امیر فیصل ۵۵ء میں ہندوستان پہنچا تو بھارتیوں نے اس کے استقبال میں بھارت سعودی عرب زندہ باد، راجہمار سعودی عرب زندہ باد کے نعرے لگائے۔ امیر فیصل نے بھارت کے قیام کے دوران ڈاکٹر اجندر پرشاد، ڈاکٹر ادا حاکشی اور پنڈت نہرو سے ملاقاتیں کیں اور راج گھاٹ پر مہاتما گاندھی کی سجادہ پر پھول چڑھائے۔ نیز ایک گاڈن رتن گڑھ تشریف لے گئے، جہاں دیہات سدھار کا کام دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ وہیں دس ہزار روپے کا عطیہ عنایت فرمایا۔
(روزنامہ نوٹے وقت، لاہور، ۱۱ مارچ ۱۹۵۵ء)

○ (شملہ سے آٹھ میل دور آپ (شاہ ابن سعود نجدی) نے ہماچل پردیش کے لوگوں کا پیش کیا ہوا لوک پانچ کا ایک پروگرام دیکھا اور جناب صدر، معزز وزراء، خواتین اور راجندر پرشاد کے جواب میں شاہ سعود نے تقریر فرمائی۔ مدد دہیوند کو پچیس ہزار روپیہ دیا اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ ہندوستان اور سعودی عرب کے اتحاد اور دوستی کے رشتے ہمیشہ مضبوط رہیں گے۔

(اخبار سیاست، کانپور، ۳ دسمبر ۱۹۵۵ء)

اپنے اس دورے کے موقع پر شاہ ابن سعود نے پنڈت جواہر لال کو اعلیٰ معیار کا وعدہ کرنے کی دعوت دی، جسے اس بک پرست نے قبول کر کے ستمبر ۱۹۵۵ء میں سعودی عرب کا دورہ کیا۔ اس وقت مشرک پرستوں نے کیسے کیسے قیامت خیز طریقوں سے دھرم نوازی کرتے ہوئے پنڈت نہرو کا استقبال کیا۔ ان ایمان منور حرکتوں پر پورا عالم اسلام طبلہ اٹھا اور ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہوئی۔

مقام حیرت ہے کہ ایک طرف تو مدینہ پاک میں روضہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نجدی حکومت کی طرف سے نجدی صحابی پہرہ دینے کے لیے مقرر ہیں جو روضہ انور کی طرف پشت کر کے بیٹھے رہتے ہیں اور جن کا صرف یہی کام ہے کہ کوئی حضور سید عالم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام فدائی جالیوں کے قریب نہ آئے، اور دست بستہ صلوٰۃ والسلام عرض نہ کرے، دعا نہ کرے اور جو ایسا کرتا ہے اس کو دھکے دیتے جاتے ہیں، مارا پیٹا جاتا ہے، اگرچہ مستورات ہی کیوں نہ ہوں۔ دوسری طرف نجدی حکومت کا وزیر اعظم امیر فیصل اسلام اور اہل اسلام کے دشمن، مشرک اور نجس و ناپاک گاندھی کی سجادہ (ٹرمی) پر پھول چڑھاتا ہے، تو دہ نجدی توحید میں اُبال آتا ہے اور نہ ہی نجدی حکومت حرکت میں آتی ہے۔

○ نام نہاد علم بردارانِ توحید و مدعیانِ عمل بالحدیث و بابیوں کے شاہِ مسعود، اور وزیر اعظم امیر فیصل نے بھارت میں ہندوؤں کی دعوتیں اڑانے، گاندھی کی سجادہ پر پھول چڑھانے، نہرو کے زیرِ حمایت اپنے نعرے (راجگمار مسعودی عرب زندہ باد) لگوانے، جلوس نکوانے، نہرو کی خوشنودی کے مطابق بیان دینے اور قص و مُرود کی محافل سے لطف اندوز ہونے کے بعد اس مشرک و نجس کافر و بے دین کا حق تنگ ادا کرنے کے لیے مسعودی عرب کے دورے کی دعوت دی۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۵۶ء کے آخر میں نہرو نے مسعودی عرب جانے کی تیاری کی۔ عین انہی دنوں میں ایک رسوائے عالم کتاب ”غذیبی رہنما چھی۔ اس کتاب میں حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر ناپاک حملے کئے گئے تھے۔ اس کتاب کی اشاعت پر مسلمان احتجاج کر رہے تھے اور نہرو حکومت اس کتاب کی ضبطی کی بجائے مسلمانوں کا خون بہا رہی تھی۔ (ذوالعیاذ باللہ) پاکستان اور بھارت میں اس کتاب پر پابندی اور مسلمانوں پر تشدد کے خلاف زبردست مظاہرے ہو رہے تھے۔ مشرقی پنجاب کے بعض

ہندو اخبار (پرتاب - کسفسار - ملاپ وغیرہ) بھی اس کتاب کی مذمت کرتے ہوئے
نہرو حکومت سے اس کی اشاعت پر پابندی لگانے کا مطالبہ کر رہے تھے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۴ ستمبر ۱۹۵۶ء)

مگر نجدی سعودی حکومت اس معاملہ میں بالکل خاموش تھی اور وہاں شاہ سعود
نہرو سے احتجاج کرنے کی بجائے اس مشرک کے استقبال کرنے کی تیاریوں میں مصروف
تھا۔ نجدیوں کی یہ روش مسلمانوں کے تازہ زخموں پر گویا نمک پاشی تھی، جس سے
اُن کی بے چینی اور اضطراب میں مزید اضافہ ہوتا گیا۔ سب نے بیک زبان سعود
سے مطالبہ کیا کہ وہ اس حالت میں ظالم اور مشرک نہرو کو سعودی عرب آنے کی
اجازت نہ دی جائے۔ مگر مشرک نواز محمد شاہ سعود نے پھر بھی کوئی پروا نہ کی
اور نہرو دست احتجاج کے باوجود اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں یعنی میلاد مقدس اور جلوس
مبارک کو بدعت و مشرک کہنے اور اس پر پابندی لگانے والے نجدیوں کی طرف سے
نہرو کے ریاض (نجد) پہنچنے سے پہلے ہی اس کے استقبال کا پروگرام شائع ہو گیا۔
چنانچہ اخبارات میں آیا:

○ "سعودی عرب میں پنڈت نہرو کی مدارات کا ایسا انتظام کیا جا رہا ہے۔ جو
الف لیلیٰ کے جاہ و جلال کی یاد تازہ کر دے گی۔ ہر روز ظائف کے باغوں سے گلاب
کے تازہ پھول طیارہ کے ذریعے ان محلات میں لائے جائیں گے، جہاں نہرو قیام
کریں گے۔ وزیر اعظم (نہرو) اور ان کی پارٹی کے بے شمار خوشہ خانوں میں خاص
انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ ہوائی مستقر سے ریاض شاہ سعود کے نہایت پر شکوہ محل
تک نہرو کو جلوس کی صورت میں لے جایا جائے گا جس کی پیشوا ٹی شاہ کا محافظ دستہ
اور موٹر سائیکلوں پر سوار فوجی کریں گے۔ تمام شاہراہوں کو بھارتی اہل صفائی پر جمیوں

مے مزین کیا جائے گا۔ (روزنامہ امروز لاہور، ۲۱ اگست ۱۹۵۶ء)
 حضور سید عالم، محبوب کبریا، شفیع مجرباں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت
 اور مدحت سراہی کو بدعت کہنے والے وہابیوں کے اخبارات نے نہرو کی آمد کے موقع پر
 اس کے قصیدے لکھے۔ چنانچہ اخبارات میں آیا کہ مکہ معظمہ کے ایک روزنامے
 "السبلا والسعودیہ" نے پنڈت جواہر لال نہرو کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے
 اپنے ادارہ "بھارتی نہرو کو عرب میں خوش آمدید" لکھا ہے کہ سعودی عرب ایک
 رہنما (نہرو) کو خوش آمدید کہنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ مسٹر نہرو ایک ایسی شخصیت ہیں
 جو ہمیشہ پُر امن اور دانشمندانہ پالیسی کے قائل رہے ہیں۔ آخر میں اس اخبار نے دعا
 کی کہ "امن کا یہ داخلی (نہرو) ہزاروں برس چلے۔"

شاہ سعود کی موثر اسلامی کے سیکرٹری کرنل انور سادات نے بھی سرکاری روزنامہ
 "الجمہوریہ" میں پنڈت نہرو کو ایشیائی فرشتہ بتایا ہے۔ یہ اخبار لکھتا ہے کہ "اے
 ایشیا کے فرشتے (نہرو!) تم پر سلامتی ہو۔ آگے چل کر کرنل سادات لکھتے ہیں،
 "مسٹر نہرو کی نرم اور ملائم آواز توپوں کی گرج سے زیادہ با اثر ہے، کیونکہ
 یہ سچائی کا علمبردار ہے۔" (روزنامہ کوہستان، لاہور، ۲۵ ستمبر ۱۹۵۶ء)
 دہران میں سعودی عرب کے گورنر نے نہرو کی خدمت میں ایک سپاس نامہ
 پیش کیا، جس میں کہا گیا کہ پنڈت نہرو اور ان کی حکومت نے اسلام اور مسلمانوں کی دوستی
 اور ان کے مفادات کے تحفظ کے لیے جو شاندار خدمات سر انجام دی ہیں، صوفی عرب
 کے لوگ ان کی قدر کرتے ہیں اور انہیں نہرو پر فخر ہے۔ نیز کہا گیا کہ پنڈت نہرو دنیا
 کی عظیم ترین شخصیتوں میں شمار ہوتے ہیں اور بھارتی صوفیوں نے کہا، اس دور سے
 ظاہر ہے کہ نہرو اور شاہ سعود کو ایک دوسرے سے کتنی عقیدت ہے۔
 ایک مشرک اور بے دین سے مسلمان امیر کی عقیدت کتنی خرمناک بات ہے؟

نہرو نجدی محبت کا منظر ابھر

○ شاہ سعود نے ہندوستان کو تھے ماڈل کی سات نشستوں والی ایک کینڈلک کار کا تحفہ دیا اس کے علاوہ سعود نے کی ایک جیسی گھڑی اور دو عرب پوشاکیں بھی دیں اور نہرو نے شاہ سعود کو راجستھان کا بنا ہوا پتیل کا ایک لمب پٹیا جس پر قرآن مجید کی ایک آیت کندہ ہے اور عرب شہزادوں کو نہرو نے ایک ایئر کنڈیشنڈ ریڈیو سیٹ اور بھارت کی بنی ہوئی سلاٹ کی مشینیں دیں۔

(مذمت نامہ جنگ، کراچی، ۲۴-۲۸-۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء اور دیگر اخبارات)

○ حکومت ہند نے سعودی عرب کو دس ہزار بی پائل روانہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ حکومت سعودی عرب کی درخواست پر کیا گیا اور اس سال کے آخر میں بھارت سعودی عرب کو مزید پائل وے گا۔ (مذمت نامہ کوہستان لاہور ۲۵ ستمبر ۱۹۵۶ء)

ہندوستان کا ایک ہر روزہ دیوبندی اخبار ”مدینہ“ بجنور بھی دعویٰ مسلمانوں کے باوجود نہرو کی محبت میں گرفتار ہے۔ یہ نجدیوں کی طرف سے نہرو کے استقبال پر اتنا خوش ہوا ہے کہ اس نے اپنی ۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں ادارے کا عنوان ”نہرو رسول اسلام“ رکھا ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

یہی اخبار اپنی یکم نومبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

○ ”وزیر اعظم نہرو کے دورہ سعودی عرب کے موقع پر جدہ میں مولانا کرم علی دہلوی دیوبانی نے وزیر اعظم کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا، جس کے بعض اقتباسات یہ ہیں:

”محترم وزیر اعظم ہم ایک ایسی سرزمین پر آپ کا استقبال کرتے ہوئے بہت مسرور ہیں، جس کی نگرانی ایک ایسی محترم ذات کے ہاتھ میں ہے، جو ہمارا غم بھی امام اور خلیفۃ المسیحین ہے۔ ہم آپ کی محبوب ترین شخصیت پر فخر کرتے آئے ہیں۔ ہماری دعا

ہے کہ آپ ہمارے عظیم ترین رہنما کی حیثیت سے زندہ و سلامت رہیں۔
 محترم پنڈت جی! ہم آج آپ کے احسانات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بڑی خوش
 محسوس کرتے ہیں۔ معزز مہمان، محترم رہنما، پنڈت جی! ہم آپ کے استقبال اور
 آپ کو خوش آمدید کہنے کے لیے جو کچھ بھی کہیں یا کریں، وہ سب کچھ آپ کی عظیم ترین شخصیت کو
 دیکھتے ہوئے کم ہے۔ ہم آپ کی ذات پر فخر کرتے ہوئے آپ کو برکت و سلامتی کا پیغام
 بھیجتے ہیں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم سب مل جل کر یہاں اپنے محبوب ترین لیڈر کی آمد کی
 یادگار قائم کریں۔ عالی جناب وزیراعظم مملکت باد۔ اسے عظیم شخصیت کے مالک۔
 عرب ہند دوستی زندہ باد۔ شاہ سعود زندہ باد۔ جواہر لال نہرو زندہ باد۔

وایسی کے وقت نہرو کو ایک ایڈریس پیش کیا گیا، اس میں پنڈت جی کو امی کا
 السان اعظم اور ہند کی کامیابیوں اور ترقیوں کا معمار کہا گیا۔ ایڈریس کے جواب میں
 پنڈت نہرو نے تالیوں کی گونج میں تقریر کی۔ طہران کے ہوائی اڈے پر پنڈت نہرو کو
 الوداع کہنے کے لیے مشرقی مٹیوں کے گورنر اور دیگر افسران موجود تھے۔ ہوائی اڈے
 پر پنڈت نہرو نے سعودی عرب فوج کے ایک دستے سے سلامی لی اور گارڈ آف آنر کا
 معائنہ کیا۔ (”مدینہ“ بخبر ۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

نہرو کے دورہ سعودی عرب کا حال پاکستان کے سارے اخبارات میں بھی
 شائع ہوا۔ ایک اخبار کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

○ ”سعودی عرب میں نہرو کا اثر حباب، سول السلام اور جے ہند کے نعروں
 سے استقبال۔ شاہ سعود نہرو کی بیخ شیلہ پر ایمان لائے۔ سعودی عرب کی
 تاریخ میں نہرو کے استقبال کے لیے عرب عورتیں بھی موجود تھیں۔
 ریاض پہنچنے پر شاہ سعود نے نہرو کو گلے سے لگالیا۔

سرزمین حجاز پر پہلی مرتبہ بھارتی ترانہ ”جانا مانا گانا“ بجایا گیا۔ پنڈت نہرو جب

سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض پہنچے، تو ہزاروں افراد نے جن میں شاہ سعود، سعودی شہزادے، وزراء اور سعودی فوج کے اعلیٰ افسر شامل تھے۔ نہرو کا استقبال کیا اور ایک فوجی دستے نے نہرو کو گاڑڈ آف آنر پیش کیا۔ اس کے بعد نہرو ایک کھلی کار میں شاہ سعود کے محل روانہ ہو گئے۔ راستے میں شرک پر دونوں طرف ہزاروں افراد نے نہرو کو دیکھ کر زندہ باد کے نعرے لگائے۔ چوبیس ستمبر کی رات کو شاہی محل الحمر میں شاہ سعود نے نہرو کے اعزاز میں شاہی ضیافت دی۔ اس کمرے کو رنگارنگ روشنیوں سے سجایا گیا تھا۔ جب نہرو کمرے میں داخل ہوا تو شاہ سعود نے آگے بڑھ کر ان کی شیرانی کے کاج میں سرخ رنگ کا ایک گلاب ٹانگ دیا۔

(روزنامہ جنگ، کراچی، ۲۷ ستمبر ۱۹۵۹ء)

واقعی ان نام نہاد موجدوں کی نقار دوستی، دھرم نوازی اور خارجیت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ یہ لوگ سیاسی مصالح کی خاطر اپنی ظاہری مسلمانی کو بھگاؤ پر لگانے میں نہ کوئی باک محسوس کرتے آئے ہیں اور نہ آجکل کر رہے ہیں۔ اب پاکستانی اخبارات کا احتجاج ملاحظہ ہو:

○ یہ ترجیحاً نہرو اسلام کا نعرہ ضرور کھٹکتا ہے۔ کاش معزز عرب میزبان اپنے مہمان کو اس کا رسول پیکارتے وقت اپنے ان کلمہ گو بھائیوں کا بھی تصور کر لیتے، جن پر بھارت میں ان دنوں امن و عافیت کے صعب دروازے بند کر دیئے گئے ہیں اور جن کا خون محض اس جرم کی پاداش میں یانی سے زیادہ ارزاں کر دیا گیا ہے کہ انہوں نے رسول عربی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل خراش توہین پر احتجاج کیوں کیا تھا افسوس بھارتی مسلمانوں..... کی قلب کی گہرائی سے نکلی ہوئی آپس بھی عربوں کو اس مشرک وزیر اعظم کو اس کا رسول قرار دے کر مرجھا کہنے سے باز نہ رکھ سکیں، جس کی کیری انگلیوں سے بھارتی مسلمانوں کا گرم خون ابھی ٹپک رہی

رہا تھا۔ (روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۲۰ ستمبر ۱۹۵۶ء)

○ آل سعود نے پہلے خاص سیاسی مصلحتوں کے تحت ایک بُت پرست قوم کے نمائندے کو ریاض بلایا اور اس کے استقبال کے لیے قوا میں اور بچوں کو سناٹے لگائے اور ان سے جٹے ہند کے نعرے لگوائے۔ سعودی عرب کا یہ فعل سراسر مروت ہے جس کی کوئی مسلمان حمایت نہیں کر سکتا۔ عجیب بات ہے کہ حج حکمرانوں نے صلیب کی پختہ قبریں اور قبے تک اس لیے ڈھامیے ہوں کہ وہ اُن کی نظروں میں اسلام کی تعلیمات کے متافی تھے، وہی حکمران آج اپنی سیاسی مصلحتوں کے لیے ایک ایسے شخص کو حجاز میں موجود کر کے استقبال کرتے ہیں، جو بُت پرستوں کا نمائندہ ہے اور اسلام کے ہر کتبہ خیال کے علماء کا متفقہ فتویٰ ہے کہ کوئی بُت پرست اسلام کے اس گہوارے میں قدم نہیں رکھ سکتا یہ (روزنامہ کوہستان، لاہور، یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء)

○ شاہ سعود وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس روایت کو توڑا اور صنم خانہ کے پاسبان کو ارض کعبہ پر بلایا اور صرف بلایا ہی نہیں بلکہ خلاف روایات انداز سے اس برہمن زادہ کا استقبال کیا۔ استقبال کے وقت جو نعرے بلند کیے گئے ان میں سے ایک نعرہ دنیا کے اسلامی حلقوں میں خاص طور پر قابل اعتراض سمجھا جا رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ پنڈت جی کو رسول اسلام کہا گیا جس کے معنی پیغمبر اسلام کے ہیں۔ پنڈت نہرو کے حالیہ دورے سے یہ تاثر بھی شدت اختیار کرتا جا رہا ہے کہ سعودی مملکت اسلام کے نام پر قائم ہوئی تھی، محض نام کی اسلامی مملکت ہے اور اس کا طرز عمل از حد وسطانی کی عیسائی تحقیر کر عینک حکومتوں قطعا مختلف نہیں، جو مذہب کے نام پر لوگوں کا استحصال کرتی ہیں۔ (روزنامہ کوہستان، یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء)

○ کچھ اور بُت خانے کو ہمدوش کرنے کے لیے شاہ سعود اور پنڈت نہرو کو کشمکش کر رہے ہیں، اصل میں برہمن کا تو کچھ نہیں جانے کا، البتہ مؤقر الذکر جو بُت خانے

رقبہ شکنی میں سبکدست ہوتا ہے۔ اس میں مصلحت شناسی اور رُویا ہی آجائے گی۔
 اللہ اکبر! ایک دور وہ تھا علامہ (ابن) عبد الوہاب نجدی کے نام لیا۔۔۔۔۔
 یہ نعرہ لگاتے تھے کہ ہمارے لیے قرآن اور حدیث کافی ہے (فقہ کی ضرورت نہیں)
 اب وہ گیتا بجلی پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر پنڈت نیرو کو کفنی مسرت ہوئی ہوگی۔
 وہ کیوں نہ خوش ہوں؟ وہ کہتے ہوں گے کہ بھارت کے مسلمانوں کو ہندو ہزار سال سے
 اپنا مذہب پڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن وہ پڑھ کے نہیں دیتے اور سیرکسوسی عز
 کے ایک دور سے نئے عربوں کی نئی نسل میں گیتا بجلی پڑھنے کا ذوق و شوق پیدا کر دیا۔
 سعودی عرب کے اس تجربہ کے بعد عجیب نہیں کہ بھارت کے مسلمانوں کو حکم ہو جائے کہ تم
 اپنی مسجدوں میں اشوک بھی ستایا کرو۔“

(روزنامہ کوہستان لاہور، ۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

مولانا احتشام الحق تھانوی نے آج رات ایک بیان میں کہا ہے :
 ① سرزمین حجاز کے دارالخلاۃ ریاض میں بھارتی وزیر اعظم پنڈت نیرو
 کے استقبال پر مرجا نہرو رسول السلام سے جو رنگ اسلام اور اسلام سوز قہم
 کے نعرے لگائے گئے۔ ان سے نہ صرف یہ کہ مسلمانانِ عالم کے دینی و ملی جذبات عز
 کو ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچا ہے، بلکہ موتیاں حرمین شریفین کی اس موقد لہر دینداری
 کا پول بھی کھل گیا ہے، جس کا سارے عالم میں ڈنکا پیٹا جا رہا ہے۔

اس سے قطع نظر کہ سرزمینِ توحید اور گہولہ اسلام میں ایک منہ پرست بلکہ منکرِ خدا
 اور اللہ کے باغی کو دعوتِ حکیم دینا اور جوارِ رسول میں بسنے والے موقدینِ مروت اور
 عورتوں سے خیر مقدم و استقبال کرانا پاسبانِ حرم کے لیے کہاں تک دیب دیا ہے یا
 اس احساسِ ذمہ داری کو کہاں تک پورا کرتا ہے جو حرمین شریفین کی تولیت پر مسلمانانِ عالم
 کی طرف سے عائد ہوتی ہے۔ خود یہ بات بھی اپنی جگہ انتہائی شرمناک و غیر اعلیٰ ہے

کہ پنڈت نہرو کے لیے ”رسول السلام“ جیسے اصطلاحی الفاظ استعمال کیے جائیں۔
 سعودی عرب کے سفارت خانے سے جو وضاحتی بیان دیا گیا ہے۔ نامہ نگار
 عربی کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہے کہ رسول سے قاصد کے معنی مراد ہیں، نبی کے
 نہیں۔ میرے نزدیک عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے اور ممکن ہے کہ نامہ نگار عربی
 کی ابجد سے حقیقت میں واقف نہ ہو، لیکن سعودی عرب کے سفارتی ترجمان کے زیادہ
 واقف اسلام ضرور ہوتا ہے اور الزام کی تردید کرنے والے ترجمان، ممکن ہے کہ عربی
 کی مہارت تامہ رکھتے ہوں، مگر احلام اور تعلیمات اسلام کی ابجد سے بھی نا آشنا معلوم
 ہوتے ہیں۔ ”مرحباً رسول السلام“ کے نعرہ سے ادنیٰ عقل رکھنے والے کو غلط فہمی
 نہیں ہوتی ہے کہ پنڈت نہرو کو فہمی یا پیغمبر بنا دیا یا اس لفظ سے نبی کے معنی مراد لیے ہیں
 بلکہ یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ رسول سے قاصد ہی کے معنی مراد لیے گئے ہیں۔ یہ اعتراض ہے
 کہ لفظ ”رسول“ اسلام اور قرآن کریم کی مخصوص اصطلاح ہے، جس کی حیثیت شعائرِ اللہ
 اور شعائرِ اسلام کی ہے جیسے قرآن کریم، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ وغیرہ قسم کے بے شمار
 الفاظ اسلامی شعائر ہیں، جو اپنے لغوی معنی سے نکل کر اصطلاحی معنی کے لیے خاص ہو گئے۔
 اب ان الفاظ کو لغوی معنی میں استعمال کرنا، بالخصوص ان لوگوں کی طرف سے جن کو
 عربی زبان کے استعمال کرنے میں حدودِ دین کا پاس رکھنا ہے، قطعاً ناجائز اور حرام
 ہے، بلکہ شعائرِ اللہ کی کھلی ہونٹ بے حرمتی اور توہین ہے۔

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمان

کی کسی مسلمان کو یہ اجازت ہے کہ وہ اپنی تصنیف کا نام کتاب اللہ، اپنے گھر کا نام
 بیت اللہ اور اپنی مسجد کو مسجد حرام، اپنے باغ کو جنت، اپنے تالاب کا نام کوثر اور اپنے
 تنور کا نام تجیم اور اپنے پوسٹ میں کا نام رسول رکھ لے؟ حالانکہ لغوی اعتبار سے یہ
 سب صحیح ہے۔ کیا قرآن کریم میں،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا سَاعِنًا وَقُولُوا نُظَرًا
 میں الفاظ کا ادب مسلمانوں کو نہیں سکھایا گیا ہے؟ کیا حدیث شریف کے اندر مسلمانوں
 کو خبیث نفس کی ممانعت سے یہی ادب الفاظ نہیں بتلایا گیا ہے؟

سعودی عرب کے سفارتی ترجمانی کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کی عربی زبان بھی
 وہ زبان ہے جس میں اصطلاحات قرآن کی حرمت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اگر اللہ کے باغی کے
 احترام میں آج ناموس رسول کو یہ کہہ کر بھینٹ چڑھایا گیا کہ رسول کے معنی قابضہ کے
 ہیں، تو آئندہ تمام شعائر اسلام کی حرمت کبھی باقی نہ رہ سکے گی۔ پھر سلامتی و امن کا
 استعمال بھی کس قدر حیا سوز اور عزت کش ہے کہ جس کے ملک میں آٹے دن خونِ مسلم سے
 مہولی کھیلی جاتی ہو، وہ قاصد امن تو کیا ہوتا، اس میں امن و سلامتی کا ادنیٰ شائبہ بھی
 موجود نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ مردم خوردہ ندوں کو قاصد امن کے لقب سے
 یاد کیا جائے۔

بچوں کا نام خود رکھنا حشر کا جتنوں!

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

ہم آخر میں پاسبانِ حرم سے صاف طور پر یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ حرمین شریفین
 مسلمانانِ عالم کی امانت ہے اور ان پاسبانوں کی طرف سے ناموس رسول
 کی بے حرمتی کبھی برداشت نہیں کی جاسکتی۔

(روزنامہ جنگ، کراچی ص ۱، ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء)

ماہنامہ نقاد کراچی کے ایڈیٹر تبصرہ کرتے ہیں:

”قاطع بدعت و مباحی مقلد (ابن) عبد الوہاب نجدی، محافظ

حرمین شریفین جلالتہ الملك شاہ سعود کے نام

قدشیان رسول و عالیہین اسلام کا پیغام

جلالہ الملک ! اللہ آپ کو محبت رسول دے۔ خدا معلوم ! آپ کو معلوم ہے یا نہیں کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں نے ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے نام سے ایک الگ ملک بنایا تھا۔ اس نوزائیدہ ملک کے بننے ہی دشمنان اسلام و مسلمین نے مسلمان ہند کو اپنے نرغے میں لے لیا تھا اور پھر ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ ہندوستان کے مظلوم مسلمانوں نے اپنے آبائی وطن اور گھروں سے بھاگ بھاگ کر مڑتے مڑتے نہ جانے کیا کیا مصائب برداشت کرنے کے بعد پاکستان میں سکونت اختیار کر لی، لیکن اس کے باوجود اب بھی ہندوستان میں ساڑھے چار یا پانچ کروڑ مسلمان موجود ہیں جہاں نہ ان کی جانیں محفوظ ہیں نہ ان کی عورتوں کی عصمتیں۔

لیکن اے کلید بردارِ حرم ! جب آپ پچھلے دنوں ہندوستان کے سرکاری دورے پر آئے تو ان حالات کے باوجود آپ نے ہندوستانی حکومت کو یہ سند شاہی عطا کر دی کہ میں بحیثیت محافظِ حرمین شریفین اس بات سے مطمئن ہوں کہ ہندوستان میں مسلمان امن و سکون سے ہیں اور ان کی جانیں محفوظ ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

یقین کیجئے شاہ ! آپ کی اس سند شاہی کی تشہیر کے بعد بھی محمد شاہ رنگیلے کے فرامین بے ساختہ یاد آگئے تھے اور ہم یہ بھی سمجھ گئے تھے کہ ترک کی مسلمان قوم آپ اور آپ کی حکومت سے کیوں غیر مطمئن رہی ہے۔؟

اس واقعہ کے بعد آپ نے ایک غیر مسلم سربراہ کو سرزمینِ حجاز مقدس کے سرکاری دورے کی دعوت دی اور ۲۴ ستمبر ۱۹۵۶ء کو بحارت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو جب آپ کے دار الخلافہ ریاض پہنچے تو آپ کی حکومت کے اکٹھے کئے ہوئے عوام نے "یا رسول السلام نہرو" کے شرمناک نعروں سے ان کا استقبال کیا تھا۔ اس استقبال کرنے والوں میں عرب کے وہ قبائلی بدو اور عورتیں بھی شریک کٹھ گٹھے تھے جو کسی دشمن اسلام فرو یا قوم کے لیے اپنے دلوں میں جذباتِ احترام نہیں رکھتے۔ پھر سب سے

بڑا اجتہاد جو آپ جیسے قاطع بدعات نے کیا تھا، وہ یہ تھا کہ عرب کی خواتین کو غیر محرموں کے انبوه کثیر میں لا کر ان سے ایک غیر مسلم شخص کا استقبال سرزمین حجاز میں "رسول" جیسے میسرک و مقدس خطاب سے کرایا۔ شاہ قصبہ شکن اپنڈت جو اہر لال جہڑ کو "رسول" کے نام سے آپ نے یا آپ کی قوم نے یاد کر کے پاکستان کے نوکروڑ مسلمانوں کی، جو دل آزاری کی، وہ ناگفتہ بہ ہے۔ آپ کو کسی نے یہ بات غلط بتادی ہے کہ پاکستان میں ایسی قوم آباد ہے جو عربی زبان سے ناواقف ہے اور عربی زبان کے معانی و مطالب سے آگاہ نہیں ہے۔ آپ کے سفارت خانے لفظ "رسول" کے لیے جو تاویلات وضع کر رہے ہیں، اس سے ان کی سیچا رنگی اور ندامت خرم مترشح ہو رہی ہے۔

جلائلہ الملک اہم مسلمان عالم حیران ہیں کہ آپ اور آپ جیسے عقائد مذہبی رکھنے والے ایک ایسے شخص کو "یا رسول" جیسے عظیم لقب سے خوش آمدید کہہ سکتے ہیں، جو یطناً، نسلاً، بیت پرست اور مسلکاً لاندہب ہے، لیکن کوئی مسلمان حیات النبی خاتم الازل حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو فوجیہ جذبات و عقیدت، لوازم احترام اور واجبات استغاثہ میں یا رسول یا محمد، یا مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہہ کر یاد کرے تو اسے کافر و مشرک قرار دے دیا جاتا ہے۔ یہ کونسی منطق ہے؟ یہ کونسا عقیدہ ہے؟ یہ کون سا مذہب ہے؟ استغفر اللہ ربی۔ آپ لوگوں نے جنت البقیع کے تمام آثار مقدسہ کو شہید کر دیا۔ صد ہا اصحاب کبار کے قبوں کو مسمار کر دیا۔ گنبد خضریٰ، آرام گاہ رسول، حشر چشمہ نور الہی کے معاد سے زمین بوسی کو حرام اور جرم قرار دیا گیا۔ اور آپ اور آپ کے ہم مسلک عقیدہ مولویوں نے یہ حکم بھی لگا دیا کہ ختم السلیس، نبی آخر الزماں، حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو شخص کھڑے ہو کر "یا رسول صلام علیک" پڑھے اور اس عقیدے پر اصرار کرے، تو مرتد اور واجب القتل! لیکن آج یہ کیا ہوا کہ احترام رسول کو بدعت و مشرک و کفر کہنے والے مقلدین ابن عبد الوہاب نجدی ایک ایسی

قوم کا استقبال "یا رسول السلام" کے نعروں سے کرتے ہیں جو دشمن رسول و اسلام ہے اور لاکھوں دیوی دیوتاؤں کا پجاری ہے۔ اللہ اکبر!

اے شاہ! ہم آج سمجھ کہ بڑے بڑے جنادریوں کے عقائد و مسلک کے آہنی قلعوں کو سیاسی تقاضے ایک ہی جھٹکے میں مسمار کر ڈالتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا آج سعودی عرب میں کسی ڈاکیے یا پوسٹ مین یا کسی بھی پیغام رماں کو اہل زبان یا دیہاتی لوگ "یا رسول" کہہ کر پکارتے ہیں؟ ہم پوچھتے ہیں کہ عرب کے کسی گوشے میں کیا کوئی ایسا بد نصیب مسلمان ہے جو "رسول" کا لفظ انبیاءِ مرسلین علیہم السلام کے علاوہ عام آدمیوں علی الخصوص کسی مشرک و بت پرست یا لاندہب شخص کے لیے بولتا یا لکھتا ہو؟

ہمارے سوالات کا جواب یقیناً نفی میں ہے اور ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ حضور پُر نور (مردی خدا، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شانِ اقدس میں گستاخانہ خیالات رکھنے اور بارگاہِ رسالت میں اپنے معاملات صاف نہ رکھنے کی پاداش میں عرب حاکموں سے یہ حماقت اور دیوانگی سرزد ہوئی ہے۔ تواضع و میزبانی عربوں کا طرہ امتیاز ہے لیکن اے کلیدِ بردارِ حرم! آپ نے یہ بھی غور کیا کہ سیاسی استحکام اور ذاتی حبِ جاہ کے لیے آج آپ کی میزبانی اپنی حدود سے بڑھ کر دشمنی دیں اور شامتِ رسالت کے قعرِ لذت اور ظہورِ فضائل کی سرحدوں پر آپ پہنچی ہے۔ آپ تمام حضراتِ غیر مشروطہ طور پر اقرار گناہ کریں۔ اس نازک مرحلے پر تاویلات اور استدلال کے ہمارے بڑے شرمناک ہیں۔ اس راستہ میں ع۔ با خدا دیوانہ باش اوباما محسن ہوشیار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عقیدہ واجب و لازم ہے اور تاویلات "عند گناہ بدتر از گناہ" کے مستعاروں ہیں۔ خداوندِ کریم آپ کو محبتِ رسول سے اور یہ توفیق بھی ارزاں فرمائے کہ آپ یا آپ کی حکومت مسلمانانِ عالم کی اس دل آزادی کے سلسلہ میں ٹادم ہو۔ السلام علی من اتبع الهدی۔

(ماہنامہ نقاد، کراچی، نومبر ۱۹۵۶ء، ص ۱۱۱)

قارئین کرام! تجزیوں کی اس غیر اسلامی روش نے غیر مسلموں کے ہاتھوں میں
 کیسا ہتھیار تھما دیا؟ رسول کے اصطلاحی اور لغوی معنیوں کے بارے میں کسی کیسے شکامیوں
 کا موقع فراہم کر دیا۔ چنانچہ بھارت کا دہلی سے نکلنے والا اخبار ”تیج“ اپنے ۲۱ ستمبر ۱۹۵۶ء
 کے ادارتی میں نجدیوں کے اسی نعرے پر اظہار خیال کرتا ہے۔ اس ادارے کا اقتباس
 نوائے وقت لاہور نے یوں نقل کیا تھا۔

پرو جان منتری شری جو اہل لال نہرو پیغمبر اسلام کی دنیا میں پہنچے، تو ان کا استقبال
 پیغمبر امن کے نعروں سے کیا گیا۔

۲۔ اگر ہم غلطی نہیں کرتے، تو اسلام کے معنی امن کے ہیں، سلامتی کے ہیں۔ پیغمبر اسلام
 کے معنی بھی امن و سلامتی کے پیغامبر کے ہیں۔ گویا پیغمبر اسلام اور پیغمبر امن ایک ہی
 بات ہے۔

۳۔ پنڈت جی کے اس دورہ کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ تو وقت بتائے گا، مگر اس سے
 کافراور کفر کے فلسفے میں تبدیلی ہوگئی، تو یہ دورہ کی بہت بڑی فتح ہوگی۔
 (روزنامہ نوائے وقت، لاہور، یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء)

نجدیوں و بلایوں کی اس قبیح حرکت اور اسلام سوز نعرے کی بنیاد پر مزائیسوں
 قادیانیوں نے ان نام نہاد مومندوں کے منہ پر لگام لگاتے ہوئے ایک بیان داغ دیا:
 ○ ”ایک مذہبی سوال لفظ ”رسول“ کے استعمال سے متعلق ہے۔ آج تو اہل حدیثوں
 کو یہ تاویل سمجھ آرہی ہے کہ رسول کے معنی قاصد کے ہوتے ہیں، مگر جب یہانی سلسلہ
 احمدیہ (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) نے رسول کے معنی مامور اور تابع شریعت آمتی
 نبی کے پیش کئے تھے، تو یہی مولوی شور مچاتے تھے کہ ”رسول“ شرعی اصطلاح ہے۔ اس لفظ
 کے اطلاق کے معنی یہ ہیں کہ یہ شخص نئی شریعت لانے کا مدعی ہے۔ اگر اس موقع پر اہل حدیثوں کو
 ہی لفظ ”رسول“ کے استعمال کی وسعت کا احساس ہو جائے اور وہ اپنی غلطی کو ان بائیس

تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اہل نجد کی غلطی مفید ہی ثابت ہوئی۔

ماہنامہ الشرق، ربوہ، فروری ۱۹۵۷ء، ص ۱۵

دہائی حضرات کے ”رسول الاسلام“ یعنی جواہر لال نہرو موجود مسلمانانِ پاکِ ہند کا ازل و ثمن، کھلا کافر اور ٹھیکٹ بت پرست تھا، اُن کی صدارت میں آل انڈیا نیشنل کنونشن مارچ ۱۹۳۷ء میں منعقد ہوا۔ پنڈت جی نے صدارتی خطبے میں قومیت کا تصور یوں بکھیرا تھا:

”ایسے لوگ بھی ابھی زندہ ہیں جو ہندوستان کا ذکر اس طور پر کرتے ہیں، گویا دو ملکوں اور قوموں کے بارے میں گفتگو ہے۔ جدید دنیا میں اس دقیانوسی خیال کی کوئی گنجائش نہیں۔“ (در ویداد آل انڈیا نیشنل کنونشن منعقدہ مارچ ۱۹۳۷ء)

مذہب کی مخالفت اس ملعون شخص کے دل میں کتنی تھی، خود اپنی سوانح عمری میں لکھتا ہے: ”جس چیز کو مذہب یا منظم مذہب کہتے ہیں، اسے ہندوستان میں اور دوسری جگہ دیکھ کر میرا دل ہیبت زدہ ہو گیا ہے۔ میں نے اکثر مذہب کی مذمت کی ہے اور اسے مٹا دینے کی آرزو تک کی ہے۔“ (میری کہانی ص ۶۱)

● پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر گاندھی کے کرتا و حرتا ہندو مہا سبھا کے صدر یعنی مسٹر ساردر کر سے ہندو کی تعریف تھیں،

”لفظ ہندو سے عبارت ہے ہر وہ شخص جو ہندوستان کی ہو، مثلاً کلچر، نسل اور دھرم اور ہندو کے معنی ہیں ہر وہ شخص جو ہندوستان کا رہنے والا ہو۔“

(ہندوستان ٹائمز، ۲۰ فروری ۱۹۳۹ء)

اسی ہندو مہا سبھا کے نائب صدر یعنی ڈاکٹر اردھامکر جی نے آل انڈیا ہندو ویدک یوتھ کانفرنس منعقدہ لاہور کے صدارتی خطبے میں علی الاعلان کہا تھا،

”ہندوستان کو فطری اور عملی طور پر ایک ہندو اسٹیٹ بنانا چاہیے جس کا کلچر ہندو“

اور جس کا مذہب ہندو ازم ہوا وہ جس کی حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو۔
 (رُوشید اہل اندیا ویدک یوتھ کانفرنس، منعقدہ لاہور)
 دیوبندی حضرات کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے جس شخص کی سرکردگی میں تحریک
 ریشمی رومال میں حصہ لیا تھا اور جس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے تھے
 اُسی لالہ ہر دیال کا بیان ہے:

”پس اگر ہندوستان کو کبھی آزادی ملی تو یہاں ہندو راج قائم ہوگا نہ صرف
 ہندو راج قائم ہوگا، بلکہ مسلمانوں کی شدھی، افغانستان کی فتح وغیرہ — باقی
 آدرش بھی پورے ہو جائیں گے۔“ درود نامہ ”تلاپ“ ۱۳ جنوری ۱۹۲۵ء
 قارئین کرام! نام نہاد موحّدین کی زنا و دوستی کی مختصر سی روئیداد آپ نے
 ملاحظہ فرمائی۔ یہ وہی لوگ ہیں جو عام مسلمانوں کو بات بات پر مشرک اور بدعتی کہتے
 کہتے نہیں تھکے، لیکن اپنا یہ حال ہے کہ بچے مشرکوں کو لگے لگا کر محبت کی میٹکیں بڑھا
 رہے ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے سرزمین عرب میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ذریت
 سعودی خاندان کی ہندو توازی کا مختصر سا تذکرہ پڑھا۔ اب ذرا اس نجدی سپر
 کے نظریاتِ فاسد اور افکارِ باطلہ کے ہندوستانی مبلغ مولوی اسماعیل دہلوی اور
 اُس کی معنوی اولاد کی کارستانیوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ یہ وہی مولوی اسماعیل دہلوی
 ہے، جس نے ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب ”کتاب التوحید“ سے استفادہ کر کے
 ”تقویۃ الایمان“ نامی کتاب مرتب کی اور برصغیر پاک و ہند میں وہابی اعتقادات
 کا پرچار کیا۔

آج حقائق پر پردہ ڈال کر اسماعیل دہلوی کے چیلے چپائے اسے جنگِ آزادی کا
 ہیرو، مجاہد اور شہید، انگریزوں اور سکھوں سے نبرد آزما ہونے والا اور نہ جانے یہ

کیا کچھ بنا رہے ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ دراصل اس اسماعیل دہلوی کی تحریک سکھوں کے خلاف تھی نہ انگریزوں کے۔ اس بد بخت کا اصل مقابلہ مسلمانانِ اہل سنت و جماعت کے ساتھ تھا۔ جہاں تک سکھوں سے اس کی لڑائی کا تعلق ہے۔ اگر فرضِ محال اسے تسلیم کر بھی لیا جائے، تو یہ جزوی طور پر ایک تحریک ہوگی، جو سکھوں کی بجائے پنجاب میں انگریزوں کے قدم جانے کے لیے چلائی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اصل نشانہ سرحد کے غیور مسلمانوں کو بنایا گیا اور نہ ذاتی طور پر مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی وغیرہ کے ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ کافی تعلقات اور خلصے مراسم تھے، چنانچہ مولوی اسماعیل کا سیکرٹری منشی ہیرالال تھا اور ایک معتمد راجہ رام مہندو "تھا۔ (حیاتِ طیبہ ص ۳۶)

غور فرمائیے جس شخص کے کافروں مشرکوں کے ساتھ تعلقات کا عالم یہ ہو کہ ہیرالال اور راجہ رام جیسے کافر و مشرک دشمن اسلام اس کے سیکرٹری و سپاہی ہوں، وہ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ کیا جہاد کرے گا؟

باقی رہا سکھوں کا معاملہ، وہ بھی پٹینے۔

"حیاتِ طیبہ" کا مصنف مرزا حیرت دہلوی لکھتا ہے:

"یہ خبر معتبر معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے دن شیر سنگھ نے ان دونوں بزرگوں

(اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی) کی نعشوں کو شناخت کر اگر نہایت عزت کے ساتھ انہیں بالاکوٹ میں دفن کیا۔" (حیاتِ طیبہ ص ۵۲۷)

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی مصدقہ کتاب "شہادتِ امدادیہ" ص ۹۹ پر

لکھا ہے: "کہ آدمیوں نے حضرت (سید احمد) کا بدن پایا۔ امر سنگھ نے تعظیم و کرام عام مزار تیار کیا۔"

نیز "حیاتِ طیبہ" میں یہ بھی مذکور ہے کہ مولوی اسماعیل کے پیر سید احمد نے بختِ سنگھ

کی افواج کے جہز بڑھ سنگھ کو جو خط لکھا، اس میں بڑھ سنگھ کو ان القاب کے ساتھ یاد فرمایا:

”از امیر المومنین سید احمد پرمختبر بہت تحمیر، سپہ سالار جنود و عساکر
مالک خزاٹن و دفتار۔ جامع ریاست و سیاست۔ عادی امارت
ایالت، صاحب شمشیر و جنگ۔ عظمت نشان سردار بڑھ سنگھ“
(حیاتِ طیبہ ص ۲۹۹)

خیال فرمائیے جو لوگ سکھوں کو ان القاب و آداب کے ساتھ یاد کریں کہ جن القاب و آداب کو ان کی نجدی توحید انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرضوان کے متعلق استعمال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتی اور جن کی نعشوں کو سیکھ نہایت عزت کے ساتھ دفن کر میں، بلکہ ان کا مزار بنائیں۔ کیا ان نجدی دہائی لیڈروں کی سکھوں کے ساتھ کوئی دشمنی ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ سوچیے اگر انہوں نے سکھوں کے ساتھ صحیح معنوں میں جہاد کیا ہوتا اور واقعی وہ ان کے دشمن ہوتے، تو اس صورت میں سیکھ ان کو عزت کے ساتھ دفن کرتے، ان کا مزار بناتے؟ بلکہ ان کی نعشوں کے ٹکڑے اڑاتے۔ ان حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ اسماعیلی لوگوں کی سکھوں کے ساتھ کوئی مذہبی دشمنی نہ تھی، بلکہ اندرونی طور پر بھائی چارہ تھا، جیسی تو مسکھ ان لوگوں کی اس طرح عزت و تکریم بجا لاتے تھے۔

○ مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کی انگریزوں، ہندوؤں اور سکھوں کے کوئی دشمنی اور لڑائی نہ تھی، بلکہ ان دشمنانِ دین کے ساتھ گہرا رشتہ تھا۔ ان دونوں دہائی لیڈروں اور ان کی ذریت کی اصل لڑائی تو مسلمانوں کے ساتھ تھی۔ چنانچہ دیوبندیوں کی مشہور کتاب ”ذکرۃ الرشید“ میں ہے کہ ”حضرت دکنگوی جی نے فرمایا کہ خانہ اجماعی مساکن انبیٹھ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ہم قافلہ کے ہمراہ تھے۔ مولوی عبدالحی صاحب مولوی

اسماعیل صاحب ہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب رام پوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد یا محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا۔ (تذکرۃ الرشید ج ۲، ص ۲۷۰)

دیکھئے! اسماعیل جہاد کی ابتداء ہی مسلمانوں کے ساتھ ہوئی ہے۔ مزاہرت لکھتا ہے: "مولانا شہید کی پہلی نظریں درانی (مسلمانوں) کی توپوں پر لگ رہی تھیں۔ آپ سب سے پہلے ان پر جا پڑے۔ گولہ انداز نے مہتابی کو روشن کر کے چاہا کہ پہلے مولانا شہید کو اڑا دوں کہ مولانا اسماعیل نے پھرتی سے وار کر کے اس کی گردن اڑا دی۔ دوسرا توپچی بھی یونہی مارا گیا۔ مولانا شہید نے فوراً وہ دونوں توپیں ورائیول (پٹھان مسلمانوں) کی طرف پھیر کر فائر کرنے شروع کیے۔ ایک وقادار ہندو (راجہ رام) جو مولانا (اسماعیل) شہید پر فریفتہ تھا، گولہ اندازی پر معزز ہوا۔ اس نے اس پھرتی سے کہ درانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ادھر مولانا شہید ان پر ٹوٹ پڑے۔ وہ درانی کیونٹر میدان میں ٹھہر سکے تھے۔ اپنا کل سامان چھوڑ کر بھاگے۔ جب وہ فرار ہو رہے تھے، سید صاحب بھی ان پر آپڑے تھے۔ جتنے درانی مارے گئے، ان کی تعداد ٹھیک معلوم نہیں۔ ہاں جن مردوں کو وہ میدان میں چھوڑ گئے تھے، وہ چار سو سے زیادہ تعداد میں تھے۔ مولانا شہید کی فوج کا ایک آدمی بھی زخمی نہ ہوا تھا۔"

(حیات طیبہ ص ۳۲۱-۳۲۲)

دعا گو اکبر عاشق بٹالوی لکھتے ہیں: جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ سید احمد بریلوی اور اسماعیل شہید کی تحریک پر یقیناً نجد کی دہابیت کے کافی اثرات تھے۔ شاہ اسماعیل شہید و سید احمد بریلوی نے حج سے واپس آکر اپنے آپ کو غیر مقلد ظاہر کیا تھا۔ (روزنامہ امروز، لاہور، ۱۴ اگست ۱۹۵۶ء)

نیز یاد دہانی ہو جیز لکھتا ہے: "محمد بن عبد الوہاب کے جانشینوں نے

وہابیت کے اصول سید صاحب کو تعلیم کیے اور انہیں بتا دیا کہ مذہبی دُور لوگوں میں پھونکنے کے بعد یہ کامیابی ہوتی ہے اور یوں ملک ہاتھ لگتے ہیں۔ (ریاستِ طیبہ ص ۵۱۲)

روزنامہ کوہستان لاہور، ۲۸ فروری ۱۹۵۷ء میں ہے،

ہندوستان کی وزارتِ خارجہ عربی ممالک میں پراپیگنڈہ کے لیے ان لوگوں کو منتخب کرتی ہے جو ہندوستان کے عربی مدارس، خاص کر دیوبند میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں (دیوبندی علماء) جو نظریاتی طور پر ان سے متفق ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو عربی جاننے کے ساتھ اپنے ملک کے حالات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ چنانچہ عربی ممالک میں ہندوستانی سفارت خانوں کے پراپیگنڈا سیکشن میں کام کرنے والے جتنے لوگ جوتے ہیں، ان میں سے ان (دیوبندی) عاملوں کی بڑی اکثریت ہوتی ہے اور یہ لوگ بڑی جاں فشانی سے کام کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ مسلمان (دیوبندی) ان جگہوں پر نہ ہوں، تو ہندوستان کی شہرت اتنی ہرگز نہ ہو۔

روزنامہ سعادت، لاٹھی پور نے، ۷ اکتوبر کی اشاعت میں لکھا ہے،

”بھارت سے کانگریسی مولویوں کا ایک وفد جس کی قیادت جمعیتِ علماء ہند (دیوبند) کے سیکرٹری کر رہے تھے۔ وہاں (مکہ مکرمہ) آیا ہوا تھا۔ اس وفد نے شاہِ سعود کو یقین دلایا کہ ”بھارت کے مسلمان بڑے امن و سکون سے زندگیاں گزار رہے ہیں۔ پنڈت نہرو کی حکومت اُنکے ساتھ بڑا اچھا سلوک کر رہی ہے، حالانکہ اس وقت تمام بھارت میں مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی انتہا کی جارہی تھی، اُن کو قتل کیا جا رہا تھا، اُن کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی تھی۔ ہزاروں مسلمانوں کو توہینِ رسالت کے خلاف احتجاج کے جرم میں جیل میں ڈال دیا گیا تھا اور مساجد کو مندروں میں تبدیل کیا جا رہا تھا اور پچاس ہزار کے قریب مسلمانوں کو شدید شہ کیے گئے کا اعلان ہو چکا تھا۔“

(روزنامہ سعادت، لاٹھی پور، ۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

روزنامہ کوہستان، لاہور اپنی ۲ نومبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے،
 ”بھارت سے ہر سال حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ احرار مولوی یا کانگریسی
 مولوی کو بھیجا جاتا ہے، جو پاکستان کے خلاف اور بھارت کے حق میں پراپیگنڈہ
 کرتا ہے۔“

دوبابی علماء کو نہرو، گاندھی اور کانگریس سے جو پیار ہے، وہ مقامی بیانیہ
 دہائیوں کانگریسیوں نے گاندھی جی کے نعرے لگائے۔ مشرک کانگریسی لیڈروں
 کے گلے میں بار دوائے، انہیں مسجدوں میں لا کر منبر پر بٹھایا اور مسلمانوں کا وعظ بنایا۔
 گاندھی کو امام، مفکر، سردار اور رہبر بنایا اور کہا کہ امام مہدی (علیہ السلام) کی جگہ امام
 گاندھی تشریف لائے ہیں۔ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو نہایت گاندھی جی ہوتے۔ دس ہزار
 جناح، شوکت اور قنبر جو اہل لال نہرو کی بھوتی کی نوک پر قربان کیے جاسکتے ہیں وغیرہ
 وغیرہ (حوالہ کے لیے دیکھئے دیوبندی مذہب — اتوار آفتاب صداقت)

اور پھر دہائیوں کا گاندھی کے ساتھ یہ رشتہ و تعلق صرف اس مشرک کی زندگی
 تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ اب بھی اسی طرح قائم ہے۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۵۶ء میں دہائیوں
 نے اپنے دار الخلافہ نجد میں نہرو کو بلا کر اُس کی زبانی گاندھی کے تعریفی اشعار سنے۔
 اور گاندھی کا نعرہ لگایا اور ہندوستان میں ۳۰ جنوری ۱۹۵۷ء کو تنگ ہال کانپور
 میں کانگریس کی طرف سے ہاتھ گاندھی کا یوم شہید منا یا گیا، جس میں علاؤ الدین کانگریسیوں
 کے قوم پرست مسلم (دوبابی) کانگریسیوں نے بھی اپنے باپ کے علم میں حسب استطاعت
 شرکت کی۔ جناب حافظ بیت اللہ صاحب رکن (دیوبندی) جمعیت العلماء اور حضرت
 بابا خضر محمد صاحب جمعیت علماء کانپور کے سرپرست نے ہاتھ گاندھی کی رُوح کو خراج
 عقیدت پیش کرنے کے لیے قرآن کریم کی آیتیں اُن کی تصویر کے سامنے جلیٹ کر پڑھیں،
 اور اُن کی رُوح کو بخش دیں۔ ایک جانب لوگ سمجھ گلا رہے تھے، تو دوسری جانب

جمعیت علماء ہند دیوبند کے کچھ ذمہ دار ارکان تلاوت قرآنی کریم کر رہے تھے۔
(ماہ طیبہ مارچ ۱۹۵۷ء کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ، بحوالہ اخبار سیاست
کانپور، بھارت - یکم فروری ۱۹۵۷ء)

○ بقوت الشرق ایک ماہوار عربی رسالہ ہے، جو مصر میں ہندوستانی سفارتخانے
(جہاں میں دیوبندی عالموں کی اکثریت ہوتی ہے) کے حکمہ اطلاعات کی طرف سے نکلتا ہے۔
اس رسالے میں تمام مضامین ہندوستان سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس میں مصر کے ایک
ممتاز ادیب استاد عزیز زہنی کا ایک مقالہ ہے جس میں اس نے تمام تر زور اس بات پر
صرف کیا ہے کہ گاندھی جی نے جو سیاسی طریقہ اختیار کیا ہے، اس کی بنیاد پر وہ بیک
ہند دہی تھے اور مسلمان بھی۔ وہ قرآن پڑھتے ہوئے قتل کئے گئے اس لیے وہ مسلمان
شہیدوں میں سے ایک شہید ہیں (بلکہ)

فلہ عند اللہ مقام شہیدین اثنین لا شہید واحد۔
ترجمہ: ”اُس دکاندھی کے لیے خدا کے ہاں دو شہیدوں کا ثواب ہے نہ کہ ایک شہید کا۔“
فقد صلی اللہ علی غاندھی ہو و ملائکتہ فما کان غاندھی
وما کانت حیاتہ الا نوراً علی نور۔

(ترجمہ) ”پس تحقیق خدا اور اُس کے فرشتوں نے گاندھی پر درود بھیجا۔ گاندھی
اور اُس کی زندگی نور علی نور تھی۔“ (معاذ اللہ تعالیٰ)
درود نامہ کوہستان، لاہور، ۱۴ فروری ۱۹۵۷ء)

دیوبندی مودودی ماہنامہ ”تجلی“ دیوبند (جس کا ایڈیٹر برادر زادہ شبیر احمد عثمانی
فاضل دیوبند عام عثمانی ہے) لکھتا ہے: ”دنیا کی مشہور دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند
کی دعوت پر سنہ ۱۳۷۰ھ کو جمہوریہ ہند کے صدر جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب
تشریف لائے۔ جناب صدر کی آمد سے قبل تقریباً دس روز تک دارالعلوم کے تمام

اسٹاف نے جس ذوق و شوق، تین مہی اور دلچسپی سے اپنے معزز مہانوں کے استقبال کی تیاریاں کیں، ان کا تفصیلی بیان ایک دفتر چاہتا ہے ہمیشہ عید قربان دس بارہ روز کی چھٹیاں ہوا کرتی تھیں لیکن اس مرتبہ انہیں بھی ختم کرنا پڑا اور دفتر اہتمام سے آرڈر جاری ہوا کہ تمام سٹاف (راجندر کے) استقبالی انتظام کی تکمیل میں پوری طرح مصروف رہے میرے (مدیر تجلی) اپنے کئی اقرباء مدرسہ میں ملازم ہیں۔ ان میں سے ایک کا ذوق و شوق کا عالم تو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ علی الصبح مدرسہ تشریف لے جاتے اور رات تک ان کا پتہ ہی نہ چلتا۔ جمعہ کے دن دوپہر کا کھانا کھانے بمشکل تین بجے گھر آ سکے۔ جی چاہا کہ پوچھوں کہ نماز جمعہ کی بھی چھٹی تھیں ملی۔ مگر چپ رہا کہیں ان کے مقدس جذبات کو ٹھیس نہ لگ جائے۔ آخر جمعہ تو ساتویں روز آتے ہیں مگر صدر جمہوریہ (راجندر) روز روز نہیں آتے۔ جلسے کی شرکت کے لیے انگریزی زبان میں نہایت نفیس دعوت نامے چھاپے گئے۔ جلسہ اس پتہ ڈال میں ہوا جو ہزار سے زیادہ سوئے خرچ و وسیع دارالطلباء میں بنوایا گیا تھا۔ بہت شاندار معزز مہمان کی شان کے مطابق سب سے پہلے وطنی ترانہ پڑھا گیا تھا۔ اس وقت صدر جمہوریہ اور تمام اساتذہ و منتظمین (دیوبند) اور پورا مجمع کھڑا تھا۔ ترانے کے آخر تک سب کھڑے تھے اور پھر صدر محترم کی تقلید کرتے ہوئے سب بیٹھ گئے۔ اب (ترانے کے بعد) تلاوت قرآن سے جلسہ شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کے وقت کھڑے ہونے کا رواج ہمارے ہاں نہیں ہے۔ اس کا مقابلہ ترانہ کے آداب سے نہیں کرنا چاہیے۔ تلاوت کے بعد نظمیں ہوئیں۔ گلزارِ محبت نے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بتلایا کہ اگر مولانا (حسین احمد مدنی مدظلہ) دین حجازی کے محبظ و مخزن ہیں۔ تو صدر جمہوریہ دین غیر حجازی کے امام و شیخ ہیں۔ ایک ولی ہے تو دوسرا دھرماتما۔ دونوں ہی کے فیض و برکت سے جمہوری حکومت اپنے پیش بہا کام کو انجام دے رہی ہے۔ انور صابری سے صاحب

قوی و ملی خیالات کو جائزہ شعر بیانے میں جس قدر مشاق ہیں، وہ شاعر نے سُنے والے حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ گاندھی جی کی مطلوبانہ موت پر غالباً "باپوشیدہ" کے عنوان سے جو نظم انہوں نے کہی تھی، اس کا مقابلہ اس موضوع کی شاید کوئی نظم نہیں کر سکی۔ نظموں کے بعد حضرت (مولانا محمد طیب) مہتمم صاحب دارالعلوم نے سپاس نامہ پڑھا۔ سپاس نامہ کے اخیر میں اُمید ظاہر کی گئی ہے کہ جناب صدر جمہوریہ کی قدم رنجہ فرمائی۔ دارالعلوم کی تاریخ کا ایک تابناک نقش ہے، جس پر دارالعلوم کو ہمیشہ فخر رہے گا۔ اس کے بعد مہتمم علامہ نے رسم شکریہ ادا فرمائی۔ حضرت مولانا نے مدظلہ نے اس سلسلہ میں پانچ دس منٹ تقریر فرمائی۔ شیخ نے اپنی معروف صاف گوئی کو قائم رکھا اور فرمایا: ہم دیوبندی (غریب ہیں) بے نوا ہیں۔ عالی جناب صدر جمہوریہ (راجندر پرشاد) نے اپنی تشریف آوری سے نواز کر مجھے حد درجہ ممنون فرمایا ہے۔ صدر جمہوریہ جلسہ ختم ہونے پر دیوبند سے روانہ ہو گئے۔ میں نے دیکھا ان کی فراٹے بھرتی ہوئی کار کو صرف ایک فکری دیکھ لینے کے لیے سینکڑوں لوگ (دیوبندی) اس طرح بھاگ رہے تھے، جیسے قزوں پہلے قیس ناقہ دلیلی کی طرف بھاگا ہوگا۔ کیونکہ بھاگتے آخر صدر جمہوریہ کی کار تھی دارالعلوم نے اپنے محبوب صدر (راجندر پرشاد) کی آمد پر ہزاروں روپیہ خرچ کیا (ادار) جناب صدر نے اپنی جیب خاص سے نقد ایک ہزار روپیہ دیا۔

چنانچہ اگلے روز جناب مہتمم صاحب (قاری محمد طیب) نے نہ صرف یہ کہ کامیابی کی مسٹاکی تقسیم فرمائی، بلکہ جلسہ عام میں جناب صدر (جمہوریہ ہند) کی خوش اخلاقی، فراخ نظری، روحانیت، شفقت، جود و سخا، انسانیت پروری، حلم و رافت اور نندہ نوازی کو بڑے بڑی الفاظ میں نہایت مسرت و دلی جوش کے ساتھ سراہا۔
(ماہنامہ تجلی، دیوبند، اگست ستمبر ۱۹۵۷ء)

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کی زبان دیوبند میں راجندر پرشاد کی ہنگامہ خیز

وجہ انگریز آمد کا حال سنئے، اس سے دیہاتی توحید کے چند مزید اسرار آپ پر منکشف ہوں گے۔ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند رقمطراز ہے،

۱۳۵۰ جولائی ۱۹۳۵ء کی تاریخ دارالعلوم دیوبند میں وہ تاریخی دن تھا جب دارالعلوم میں عالی جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب بالقام نے صدر جمہوریہ ہند کی حیثیت سے قدم درجہ فرمایا۔ پروگرام کے مطابق صبح کے ۸ بجے جب صدر جمہوریہ ہند اپنے سیلون سے برآمد ہوئے، تو حضرت مولانا مدنی اور حضرت مولانا محمد طیب صاحب جو سیلون کے دروازے کھڑے تھے، آگے بڑھے۔ مولانا حفظ الرحمن صاحب (کاگرس) نے ان حضرات کا تعارف کرایا۔ اولاً مولانا مدنی صاحب سے اور پھر حضرت مولانا محمد طیب صاحب بدظلمہ سے صدر محترم نے مصافحہ کیا۔ حضرت مہتمم صاحب نے صدر کو بار پہنایا۔ ۸ بج کر انٹنٹ پر صدر محترم دارالعلوم (دیوبند) کے لیے اپنی کار میں روانہ ہوئے اسٹیشن سے لے کر دارالعلوم تک راستہ خیر مقدم کے لیے بنائے ہوئے خوشنما دروازوں اور رنگ برنگ کی جھنڈیوں سے آراستہ تھا۔ دیوبند اور قریب جوار کے ہزاروں اشخاص شریک پر دورویہ صدر کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ دارالعلوم سے تقریباً ۳۰ فرلانگ کے فاصلے تک طلباء نے دارالعلوم کی دورویہ قطار میں کھڑی ہوئی تھیں۔ ہندو بیرون ہند کے طلباء کے علیحدہ علیحدہ گروپ بنادیئے گئے تھے جو متعدد دھاڑے ہوئے تھے۔ جب طلباء کو ان کی دلکش قطاروں کے درمیان سے صدر محترم کی کار گزرنا شروع ہوئی، تو دیوبند کی فضا استقبالِ نعروں کے گونج اٹھی۔ کتب خانہ کے محاشن کے بعد صدر جمہوریہ ٹھیک ونب کے استقبالِ حلیہ میں شرکت کے لیے پنڈال میں تشریف لے گئے۔ عظیم الشان اور حسین پنڈال مختلف گیلریوں میں تقسیم تھا۔ صدر محترم نے جو بھی ڈانٹس پر قدم رکھا، پورا مجمع صدر (راجندر پرشاد) کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت مولانا مدنی نے صدر محترم کو سنبھارا

بار پہنایا۔ دارالعلوم کی جانب سے اللہ اکبر۔ دارالعلوم زندہ باد۔ صدر جمہوریہ ہند
زندہ باد اور جمہوری ہندوستان زندہ باد کے نعروں سے صدر محترم کا خیر مقدم کیا گیا اور
ضلع کے حکام کی جانب سے سرکاری رسم کے مطابق قومی ترانہ پیش کیا گیا جسے انگریزی
سکول کے بچوں نے پڑھا۔ ترانہ ختم ہوتے صدر محترم اور پورا مجمع بیٹھ گیا اور جلسہ
کی کاروائی شروع کی گئی۔ سب سے پہلے دارالعلوم کی جانب سے حضرت مولانا حفظ الرحمن
صاحب نے صدر محترم کی قدم رنجہ فرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ آج دارالعلوم
کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو رہا ہے۔ صدر محترم ہندوستان کی صرف ایک عظیم شخصیت
ہی نہیں۔ بلکہ جنگ آزادی کے جانیاز سپاہی بھی ہیں۔ آج وہ صدر جمہوریہ کی حیثیت سے
یہاں رونق افروز ہیں۔ آپ کی قدم رنجہ فرمائی پر ہمیں مسرت ہے اور ہم اس کے لیے (جند
پر شہاد کے) شکر گزار ہیں۔ اس ترانہ و شکریہ راجندر کے بعد تلاوت قرآن مجید سے جلسہ کا
باقاعدہ کاروائی کا آغاز ہوا۔ تعلیم کے بعد حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے سپاس نامہ پڑھ کر سنا یا
جس میں دارالعلوم کی باطنی روحانیت اور توکل و امانت وغیرہ پر صدر محترم کی توجہ دلائی
گئی۔ صدر جمہوریہ کو یہ سپاس نامہ ایک منقش صندوق میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ جلسہ کے اختتام پر
صدر محترم جمہوریہ ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ دارالعلوم کی جانب سے دوپہر کا کھانا
صدر محترم کو ان کے سیلون میں کھلایا گیا۔ حضرت مولانا مدنی مدظلہ، حضرت مہتمم صاحب مدظلہ
اور دوسرے متعدد حضرات کھانے میں شریک تھے۔

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ستمبر ۱۹۵۷ء)

دارالموحدین دیوبند میں راجندر پر شہاد جیسے کافر و مشرک کا یہ عظیم الشان استقبال دیکھتے
اور وہابیوں و یونیدیوں کی شان رسالت سے عداوت مسلمانوں سے بیزاری، کافر دوستی
اور مشرک نوازی سے پر غور فرمائیے کہ خالص مسلمانوں کو تو یہ لوگ

محض "غشٹی یا رسول اللہ ﷺ" حضرت علیؑ علیہ السلام عرض کرنے پر شرک، عواجب القتل قرار دیتے اور ان سے بیزار ہوتے ہیں، مگر جو خالص مشرک کافروں میں۔ ان کے اعزاز و اکرام میں کیا کیا اہتمام کرتے ہیں اور رسول پاک صاحبِ لولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جن غلامانہ و نیاز مندانہ تعلقات پر اہل صفت کو بدعتی و مشرک گردانے میں خود ہی تعلقات نہرو اور راجندر پر شاد وغیرہ سے استوار کرتے ہیں۔

دیوبندی نجدی و بابیوں کی اسلام و پاکستان کے دشمنوں، کافروں، مشرکوں سے عقیدت و محبت اور تعلق کی کہانی تو آپ اچھی طرح سن چکے ہیں۔ اب ذرا ان کی خالص مشرک نوازی و کفر دوستی بھی ملاحظہ ہو:

○ "ہندوستان کے ایک نام نہاد مسلمان فضل الرحمن سیٹھ بٹری والے نے لکشمی نرائن مندر کی تعمیر میں بیس ہزار روپیہ دیا اور اس کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے گیارہ سو بطور ہدیہ مسرت اور دیشے۔ مندر کے موجودہ کرتن ہال میں بجلی بھی سیٹھ صاحب نے اپنے خرچ سے گواٹی اور مندر کا سنگ بنیاد رکھتے وقت یہ اعلان بھی کیا کہ مندر کے لیے شری لکشمی زائیں کی سنگ مرمر کی مورتی (رُت) بھی ڈھائی ہزار کی رقم سے اپنے خرچ پر تیار کروں گا۔"

ماہنامہ تجلی، دیوبند، اکتوبر ۱۹۵۵ء، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ستمبر ۱۹۵۷ء، وہ کونسا مسلمان ہے جو اس ملعون حرکت کی مذمت نہ کرے گا؟ اور جس کا دل اس ناپاک اور قبیح شیطانی فعل پر نہ کڑھے گا؟ مگر بزرگانِ دین کے مزارات پر چھری دینے اور قاتل پڑھنے کے جرم میں مسلمانوں کو قبر پرست اور پیر پرست اور روئے بے مقدسہ کو ثبوتوں سے تشبیہ دینے والے دیوبندیوں و بابیوں کی توحید کی داد دیجیے کہ انہوں نے نام نہاد مسلمان فضل الرحمن غدار اسلام کے اس شیطانی ڈرامہ کی مذمت کرنے اور اس پر اظہارِ نفرت کی بجائے اس کی تحسین کی ہے۔ چنانچہ لاٹویو (فیصل آباد)

کے ایک دیوبندی وہابی اخبار "پاکستانی" نے ۱۵ ستمبر کی اشاعت میں اُسے مسلمانوں کی روایتی اختیار پیشگی سے تعبیر کیا ہے۔ گویا دیوبندیوں کے نزدیک معاذ اللہ مسلمان پہلے ہی سے مندر و بت شکنی کی بجائے مندر و بت شکنی اور بت شکنی کرتے چلے آئے ہیں، حالانکہ کوئی باغیرت سچا مسلمان مجاہد اس شیطانی فعل کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ شرک تواری و کافر دوستی تو وہابی توحید ہی کے حصّہ میں آچکی ہے۔ پھر پاکستانی دیوبندیوں پر یہ بات ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ ہندوستانی دیوبندی بھی فضل الرحمن کی توحید اور اس کے فعل کی تحسین کرتے ہیں۔ چنانچہ ماہنامہ تجلی دیوبند رقمطراز ہے،

”فضل الرحمن کی بات اگر یہیں تک رہ جاتی ہے تو ہم کو کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی لیکن دلچسپی کا باعث وہ مختصر تبصرہ ہے جو علامہ حقہ (دیوبند) کے واحد سرکاری آرگن احمد ترجمانی الجمعیت (ہند) نے اس پر فرمایا ہے کہ

○ ”ہمیں اس خبر سے یہ دکھانا ہے کہ ۳۹ کروڑ کی آبادی میں مذہبی رواداری

کی مثال قائم کرنے کی توفیق بھی صرف مسلمانوں ہی کو حاصل ہے۔ یہ سیر چشمی

یہ وسیع النظری اور یہ رواداری، سوائے مسلمان کے آپ کو کہاں نظر

آسکتی ہے؟“ (الجمعیۃ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۷ء)

تجلی دیوبند) ”غور طلب امر ہے کہ اگر مسلمان صاحب مذکور کا یارنا سیر چشمی

وسیع النظری اور رواداری جیسے بلند و برتر الفاظ سے نوازے جانے کے قابل ہیں تو اس

وقت ہمارے علماء دیوبند اپنے بلند جمہوری و قومی جذبات کا اظہار کن لفظوں میں کریں گے،

جب یہ مسلمان صاحب یا اور کوئی صاحب مارے سیر چشمی کے، مورتی کے سامنے بھیج

گا کہ مسجد کے میں گر جائے گا یا باقاعدہ طور پر اعلان کرے گا کہ میں آج سے اپنا تہنّص

مومن دامن رکھتا ہوں اور نماز فجر کے بعد روز ایک گھنٹہ مورتی کے آگے جیس نواؤں گا

اگر آپ علماء دیوبند ہی بہت پرستہ اور کفر و شرک سے تعاون و تعامل کی ترغیب دینے لگ

جائیں تو اس کے بعد آخر گمراہی و دین فردوسی کا کونسا درجہ باقی رہ جاتا ہے؟

دیکھ مسجد میں شکستہ رشتہ توسیع شیخ

بت کدہ میں برہمن کی پختہ زتاری بھی دیکھ

(تحتی دیوبند، اکتوبر ۱۹۵۷ء)

دیوبندی وہابی علماء کی کانگریس / نہرو اور گاندھی و دیگر ہندو مشرکین کے ساتھ
محبت کا منظر آپ نے دیکھا اور ان لوگوں کی بلا و عرب میں نہرو حکومت کی تبلیغ کے
متعلق بھی پڑھ لیا۔ ان مٹلاؤں نے دشمن اسلام و دشمن پاکستان، بھارتی حکومت کی تبلیغ
کرتے ہوئے مشرک لیڈروں نہرو گاندھی وغیرہ کو بڑھا چڑھا کر دیگر بلاد میں پیش کیا ہے
اور اس کے جو نتائج و اثرات نکلے اور دوسرے ممالک کے باشندوں پر جو اثر ہوا ہے،
اس کے متعلق نمائندہ کوہستان "مقیم بغداد رقمطراز ہے،

○ "حقیقت میں دیا پر عرب میں ہندوستان کا پرہیزگنا (دیوبندیوں کی بدولت)

بہت زبردست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب لوگ ہندوستان کی محبت میں بہت

غلو کر گئے ہیں اور ہندوستانی لیڈروں کو مقدس ہستیاں تصور کرتے ہیں۔ جب

پنڈت جو اہر لال نہرو ارض مقدس کا دورہ کرنے گئے تھے تو اُنہیں رسول اللہ

کے لقب سے نوازا گیا تھا اور یہاں (بغداد) کے اخبارات نے جلی مرغیوں

المناج نہرو لکھا تھا اور اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا گیا۔ جب کبھی اخبارات

پنڈت نہرو کے بارے میں کوئی خبر شائع کرتے ہیں، تو اُس کا فوٹو ضرور چھاپتے

ہیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اُن کو ایک غیر مسلم سے کتنی محبت ہے؟

میرے ایک شاگرد کہنے لگے: واللہ نہرو عظیم و ہوسر جلہ دین

(خدا کی قسم نہرو عظمت والا ہے اور وہ بہت اچھا آدمی ہے۔)

(روزنامہ کوہستان، لاہور، ۲۴ فروری ۱۹۵۷ء)

روزنامہ جنگ کراچی، ۸ ستمبر ۱۹۵۶ء میں رٹس امرہوی نے ایک
 شعر میں طسند نہرو کو نیم حاجی لکھا تھا۔
 عرب کی خاک پر تقدیر نے پہنچا دیا ان کو
 بنے پنڈت جو ابر لال نہرو غیم حاجی بھی
 مگر یہاں دیکھئے کہ کافر نہرو کو پورا الحاج بنا دیا گیا ہے۔ رٹس امرہوی کہتے
 ایک اور رباعی نہرو کے دورہ نجد کے متعلق سن لیجئے۔ لکھتے ہیں۔
 جب رہا ہے آج کالا ایک پنڈت کی عرب

برہمن زادے میں شانِ دلبری ایسی تو ہو
 حکمت پنڈت جو ابر لال نہرو کی قسم
 مرے اسلام جس پر کاسری ایسی تو ہو

(روزنامہ جنگ کراچی، ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء)

دیوبند کے سرخیل مولویوں کی اسلام اور پاکستان دشمنی کی مختصر مگر گستاخانی
 حکایات درج کی گئی ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ البتہ رہنمائی
 کے لیے مزید حوالہ جات درج کر دیئے ہیں۔

ابوالکلام آزاد، اس شخص کو خلافتِ کائنات نے بڑی خوبیوں سے
 نوازا تھا، لیکن سب سے سختی! کہ اس نے اپنی تمام تر صلاحیتیں ہندو نوازی، اسلام
 پاکستان دشمنی میں صرف کر دیں۔ کانگریس کے صدر کی حیثیت سے مسلم دشمن کارناموں
 کی وجہ سے قائدِ اعظم سے ”شو بوائے“ کا خطاب پایا، جسے تاریخ نے ہمیشہ ہمیشہ
 کے لیے اپنے سینے میں محفوظ کر لیا۔ ”آزاد“ نے پاکستان کے خلاف زہر گلتے ہوئے کہا
 ○ ”میں اعتراف کرتا ہوں کہ پاکستان کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں
 کرتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا ایک حصہ تو پاک ہے اور باقی ناپاک۔“

علاوہ ازیں میں تو ایسا محسوس کرتا ہوں کہ پاکستان کی اسکیم شکست خوردگی کی ایک واضح علامت ہے۔ اس کی تعمیر جس بنیاد پر رکھی گئی ہے — وہ ہے یہودیوں کے وطن کی مثال۔“

(تاریخ نظریہ پاکستان“ از پیام شاہجہان پوری لاہور ۱۹۷۱ء ص ۲۵۱)
 (آزادی ہند“ مترجم رئیس احمد جعفری لاہور ۱۹۷۳ء ص ۱۲۷)
 ○ ابوالکلام آزاد کی موت پر ہندو روٹے اور خوب روٹے۔ ہندو پنت نے
 دروے کا پتی ہوئی آواز میں کہا:

”مولانا ایسے لوگ پھر کبھی نہ پیدا ہوں گے اور ہم تو کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔“

اور بقیوں شورش کاشمیری؟ راجندر بابو نے آفسروں کی سیل میں بھڑک کر پھٹول پھار دیے۔ ہندو نہرو نے گلپ چھڑکا، تو بے اختیار ہو گئے۔ لوگوں نے سہارا دیا اور جیب مٹی دینے لگے، تو بیک بیک کر رہے تھے۔ راجندر بابو دمر کے مریض ہونے کے باوجود صبح ہی سے تصویر پاس بنے کھڑے تھے، پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے کہ آج ۳۸ سال کی دوستی اور رفاقت کا انت ہو گیا۔
 (پیش بڑے مسلمان“ از عبدالرشید رشید لاہور ۱۹۷۵ء ص ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹)

مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

- ۱۔ ”مسلمان اور کانگریس“ از ابوالکلام آزاد، مطبوعہ آزاد بک ڈپو لاہور
- ۲۔ ”اقبال کے آخری دو سال“ از عاشق حسین بٹالوی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۲۹
- ۳۔ ”شاہیر جنگ آزادی“ از مفتی انتظام اللہ شہابی کراچی ۱۹۵۷ء ص ۳۳۱
- ۴۔ ”نوادرا ابوالکلام“ از عبدالغفار شکیل مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۶۲ء ص ۲۱ تا ۲۵/۴۱
- ۵۔ ”ارمغان آزاد“ ج ۱ از ابوسلمان شاہجہان پوری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء ص ۵۱ تا ۵۷/۱۹۷
- ۶۔ ”تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علامہ“ ص ۲۱۳

۷۔ مولانا آزاد اور ان کے ناقد "ازایم اے شاہد، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۱ء ص ۲۲

۸۔ "آزادی ہند" از رئیس احمد جعفری، ص ۱۴۴ تا ۱۴۶

۹۔ "عظیم قائد" از نوابزادہ محمود علی خاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۲ء، ص ۹۰

۱۰۔ "آزادی کی کہانی" میری زبانی "از سردار عبدالرب نشتہر مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء ص ۸۴

۱۱۔ "قائد اعظم اور ان کا عہد" از رئیس احمد جعفری لاہور ۱۹۶۶ء ص ۷۵

۱۲۔ "ظفر علی خاں اور ان کا عہد" از عنایت اللہ نسیم سوہدوی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۱۵۱ تا ۱۵۲

۱۳۔ "چمنستان" از مولانا ظفر علی خاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴ء ص ۱۵۱-۱۵۲

مولوی مودودی: سواد اعظم سے ہٹ کر اپنے مخصوص مذہبی و سیاسی

نظریات کے پرچارک کا ارشاد گواہی بھی سن لیجئے،

○ "افسوس کہ لیگ کے قائد اعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی

ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطہ

نظر سے دیکھتا ہو۔ یہ لوگ مسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت

کو بالکل نہیں جانتے۔"

۱۔ "معبود الہی مودودی از ابوالآفاق، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۴۹

۲۔ "ہمارے سیاست دان" از محمد موسیٰ مجتو، مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۷۹ء ص ۲

۳۔ "تحریک جماعت اسلامی" از ڈاکٹر اسرار احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۴۷

۴۔ "پریسڈرین کرام" از ریاض بٹالوی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۵۶

"کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ ہم کانگریس سے تصادم چاہتے ہیں، ہرگز نہیں۔

ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے تو ہمارا مقصد وہی ہے جو کانگریس کا ہے اور

ہم سمجھتے ہیں کہ اس مشترک مقصد کے لئے بالآخر کانگریس ہی کے ساتھ تعاون کرنا،

(مسلمان اور موجودہ سیامی کشمکش" حصہ اول، ص ۶)

- ۶۔ "سیاسی جماعتوں طلبہ کی عدالت میں" از اشرف رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۲۴
 ۷۔ "مولانا مودودی اور جماعت اسلامی" از سنا ز علی عاصی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء ص ۵۷
 ۸۔ "مکاتیب نواب بہادر یار جنگ" مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۲۳۸-۲۵۶
 ۹۔ "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" ۱۹۵۳ء، ص ۲۶۱

۱۰۔ "علامہ اقبال، قائد اعظم، پرویز، مودودی اور تحریک پاکستان"
 از سچہ پری حبیب احمد، مطبوعہ فیصل آباد، ۱۹۷۲ء، ص ۲۵۸

۱۱۔ "ترجمان القرآن" ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ (لاہور)

۱۲۔ "تہذیب پاکستان" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۲۰۸

۱۳۔ "روزنامہ نوائے وقت" لاہور، ۱۵ جولائی ۱۹۵۵ء (اداریہ)

۱۴۔ "ترجمان القرآن" لاہور، جمادی الآخر ۱۹۷۴ء

۱۵۔ "دیوبندی مذہب" از مولانا غلام مہر علی، مطبوعہ چشتیان، ۱۹۵۶ء

مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی دیوبندی،

یہ صاحب تازہ نیست قولاً، فعلاً، عملاً کانگریسی رہے۔ وہ کانگریس کے دور

وہ گریٹس اعرار کے قیام کو بھی مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے تعلقات غیر مسلموں

سے اتنے وسیع تھے کہ شاید ہی اس دور میں کسی نیشنلسٹ مسلمان کے ہوں؟ مولانا

کے صاحبزادے عزیز الرحمن لدھیانوی لکھتے ہیں،

○ "انقلاب پسندانکے ارادت مند، دہشت پسندان کے گرویدہ، کمیونسٹ

ان کے مداح، جسکے ان کے نام لیوا، ان کی نجی صحبتوں میں ایسے ایسے

لوگ دیکھے، جن کی شانِ نزول معمولی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔"

("جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین" حصہ سوم، از عزیز الرحمن لدھیانوی

مطبوعہ دہلی ۱۹۷۵ء، ص ۱۳)

”میرٹھ میں تقریر کرتے ہوئے اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پھینے ہوئے اور
غصہ سے ہونٹ چباتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

○ ”دس ہزار جینا (محمد علی جناح)، اور شوکت (ضیغم اسلام مولانا شوکت علی

اور ظفر (مولانا ظفر علی خان) جو اہل لال نہرو کی جوتی پر قربان کئے جا سکتے ہیں“

(چمنستان، مولانا ظفر علی خان، لاہور، ۱۹۵۷ء، ص ۱۶۵) مزید معلومات کے لیے

۱۔ ”تاریخ نظر ٹیپ پاکستان“ از پیام شاہ، بھپان پوری لاہور ۱۹۷۰ء

ص ۳۹۸ بحوالہ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور ۲۴ جنوری ۱۹۴۷ء

۲۔ ”آزاد قوم کی تعمیر اور پاکستان“ مطبوعہ لاہور ۱۹۴۶ء، ص ۲۰۴

۳۔ ”روزنامہ نوائے وقت“ لاہور، ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء

۴۔ ”بوئے گل نالہ دل“ دودھیرا غ محفل“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء

ص ۳۴۳ - ۳۴۴ از شورش کاشمیری

۵۔ ”تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء“ از چوہدری حبیب احمد لاہور

۱۹۶۶ء، ص ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸

۶۔ ”چمنستان“ از مولانا ظفر علی خان

۷۔ ”جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین“

۸۔ ”حیات امیر شریعت“ از جانا باز مرزا لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۴۱۵

مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبندی

شاہ جی نے تحریک خلافت، ترک موالات و دیگر تحریکوں اور تنظیموں میں کام
کیا، لیکن ان کی شہرت کی معراج مجلس احرار تھی جس کے پلیٹ فارم سے وہ ایک
کامیاب و مقبول عام مقرر کی حیثیت سے ابھرتے۔ لیکن مقام انیسویں ہے کہ شاہ جی
کے نظریات سوادِ اعظم سے بہت کر کانگریس سے ملتے تھے اور کانگریس کی حمایت میں انہوں

نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ شاہ جی نے قائد اعظم، مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی جی بھر مخالفت کی۔ اُن کی جادو بیانی اور خوش الحانی کانگریس کے پتے میں ہی رہی اور مسلم لیگ اُن کے نزدیک قابلِ گردن زدنی ہی۔ ان کی پاکستان دشمنی کے چند ایک واقعات درج ذیل ہیں،

اسروہ میں تقریر کرتے ہوئے شاہ جی نے مسلم لیگ کے متعلق یوں ارشاد فرمایا:

○ "جو لوگ مسلم لیگ کو دوٹو دیں گے، وہ شوریں اور شور کھانے والے ہیں"

(مجموعہ "از مولانا ظفر علی خان، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴ء، ص ۱۶۵)

"پاکستان کے بارے میں پورے تین مہینوں تک پنجاب میں، میں نے جس جگہ بھی تقریر کی ہے۔ پاکستان کو مسلمانانِ ہندوستان کے لیے ہلکے ہلکے آفریں اور فلاکت خیز بتایا ہے اور دلائل سے یہ باتیں ثابت کی ہیں۔ میری سمجھ میں تو پاکستان کے حق میں کوئی دلیل نہیں آئی۔"

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۵۹۶)

پسرور اصرار کانفرنس ۱۹۴۶ء میں شاہ جی نے فرمایا:

"پاکستان کا بیٹا تو بڑی بات ہے۔ کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا"

جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے۔"

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۸۸۳-۸۸۴، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء)

مزید معلومات کے لیے مطالعہ کریں،

۱۔ رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء، ص ۲۴۴ - ۲۴۵

۲۔ تاریخ نظریہ پاکستان، از پیام شاہجہانپوری، ص ۳۹۹

۳۔ قائد اعظم اور اُن کا عہد، از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور

۱۹۶۶ء، ص ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۳۸۶

- ۴۔ ”آہنگ بازگشت“ از مولوی محمد سعید، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۹۹، ۹۸، ۹۹
- ۵۔ ”حیات امیر شریعت“ از جانباز مرزا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۳۳۸
- ۶۔ ”کاروانِ احرار“ ج ۶، از جانباز مرزا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۳۸۹
- ۷۔ ”سید عطار اللہ شاہ بخاری“ از شورش کاشمیری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۲۸۹
- ۸۔ ”اقبال کے دینی اور سیاسی افکار“ از سید نور محمد قادری، مطبوعہ گجرات ۱۹۸۲ء، ص ۱۳۵
- ۹۔ ”جب امر تبرجل رہا تھا“ از خواجہ افتخار احمد، مطبوعہ لاہور طبع علوم، اگست ۱۹۸۲ء، ص ۵۱

مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی :
 جمعیت علماء ہند نے قوم پرستی کا نعرہ پورے زور سے لگایا اور اپنا ہمارا
 زور کا نگرس کے پلڑے میں ڈالا۔ تو ان بے بصیرت اور بے شعور علماء دیوبند کے
 سرخیل مولوی حسین احمد مدنی تھے۔ وہ جامہ ببالوس میں عجیب دوٹی اور تضاد کو
 چھپائے ہوئے تھے اور دوسری وفاداری کے قائل تھے۔ اسلام سے وفاداری اور
 بطور ہندی قوم، ملک ہند سے وفاداری۔ قائد اور مسلم لیگ کے بارے میں وہ داڑھی
 اور نماز کا پیمانہ استعمال کرتے تھے اور بزعم خویش قائد اعظم کو کافر عظم کہنے اور
 ماننے والے مسلمانوں کی قیادت کا سزاوار نہیں گردانتے تھے۔ گاندھی اور نہرو تعلقات
 کے معاملے میں وہ اسلام کو ایک بچی معاملہ قرار دیتے تھے۔ حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ
 نے تین مبلغ اور جامع اشعار لکھ کر سرخیل دیوبند و گانگرس مولوی حسین احمد مدنی
 کا تمام علمی تجرہ ہمیشہ کے لئے خاک میں ملا دیا۔

مجم ہنوز نداند و سوز دیں دارند ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بولاجی است
 سرور بر سر منبر کہ ملت از وطن است چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
 (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

بمصطفیٰ برساں خویش را دیں ہر دوست اگر باوند رسیدی تمام بولہبی است

(مجلہ "مرغزار" قائد اعظم نمبر ۱۹۴۶ء، گورنمنٹ کالج شیخوپورہ ص ۱۴۶-۱۴۸)

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار آج تک دیوبندیوں کی چھاتیوں کا

قابوس بنے ہوئے ہیں۔ سچانے کے سوا ان کے ہاں کوئی چارہ نہیں۔ یہی وجہ ہے

کہ دیوبندی حضرات نے اپنی خفت چھپانے کے لیے حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی ذات پر

کیچڑ اچھالنا اپنا وظیفہ حیات بنا رکھا ہے۔ مگر ابھی تک وہ مولوی حسین احمد مدنی کے

یہ بعیرت داغ دھونے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

ماہنامہ الرشید، ساہیوال کے "اقبال نمبر و مدنی نمبر" ماہنامہ فیض الاسلام "راولپنڈی کے

"اقبال نمبر" میں مولوی مدنی کے پیروکاروں نے علامہ صاحب علیہ الرحمۃ کو جی بھر گالیاں دی ہیں

اور اپنے خبیث باطنی کو سب پر عیاں کر دیا۔

اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے مطالعہ فرمائیں۔

۱۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور۔ ۳ اکتوبر ۱۹۸۰ء۔

۲۔ اقبال کا آخری معرکہ "از سید نور محمد قادری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

۳۔ اقبال اور محبت رسول "از پروفیسر محمد طاہر فاروقی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

۴۔ اقبال کے حضور "از سید ندیم نیازی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۱ء

۵۔ اقبال کا سیاسی کارنامہ "از محمد احمد خاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

حسین احمد مدنی نے دو قومی نظریہ کی ڈٹ کر مخالفت کی اور متحدہ ہندوستان کی حمایت

کرتے ہوئے کہا۔ ● "ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی،

پارسی سب شامل ہیں۔ حاصل کرنے کے لیے سب کو متفقہ کوشش کرنی چاہیے۔ ایسی

مشترکہ آزادی، اسلام کے اصول کے عین مطابق ہے اور اسلام

اس کی اجازت دیتا ہے۔

”تاریخ نظریہ پاکستان“ از پیام شاہجہان پوری، لاہور، ۱۹۷۷ء

مدنی کی ہند و فوازی: احمد علی دیوبندی لاہوری کی روایت ہے۔

○ محبوب مولوی مدنی آخری حج سے تشریف لارہے تھے، تو ہم اٹلیشن پر شرف زیارت کے لیے گئے۔ حضرت کے توسلی میں سے ایک صاحبزادہ محمد عارف ضلع جھنگ، دیوبند تک ساتھ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ طریقی میں ایک ہندو جنٹلمین بھی تھے، جن کو ضرورت فراغت لاحق ہوئی، وہ رفع حاجت کیلئے گئے اور اُلٹے پاؤں بادل خواستہ واپس ہوئے۔ حضرت مولانا مدنی سمجھ گئے فوراً چند سگریٹ کی ڈبیاں ادھر ادھر سے اکٹھی کیں اور لوٹانے کو پاخانہ میں گئے اور اچھی طرح صاف کر دیا اور ہندو دوست سے فرمانے لگے، جاؤ پانخانہ تو بالکل صاف ہے۔ نوجوان نے کہا کہ مولانا! میں نے دیکھا ہے پاخانہ بالکل بھرا ہوا ہے۔ قصہ مختصر وہ اُٹھا اور جا کر دیکھا تو پاخانہ بالکل صاف تھا۔ بہت متاثر ہوا اور بھرپور عقیدت کے ساتھ عرض کرنے لگا، یہ حضو کی بند نوازی ہے جو مجھ سے باہر ہے۔“ (ریشل بڑے مسلمان، ص ۵۱۳، ۵۱۵)

کانگریسی مولوی اور حرام خودی کا چسکا:

حبیب الرحمن لدھیانوی احراری کے صاحبزادے عزیز الرحمن لدھیانوی خامی اپنی کتاب ”رئیس الاحرار حبیب الرحمن لدھیانوی اور ہندوستان کی جنگ“ مطبوعہ ۱۹۷۷ء میں عطاء اللہ شاہ بخاری کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں،

”پینڈت موقی لال نصر و سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی نحر بیانی کے عاشق تھے۔

انہیں کے پروگرام کے مطابق شاہ صاحب کام کر رہے تھے۔ اللہ آباد میں جب شاہ صاحب پینڈت موقی لال جی کے یہاں پہنچے، تو پینڈت موقی لال جی نے خود شاہ صاحب

کے کھانے کا بندوبست کیا اور اپنے ہاتھ سے دونوں وقت کی چائے بنا کر پلائی۔

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء از چوہدری صیب احمد، ص ۹۶)

۱۹۴۵ء میں مولوی داؤد غزنوی بطور صدر کالجس صوبہ پنجاب (جھنگ)

تشریف لے گئے۔ تو ان کا کھانا پینا، نماز اور عبادت سب لالہ کشوری لال وکیل کے

ہاں تھی۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ ہندو تو ہمارے ساتھ کھانا پینا حرام سمجھتے ہیں۔

آپ ان کے ہاتھوں سے وضو اور اُن کی چٹائی پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس پر انہوں

نے ارشاد فرمایا کہ اسلام میں تو اس کی منافی نہیں ہے۔

(مشکلات لالہ، از شیخ محمد سعید ایڈووکیٹ، مطبوعہ جھنگ ۱۹۸۱ء ص ۱۰۸)

مولوی حسین احمد مدنی کا ایک انٹرویو:

○ گنجیت العلماء کی ورکنگ کمیٹی نے اس تجویز پر غور کیا ہے کہ فرقہ وارانہ

مجموعہ کے لیے قوم پرست مسلمانوں کو منظم کیا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ مسلم لیگ

کی پالیسی ہندوستانی اور مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ ان حالات میں

مسلم لیگ سے ہمارا کوئی مجموعہ نہیں ہو سکتا۔

(اداریہ روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۲ نومبر ۱۹۴۴ء)

یہاں ایک اہم بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ مولانا مدنی صاحب

کھدر پوشی اور گاندھی کی اتباع میں انہیں ملو کر تے تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ جناب

پروفیسر محمد سعید صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

○ سندھ کے فاضل جلیل مولانا ہاشم جان مجددی رحمۃ اللہ علیہ راقم سے

فرماتے تھے کہ مولوی حسین احمد مدنی سندھ آئے اور یہاں بھرے مجمعوں میں

صاف زعمانے پکڑی، اُتر کر کھدر کی ٹوپیاں پہنوا لیں۔

(تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص ۱۲۴)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ لباس کے معاملے میں سحت گارھا کھڑ پہننے میں بہت متشدد تھے اور ہمیشہ صاری عمر کھڑ پہنا اور اس کے علاوہ اور بھی اشیاء ویسی استعمال کرتے تھے اور ملنے جلنے والوں سے بھی یہی پسند کرتے تھے کہ وہ ویسی کپڑا پہنیں اور ویسی اشیاء استعمال کریں ویسی لباس کے بارے میں اتنا اہتمام تھا کہ اگر کسی میت کو لہجے وغیرہ کا کفن دیا جاتا تو اُس کا جنازہ تو پڑھ لیتے، مگر پڑھاتے نہیں تھے یہ دبیس بڑے مسلمان مسکلم یکس صد افسوس کہ زندگی بھر غیر مالک کی بنی ہوئی گاڑیوں میں سوار ہو کر پورے برصغیر میں کانٹرس کی نمک حلال اور پاکستان دشمنی کا حق ادا کرتے رہے۔

مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے مطالعہ فرمائیں،

- ۱۔ متحدہ قومیت اور اسلام از حسین احمد مدنی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۱
- ۲۔ کاروانِ احرار ج ۳، از بانا ز مرزا، مطبوعہ لاہور ۲۲۲
- ۳۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۳ اکتوبر ۱۹۸۰ء
- ۴۔ قائد اعظم میری نظر میں از مرزا ابوالحسن اصفہانی، شاہکار ایڈیشن لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۰
- ۵۔ آزادی ہند از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور، ص ۱۴۶، ۱۵۱
- ۶۔ تاریخِ نظر پاکستان از پیام شاہجہان پوری، لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۲۵۱
- ۷۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۴ اپریل ۱۹۴۵ء
- ۸۔ بہاول پور کی سیاسی تاریخ از شہاب دہلوی، مطبوعہ بہاولپور ۱۹۷۷ء، ص ۱۲۹ تا ۱۳۴
- ۹۔ روزنامہ کوہستان لاہور، ۷ اگست ۱۹۶۷ء
- ۱۰۔ عظیم قتلہ عظیم تحریک، ص ۲۷۵

۱۱۔ قائد اعظم اور ان کا عہد از رئیس احمد جعفری لاہور ص ۴۶۰
۱۲۔ اقبال کے حضور از سید نذیر نیازی، مطبوعہ کراچی

۱۹۷۱ء، ص ۱۶۶، ۱۶۱، ۱۷۴

تحریر پاکستان میں اہل حدیث حضرات نے جو کردار ادا کیا، اس کی تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں،

۱۔ "الحیات بعد المات" از مولوی فضل حسین بہاری، مطبوعہ مکتبہ شعیب،

حدیث منڈل، کراچی ۱۹۵۹ء، ص ۱۲۴ تا ۱۴۰،

۲۔ "بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد" مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ء، ص ۲۹۷

۳۔ "تاریخ اہل حدیث" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء، ص ۴۲۱

۴۔ "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء" مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۴۱۰

۵۔ "اہل حدیث کا مذہب" مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۵ء، ص ۱۰۷

۶۔ "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" ص ۲۱۲/۲۹

بحوالہ "جنگ آزادی" از پروفیسر محمد ایوب قادری ص ۴۴، ۴۵

و "حیات سید احمد شہید" از محمد جعفر تھانیسری، مطبوعہ کراچی (مقدمہ)

۱۹۶۸ء، ص ۲۵، ۲۶

۷۔ رسالہ اشاعت الحیۃ "ج ۸، شمارہ ۷، ص ۲۶۲

بحوالہ "حیات سید احمد شہید" (مقدمہ) ص ۶۷

۸۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء

۹۔ "مشکلات لالہ" از شیخ محمد سعید، ص ۱۰۸

۱۰۔ "جوئے گل نالہ دل، دُور چراغ محفل" از شہید شاکشیری، ج ۱،

مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۴۴۳

۱۱۔ تاریخ دہلیہ از مولانا محمد رمضان علی قادری، مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۷۶ء، ص ۱۱۷

ایک ہنگامہ محشر ہو تو اس کو بھولوں !

سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

۲۱ - ۲۲ - ۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء کو دیوبندیوں نے مدرسہ دیوبند میں صد سالہ جشن دیوبند منایا۔ ایک مشرکہ عورت اندرا گاندھی کو کڑی صدارت پر بٹھایا اور اندرا گاندھی زندہ باد کے نعرے لگائے۔ اندرا گاندھی نے دیوبندیوں کے انتہائی پیار کا اظہار کیا۔ اس جشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے بھارتی ریڈیو۔ ٹی۔ وی اخبارات، رسائل، ریلوے وغیرہ ذرائع سے ہر ممکن تعاون کیا۔ بھارتی محکمہ ڈاک نے اس موقع پر ۳۰ پیسے کا ایک یادگار ٹکٹ جاری کیا، جس پر مدرسہ دیوبند کی تصویر نمایاں تھی۔ اندرا حکومت نے جشن دیوبند کی تقریبات پر ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کر کے دیوبند سے دلی محبت کا اظہار کیا۔ پچاس ہزار دیوبندی، اندرا گاندھی کے بیٹے گاندھی کی روٹیاں کھاتے رہے اور کئی دیوبندی ہندوؤں کے گھروں میں چار چار دن تک ٹھہرے رہے۔ مسلمانوں کی قاتلہ، مشرکہ عورت اندرا گاندھی کے علاوہ دیوبند کے اشیج پر مشرک نرائی، جگ جیون رام، مشر بہوگنا جیسے مشرکوں نے بھی اپنے قدم ٹھکائے۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ دیوبندی ٹولہ جو اپنے آپ کو توحید کا پرستار اور ٹھیکیدار سمجھتا ہے اور اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک جانتا ہے، اس دیوبندی ٹولے نے مسلمانوں کے دشمن، اسلام و پاکستان کے دشمن کافروں مشرکوں کو اپنے جشن دیوبند کا صدر بنا کر تقریبات کا افتتاح اُن کے ناپاک ہاتھوں سے کرایا و نہایت افسوس کہ پورے ملک میں صدارت کے لیے انہیں کوئی مسلمان نظر نہ آیا، کتنا عجیب منظر ہے کہ نہرو کافر کی کافرہ مشرکہ بیٹی بن صغور کربے پردہ دیوبند کے اشیج پر براجمان ہے۔ اور جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرک بدعت کہنے والی ان رندوں کی ٹولی کو

ست بنا رہی ہے ۔

تیری آواز کا جادو تو پلا محفل پر

کچھ تو وہ تھے جنہیں تیری ادا مار گئی

دیوبندی مولوی اس نازنین دیوی پرست مشرکہ کے قلموں میں بیٹھے اپنی دفا

کے گلہ سنے نچاؤ کر رہے ہیں اور طویل ترین وارٹھیاں ہلا کر نعرے لگا رہے ہیں۔

یہ ہے ان کھڑپوش بھگوانوں کی تو حید پرستی کی رنگین کہانی !

نہ اصرار دھر کی تو بات کر، یہ بتا کہ فتافذ کیوں لٹا؟

مجھے رہنروں سے عرض نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

اندر اگانندھی تالیوں کی گونج اور زندہ باد کے نعروں کی گرج میں دیوبند

کے اسٹیج پر اجماع ہوئی جہاں صرف علم کو ہونا چاہیے تھا، باقی مدرسہ دیوبند کے

نواسے اور مدرسہ دیوبند کے بزرگ مہتمم قاری محمد طیب صاحب نے اندر دیوی کو

”عزت مآب وزیر اعظم ہندوستان“ کہہ کر خیر مقدم کیا اور ایسے بڑی بڑی مستیوں میں

شمار کیا۔ اندر رانی نے اپنے خطاب میں بالخصوص کہا کہ

”ہماری آزادی اور قومی تحریکات سے دارالعلوم دیوبند کی وابستگی اٹوٹ رہی ہے“

علاوہ انہیں جتنی دیوبند کے اسٹیج سے پنڈت نہرو کی رہنمائی و متحدہ قومیت کے

کردار کو اہتمام سے بیان کیا گیا۔ بھارت کے پہلے صدر راجندر پرشاد کے حوالے سے

دیوبند کو آزادی (ہند) کا ایک مضبوط ستون قرار دیا گیا۔

(ماہنامہ ”رضائے مصطفیٰ“ گوہرانوالہ جمادی الآخر سنہ ۱۳۸۷ مطابق اپریل ۱۹۶۷ء)

قصہ میر: روزنامہ جنگ، کراچی ۲۳ اپریل ۱۹۶۷ء کی ایک تصویر میں

دیوبندی مولویوں کے جھرمٹ میں ایک نننگے منہ، نننگے سر، برہنہ بازو عورت کو تقریر

کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور تصویر کے نیچے لکھا ہے،

”مسز اندرا گاندھی دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر تقریر کر رہی ہیں“
روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۹ اپریل ۱۹۸۰ء کی تصویر میں ایک مولیٰ کو اندرا گاندھی کے ساتھ دکھایا گیا ہے اور تصویر کے نیچے لکھا ہے:

”مولانا راحت گل، مسز اندرا گاندھی سے ملاقات کرنے کے بعد واپس آرہے ہیں“
سنجے گاندھی کی دعوت: اندرا گاندھی کے بیٹے سنجے گاندھی نے
کھانے کا وسیع انتظام کر رکھا تھا۔ سنجے گاندھی نے تقریباً پچاس ہزار افراد (دیوبندیوں)
کو تیس دن کھانا دیا، جو پلاسٹک کے لفافوں میں بند ہوتا تھا۔ بھارتی حکومت کے علاوہ
وہاں کے غیر مسلم باشندوں، ہندوؤں اور سکھوں نے بھی دارالعلوم کے ساتھ تعاون کیا۔
(روزنامہ امروز، لاہور، ۹ اپریل ۱۹۸۰ء)

ہندوؤں کا شوق میزبانی، کئی مندوبین (دیوبندی علماء) کو
ہندو اصرار کر کے اپنے گھر لے گئے، جہاں دو چار دن ٹھہرے۔

(روزنامہ ”امروز“ لاہور، ۲۷ مارچ ۱۹۸۰ء)

بھارتی حکومت نے جشن دیوبند کی تقریبات پر ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کیے،
جبکہ ساٹھ لاکھ روپے دارالعلوم نے اس مقصد کے لیے اکٹھے کیے۔

(روزنامہ ”امروز“ لاہور، ۲۷ مارچ ۱۹۸۰ء)

مرکزی حکومت ہند نے تھیبہ دیوبند کی نوک پلک دعوت کرنے کے لیے
۳۰ لاکھ روپے کی گرانٹ الگ مہیا کی۔ روٹری کلب نے ہسپتال کی صورت میں اپنی
خدمات پیش کیں، جس میں دن رات ڈاکٹروں کا انتظام تھا۔

(روزنامہ ”جنگ“ راولپنڈی، ۲۲ اپریل ۱۹۸۰ء)

ہنگامی طور پر جلسہ کے گرد متعدد سیڑیوں کی تعمیر کی گئی اور بجلی کی ہائی پاور
لائٹن مہیا کی گئی۔ بھارتی کسٹم اور امیگریشن حکام کا رویہ بہت اچھا تھا۔ انہوں نے

مندوبین کو کسی قسم کی تکلیف نہیں آنے دی۔ (روزنامہ "امروز" لاہور ۹ اپریل ۱۹۸۰ء)
 تقریبات جشن کے انتظامات وغیرہ پر ۵ لاکھ سے زائد رقم خرچ کی گئی۔
 پنڈال پر چار لاکھ سے بھی زیادہ کی رقم خرچ ہوئی۔ کمپوں پر ساڑھے چار لاکھ سے بھی
 زیادہ رقم خرچ ہوئی۔ بجلی کے انتظام پر تین لاکھ سے بھی زیادہ روپیہ خرچ ہوا۔
 (روزنامہ "تنگ" راولپنڈی ۲ اپریل ۱۹۸۰ء / روزنامہ "امروز" لاہور ۹ اپریل ۱۹۸۰ء)
 مفتی محمود نے ایٹمی پرنسز انڈرا گاندھی سے ملاقات کی اور ان سے دہلی جانے
 اور ویزے جاری کرنے کے لیے کہا، اسی پر انڈرا گاندھی نے ہدایت جاری کی کہ جو چاہے
 اسے ویزا جاری کر دیے جائیں، چنانچہ بھارتی حکومت نے دیوبند میں ویزا آفس کھول دیا۔
 (روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۲۶ مارچ ۱۹۸۰ء)

ژائیرین دیوبند جشن دیوبند میں شرکت کے علاوہ واپسی پروگرام سے بے شمار
 تحفے تحائف بھی ہمراہ لائے ہیں۔ ان میں کھیلوں کا سامان، ہاکیاں اور کرکٹ گیندوں کے
 علاوہ سیب، گنے، ناریل، کیلا، انناٹس، کپڑے، جوتے، چوڑیاں، چھتیاں اور
 دوسرے سینکڑوں قسم کا سامان شامل ہے۔ حد تو یہ ہے کہ چند ایک ژائیرین اپنے ہمراہ
 لکڑی کی بڑی بڑی پارٹیشنیں بھی لاہور لائے ہیں۔

(روزنامہ "مشرق لاہور" روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۲۶ مارچ ۱۹۸۰ء)
 وقار انبالوی، مولانا احتشام الحق صاحب (تھانوی) کا یہ کہنا
 "یہ دیوبند مسز انڈرا" اس چہ بولالبعی است"

کی وضاحت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ یہ تو اب تاریخ دیوبند کا ایسا مڑین گیا ہے کہ ٹوئخ اسے
 کسی طرح نظر انداز کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے دامن سے یہ داغ شاید ہی مٹ سکے۔ وقتی
 مصلحتوں نے علمی غیرت اور حمیت فقر کو گہنا دیا تھا۔ اس فقیر کو یاد ہے کہ متحدہ قومیت
 کی ترنگ میں ایک مرتبہ بعض علماء سوامی مردھانند کو جامع مسجد دہلی کے منبر پر بٹھانے

کا ارتکاب بھی کر چکے ہیں، لیکن دو برس بعد اسی سر و حاتمہ نے مسلمانوں کو ختم کرنے یا پھر بھارت سے نکالنے کا لغو بھی لگایا تھا۔

(سر رہے روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۲۹ مارچ ۱۹۸۰ء)

قہر خد اوندی، دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے بعد ایک خانہ جنگی شروع ہوئی، جو برابر جاری ہے اور اس عاجز کے نزدیک قہر و خد اوندی ہے۔ راقم سطور تقریباً ساٹھ سال سے اخبارات بھی و رسائل کا مطالعہ کرتا

رہا ہے، ان میں وہ رسالے اور اخبارات بھی ہوتے ہیں، جن میں سیاسی یا مذہبی مخالفین کے خلاف لکھا جاتا تھا اور خوب خبر لی جاتی تھی، لیکن مجھے یاد نہیں کہ ان میں سے کسی کے اختلافی مضامین میں شرافت کو اتنا یا مال اور ذات و صفات کو ایسا استعمال کیا گیا ہو، جیسا کہ دارالعلوم دیوبند سے نسبت رکھنے والے ان مجاہدین قلم نے کیا ہے۔ پھر ہماری انتہائی بد قسمتی کہ ان میں وہ حضرات بھی ہیں جو دارالعلوم کے "سند یافتہ" فضلا و بتائے جاتے ہیں، "ماہنامہ الفرقان" لکھنؤ۔ فروری ۱۹۸۱ء)

(ہفت روزہ "الاختصاص" لاہور، ۲۰ مارچ ۱۹۸۱ء)

ملادت و ترانہ کے بعد اسٹیج پر کچھ غیر معمولی حرکات کا احساس ہوا، اس لیے کہ شری متی اندرا گاندھی اجلاس میں آ رہی ہیں۔ اسٹیج پر موجود تمام عرب و فود و وزیروں کو کھڑے ہو گئے۔ اندرا گاندھی، ان سب کے خوش آمدید کا مسکراہٹ سے جواب دیتے ہوئے آئیں۔ انہیں مہمان خصوصی کی کرسی پر جو صاحب صدر اور قاری محمد طیب کی کرسیوں کے درمیان تھی، بٹھایا گیا (جبکہ دیگر بڑے بڑے علماء و غیر کرسی کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے) شری متی کو دیکھنے کے لیے زبردست ٹہل چلی۔ تمام حاضرین اور خصوصاً پاکستانی شرکاء شری متی کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔ شری متی ایک مرتع اور سنہری کرسی پر لاکھوں لوگوں کے سامنے جلوہ گر تھیں۔ شری متی نے سنہری رنگ کی عارضی مینی ہوئی تھی اور ان کے ہاتھ میں ہلکے رنگ کا ایک بڑا سا پرچم تھا۔

قاری محمد طیب صاحب کے خطبہ استقبالیہ کے دوران مصر کے وزیر اوقاف عبداللہ
 بن سعود نے شریعتی اندر اگاندھی سے ہاتھ ملایا۔ نیز شریعتی اور مفتی محمود صاحب تھوڑی دیر
 ایسیچ پر کھڑے کھڑے باتیں کرتے رہے۔ بعض شرکاء دیوبند کا کہنا ہے کہ اندر اگاندھی
 بن بلانی کاٹی تھی۔ اگر یہ درست مان لیا جائے، تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے
 یہاں خصوصی کی کرسی پر کیوں بٹھایا گیا ہے؟ تقریر کیوں کرائی گئی؟ چرن سنگھ اور جگ جیون
 رام وغیرہ نے ایک مذہبی ایسیچ پر تقریر کیوں کیں؟ کیا یہ سب کچھ دارالعلوم دیوبند کے
 منتظمین کی خواہش کے خلاف ہوتا رہا؟ دراصل ایک جھوٹ چھپانے کے لیے انسان کو
 صواب جھوٹ بولنا پڑتے ہیں۔ کاش علماء کو خدا پرستوں کی توفیق عطا فرمے۔ آمین!
 ایک پاکستانی ہفت روزہ میں مولانا عبد القادر آزاد نے غلط اعداد و شمار بیان
 کیے ہیں۔ یہ بات انتہائی قابلِ افسوس ہے۔ ان کے مطابق دس ہزار علماء کا وفد
 پاکستان سے گیا تھا، حالانکہ علماء و طلبہ ملا کر ساڑھے آٹھ سو افراد ایک خصوصی ٹرین
 کے ذریعہ دیوبند گئے تھے۔ اجتماع کی تعداد مولانا آزاد نے کم از کم ایک کروڑ ساڑھے
 ہے۔ حالانکہ خود منتظمین جلسہ کے بقول پٹال تین لاکھ آدمیوں کی گنجائش کے لیے بنایا
 گیا تھا۔ کاش! ہم لوگ حقیقت پسند بن جائیں۔ اعداد و شمار کو بڑھا چڑھا کر بیان
 کرنا انتہائی افسوسناک ہے۔ عرب و خود کے لیے طعام و قیام کا عالی شان انتظام
 تھا۔ ڈائننگ ہال اور اس میں طعام کا ٹھیکہ دہلی کے انٹرکانٹی نینٹل ہوٹل کا تھا۔
 عربوں کے لیے اس مخصوص انتظام نے مساوات اسلامی سادگی اور علم و ربانیت کے
 تقدس کے تصور کی دھجیاں اڑا دیں۔ ایسا لگتا تھا کہ کل انتظام کا ۵ فیصد بوجھ
 عرب و خود کی دیکھ بھال اور اہتمام کی وجہ سے تھا۔

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور، جون ۱۹۷۸ء، آنکھوں دیکھا حال)

آپ اپنی ہی اداؤں پر راخو کریں ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

سید لا اندرا گاندھی ؟ روزنامہ اخبار العالم الاسلامی "سعودی عرب" نے لکھا ہے کہ "سعودی حکومت نے دارالعلوم دیوبند کو دس لاکھ روپے وظیفہ دیا۔ جبکہ سید لا اندرا گاندھی نے جشن دیوبند کے افتتاحی اجلاس میں خطاب کیا۔
(اخبار العالم الاسلامی "سعودی عرب" ۱۴۰۱ھ)

موتحدہ دہم مدح مشرک : روزنامہ "جنگ" راولپنڈی یکم اپریل ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں ایک باتصویر اخباری کانفرنس میں مولوی غلام اللہ خاں کا بیان شائع ہوا کہ جشن دیوبند کو کامیاب بنانے کے لیے بھارت کی حکومت نے بڑا تعاون کیا ہے۔ سوا کروڑ روپے خرچ کر کے اندرا حکومت نے اس مقصد کے لیے سٹرکیں بنوائیں۔ نیا اسٹیشن بنوایا۔ ہم سے نصف کرایہ لیا اور دارالعلوم دیوبند کی تصویر والی ٹکٹ جاری کی۔ وزیراعظم اندرا گاندھی نے بھارت کو اپنے پاؤں پر ٹھکرا کر دیا ہے۔ وہاں باہر سے کوئی چیز نہیں منگواتے۔ اس کے مقابلے میں پاکستان اب بھی گندم تک باہر سے منگوا رہا ہے۔ پاکستان میں باہمی اختلافات اور نوکر شاہی نے ملک کو ترقی کی بجائے نقصان کی طرف گامزن کر رکھا ہے۔ (روزنامہ "جنگ" راولپنڈی اپریل ۱۹۸۰ء)

اندر اگاندھی کا مرثیہ : "بھارتی وزیراعظم آنجناب مسز اندرا گاندھی کے قتل پر جس طرح پاکستان میں موجود سابق قوم پرست علماء اور کانگریس کے سیاسی ذہین و فکروں کے ترجمان "وارثان منبر و محراب" نے تعزیت کی ہے۔ وہ کوئی قابل فخر اور دینی حلقوں کے لیے عزت کا باعث نہیں ہے۔ قومی اخبارات میں خبر شائع ہوئی ہے کہ نظام العلماء پاکستان کے نامور رہنماؤں مولانا محمد شریف و مولانا زاہد ارشد اور مولانا بشیر احمد شاہ نے اپنے بیان میں کہا ہے :

"اندر اگاندھی نے اپنے دور اقتدار میں جمعیت علماء ہند اور دارالعلوم دیوبند کی قومی خدمات کا ہمیشہ اعتراف کیا اور ہر طرح کی معاونت اور حوصلہ افزائی

کرتی رہیں۔ نیرازی رہنماؤں نے یہ بھی کہا کہ اندرانے جشن دیوبند میں کابردیوبند سے اپنے خاندانی تعلقات کا برملا اظہار کیا۔

یہ پڑھ کر انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ سیکولر ازم کے علمبرداران سابق کانگریسی علماء کو ابھی تک اندرا کے خاندانی تعلق پر کس قدر فخر ہے۔ کس قدر ستم کی بات ہے کہ ان نمٹتی بھڑکوں نے ابھی تک اپنے دل میں پاکستان کی محبت کے بجائے اندرا گاندھی سے تعلق کو سجا رکھا ہے، اس لیے پاکستانی عوام اور حکومت کو ان الفاظ پر غور کرنا چاہیے کہ یہ ابھی تک تحریک پاکستان کی تلخیاں اپنے دلوں سے نہیں نکال سکے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی کو ان کے اپنے قول کے مطابق جس طرح فرزند ان دیوبند کی اکثریت غلیظ گالیوں سے نوازتی تھی وہ فکر آج تک ان لوگوں کے سینوں میں عداوت پاکستان کا ایک تناور درخت بن چکی ہے، ورنہ اس وقت پنڈت موقی لال نہرو اور پنڈت جواہر لال نہرو کا جناب سید احمد بریلوی اور جناب اسماعیل دہلوی سے فکری تعلق جوڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ دیوبند کے ان رہنماؤں نے یہ بیان دے کر آج بھی دو قومی نظریے کی نفی کی ہے۔ تحریک آزادی میں ہندوؤں کے ساتھ کانگریسی خیال کے علماء کے کردار کو نمایاں کرنا ہمارے لیے باعث شرم ہے۔

(روزنامہ آفتاب لاہور، ۳ نومبر ۱۹۸۴ء)

مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیجئے:

۱۔ "دیوبندی حقائق" از علامہ ابوداؤد محمد صادق صاحب،

مطبوعہ مکتبہ رضائے معطفی، گوجرانوالہ

۲۔ "نشانی" از علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی صاحب،

مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ، میرانی روڈ۔ بہاولپور

۳۔ "زیر وزیر" از علامہ ارشد القادری صاحب مطبوعہ مکتبہ سید یہ سہیل

- ۴۔ ”مخالفینِ پاکستان“ از علامہ محمد ضیاء اللہ قادری صاحب
مطبوعہ، فتادری کتب خانہ، تحصیل بازار، سیالکوٹ
- ۵۔ ”علامہ حق“ از علامہ خلیل اشرف اعظمی فتادری صاحب
مطبوعہ مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، ساہیوال
- ۶۔ ”جعفرانِ ایں زمان“ از علامہ میاں محمد صادق قصوری صاحب
مطبوعہ مکتبہ رضا ٹرسٹ مصطفیٰ گوہرانوالہ
- ۷۔ ”مشعلِ راہ“ از علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری صاحب
مطبوعہ شریک سٹال، اردو بازار، لاہور
- ۸۔ ”دیوبندی مذہب“ از علامہ غلام مہر علی صاحب
مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ، لاہور
- ۹۔ ”باطل اپنے آئینے میں“ از علامہ محمد صدیق نقشبندی صاحب
مطبوعہ مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، ساہیوال
- ۱۰۔ انقیادِ حق، از راجا غلام محمد صاحب، مطبوعہ مکتبہ قادریہ انڈین لوناری فروازہ لاہور

”دارالعلوم دیوبند کو ہندو امراء باقاعدہ چنندہ دیا کرتے تھے۔“
بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کے دور میں ”مستور العمل چنندہ“
اور ذکر آئین چنندہ کے الفاظ ”چنندہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں اور نہ
خصوصیت مذہب و ملت“ دسواں قاسمی ج ۲ ص ۳۱۶ مکتبہ رحمانیہ لاہور
”ہندو دارالعلوم دیوبند کو اخبارات اور کتب مفت بھی کرتے مولوی قاسم
نانوتوی شکرپہ کے ساتھ ان کی سخاوت اور عنایت کی تعریف کرتے ان کے
کاروبار تجارت اور کارخانہ جات کی مدد مرقی، ان کی قوت اور آزادی کے لئے
دعا کرتے۔“ دسواں قاسمی ج ۲ ص ۳۱۶ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

محمود الحسن کی وجہ : دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے
 "آلاف ضاد" میں ج ۶، ص ۲۵۵ پر لکھا ہے : جس وقت حضرت مولانا محمود الحسن کا موٹر
 چلا، تو ایک دم اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور اس کے بعد گاندھی جی کی جے۔ مولوی محمود الحسن
 کی جے کے نعرے بلند ہوئے۔

کوپا رام بوجھ چاری : امیر شریعت دیوبند عطاء اللہ بخاری احراری نے
 دیناج پور جیل میں اپنا نام پنڈت کوپا رام بوجھ چاری رکھ لیا تھا۔ (عطاء اللہ بخاری ص ۱۳۳)
 حسین احمد مدنی کانگریسی : اجودھیا باشی کے متعلق مولانا ظفر علی خاں
 ایڈیٹر روزنامہ "زمیندار" لاہور "چھستان" کے صفحہ ۱ پر لکھتے ہیں :

حسین احمد سے کہتے ہیں خرف ریزے مدینے کے
 کہ کٹو آپ بھی کیا ہو گئے مشن کے موتی پر

احوار پادشی اور دیوبندی کانگریسی امیر شریعت :

ہندو دل سے : نہ سکھوں سے نہ مہار سے ہے

گلہ رموٹی اسلام کا احرار سے ہے

پانچ لگوں کا ہے پابند شریعت کا امیر

اس میں طاقت ہے تو کوہ پان کی جھنکار ہے

آج اسلام اگر ہند میں ہے خوار ذلیل

سب یہ ذلت اسی طبع غدار سے ہے : (چھستان صفحہ ۱)

اٹھو کہ گھوم رہے ہیں خزاں کے ہرکارے

چمن بچاؤ کہ غم آشتیاں کا وقت نہیں

قارئین کرام : آپ نے اسلام دشمن طاقتوں کے ایجنٹ اور کاسہ لسیوں کی اندوہنا

داستان کا مطالعہ کیا اور کوئی اس نتیجے پر پہنچے کہ مذہبی لبادہ اوڑھ کر دشمنان دین ملت نے

کس طرح امت مسلمہ کو تعزیرات میں دھکیلا۔ بندگانِ پاکباز کی شانِ اقدس میں گستاخان
 کیں، یہاں تک کہ بائی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک پر ایک حملے کیے۔ دیوبندیت
 میدان کو وسیع کرنے اور عقیدہ عام آقاؤں کا حق تک ادا کرنے کے لیے پورے عالم اسلام
 کو خود ساختہ اور مبنی بر تعصب و جہالت فتوے شرک سے مُشرک بنا ڈالا، جن کے
 جیڑوں سے اب بھی ترکوں کا ہوشِ بک رہا ہے، جنہوں نے ہوسِ اقتدار میں حرمِ محترم
 میں خون کی ندیاں بہائیں۔ حجازِ مقدس کے باسیوں کا خون حلال ٹھہرایا۔
 اہلِ مدینہ کے اموال کو مالِ غنیمت سمجھا۔ قبورِ شہدائے بدر و احد کو مسمار کرنے کی ناپاک
 جسارت کی۔ مقامِ میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چوپاٹے باندھے گئے۔ مزارِ ابراہیم
 جنت البقیع کو ہموار زمین کیا۔ نود گاہِ مصطفیٰ سیدہ بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قہرِ حق
 کو پامال کیا۔ مُشرکوں کا فردوں سے مولیات کر کے برصغیر میں محاذِ آرائی کی فضا پیدا کی اسلام
 تشخص کی بجائے اڑائیں۔ مسلمانوں کے مسلمہ معتقدات پر کفر و شرک اور بدعت و ضلالت کے
 آڑے چلائے۔ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کا سحک کھڑا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کے علمِ مبارک کو شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم کہا۔ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے مبارک خیال کو بیل گدھے کے خیال سے بدتر کہا۔ میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
 کہنیا کے دن سے تشبیہ کرنا جائز کہا۔ زیارتِ نعلِ پاکِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کو ہندو آنہ فعل کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا بھائی اور خیردار کہا۔ حضور
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چوہرے چارے تشبیہ دی۔ سبیلِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو ناجائز و حرام کہا۔ خاتم النبیین کے معانی میں تحریف کی اور عوام کا خیال کہا۔ حضورِ محمد
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ مبارک کو حیوانات و بہائم، بچوں اور پاگلوں کے علم کے برابر کہا۔
 مسجدوں پر کانٹے لگی جھنڈے لہرائے۔ منبرِ رسول پر ہندوؤں کو بیٹھا کر تقریریں کروائیں۔
 اندر کا ندھی کو دشمنِ دیوبند میں کرشی صدارت پر بیٹھا کر زندہ باد کے نعرے لگائے۔ غضبِ ابرہہ

مہتمم ہے کہ جو لوگ خدا اور اُس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفادار نہیں۔ اسلام کے
 ورد سے خالی ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا نام بیچ کر اپنی سیاست چمکاتے ہیں۔ امام حسین
 رضی اللہ عنہ کے باغی اور بیزید علیہ کے پرچارک ہیں۔ اجمیر شریف اور سالار مسعود کی حاضری
 کو ماں کے ساتھ دنا سے بدتر کہتے ہیں، لیکن مولوی حق نواز کی قبر پر جانا کا رِثواب گزرتے ہیں۔
 گیارہویں شریف کے ختم کو حرام اور خنزیر بتاتے ہیں، لیکن گواکھانا ثواب سمجھتے ہیں۔
 امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حبیل کو حرام اور ہندوؤں کے پیادے کے پانی کو جائز لکھتے ہیں۔
 خود ہی انصاف کریں، وہ آپ کے اور مملکت خداداد پاکستان کے کس طرح وفادار ہو سکتے ہیں؟
 یہ لوگ اپنی نجی محفلوں میں کئی بار اظہار بلکہ تنویر شکر کے انگارے اگل چکے ہیں کہ شیعوں کے
 بعد ان (مسلمان سنی بریلوی) کی خبر لیں گے۔ آپ کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں؟ یہ لوگ آپ
 کے ساتھ مل کر آیا آپ کو ساتھ ملا کر اپنے ادھر سنی ہونے کا لیبل لگا رہے ہیں اور آپ کو
 فقط بریلوی کہہ کر ایک فرقہ ظاہر کرتے ہیں۔ آپ کے دوٹوں سے سیاست چمکا رہے ہیں
 آپ پر کھڑے ہو کر اپنے آپ کو قد آور ثابت کر رہے ہیں۔ آپ باہمی افتراق و انتشار کا
 شکار ہیں۔ دشمن آپ کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتا چلا جا رہا ہے۔ اگر
 آپ چاہتے ہیں کہ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے جھنڈے
 لہراتے رہیں، صحابہ کرام اور اہل بیت اظہار علیہم الرضوان کی قربانیوں کے تذکرے ہوتے رہیں
 اولیاء کرام کی مشعلیں فروزاں رہیں۔ آپ کے نظریات و اعتقادات کا تحفظ ہو تو پھر گستاخ
 بے ادب ٹولہ سے اظہارِ برأت کریں اور بر ملا اعلان کر دیں۔

چھٹ جائے اگر دولت کو نہیں تو کیا غم

چھوٹے نہ مگر ہاتھ سے دامانِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب کے عالمی مصلحوں۔ آمین ثم آمین!

اب جس کا جی چاہے وہی پائے روشنی سہم تو دل جلا کے صبرِ عام رکھ دیا

تحریریں انسداد کاوشی

اور

رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا فاضل بریلوی

از جناب زین الدین ڈیروی صاحب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہندو مذہب میں گائے کو مقدس و متبرک مقام حاصل ہے، ویدوں سے لیکر پرانوں، سمرتیوں اور مذہبی کہانیوں میں اس کی پرستش اور عظمت کا ذکر ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا، صاحب حیثیت اور پڑھے لکھے ہندو بھی اس غلو عقیدت میں مبتلا ہیں۔ لارڈ ویل اپنی ۱۴/۱۵ اپریل ۱۹۳۴ء کی ڈائری میں لکھتا ہے :-

"The Maharaja (of benaras) is an Ultra-Orthodox Hindu and Conceives it necessary for his spiritual health that a cow should be the first object he sees every morning".

ترجمہ :- مہاراجہ (بنارس) ایک متشدد راسخ العقیدہ ہندو ہے اور وہ اپنی روحانی تسکین کے لیے یہ ضروری خیال کرتا ہے کہ ہر صبح جس پر اس کی پہلی نظر پڑے، وہ گائے ہو۔ (حاشیہ برصغیر آئندہ)

ایک ہندو دوست سے مولانا عبدالحق صاحب نے کہا کہ یا تم اتنے پڑھ لکھے ہو اور ولایت پلٹ بھی ہو، میں نے یہ سنا ہے کہ تم گائے کا پیشاب پیئے ہو۔ ہندو دوست نے کہا، مولوی صاحب دنیا کی کسی چیز میں اتنے ڈامن اور پروٹین نہیں، جتنے گائے کے پیشاب میں ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا: اس سے زیادہ پروٹین اور ڈامن تو میرے پیشاب میں ہیں، اگر تم کہو تو میں روزانہ تمہیں بھجوا دیا کروں۔

سوامی نند صاحب کے خیال میں گائے کا مرتبہ ماں کے برابر ہے۔

"Every man had three mothers, his natural mother, mother cow and his motherland".

ترجمہ :- ہر شخص کی تین مائیں ہوتی ہیں، اس کی فطری ماں، گٹھ ماما اور اپنا مادر وطن۔

ڈاکٹر مونجے ہندوؤں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں: "ہزار ہا سال سے ہندو گائے کو ایک مقدس جانور سمجھتے رہے ہیں، جس کی ہر قیمت پر رکھشا کرنا ان کے مذہبی فرائض میں سے ہے، یہ عمیق جذبہ

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱۰

Penderel Moon Wavell the Viceroy's Journal, Oxford University Press Karachi, 1974 Page 65.

(حاشیہ صفحہ موجودہ) ۱۰ نصر اللہ خان: کیا قافلہ جاتا ہے، مکتبہ تہذیب و فن کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۳۶۔ ۱۰

A History of Non-cooperation in the Punjab 1914-24. Superintendent Government Printing Punjab Lahore. 1925 Page ۶۰

ہندوؤں میں ایک عالمگیر جذبہ ہے اور ہندوؤں نے بسا اوقات گائے
ذبح کرنے کے مقابلے میں سلطنتوں سے ہاتھ دھو لینے کو ترجیح دی۔
گوشت کھانہ کی خاطر لڑائیاں لڑی ہیں اور حکومتیں خاص اس مقصد کے
لیے قائم کی ہیں کہ گائے کی مستقل طرز پر حفاظت کریں گے۔

اسلام میں گائے کو دوسترے جانوروں کے مقابلے میں کوئی ممتاز حیثیت
حاصل نہیں بلکہ اس کا گوشت مسلمانوں کی مرغوب غذا ہے اور وہ بغیر من ثواب
عید الضحیٰ کے موقع پر اس کی قربانی کرتے ہیں۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ
گائے کے بچائے دو سرے جانوروں کی قربانی بھی کی جاسکتی ہے مثلاً
بھیر، بکری، لیکن اگر غیر مسلم بزورِ بازو گائے ذبح کرنے سے روکیں تو مسلمان
پر واجب ہو جاتا ہے اپنی اس فہمی رسم کو جاری رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ
جب مسلمانوں نے ہندوستان میں قدم رکھا تو مذکورہ فہمی حکم سے
سرمو انحراف نہیں کیا اور ہندوؤں کی مزاحمت کا پناہیت جرات و مردانگی
کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔

مغل بادشاہ اکبر کے زمانے میں ملک بھر میں ذبیحہ گاؤں پر پابندی عائد
کر دی گئی اور گائے کا گوشت حرام قرار پایا۔ نگرانی اتنی سخت کر دی
گئی تھی کہ بعض مقامات پر مسلمان گائے ذبح کرتے تو اس کے بدلہ میں ان
کی جان لی جاتی ہے۔ سخت آزمائش کا دور تھا اور اس غیر شرعی حکم کی تعمیل

۱۔ ابوالاعلیٰ مودودی: آفتاب تازہ ادارہ معارف اسلامی لاہور ۱۹۹۳ء
ص ۳۵۲۔ ۲۔ محمد اکرام شیخ، روح کوثر، فیروز سنز لاہور ۱۹۷۰ء ص ۱۲۲۔

۳۔ گائے کا گوشت حرام قرار دینے کے حکم کے یوں پردہ ہندوؤں کا کام کر رہا
تھا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین
مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے پتہ کی بات لکھی ہے: (بقیہ حاشیہ پر صفحہ ۱۰۷)

نہ کر نے کی وجہ سے کئی مسلمانوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت مجدد
الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اس ناروا پابندی کو مداخلت فی الدین تصور
کرتے تھے اور ہندوستان میں ذبیحہ گاؤں کو شہادۃ اسلام سمجھتے تھے بلکہ اس لیے
انہوں نے شہنشاہ جہانگیر سے ملاقات کے لیے جو شرائط پیش کی تھیں، ان میں
سے ایک یہ بھی تھی کہ ذبح بقر کے اجتماعی احکام منسوخ کئے جائیں۔ جہانگیر
نے یہ شرائط منظور کر لیے۔ ۱۵۷۹ء

انگریزوں کے دور حکومت میں غالباً تلک پہلے ہندو لیدر تھے جس نے
انجمن مخالفین ذبیحہ گاؤں قائم کی اور منظم طور پر مسلمانوں اور برطانوی حکومت
کے خلاف زبردست پروپیگنڈا شروع کیا، جس کا مقصد محض ہندوؤں کے
جنگ جو یا نہ جذبات کا ابھارنا اور ہندوستانی سیاسیات پر ان کو مسلط کرانا تھا۔
انہوں نے اپنی قوت کی بنیاد سیاسی اور مذہبی روایات پر رکھی۔ ذبیحہ گاؤں کی مخالفت

در بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ ”مسلمان اگر گوشت کھائے تو وہ ہندو کے مذہب میں
نہیں چلا جاتا مگر باوجود اسی کے تعصب سے مذہب ہے اور ہندو نہیں چاہتا کہ مسلمان
اپنا کوئی بھی دینی کام کرے“ (محمد نعیم الدین صدر الافاضل مولانا، مجموعہ
افاضات صدر الافاضل، ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور، ص ۳۳۱۔
۳۴۔ برطان الدین احمد فاروقی، حضرت شیخ احمد سرہندی کا نظریہ توحید، کتب خانہ
پنجاب لاہور، ۱۹۳۷ء، ص ۳۳-۳۵۔ یہی وجہ ہے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو نے اپنی تصنیف
(THE DISCOVERY OF INDIA) مطبوعہ نیویارک، ۱۹۴۰ء میں
مغل بادشاہ اکبر کی بہت تعریف کی ہے۔ (مرتبہ عنقریب)

در حاشیہ صفحہ موجودہ) ۱۷ محمد مصطفیٰ رضا خان، مفتی اعظم ہند، الطاری الداری سے
حمہ اول، انجمن ارشاد السلیمین لاہور، ۱۳۰۳ھ/۱۹۸۳ء، ص ۳۷۷۔ برطان الدین احمد فاروقی
حضرت شیخ احمد سرہندی کا نظریہ توحید، کتب خانہ پنجاب لاہور، ۱۹۴۷ء، ص ۳۳۱۔

ان کے پاس ایک زبردست ذریعہ تھا جو روز بروز ہندوؤں میں جوش کے ساتھ استعمال ہونے لگا چنانچہ بنارس میں بھی گھوڑ کھشیں سمجھا قائم ہو گئی اور اس کے اہتمام سے ایک ایسا مرقع تیار کرایا گیا جو انتہائی اشتعال انگیز تھا یعنی ایک گائے ہے جس کے جسم میں بکثرت دیوتا بیٹھے ہوئے ہیں اور تنھوں کے قریب مختلف اقوام و مذاہب کے آدمی ہیں۔ ایک برہمن دودھ تقسیم کر رہا ہے۔ دوسری گائے کے منہ کے سامنے ہیں۔ ایک کی تھوکتی خنزیر کی اور جسم ایک وحشی کا اور تلوار سے گائے پر حملہ کرنا چاہتا ہے، دوسری تصویر ایک برہمن کی ہے جو حملہ آور اور گائے کے درمیان حائل ہے۔ دم اور پشت پر کچھ اشلوک منسکرت میں لکھے ہوئے ہیں اور ایک رشی برقعہ اٹھائے جب رہا ہے گائے کے پاؤں کے نیچے قرآن مجید کی ایک آیت لکھی ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ:۔۔۔

”خدا کے پاس کچھ قربانی اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔“

یہ تو تھا ملک کا جارحانہ رویہ، لیکن ہندو مسلم اتحاد کے متوالوں نے اس کے مرنے پر کیا گل کھلائے، وہ قاضی محمد عدیل عباسی کی زبانی سنئے جو اس موقع کے چشم دید گواہ ہیں:۔۔۔

”دیکھ اگست ۱۹۲۰ء کو رات بارہ بجکر ۳۴ منٹ پر اچانک وہ (ملک) اس دنیا سے گزر گئے، جو عظیم ماتم ہندوستان میں ملک کی موت پر ہوا، وہ اپنی آپ نظر ہے۔ جب ان کی راکھ دریائے گنگا میں ڈالنے کے لیے لائی گئی تو اس وقت میں یونیورسٹی اسکول آف لاء الہ آباد کا طالب علم تھا۔ ہم سب لڑکے ہندو اور مسلمان ننگے سر اور ننگے پیر دریائے گنگا کے کنارے تھکے تھے،

ان کے مرنے پر گاندھی جی نے ان کی لاش اٹھانی چاہی تو کچھ لوگوں نے اعتراض کیا، گاندھی جی نے کہا، ایک محبت وطن کی کوئی ذات نہیں ہوتی اور گاندھی جی، مولانا شوکت علی اور ڈاکٹر کپلو نے اس کے جنازہ کو کندھا دیا۔“

معاہدہ سیمپری ختم نہیں ہوا بلکہ ممبران خلافت کمیٹی نے ۱۔ ”تعلک کے مرنے پر غم میں بروز دسواں جامع مسجد میں ننگے سر، ننگے پیر، جع ہو کر تعلک کے لیے دعا اور فاتحہ اور نماز کا ان کی مغفرت کے لیے اشتہار شائع کیا۔“
تعلک کے بعد دوسرے ہندو رہتاؤں کے افکار و نظریات کا مطالعہ فرمائیے، اکبری عہد کی طرح ہندوؤں نے ایک بار پھر اس خواہش کا اظہار کیا کہ ذبیحہ گاؤ پر پابندی لگانے کے لیے قانون بنایا جائے لیکن اب وہ کسی اور کے کندھے پر بندہ وق رکھ کر چلانے کی ضرورت محسوس نہیں کر رہے تھے بلکہ پنڈت مالویہ نے مسلمانوں کے سامنے براہ راست یہ تجویز پیش کی کہ ”اگر ہندو مسلم سمجھوتہ کر لیں تو حکومت بھی ذبیحہ گاؤ بند کرنے کا حکم دے دے گی۔ مسلمان گائے کو ذبح کرنا چھوڑ دیں گے۔ ہر گاؤں میں ہندو مہاسبھا اور گاؤں بھسا قائم کی جائیں جو گایوں کو قصابوں کے ہاتھ پٹنے سے روکیں، انہیں مسلمانوں کو رضامند کر کے گائے کو ذبح کرنے سے روکنا چاہیے۔“

اگرچہ یہ سمجھوتہ نہ ہو سکا لیکن مسٹر گاندھی کے دست راست پنڈت

۱۔ محمد عدیل عباسی، قاضی، تحریک خلافت، پروگریسو کبسن لاہور ۱۹۸۶ء ص ۱۶۱۔

۲۔ محمد مسعود احمد، پروڈیوسر ڈاکٹر، مکتوبات اسام احمد رضا خاں بریلوی مکتوبات و تقابلات، مکتبہ بنویہ لاہور ۱۳۰۸ھ / ۱۹۸۸ء ص ۱۱۱۔

۳۔ محمد امین زبیری، سیاست طرہ آتش نشان پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء ص ۱۵۸۔

ستیا دیو نے ۲۷ نومبر ۱۹۲۰ء کو متھرا میں تقریر کے دوران بیان کیا۔
اعلان کیا۔

”جب ہمارے ہاتھ میں اختیار ہو گا، جس قدر قوانین ہم بنا سکیں گے،
بنا دیں گے، گاؤں کشی کا مسئلہ ہندوستان میں نہایت اہم مسئلہ ہے۔ ہماری
مبتواتر درخواستوں کے باوجود اس بارہ میں گورنمنٹ نے کچھ نہیں کیا۔ تنہا
کاٹیادار میں ہی بہت سی گاؤں ذبح ہوتی ہیں۔ جب قانون سازی کے
قوت ہمارے ہاتھ میں آئے گی تو ہم فوراً یہ طے کر دیں گے کہ ہندوستان
کے اندر گاؤں کی قربانی نہ ہو اور اگر تم ہماری مدد کرو تو ہم دنیا بھر میں
روک سکتے ہیں۔ ہم میں یہ قوت ہے کہ جو چاہو کر ڈالو اگر تم اپنے لیڈروں
پر بھروسہ کرو تو تم ضرور ہندوستانیوں کا راج حاصل کر لو گے۔“
یہ صرف دھمکی نہیں تھی بلکہ کانگریسی وزارت کے دوران صوبہ
متحدہ میں قربانی گاؤں کے سلسلہ میں نہایت مفیدانہ اور اشتعال انگیز
کارروائیاں ہوئیں۔ مسلمانوں پر کئی جگہ حملے ہوئے۔ قصابوں سے گائیٹ
چھینی گئیں۔ بعض رقبات میں دفعہ ۱۳۴۴ عائد کر کے قربانی مسدود کی گئی۔
اور ایک مقام مصطفیٰ آباد کے تمام مسلمان مردوں کو جیل بھیج دیا گیا اور
عورتوں اور بچوں کا بھی کوئی نگران نہ رہا۔ ایک مسجد میں عید الفضحیٰ کے
رات صفوں کاٹ کر ڈال دیا گیا۔ ایک مقام پر عید کی نماز تک نہ
پڑھنے دی۔“

مہاراشٹر سند ایڈیٹر ملاب (لاہور) کا یہ بیان بھی اسی ذہنیت کی عکاسی
کرتا ہے۔ ”ہم ہندوستان کو آزاد کرانے میں صرف اسی کی مدد کریں گے جو گٹھ
رکھنا کے انتظام کی ذمہ داری لے گا۔ ہندو صبح اس امر کا عہد کریں کہ وہ صرف
اسی کو وٹ دیں گے جو گٹھ رکھنا کو صبح سے اڈل رکھے گا۔“ (کاشی البرنی، مسلم انڈیا،

ہندوؤں کی مسلم دشمنی اس بات سے بھی عیاں ہے کہ متحدہ ہندوستان میں انگریز بھی گائے کا گوشت کھاتا تھا اور گوشت کی سپلائی کے ٹھیکے ہندوؤں کے پاس تھے۔ آج بھی ”سیکولر بھارت“ میں گائے کی چربی اور اس کے چمڑے کا کاروبار بڑے بڑے ہندو سیٹھ کر رہے ہیں لیکن سنا ہے بس مسلمانوں کو دی جا رہی ہے۔

اس سلسلہ میں پنڈت جواہر لال نہرو کی چھوٹی بہن وجے لکشمی نے ایک فکرانگیز واقعہ بیان کیا ہے۔ فرماتی ہیں :-

”ہردوار کے پانڈے ایک وفد کی صورت میں مجھے ملنے آئے اور مجھے ایک درخواست دی۔ اُسے پڑھ کر میں حیران رہ گئی۔ لکھا گیا تھا کہ جوالا پور میں گٹھنکشی ممنوع قرار دی جائے، جہاں مسلمان رہتے تھے۔ ہردوار کے پانڈے بڑے ابن الوقت اور کاشیاں تھے۔ انہوں نے پورے ہندو ہردوار پر اس حکم کا اطلاق نہ چاہا تھا کیونکہ بعض حصوں میں انگریز رہتے تھے اور گائے کا گوشت ان کی خوراک کا لازمی جزو تھا گو یا ان پانڈوں کو انگریزوں پر کوئی اعتراض نہ تھا، اعتراض تھا تو مسلمانوں پر؟“

ہندو زعماء کا ذکر ختم کرنے سے قبل ضروری ہے کہ قوم پرست مسلمانوں کے محبوب راہنما مشرموہن داس کرم چند گاندھی کے جذبات و احساسات

دقیقہ حاشیہ صفحہ سابقہ شمار لاٹ پیٹنگ کمپنی لاہور ۱۹۴۳ء ص ۱۵۹۔

۲۔ محمد امین زبیری: سیاستیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء ص ۱۳۷۔

۳۔ ماہنامہ طلوع اسلام (دہلی) اپریل ۱۹۴۹ء ص ۷۹۔

۴۔ محمد امین زبیری: سیاستیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء ص ۳۲۲ (حاشیہ صفحہ موجود)۔

۵۔ ولی منظر ایڈیٹڈ ٹیکٹ بنظیر کے چراغ جلد سوم مجلس کارکنان تحریک پاکستان ۱۹۸۹ء ص ۱۳۹۔

۶۔ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ (لاہور) اپریل ۱۹۹۳ء ص ۱۴۳۔

پیش کئے جائیں۔

مسٹر گاندھی کا ایک سوانح نگار لکھتا ہے :-

”یرکھنے کی ضرورت نہیں کہ گاندھی جی نے بھارت کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی یہ ہتھیہ کر لیا تھا کہ وہ لکٹے کی حفاظت کے لیے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کریں گے“۔

لکٹے سے اپنی عقیدت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ”میں گٹو ماتا کا ادنیٰ پجاری ہوں جسے میں ماں جیسے تہدس اور احترام سے دیکھتا ہوں“۔

مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے تحریکِ خلافت کی مصنوعی طور پر غیر مشروط حمایت کی تھی لیکن وہ اس وقت بھی لکٹے کی محبت سے دستبردار نہیں ہوئے تھے :-

”ان (گاندھی) کا شروع سے یہی عقیدہ تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد میں اگر کوئی چیز مانع ہے تو محض ”گٹو“ ہے۔ گاندھی جی نے کہا تھا کہ ”حالانکہ گٹو ماتا کی پرستش کے معاملے میں میں کسی ہندو سے پیچھے نہیں ہوں مگر اس وقت میں مسلمانوں کی طرف جو دستِ تعاون بڑھا رہا ہوں، گٹو کشی کی ممانعت کو میں مقدم نہیں سمجھتا، غیر مشروط تعاون کا مطلب ہی گٹو کشا ہے“۔

بعض ہندو لیڈر مسٹر گاندھی کو تقسیم ہند کا ذمہ دار سمجھتے تھے، اس لیے کہ اُس نے تحریکِ خلافت، جس کا تعلق کسی لحاظ سے بھی ہندوستان سے

۱۔ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ (لاہور) مارچ ۱۹۷۸ء ص ۱۷۱

۲۔ ایضاً ص ۱۷۳ ۳۔ سردار محمد خاں، چودھری، حیات قائد اعظم پبلشرز

یونیورسٹی لاہور ۱۹۳۹ء ص ۱۵۳

نہیں تھا، کی حمایت کر کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو اٹھارنے میں مدد کی، حالانکہ یہ الزام قطعاً غلط تھا، اور باتوں کے علاوہ مسٹر پی ہارڈے کے مطابق گاندھی نے خود اس الزام کا یہ جواب دیا تھا کہ وہ مولانا شوکت علی کو مسلسل یہی ذہن نشین کراتے رہے کہ اس حمایت کا مقصد مسلمانوں کی گائے (خلافت) کی حفاظت کے ساتھ ساتھ گھوٹا مٹا کی حفاظت بھی ہے۔

ذبیحہ گاؤں کے سلسلے میں مسٹر گاندھی کی عیاری اور دوغلی پالیسی کا ایک زبردست دلچسپ واقعہ شاہ محمد حنیف صاحب ندوی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے : —

”چند سال پیشتر چھپرے کے ایک جلسے میں گاندھی جی نے حضرت قبلہ (سید سلیمان صاحب پھلواروی) کے گھٹنے پکڑ کر کہا تھا کہ ”گائے کی قربانی آپ اپنی قوم سے چھڑوا دیجئے، کیونکہ اس سے ہندو مسلم منافرت بہت پیدا ہوتی ہے۔“ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ”یہ کام میں کر لوں گا اور ایک آپ بھی کیجئے اور وہ یہ ہے کہ اپنی قوم سے بُت پرستی چھڑوا دیجئے، ہندو مسلم میں بڑی وجہ منافرت یہی ہے۔“ گاندھی جی نے کہا، یہ بہت مشکل ہے، حضرت قبلہ نے فرمایا :۔ ”مشکل تو وہ بھی ہے۔“

مدرسہ کانگریس میں جب گائے کی قربانی اور مسجد کے سامنے باج کے سوال پر ایک پکیٹ ہونے لگا تو اگرچہ کانگریس اسے منظور کر چکی تھی بقول مولانا محمد علی مرحوم، گاندھی جی نے فرمایا کہ :۔
”میں رات بھر اسی الجھن میں گرفتار رہا۔ اس طرح تو مجھے اندیشہ

لے تفصیل کے لیے دیکھیے :۔

ہے کہ میں بجائے معین و مددگار بننے کے اور رکاوٹ بن جاؤں گا۔ گائے کا مسئلہ ایسا ہے جس پر نہ میں، نہ کوئی اور ہندو و رضا مند ہو سکتا ہے۔^۱ آزادی اگرچہ ایک بہت بڑی نعمت ہے لیکن مسٹر گاندھی کے نزدیک یہ اس وقت تک بے معنی ہوگی، جب تک کہ گائے کا تحفظ یقینی نہ ہو جائے۔ اس سلسلہ میں یہاں ان کے بیانات سے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں:-

① ”ہندو مذہب کے نقطہ نگاہ سے گائیوں کی حفاظت کس قدر ضروری ہے، صرف نان کو آپریشن (ترک موالات) ہی ان کو سوراخ

در بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۲۔ رئیس احمد جعفری، علی برادران، محمد علی اکیڈمی لاہور، ۱۹۶۳ء ص ۳۳۹

در حاشیہ صفحہ موجودہ) ۱۔ ایضاً قائد اعظم اور ان کا عہد، مقبول اکیڈمی لاہور ۳۳۹

۲۔ صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”مہوراج کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان سے ہر اس شخص کو نکال دیا جائے جس کو ہندو اپنے خیال میں غیر ملکی سمجھتے ہیں یا تہ تیغ کر ڈالا جائے یا دین و ملت سے مرتد کر کے غلام بنالیا جائے اور اچھوت قوموں کی طرح کتوں اور موذی جانوروں سے بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جائے۔ یہ سوراخ آریہ قوم (ہندوؤں) کو جاننے سے زیادہ عزیز ہے اور وہ اپنی جانیں اس کی بھینٹ چڑھانے کے لیے تیار ہیں (مجموعہ افادات صدر الافاضل ص ۲۵۶)

افسوس کہ یہ بات قوم پرست کانگریسی مسلمانوں کی سمجھ میں نہ آ سکی، اس سے بھی زیادہ افسوس پاکستانی قلم کاروں پر ہے جو دو قومی نظریہ کے بانی لیسٹروں کا تذکرہ کرتے وقت امام احمد رضا فاضل بریلوی، مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی اور دیگر سنی اکابرین کو نظر انداز کر دیتے ہیں (مرتبہ غفران)

حاصل کرنے میں مدد دے سکتا ہے اور سوراخ کے ذریعہ وہ گالیوں کی حفاظت کر سکیں گے۔" ۱۰

۲ "گائے کی حفاظت کا مسئلہ سوراخ کے مسئلہ سے کم نہیں اور ہم سوراخ حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ گائے کی حفاظت نہ کر سکیں۔" ۱۱

۳ "جب تک ہندوستان میں ایک گائے بھی ذبح ہوتی رہے گی اس وقت تک اس ملک کو حقیقی معنوں میں آزاد منظور نہیں کیا جائے گا۔" ۱۲

مسٹر گاندھی اگرچہ پوری عمر عدم تشدد کا پرچار کرتے رہے، یہاں تک کہ جنگ عظیم دوم کے دوران انہوں نے اُس وقت کے وائسرائے ہند کے پاس جا کر اُسے مشورہ دیا تھا کہ برطانوی عوام کو ہتھیار ڈال کر مسئلہ کا مقابلہ روحانی قوت کے ساتھ کرنا چاہیے۔ لیکن گائے کا مسئلہ ان کی نظر میں اس قدر حساس نوعیت کا تھا کہ وہ اس سلسلہ میں مطلوبہ نتائج حاصل کر لے کی خاطر طاقت استعمال کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

۱ دسمبر ۱۹۱۹ء میں ہومینٹری ٹرین کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے مسٹر گاندھی نے، اہل ہند کی روحانی اصلاح کے لیے ایک طویل قرارداد پیش کی جس کے ذریعہ سے ہندوؤں، رشیوں، مہاراجگان اور والیان ملک کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اپنے مذہبی اثر سے پاکیزہ تشدد کے ذریعے، رسم و سربانی کے انداد میں امداد کی تھی اور آئندہ کے لیے اس قسم کی کوششوں کے جاری رکھنے کی استدعا کی۔ ۱۳

۱۴ محمد امین ذہیری: سیاستِ ملیہ، آتش فشاںِ پہلی کیشنر لاہور، ۱۹۹۱ء ص ۱۳۰۔
 ۱۵ ایضاً ص ۱۵۸ اسرار الرحمن بخاری: اسلام اور مذاہبِ عالم، نیو بک پبلیش لاہور۔
 ۱۶ ابوالکلام آزاد، انڈیا دز فریڈم (انگلش)، اورینٹ لائٹ مین لیٹڈ مدراس، ۱۹۸۸ء ص ۳۵۔
 ۱۷ رئیس احمد جعفری: اوراقِ گمشدہ، محمد علی ایکڈمی لاہور، ۱۹۶۸ء ص ۳۷۰۔

② مسٹر گاندھی نے کہا: ”کسی نہ کسی طرح بذریعہ قانون گٹو کشی بند کی جائے گی۔“

③ ایک اور موقع پر کہا، ”گٹو کشی کی حفاظت دنیا کے لیے ہندو ازم کا تحفہ ہے اور ہندو ازم اس وقت تک زندہ رہے گا، جب تک گٹو کشی کی حفاظت کرنے والے ہندو موجود رہیں گے اور اس کی حفاظت کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس کے لیے جان قربان کر دی جائے۔“

④ مسٹر گاندھی کے نزدیک ”گٹو پو جا ہندو کی فطرت میں داخل ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے ہندو باوجود اپنی نرم روی کے عیسائیوں اور مسلمانوں کو گٹو ہتھیارے باز رکھنے کے لیے طاقت استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔“

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے مخالف نیشنلسٹ مسلمان لیڈروں اور مولویوں کے ”جہانتا“ تو اس حد تک جانے کو بھی تیار تھے کہ گٹو کشی کو بچانے کی خاطر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ ”اگر مجھے یہ اختیار دیا جائے کہ میں گٹو کو قربان کر کے مسلمانوں کو بچا لوں یا مسلمانوں کو قربان کر کے گٹو کو بچا لوں تو میں دوسری بات کو ترجیح دوں گا۔“



۱۔ ماہنامہ طلوع اسلام دہلی، محرم الحرام ۱۳۵۸ھ / مارچ ۱۹۳۹ء ص ۸۶۔

۲۔ (د) شکیل احمد صیاد، ابوالکلام آزاد کے انکشافات، شبلی پبلی کیشنز کراچی ۱۹۸۸ء ص ۱۸۔

(ب) J.F.C. Fuller : India in Revolt, Eyre and Spotswoode

Publications Limited London Page - 160.

۳۔ جی انا، قائد اعظم جناح، ایک قوم کی سرگذشت (مترجم رئیس امروہوی)، فیروز سنز لاہور ۱۳۶۰ھ

۴۔ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ (لاہور) مارچ ۱۹۷۸ء ص ۱۷۵۔

میشاق لکھنؤ کے بعد اُمید تھی کہ ہندو مسلم نزاعات و فسادات کا خاتمہ ہو جائے گا اور تعلیم یافتہ جماعت عوام کو امن و آشتی کی جانب مائل کرنے کی سعی کرے گی لیکن میوز میثاق کی روشنائی بھی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ ذبیحہ گاؤں پر آ رہ و بہار اور گٹھار پور میں سخت خونریز فسادات ہوئے، ہندو صحابین میں سے کچھ تو خاموش رہے اور کچھ نے بے جا حمایت و طرفداری کی تاہم مسلم زعمائے سیاست اس آگ کو بجھانے ہی کی کوشش کرتے رہے بلکہ

بدقسمتی سے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے دوران بعض مسلمان لیڈروں اور علماء و کھلانے والے حضرات نے مدعی سُنّت اور گواہ چست جیسا طرزِ عمل اختیار کیا اور ”ہندو مسلم اتحاد کے متعلق جو تجاویز و تقاریر ہوئیں۔ ان کا یہ اثر مرتب ہوا کہ ہزاروں مسلمانوں نے قربانی گاؤں سے احتراز کیا، مسلمانوں نے مسلمانوں سے گائیں چھین کر ہندوؤں کو دے دیں۔ قصابوں کو ذبیحہ گاؤں سے روکا گیا۔ رضا کاروں نے پھری کے نیچے سے قربانی کی گایوں کو چھڑایا اور اگر ذبیحہ ہو چکی تو اس کو پیکار کر ڈیا“ اس کا اعتراف مشہور ہندو کانگریسی لیڈر راجندر پرشاد نے اپنی کتاب ”India Divided“ میں صفحہ ۱۲۲ پر کیا ہے۔

مشہور و معروف صحافی اور روزنامہ ”زمیندار“ لاہور کے ایڈیٹر ظفر علی خاں نے لکھ دیا :-

”ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ گاٹے کی قربانی فرض نہیں اور جب قربانی کے لیے دوسرے جانور مل سکیں تو گاٹے کی قربانی پر اصرار کر کے اپنے ۲۴ کروڑ ہمسایہ بھائیوں کا دل دکھانا کہاں کی دانش مندی ہے“ لکھ

۱۔ محمد امین زبیری، سیاستِ ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۱ء صفحہ ۱۳۷۔
۲۔ ایضاً صفحہ ۱۳۷۔

۳۔ رشید محمود، راجا، تحریکِ ہندوستان (۱۹۲۰ء)، مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۸۸ء صفحہ ۳۲۔

ابوالکلام آزاد نے ذبیحہ گاؤں کے مسئلہ کا اہل پیش کہہ کر سہل کر دیا۔
 ”اس تمام قضیہ کا اہل صرف اس بات میں ہے کہ ہر شخص اپنے حقوق
 پر زور دینے کی بجائے اپنے فرائض کی تکمیل کے لیے تیار رہے۔“
 مولوی عبید اللہ سندھی، جسے ان کے معتقدین ”امام انقلاب“ سے
 کم درجہ دینے کو تیار نہیں، کو مشرکین ہند کی دہلوی کسی قدر عزیز تھی، اس
 کی تفصیل کا موقع نہیں، البتہ ذبیحہ گاؤں کے متعلق ان کے درج ذیل ارشادات
 میں ایک جھلک دیکھی جاسکتی ہے :-

① ”میں نے حضرت شیخ الہند سے ایک موقع پر عرض کیا تھا اور
 یہ ۱۹۱۵ء سے پہلے کی بات ہے کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے مذہبی جذبات
 کے خیال سے اذخودان کے مقدس مذہبی شہروں، جیسے متھرا اور بنارس
 میں گاؤں کشی بند کر دینی چاہیے۔ میں نے کہا تھا کہ اس کا بڑا اچھا اثر پڑے گا۔
 اور انگریزوں کے خلاف ہماری جدوجہد آزادی کو اس ہندو مسلم دلی قربت
 و اجتماعی میل ملاپ سے بڑا فائدہ پہنچے گا۔“

② ”میں نے امیر امان اللہ خاں سے کہا کہ افغانستان میں اعلان کر
 دو کہ گاؤں کشی افغانستان میں منع ہے، اس پر امیر امان اللہ خاں نے بذریعہ
 اعلان عام ملک میں احکام جاری کر دیئے کہ افغانستان میں گاؤں کشی منع ہے،
 اس کے بعد گاندھی جی نے ایک تقریر میں کہا کہ مسلمانوں میں اگر امیر امان اللہ
 خان جیسا قانونی بادشاہ ہو جائے تو ہماری گائیں بچ جائیں گی۔“

۱۔ عبدالرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان، مکتبہ رشیدیہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۳۵۔
 ۲۔ محمد سرور، پروفیسر: افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی، سندھ
 ساگر اکادمی لاہور ۱۹۸۷ء ص ۳۳۔ عبید اللہ لغاری، مولانا عبید اللہ سندھی کی
 سرگزشت کابل، قومی ادارہ برائے تحقیقی تاریخ و ثقافت اسلام آباد ۱۹۸۰ء ص ۱۹۹۔

۸ جولائی ۱۹۲۱ء کو کراچی میں منعقدہ آل انڈیا خلافت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولوی محمد صادق نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا :-
 ”ہندو بھائی گاٹے کی مذہبی حیثیت سے عزت کرتے ہیں، اس لیے قدرتا ان کو گاؤ کشی سے تکلیف ہوتی ہے اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ مسلمان اس کو ترک کر دیں..... ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کی شریعت نے ہمیں اس کے کھانے پر مجبور نہیں کیا ہے اور یہ نہیں بتلایا کہ گاؤ نہ کھانے سے ہم مسلمان نہیں رہیں گے اور جب ایسا ہے کہ گاٹے (کا گوشت) کھانا ہمارے لیے جائز اور ہماری مرضی پر منحصر ہے تو پھر اگر گاٹے کے گوشت کے بجائے دوسرا گوشت استعمال کریں تو ہمارے لیے کوئی مذہبی ممانعت نہیں.....
 اس سلسلہ میں بعض سربراہان اور وہ مسلمان بزرگوں نے اچھی گوشنیش شروع کی ہیں اور ان کے معامی کے نتائج بھی اچھے نکلے ہیں اور محسوس ہو رہا ہے کہ مسلمان بھی ہندوؤں کی محبت اور ہمدردی سے متاثر ہو کر اتحاد اور یگانگت کا قدم بڑھا رہے ہیں اور اس اتحاد و اتفاق کے اثرات اس قدر دور دور تک پہنچے ہیں کہ امیر اسلام حضرت غازی امان اللہ خان خلد اللہ ملکہ نے بھی اپنے ملک (افغانستان) کے علماء کے مشورہ سے گاٹے کا کھانا بند کر دیا ہے اور یقیناً یہ بات ہماری ملی تحریکات کی کامیابی کو قریب تر کر دے گی۔
 جمعیتہ العلماء ہند نے ۱۹۲۱ء میں اپنے ایک اجلاس میں ایک یہ قرارداد منظور کی کہ :-

”ہندوستان کے مسلمان گاٹے کے بجائے بھیڑ بکری کی قربانی کیا کریں“
 اس قرارداد پر جماعت اسلامی کے آرگن ہفت روزہ ”آئین“ نے تبصرہ

۱۔ مجلہ برگ گل کراچی ۱۳۰۱ھ جو پر نمبر ۳۸۷-۳۸۸۔

۲۔ انوار الحسن، تجلیات عثمانی بحوالہ مکتوبات امام احمد رضا بریلوی معہ تنقیدات و تالیفات از پروفیسر محمد مسعود احمد مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۲۱۔

کیا ہے : —

”ایسی قرار داد پاس کرتے ہوئے اتنا نہیں سوچا جاتا تھا کہ اگر ہندوؤں کو خوش کرنے کی یہ راہ اختیار کر لی گئی تو کیا وہ صرف اتنی بات پر خوش ہو جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس راہ پر چلنے کے بعد مسلمانوں کو ہندوؤں کی دلجوئی کے لیے بہت سے ایسے کام کرنے پڑے جو بجلے خوشنماک تھے۔“

جمہیت علماء ہند کے اجلاس مراد آباد کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر مولوی عبد السلام صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا : —

”میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ مساجد کے سامنے ہندوؤں کا باجہ بجانا مسلمانوں کے مذہبی حقوق میں کس طرح دخل اندازی کا موجب ہو سکتا ہے نیز یہ بھی کہ اگر مسلمان ہندوؤں کے مذہبی جذبات کی خاطر گلے کی قربانی بند کر دیں تو ان کا یہ طرز عمل اسلام کو کیا نقصان پہنچائے گا؟“

آخر میں مولانا عبد الباقی فرنگی مہلی کا فتویٰ پیش کیا جاتا ہے : —
 ”مسلمانوں کا مقدس فرض ہے کہ وہ قربانی گاؤں سے احتراز کریں، نہ صرف اس وجہ سے کہ گروڑوں ہندو بھائیوں کے جذبات کا احترام ضروری ہے بلکہ اس وجہ سے کہ قرآن مجید کا واجب العمل فرمان یہی ہے :“

۱۔ ہفت روزہ آئین (لاہور) ۱۲ نومبر ۱۹۳۰ء اشاعت خاص ص ۶۔

۲۔ ماہنامہ طلوع اسلام (دہلی) جولائی ۱۹۳۹ء ص ۲۔

۳۔ ایچ بی خان، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد، ۱۹۸۵ء ص ۳۵۔ مسلمانوں کے اس نرم رویہ کے پیش نظر حاشہ کرشن اڈیٹر پبلکاش لاہور نے مولانا عبد الباقی کے نام ایک خط لکھا جس میں گنور کشاکش کی حمایت میں ایک مضمون لکھ کر بھیجنے کی فرمائش کی۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲۴)

نوٹ :- واضح رہے کہ بعد میں مولانا موصوف نے ہندو مسلم اتحاد سے متعلق تمام غیر شرعی امور سے لاتعلقی ظاہر کر کے اپنا تو بہ نامہ شائع کرا دیا تھا، اس لیے اسے تاریخی واقعہ کے طور پر پڑھا جائے (مرتب غفرلہ)

اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ جہاں تک مذہبی گھاؤ کا تعلق ہے، تحریک خلافت و ترک موالات کے جذباتی دور سے فائدہ اٹھا کر مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی اور اس کے رفقاء نے کارنے مسلمانوں کے معروف لیڈروں کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ اس شعار اسلام کو مٹا دینے کے لیے ان کے ہمنوا بن جائیں۔ اس سلسلہ میں سیاسی لیڈروں کی ضابطی بھی اگرچہ قابل گرفت تھی لیکن بعض مذہبی راہنماؤں کا صحرانگرہیں میں مبتلا ہونا یقیناً بے حد اسوس ناک امر تھا۔

یہ اس دور کی داستان ہے جب ہندوستانی مسلمان ہوش کے بجائے ہوش سے کام لے رہے تھے، انہیں ہر وہ شخص انگریز کا ایجنٹ معلوم ہوتا تھا جو غیر شرعی افعال پر ٹوکنا اور ہندوؤں کے مذہب و عزائم سے آگاہ کرتا، اس طرح گویا شرعی مسائل پر سمجھوتہ نہ کرنے والوں کی بھلائی اسی میں تھی کہ وہ خاموشی اختیار کر لیتے بصورت دیگر اپنی عزت، شہرت، وقار اور ہر دلعزیزی سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ان کے خلفاء اور ہم مسلک حضرات نے کتمان حق کے بجائے نعرہ حق بلند کیا، غیر جانبداری سے تمام حالات کا جائزہ لیا جلتے تو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی وقت پیش نہیں آتی کہ ان حضرات کی یہ خدمات دو قومی نظریہ کو برواں چڑھانے میں ضگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور تحریک پاکستان میں امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ اور ان کے معتقدین نے جو رقبہ

اختیار کیا اور مسلمانوں کی بروقت صحیح راہنمائی کی، اس موضوع پر ایک علیحدہ مقالہ زیر ترتیب ہے، سرِ دوست انسدادِ گٹھن کی تحریک کو ناکام بنانے کے سلسلہ میں ان حضرات نے مذکورہ دور میں اور اس سے قبل جو شاندار خدمات سرانجام دیں، ان کی چند جھلکیاں یہیہ قارئین ہیں۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے ایک معتقدِ پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف مرحوم نے، ہندوؤں کی اس جدوجہد پر کہ مسلمان ان کی دل آزاری کا خیال رکھتے ہوئے ذبیحہ کا ترک کر دیں، گرفت کی اور دلائل سے ثابت کیا کہ یہ صرف ان کی ہٹ دھرمی ہے۔ اپنے رسالہ ”الرشاد“ میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

”کیا ستم ہے، گائے کے سوا دیگر حیوانوں کا ذبح کرنا اکثر ہندو جائز رکھتے ہیں۔ اس کا کٹا کٹے ہیں اور اس کا گوشت کھاتے ہیں، اس وقت اس طبقہ ہندو کا کیوں لحاظ نہیں کرتے جو قطعاً کسی جاندار کو قتل کرنا گناہِ عظیم جانتے ہیں، شاید اس کا پھر وہی جواب ہو گا گائے دیتا ہے، متبرک ہے، اس کا جواب ابتداء میں گزارش کر چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ انصاف کا یہی فیصلہ ہے کہ اپنے معتقدات کی رعایت خود صاحبِ عقیدہ کو چاہیے، دوسرے مذاہب سے اپنے معتقدات و خواہشات کا مطالبہ اُسی حد تک کیجئے جہاں تک دوسرے اہل مذہب کے دین اور معاشرت میں خلل اور تکلیف نہ واقع ہو، اس سے زیادہ طلب کرنا ہٹ دھرمی اور زبردستی ہے“۔

پروفیسر صاحب نے مسلمانوں سے اپیل کی تھی کہ ”ہندوستان میں گائے کی قربانی کا آج تک باقی رہنا بیش بہا قربانیوں کا نتیجہ ہے، اُن گراں بہا

قربانیوں کے حقوق اگر ادا نہ کیجئے تو کم از کم اُسے بلیا میسٹ بھی نہ کیجئے۔“

ہندوؤں کی برہمنیت اور ظلم و ستم کا تذکرہ کرتے ہوئے پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں:۔۔۔

”انصاف کیجئے، عید مسلمانوں کی ایسی مسرت کا دن ہے کہ ساری خوشیاں اسی سے تشبیہ دی جاتی ہیں۔۔۔۔۔ عین اس موقع پر ملکی بھائیوں کی طرف سے حق و وطن حق ہمسائیگی اس صورت میں ادا کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی لاشیں خاک و خون میں تڑپتی ہوتی ہیں، عورتوں کی عصمت خطرہ میں ہوتی ہے۔ بچے یتیم بنائے جاتے ہیں، بیبیاں بچہ کی جاتی ہیں، مساجد کی بے حرمتی کی جاتی ہے، گاؤں ٹوٹے جاتے ہیں، مکان جلائے جاتے ہیں۔ عشرت کار روزنامہ کا دن بنا دیا جاتا ہے اور پھر ماتم بھی کیسا؟ مال کا، جان کا، عزت و آبرو کا، دین و ایمان کا۔ ان سب مظالم کی اگر علت دیکھئے تو وہی فرضی یا وہمی دل آزاری یعنی مسلمانوں نے اپنی ملکیت میں تصرف کیوں کیا، ایک عبادت کیوں بجالائے، خدا کے نام پر گائے کیوں قربان کی گئی؟“

مشہور ہندو لیڈر سوامی دیانند کا بیان ہے کہ ”وید کی رُو سے ذبیح گائے کے جرم میں ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو ذبح کر کے کائے کو خوش کرنا چاہیے۔“

۱۔ محمد سلیمان اشرف پروفیسر و المرشاد، مکتبہ رضویہ لاہور، ۱۳۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ص ۷۵۔
۲۔ حضرت عبدالغافل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندو ذہنیت کی بہترین عکاسی کی ہے: ”ان (ہندوؤں) کے نزدیک جانوروں کی حیات حماقت و اعانت کی مستحق ہے مگر مسلمانوں کی زندگی بیوردی سے شا

در حقیقت ہندوؤں کو جب بھی موقع ملا، انہوں نے اپنے اس اعتقاد کو عملی جامہ پہنانے سے گریز نہیں کیا۔ حضرت امیر مکت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم منشی تاج الدین احمد تاج مرحوم نے اسی قسم کا ایک واقعہ ان الفاظ میں نقل کر کے مسلمانوں کو ہندوؤں کی متحدہ قومیت کے فلسفے سے بچنے کی تلقین کی تھی :-

”علاقہ بہار میں ہندوؤں نے محض قربانی گاڈ کو روکنے یعنی مسلمانوں کے ایک مذہبی اور دینی شعار کو قطعاً بند کرنے کے لیے ہزاروں کی تعداد میں اور لشکروں کی صورت میں مجتمع ہو کر اور ہر طرح کے اسلحہ جات سے مسلح ہو کر اور گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر ہزاروں مسلمانوں کو زخمی اور قتل کیا، ایک ہینس دو ہینس، مسلمانوں کے ایک سو چالیس گاؤں اور دو ہزار سات سو

دہائیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ڈالنے کے قابل، اسی پردہ عمل کر رہے ہیں۔ (مجموعہ افاضات صد رابا فاضل ص ۳۱)

۳۔ آج بھی کہیں قتل مسلم کی مشق کو جی چاہا، ایک ہندو نے افواہ اڑادی، فلاں گھر کے مسلمانوں نے راتوں رات گٹھ ماتا ذبح کر کے کھا ڈالا ہے۔ بس پھر کیا ہے ہندو دھور ما مسلمانوں پر پل پڑتے ہیں۔ اس کے بعد عزت و شرافت اور ایمانیت کے تمام تقاضے بالائے طاق رکھ دیئے جاتے ہیں راداریہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور، امارتج ۱۹۶۱ء ص ۳۲)

ان ہی خیالات کا اظہار پنڈت جواہر لال نہرو نے تقسیم ہند کے بعد اپنے ایک انٹرویو میں کیا تھا۔ دیکھیے :-

R K. Karanjai The Mind of Mr. Nehru. George Allen and Unwin Ltd London 1961 Page - 65.

۳۔ محمد سلیمان اشرف، پروفیسر، الرشاد، مکتبہ رضویہ (دہلی حاشیہ برصغیر ہند)

مکانات اس بیدردی کے ساتھ لوٹے کہ جن کی تفصیل سے کلیچہ منہ کو آتا ہے۔ مسلمانوں کے مکانات کا لوٹا ہوا حال ظالم ہندو ہاتھیوں پر لاد کر لے گئے۔ مسلمانوں کی لاکھوں روپے کی جائیداد آپ (ریشٹہ مسلمانوں) کے ہندو وصیت کئی دن تک لوٹتے رہے۔ مسلمانوں کے لاتعداد مکانات کو آگ لگا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اگر کسی غریب مسلمان نے در کے مارے اپنے برتن کسی کنوئیں میں پھینک دیئے تو آپ کے ہندو دوستوں نے پتہ لگا کر وہاں سے جی نکال لیے۔ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کی کئی زندہ گائیں جلا دیں۔ آپ کے ہندو دوستوں نے لاتعداد مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کی عصمت دری کی۔ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کی پانچ عالیشان مسجدیں شہید کر دیں اور باقی تمام علاقے میں کوئی ایسی مسجد نہ چھوڑی کہ جس کی بے حرمتی نہ کی گئی اور اس کو جگہ جگہ سے منہدم نہ کیا گیا ہو بلکہ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کے قرآن مجید پھاڑ پھاڑ کر ایسے پرزے اڑائے کہ مسلمانوں کے پاس پڑھنے کے لیے قرآن شریف کا ایک نسخہ بھی نہ رہا جس پر ان مظلوموں نے غیر علاقے کے مسلمانوں سے درخواست کی کہ ہمیں پڑھنے کے لیے قرآن مجید بھیجے جائیں۔ آپ کے ہندو دوستوں نے پندرہ ہزار مسلمانوں کو خانماں برباد کر دیا جن کے پاس سر چھپانے کی جگہ نہ رہی۔

سیدہ علامہ مولانا ابوالبرکات عید احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے تلمیذ اور مشہور ادیب مولانا حافظ مظہر الدین مرحوم نے سوال کیا کہ ہندو

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) لاہور ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء ص ۶۵۔ اسرار الرحمن بخاری اسلام اور مذاہب عالم، نیویک پبلش لاہور ص ۶۵۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) لہ حالہ بامیری مسجد کی شہادت کا المناک واقعہ بھی اسی ذہنیت کا آواز ثبوت ہے (مرتب غفرلہ) لہ تاج الدین احمد تاج، غشی، (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مسلم اتحاد کے زمانے میں آپ نے ذبیحہ گائے پر اتنا زور کیوں دیا تھا؟ گائے کا گوشت کھانا کوئی ضروری تو نہیں، ارشاد فرمایا کہ ”مستحب جب نہ صرف مشایا جارہا ہو بلکہ اسے حرام قرار دیا جا رہا ہو تو اس کا تحفظ ضروری ہو جاتا ہے۔ ایسے عالم میں مستحب مستحب نہیں رہتا بلکہ واجب ہو جاتا ہے“ اے مولانا عبدالقدیر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، مسٹر گاندھی کے نام ایک کھلے خط میں رقمطراز ہیں:-

”ہمارے مذہب کی رو سے شعاثر اللہ کو دنیاوی وجاہت یا نفع کے عوض میں بیچ کر دینا ہرگز جائز نہیں قرآن پاک میں اس کی جا بجا تہدید آئی ہے اور ایسا کرنے والوں کے لیے نہایت سخت وعیدیں مذکور ہیں۔ ایسی حالت میں یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ گائے کی قربانی سے جو بھوائے، والہن جہلہا من شعاثر اللہ، ہمارا مذہبی حق ہونے کے علاوہ شعاثر دین سے ہے۔ ہم اس بناء پر دست بردار نہیں ہو سکتے کہ اس کے عوض میں ہنود ہم سے خوش ہو کر ہمارے بہت سے سیاسی مطالبات کو تسلیم کر لیں گے یا کسی خاص مسئلہ میں ہمارا ساتھ دیں گے“ اے

مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہندو ذہنیت کا تجزیہ اپنے فتویٰ میں ان الفاظ میں کیا:-

”اور یہ خیال کہ محض ہنود کی خوشی حاصل کرنے کے لیے اس (گائے) کی قربانی کا ترک معقول ہے اور کسی کی خوشی حاصل کرنا تو کوئی جرم نہیں،

(بقیہ صفحہ سابقہ) ہندوؤں سے ترک موالات، مکتبہ رضویہ لاہور ۱۳۰۲ھ/۱۹۸۲ء ص ۷۰
(حاشیہ صفحہ موجودہ) اے ماہنامہ رضوان (لاہور) مئی ۱۹۸۹ء ص ۷۰، اے رئیس احمد جعفری: اوراقِ گمشدہ، محمد علی ایکڈمی لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۵۳

تو اول تو حق تعالیٰ کی ناراضگی کے مقابلے میں کسی کی رضا کی طلب خود ہی حرام ہے، دوسرے وہ محض اتنی بات سے کہ آپ ذبیحہ گاؤ کو ترک کر دیں، پوری طرح خوش بھی نہیں ہو سکے کہ حقیقت میں ان کو صرف گائے کی قربانی کا ترک مطلوب نہیں بلکہ ایک بہت بڑی مہتم بالشان قربانی مطلوب ہے یعنی ”ایمان“ کی قربانی۔ بقولہ تعالیٰ، وَدَّ الْوُتَّكَفِرُونَ۔ یعنی ان کی خوشی تو اس میں ہے کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔“ لے

ذبیحہ گائے کے مخالف اور متحدہ قومیت کے حامی مولویوں اور لیڈروں کا تعاقب کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ حضرت صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی مرحوم نے ماہنامہ المسود الاعظم (مراد آبادی) جہادى الاولیٰ ۱۳۳۸ھ میں تحریر فرمایا :-

”و یہ سونت خطرہ کا وقت ہے، کہلاتے ہیں، لیڈران اسلام اور کام کرتے ہیں کفار کے، کبھی ہندوؤں کا آلہ کار بننے ہیں تو قربانی گاؤ کے مخالف گوششیں جاری ہیں۔ پلچ پلچ کر تقریریں کی جا رہی ہیں، کتابیں لکھی جاتی ہیں، اخباروں کے کالم کے کالم سیاہ کیے جاتے ہیں، مسلمانوں کو قربانی سے روکنے کے لیے مسلم ناجائز میدان میں اتر آتی ہیں، کبھی مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے کی ضد پر ہندوؤں کی موافقت کی جاتی ہے۔ کبھی مظلوم مسلمانوں کو ان کے مطالبات سے دستبردار ہونے پر زور دیا جاتا ہے۔ کبھی قرآن اسلام کی پیشانیوں پر ٹیکے لگوائے جاتے ہیں۔ جے پروائی جاتی ہے، اڑتھیاں اٹھوائی جاتی ہیں، کبھی بتوں کے جلوہوں میں شرکت کی جاتی ہے، نعرے لگائے جاتے ہیں، کہیں بتوں کے درشن کے لیے مسلمانوں سے رخصتیں ادا کرائی جاتی ہیں“

مفت محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، تذکرہ منہج مسعود، مدینہ چلنگ

کینی کراچی ۱۹۶۹ء ضمیمہ ۵۲۰

کہیں مرے ہوئے ہندوؤں کو مرحوم اور شہید لکھا جاتا ہے، ان کو جنتی کہا جاتا ہے، کفار کے مقبول بارگاہ ہونے کا یقین دلایا جاتا ہے۔ رام اور کرشن کو بنی اور پیغمبر بنا یا جاتا ہے۔ یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو اسلام کے فقط دعویدار ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی رہنمائی کے مدعی اور ان کے لیڈر بنتے ہیں۔ بہت سے لوگ عملے اور جے پیمن کر علماء کی وضع بنا کر یہ کام انجام دیتے ہیں؟

”علماء کرام“ کی بات آگئی تو یہاں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں یہ حضرات کانگریس کی حمایت کرتے تھے۔ بعض لوگ ان کے خلوص میں شک کی سختی سے تردید کرتے ہیں اور بعض بہت آگے چلے جاتے ہیں، قطع نظر ان باتوں کے ہم ان کے متعلق قائد اعظم محمد علی جناح کی اس تقریر کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جو روزنامہ انقلاب ۵ جنوری ۱۹۳۸ء شائع ہوا تھا۔

”اس کا سیاسی گیر بکڑ یہ ہے کہ آج سے چند روز پہلے یہ لوگ مسلم لیگ کی حمایت میں میری ہدایت کے مطابق کام کر رہے تھے، مجھے اپنے جلسوں میں لے جاتے تھے، میرے لکھے ہوئے ریزولوشن پاس کرتے تھے، ان میں سے بعض لوگوں کے خطوط میرے پاس موجود ہیں، ان لوگوں نے مجھ سے روپیہ طلب کیا لیکن میں نے کہا کہ ابھی مسلم لیگ کے پاس کوئی مستقل ممبرانہ

نہ یہ شغل بعد میں بھی جاری رہا۔ ابوالکلام آزاد کے سیکرٹری ہمایوں کیر نے گاندھی کے مرنے کے بعد اُسے انسانیت کو مستحکم کرنے والا شہید لکھا دیکھیے۔

C.H. Philips : The Partition of India, George Allen and Unwin Ltd. Lond. 1970. Page - 405.

مفت محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا، مجموعہ افاضات صد الافاضل مطبوعہ لاہور ص ۱۷۱

ہیں ہے۔ آپ ذرا اختیار و قربانی سے کام لیجئے وقت آئے گا کہ آپ کے مصارف ادا کر دیئے جائیں گے۔ ان میں سے بعض میرے پاس بھیجی بھی آئے تھے لیکن روپے کی طرف سے مایوس ہو کر یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ اب ہم کانگریس کی حمایت میں کام کریں گے۔“

آئیے اب دیکھتے ہیں مجتہد دین و ملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر کیا تھا، سب سے پہلے ہم دو استفتاء مع ضروری اقتباسات جوابات نقل کرتے ہیں جو امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پاس آئے تھے، ان میں سے ایک استفتاء کے الفاظ سے مترشح ہوتا ہے کہ مرتب نے الفاظ کے ہیر پھیر سے اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن چونکہ فاضل بریلوی قدس سرہ ایک محتاط مفتی تھے اور کافی غور و فکر کرنے کے بعد جب مکمل اطمینان حاصل ہو جاتا تو کسی معلومت کی پرواہ کئے بغیر شریعت کے عین مطابق فتویٰ دیتے۔ اسی محتاط رویہ کی وجہ سے وہ دوسرے مفتیوں کی طرح دھوکہ میں نہ آ سکے۔

استفتاء نمبر از دفتر مسلم لیگ بریلی شاخ | دو کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان

شرح متین اس بارے میں کہ آج کل ہندو کی طرف سے ہر ایت سمنٹ کوشش اس امر کی ہو رہی ہے کہ ہندوستان سے گاؤں کشی کی رسم موقوف کرادی جائے اور اس غرض سے انہوں نے ایک بہت بڑی عرضداشت گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لیے تیار کی ہے جس پر کروڑوں باشندگان ہندوستان کے دستخط کرائے جا رہے ہیں۔ بعض ناواقفہ اندیش مسلمان بھی اس عرضداشت پر دستخط کر ڈال رہے ہیں۔ بعض نے دستخط کر رہے ہیں، ایسے مسلمانوں کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے

اور اس مذہبی رسم کے جو شعار اسلام میں سے ہے، بند کرانے میں مدد دینے والے گنہگار اور عند اللہ مواخذہ دار میں یا نہیں؟

الجواب :- ”فی الواقع گگاؤ کشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید رب الارباب میں معتقد و جگہ موجود ہے۔ اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی معززت میں گوشتش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر احمد رضا قادری غفرلہ“

استفتاء نمبر ۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مذہب حنیفہ اس مسئلہ میں کہ گگاؤ کشی کوٹی ایسا امر ہے جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا اگر کوئی شخص معتقدِ اباحتِ ذبح ہو مگر کوٹی گکاٹے اٹھنے نہ کی ہو یا گکاٹے کا گوشت نہ کھایا ہو، ہرچند کہ اکل اس کا جائز جانتا ہے تو اس کے اسلام میں کوٹی فرق نہ آئے گا اور وہ مسلمان کامل رہے گا۔

گگاؤ کشی کوٹی واجب فعل ہے کہ جس کا تارک گنہگار ہوتا ہے یا اگر کوئی شخص گگاؤ کشی نہ کرے، صرف اباحتِ ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گنہگار نہ ہوگا، جہاں بلا وجہ اس فعل کے ارتکاب سے ثورانِ فتنہ و فساد اور مفسدی بہ ضررِ اہل اسلام ہو اور کوٹی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو اور عملداری اہل اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بدیں وجہ اس فعل سے کوٹی باز رہے تو جائز ہے یا یہ کہ بلا سبب ایسی حالت میں بقصدِ اثر و فتنہ و فساد ارتکاب اس کا واجب ہے اور قربانی ادنٹ کی بہتر ہے یا گکاٹے کی۔

پیو اتوجروا۔ انمرد آباد سوال ۱۲۹۸ھ

لے احمد رضا خان، انفس الفکر فی قرآن البقر، مطبع اہل سنت و جماعت بریلی ص ۱۹
 م محمد عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری مولانا بسائل رضویہ جلد دوم مکتبہ علمیہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۱۵

امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ نے اپنی مومنانہ فراست و بصیرت سے جس طرح جواب دیا، اس سے چذاقتہاسات ملاحظہ ہوں :-

① "گاؤ کشی اگرچہ بالتخصیص اپنے نفس ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ اس کا تارک باوجود اعتقادِ بااحت بنظر نفس ذاتِ فعل گنہگار نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شے کا کھانا بالیقین فرض مکران و جوہ سے صرف اس قدر ثابت ہوا کہ گاؤ کشی جاری رکھنا واجب بعینہ اور اس کا ترک حرام بعینہ نہیں، یعنی ان کے نفس ذات میں کوئی امران کے واجب یا حرام کرنے کا مقتضی نہیں لیکن ہمارے احکام مذہبی صرف اسی قسم کے واجبات و محرمات میں منحصر نہیں بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری و حتمی ہے، یوں ہی واجبات و محرمات لغیرہ میں بھی ایستال و اجتہاد ضروری ہے جس سے ہم مسلمانوں کو کسی طرح مضر نہیں اور ان سے بالجبر باز رکھنے میں بے شک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکام وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔ ہم ہر مذہب و ملت کے عقلا سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں بہ زور مخالفین گاؤ کشی قطعاً بند کر دی جائے اور بلحاظِ اراضی ہنود اس فعل کو ہماری شرع پر گز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی، یک قلم موقوف کیا جائے تو کیا اس میں :-

ذلتِ اسلام متصور نہ ہوگی :

● کیا اس میں خواری و مغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گی :

● کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی

چیزہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب و اہل مذہب کے ساتھ شتمات کا موقع ملتا نہ آئے گا :

● کیا بلاوجہ وجہ اپنے لیے ایسی دہات و ذلت اختیار کرنا اور

دوسروں کو دینی معکوبی سے اپنے اوپر ہنسوانا ہماری شرع مطہر حبائز
فرماتی ہے۔ — ۹

جاشا وکلا، جاشا وکلا، ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ہماری شرع ہرگز ہماری
ذلت نہیں چاہتی نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری
کریں اور دوسری طرف کی توہین و تذلیل روا رکھیں، مماثل لفظ ترک لکھا ہے
یہ صرف مخالطہ اور دھوکہ ہے۔ اس نے ترک اور کف میں فرق نہ کیا، کسی
فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات۔ ہم لوچھے
ہیں کہ اس رسم سے جس میں حد بل منافع ہیں، ایک قلم اقتناع آخر کسی وجہ
پر مبنی ہو گا اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہمت پوری کرنا اور
مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے اسباب معیشت میں کمی یا تنگی
کر دینا۔

(۷) ”باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ ”اس فعل کے ارتکاب سے توران
فتنہ و فساد ہو“ ہم کہتے ہیں جن مواضع میں مثل بازار و شارع عام وغیرہ
گھاؤ کشی کی قانونی ممانعت ہے، وہاں جو مسلمان گائے ذبح کر لے گا البتہ
اثرات فتنہ و فساد اس کی طرف منسوب ہو سکتی ہے اور وہ قانوناً مجرم
قرار پائے گا اور اس امر کو ہماری شرع مطہر بھی روا نہیں رکھتی.....
اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں وہاں اگر توران فتنہ و فساد ہو گا تو لا جرم ہنود
کی جانب سے ہو گا، اور جرم اپنی کا ہے کہ جہاں ذبح کرنے کی اجازت
ہے وہاں بھی ذبح نہیں کرنے دیتے..... اور اگر ایسا ہی خیال ہنود
کے فتنہ و فساد کا شرع ہم پر واجب کیلے گی تو ہر جگہ کے ہنود کو قطعاً

مہ محمد عبدالحکیم اختر شاہ پچا پوری، مولانا: رسائل رضویہ جلد دوم، مکتبہ حامد

اس رسم کے اٹھا دینے کی سہل تدبیر ملے آئے گی، جہاں چاہیں گے فتنہ و فساد برپا کریں گے اور بزمِ جہاں شرع ہم پر ترک واجب کر دے گی اور اس کے سوا ہماری جس رسم مذہبی کو چاہیں گے اپنے فتنہ و فساد کی بنا پر بند کر دیں گے..... بالکلہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بازار و شارع عام میں جہاں قانونا ممانعت ہے، براہِ جہالت ذبح گاؤں کا مرتکب ہونا بے شک مسلمانوں کو توہین و ذلت کے لیے پیش کرنا ہے کہ شرعاً حرام اور اس کے سوا جہاں ممانعت نہیں، وہاں سے بھی باز رہنا اور ہنود کی بے جا ہٹ بھار کھنکھانے کے لیے ایک قلم اس رسم کو اٹھا دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

بعض قوم پرست مسلمان رہنماؤں اور ”علماء کرام“ نے جب تحریک ترکِ موالات کے دوران ذبیحہ گاؤں کے حسلہ میں ہندوؤں کی ہاں میں ہاں ملانی شروع کر دی تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں دن کے ان نئے دوستوں کے مظالم اور خطرناک عزائم سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا :-
 ”کیا وہ ہم سے دین پر نہ لڑے؟ کیا قربانی گاؤں پر ان کے سخت ظالمانہ فساد پھیلنے پڑ گئے؟ کیا کٹار پور و آدہ اور کہاں کہاں کے ناپاک و ہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو ہو گئے؟ بے گناہ مسلمان ہنایت سختی سے ذبح کئے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلانے لگے، ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں، قرآن پاک کے پاک اوراق پھاڑے، جلانے اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لیے کلیجہ منہ کو آئے۔“

”یہ قربانی گاؤں کا مسئلہ ایسا ہی ہے، کون سا ہندو ہے جس کے دل میں اس کا نام سن کر آگ نہیں لگتی، کون سی ہندو زبان ہے جو گٹھور کھشاک مالا نہیں

چیتی، کونسا شہر ہے جہاں اس کی سبھایا اُس کے ارکان یا اُس میں چنہ
 دینے والے نہیں، کیا یہ مقدس ہے گناہوں کے خون، یہ پاک مساجد کی
 شہادتیں، یہ قرآن مجید کی اہمیتیں انہیں ناپاک رکھنا تو انہیں مجبوراً
 سفاک سبھاؤں کے تابع نہیں، نہ ہی ظ

ما تہ کنگوئے کو آرسہ کیا ہے

اب جس شہر، جس قصبہ، جس گاؤں میں چاہو آزاد مادیعو، اپنی مذہبی
 قربانی کے لیے گائے پکھاؤ، اس وقت یہی تمہاری ہائیں پسلی کے نکلے،
 یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ، یہی تمہارے
 آقا، یہی تمہارے پیشوا، تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں؟
 ان متفرقات کا صحیح کرنا بھی جہنم میں ڈال دے، وہ جو آج تمام ہندوؤں اور
 نہ صرف ہندوؤں، تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و باہر شاہ ماطن ہے
 یعنی گاندھی صاحب نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی کا ڈنہ چھوڑیں گے تو ہم
 تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے۔ اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین
 ہندوین میں ہم سے محارب ہیں؟

ایک اور موقع پر فرمایا کہ ”اب لیڈر کہلانے والے کدو بھی اُن (ہندوؤں)
 کے ساتھ ہو گئے، لاجرم مسلمانوں پر بحکم شرع واجب ہوا کہ قربانی کا ڈنہ کے ابقاؤ
 اجرائیں انتہائی گوشش کریں۔“

۱۔ ابوالکلام آزاد کا خیال تھا کہ ”مشرک گاندھی نے جنگ آزادی میں اپنی جان اور مال
 و دھن نڈا دیا۔ پس وہ فی الحقیقت ”مجاہد فی سبیل اللہ“ ہیں اور یا نفسہم و یا موالفہم
 کے ہر دو مراحل جہاد مقدس سے گزر چکے ہیں۔ یہ ”مشرک گاندھی“ حق و عدالت کا عجیب
 سپہ سالار ہے (ماہنامہ طلوع اسلام (دہلی) محرم الحرام ۱۳۵۸ھ / مارچ ۱۹۳۹ء ص ۹)
 ۲۔ محمد عبدالحکیم اختر شاہ پٹنوی مولانا رسائی رمزیہ بلوچ ملک جامعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۱۷

تحریک ترک موالات کے دوران ہی فاضل بریلوی نے ذبیحہ کاٹو سے متعلق بعض حضرات کے غیر شرعی بیانات پر شدید گرفت کی اور ثبوت میں کئی اکابر علماء کے فتاویٰ بھی پیش کئے لیکن بخوف طوالت انہیں قلمزد کر رہے ہوئے ہم ایک من گھڑت الزام کا رد ان ہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں :-
 "یہ شدید بدگمانی کہ دو مخالفین ترک قربانی گائے کا منشا مجھے یقینی طور سے معلوم ہوا ہے کہ خلافت کیٹی میں رکاوٹ ہو اور عدائے خلافت کی تائید اور تفرقہ پر دہیزی سے فائدہ اٹھایا جائے، "کیسا اشد حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: "یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ارشاد الساری
 شرح صحیح بخاری میں حضرت سیدی زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔
 الظن الخبیث لا ینشؤ الا من القلب الخبیث۔

اور پھر اپنی بدگمانی کو یقین بنانا اور سخت جرأت، مطلب یہ کہ مسلمانانِ طرنداری نصاریٰ کی خبیث تہمت سے ڈر کر چپ ہو بیٹھیں اور دل کے پیارے آنکھوں کے مارے، لاڈلے دولا رہے ہندو بھائیوں کا کام بن جائے، شمار اسلام ہندوستان سے فنا ہو جائے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی درج ذیل بالا تحریریں پڑھی تھیں یا نہیں لیکن حضرت کے افکار و نظریات نے مجموعی طور پر جو فضا قائم کر دی تھی، اس تناظر میں

ذبیحہ فانیہ (۳۰ مئی ۱۹۸۲ء) صفحہ ۵۳ (حاشیہ صفحہ ۵۳) لے ایضاً صفحہ ۵۴-۵۳

لاہور ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء (حاشیہ صفحہ ۵۳) لے ایضاً صفحہ ۵۴-۵۳

قائد کے صرف دو ارشادات ملاحظہ فرمائیں : —
 ہندوؤں اور مسلمانوں کا بنیادی فرق واضح کرنے کے لیے ست اندر اعظم
 رحمۃ اللہ علیہ بر ملا کہتے تھے : —
 ”ہندو گلے کو پوجتے ہیں اور مسلمان اس کا گوشت کھاتے ہیں“ لے
 ایک اور موقع پر فرمایا : —

”I hate all this Hindus nonsense about cows being sacred and the
 Hindus telling us that we Muslims have no right to kill them for
 meat“

ترجمہ :- مجھے ہندوؤں کی اس احمقانہ بات سے نفرت ہے
 کہ گائیں مقدس ہیں اور یہ کہ ہندو ہم مسلمانوں کو بتاتے ہیں کہ ہمیں کوئی حق
 نہیں پہنچتا کہ گوشت کے لیے انہیں ذبح کریں“ لے
 آخر میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس اپیل پر تحریر ہذا
 کا اختتام کرتا ہوں : —

”تبدیل احکام الرحمن اور اختراع احکام الشیطان سے ملنے اٹھاؤ،
 مشرکین سے اتحاد توڑو، مرتدین کا ساتھ چھوڑو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کا دامن پاک اپنے صایہ میں لے، دنیا نہ ملے نہ ملے، دین تو ان کے صدقے
 میں ملے“ لے

وما علینا الا البلاغ المبین

لے تشکیل احمد ضیاء: ابوالکلام آزاد کے انکشافات، شبلی پبلی کیشنز کراچی ۸۸ء ۱۹ ص ۱۵۷ لے

William L. Shirer: Gandhi A Memor. sphere Books Ltd. London,
 1981 Page 120).

لے رئیس احمد جعفری، اوراق گم گشتہ، محمد علی اکیڈمی لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۰۳-۳۰۵ :

ماخذ و مراجع

نمبر شمار	مصنف / مرتب	نام کتاب	ناشر	سن طبع
۱	ابوالاعلیٰ مودودی	آفتاب تازہ	ادارہ معارف اسلامی لاہور	۱۹۹۳ء
۲	آزاد، ابوالکلام	انڈیا و نیشنلزم	اورینٹ لانگ مین لمیٹڈ مدراکس۔	۱۹۸۸ء
۳	احمد رضا خان، امام	انفس الفکر فی قرآن البقر	مطبع اہل سنت و جماعت بریلی	-
۴	احمد سعید	قادیانہ عظیم مسلم پریس کی نظر میں۔	قادیانہ عظیم اکادمی کراچی	۱۹۸۱ء
۵	امیر الرحمن بخاری	اسلام اور مذہب عالم	نیو بک پبلیش لاہور	-
۶	انوار الحسن	تجلیات عثمانی	مطبوعہ ملتان	-
۷	ایچ بی خان	برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار۔	قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد۔	۱۹۸۵ء
۸	برہان الدین احمد فاروقی۔	حضرت شیخ احمد سرہندی کا نظریہ توحید۔	کتب خانہ پنجاب لاہور	۱۹۴۷ء
۹	(Penderal Moon)	(Wavell the Viceroy's Journal)	(Oxford University Press Karachi)	۱۹۷۳ء
۱۰	(P. Hardy)	The Muslims of British India	(Pakistan Publishing House Karachi)	۱۹۷۳ء
۱۱	تاج الدین احمد تاج ہشتی۔	ہندوؤں سے ترک مواہبات۔	مکتبہ رضویہ لاہور	۱۹۸۲ء

۱۹۶۰	ANCHOR BOOKS NEW YORK	The Discovery of India	(Jawaharlal Nehru)	۱۳
-	فیروز سنز لاہور	قائد اعظم جناح، ایک قوم کی سرگذشت۔	جی ایل انا	۱۳
-	Eyre and Spottiswoode Publications Ltd. London	India in Revolt	(J.F.C. Fuller)	۱۴
-	Books Traders Lahore	India Divided	(Rajendra Prasad Dr.)	۱۵
۱۹۶۱	George Allen and Unwin Ltd. London	(The Mind of Nehru)	A K. Kala nija)	۱۶
۱۹۸۸	مکتبہ عالیہ لاہور	تحریکِ بحریہ (۱۹۲۰ء)	رشید محمود راجا	۱۷
۱۹۹۸	محمد علی اکیڈمی لاہور	اوراقِ گم گشتہ	رئیس احمد جعفری	۱۸
۱۹۹۳	" " " "	علی برادران	" " "	۱۹
-	مقبول اکیڈمی لاہور	قائد اعظم اور ان کا عہد	" " "	۲۰
۱۹۷۰	George Allen and Unwin Ltd. London	(The Partition of India)	C.H. Philips	۲۱
۱۹۶۵	Government of Punjab Lahore	(A History of Non-coopera tion)	(Superintended ent Govt. Printing Lahore)	۲۲
۱۹۳۹	پبلشرز یو ٹائیڈ لاہور	جیاستر قائد اعظم	سردار محمد خان، چودھری	۲۳

۶۱۹۸۸	شبلی پبلی کیشنز کراچی	ابوالکلام آزاد کے انکشافات۔	شکیل احمد حنیف	۲۴
۶۱۹۸۶	مکتبہ رشیدیہ لاہور	بیس بڑے مسلمان	عبد الرشید ارشد	۲۵
۶۱۹۸۰	قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد	مولانا عبید اللہ سندھی کی سرگزشت کابل۔	عبد اللہ بخاری	۲۶
۶۱۹۸۳	سٹار لائن پبلشنگ کمپنی لاہور	مسلم انڈیا	کاش الہرنی	۲۷
۶۱۹۷۱	فیروز سنٹر لاہور	رود کوثر	محمد اکرام، شیخ	۲۸
۶۱۹۹۱	آئین فنانس پبلی کیشنز لاہور	سیاستریلیہ	محمد امین زبیری	۲۹
۶۱۹۸۷	سندھ ساگر اکادمی لاہور	افادات و ملحوظات مولانا عبید اللہ سندھی	محمد سرور پرفیسر	۳۰
۶۱۳۰۱	مکتبہ رضویہ لاہور	الرشاد	محمد سلیمان اشرف	۳۱
۶۱۹۸۱			پروفیسر۔	
۶۱۹۷۶	مکتبہ حامدیہ لاہور	رسائل رضویہ جلد دوم	محمد علی حکیم اختر	۳۲
			شاہجہان پور مولانا	
۶۱۹۸۶	پروگریسو بکس لاہور	تحریک و خلافت	محمد عدیل عباسی	۳۳
			فاضل۔	
۶۱۹۶۹	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی	تذکرہ مظہر مسعود	محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر۔	۳۴
۶۱۹۸۸	مکتبہ نبویہ لاہور	مکتوبات امام احمد رضا رحمہ تنقیدات و تعقیبات	" " "	۳۵
۶۱۹۸۳	انجمن ارشاد المسلمین لاہور	الطاری الداری حصہ اول۔	محمد مصطفیٰ رضا خان مفتی اعظم ہند۔	۳۶

۳۷	محمد نعیم الدین مراد آبادی	مجموعہ افاضات	ادارہ تعمیر رمزیہ سواد اعظم لاہور
۳۸	صدر الافاضل مولانا	کیا قافلہ جا رہا ہے	۱۹۸۳ء مکتبہ تہذیب و فن کراچی
۳۹	ولی منظر ایڈیٹ	عظمتوں کے چراغ جلد سوم	۱۹۸۹ء مجلس کارکنان تحریک پاکستان طمان
۴۰	(William L. Shire)	(Gondhi A. Memoir) ۱۹۸۱	(Sphere Books Ltd London)
۴۱	ماہنامہ السواد الاعظم (مراد آباد) جمادی الاول ۱۳۴۸ھ		
۴۲	طويع اسلام (دہلی) مارچ ۱۹۳۹ء		
۴۳	” ” ” ” ” اپریل ”		
۴۴	” ” ” ” ” جولائی ”		
۴۵	” نقوش (لاہور) خطوط نمبر جلد دوم		
۴۶	” اردو ڈائجسٹ (لاہور) اپریل ۱۹۸۳ء		
۴۷	” ” ” ” ” اپریل ”		
۴۸	” رضوان (لاہور) مئی ۱۹۸۹ء		
۴۹	ہفت روزہ خدام الدین (لاہور) ۱۰ مارچ ۱۹۹۱ء		
۵۰	” آئین (لاہور) ۱۲ نومبر ۱۹۷۰ء۔ اشاعت خاص		
۵۱	مجلہ برگ لگی (کراچی) ۱۳۰۱ھ جوہر نمبر		
۵۲	روزنامہ انقلاب (لاہور) ۵ جنوری ۱۹۳۸ء		

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شمع ہدایت

تالیف :

حضرت علامہ مولانا ابوالفیض محمد عبدالحفیظ صاحب قادری
مفتی شاہی جامع مسجد اگہ

بجواب

آئینہ صداقت

مؤلفہ : پروفیسر فیروز الدین روحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد۔

سبب تالیف

چند احباب پاکستان نے جناب مولوی فیروز الدین صاحب روحی کی تصنیف کردہ کتاب۔ ”آئینہ صداقت“۔ مطبوعہ آر می پریس کراچی، بذریعہ ڈاک میرے پاس بھیجی اور جواب کا مطالبہ کیا۔ اگرچہ فقیر اپنے اعذار و افکار کی وجہ سے اس قائل نہ تھا کہ جواب لکھتا مگر بار بار کے اصرار نے مجبور کر دیا اور جواب لکھنا ضروری ہو گیا۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے اتمام کو پہنچائے اور سبب اصلاح و ہدایت بنائے۔ آمین

میں اور جناب روحی صاحب

جناب روحی صاحب کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ کا آگرہ میں ایک زمانہ قیام رہا ہے، اکثر اوقات میری اور ان کی ملاقاتیں رہی ہیں بسا اوقات دینی مسائل میں وہ مجھ سے مشورہ لیتے تھے، عربی جملوں کے معانی و مفہیم دریافت کیا کرتے تھے۔ چند موقعوں پر وہ میرے ساتھ جلسوں میں بھی شرکت ہوئے۔ یہاں کے قیام میں جہاں تک مجھے علم ہے ان کے خیالات ایسے نہ تھے جیسے کہ ان کی اس تصنیف سے ظاہر ہو رہے ہیں یا اگر تھے تو مسلم اکثریت کے سنی حنفی عقائد کے معتقد ہونے کی وجہ سے وہ کچھ تفسیر سا کئے ہوئے تھے۔

بہر حال ان کا یہاں نہ کوئی علمی وقار تھا نہ زیادہ پوچھ گچھ، اسی واسطے ان کا بازار یہاں کچھ ٹھنڈا سا تھا۔ ممکن ہے کہ پاکستان پہنچ جانے پر یا تو وہ بدل گئے یا چھپے ہوئے تھے کھل گئے نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔

آئینہ صداقت کا مقصد تالیف

جناب روحی صاحب کے مقاصد ان کے انداز تحریر سے صاف ظاہر ہیں اور وہ صرف یہ ہیں (۱) وہابیت اور ابن عبد الوہاب نجدی کی مدح سرائی۔ (۲) سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی کی ستائش (۳) دیوبندیت اور فضلاء دیوبند کی ثناء و صفت (۴) ان تینوں کے قابل اعتراض و گرفت عقائد و خیالات کے رد و ابطال کرنے والے علمائے اہل سنت و جماعت پر نکتہ چینی و طعنہ زنی۔

وہابیت اور ابن عبد الوہاب نجدی نمبر اول

اس نمبر کی ابتدا آپ نے عنوان باب سوم۔ وہابیت ص ۳۶ سے شروع کی ہے اور صفحہ ۵۵ پر اس نمبر کو ختم کر دیا ہے۔

زیر عنوان (وہابیت کیا ہے) ص ۳۰ پر آپ لکھتے ہیں۔

”بارہویں صدی ہجری میں اسلامی دنیا بری طرح زوال کی طرف مائل تھی اجتہاد و نظر کے دروازے بند ہو چکے تھے، مسلمان ہر شعبے میں پستی کی طرف مائل تھے، تصوف کے توہمات نے خالص اسلامی توحید کو چھپا دیا تھا۔ مسجدیں ویران قبریں آباد تھیں، تعویذ گنڈوں میں دنیا پھنس گئی تھی قرآن کی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا گیا تھا، خصوصاً جزیرۃ العرب کے قلب (نجد) کی حالت اور بھی خراب تھی کم سے کم جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ کہ اہل نجد اخلاقی انحطاط میں حد سے گذر چکے تھے، ان کے معاشرہ میں نیکی و بدی میں کوئی امتیاز نہ تھا، شرکانہ عقیدے دلوں میں گھر کر گئے تھے، زید ابن خطاب کے قبر کی پرستش ہوتی تھی، بعض صحابہ کے نام سے منسوب قبریں پوجی جاتی تھیں لیکن یہ سب کچھ دین و مذہب کے نام پر ہوتا تھا، سیاسی حالت اس سے بھی بدتر تھی، اس پر آشوب اور ناموافق ماحول میں شیخ محمد

ابن عبد الوہاب نجدی نے مسلمانوں کو خالص توحید و سنت کی دعوت دی، اس دعوت کو بعض سیاسی مصالح کی بنا پر مصری، ترکی اور انگریزی محکمز نے وہابیت کے نام سے موسوم کیا اور شیخ پر الزام لگایا اور اس تحریک کو اس طرح مشتہر کیا کہ گویا اسلام کے علاوہ اور کوئی مذہب ایجاد ہوا۔“

پھر ص ۳۹ پر لکھا: ”شیخ محمد بن عبد الوہاب بچپن ہی سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف مائل تھے چنانچہ تبلیغ و ارشاد کے سلسلہ میں شیخ کو سخت مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا مگر شیخ نے سب کو مردانہ وار جھیلایا اور توحید کی دعوت دی۔ غیر اللہ کے سامنے سر خم کرنے، مقبروں، ولیوں سے مدد مانگنے، نیکو کار بندوں کو معبود ثانی بنانے سے روکنے کی کوشش کی۔ قبروں کی زیارت کے سلسلہ میں مستون طریقہ کے خلاف بدعتیں رائج تھیں ان کے مٹانے کو عملی قدم اٹھایا۔ بس پھر کیا تھا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور خوب مخالفت ہوئی۔ مگر تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ شیخ کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔“

پھر ص ۴۲ پر لکھا: ”شیخ ایک فاضل اجل تھے، ان کا علمی پایہ بلند ہے وہ شیعہ محدثانہ طریقہ پر لکھتے ہیں، ان کا طریقہ قرآنی اور ان کی دلیلیں جزو کل حدیث سے ماخوذ ہوتی ہیں۔ مولوی مسعود عالم مدوی نے شیخ کی سوانح عمری میں ان کی تصنیفات کی تعداد ۱۶ لکھی ہے اور اس کے علاوہ مختلف رسائل وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے ان تصانیف میں ”کتاب التوحید“ سرفہرست ہے۔“

غرض کہ جناب ردی صاحب نے تعریفوں کا ایک بل باندھ دیا ہے، شائستہ کے اتنے الفاظ جمع کر دیئے کہ کتب لغت میں اب باقی نہ رہے، داد نہیں دی جاسکتی قلم توڑ دیا، آپ کے نزدیک شیخ جی مذکور توحید و سنت کے معلم بھی ہیں، شرک و بدعت کے مٹانے والے بھی ہیں، امر بالمعروف نہی عن المنکر یعنی متقی و

پرہیزگار بھی ہیں۔ فاضل اجل بھی ہیں محدث بھی ہیں اور مجاہد فی سبیل اللہ بھی ہیں۔ اور کیا جانے کیا کیا ہیں۔

اس کے بعد جناب روحی صاحب نے زیر عنوان (شیخ اور ان کی جماعت پر اتہامات و الزامات) ان لوگوں پر نکتہ چینی کی ہے جنہوں نے ابن عبد الوہاب نجدی کی زبوں حالی اور بد اعتقادی پر روشنی ڈالی۔ آپ کہتے ہیں۔

”شیخ کو بدنام کرنے کے لیے اور ان کی دعوت توحید و سنت کو ختم کرنے کے لیے مصری و ترکی اور انگریزی حکومتوں نے ان کو خوب بدنام کیا اور ایک الگ مذہب اور گمراہ جماعت بنانے کی کوشش کی بلکہ ہر اسلامی تحریک کو جس سے مسلمانوں کو قاعدہ ہو، اس کو دہائی کے نام سے موسوم کر دیا۔ یہ کام ترکی مصری اور انگریزی حکومتوں کے تنخواہ دار سوبائیوں اور بیروں نے انجام دیا، اس میں سب سے پہلا نام سلیمان بن شمیم کا ہے۔“

پھر چند اور نام لکھ کر لکھا ”جنہوں نے حکومتوں کے ایجنٹ ہونے کی حیثیت سے اپنی کتابوں میں گالیوں اور افترا پردازیوں کے سوا کچھ نہیں لکھا۔ یہ بڑے فخر سے اعلان کرتے ہیں کہ علامہ شامی نے نجدیوں کو باغیوں میں شمار کیا۔“

پھر علامہ شامی کی عبارت اور اس کا ترجمہ لکھ کر کہا۔
 ”شامی کی اس عبارت کو رضا خانی علماء بڑے فخر سے اپنے رسالوں میں نقل کرتے ہیں اور اس وقت ہمارے پیش نظر دور سالے ہیں۔“

(۱) ثقافت الوہابیہ جو مولوی مفتی عبد الحفیظ ساکن آنولہ ضلع بریلی مشہور بہ مفتی آگرہ کا لکھا ہوا ہے۔“

پھر لکھا: ”مگر ان کو کیا معلوم کہ ابن عابدین شامی نے حکومتوں کے اثر سے ان غریبوں کو بدنام کیا اور ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر کے ایک دہیا

سنجالی، براہو اس دنیا پرستی اور سنہری سکوں کا جس کے عوض شامی نے نجدیوں کو دل کھول کر بدنام کیا ہے۔“

پھر لکھا: ”شامی کے بعد احمد زینی دحلان کا نمبر آتا ہے جس نے اس جماعت کو سب سے زیادہ بدنام کیا ہے اس شخص کو تو اس جماعت سے خدا واسطے کا بیر ہے۔“

اس کے بعد زیر عنوان (نجدیوں کے ظلم بیان کردہ کتاب سیف الجبار) حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سیف الجبار سے وہ عبارت نقل کی جس میں نجدی کی زیوں حالی اور بد اعتقادی اور اس کے فتنے اور فساد قتل اہل اسلام و نہب اموال کا ذکر ہے۔

پھر اس کے بعد حضرت نوری میاں صاحب مارہروی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ اسماعیل حسن صاحب مارہروی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مولانا احمد یار خاں صاحب نعیمی مدظلہ کی کتابوں سے وہ عبارتیں جو نجدی کے خبیث اعمال و عقائد کو بتا رہی ہیں نقل کیں اس کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا۔

”ہم نے ان اقتباسات میں قصداً مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی کسی کتاب کا اقتباس نہیں دیا، اس سلسلہ میں صرف اتنا ہی عرصہ کر دینا کافی ہے کہ ان مولانا صاحب کی ہر کتاب ہر سالہ ہر فتویٰ اور ہر تحریر و تقریر میں وہابیوں نجدیوں کو کافر مشرک، گردن زدنی، سوختنی، ڈاکو خائن بد معاش اور نہ جانے کیا کیا لکھا ہے جو سرتاپا غلط ہے۔“

اقول: حضرت علامہ شامی اور حضرت دحلان اور حضرت مولانا فضل رسول

صاحب اور حضرات مارہرہ مقدسہ سے لے کر اس فقیر عبد الحفیظ تک نجدی کے متعلق جو کچھ لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے فتنے برپا کئے، مسلمانوں کو مشرک و کافر بتایا اور اس طور سے بنام جہاد اس نے قتل کیا، حریم طہین پر چڑھائی کی، وہاں کے علماء سادات کو شہید کیا، مالوں کو لوٹا اور غنیمت بتایا، بد اعتقادی پھیلائی، چند مخصوص عقیدے ایجاد کئے، ان عقیدوں کے خلاف سب مسلمانوں کو مشرک کہا، انبیاء اولیا کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کی، کھلے ہوئے کافروں مشرکوں یہود و نصاریٰ سے کچھ تعرض نہ کیا۔ ساری قوت جہاد مسلمانوں پر ختم کی۔

فیصلہ کا بہترین طریقہ

جناب روحی صاحب۔ آپ نے نجدی کی ثنا و صفت بیان کی، بڑھایا، چڑھایا، اور علمائے اہل سنت نے زمیوں حالی و بد اعتقادی ظاہر کی۔ اب یہ فیصلہ کیسے ہو کہ کون صحیح کہتا ہے کون غلط، کس نے اس کی واقعی تاریخ قلمبند کی اور کس نے غیر واقعی، آپ نے علمائے اہل سنت پر الزام لگائے وہ صحیح درست ہیں یا جو علمائے اہل سنت نے نجدیوں پر الزام لگائے وہ درست ہیں۔

اس بحث و تمحیص میں کہ تاریخ یہ صحیح ہے جو آپ نے لکھی یا وہ صحیح ہے جو علماء اہل سنت نے لکھی بڑی الجھن پیدا ہو گی اور بات ختم نہ ہونے پائے گی، آپ اپنی کہتے رہیں گے اور ہم اپنی، اس لیے اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم آپ ہی کے مسلمات سے فیصلہ کریں تاکہ آپ کو چون و چرا کا موقع نہ ملے بلکہ آپ دم بخود ہو جائیں اور بغیر تسلیم کئے آپ کو چارہ نہ ہو۔ فرمائیے جناب روحی صاحب یہ مناسب ہوتا کہ آپ کی زبان اور آپ کی تحریر خود فیصلہ کر دے۔ سنئے۔

آپ نے اسی اپنے رسالہ میں علماء و فضلاء دیوبند کی بھی مدح سرائی فرمائی ہے اور ان کی جناب میں اپنا حسن اعتقاد ظاہر فرمایا ہے۔ آپ نے زیر عنوان

(فضلاء دارالعلوم دیوبند) لکھا ہے۔

”علم و عمل کی سادگی، بے تکلفی، جفاکشی، امر بالمعروف نہی عن المنکر اس جماعت کا طرہ امتیاز ہے۔ غرض دارالعلوم کی آغوش تعلیم و تربیت سے چودہ ہزار سے زائد علماء و فضلاء پیدا ہو چکے ہیں جو اسلام کا کلمہ بلند کرنے کے لیے دنیا کے اسلام کے بیشتر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں اور اسلامی تعلیمات کے قدیل روشن کیے ہوئے ہیں ان میں صاحب درس و افتاء بھی ہیں اور مصنف و مبلغ بھی، امراض روحانی کے معالج بھی ہیں اور امراض جسمانی کے طبیب بھی، واعظ بھی اور ادیب بھی ہیں الخ“

اس کے بعد آپ نے انھیں اوصاف سے متصف فضلاء دیوبند کے ناموں کی ایک فہرست بھی لکھ دی ہے جس میں آپ نے مولوی سید احمد حسن صاحب امر و ہوی، مولوی اشرف علی صاحب تھانوی، مولوی حبیب الرحمن صاحب عثمانی مہتمم دارالعلوم، مولوی عزیز الرحمن صاحب مفتی دارالعلوم، مولوی خلیل احمد صاحب انیسٹھوی، مولوی محمد انور صاحب کشمیری، مولوی حسین احمد صاحب (مدنی) کے نام تحریر کئے ہیں اور آخر میں لکھا ہے۔

”جیسے علماء جو آفتاب علم کے آفتاب و ماہتاب ہیں، اسی درس گاہ کے فیض یاب اور اسی سے خانہ کے جرمہ نوش ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جو اپنے علم و فضل، درس و تدریس، رشد و ہدایت، دعوت تبلیغ، سیاسی قیادت اور تصنیفی اور مصیفتی کمالات کے باعث اسلام سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔“

جب آپ نے اپنے قلم سے ان کے فضل و کمال پر یہ شاندار خطبہ لکھا تو آپ کے مدد و معتمد علیہ اور مستند و مسلم ہوئے، آپ کی تحقیق کے مطابق آپ کے تسلیم شدہ یہ صاحبان، صاحبان افتاء بھی ہیں اور مرشد و ہادی بھی ہیں علم کے آفتاب و

ماہتاب بھی ہیں، امراض روحانی کے معالج بھی ہیں تو آپ ضرور ان کے فتوے اور تحقیقات کے قائل و معتقد ہوں گے اور سر جھکا کر مان لیں گے سنئے۔ ان حضرات نے آپ کے ممدوح فاضل شیخ مجاہد نجدی کے متعلق کیا لکھا ہے، ذرا کان کھول کر سنئے، اور آنکھ کھول کر دیکھئے،

جناب مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی

اپنی کتاب التصدیقات لدفع البلیات معروف بہ مہند مطبوعہ ہلالی اسٹیم پریس سادھورہ ضلع سہارن پور میں ابن عبد الوہاب نجدی سے متعلق سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:-

”ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے خوارج ایک جماعت شوکت والی ہے جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے۔ اس تاویل سے یہ لوگ ہمارے جان اور مال کو حلال سمجھتے تھے ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں (آگے لکھتے ہیں) ان کا حکم باغیوں کا ہے (پھر لکھا) اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے، جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبد الوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر مغلوب ہو گئے اپنے آپ کو حنبلی نہ رہ بٹلاتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہ ہی مسلمان ہیں اور جو ان کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علمائے اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔ (ص ۱۳)“

جناب روحی صاحب۔ اس کتاب پر اور اس جواب پر جناب مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی (جنہیں یہ لوگ شیخ الہند کہتے ہیں) کے اور جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے اور جناب مولوی سید احمد حسن صاحب امرہوی کے اور

جناب مولوی عزیز الرحمان صاحب کے اور جناب مولوی حبیب الرحمان صاحب کے دستخط اور تصدیقات ہیں، یعنی یہ سب اسی مضمون کے جو نجدی کے خلاف ہے۔
موسد ہیں۔

جناب مولوی حسین احمد صاحب

جن کو یہ لوگ مدنی اور اس وقت کا شیخ الاسلام کہتے ہیں جو دارالعلوم کے شیخ الحدیث ہیں اور آپ کے مسلم بھی ہیں اپنی کتاب شہاب ثاقب مطبوعہ قاسمی پریس دیوبند میں لکھتے ہیں۔

”صاحبو۔ محمد ابن عبد الوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی میں نجد غرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ و عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا، ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت کا شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاذہ پہنچائیں، سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی دے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کے تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا، اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار قاسق شخص تھا۔“ (ص ۵۰)

پھر اس کے عقائد باطلہ نمبر وار گنائے گئے جو حسب ذیل ہیں:-

”(۱) محمد ابن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا، ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔

(۲) نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں اگر بعد وفات ان کی حیات ہے تو وہ ہی حیات برزخ ہے جو آحاد امت کو ثابت ہے۔

(۳) زیارت رسول مقبول ﷺ و حضوری آستانہ شریف و ملاحظہ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت حرام وغیرہ کہتا ہے، اس طرف اس نیت سے سفر کرنا منظور و ممنوع بتاتا ہے لا تشد الرحال الا الى ثلثة مساجد ان کا استدلال ہے بعض ان میں کے سفر زیارت کو معاذ اللہ ذات کے درجہ میں پہنچاتے ہیں، اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ و سلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے اور نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں۔

(۴) شان نبوت و حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی و ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لاتے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول ﷺ کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے تو سل دعا میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں، ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاشی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم ﷺ سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔

(۵) وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ والسلام درود بر خیر الانام علیہ السلام اور

قرأت دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ و قصیدہ ہمزہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے درود بنانے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں۔“

”صاحبان آپ حضرات کے سامنے ملاحظہ کے واسطے یہ چند امور ذکر کر دیئے گئے۔ جن میں وہابیہ نے حرمین شریفین کے خلاف کیا تھا اور کرتے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے جب کہ انہوں نے غلبہ کر کے حرمین شریفین کے حاکم ہو گئے تھے ہزاروں کو تہ تیغ کر کے شہید کر دیا اور ہزاروں کو سخت ایذا میں پہنچائیں۔“ (از ص ۵۱ تا ص ۸۳)

جناب مولوی محمد انور صاحب کشمیری

سابق شیخ الحدیث مدرسہ دیوبند مقدمہ فیض الباری میں لکھتے ہیں۔

”اما محمد بن عبد الوہاب النجدی فاد کان رجلاً بليداً قليل العلم فكان يسارع الى الحكم بالكفر۔“

اور محمد بن عبد الوہاب نجدی ایک کم علم اور کم فہم انسان تھا اور اس لیے کفر کا حکم لگانے میں اسے کوئی باک نہ تھا۔

جناب روحی صاحب ذرا موٹے حرف دکھانے والا چشمہ لگا کر اپنے معتد و مسلم اپنے پیش کردہ اپنے ممدوح علماء و فضلاء دیوبند کے یہ بیانات پڑھئے اور دیکھئے کہ آپ کے اس مقدمہ و پیشوا محمد بن عبد الوہاب نجدی (جس کی مدح و ثنا میں آپ نے ۳۶ صفحہ سے لے کر ۵۸ صفحہ تک سیاہ کئے ہیں) کے متعلق کس قدر سخت و درشت کلمات لکھے ہیں اور کس طرح اس کی زبوں حالی اور بد اعتقادی کو صاف صاف اردو میں بتایا ہے۔

(۱) آپ نے لکھا کہ ابن عبد الوہاب نے دعوتِ توحید و سنت دی لیکن آپ کے مسلم عالم مولوی حسین احمد نے کہا کہ وہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا

اور تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک جانتا تھا۔

(۲) آپ نے لکھا کہ اس نے جریرہ کے قلب میں حضور کی تعلیمات اصلی صورت میں جلوہ گر کیں۔ آپ کے معتمد مولوی خلیل احمد صاحب نے لکھا کہ وہ ہمارے نزدیک خارجی ہے اور مولوی حسین احمد صاحب نے لکھا کہ وہ ظالم، باغی، خونخوار، فاسق، فاجر، شقی القلب، خبیث اور لئیرا ہے۔

(۳) آپ نے لکھا کہ اس کا علمی پایہ بلند تھا اور قرآن وحدیث کی بات کہتا تھا آپ کے مستند مولوی انور شاہ صاحب نے لکھا کہ وہ جاہل اور پلید یعنی غبی اور بیوقوف تھا، اور مسلمانوں کو کافر بتانے میں اسے باک نہ تھا

جناب روجی صاحب آپ نے جن کلمات میں نجدی کی مدح فرمائی اسی کے بالکل خلاف آپ کے فضلاء دیوبند نے ظالم، فاسق، باغی، خونخوار، خارجی، خبیث، شقی القلب مسلمانوں کو کافر و مشرک بتانے والا، شان نبوت میں گستاخی کرنے والا مسلمانوں کا موذی پلید قلیل العلم، عقائد باطلہ رکھنے والا جیسے الفاظ سے یاد کیا۔

فرمائیے آپ کے خلاف آپ کے مسلم فضلاء دیوبند نے نجدی وہابی کے متعلق اس کے زیوں حال اور بد اعتقاد ہونے کا فیصلہ کر دیا۔ اس فیصلہ کو قبول کرنے سے آپ کو انکار تو نہ ہوگا اور نجدی وہابی کی مدح سرائی واپس لے لیجئے گا۔ فرمائیے آپ کے خلاف فضلاء نے فیصلہ دیا تو آپ کو عدم امت و خجالت ہوئی یا نہیں۔ ذرا اپنی روح کو مضبوط تمام لیجئے گا کہ کہیں فرط خجالت و شرمندگی سے پرواز نہ ہو جائے، اپنے ہاتھوں پر قابو رکھے گا کہ کہیں دانتوں تک نہ پہنچ جائیں۔

اور دیکھئے! کہیں اپنے علماء و فضلاء کے متعلق نہ کہہ دیجئے گا کہ ان لوگوں نے شیخ پر اتہام و الزام لگایا۔

جناب روحی صاحب فرمائیے کہ علمائے اہل سنت از حضرت علامہ شامی و حضرت علامہ دحلان و حضرت مولانا فضل رسول صاحب تائیں فقیر نے نجدی کے متعلق جو کچھ لکھا، وہی ہے نا جو آپ کے فضلاء دیوبند نے لکھا، بلکہ آپ غور کریں تو ان سے کہیں زائد اور مفصل آپ کے فضلاء نے لکھا۔

روحی صاحب آپ نے حضرات اہل سنت کو اتہام و الزام لگانے والا بتایا حالانکہ جو انھوں نے لکھا وہ ہی آپ کے فضلاء نے لکھا تو آپ یہاں اپنے فضلاء کو بھی اتہام اور الزام لگانے والا بتائیں گے۔ آپ نے سب سے پہلے علامہ شامی پر حملہ کیا کہ انھوں نے فتاویٰ شامی میں نجدی کے خلاف زہرا لگا کر آپ نے دیکھا کہ آپ کے مسلم مولوی خلیل احمد نے خود علامہ شامی کا حوالہ دے کر اور مولوی محمود حسن صاحب، مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ نے تصدیق کر کر علامہ شامی کے قول کی تصدیق کر دی، اور مولوی حسین احمد صاحب نے تو صاف صاف یہی لکھ دیا، جو علامہ شامی نے لکھا، فرمائیے علامہ شامی کا حوالہ دے کر یہ سب بھی رضا خانی مولوی ہو گئے آپ نے علامہ شامی کے متعلق یہ چبتا ہوا جملہ کہا ”این عابدین شامی نے حکومت کے اثر سے ان غریبوں کو بدنام کیا اور ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر کے اپنی دنیا سنبھال لی، براہواس دنیا پرستی اور سنہری سکوں کا جس کے عوض شامی نے نجدیوں کو دل کھول کر بدنام کیا ہے۔“

فرمائیے جناب روحی صاحب یہ آپ کے مسلم فضلاء نے بھی تو وہ ہی لکھا ہے۔ جو علامہ شامی نے تو آپ کے فضلاء نے بھی حکومت کے اثر سے ان غریبوں کو بدنام کیا اور ان کے خلاف تمام فضلاء دیوبند نے متحدہ محاذ بنا لیا اور دنیا سنبھالی۔ دنیا اور سنہری سکوں کے عوض انھوں نے نجدیوں کو دل کھول کر قلم چلا کر بدنام کیا۔ کیا فرماتے ہیں جناب روحی صاحب۔

جناب روجی صاحب۔ آپ نے زیر عنوان (ترکی اور مصری اور انگریزی حکومتوں سے ٹکراؤ) لکھا۔

”اس طرح ترکی، مصری اور انگریزی پروپیگنڈے سے یہ حق والی جماعت بدنام ہوئی، ترکی اور مصری حکومتوں نے تنخواہ دار مولوی اور پیر فراہم کئے اور ان کے خلاف الزامات و اتہامات کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔“

فرمائیے آپ کے فضلاء دیوبند مولوی خلیل احمد صاحب، مولوی محمد حسین صاحب مولوی اشرف علی صاحب، مولوی عزیز الرحمان صاحب، مولوی حبیب الرحمان صاحب، مولوی انور شاہ صاحب، مولوی حسین احمد صاحب بھی انگریزی، مصری اور ترکی حکومتوں کے تنخواہ دار مولوی اور پیر تھے جو نجدیوں کے خلاف ہوئے اور ان کی زیوں حالی اور ہذا اعتقادی کو طشت از بام کیا اور اتہام و الزام لگائے، کیا ہندوستان میں ترکی و مصری و انگریزی اقتدار کا اثر ان فضلاء دیوبند پر بھی ہوا جیسا کہ علامہ شامی اور علامہ دحلان پر ہوا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم حد ہوئی غلط گوئی اور افتراء کی۔

اور یہ تو فرمائیے کہ نجدیوں کے خروج کے زمانہ میں حجاز میں مصری و ترکی اثر تو تھا، مگر آپ کے انگریز وہاں کب تھے جو ان کو بھی سان لیا یا یوں ہی مسلمانوں کے بھڑکانے کے لیے انگریزوں کا نام لے دیا۔

جناب روجی صاحب آپ نے قسم کھالی ہے کہ ایک بات بھی صحیح نہ لکھوں گا آپ نے نجدی کے متعلق جو کچھ مدح سرائی کی وہ سرتاپا غلط ٹھہری، صحیح تاریخ وہی ہے جس کو علمائے اہل سنت نے قلم بند کیا، جس کی تائید و تصدیق لفظ بہ لفظ آپ کے فضلاء دیوبند نے کی۔

جناب روجی صاحب آپ نے آخر میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا کہ ان کا کوئی فتویٰ، کوئی تحریر خالی نہیں جس میں نجدی کو وہابی، ڈاکو، خائن، بدمعاش وغیرہ نہ کہا ہو۔ اگر کہا تو کیا غلط کہا جیسا تھا دیا کہہ دیا۔ ان کا کہنا تو آپ کے جگر کے پار ہو گیا، دکھ ہوا، درد ہوا، مگر یہ تو فرمائیے کہ آپ کے مردِ معین فضلاء دیوبند نے کیا کچھ کم کہا ہے، ان کے الفاظ ان کی عبارتوں میں دیکھئے۔ ظالم، باغی، خونخوار، قاسق، شقی القلب، لئیرا، وہابی، خبیث، پلید، خارجی، کافر و مشرک گر، گستاخ بے ادب سب ہی کچھ کہہ ڈالا، کیا کہئے گا اپنے فضلاء دیوبند کو۔

جناب روجی صاحب ایک قول کے دو قائل ہوں، ایک مضمون کے دو قائل ہوں تو ایک کو مطعون کرنا، ملزم قرار دینا، دنیا پرست، منہرے سکوں کا حاصل کرنے والا بتانا، ترکی و مصری و انگریزی حکومتوں سے متاثر کہنا، خدا واسطے کا بیر ٹھہرانا، اور دوسرے کو صاحبِ رشد و ہدایت بتانا آفتاب و مابتاب علم کہنا، اسلام کی قندیل روشن کرنے والا کہنا، امراض روحانی کا معالج ماننا۔ مفتی و واعظ اسلام کا خطاب دینا۔ یہ کون سا انصاف ہے۔ کون سی دیانت ہے۔ ذرا آئینہ میں اپنا منہ دیکھئے اور وجہ فرق بتلائیے۔

جناب روجی صاحب۔ آپ نے علمائے اہل سنت کا ذکر کیا تو ایسے بھوٹے انداز میں اور ایسے گرے ہوئے جملوں میں کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب آپ کے شاگرد اور آپ سے سبق پڑھے ہوئے ہیں۔ آپ کی درس گاہ کے طالب علم ہیں۔ آپ کا غشا صرف یہ ہے کہ پڑھنے والا یہ سمجھ لے کہ یہ لوگ کوئی صاحبانِ علم و فضیلت نہیں، معمولی قسم کے لوگ ہیں۔ آپ نے یہ انداز اختیار کر کے ایک تو مسلمانوں کا دل دکھایا دوسرے دھوکہ دیا۔

سیجے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ وہ علم و فضل رکھتے ہیں کہ ملک شام کے مفتی

کہلاتے ہیں۔ فتاویٰ شامی ان کی کتاب حنفیہ کے یہاں معمول تھا حنفیوں کا کوئی دارالعلوم کوئی مدرسہ ایسا نہیں جہاں فتاویٰ شامی پر عمل نہ ہوتا ہو، آخر آپ کے فضلاء دیوبند نے بھی اسی کا حوالہ دیا اور سند میں پیش کیا۔

حضرت علامہ زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ۔ حرم محترم مکہ معظمہ کے مفتی ہیں۔ جنہوں نے مذہب شافعی اور مسلک اہل سنت کی بہترین خدمات انجام دیں اور انہیں کی کتاب الدرر السدیہ کے مضامین کا ترجمہ آپ کے معتمد مولوی حسین احمد صاحب نے اپنی کتاب شہاب ثاقب میں لکھا۔

”حضرت مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں شاہ عبد الحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے بعد مرجعہ رکھتے ہیں آپ استاذ الہند حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی کے ہم عصر ہیں، آپ نے عقائد میں ایک کتاب نکھی المستند المستند جس کی تقریظ مولانا فضل حق خیر آبادی نے فرمائی، جس میں حضرت بدایونی کو عالم قبحہ، فاضل اہل سنت، امام وقت جیسے شان دار کلمات سے یاد فرمایا، ظاہر ہے کہ حضرت مولانا فضل حق، خیر آبادی جس کی تعریف کریں اس کی شان کس قدر بلند ہوگی۔“

حضرات علمائے مارہرہ شریف رحمۃ اللہ علیہم ہندوستان کے بادشاہ روزی علم خاندانوں سے ایک خاندان سے متنسب ہیں۔ سادات کرام ہیں۔ حضرت غوث پاک کی اولاد ہیں، طریقت و شریعت کے جامع ہیں مقتدائے اہل سنت ہیں، لاکھوں انسان اس خاندان سے علمی و روحانی فائدے حاصل کرتے ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ جناب مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے بے مثل فقیہ تھے۔ علوم منطق و فلسفہ کے ماہر تھے۔ جناب مولانا ہدایت اللہ خاں جونپوری کے شاگرد رشید تھے۔ مدتوں اجیر شریف کے مدرسہ عالیہ میں

صدر مدرس رہے، سینکڑوں علماء ان کے شاگرد ہیں جو اپنے اپنے مقام پر اپنی خدمات میں مشغول ہیں۔ جناب مولانا غلام جیلانی صاحب مدرسہ اسلامیہ میرٹھ میں صدر مدرس ہیں۔ جناب مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب دارالعلوم مبارک پور کے صدر مدرس ہیں، جناب مولانا شمس الدین صاحب جو پوری مدرسہ منظر الحق ٹانڈہ کے صدر مدرس ہیں۔ جناب مولانا رفاقت حسین صاحب بہاری مدرسہ احسن المدارس کانپور کے صدر مدرس ہیں۔ جناب مولانا سردار احمد صاحب گورداسپوری ناظم و صدر مدرس جامعہ رضویہ مظہر الاسلام لاکھ پور پاکستان ہیں۔ جناب مولانا ارشد القادری صدر مدرس مدرسہ فیض العلوم ٹانگر ہیں۔ جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب اڑیسوی صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت ہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان کا تو کہنا ہی کیا جن کے علم کا ڈنکا عرب و عجم میں بج چکا ہے جنہوں نے وہابیت و دیوبندیت کو موت کے گھاٹ اتارا، ایک ہزار سے زائد رسائل و کتب کے مصنف علم دین کے سوا جغرافیہ، ہیئت، جفر، منطق و فلسفہ ریاضی کے ماہر عالم جنہیں تمام عرب نے اس زمانہ کا مجدد تسلیم کیا ان کی شان میں کلمات مدح و ثنا تحریر کیے جن سے اکثر علماء عرب و فضلاء حرم محترم نے سندیں لیں۔

جناب روحی صاحب آپ نے ان حضرات پر نکتہ چینی کی، طرح طرح کے الزام لگائے، آپ کا یہ انداز اہل نظر و فکر کے نزدیک کوئی قابلِ تحسین نہیں۔ جناب روحی صاحب آپ اور ان حضرات پر نکتہ چینی، حالانکہ آپ علم عربی سے کورے دینیات سے بے بہرہ کیا صرف پروفیسر ہونے سے بڑھ گئے، جو آپ نے ان کو معمولی افراد سمجھا اور طعنہ زنی کی، آپ جیسے سینکڑوں پروفیسر تو ان حضرات کے کفش بردار ہیں، ریزہ خوار ہیں، آپ ان کے شاگردوں کے شاگردوں کی

حیثیت کے بھی برابر نہیں، انسان کو اپنا منہ اپنا وزن، اپنی حیثیت دیکھ کر زبان سے بات نکالنا چاہیے۔

جناب روحی صاحب پاکستان پہنچ کر وہابیت کی مدح سرائی اور علمائے اہل سنت پر طعنہ زنی سے آپ کچھ وہابیت کو تو بڑھا نہیں سکتے، سنت کو مٹا نہیں سکتے، ہاں یہ ممکن ہے کہ بڑوں کی ٹوپی اچھالنے سے آپ کچھ مشہور ہو جائیں پاکستان کے وہابی آپ کو جاننے لگیں، دعوتیں آئیں، جلب منفعت کا سبب بنیں، اور آپ اپنی دنیا سنبھال لیں، اور اسی کی آپ کو ضرورت بھی ہے اس لیے کہ آپ خود گھر کے دولت مند تو ہیں نہیں یہاں آگرہ ہی میں آپ کی اقتصادی حالت نازک تھی بہتوں کے آپ قرضدار ہو کر گئے، ان کے مطالبے آپ کے سر پر ہیں۔ پاکستان پہنچنے کے بعد اس کی ضرورت زیادہ ہوئی۔ اسی واسطے یہ رسالہ تحریر میں آیا کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی طرح کچھ کام چلے گا، جیب پر ہوگی، ہاتھ گرم ہوں گے روزگار چلے گا۔ بہر حال وہابیت کی مدح سرائی۔ آپ کے لیے مفید ضرور ہوگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

جناب روحی صاحب۔ ذرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نجدی کی زیوں حالی و بد اعتقادی کے متعلق یہ پیشین گوئی جس کو امام بخاری نے روایت فرمایا ہے۔ سن لیجئے۔

حضور نے ملک یمن اور شام کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ صحابہ نے نجد کے لیے بھی عرض کیا حضور نے فرمایا۔ ہناک الزلازل والفتن و بہا یطلع قرن الشیطان۔ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینک وہاں نکلے گا۔

فرمائیے اس پیشین گوئی کا مصداق ابن عبد الوہاب کے سوا اور کوئی ہے علمائے اہلسنت اور آپ کے فضلاء دیوبند نے جو اس کے زیوں حالی کی تاریخ

قلمبند کی اس کی تائید حضور کی یہ پیشین گوئی کر رہی ہے یا نہیں۔ اس سے فتنے برپا ہوئے یا نہیں۔ شیطانی حرکات کا اس سے ظہور ہوا یا نہیں۔ اگر اس پیشین گوئی کا مصداق نہیں ہے، تو بتائیے کہ ان تیرہ سو برس میں نجد میں کون ایسا پیدا ہوا جو پورا پورا اس پیشین گوئی کا مصداق ہو۔

افسوس صد افسوس کہ حضور تو اس کے قرن الاطیان ہونے کی خبر دیں زلزلے اور فتنے والا بتائیں اور آپ اس کو داعی الی التوحید والسنۃ فاضل اجل شیخ الاسلام امر بالمعروف نہائی عن المنکر کہیں، آپ کو شرم آنی چاہیے۔

حضور اکرم ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے ایک مرد تمیمی بولا کہ انصاف سے تقسیم کیجئے، حضور نے فرمایا میں انصاف نہ کروں گا تو روئے زمین پر کون انصاف کرنے والا ہوگا، ایک صحابی نے اس کی اس گستاخی پر قتل کی اجازت چاہی، حضور نے فرمایا۔ ”اس کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی، جو قرآن پڑھے گی مگر مقبول نہ ہوگا وہ دین اسلام سے ایسے کورے ہوں گے جیسے تیر شکار سے صاف نکلتا ہے یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔“ (بخاری شریف)

جب ابن عبد الوہاب کا نسب دیکھا جاتا ہے تو اسی مرد تمیمی کے قبیلہ بنی حمیم سے ملتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ پیشین گوئی سے ابن عبد الوہاب اور اس کی جماعت مراد ہے، اور پیشین گوئی کے یہ الفاظ تو ملاحظہ فرمائیے کہ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں سے نہ بولیں گے۔ فرمائیے آپ کے فضلاء دیوبند کے بیان کے مطابق کہ انھوں نے بتایا کہ نجد یوں نے مسلمانوں کو شہید کیا، حرمین شریفین کے علماء کو قتل کیا۔ یہ پیشین گوئی نجد یوں پر پوری پوری صادق آئی یا نہیں۔ آپ بتا سکتے ہیں کہ ان تیرہ سو برس میں ابن عبد الوہاب کے سوا کون ایسی جماعت

پیدا ہوئی، جس نے مسلمانوں کو قتل کیا حرمین طہیین پر چڑھائی کی۔

افسوس کہ جس کو آپ مجاہد اسلام کہیں، اس کی مدح کے گیت گائیں، اس کا جہاد صرف یہ کہ مسلمانوں کو قتل کیا، ان کا مال لوٹا، اس کو مجاہد اسلام کہتے آپ کو حیا نہیں آتی۔ روحی صاحب ذرا تاریخ سے ثابت تو کیجئے کہ آپ کے مجاہد اسلام نے کتنے بت پرستوں کے ساتھ جنگ کی، کتنوں کو مارا اور کتنے یہود و نصاریٰ سے لڑے۔

افسوس ہزار افسوس آپ کی ذہنیت پر کہ آپ نے نجدی کی اتنی طرفداری کی ایسا سراہا کہ اپنے فیصلہ کے خلاف بھی قدم اٹھایا اور حضور کی پیشینگوئی کے خلاف بھی راہ چلے۔

جناب روحی صاحب یاد رکھئے کہ یہ آپ کا قلم اور آپ کی دوات اور آپ کا کاغذ اور آپ کے لکھے ہوئے نقوش و حروف آپ ہی کے خلاف میدان قیامت میں گواہی دیں گے کہ اے رب ذو الجلال والجلل اس پر و فیس نے دنیا کی متاع اور سنہری روپیلی سکوں کی وصول تحصیل کی خاطر نجدی کی مدح سرائی کی نہ اس نے علماء اہل سنت کی مانی نہ اپنے فضلاء دیوبند کی بلکہ نہ حضور کی پیشینگوئی کی پروا کی۔

اور کیوں جناب روحی صاحب آپ نے اپنی ذہنیت کے ثبوت میں جو چیز پیش کی وہ مولوی مسعود عالم ندوی کی لکھی ہوئی تاریخ پیش کی تو آپ کے مسعود عالم کوئی قطب وقت ہیں، ابن خلدون زمانہ ہیں۔ مولوی خلیل احمد صاحب اور مولوی محمود حسن صاحب اور مولوی اشرف علی صاحب اور مولوی انور شاہ صاحب اور مولوی حسین احمد صاحب سے علم میں فضل میں تاریخ دانی میں حالات نجدی کے جاننے میں بڑھ چڑھ کر ہیں جو ان کی لکھی ہوئی بات مان لی جائے اور ان فضلاء دیوبند کو اس بحث کے سلسلہ میں نظر انداز کر دیا جائے، بڑے شرم کی بات ہے کہ ایک

معمولی شخص کی لکھی ہوئی تاریخ پر اتنا اعتماد کہ اس کو سند میں پیش کیا جائے اور فضلاء دیوبند کے لکھے ہوئے کو غیر معتبر مانا جائے، جناب روجی صاحب دضع کی پابندی کیجئے در در نہ پھر یئے در نہ نہ گھر کے رہیئے گمان گھاٹ کے۔

جناب روجی صاحب آپ نے علامہ دحلان پر الزام لگایا کہ جب ہندوستان میں انگریز کی حکومت قائم ہو رہی تھی اور مسلمان جہاد کے نشہ میں تھے اور ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر ہندوستان کو انگریزوں کے منہوں قبضہ سے بچانے کی فکر میں تھے اس وقت ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا فتویٰ دیا اور انگریز کا ساتھ دیا۔

جناب روجی صاحب فتویٰ کے نوک پلک کا سمجھنا تو آپ کے علم سے کوسوں دور ہے آپ کیا جانیں کہ دارالحرب کسے کہتے ہیں اور دارالاسلام کسے اور کب دارالحرب ہوتا ہے اور دارالاسلام دارالحرب، یہ ایک منصل بحث کو چاہتا ہے اور آپ کے سامنے یہ تحقیق رکھنا ایسا ہی ہے جیسے بھینس کے سامنے مین بجاتا۔ مگر آپ کو میں بتاؤں کہ اس وقت فرنگی محل لکھنؤ کے علماء میں سے جناب مولانا عبدالحی صاحب نے بھی تو یہی فتویٰ دیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

”مخفی نہ اند کہ بلاد ہند کہ در بعضہ تصاریفی اند دارالاسلام مستند و شروط بودن دارالحرب دراں موجود عیستند اگرچہ دراں تھا احکام کفرہ جاری اند، مع ہذا احکام اسلام، ہم خصوصاً اصول دارکان اسلام جاری اند“۔ (مجموعہ فتاویٰ ج ۱)

علامہ دحلان تو مکہ میں تھے، ان کو انگریزوں سے کیا واسطہ، مگر مولانا عبدالحی صاحب تو ہندوستان ہی میں تھے، کہے کہ انہوں نے بھی انگریزوں کا ساتھ دیا کہ دارالاسلام بنا کر مسلمانوں کو جہاد سے روک دیا، اور آپ کے فضلاء دیوبند کے

مقتدائے دوم معلم ثانی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے بھی تو ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ نہ دیا اور یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

”ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں علماے حال مختلف ہیں، اس میں بندہ فیصلہ نہیں کرتا“ (فتاویٰ رشیدیہ)

فرمائیے انھوں نے بھی ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ نہ دے کر انگریزوں کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کو جہاد کرنے سے ٹھنڈا کر دیا۔ فرمائیے کہ یہ الزام صرف علامہ دحلان ہی پر رہا یا مولانا عبدالحی صاحب اور مولوی رشید احمد گنگوہی پر بھی آیا، افسوس ہے آپ کی ذہنیت پر۔ خداوند تعالیٰ آپ کو ہدایت دے، اور وہابی، نجدیوں کے پھندے سے نکالے۔ آمین

جناب روحی صاحب، آپ اور آپ جیسے دس بیس سو دو سو ہزار دس ہزار لاکھ، دس لاکھ اور اس سے بھی زائد اکٹھے ہو جائیں، اور ابن عبد الوہاب کی پیشانی پر اس کی زیون حالی اور بد اعتقادی کا وہ لوٹائیگا جو نگ چکا ہے جہاویں سے رگڑ رگڑ کر دور کرنا چاہیں تو مٹ نہیں سکتا۔ حضور کی جوشینگوی غلط نہیں ہو سکتی وہ مفسد اور فتنہ پرور بد عقیدہ اور بقول مولوی حسین احمد صاحب، ظالم قاسق باغی خونخوار لٹیرا، خبیث، خارجی ضرور کہا جائے گا، اور آپ نے جو کچھ لکھا وہ سب غلط در غلط ہے، مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور اپنی دنیا سنبھالنا ہے۔

سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی

یہ نمبر ص ۷۰ سے زیر عنوان (سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید دہلوی) شروع ہوا اور ص ۸۸ پر ختم ہو گیا ہے۔

آپ نے زیر عنوان (تحریک جہاد) سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی کی جہادی جگ و دو پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ کہتے ہیں۔

”سکھوں کے مظالم کے سلسلے میں پچھلے باب میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ اس دور میں جب کہ پنجاب میں نماز پر پابندی تھی، اذان دینا جرم تھی، ذبیحہ بند تھا مسجدوں کی بے حرمتی عام تھی، سکھوں کے ظلم حد کو پہنچے ہوئے تھے، لہذا حضرت سید احمد شہید اور مولوی اسماعیل شہید نے اس طاغوتی حکومت کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور سکھوں سے مورچہ لیا۔“

پھر آپ نے لکھا: ”اور اس طرح ۱۸۳۱ء میں بمقام بالا کوٹ سید احمد شہید اور اسماعیل شہید نے اسلام کی سر بلندی، دین کی سر بلندی، قیام صلوٰۃ کی جدوجہد اذان سے پابندی دور کرنے کی سعی، مسلمانوں کو سکھوں کے مظالم سے چھڑانے کے لیے اپنی جان تک قربان کر دی، اس معرکہ کارزار کی تفصیلات سے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ حیات طیبہ مرزا حیرت دہلوی۔ سیرت احمدی مولوی محمد جعفر تھاعسری، سیرت سید احمد شہید، مولوی ابوالحسن ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک مولوی مسعود عالم ندوی..... اور مسلمانوں کا روشن مستقبل از مولوی طفیل احمد بنگلوری دیکھنا چاہیے۔“

بہت اچھا دیکھ لیں اور خوب دیکھ لیں اور دیکھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ جو کچھ آپ نے لکھا صرف زور زبان اور روانی قلم ہے، نہ اسلام کی سر بلندی مقصود تھی نہ کتاب و سنت کی سر بلندی، نہ سکھوں سے جہاد اسلامی بلکہ صرف تبلیغ و ہدایت، مذہب نجدی کی اشاعت خیر اس کا ثبوت تو ہم بعد میں دیں گے، پہلے ہم سکھوں سے جہاد کی غایت و حکمت دیکھنا چاہتے ہیں۔

بات یہ ہے

کہ جب ہندوستان پر انگریزوں کا تغلب ہوا تو ہندوستان کے صوبوں میں سخت و درشت ایگز صوبے دو تھے۔ پنجاب اور سرحد، پنجاب میں سکھوں کا تغلب تھا

اور سرحد میں مسلمانوں کی قوت تھی، یہ دونوں صوبے اپنے چٹھے پر انگریزوں کو ہاتھ نہ رکھنے دیتے تھے۔ انگریزوں کو ان دونوں صوبوں سے سخت خطرہ تھا اور وہ جانتا تھا کہ اگر یہ دونوں قبضے میں نہ آئے تو حکومت تحمل و حزرزل رہے گی، ضرورت تھی کہ پنجاب و سرحد پر ایسے لوگ متعین ہوں جو صورت و شکل میں ان جیسے ہوں اور ان کو اپنے قابو میں لائیں چنانچہ اس کام کے لیے اس نے سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل کوتا کا اور نشانہ ٹھیک لگا۔ ان دونوں کی انگریزوں نے مدد کی اور سکھوں اور سرحدی مسلمانوں سے ان دونوں نے جنگ کی۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

جب انگریز یہاں مغلوب ہو رہا تھا پنجے جھار رہا تھا تو سب سے پہلے انگریزوں سے جہاد کرنا چاہیے تھا نہ کہ سکھوں سے۔ یہ بات قابل غور ہے بہت گہری عقل سے سوچنے کی ہے۔ مگر انگریزوں سے تو جہاد کرنے کو منع کر دیا اور عدم جہاد کا فتویٰ صادر کر دیا۔

حیات طیبہ مرزا حیرت دہلوی مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۲۹۶ میں ہے۔ ”کلکتہ میں جب مولانا اسماعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے۔ تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں ہے ایک تو ان کی رعیت ہیں دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آئینے نہ آئے دیں۔“

یہی واقعہ تاریخ عجیبہ محمد جعفر تھامسری مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۷۳ میں درج ہے اور سنیے اسی تواریخ عجیبہ کے صفحہ ۹۱ میں سید احمد کا یہ مقولہ درج ہے۔

”ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلا سبب گرا دیں۔“

جناب راجی صاحب! یہ حوالے آپ ہی کے پیش کردہ اور مانی ہوئی تواریخ کے ہیں جن کو تسلیم کرنے میں آپ کو چون و چرا کا حق نہیں۔

پہلے تو یہ سنئے کہ آپ نے علامہ دحلان پر یہ الزام لگایا کہ انگریزوں پر عدم جہاد کا فتویٰ دے کر انگریزوں کا ساتھ دیا اور مسلمانان ہند کے جوش جہاد کو ٹھنڈا کر دیا فرمائیے آپ کے ہندوستان کے مجاہدین اسلام پیر و مرید دونوں نے کیسے عدم جہاد کا فتویٰ صادر کر دیا بلکہ یہاں تک کہہ مارا کہ جوان سے لڑے مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان سے لڑیں۔ فرمائیے انھوں نے انگریزوں کا ساتھ دیا یا نہیں اور فرمائیے کہ وہ قوت جہاد اسلام صرف سکھوں کے لیے تھی۔ انگریزوں کے لیے نہ ہوئی۔

دوسرے یہ سنیے کہ انگریزوں سے عدم جہاد کا فتویٰ دینا، یقیناً انگریزوں سے دوستی کا مترادف ہے اور صاف بتا رہا ہے کہ سکھوں سے جہاد کرنا اسلامی جہاد نہ تھا بلکہ انگریزوں کی دوستی کا حق ادا کرنا تھا اور سکھوں کی قوت توڑ کر انگریزوں کا پنجہ جمانا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سید صاحب اور اسماعیل کی تیاری جہاد پر انگریز خاموش رہے اور نکتہ چینی نہ کی۔ بلکہ مدد کی۔ سنئے

تواریخ عجیبہ ص ۱۸۲ میں ہے۔

”اس سوانح اور نیز مکتوبات منسلک سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے، اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی، تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ مدد نہ پہنچتی مگر سرکار

انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔“

فرمائیے جناب روحی صاحب بالکل وہی بات کہ وہ سکھوں پر جہاد کا نام
اسلامی جہاد تو برائے نام تھا۔ مقصود سکھوں کی طاقت کمزور کرنا اور انگریز کا تسلط
قائم کرنا تھا۔

جناب روحی صاحب اور سناؤں دیکھئے۔ حیات طیبہ ص ۳۰۲

”سید صاحب کے پاس مجاہدین جمع ہونے لگے تو سید صاحب نے مولانا
اسماعیل کے مشورے سے شیخ غلام علی رئیس الہ آبادی کی معرفت لیفٹیننٹ گورنر مالٹا
مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری
کرنے کو ہیں، سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے، لیفٹیننٹ گورنر صاحب نے
صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری میں اور امن میں خلل نہ پڑے تو ہمیں کچھ سروکار
نہیں۔“

فرمائیے مجاہدین اسلام ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگریز ایسے دشمن اسلام سے
سکھوں پر جہاد کی اجازت چاہی جائے اور انگریز سے تعرض نہ کیا جائے اور سنئے۔

تواریخ عجیبہ ص ۸۹

”اس وقت ہر شہر و قصبہ و گاؤں واقعہ برٹش انڈیا یعنی انگریزی عملداری
واقع ہند میں علانیہ سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ ہوتا تھا۔ (اس کے بعد لکھا) اس
کے بعد جب سید صاحب ملک یاغستان میں پہنچ کر سکھوں سے جہاد میں مصروف
تھے اس وقت ایک ہندوی سات ہزار روپیہ کی جو بذریعہ ساہوکاران دہلی مرسلہ
محمد اسحاق صاحب بنظم سید صاحب روانہ ہوئی تھی ملک پنجاب میں وصول نہ
ہونے پر اس سات ہزار کی واپسی کا دعویٰ عدالت دیوانی میں دائر ہو کر ڈگری ہوا
اور پھر ہنگام اپیل عدالت عالیہ دیوانی ہائی کورٹ آگرہ میں بھی حکم ڈگری بحق مدعی

بحال رہا۔“

فرمائیے جناب یہ سات ہزار کی ہنڈی کس نے بھیجی۔ کیا بالواسطہ یہ انگریزوں کی امداد تھی۔ اور سینے

سیرت سید احمد مولوی ابوالحسن مدوی حصہ اول ص ۱۹۰

”اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ انگریز گھوڑے پر سوار چند پانکیوں میں کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں حضرت نے کشتی پر سے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں، انگریز گھوڑے پر سے اتر اور ٹوپی ہاتھ میں لیے کشتی پر پہنچا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دیئے تھے کہ آپ کی اطلاع کریں آج انھوں نے اطلاع کی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت قافلہ کے ساتھ تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں۔ یہ اطلاع پا کر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاری میں مشغول رہا۔ تیار کرانے کے بعد لایا ہوں۔ سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے بدتمنوں میں منتقل کر لیا جائے۔ کھانا لے کر قافلے میں تقسیم کر دیا گیا اور انگریز دو تین گھنٹہ ٹھہر کر چلا گیا۔“

فرمائے جناب روحی صاحب۔ انگریز بے وقوف نہیں جو بلا کسی وجہ کے کسی کی خاطر کریں اور قافلہ کے قافلہ کو کھانا کھلائیں اور آمد آمد کا انتظار کریں۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ پھر دو تین گھنٹہ بیٹھ کر گفتگو کر کے گیا۔ یہ کیا گفتگو ہوئی۔

سید صاحب سے انگریز دوستی، خاطر، تواضع اور دو تین گھنٹہ کی رازدارانہ گفتگو صاف صاف بتا رہی ہے کہ سید صاحب حقیقتاً انگریز کا کام کر رہے تھے اس کے پٹھو بنے ہوئے تھے۔ سکھوں پر جہاد کا تو صرف نام تھا۔

اور ذرا یہ بھی سن لیجئے۔

تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۲۷۰

”حضرت (مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی) نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ حافظ جانی ساکن انیٹھ نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ کہ ہم قافلہ میں ہمراہ تھے بہت سی کراٹیں وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب سے دیکھیں۔ مولوی عبدالحی لکھنوی و مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب رام پوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاز میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد مسکی یا محمد خاں حاکم یاہستان سے کیا تھا۔“

جناب روحی صاحب فرمائیے۔ آپ کے مجاہد اسلام نے تو سکھوں پر جہاد کا وعظ کیا تیاری کی۔ مگر انھیں چھوڑ کر پہلا جہاد مسلمانان باشندگان یاہستان سے کیا۔ کہیے جہاد اسلامی اسی کا نام ہے کہ مسلمانوں کو قتل و غارت کیا جائے۔ تف ہے ایسے جہاد پر اور نفرین ہے ایسے مجاہد پر۔

خلاصہ یہ کہ

آپ نے سید احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی کی جہادی تک و دو کو جس قدر سراہا اور انھیں مجاہدین اسلام کہہ کر چڑھایا۔ اس کی حقیقت آپ ہی کی پیش کردہ تواریخ سے لکھی گئی کہ یہ صرف سکھوں پر جہاد کا نام تھا اور انگریزوں کی حکومت کا پنجہ مضبوط کرنا تھا۔ اسی لیے اس نے روپیہ پیسہ سے مدد کی، دعوتیں دے کر کھانا کھلا کر خاطر تواضع کی اور انھوں نے بھی صاف کہہ دیا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا جائز نہیں بلکہ جو انگریزوں سے لڑے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان سے لڑیں انگریزوں کی ہم رعایا ہیں۔ ان لله و انا الیہ راجعون۔

شہیدین

جناب روحی صاحب آپ نے سید احمد شاہ اور اسماعیل دہلوی کو شہیدوں میں

شمار کیا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ شہید کے کہتے ہیں۔ شہید وہ ہے جو اسلامی جہاد کے سلسلہ میں کافروں کے ہاتھ سے میدان جنگ میں مارا جائے۔

جب سکھوں سے ان دونوں کی جنگ اسلامی جنگ نہ تھی، بلکہ انگریز کی حکومت کے جمانے اور اس کو تقویت پہنچانے کے لیے تھی تو اگرچہ اس سلسلہ میں وہ سکھوں کے ہاتھ سے مارے گئے تو شہید نہ ہوئے۔ شہید کی تعریف ان پر صادق نہیں آتی۔

لیکن واقعات کی چھان بین سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سکھوں کے ہاتھ سے نہیں مارے گئے بلکہ مسلمانوں نے ختم کیا یہ تو آپ کی پیش کردہ کتب تاریخ سے ثابت ہوا کہ انھوں نے مسلمانوں سے بھی جنگ کی تو کیا عجب ہے کہ مسلمانوں نے اپنے سے جنگ کرنے کی وجہ سے ختم کر دیا ہو۔

چنانچہ ہمارے نزدیک معتبر واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں جب مقام پنج تار پہنچے تو وہاں کے رئیس فتح خاں نامی نے شروع میں ان لوگوں کی بڑی خاطر تواضع کی اور یہ لوگ چند دنوں وہاں رہے لیکن ان دونوں نے وہاں کے لوگوں پر ظلم و ستم شروع کیا۔ ان کو بد عقیدہ بد مذہب ٹھہرایا، بات بدمستی گئی تو ان پٹھانوں نے ان کو وہیں ختم کر دیا۔ اگر یہ واقعہ ایسا ہی ہے اور ایسا ہی ہے تو مسلمانوں کے ہاتھ سے اپنے ظلم و ستم کی وجہ سے مارے گئے۔ تو پھر شہید کہاں ہوئے جو شہید شہید کا ایک شور بے ہنگم مچا رکھا ہے۔ فاعتبر و ایما اولی الابصار۔

مذہبی تنگ و درو!

جناب روحی صاحب یہ تو آپ کے سید صاحب اور اسماعیل صاحب کی جہاد کی تنگ و درو تھی۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ صرف انگریز نے اپنا کام نکالا اور ان کے ذریعے سکھان پنجاب اور مسلمانان سرحد پر پنجہ جمانا چاہا۔ انگریز نے ان کی مالی

اعداد کی۔ دعوتوں سے خاطر تواضع کی۔ اب مذہبی تنگ و دو کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے۔

آپ اور آپ کے مسعود عالم صاحب نے یہ تو تسلیم کر لیا ہے کہ نجدی وہابی اور اسماعیلی تحریک دونوں کا ایک جذبہ تھا۔ اور دونوں کا طریقہ کار بھی ایک ہی تھا آپ فرماتے ہیں۔

”یہ اتفاق کی بات ہے کہ دونوں کی تحریکیں ایک ہی جذبہ اور ایک ہی مقصد کے لیے وجود میں آئی تھیں اور اس وقت کے ماحول کے مطابق کم و بیش ایک ہی طریقہ کار دونوں نے استعمال کیا۔“ ص ۳۷

پھر آپ نے ص ۷۳ پر لکھا

”جہاں یہ حضرات لوگوں کو اسلام کی سر بلندی کے لیے جہاد پر آمادہ کر رہے ہیں، وہیں ان کو اسلام کی سیدھی سادی زندگی اور کتاب و سنت کے اتباع کی تبلیغ کا فریضہ بھی ادا کرتے جاتے تھے، بدعت، شرک، تعزیر، جبر پرستی اور تمام غیر اسلامی رسوم و بدعات کا قلع قمع کرتے تھے“

اس کے بعد آپ نے ان کتابوں کا ذکر کیا۔ جن کو آپ نے بڑھم خود کتاب و سنت کے موافق جانا اور شرک و بدعت کا قلع قمع کرنے والا۔ آپ فرماتے ہیں۔

”سید احمد اور مولوی اسماعیل شہید کی مساعی جلیلہ اور ان کی کارگزاریوں کا ذکر ہو چکا ہے، ان حضرات کی تصنیفات میں بھی وہی کتاب و سنت کی پابندی پر

اور بدعات سے محترز رہنے کے احکام کا بیان ہے، مولوی اسماعیل شہید کی دو کتابیں، تقویۃ الایمان، اور صراط مستقیم، خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان

کتابوں میں کتاب و سنت کی تعلیم کو نہایت عام فہم طریقہ پر بیان کیا گیا ہے۔ صراط مستقیم میں سید احمد صاحب کے ملفوظات ہیں، اور تقویۃ الایمان میں رد بدعت و

شُرک ہے۔“ ص ۸۰

یہ تو آپ نے تسلیم کر لیا کہ تقویۃ الایمان مولوی اسماعیل کی کتاب ہے اور یہ بھی آپ نے مان لیا کہ جو کچھ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے، وہی اسماعیل دہلوی کا مذہب ہے اور اسی کی اشاعت کرتے رہے اور یہ بھی آپ نے تسلیم کر لیا کہ جو محمد ابن عبد الوہاب نجدی کی تحریک کے جذبے اور رجحانات تھے۔ وہی اسماعیل دہلوی کی تحریک میں موجود ہیں اور دونوں کا طریقہ کار ایک ہی ہے۔ اور یہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ نجدی وہابی کی تحریک صرف اپنے مخصوص وہابیاتہ عقائد کی تبلیغ تھی، جن عقائد کو اس نے کتاب التوحید میں جمع کر دیا اور کتاب التوحید اس کی کتاب ہونا آپ نے تسلیم کر لی تو ان مقدمات کے مسلم ہو جانے کے بعد لازمی نتیجہ یہی نکلا کہ ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی نے مذہبی تک و دو میں صرف وہابیت کی تبلیغ کی۔ عقائد وہابیہ، خیالات نجدیہ کی اشاعت کی۔

ثبوت ملاحظہ ہو

ثبوت یہ ہے کہ مولوی اسماعیل کی کتاب تقویۃ الایمان بالکل ترجمہ ہے کتاب التوحید کا جو عقائد اس میں درج ہیں وہی تقویۃ الایمان میں ہیں۔ دونوں کی ترتیب ایک دونوں کے ابواب ایک۔ دونوں کے عقائد ایک۔ ملاحظہ فرمائیے۔ کتاب التوحید عربی کا ترجمہ تقویۃ الایمان کی اردو میں۔

کتاب التوحید:- اعلم ان الشُرک قد شاع فی هذا الزمان۔

تقویۃ الایمان:- اول سنا چاہیے کہ شرک لوگوں میں پھیل رہا ہے۔

کتاب التوحید:- فان تری عامته مومنی هذا الزمان مشرکاً۔

تقویۃ الایمان:- اور ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں

کتاب التوحید:- فواحد بعید النبی و متبعه حیث یعتقدہم شفعاۃ

و اولیائہ و هذا قبح انواع الشریک۔

تقویۃ الایمان :- اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی سمجھ کر بھی پوجے وہ بھی مشرک ہے۔

کتاب التوحید: ان من اعتقد النبی وغیرہ ولیہ فهو ابو جہل فی الشریک سواء

تقویۃ الایمان :- جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گی کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابو جہل اور وہ شریک میں برابر ہے۔

کتاب التوحید: وهذا الاعتقاد شریک سواء کان من نبی او ولی او ملک او جنی او صنم او وثن و سواء کان یعتقد حصولہ لہ بذاتہ او باعلام اللہ تعالیٰ ہای طریق کان یصیر مشرکاً۔

تقویۃ الایمان :- سو اس عقیدہ سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے۔ خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادے سے، خواہ بھوت و پری سے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی طرف سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شریک ثابت ہوتا ہے۔

کتاب التوحید: فمن قال یا رسول اللہ اسئلك الشفاعة یا محمد ادع الی اللہ فی قضاء حاجتی یا محمد اسئل اللہ بک و اتوجه الی اللہ بک و کل من ناداه فقد اشرك شرکا اکبر فانه اعتقد ان محمداً یعلم و یطلع علی تداتہ من بعید کما عن قریب و هل هذا الاشرک۔

تقویۃ الایمان :- جو بعض لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت پوری کر دے اور پھر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کچھ شریک نہیں کیا اس

واسطے کہ حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور اور نزدیک سے برابر سنتے ہیں۔

کتاب التوحید:- فہذا الحدیث صریح فی انہ کان لایعلم امر خاتمتہ فی حال حیاتہ فکیف یعلم حال تلک المشرکین۔

تقویۃ الایمان:- جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں، خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں، نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔

کتاب التوحید:- فمن اعتقده التصرف فی العالم المخلوق او اعتقده شفعہ صار مشرکا و ان اعتقده ادون من اللہ و مخلوقا۔

تقویۃ الایمان:- سواب بھی جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سواب اس پر شرک ثابت ہوتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور نہ اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو ثابت کرے۔

کتاب التوحید:- ثبت بھذا الحدیث ان القیام متمثلا ینیدی احد شوک۔

تقویۃ الایمان:- کسی کی محض تعظیم کے لیے اس کے رو بروادب سے کھڑا ہونا انھیں کاموں سے ہے کہ اللہ نے اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرائے ہیں۔

کتاب التوحید:- انظروا اعتذر النبی بمنع السجود لکونہ ذمۃ فی قبرہ۔

تقویۃ الایمان:- یعنی میں بھی ایک روز مرمر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق ہوں۔

کتاب التوحید:- فبت یہذه الآیة ان السفر الی قبر محمد و مشاہدہ و مساجدہ (الی ان قال) شرک اکبر۔

تقویۃ الایمان:- اور کسی کی قبر یا چلے پر یا کسی کے تھان پر دور دور سے قصد کرنا اور سفر کی تکلیف اٹھا کر میلے کچلے ہو کر وہاں پہنچنا (یہاں تک کہا) یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔

کتاب التوحید:- المراد ما قبل فی حقہ الہ نبی او ولی یصیر حراما ونجسا مثل الخنزیر۔

تقویۃ الایمان:- یعنی جیسے سور اور لہو اور مردار ناپاک و حرام ہے، ایسا ہی وہ جانور بھی ناپاک و حرام ہے۔ کہ خود گناہ کی صورت بن رہا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کا ٹھہرایا۔

کتاب التوحید:- (آیات متعلقہ علم غیب لکھ کر لکھا) فہذہ الآیات و امثالہا لنا صریحۃ فی اختصاص علم الغیب باللہ و لفیہ عن غیرہ فمن اثبتہ لغيرہ نبیاً کان اولیا صنعا او وثنا ملکاً او جنیا فقد اشرک باللہ۔
تقویۃ الایمان:- (آیت متعلقہ علم غیب لکھ کر لکھا) سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے، یہ اللہ صاحب کی شان ہے کسی ولی دینی کو، جن و فرشتے کو، پیر و شہید کو، امام امام زادے کو، بھوت و پری کو، اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی۔ پھر کہا۔ اور جو کوئی کسی نبی و ولی کو یا جن و فرشتہ کو (وغیرہ وغیرہ) کو ایسا جانے اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے سو وہ شرک ہو جاتا ہے۔

کتاب التوحید:- فمن فعل نبی او ولی او قبرہ او آثارہ و مشاہدہ و ما یتعلق بہ شیاعن السجود والركوع و بذل المال لہ و الصلوۃ لہ

والتمثل قائما و قصد السفر اليه و التخیل و الرجعت القهقري وقت
التوديع و حزب الحباء و ارحاء الستارة و الستر بالثوب و الدعاء من
الله ههنا و المجاورة و التعظيم حوالیه و اعتقاد كون ذكر غير الله
عبادة و تذكره في الشدائد و دعائه نحو يا محمد يا عبد القادر يا حداد
يا سمان فقد صار مشركا۔

تقویۃ الایمان :- پھر جو کوئی پیر و پیغمبر کو یا بھوت و پری کو یا کسی سچی قبر کو یا کسی
کے تھان کو یا کسی کے چلے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تہرک کو یا نشان کو یا تابوت
کو سجدہ کرے رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا
ہوئے، یا جانور چڑھاوے یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کر کے جاوے یا
وہاں روشنی کرے، غلاف ڈالے، چادر چڑھائے، ان کے نام کی چھڑی کھڑی
کرے، رخصت ہوتے وقت اسے پاؤں چلے، ان کی قبر کو بوسہ دے، مور جھل
جھلے، شامیادہ کھڑا کرے، چوکھٹ کو بوسہ دے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مراد
مانگے، مجاور بن کے بیٹھ رہے، وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور اسی
قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔

جناب روحی صاحب یہ چند نمونے دونوں کی اتحاد و یگانگت کے پیش کر دیئے
گئے ہیں ورنہ دونوں کتابیں اپنے جذبے اور رجحانات میں لفظ بہ لفظ، مسئلہ بہ
مسئلہ، عقیدہ بہ عقیدہ بالکل ایک ہیں۔

فرمائیے کہ تقویۃ الایمان کے ذریعے اسماعیل دہلوی نے ہندوستان میں
وہابیت کی تبلیغ و اشاعت کی یا نہیں اور اسماعیل دہلوی نجدی کے دلال یا روحانی
مرید و شاگرد ہوئے یا نہیں۔

اور ہم فضلاء دیوبند کی زبانی یہ ثابت کر چکے ہیں کہ امین عبد الوہاب بد

عقیدہ، عقائد باطلہ، خیالات فاسدہ رکھنے والا ہے اور خبیث ہے تو مولوی اسماعیل دہلوی انہیں نجدی عقیدوں کے معتقد ہونے کے بعد وہابی اور عقائد باطلہ و خیالات فاسدہ رکھنے والے ہوئے یا نہیں۔

جناب روحی صاحب آپ کے شیخ نجدی کے عقائد باطلہ کے متعلق کچھ تو ہم مولوی حسین احمد صاحب کی زبانی سنا چکے ہیں اور جو تفصیل اتحاد کتاب التوحید و تقویۃ الایمان ہم نے پیش کی ہے اس میں بھی نجدی کے خبیث اعتقاد ملاحظہ فرما لیجئے کہ ایک مسئلہ بھی مذہب اہل سنت سے ملتا جلتا معلوم نہیں ہوتا۔ تقویۃ الایمان میں بھی یہی ہے۔

علم غیب کا انکار، شفاعت کا انکار، عدائے یا رسول اللہ کا انکار، سوال شفاعت کا انکار، حضور کی حیات جسمانی کا انکار، سفر زیارت کا انکار، حضور کے سوا کچھ میں کھڑے رہنے کا انکار فرمائیے، آپ کے شیخ نجدی کی دعوت توحید و سنت یہی ہے اور آپ کی قہیلین کی پیش کردہ اسلامی سیدھی سادھی راہ یہی ہے، کتاب و سنت کا اتباع یہی ہے۔ غیر اسلامی رسومات کا قلع قمع یہی ہے، تقویۃ الایمان کا رد بدعت و شرک یہی ہے، یہی جہاد بالقلم ہے کہ ایک قلم تمام مسلمانوں کو بدعتی اور مشرک بنادیا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لفظ وہابی

آپ نے ص ۳۷ پر لکھا۔

”وہاں اس تحریک کو وہابی کے نام سے موسوم کیا گیا۔ لہذا ہندوستان میں بھی سید احمد شہید کی تحریک کو شیخ محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی شاخ اور تہذیب بتایا۔“ اور آپ کے مسعود عالم صاحب نے لکھا:-

حضرت سید احمد شہید کی تحریک تجدید و جہاد یا ہندوستان کی پہلی تحریک عام

طور پر وہابی تحریک کے نام سے یاد کی جاتی ہے اور اپنوں غیروں تمام حلقوں میں یہ کوشش کی جاتی رہی ہے کہ نجد کی دعوت توحید و اصلاح سے اس کا ڈانڈا ملا دیا جائے۔ (ص ۳۷)

جناب روحی صاحب نجد کی تحریک لفظ وہابی تحریک سے مشہور ہوئی تو کیا قیامت ہوئی۔ آخر ابن عبد الوہاب میں لفظ وہاب تو موجود ہی ہے اسی کی طرف انتساب عرب کے قاعدے کے مطابق ہو گیا، عرب میں یہی دستور ہے کہ قبیلہ کنبہ کو مورث اعلیٰ کی طرف نسبت دے دیتے ہیں۔ حمی، قریشی، ہاشمی، عدوی، عدنانی، صدیقی، فاروقی برابر استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح وہابی، ہندوستان میں بھی یہی دستور ہے کہ کسی نہ کسی کی طرف نسبت کر دی جاتی ہے۔ علیگ، مظاہری، جامی، دیوبندی، قادری، نقشبندی وغیرہ عام طور سے مستعمل ہے۔ پس نجدی کو وہابی کہنا کوئی گالی نہیں۔ آپ کے فضلاء دیوبند نے خود ابن عبد الوہاب کی جماعت کو وہابی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ مولوی حسین احمد صاحب کی مفصل تحریر میں اس جماعت کے لیے لفظ وہابیہ موجود ہے اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ایک سوال کے جواب میں کہا ہے۔ ”محمد ابن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں“ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱)

اب رہے مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے ماننے والے سو چونکہ ان کے عقائد وہابی ہیں اور تقویۃ الایمان کتاب التوحید کا چرچہ ہے، اس لیے اس اتحاد مذہبی اور خیالات کی یکانگی کی وجہ سے ان پر بھی لفظ وہابی کا اطلاق ہونے لگا یہ کوئی زبردستی اور خواہ مخواہ ہی نہ ہوا۔

جناب روحی صاحب، آپ نے فضلاء دیوبند کی فہرست میں مولانا عبدالحق حقانی کا نام سترہویں نمبر میں لکھا ہے اور وضاحت کے لیے ان کے نام کے ساتھ

مفسر تفسیر حقانی بھی لکھ دیا ہے تو یہ بھی آپ کے مسلم فضلاء دیوبند سے ہیں اور آپ کے معتمد علیہ اور مستند اور ان کی بات بھی آپ کے نزدیک وزنی اور قابل اعتبار ہوگی، سنئے وہ اپنی تفسیر حقانی کے حاشیہ میں ص ۱۱۲ تفسیر سورہ بقرہ میں مذہب نیچری کے عنوان کے ماتحت لکھتے ہیں۔

”اس کتبے میں سے ایک شخص سید احمد خاں صاحب بہادر بھی پیدا ہوئے یہ شخص ابتداء میں مولوی مخصوص اللہ صاحب نبیرہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خدمت میں آکر کسی قدر صرف و نحو سے آشنا ہوئے اور تعویذ گنڈے بھی سیکھے، لیکن جب یہ نسخہ نہ چلا تو گورنمنٹ برٹش کی طرف رجوع کیا، اور اپنی لیاقت خداداد سے کوئی اچھا عہدہ بھی پایا۔ پھر تو پکے وہابی قبیح مولوی اسماعیل صاحب ہو گئے۔“

ذرا اخیر کے جملوں کو چشمہ لگا کر دیکھئے۔ سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے کہ مولوی اسماعیل صاحب کو وہابی کہا، لفظ وہابی کی تفسیر قبیح مولوی اسماعیل صاحب کے لفظ سے ہی قابل غور و فکر ہے۔ فرمائیے کہ آپ کے مسلم مولانا نے مولوی اسماعیل کو بدنام کرنے کے لیے کہا یا حقیقت بیان کر دی۔ جب آپ کے مانے ہوئے مولانا نے یکے از فضلاء دیوبند انھیں وہابی کہہ رہے ہیں تو ہم اہل سنت و جماعت اگر انھیں وہابی کہیں تو گالی ہو جائے گی اور بدنام کرنے کے لیے ہو جائے گی۔

روحی صاحب فرمائیے کیا حال ہے آپ کا ذرا نبض پر ہاتھ رکھ کر کے جلد دیکھ لیجئے اور سورہ یسین جلد پڑھوا لیجئے کہ آپ کے مولانا عبدالحق صاحب نے آپ کی ساری تحریر اور سارے پروپیگنڈے کا جواب ایک ہی لفظ میں دے دیا۔

اتهام والزام

جناب روحی صاحب آپ نے سید احمد بریلوی کا ذکر کرتے کرتے اور اپنے الفاظ میں ان کے ذہین ہونے، ان کی علمی ترقی کی رفتار کے تیز ہونے کا گیت

گا کہ حضرت مولانا فضل رسول صاحب پر یہ تہمت لگائی کہ انھوں نے سید صاحب کو جاہل محض بتایا۔

حیات طیبہ مرزا حیرت کے م ۱۷۱ میں ہے۔

بزرگ سید احمد یحیٰی میں اپنے غیر معمولی سکوت کی وجہ سے پرلے درجہ کا غبی مشہور ہو گیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ اسے تعلیم دینا بے سود ہے کبھی کبھار آئے جائے گا نہیں۔

م ۱۷۲ میں ہے۔

”یہ ہی کیفیت بعینہ بزرگ سید احمد کی تھی کہ جب وہ ایک ایک جملہ کو گھنٹوں چبے جاتا تھا، تب کہیں کسی قدر یاد ہوتا تھا اور دوسرے دن تماشا یہ ہوتا تھا کہ وہ بھی چو پٹ جب یہ کیفیت ہوئی تو والدین اور میاں جی کی تنبیہ بڑھنے لگی اور گھر کی جھڑکی آنکھیں نکالنے سے گزر کر مار پیٹ پر نوبت پہنچ گئی۔ اس سے بھی والدین کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ جب انھوں نے یہ دیکھا کہ قدرتی طور پر اس کے دماغ میں قفل لگ گیا ہے اور یہ کسی طرح کی تنبیہ سے بھی نہیں پڑھ سکتا تو ناچار ہو کے پڑھنے سے اٹھالیا“

فرمائیے جناب روحی صاحب آپ کے ذہن یہ ہی ہیں اور یہ ہی علمی ترقی کی تیز رفتاری ہے۔ اور فرمائیے کہ حضرت مولانا بدایونی نے جو جاہل لکھا تو کیا غلط لکھا۔ آپ کو شرم آنا چاہیے اور سنئے آپ کے قاتل ثانی اسماعیل دہلوی خود اقرار کر رہے ہیں کہ سید صاحب بے پڑھے لکھے رہے، دیکھئے صراط مستقیم۔

”آپ کی لوح فطرت علوم رسمہ کے نقش اور تحریر و تقریر کے دانشمندی کی راہ و روش سے خالی تھی۔“

فرمائیے۔ لفظ جاہل ان پڑھ اتنی لمبی چوڑی خوبصورت عبارت کا شارٹ

ہے یا نہیں، اور جو حضرت بدایونی نے فرمایا وہ بھی آپ کے اسماعیل دہلوی نے کہا
”یا نہیں“

دارالعلوم دیوبند

یہ نمبر ص ۸۹ سے عنوان (دارالعلوم دیوبند اور اس کی گراں بہا خدمات) کے ماتحت شروع ہوا اور ص ۱۰۴ پر ختم ہو گیا۔

زیر عنوان (دارالعلوم دیوبند کا قیام) آپ نے اس کے قیام اور اس کی تعلیمی خدمات اور اس کے طلبہ کے گوشوارہ کا ذکر کیا۔ پھر فضلاء دارالعلوم دیوبند کے زیر عنوان آپ نے لکھا:-

”علم و عمل کی سادگی، بے تکلفی، جفاکشی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اس جماعت کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ غرض دارالعلوم کی آغوش تعلیم و تربیت سے چودہ ہزار سے زائد علماء و فضلاء پیدا ہو چکے ہیں جو اسلام کا کلمہ بلند کرنے کے لیے دنیاۓ اسلام کے بیشتر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اسلامی تعلیمات کے قندیل روشن کئے ہوئے ہیں ان میں صاحب درس و افتا بھی ہیں اور مصنف و مبلغ بھی، امراض روحانی کے معالج بھی ہیں اور امراض جسمانی کے طبیب بھی واعظ بھی ہیں اور ادیب بھی۔“

پھر ناموں کی ایک فہرست لکھنے کے بعد لکھا:-

علم کے ”جیسے علماء جو آفتاب و ماہتاب ہیں اسی درس کے فیض یاب اور اسی مے خانہ کے جرعه نوش ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جو اپنے فضل و علم، درس و تدریس، رشد و ہدایت، دعوت، تبلیغ سیاسی، قیادت اور تصنیفی اور صحافتی کمالات کے باعث دنیاۓ اسلام سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔“

جناب روحی صاحب۔ یہ سب کچھ صحیح، مگر اس کو کیا کیا جائے کہ آپ کے

دارالعلوم دیوبند کی تعلیم اور فضلاء دیوبند کے دلی جذبے اور اعتقادی رجحانات وہ ہی ہیں جو ابن عبد الوہاب نجدی عربی وہابی کے اور مولوی اسماعیل دہلوی ہندی وہابی کے۔

ثبوت ملاحظہ ہو

آپ کے فضلاء دیوبند کے مقتدائے دوم معلم ثانی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں۔

”محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں اور ان کے عقائد عمدہ ہیں“ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۷)

غور فرمائیے کہ محمد بن عبد الوہاب کے عقیدہ کو عمدہ کہہ کے اپنے رجحان قلبی سے مطلع کر دیا۔ اور لوگوں کو ان عقائد کے قبیح ہونے کی ترغیب دے کر اس طرف مائل کر دیا۔

یہ تو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں وہ ہی عقیدے اور خیالات ہیں۔ جو محمد ابن عبد الوہاب کے عقائد و خیالات ہیں جن کو اس نے کتاب التوحید میں جمع کر دیا ہے جن کو مولوی حسین احمد صاحب شیخ الحدیث دیوبند نے وہابیہ خبیثہ کہہ کر عقائد باطلہ خیالات فاسدہ کہا ہے۔

اور تقویۃ الایمان کے متعلق جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی تحریر فتاویٰ رشیدیہ ج اول ص ۱۱۵ میں یوں ہے:-

”اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لا جواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔“

یہ ہی جملے فتاویٰ میلاد ص ۲۱ پر ہیں اور اس پر حسب ذیل دستخط ہیں۔

مولوی محمد حسن، مولوی محمد علی رضا، مولوی محمد اسماعیل گنگوہی، مولوی امیر حسن
مولوی عنایت الہی، مولوی احمد علی۔

تقویۃ الایمان کو جب عمدہ کتاب کہا اس کا رکھنا، پڑھنا، عمل کرنا عین اسلام
بتایا تو صاف مطلب یہ ہوا کہ اس میں لکھے ہوئے خیالات و عقائد عمدہ اور اچھے
ہیں اور عقائد وہ بھی ہیں جو ابن عبدالوہاب کے ہیں وہابیوں کے ہیں۔ پس تقویۃ
الایمان کی ترغیب عقائد وہابیہ کی ترغیب ہوئی ثابت یہ ہوا کہ فضلاء دیوبند کے
رجحانات بالکل ابن عبدالوہاب کے رجحانات ہیں۔

یہ تو اجمالی اور اصولی ثبوت ہے تفصیلی درکار ہو تو مسئلہ غیب، تصرفات،
استمداد، نماز، یارسول، فاتحہ، عرس گیارہویں، میلاد و قیام، نذر و نیاز کے متعلق
جو کچھ کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان میں ہے وہ ہی فضلاء دیوبند کے فتاویٰ
میں ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ میلاد، فتاویٰ امدادیہ، براہین قاطعہ وغیرہ
تصنیفات فضلاء دیوبند ملاحظہ کر لیجئے غرضیکہ دیوبندیت وہابیت و اسماعیلیت
کا پورا لباس ہے۔

علاوہ بریں

دارالعلوم کے بانی مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس میں
حضور کی خاتمت زمانیہ پر حملہ کیا اور حضور کا باعتبار زمانہ آخری نبی ہونا عوام کا
خیال ٹھہرایا، ملاحظہ ہو ص ۳۔

صہو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی
ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی
ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر
مقام مدح میں لیکن رسول اللہ خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا

”ہے۔“

پھر خاتمیت زمانہ کو عوام کا خیال بتا کر اپنی طرف سے ایک قسم خاتمیت مرتبی کی ایجاد کی جس کی طرف ان کا یہ قول اشارہ کر رہا ہے۔

”پھر ایک مراد ہو تو شایان شان محمد ﷺ خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی

(ص ۸)“

پھر خاتمیت مرتبی پر زور دیتے ہوئے حضور کے زمانہ ہی میں وجود نبی دیگر کی

تجویز پیش کر دی ملاحظہ فرمائیے ص ۱۴

”اور اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین یا کسی اور

زمین میں یا آسمان میں کوئی اور نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا

محتاج ہوگا اور اس کا سلسلہ نبوت بہر طور آپ پر ختم ہوگا۔“ اور اسی پر یہ تفریع بھی

کی ملاحظہ ہوں ایضاً

”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا

خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“

پھر اور آگے بڑھے اور کہا ص ۲۸

”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی

میں پھر کچھ فرق نہ آئے گا۔“

اور مولوی رشید احمد صاحب و مولوی خلیل احمد صاحب نے تو غضب ہی ڈھا

دیا اور خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر بتا دیا اور کذب باری تعالیٰ کو ممکن ٹھہرا دیا۔

ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ، ج ۱ ص ۳۵

”مگر ما امکان کذب بہ ایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اس

کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر با اختیار خود اس کو وہ نہ کرے گا یہ عقیدہ بندہ کا ہے“ اور

ملاحظہ ہو براہین قاطعہ ص ۲۔

”امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا۔ بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں۔“

پھر ص ۳ میں کہا۔ ”اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے“

مولوی خلیل احمد امپٹھوی نے حضور کے علم محیط زمین کو شیطان کے علم سے کم ٹھہرایا۔ شیطان کے لیے نص سے ثابت اور ایمان بتایا اور حضور کے لیے غیر ثابت اور شرک کہا۔ ملاحظہ ہو براہین قاطعہ ص ۵۱

”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس قاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“

اور حضور کو علماء دیوبند کا اردو بولنے میں شاگرد ٹھہرایا۔ ملاحظہ ہو براہین قاطعہ

ص ۲۶

ایک صالح فخر عالم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں فرمایا جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا مظلوم ہوا۔“

مولوی اشرف علی تھانوی نے تو حد ہی کر دی اور حضور کے علم غیب کو زید عمر بچے پاگل جانور چوپایوں کے علم جیسا ٹھہرایا۔ ملاحظہ ہو حفظ الایمان ص ۸

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو

دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس علم غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے حاصل ہے۔“

جناب روحی صاحب یہ تو چند نمونے ہیں ورنہ دیوبندی خیالات و عقائد میں اس سے کہیں زیادہ مسالہ موجود ہے۔

فرمائیے آپ کے فضلاء و اراکین العلوم دیوبند کی یہ ہی تعلیم و تربیت ہے یہ ہی کلمہ اسلام کی سر بلندی ہے۔ یہ ہی قندیل اسلام کا روشن کرنا ہے۔ یہ ہی امر بالمعروف نہی عن المنکر ہے یہ ہی علم و فضل ہے یہ ہی رشد و ہدایت ہے یہ ہی دعوت تبلیغ ہے۔ یہ ہی علاج امراض روحانی ہے۔ یہ ہی وعظ ہے یہ ہی ادب ہے۔ کہ کوئی حضور کے ختم زمانی کو بگاڑ کر نئی دیگر کی تجویز پیش کر دے اور مدعیان نبوت کے لیے دروازہ کھول دے۔ کوئی خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر بتائے اور امکان کذب کو عقیدہ اسلام ٹھہرا لے۔ کوئی حضور کو علماء دیوبند کا شاگرد کہے کوئی شیطان کے علم سے حضور کے علم کو کم مانے۔ کوئی بچے پاگلوں اور جانور چوپایوں ایسا حضور کا علم غیب قرار دے۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا کار پغلاں خراب خواہد شد

روحی صاحب آپ نے بھی قلم اٹھایا تو کس موضوع پر، زور تحریر دکھایا تو کس بحث میں جہاں نیکی و صلاح کا نام و نشان نک نہیں۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ آپ فرمائیں۔

”اب ہم علمائے بریلی شریف کی تصنیفات سے چند اقتباسات پیش کریں گے جن کے ذریعہ سے انھوں نے ادارہ دیوبند کے علماء و فضلاء کو دہائی اور نہ جانے کیا کیا ٹھہرایا ہے۔“ ص ۱۰۴

حضرات علماء بریلی نے کیا کیا۔ صرف یہ ہی کہ آپ کے علماء و فضلاء دیوبند کے خیالات باطلہ و عقائد فاسدہ پر گرفتیں کیں۔ آپ کے فضلاء نے شان ربوبیت و درگاہ نبوت میں جو گستاخیاں کیں ان پر احکام شرعیہ سنا دیئے نہ آپ کے فضلاء یہ سب کچھ کرتے نہ علماء بریلی دار و گیر فرماتے۔

عقائد باطلہ کی تردید کرنے والے علمائے اہل سنت

آپ نے زیر عنوان (بریلی علماء کی کتابوں سے کفر کے چند اقتباسات) لکھا۔ ”سب سے اول ہم مولانا فضل رسول بدایونی کی کتاب سیف الجبار سے اقتباس پیش کرتے ہیں۔ مولانا فضل رسول صاحب نے مولوی اسماعیل شہید کو بہت سب و شتم کیا ہے اور ان کے طریق کے ماننے والوں کو فرقہ اسماعیلیہ اور دہابیہ کے نام دیئے ہیں اور ان حضرات کے خلاف افتراء کذب کا ایک طومار باندھ دیا ہے۔“ (ص ۱۰۳)

حضرت بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی اسماعیل کی تاریخ جو تلمبند کی ہے وہ سب و شتم نہیں، افتراء کذب نہیں بلکہ حقیقت ہے اور واقعیت، سیچے۔

جناب روحی صاحب آپ تو کل کی پیداوار ہیں اور مولوی اسماعیل دہلوی کی مدح و ثناء میں جن تاریخوں کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ پرسوں، ترسوں کی پیداوار ہیں انھوں نے جو کچھ لکھا وہ سب شنیدہ جیسا کسی نے کہا لکھ دیا اور یاد رکھیے کہ حضرت مولانا فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ اسی زمانہ میں تھے جس زمانہ میں مولوی اسماعیل دہلوی تھے، انھوں نے مولوی اسماعیل دہلوی کی ایک ایک حرکت ایک سکون، ایک ایک قدم تمام حالات، کوائف کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور یہ چیز طے شدہ ہے کہ شنیدہ کے یو دمانند دیدہ لہذا حضرت بدایونی نے جو کچھ لکھا وہ آپ کے حیرت اور مسعود عالم اور ابوالحسن ندوی وغیرہ کے لکھے ہوئے سے بہت زیادہ

قابل اعتبار و لائق وثوق ہے۔

حضرت بدایونی نے جب یہ دیکھ لیا کہ مولوی اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان کے ذریعہ ابن عبدالوہاب کے عقیدہ کی اشاعت کر رہے ہیں تو وہابی کہہ دیا کیا برا کیا اور وہ تو وہ آپ کے مسلم مولانا عبدالحق منیر تفسیر حقانی بھی تو مولوی اسماعیل کو وہابی قرار دے چکے ہیں۔ فرمائیے انھوں نے بھی کذب و افترا کا طومار باندھ دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

مولانا فضل رسول صاحب بدایونی کے بعد دیگر بزرگوں نے اپنی تمام زندگی مسلمانوں کو کافر بنانے میں صرف کردی اور ان کو مرتد ٹھہرایا۔ اور بدعات کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ ہر بدعت کو سنت ثابت کیا۔ تیجہ دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی، عرس، فاتحہ، علم فیہ، مردوں سے مدد مانگنا۔ صلوٰۃ خوشیہ ادا کرنا۔ غرض اسی قسم کے مسائل پر چار چار چھ منہ کے رسالے لکھے۔

جناب روحی صاحب محمد ابن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی اور آپ کے فضلاء دیوبند نے اپنی تمام زندگی مسلمانوں کو کافر مشرک۔ بدعتی بنانے میں صرف کردی اور عقائد وہابیہ کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ ہر امر مباح جائز کو بدعت ثابت کیا۔ معمولات اہل سنت تیجہ۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ برسی عرس فاتحہ اولیاء اللہ سے مدد مانگنے۔ ندائے یار رسول اللہ کو حرام اور ناجائز قرار دیا اور فتاویٰ رشیدیہ، براہین قاطعہ، فتاویٰ امدادیہ، تعلیم الاسلام، تقویۃ الایمان، رسالہ میکروزی، مایۃ مسائل وغیرہ رسالے لکھ مارے۔ علماء اہل سنت کے لکھے ہوئے رسالوں کے اگرچہ چار چار چھ منہ کے تھے جواب نہ دے سکے۔ بغلیں جھانکنے لگے۔ منہ چھپانے لگے۔ مناظروں کی نوبت آئی تو کہیں روپوش ہو گئے کہیں پولیس کی مدد سے جان بچائی۔

آپ لکھتے ہیں۔

”ان لوگوں نے مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی خلیل احمد صاحب امیٹھوی۔ مولوی اسماعیل شہید۔ مولانا اشرف علی تھانوی کو خاص طور سے مرتد اور کافر ٹھہرایا۔“

جناب روحی صاحب آپ کو بڑا دکھ ہوا۔ بڑا رنج پہنچا۔ مگر جب مولوی قاسم صاحب نے حضور کی ختم زمانی پر حملہ کیا تو آپ کو کچھ دکھ پہنچایا نہیں۔ خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر بتایا۔ شیطان کے علم سے حضور کے علم کو کم ٹھہرایا۔ جانور چوپایوں ایسا کہا تو آپ کو کچھ رنج ہوا یا نہیں۔ جناب الوہیت، جناب رسالت کا کچھ لحاظ نہیں کہ آپ کے فضلا تو ہیں کریں اور آپ کے منہ سے آدھا کلمہ نہ نکلے۔ بلکہ مدح و ستائش پر آمادہ رہیں اور ان توہین کرنے والوں کو علماء اہل سنت کچھ کہیں تو آٹھ آٹھ آنسو آپ رونے لگیں۔ ٹسوے بہانے لگیں۔ ان کا اس قدر لحاظ و پاس۔

جناب روحی صاحب خدا کا شکر ادا کیجئے کہ علماء بریلی کے ہاتھ میں صرف قلم تھا۔ صرف جہاد بالقلم سے کام لیا۔ اگر زمانہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا ہوتا یا حضرت عاصم کا تو جہاد بالسیف سے کام لیا جاتا کہ شریعت مطہرہ میں توہین جناب الوہیت و شان نبوت کی یہ ہی سزا ہے۔

جناب روحی صاحب مرنے والے ہیں۔ خدا کو منہ دکھانا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے پوچھا کہ تم نے ہماری اور ہمارے رسول کی جناب میں گستاخی کرنے والوں کی حمایت کی، طرفداری کی، ان کی مدح کے خطبے پڑھتے رہے۔ صاحب رشد و ہدایت اور معالج امراض روحانی سمجھتے رہے اور جن ہمارے بندوں نے حق بات کہی ان پر گرفتیں کیں ان کو آنکھیں دکھاتے رہے۔ برا کہتے رہے۔ کہو کیا جواب ہے روحی صاحب کیا جواب دو گے، جواب کیا دو گے۔ فیہم الذی کے مصداق ہو جاؤ گے

فضلاء دیوبند کی اس قدر پاسداری اور جناب الوہیت و درگاہ رسالت سے اس قدر بے اعتنائی۔

تقویۃ الایمان

آپ نے اس عنوان کے ماتحت حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مبارک۔

”کتاب التوحید کا ترجمہ ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی نے کیا جس کا نام تقویۃ الایمان رکھا اور ہندوستان میں اسی نے وہابیت پھیلائی۔ ان وہابیہ کا ایک بڑا عقیدہ یہ ہے کہ جو ان کے مذہب پر نہ ہو وہ کافر اور مشرک ہے۔“
نقل کر کے کہا ”یہ سراسر الزام ہے۔“

الزام نہیں ہے حقیقت ہے یا نکل درست ہے بے شک تقویۃ الایمان کتاب التوحید کا ترجمہ ہے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے تو اس کی اشاعت وہابیت کی اشاعت ہے اور بے شک ان وہابیوں کا یہ ہی عقیدہ ہے کہ جو ان کے عقیدہ پر نہ ہو وہ کافر و مشرک ہے۔ آپ کے مولوی ظیل احمد صاحب بحوالہ علامہ شامی اور مولوی حسین احمد دونوں نے ان کے اس عقیدہ کا اقرار کر لیا ہے، کیوں صاحب جو بات آپ کے فضلاء دیوبند فرمادیں اور اسی کو دوسرے لوگ کہہ دیں تو دوسروں کا کہنا سراسر الزام۔ بہتان ہو جائے گا۔ اگر الزام و بہتان کی دفعہ لگانا ہے تو دونوں پر کہ وہ دونوں ایک مقولہ کے قائل ہیں اور اگر ایک پر نہیں تو دوسرے پر بھی نہیں۔

آپ نے یہ عبارت بھی بطور طعنہ و الزام نقل کی ہے۔

”اس مذہب کا رکن اعظم اللہ تعالیٰ کی توہین اور محبوبان خدا کی تذلیل ہے ہر امر میں وہ ہی پہلو اختیار کریں گے جس سے منصفہ نکلتی ہو۔“

کیا غلط فرمایا۔ آپ کے مولوی حسین احمد صاحب نے بھی تو یہ ہی لکھا ہے۔

”(۴) شان نبوت و حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ

نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔“

نوٹ:

یہ عبارت گذشتہ اوراق میں بحوالہ صفحہ و کتاب نقل کی جا چکی ہے۔

جناب روحی صاحب اگر آپ برائہ مانیں تو تقویۃ الایمان سے دو ایک

عبارتیں سنا دوں دیکھئے ص ۱۰۰ پر لکھا۔

”ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چھارے بھی ذلیل ہے“

اور بڑے مخلوق کی تفسیر خود اس عبارت میں کر دی۔

”ہر بندہ بڑا ہو یا چھوٹا نبی ہو یا ولی سوا اس کے کہ اللہ سے مانگے۔“ الخ ص

۲۵

تو پہلی عبارت میں بڑا مخلوق انبیاء و اولیاء کو چھارے بھی ذلیل کہا اور وہ بھی

اس انداز سے جس سے ظاہر ہے کہ چھارے کی تو کچھ عزت ہے اور یہ بالکل ذلیل۔

اور دیکھئے ص ۱۰۴۔

”اللہ کی شان بہت بڑی ہے سب اولیاء انبیاء اس کے روپر و ایک ذرہ ناچیز

سے بھی کمتر ہیں۔“

یہاں بھی وہ ہی انداز ہے کہ ذرہ ناچیز تو کچھ ہے مگر یہ کچھ نہیں اور صاف

صاف انبیاء اولیاء کا لفظ استعمال کیا۔ اور دیکھئے ص ۲۹

”اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں“ اور دیکھئے ص ۴۳

انبیاء، اولیاء، امام، امام زادے، پیرو شہید یعنی جتنے اللہ کے مغرب بندے

ہیں وہ سب انسان ہیں اور ہمارے بھائی بھی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے

بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا

حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں“

اور یہ تقویۃ الایمان کی عام بولی ہے کہ وہ عاجز ہیں مجبور ہیں نادان ہیں بے خبر ہیں اور جتنی آیتیں اللہ تعالیٰ نے جنوں کے زبوں حالی میں نازل فرمائیں ان سب کو حضرات انبیاء اور اولیاء پر محمول کیا۔

اور سن لیجئے اور ملاحظہ کیجئے صراط مستقیم ص ۸۷

”اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔“

جناب روحی صاحب دیکھے آپ نے اپنی تقویۃ الایمان کے گلچھرے کہ کس کس طرح تو بہتی کلمات استعمال کئے جا رہے ہیں ایسی ہی کتاب کے لیے آپ اپنا درد ظاہر فرما رہے ہیں افسوس صد افسوس۔

اسی طرح حضرت محمد میاں صاحب مارہروی اور حضرت مولانا احمد یار خاں صاحب اوجھیا نوی اور فقیر نے ”تہافت الوہابیہ“ میں اور جناب مولانا محبوب علی خاں صاحب نے ”الصوام المحمدیہ“ میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب حرف بہ حرف صحیح و درست ہے اور مدلل و میرین ہے۔ اور وہ تو فقیر کی کتاب تہافت الوہابیہ ہی کے لفظ لفظ اور اس کے استدلال کا ذرا محققانہ انداز سے جواب ہی لکھ دیجئے۔ ہے ہمت۔ جناب روحی صاحب آپ نے زیر عنوان (یہ فروعی اختلاف ہیں) یہ لکھا۔ ”ہم مسلمانوں سے خدا کا واسطہ دے کر اہل کرتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ اکابرین علماء کو گالیاں دینا اور ان کو کافر ٹھہرانا ان کو مرتد ظالم اور بد مذہب ٹھہرانا کہاں کا اسلام ہے۔ اگر فروعی مسائل میں اختلاف ہے تو اس کے یہ معنی یہ ہیں کہ اسلام سے خارج ہو گئے۔“ ص ۱۱۴

سنئے۔ ہمارا اختلاف فروعی مسائل میں بھی ہے اور اصولی مسائل میں بھی ہم اہل سنت نے فروعی مسائل میں کسی کو کافر و مرتد نہیں کہا ہے۔ ہم مذہب و افتا کی نوک اور پلک کو جانتے ہیں یہ آپ کا محض بہتان ہے کہ ہم نے فروعی مسائل کے

سلسلہ میں کافر و مرتد کہا۔ اور اب پھر سن لیجئے کہ فاتحہ و میلاد کا انکار عرس و گیارہویں کا انکار، قیام میلاد کا انکار۔ جو از عدائے یار رسول اللہ کا انکار، امداد کا انکار، ماکان و مایکون کے تمام جزیات کے علم حضور کا انکار نہ کفر ہے نہ ارتداد۔

ہاں اصولی مسائل میں بے شک کفر کا فتویٰ دیا گیا۔ آپ ہی بتائیے کہ خدا کے لیے امکان کذب کا قائل ہونا، ختم زمانی کا انکار، حضور کے علم سے شیطان کے علم کو زیادہ بتانا۔ بچوں پاگلوں۔ جانور چوپایوں کے ایسا علم قرار دینا کیا توہین نہیں۔ استخفاف نہیں، کفر نہیں، ارتداد نہیں اور کیا یہ مسائل بھی آپ کے نزدیک فروعی مسائل ہیں۔ جناب روحی صاحب آپ کو یہ بھی خبر نہیں کہ فروعی مسائل کسے کہتے ہیں اور اصولی مسائل کسے کہتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ ذات و صفات باری تعالیٰ اور ذات و صفات نبی سے تعلق رکھنے والے مسائل اصولی مسائل ہیں۔

شریعت مطہرہ نے جو ان کی تفصیل پیش کی ہے اس میں ذرہ برابر کی ایمان کو نقصان دہ ہے۔

جناب مولانا محمد عمر صاحب نعیمی کی جو عبارت آپ نے اپنے مدعا کے ثبوت میں سواد اعظم سے نقل کی اس کو آپ سمجھے ہی نہیں انھوں نے صرف فروعی مسائل کے اختلاف کو ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ان کی آخر عبارت میں یہ لفظ ہیں۔ ”لیکن بعض عقائد میں اور بعض فروعی مسائل میں ان کو ایسا تشدد ہے“ جس میں دونوں قسم کے اختلاف کو بتایا۔ عقائد میں بھی اور فروع میں بھی۔ حیرت ہے کہ آپ نے خود عبارت نقل کی اور خود نہ سمجھے اور اختلاف کو صرف فروعی مسائل پر محمول کیا اور غلط بیانی سے کام لیا۔

جس خط کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں بھی مسئلہ اذان ثانی کا ذکر ہے اور وہ صرف فروعی مسائل سے ہے۔ نہ اس میں کسی کی تکفیر کا ذکر ہے نہ ارتداد کا، جناب روحی صاحب معلوم ہوتا ہے کہ آپ لکھتے لکھتے ایسے گھبرا گئے کہ عبارتوں

سے اخذ مطالب بھی نہیں کر سکتے اور الٹ پلٹ۔ نتیجہ اخذ کرنے لگے۔ خدا خیر کرے۔

آپ نے ص ۱۰۸ پر لکھا۔

ان بزرگوں کی کتابوں سے عبارات کو قطع و برید کر کے اور ان کو غلط سلسلہ معنی پہنا کر بدنام کیا۔“

جناب روحی صاحب۔ یہ بحث ذرا ٹھنڈے دل سے ملاحظہ فرمائیے تاکہ آپ کی قطع و برید کا حال معلوم ہو جائے۔

دیکھئے جناب جب کوئی مصنف کوئی رسالہ یا کتاب لکھتا ہے تو اس میں کچھ مقدمات ہوتے ہیں کچھ تقریبات ہوتی ہیں کچھ دلائل ہوتے ہیں۔ اصلی مقاصد اور نتائج کلام۔ کتاب کی اصل چیز صرف مقاصد اور نتائج ہیں۔ باقی سب زوائد، بحث ”جب کی جاتی ہے تو پہلے مقاصد و نتائج پر اگر ابتدائی مقاصد و نتائج غلط ہوں تو پھر مقدمات و دلائل پر گفتگو نہیں کی جاتی۔ شریعت مطہرہ کا قانون ہے کہ دعویٰ اگر اپنے شروط میں پورا نہ ہوا تو اول ہی دفعہ خارج ہو جاتا ہے نہ یہ کہ گواہیاں وغیرہ کے بعد خارج ہو۔

جب سو دو سو ہزار دو ہزار کلمات پر مشتمل کتاب میں سے اصل مقاصد و نتائج لیے جائیں گے تو چند ہی جملے ہوں گے اور آگے پیچھے سے منقطع ہوں گے یہ قطع و برید قابل الزام و اتہام نہیں۔ اس لیے کہ اس نے اصل مقصد کے الفاظ میں قطع و برید نہیں کی ہے۔ بلکہ مقاصد کو مقدمات اور تقریبات و شواہد سے الگ کر دیا ہے کہ ضرورت صرف مقاصد کی ہے۔ سمجھے روحی صاحب۔

علماء اہل سنت نے تحذیر الناس۔ براہین قاطعہ، حفظ الایمان، تقویۃ الایمان وغیرہ میں سے جو عبارتیں نقل کی ہیں وہ صرف اصل مقاصد اور نتائج کی ہیں ان میں کوئی قطع و برید نہیں۔ ہاں وہ عبارتیں مقدمات و شواہد و تقریبات سے ضرور جدا

ہیں اور ان کی ضرورت بھی نہیں۔ ہم نے تحذیر الناس سے جو عبارتیں مختلف صفحات سے نقل کی ہیں۔ وہ سب مل کر ایک ہو کر کفر نہیں بنی ہیں بلکہ ہر ایک عبارت مستقل کفر ہے۔ اسی طرح براہین قاطعہ سے جو عبارت نقل کی ہے۔ وہ ان کے کلام کا نتیجہ ہے جس پر لفظ الحاصل دلالت کرتا ہے اسی طرح حفظ الایمان سے جو عبارت نقل کی ہے وہ مستقل ایک مقصد ہے ان کی عبارتوں میں کوئی مذموم قطع و برید نہیں یہ آپ کا قطع و برید کا لفظ استعمال کرنا محض سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہ اور بدظن کرنے کے لیے ہے۔

رہا ان کے معنی غلط سلسلہ۔ تو جناب وہ عربی نہیں، انگریزی نہیں، جرمنی نہیں روسی نہیں، اردو ہے اردو۔ اور اہل زبان ہونے کی حیثیت سے ہم ان کو خوب سمجھتے ہیں وہ کوئی جناتی زبان نہیں جو سمجھ میں نہ آئے۔ اور اگر واقعی اس میں کوئی اور پہلو بھی نکل سکتا ہے اور غلط سلسلہ معنی بھی ہو سکتے ہیں تو ایسی جناتی زبان کے استعمال کی ہی کیا ضرورت تھی صاف صاف اردو بولنا چاہیے۔ اور وہ بھی جناب الوہیت و درگاہ رسالت میں۔

جناب روحی صاحب آپ سمجھے نہیں۔ جب ان عبارتوں کے مصنفین کے دلوں میں اس خبیث اور توہین آمیز مضمون کا خیال آیا تو قدرت کی طرف سے یہ تازیانہ پہلے ہی لگا کہ صاف صاف اردو میں جس میں ایک پہلو کے سوا دوسرا پہلو ہی نہ نکل سکے لکھوادیا اور لکھنے والے کو اس وقت پتہ نہ لگا کہ میں کیا کہہ گیا۔ جب علمائے اہل حق نے گرفت کی تو آنکھیں کھلیں ہوش آیا اور بجائے اس کے کہ جلدی سے ان کلمات کو بقاعدہ شرعیہ واپس لے لیتے لگے تاویلیں اور ایرہ پھیر کرنے انہوں نے سمجھا کہ اگر ہم نے واپس لیا تو ہمیشہ کے لیے عزت خاک میں مل جائے گی، اور سارے علم و فضل کا کٹا ہو جائے گا۔ مسلمانوں کے نزدیک ہمیشہ کے لیے ذلیل ہو

جائیں گے اس لیے ایر پھیر پر ٹھہری کہ کچھ نہ کچھ تو ہم نوار ہیں گے اور پاکستان میں مولوی روجی صاحب ہی کچھ حمایت کر کے مسلمانوں کو بے وقوف بنالیں گے۔
مسلمانوں کی تکفیر

آپ نے اس عنوان کے ماتحت لکھا۔

”ان حضرات کو تو کفر کی گردان کے سوا اور کچھ یاد ہی نہیں۔ لیکن ان کو یہ نہیں معلوم کہ غیر کافر کو کافر کہنا خود کو کافر کہنا ہے۔“

جی ہمیں یہ بھی معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ کافر کو کافر سمجھنا اور اس کے کفر پر اطلاع پاتے ہوئے مسلمان جاننا یہ بھی کفر ہے۔ فقہ و کلام کا قاعدہ کلیہ ہے۔ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ جو کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو یہ دھنوں میں سے کسی کو ضرور گھیر لیتا ہے جس کو کافر کہا وہ اگر کافر ہے تو وہ کافر ہے ورنہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ اور ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ اگر کسی کے قول میں ننانوے پہلو کفر کے ہوں اور ایک پہلو اسلام کا تو اس ایک پہلو ہی کا لحاظ کیا جائے گا اور مسلمان رہے گا فتویٰ دیا جائے گا اور ان ننانوے پہلوؤں کی پروا نہ کی جائے گی۔

ان سب چیزوں کے علم ہوتے ہوئے علمائے اہل سنت نے ان پر جن پر کفر کا فتویٰ دیا جانا چاہیے فتویٰ دیا ہم دودھ پیتے بچے نہیں۔ ہم کو سبق نہ پڑھائیے کہ ان کو یہ نہیں معلوم کہ غیر کافر کو کافر کہنا خود کو کافر کہنا ہے۔

اے جناب روجی صاحب آپ اپنے فضلاء دیوبند میں سے ایک فاضل جناب مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی کا فتویٰ بھی سن لیجئے۔ ملاحظہ کیجئے ان کی کتاب اشد العذاب ص ۵۔

”بخلاف اس بد نصیب کے کہ جو نماز و روزہ بھی ادا کرتا ہے اور تبلیغ اسلام

میں ہندوستان ہی میں نہیں تمام یورپ کی خاک بھی چھانتا ہو بلکہ فرض کرو کہ اس کی سعی اور کوشش سے تمام یورپ کو اللہ تعالیٰ حقیقی اسلام و ایمان بھی عنایت فرما دے مگر اس دعوے اسلام و ایمان اور کوشش وسیع کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو گالیاں دیتا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یعنی آخر الانبیاء نہ جانتا ہو، اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ جھوٹا جانتا ہو۔ جھوٹ بولنا اس کی عادت بتاتا ہو (یہاں تک کہ کہا) اور ضروریات دین سے انکار کرے وہ قطعاً یقیناً تمام مسلمانوں کے نزدیک مرتد ہے کافر ہے۔“ پھر صفحہ ۹ پر لکھا۔

”جیسے کسی مسلمان کو اقرار تو حید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بتا دیا۔ اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بتا دیا حالانکہ کفر کفر ہے اور اسلام اسلام ہے اس لیے اس کو خوب اچھی طرح (اے جناب روحی صاحب) سمجھ لیں اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں حالانکہ احتیاط یہ ہی ہے کہ جو منکر ضروری دین ہوا سے کافر کہا جائے۔“

اے جناب روحی صاحب اپنے اس فاضل کی تحریر کی روشنی میں اپنی نصیحت کے جملوں کو ملاحظہ کیجئے اور شرمندہ ہو جائے۔

اور اے جناب روحی صاحب۔ آپ نے غلط کہا کہ ان کو کفر کی گردان کے سوا اور کچھ یاد نہیں، ہمیں واقعی کفر کی گردان یاد نہیں اور خدا کرے کہ ہمیں یاد نہ ہو۔ ہاں ہمیں تکفیر کی گردان البتہ یاد ہے اور کفر کی گردان آپ کے دوست نجدی اور یار اسماعیل دہلوی اور احباب فضلاء دیوبند ہی کو یاد ہے کہ جنہوں نے فردی مسائل میں بھی مسلمانوں کو کافر و مشرک بتایا۔

جناب روحی صاحب آپ صرف سے تو واقف ہیں نہیں جو تکفیر اور کفر میں

فرق کر سکیں اسی وجہ سے آپ تکفیر کے موقعہ پر لفظ کفر اور کفر کے موقعہ پر لفظ تکفیر بولتے ہیں۔ ہم سے سیکھے لفظ کفر ثلاثی مجرد ہے جس کے معنی ہیں کفر کرنا اور لفظ تکفیر ثلاثی مزید ہے جس کے معنی ہیں کفر کرنے والے کو کافر کہنا یا سمجھنا۔ لہذا کفر تو برا ہے اور تکفیر کافر مطلوب شرع ہے۔ آپ کے فضلاء دیوبند نے کفر کیا کفر کی گردان گردانی۔ ہم نے کفر کا فتویٰ دیا تکفیر کی۔

تکفیر کا مرتبہ کفر کے بعد ہے جس طرح ثلاثی مزید کا درجہ ثلاثی مجرد کے بعد ہے۔ اگر کسی لفظ کا مجرد نہ ہوگا مزید بھی نہ ہوگا۔ اسی طرح آپ کے فضلاء میں کفر نہ ہوتا تو علماء اہل سنت کی جانب سے تکفیر نہ ہوتی۔ ادھر سے کفر ہوا ثلاثی مجرد پایا گیا تو ادھر سے تکفیر ہوئی ثلاثی مزید آپ کے سامنے آیا۔ حضرت شاہ نوری میاں صاحب قدس سرہ نے یہ بھی فرمایا کہ مراسم را کافر گفتن از قتل کردن او ہم بدتر است "مسلمان کو کافر کہنا قتل کرنے سے بدتر ہے۔ علمائے اہل سنت نے کسی مسلمان کو کافر نہ کہا۔ کافر کہا اس کو جس نے کفر کیا۔

دیکھئے آپ نے ص ۱۰۷ پر لکھا۔

"انھوں نے حاجی امداد اللہ مہاجر کی وغیرہ کے لیے کچھ نہیں لکھا ہے۔"

سمجھے آپ جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمتہ اللہ علیہ باوجودیکہ مولوی رشید احمد اور مولوی خلیل احمد اور مولوی اشرف علی تھانوی کے پیر ہیں۔ مگر علمائے اہلسنت نے بقول آپ کے انھیں کچھ نہیں کہا۔ علمائے اہل سنت معاذ اللہ کچھ سر پھرے تو ہیں نہیں کہ جس سے کفر نہ صادر ہو اس کو بھی کافر کہہ دیں حاجی صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ پر کیوں کفر کا فتویٰ دینے لگیں جب ان سے کوئی چیز صادر نہ ہوئی۔ علمائے اہلسنت کی احتیاط دیکھئے کہ پیر کی شان میں ایک لفظ استعمال نہیں کیا مگر اس قسم کے مریدوں پر کفر کے فتویٰ لگائے کیوں اس لیے کہ انھوں نے ایسا

ی کام کیا۔ جو جیسا تھا اس کے لیے ویسا ہی قدم اٹھایا۔

جناب روحی صاحب قاضی کے دربار میں جب کسی کا زنا یا چوری ثابت ہو جائے تو وہ اس کی سزا کا حکم دے گا، رجم یا کوڑوں کا استعمال ہوگا، ہاتھ کاٹا جائے گا تو یہ رجم اور کوڑوں کا استعمال، ہاتھ کاٹنا برا نہیں۔ برا ہے زنا کرنا۔ چوری کرنا۔ اگر ادھر زنا نہ ہوتا چوری نہ ہوتی تو ادھر یہ سزا نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر ادھر کفر نہ ہوتا تو ادھر تکفیر نہ ہوتی۔ تکفیر ایک قسم کی سزا ہے کفر کی اور سزا جرم پر مترتب ہوتی ہے جرم کرنے والا گرفتار ہوتا ہے سزا دینے والے پر لعن طعن نہیں کی جاتی ہے۔

جناب روحی صاحب علمائے اہل سنت کی تکفیر تو اس قدر حق اور صحیح ہے کہ جس کو آپ کے فضلاء دیوبند نے کھلے لفظوں میں تسلیم کر لیا۔ سیکے وہ ہی آپ کے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب اسی اشد العذاب میں ۱۳ میں کہتے ہیں۔

”اگر خاں صاحب (اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب) کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انھوں نے سمجھا تو خاں صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے جیسے علمائے دیوبند نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لیے اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے۔ تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر مرتد کہنا فرض ہو گیا۔ اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں تو وہ خود کافر ہو جائیں گے جو کافر کو کافر نہ کہے۔ وہ خود کافر ہے۔“

جناب روحی صاحب مسائل پر کچھ کہنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا تو شریعت اسلامیہ کے ان قوانین سے پہلے واقفیت ضروری تھی یہاں صرف پروفیسریت ہی سے کام نہیں چلتا، عقائد و فقہ کے جزئیات پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ اسی واسطے حرام قرار دیا گیا کہ بغیر کامل علم کے گفتگو کرے آپ نے بغیر علم کے ان مسائل میں

باتھ ڈالا آپ نے ایک فعل حرام کا ارتکاب کیا تو یہ کیجئے اور آئندہ ایسا قدم نہ اٹھائیے۔

باب ہفتم

آپ نے زیر عنوان (باب ہفتم انگریز دوستی اور بریلوی جماعت) سنی علماء پر دوسرے انداز سے نکتہ چینی کی ہے اور انگریز دوستی کا الزام لگایا ہے آپ فرماتے ہیں۔

”ان میں سے بعض علماء نے از اول تا آخر ملک و ملت کے مفاد سے ہمیشہ مخالفت کی ہے ہم نے پچھلے صفحات میں ان کا رویہ تحریک ولی اللہی تحریک، جہاد سید احمد شہید۔ مولوی اسماعیل شہید، انقلاب ۱۸۵۷ء کے متعلق دکھایا ہے کہ ان علمائے کرام نے کس کس طرح ان مقدس تحریکات کو نقصان پہنچایا اور انگریزوں کو خوش کیا۔“

جب ردی صاحب آپ کی کتاب آئینہ صداقت کی تو یہ عام بولی ہے کہ آپ نے علمائے اہلسنت پر بار بار یہ جملے کہے ہیں کہ انگریزوں کا ساتھ دیا اور ان انگریزوں کی دوستی میں وہابی کہہ کر بدنام کیا اور یہ غالباً اس لیے کہ انگریز سے ہر پاکستانی اور جدید ہندوستانی مسلمان متنفر ہو چکا ہے اس کے کردار سے عام بیزاری ہو چکی ہے اس لیے آپ نے اس سے فائدہ حاصل کیا کہ اس کا نام سنتے ہی اور یہ معلوم کرتے ہی کہ فلاں فلاں نے انگریز کا ساتھ دیا تھا ہر مسلمان اس سے متنفر ہو جائے گا۔ اچھا کیا آپ نے اس موضوع کو ترک نہ فرمایا حقیقت واضح ہو جائے گی سبھی جناب۔

انگریز سے دوستی کس نے کی مولوی اسماعیل دہلوی نے اور پیر جی سید احمد صاحب نے، دونوں نے انگریزوں پر عدم جہاد کا فتویٰ دیا اور یہاں تک کہا جو ان

سے لڑے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان سے لڑیں۔ ہم ان کی رعایا ہیں ان کی حکومت میں ہمیں امن ہے ان کی دعوتیں اثرائیں سات سات ہزار کی ہتھیاں وصول کیں انگریز سے تحلیہ میں دود گھٹنے باتیں کیں فرمائیے یہ انگریز دوستی آپ کے شہیدین نے کی یا بریلوی جماعت نے۔ بریلوی جماعت کے مولانا فضل امام اور مولانا عبدالحق اور مولانا عنایت علی مصنف علم الصیغہ نے مخالفت کا جذبہ پیدا کیا اور انگریز سے جہاد کی تیاری کی تو آپ کے شہیدین نے عدم جہاد کا فتویٰ صادر کر کے مسلمانوں کو ٹھنڈا کر دیا اور ان حضرات کو انگریزوں کی طرف سے سزائیں ہوئیں۔

آپ نے اس موضوع کو چھیڑ دیا ہے تو اور بن لیجئے۔

تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۸۰ میں جناب گنگوہی صاحب کہتے ہیں۔

”جب میں حقیقت میں سرکار (برٹش کا) فرماں بردار رہا ان جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیگانہ ہوگا۔ اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔“

فرمائیے جناب یہ انگریز دوستی کس کا شعار ہے یہ کس کے سامنے اطاعت کا سر جھک رہا ہے اور اپنا مالک کہا جا رہا ہے۔

اور سنئے اسی تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۳ میں ہے۔

”بعض کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انھوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اپنی رحمت گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔“

فرمائیے جناب یہ انگریز کی دوستی کہ اس کے خلاف قدم اٹھانے والے کو باغی ہونے کا فتویٰ دیا جائے۔

اور سنئے اور دیکھئے کتاب مکالمۃ الصدرین مرتبہ طاہر احمد قاسمی مطبوعہ رحمانی پریس محلہ گڑھیادبلی ص ۸

”مولانا حفظ الرحمن (سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیتہ العلماء ہندو دہلوی نے) کہا ”الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو ابتدا حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔“

فرمائیے جناب نام تبلیغی جماعت اور کام تبلیغ کلمہ و نماز اور عالم بھر میں شور مگر انگریز کے وظیفہ خوار، فرمائیے یہ انگریز دوستی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

اور سنئے اور دیکھئے اسی مکالمۃ الصدرین کے ص ۱۰، ۱۱ کو۔ ”شبیر احمد دیوبندی صدر جمعیتہ العلماء اسلام کلکتہ نے حفظ الرحمن کے جواب میں کہا کہ دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اور آپ کے مسلم بزرگ اور پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔“

فرمائیے جناب یہ انگریز دوستی کہ چھ سو روپیہ ماہوار وظیفہ پائیں اور فرمائیے کہ انگریز دوستی میں آپ فضلاء دیوبند کا کس قدر لمبا ہاتھ ہے۔

آپ نے اس موضوع میں دو بزرگوں کے نام لیے ہیں حضرت مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ دونوں حضرات کا کوئی فتویٰ ایسا پیش کر سکتے ہیں جس میں انگریزوں سے عدم جہاد کا ذکر ہو، ایسی تحریر دکھا سکتے ہیں جس میں دہلی لچی گفتگو ہو۔ انگریز کو رحل بے رور یا غیر متعصب کہا ہو۔ پھر ان پر انگریز دوستی کا الزام کیونکر صحیح ہو سکتا ہے یا یہ ہی ثابت کر دیجئے کہ ان حضرات نے انگریزوں سے وظیفہ پایا ہو۔ جناب والا یہ سب خوبیاں آپ کے فضلاء دیوبندی میں ہیں جن کی علوشان رفعت مکان کے

آپ گیت گارہے ہیں۔

اس سلسلہ میں آپ نے حضرت مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے اکل تاریخ سے ایک طویل مضمون نقل کیا جس میں آپ کی ملازمت ٹکڑا افتا کا ذکر ہے جو گورنمنٹ کی طرف سے قائم تھا۔ پھر سرشت داری کا ذکر ہے۔ اس کے بعد آپ نے لکھا۔

”آپ ملاحظہ فرمائیے کہ ایک عالم ہوتے ہوئے دنیوی اعزاز و وقار کے لیے انگریز کی ملازمت کر کے حکام وقت کو گرویدہ لیاقت بنانا یہ تو انگریز سے تعلق کا کھلم کھلا حال ہے۔“ ص ۱۳۴

مگر جناب روحی صاحب اس سے زیادہ کھلم کھلا حال تو مولوی اسماعیل دہلوی اور پھر جی سید احمد صاحب کا ہے کہ صاف صاف لفظوں میں انگریز سے جہاد نہ کرنے کا فتویٰ دیا اور اس کو رنچل سرکار کہا اور انگریز کو اتنا گرویدہ بنایا کہ ہنڈی آئی اور دعوت اڑائی اور انگریز سے لڑنے والوں کے ساتھ جنگ کا حکم دیا۔

اور حضرت مولانا بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہ ابتدائی زمانہ تھا انھوں نے یہ ہی پسند فرمایا کہ ٹکڑا افتا کی ملازمت کی اس وقت حکومت کی طرف سے دارالافتا اسی لیے قائم تھے کہ مسلمانوں کے مذہبی مسائل کا تصفیہ مسلمان عالم ہی کرے اس لیے مسلمانوں کے دینی مسائل کی حفاظت کے لیے ملازمت اختیار کی۔

پھر آپ نے لکھا۔

”اس کے صلہ میں انگریز نے ریاست حیدرآباد دکن سے سترہ روپیہ یومیہ مقرر کرادیئے جو بعد کو گیارہ روپیہ یومیہ ہو گئے۔“

جناب روحی صاحب کیا انگریز کا پروانہ آپ ہی حیدرآباد لے کر گئے تھے جس میں نواب حیدرآباد کو لکھا تھا کہ ان کے سترہ روپیہ مقرر کر دو۔ آپ کو اس کا علم

کس طرح ہوا یا کوئی کان میں پھونک گیا۔

جناب روحی صاحب یہ تو ریاست حیدر آباد کا عام دستور تھا کہ ہر صاحب کمال کی وہ قدر کرتی تھی اور وظیفے مقرر کرتی تھی۔ یہاں تک کہ شاعروں اور ہندوؤں کے پڑتوں کے بھی وظیفے مقرر ہوتے تھے۔ اس کو انگریز کی ستارش سے کیا تعلق اور اگر ہے تو فرمائیے کہ دابر الملوٰۃ دیوبند کو وہاں سے وظیفہ ملتا تھا۔ اکثر فضلاء دیوبند وہاں کے وظیفہ خوار تھے اور مولوی شبیر احمد عثمانی تو آخر تک وظیفہ خوار رہے فرمائیے یہ بھی انگریز سے تعلق کا کلمہ کلا حال ہے اور انگریز نے ان کے وظیفے مقرر کرائے۔

جناب انگریز کی اعانت اسے نہیں کہتے ہیں انگریز کی اعانت اور کلمہ کلا تعلق یہ ہے کہ مولوی الیاس صاحب اور مولوی اشرف علی صاحب براہ راست حکومت سے وظیفہ پاتے رہے۔ فاختر دایا اولیٰ الیٰ بھار۔

اور اگر ریاست حیدر آباد کا کچھ دینا انگریز کے کہنے سے تھا تو کیا فرمائیں گے۔ آپ سید احمد صاحب کے لیے جبکہ نواب ٹونک نے انھیں دس ہزار روپیہ دیئے تھے دیکھئے۔ حیات طیبہ ص ۳۰۸

”نواب ٹونک نے بھی دس ہزار روپیہ شاہ اسٹیج کی معرفت بھیجے“
فرمائیے کہ یہ روپیہ انگریزی نے بھجوائے ہوں گے۔ کیونکہ وہ انگریز ہی کی طاقت منظم کرنے کے لیے سکھوں سے جہاد کے لیے آمادہ ہوئے تھے۔
آپ نے زیر عنوان (مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے تعلقات) لکھا۔

”مہرے ہمارے مولانا احمد رضا خاں صاحب کے تعلقات وہ ہم صرف اشارت بیان کرتے ہیں تفصیلات کا موقع نہیں۔ مولانا کا مدرسہ بریلی کے رئیس

اعظم سرکار انگریزی کے وفادار اور اس کے خطاب یافتہ خان بہادر رحیم داد خاں صاحب بریلوی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ الخ

جناب روحی صاحب کو جب یہاں انگریز دوستی کی کوئی چیز نہ ملی تو فرما دیا کہ تفصیلات کا موقع نہیں۔ اشارۃً بیان کرتے ہیں۔ جناب یہاں تفصیلات میں کچھ ہی نہیں جو آپ کو موقع ملے اور اشارۃً بھی بیان کیا تو رحیم داد خاں صاحب کی اعانت مدرسہ بس۔

جناب روحی صاحب ایک خان بہادر رحیم داد خاں ہی کیا بھتیگر نے خان بہادر اس آستانہ کے نیاز مند تھے اور صرف یہ ہی نہیں بمبئی اور کاٹھیاواڑ اور رنگون اور برما اور کلکتہ کے بڑے بڑے تاجر نیاز مند تھے مدرسہ کی اعانت کرتے تھے۔

اور اس طرح ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں خان بہادر سرکار سے خطاب یافتہ خان بہادر اور شمس العلماء دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے معین و مددگار تھے تو فرمائیے کہ یہ آپ کے مدرسہ بھی گورنمنٹ کے منت کش و بھی خواہ ہوئے واللہ کیا اشارہ ہے آپ کا اشارہ ہے یوسوں والے کا دوسرہ ہے۔ رحیم داد خاں اگر خان بہادر تھے خطاب یافتہ تھے تو اس سے پھر کیا وہ خود گھر کے رئیس اعظم تھے اپنی ذاتی جائیداد کے محاصل سے مدد کرتے تھے اور کیوں جناب آپ نے بھی تو انگریزی اسکول میں ملازمت کی ہے اور پروفیسری کا خطاب انگریزی کا دیا ہوا ہے تو آپ کے لیے بھی اشارہ نکلتا ہے جو دوسروں کے لیے اشارہ نکلا تھا۔

آپ نے اس کے بعد لکھا۔

”ان بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے خلافت میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ مسلم لیگ کے یہ دشمن رہے علی گڑھ تحریک کو انھوں نے بدنام کیا۔ مسلم

ایجوکیشنل کانفرنس کو انھوں نے نہ بخشا۔ پاکستان کے خلاف انھوں نے زہرا گلا۔“
 جناب روحی صاحب مولانا احمد رضا خاں کے زمانہ میں کب پاکستان بنا تھا۔
 مسلم لیگ اس وقت کہاں تھی یا یوں ہی اللہ بڑا شریک کر دیا۔ یہ آپ کی تاریخ
 ذاتی ہے وہ اپنے اصول کے بہت پختہ تھے تھالی کے بیگن نہ تھے جس چیز کو انھوں
 نے حق سمجھا اس پر وہ پابند رہے۔ خلافت میں شرعی قیاحیں دیکھیں کنارہ کش رہے
 ایک عالم ربانی کا یہ ہی فرض ہے کہ دین کے معاملہ میں مدہست سے کام نہ لے۔
 علی گڑھ تحریک کو انھوں نے ہی صرف بدنام نہیں کیا بلکہ آپ کے تمام فضلاء دیوبند
 اس کے خلاف رہے چنانچہ تفصیل کے ساتھ مولانا عبدالحق حقانی نے تفسیر حقانی
 میں سید احمد خاں کا رد کیا اور اس کو گمراہ قرار دیا اور جناب روحی صاحب مسلم لیگ
 کی مخالفت کا اترام صرف اہلسنت کے سر پر ہے اور آپ کے فضلاء دیوبند نے،
 مولوی حسین احمد صاحب نے، مولوی حفظ الرحمن صاحب نے، مولوی کفایت اللہ
 صاحب نے، مولوی ابو الکلام آزاد صاحب نے جو مسلم لیگ کی مخالفت کی
 ہندوستان کو تقسیم کرایا۔ خون بہایا۔ جناح کو گالیوں سے یاد کیا، یہ کارنامے اپنے
 فضلاء دیوبند کے بھول گئے اور جب پاکستان بن گیا تو یہ ہی مسلم لیگ کے مخالف
 پاکستان کو برا کہنے والے سب سے پہلے یہاں سے بھاگے اور پاکستان پر قابض
 ہو گئے اور آپ بھی تو مسلم لیگ کے مخالف تھے اپنے فضلاء دیوبند کے ہم خیال اور
 کانگریس کے حامی تھے۔ جناح کو رافضی رافضی کہہ کر مخالفت کرتے تھے اور اب
 پاکستان پہنچ گئے تو بگلا بھگت بن گئے اور بکے مسلم لیگی ہو گئے۔ تف ہے ایسے
 ناپاک القاب پر کہ جیسا ماحول دیکھا دیسے ہی ہو گئے۔

رہ گئے اس دور کے وہ حضرات جنھوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا
 ان کے ملفوظات گرامی نے اور ان کے علم و فضل اور واقفیت مسائل شرعیہ سے

باخبر تھے انہوں نے وقت کی نزاکت کا بھی خیال کیا اور مذہب کی ٹوک چلک کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ مسلم لیگ کی مخالفت کی نہ موافقت، سکوت سے کام لیا۔

آپ نے زیر عنوان (وصایا مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی) دو وصیتوں کا ذکر کیا اور بطور طعنہ زنی ذکر کیا۔ سیکے جناب

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مبارک زندگی بدعتوں۔ بدعتیوں کے رد و ابطال میں گزاری اور مذہب اہل سنت کی بہت بڑی خدمت انجام دی۔ طیب کا فرض ہے کہ بوقت معالجہ جس طرح استہلال کے لیے دوائیں، عذائیں عطا ہے اسی طرح اس کو پرہیز بھی بتانا چاہیے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک ماہر طیب روحانی تھے جہاں انہوں نے مذہب و ملت کے اتباع کی تاکید کی وہاں بدعتوں سے پرہیز کرنے کی بھی تلقین فرمائی۔

جناب روحی صاحب جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادیا کہ میری امت کے بہتر فرقے ہو جائیں گے ایک جنت میں جائے گا باقی بہتر جہنم میں (مسکوٰۃ) تو جنتی اور جہنمیوں کا بچنا ضروری ہوا یا نہیں تاکہ جنتی کا اتباع کر کے جنت کے مستحق ہوں اور جہنمیوں سے بچ کر جہنم سے بچیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ ایک جنتی کرو و صرف اہل سنت ہیں۔ باقی جہنمی لہذا فرق باطلہ سے بچنے کی وقت وقات وصیت فرمادی۔ اس وصیت سے آپ کے بکر میں کیوں تیر لگا جو جس بجبیں ہو گئے۔

دوسری وصیت متعلقہ بہ قاتلہ۔ جناب روحی صاحب یہ وصیت وصیت باحق مال ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی میں اپنے مال کے مالک تھے اور مالک کی حق حاصل ہے کہ اپنے مال میں سے کچھ مال کے لیے وصیت کر جائے اعلیٰ حضرت

ہے۔

مسلمانوں سے درخواست

آپ نے اس عنوان کے ماتحت جو درخواست کی ہے اس کا اکثر حصہ شریعت مطہرہ کے قانون کے خلاف ہے لہذا وہ درخواست قابل قبول نہیں۔ صحیح درخواست یہ ہے۔

آخر میں ہم مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ خدا کے واسطے اللہ و رسول کا حکم قرآن شریف و حدیث کریم اور فقہ و کلام سے معلوم کیجئے اور اس پر عمل کیجئے، علمائے حق اہلسنت سے ملیے، علمائے سودا اہل مذاہب باطلہ سے دور رہیے فرض کو فرض۔ واجب کو واجب، سنت کو سنت۔ مستحب کو مستحب۔ حرام کو حرام، ناجائز کو ناجائز جانئے۔ جائز و مباح کو بدعت نہ جانئے کہ تعدی حدود اللہ نہ ہو جائے۔ بدعات اور اہل بدعات سے دور رہیے۔ جس کو حضور نے ناجی فرمایا ہے اس کا ساتھ دیجئے جس کو ناری فرمایا ہے اس سے دور رہیے کہ کہیں اس کی وجہ سے تم ہی ناری نہ ہو جاؤ۔ سنی رہیے۔ اور دیوبندی و ہابی اور آزاد خیالوں کے چکر میں نہ پڑیے اور جو مولوی ہر بد مذہب اور بد عقیدہ کو حق اور مسلمان سمجھے اس کی ہرگز نہ سنیے وہ اسلام و کفر کو اب تک نہیں سمجھا۔ لہذا اس سے اسلام کا راستہ ملنا مشکل ہے وہ سب کو ایک سمجھ کر سب سے ملنا چاہتا ہے اور اپنا الو ہر کسی سے سیدھا کرنا چاہتا ہے ورنہ مسلمان کو مسلمان سمجھنا اور کافر کو کافر جاننا ضروریات دین اسلام سے ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ یہ دور بڑا نازک دور ہے ہر جاہل تمھارے سامنے مصلح بن کر آئے گا۔ دیکھو یاد رکھو کہ اس قسم کا مولوی جو باطل و حق کی تمیز نہ رکھے تمام بد مذہبوں کو محبوب نگاہوں سے دیکھے۔ وہ میدان قیامت میں پریشان ہوگا اور ذلیل و خوار۔

روحی صاحب نہ تو آپ کو بات کرنے کا ڈھنگ ہے نہ کلام کے ربط و سلسلہ کا شعور ہے جو بات جس وقت یوسوس والے نے ڈال دی کہہ ماری۔ اگلی پچھلی سے ملتی جلتی ہو یا نہ ہو بلکہ یوں کہیے کہ دل کے پھپھولے پھوڑتے ہو۔ بھلا بتائیے درخواست کے ساتھ مہاجرین پر حملہ کرنے اور ان کو برا کہنے سے کیا تعلق ہے یہ تو آپ کی ناپاک ذہنیت اور کمینگی پر دال ہے۔

یہ تو انقلاب زمانہ ہے۔ مہاجرین کی تقدیر میں مصیبتیں تھیں اٹھائیں مگر نہ اس لیے کہ آپ طعنہ لگائیں اور مذاق بنائیں۔ اور ہندوستان میں آستانے اور قبریں ہی کیا چھوڑ کے آئے بڑے بڑے عالیشان مکان، دوکانیں، تجارتیں چھوڑ کر آئے مگر الحمد للہ کہ مذہب ساتھ لے کر آئے وہاں سنی تھے یہاں بھی سنی ہی رہے وہاں لگی تھے تو یہاں بھی لگی ہی رہے۔ وہابی دیوبندی نہ ہوئے یہ نہ ہوا کہ بھارت میں کانگریسی اور پاکستان میں لگی۔ وہابیوں دیوبندیوں نے پہنچ کر تو اپنی مکاری و حیلہ سازی سے حکومت میں جگہ لے لی عہدے سنبھال لیے اونچی اونچی تنخواہیں پانے لگے ان کے پیٹ تو اس طرح پر ہو گئے تو پچارے سنی کیا کرتے انھوں نے عرسوں اور فاتحوں سے ہی کام لیا۔ مگر یہ تو بتائیے کہ سنی مولوی تو قبریں آستانے یہاں چھوڑ گئے مگر آپ کے فضلاء نے ان پر کیوں قبضہ کیا اور کرنا چاہتے ہیں۔ کہیں خواجہ صاحب کا عرس کر رہے ہیں۔ کہیں قطب صاحب کا عرس کر رہے ہیں تو اہل کی مجلسوں میں رونق افروز ہیں اوقاف کو ہڑپ کرنے کی فکر میں ہے۔ یہ مذہب کے خلاف حرکتیں کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ آپ سمجھے، میں بتاؤں آپ کے فضلاء کو تقسیم ہندوستان سے پہلے کانگریس کی خدمات انجام دینے کے سلسلہ میں تنخواہیں ملتی تھیں۔ وظیفے ملتے تھے مگر جب کانگریس کو ضرورت نہ رہی تو یہ سب بند ہو گئیں اب رہ گئے کھسکے ہاتھ تو کیا کریں۔ بس انھوں نے انہیں آستانوں قبروں

سے اپنا پیٹ بھرنے کی فکریں کیں۔ مگر مذہب چھوڑ کر جس کو بدعت و ناجائز کہتے تھے اس پر عمل کر کر۔ خدا کا شکر ہے کہ سینوں نے اپنا مذہب نہ بدلا جس عرس و قاتحہ سے وہاں ان کی دنیا چلتی تھی اسی سے پاکستان میں وہ وہاں بھی جائز سمجھتے تھے یہاں بھی جائز سمجھتے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ یہ لوگ ذہنی کشمکش میں مبتلا ہیں بالکل غلط صرف دنیوی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ ذہنی حالت تو دونوں جگہ ایک ہے ذہنی کشمکش میں آپ کے فضلا مبتلا ہیں کہ جس چیز کو حرام اور ناجائز کہتے تھے اب اس کو عملاً جائز کہہ رہے ہیں۔

آرزوئے دلی

اس عنوان کے ماتحت آپ نے آرزوئے دلی ظاہر کی ہے۔ ہم بھی اس آرزوئے دلی میں آپ کے شریک ہیں مگر ذرا سی ترمیم کے ساتھ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایک عقیدہ مذہب اہل سنت کا پابند رکھے۔ باقی بہتروں کو یا تو سنی بنادے یا ختم کر دے اس لیے کہ جب تک عقائد میں اتحاد نہ ہو گا کسی چیز میں اتحاد نہیں ہو سکتا۔ دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام بہتر فرقوں کے شر سے محفوظ رکھے اور جاہل شریعت سے ناواقف مسائل فقہ و کلام سے بے خبر لیڈروں، پروفیسروں، نام کے مولویوں سے مامون رکھے۔ آمین۔

بقایا

جناب روحی صاحب۔ آپ نے شروع کتاب میں ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں ایک لیڈر ائمہ مضمون قلم بند کیا ہے۔ اس کے متعلق بھی مجھے عرض کرنا ہے۔ آپ نے اسلام کے اتحاد و اتفاق اور اس کی برکتوں کا ذکر کرتے ہوئے نا اتفاقی کی مذمت اور اس کے نقصانات کا ذکر کیا ہے۔

مگر آپ جانتے ہیں کہ اتفاق و اتحاد اسی وقت رہتا ہے۔ جب سب ایک

مرکز سے متصل اور ایک دائرہ کے اندر میں نقصان وہی پہنچائے گا جو مرکز کو چھوڑے اور دائرہ سے باہر نکلے۔ اسلام کا مرکز وہ ہے جس کو حضور نے ﷺ فرمایا ہے۔ اور دائرہ وہ جس کو حضور نے واسطائی فرمایا ہے۔ حضور نے اسی واسطائی کو نجات والا اور جنتی کہا ہے۔ مرکز اور دائرہ کے چھوڑنے والوں کو کھلم کھیاں اٹھار فرما کر ہلاک شدہ اور جہنمی بنایا۔ حضور کی اس جوشگونی نے صاف صاف بتا دیا کہ ایک زمانہ ضرور ایسا آئے گا جس میں لوگ مرکز و دائرہ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ جوشگونی تو پوری ہوئی ہی ہے آپ ہزار کوششیں کریں کہ اخراجات و اختلاف نہ ہو وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ ہمارا فرض یہیں ہے کہ دنیا سے اخراجات و اشتقاق کو مٹا دیں اور نہ یہ ہماری طاقت میں ہے۔ اس لیے کہ حضور کی جوشگونی کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا کہ یہ سب بھر ختم ہو جائیں یا ان کا اختلاف نیست و نابود ہو جائے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں اور اپنے آپ کو ان بہتروں سے محفوظ رکھیں۔

آپ کا یہ کہنا (کہ چند فردی اختلافات کو آڑ بٹا کر اختلافات کی علیحدگی کو وسیع سے وسیع تر کر رہے ہیں) خلاف واقعہ ہے۔ اگر اختلافات صرف فردی ہوتے تو کبھی علیحدگی نہیں ہوتی۔ آپ دیکھئے حقیر، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ میں بڑا فردی اختلاف ہے ہزاروں مسائل میں ایک کی برائے دوسرے کے خلاف ہے۔ مگر الحمد للہ کہ ان کے آپس میں کوئی دشمنی نہیں۔ کوئی ضد نہیں۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے ایک کا دوسرے کے یہاں رشتہ ہو جاتا ہے اور ہر ایک دوسروں کے ان خیالات سے جو علم فقہ سے تعلق نہیں رکھتے متفق ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ علم عقائد و کلام میں حقیر، شافعیہ اور مالکیہ کی لکھی ہوئی کتابوں کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آج کل کا اختلاف فردی نہیں ہے۔

بلکہ اصولی اختلاف ہے جس اختلاف کی وجہ سے وہ بہتروں میں شمار ہوئے۔
 شیعہ۔ معتزلہ۔ قدریہ۔ جبریہ سے اہل سنت کا اختلاف فروعی نہیں بلکہ اصولی ہے
 اور عقائد کا ہے چونکہ یہ لوگ اپنے اعتقاد کی وجہ سے اس مرکز اور دائرہ سے جدا
 ہو گئے۔ اختلاف رونما ہو گیا۔ ہم اہل سنت الحمد للہ اسی دائرہ میں رہے اختلاف
 ہم نے نہیں کیا۔ بلکہ انھوں نے کیا۔

رہا اس دور کا اختلاف واللہ العلیٰ العظیم اگر صرف فاتحہ کا مسئلہ ہوتا گیا رہیں
 اور عرس کا مسئلہ ہوتا۔ چادر اور غلاف کا مسئلہ ہوتا تو یہ اختلاف ایسا ہی ہوتا جیسا
 کہ شافعیہ و حنفیہ کا اختلاف کہ یہ اختلاف صرف جواز و عدم جواز، استحسان و عدم
 استحسان کا ہوتا مگر اختلاف صرف اس پر منحصر نہیں عقائد میں اختلاف کیا گیا علم غیب
 نبی کا انکار کیا گیا۔ جو عظیم معجزات و دلائل نبوت سے ہے جس کا ثبوت قرآن کی
 نصوص قطعیہ سے ہے ختم نبوت زمانی پر حملہ کیا گیا۔ حضور کے علم کو شیطان کے علم
 سے کم ٹھہرا کر بچوں اور پاگلوں، جانوروں اور چوپایوں ایسا بتا کر حضور کی توہین کی
 گئی اور محاذ اللہ خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر بتایا گیا۔ یہ اختلاف ہوا اور اصولی اور
 اعتقادی اختلاف ہوا۔ پھر بھلا بتائیے کہ جب اسلام و کفر کا صاف و صریح
 اختلاف ہوا تو اتحاد تو آپ ہی غائب ہو جائے گا اور نجدی نے تو خدا کی پناہ
 شفاعت کا انکار کیا حضور کی حیات جسمانی کا انکار کیا۔ سفر زیارت کا انکار کیا۔ تعظیم
 انبیاء کا انکار کیا۔ فرمائیے یہ سب اختلاف آپ کے نزدیک فروعی اختلاف ہیں
 اگر آپ ان کو فروعی مسائل سمجھتے ہیں تو یقیناً آپ فروع و اصول ہی سے بے خبر
 ہیں۔ آپ دونوں کے فرق سے نا بلد ہیں آپ کو پہلے شرح عقائد شرح موافق
 ساریہ وغیرہ و علم کلام پڑھنا چاہیے تھا تب اس موضوع پر کچھ کہتے یا صرف لفظ
 فروع ہی یاد کیا ہے کہ ہر جگہ اسی کا استعمال۔

آپ فرماتے ہیں کہ انگریز نے اپنے اقتدار کے مضبوط کرنے کے لیے خصوصاً تلخ کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انگریز نے اپنے اقتدار کے مضبوط کرنے کے لیے خصوصاً اور اپنے دوران حکومت میں عموماً ایسے بعض مولویوں (سید احمد اور اسماعیل دہلوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی محمد الیاس کاغذی) کو خرید کر ہنڈی اور وظیفے دے کر ملت اسلامیہ میں اختلافات کا ایک سلسلہ پھیلا یا۔ انگریز کی پالیسی آپس میں پھوٹ ڈالنا اور حکومت کو تھکی لہذا اس نے ان پیروں اور مدرسہ کے مولویوں اور خاندانی بدعتیوں کو خرید کر خوب ان سے کام لیا۔ بعض مولویوں نے فاتحہ اور میلاد کے نام پر بدعتی کہنے کا کارخانہ قائم کیا اور بعض نے علم غیب و شفاعت و زیارت وغیرہ کے اعتقاد پر تکفیر کی مشین چلائی شروع کی اور اہل سنت و جماعت کو بدعتی اور کافر کہنا اپنا شعار بنایا تقویت الایمان چھاپ کر مفت تقسیم کی گئی اور ملک میں افتراق کی آگ پھیلا دی حالانکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک یہ سب کچھ نہ تھا۔ اہل سنت و جماعت کو بدعتی کے نام سے مشہور کر کے نا اتفاقی اور تفرقہ کا بیج بویا اور فرنگی کی مدد سے ملک میں اسی قسم کا لٹریچر تقویت الایمان، مسائل اربعین تحذیر الناس فتاویٰ برشیدیہ، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، اور ماہواری رسالے مذہبی لٹریچر کے نام سے وجود میں لائے گئے خود انگریز نے بھی اس قسم کے لٹریچر میں مدد دی جس سے ان علماء و ہابیہ دیوبندیہ نے فائدہ اٹھایا۔ دیکھئے سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی کو براہ انگریزوں نے بنام جہاد رقیں دیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی اور محمد الیاس صاحب کو وظیفے دیے، نواب ٹونک نے رقیں بھیجیں، حیدرآباد سے وظیفے ملے اور اب وقت قریب میں ہندو نوازی سے کام لیا کانگریس سے رقیں وصول کیں اور مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کر دیا۔ اور مسلمانوں کو جو نقصان پہنچایا وہ

اعلیٰ میں افسوس ہے بھر یہ ہی نہیں۔ پاکستان پہنچنے کے بعد بھی وہ ہی بدعت اور شرک کے فتویٰ جاری۔ حیرت ہے کہ انھوں نے پاکستان اور مسلم لیگ کی کئی عہدوں مخالفت کی، تقریریں کیں، شہرہ شہر قریب قریب مولوی حسین احمد صاحب اور مولوی حفظ الرحمن صاحب اور بعض وہ جواب پاکستان میں موجود ہیں۔ خصوصاً روحی صاحب نے مسلم لیگ کو برا کہا پاکستان کے وجود کو خطرناک بتایا۔ مگر سب سے پہلے وہاں جادو کے کل تہ سہی تو لیجئے۔

جناب روحی صاحب آپ نے ص ۳ کے مختصر حاشیہ سے جو عبارت نقل کی وہ حضرت بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں ہے۔ بلکہ محمد صادق صاحب مارہروی نے لکھا ہے آپ کا اس عبارت کو حضرت کی طرف نسبت کرنا بالکل انفرادی بتان ہے اور جو اس سے تنخواہ کیا وہ علامہ القاسمی علیہ السلام ہے۔ جب حضرت مولانا نے یہ کتاب لکھی ہے اس وقت تک تو حالات تجدیدیان منضبط ہی نہیں ہوئے تھے اور وہ انگریزی تاریخ و جغرافیہ میں بھی نہیں آئی تھی اس جب دوبارہ یہ کتاب چھپی ہے اس وقت تک یہ تاریخ مرتب ہو چکی تھی اس لیے اس وقت حاشیہ میں مٹی نے ظاہر کر دیا اور انگلستان کی تاریخ میں جو کچھ لکھا گیا آپ کے پاس وہی آگئی کہ اس کے اجراع میں یہاں کے علماء نے اس کو برا بھلا کہا۔ اگر یہی بات ہے تو آپ مولوی ظہیر احمد جیسٹھوی اور مولوی حسین احمد شیخ رحمۃ اللہ علیہ دیوبند کو کیا کہیں گے۔ کیا انھوں نے بھی اسی انگلستان کی تاریخ کی مدد سے تجدیدوں کو ظالم قاسم خونخوار باغی خارجی کہا اور اس کے عقائد کو خبیث قرار دیا۔ جواب دیجئے اور آپ کے فضلاء دیوبند نے بھی اس طرح انگریزی حکومت کی خدمت ادا کی جس کے صلہ میں تو ایوں اور رئیسوں نے اور خود انگریز نے وظیفے دیئے اور مدرسوں کی چندے دلوائے فرمائیے کیا جواب ہے۔

آپ نے مقدمہ کے آخر میں خلیل احمد بھراچی کا ذکر کیا ہے۔ جس نے فسادِ ملا رسالہ لکھا۔ آپ کو کیا معلوم کہ واقعہ کیا ہے۔ قصبہ مہراں جگنچ ضلع بہرائچ میں جلسہ تھا علماء اہل سنت کا اجتماع تھا کہ اتنے میں یہ خواجہ خلیل احمد پنچے انھوں نے چاہا کہ جلسہ میں میں بھی تقریر کروں۔ اہلسنت کو اس کی بد مذہبی کا حال معلوم تھا تقریر کا موقع نہ دیا اور نہ کوئی خاطر تواضع کی یک بنی و دو گوش وہاں سے رنو چکر ہوا۔ اس سے جل کر اس نے رسالہ لکھ مارا اور انتہا درجہ کے افترا و بہتان سے کام لیا۔ اس رسالہ کے بعد جوان کی اس ضلع میں گت ہوئی تو انھیں چھٹی کا دودھ یا دولا دیا اس کے علاوہ عزیز گرامی مولانا محبوب علی صاحب لکھنوی نے تاریخ اعیان و ہابیہ تصنیف فرما کے اس کے کروت کی مکمل سزا دے دی کہ جس کے بعد اس نے ایک صحنہ اٹھایا۔

دعویٰ فسادِ ملا آپ کے گھر پہنچا اور اس کو اپنا امام و پیشوا بنا کر آپ نے یہ رسالہ لکھ ڈالا جیسے امام دیے مقتدی، وہ بھی علم دین سے کورے آپ بھی ویسے ہی ناواقف، خیر ہم نے بفضلہ تعالیٰ اس کے جواب میں یہ چند سطور پیش کر دیئے ذرا نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائے گا آپ کہتے ہیں کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ میری یہ کوشش ارجح جناب آپ کی یہ کوشش حقارت کی نظر سے دیکھی جائیں گی۔ اس لیے کہ آپ نے خود اپنے یکے پر عمل نہ کیا آپ نے نصیحت فرمائی کہ ان فروغی باتوں میں زیادہ بحث و تمحیص نہ کی جائے اور اتفاق و اتحاد سے زندگی گزاریں مگر آپ نے خود ایک فساد کا دروازہ کھولا اور علمائے اہل سنت پر ناپاک الزام لگائے اور آگ بھڑکا دی اجماعی جو کچھ اب تک ہو چکا تھا آپ کو خلیل احمد کے مختصر سے ماتام تبصرہ کے بعد مکمل تبصرہ کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ آخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیں آپ کی اس حرکت کا دندان شکن جواب لکھنا پڑا اور بات بڑھی مگر آپ بھی کیا کرتے

ہندوستان میں سب کچھ چھوڑ کے گئے وہاں خالی ہاتھ پہنچے۔ سنیوں نے تو اپنا گدازا عرس فاتحہ سے کر لیا آپ کے مردے تو اس قابل ہی نہیں کہ ان کی فاتحہ یا عرس ہو سکے۔ ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو گئے تو یہ رسالہ میں لکھ مارا کہ اس کے سہارے کچھ دال دلیا پیٹ کو ہو جائے گا۔

جناب روحی صاحب آپ نے باب اول کے ماتحت تمہید کے عنوان سے جو مضمون قلمبند کیا ہے وہ سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ یایوں سمجھئے کہ مانیخو لیا والوں کی طرح کچھ سوچا اور اسی کو حقیقت سمجھ لیا۔

آپ کہتے ہیں۔

”مگر برصغیر پاک و ہند میں جیسے جیسے مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کو دھکا لگا اور ان کی حکومت کی بنیاد میں تزلزل پیدا ہوا اس وقت سے ان میں فرقہ بندی کی ایسی ہوا چلنی شروع ہوئی کہ جس نے ان کو برباد کر کے رکھ دیا“

جناب روحی صاحب ہم تو سمجھتے تھے کہ آپ کچھ تاریخ سے واقف ہوں گے مگر ہمارا خیال غلط نکالا اور آپ کی اس عبارت سے پتہ چلا کہ اس فن سے بالکل کورے ہیں۔

فرمائیے کہ اسلام میں یہ مختلف فرقے پیدا ہونے والے شیعہ، خارجی، معتزلہ، قدریہ، جبریہ، مجسمہ، کب ظہور میں آئے کیا یہ بھی ہندوستان کی حکومت اسلامیہ کے بعد ظاہر ہوئے اتنی جناب ہندوستان اور ترک نہیں تو اسلامی حکومت کا وجود بھی نہ تھا اور یہ فرقے موجود تھے۔ شیعہ، خارجی وغیرہ خلفائے بنی امیہ اور عباسیہ کے زمانہ ہی میں ظاہر ہو گئے تھے اس قدر غلط بیانی اور تاریخ سے نادانیت۔

پھر آپ کہتے ہیں۔

مسلمانوں کی حکومت ختم ہو رہی تھی اور اس کی جگہ انگریزوں کی حکومت قائم ہو رہی تھی۔ انگریز نے دیکھا کہ اس کی تمام کوششیں ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ میں بیکار ہو چکی ہیں لہذا اس نے مسلمانوں میں اندرونی تفرقہ ڈالنے کی کوششیں کیں تاکہ مسلمانوں کی قوت کمزور ہو جائے اور انگریز کا سیاسی مقصد پورا ہو جائے۔ انگریز نے بہت غور و فکر کے بعد ہندوستان میں ایسے لوگوں کو اپنایا جن کا ذریعہ معاش قبر پرستی پیر پرستی اور خانقاہوں پر گزراوقات تھی یہ گروہ عام طور سے مسلم عوام پر چھایا ہوا تھا اور مسلمانوں کی زندگی کو غیر اسلامی روایات و رسومات سے بھر دیا تھا ان لوگوں کو انگریز نے خریدا۔ دوسری طرف کچھ ایسے لوگ تھے کہ جن کی زندگی قرآن و حدیث کے تابع تھی جن کا مقصد حیات خدا کے حکم کی فرماں برداری تھا جن کو نسبت رسول سے ذرہ برابر ہٹنا گوارہ نہ تھا اور جن کی نظر میں انگریز کی حکومت مسلمانوں کی بربادی کا پیش خیمہ تھی اور جو مظلیم حکومت کی بربادی کے بعد دوبارہ ملت اسلامیہ کے تحفظ کے لیے کوشاں تھے الخ۔

جناب روحی صاحب۔ آپ نے غلط تخیل قائم کیا واقعیت سے بہت دور، دیکھئے قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ اکثریت کی قوت توڑی جاتی ہے اور اقلیت کو مدد دے کر اکثریت کے کچلنے کے لیے آمادہ کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں اکثریت انہیں لوگوں کی تھی جن کو آپ قبر پرست اور پیر پرست کہہ رہے ہیں جن کی آمدنی قبروں اور عرسوں کی غزریں بتا رہے ہیں چنانچہ آپ نے اپنے اس قول میں ”یہ گروہ عام طور سے مسلم عوام پر چھایا ہوا تھا۔“ ان کی اکثریت کو تسلیم کر لیا۔ انگریز کو خطرہ انہیں سے تھا کہ اکثریت والا جتھا اگر مخالفت پر آمادہ ہو گیا تو بات بگڑ جائے گی۔ اس نے اس اکثریت کو توڑنے کے لیے اقلیت کو مدد دی اور جن کو آپ نے قرآن و حدیث کے تابع بتایا انہیں کو انگریز نے خریدا اور اس اکثریت کو ان اقلیت کی

زبانی بدعتی اور مشرک کہلوا کر ایک ہنگامہ برپا کر دیا کہ یہ آپس کے جھگڑوں میں پھنس جائیں گے۔ ہم سے غافل ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس کی یہ کوششیں اول سے آخر تک جاری رہیں شروع شروع میں سید احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی کو خریدا۔ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ پھر اس نے سید احمد خاں کو مول لیا۔ چنانچہ آپ کے مسلم و معتد جناب مولانا عبدالحق صاحب مفسر تفسیر حقانی فرماتے ہیں۔

”اسی کنبے میں سے ایک شخص سید احمد خاں صاحب بہادر بھی پیدا ہوئے یہ

شخص ابتدا میں مولوی مخصوص اللہ صاحب نبیرہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی قدر صرف نحو سے آشنا ہوئے اور تحوید گنڈے بھی سیکھے لیکن جب یہ نسخہ نہ چلا تو گورنمنٹ برٹش کی طرف رجوع کی اور اپنی لیاقت خدا داد سے کوئی اچھا عہدہ بھی پایا پھر تو کچے وہابی قبیح مولوی اسماعیل صاحب ہو گئے اس عرصہ میں غدر ہو گیا اور سید صاحب اپنی خیر خواہی اور حکام رسی سے بڑی لڑائی کر گئے اور اپنی خوش بیانی اور عالی دماغی سے انگریزوں میں بڑے فاضل یا فلاسٹر باوقار مانے گئے۔ اور سی ایس آئی کا لقب حاصل کیا اور کچھ عجب نہیں کہ گورنمنٹ برٹش ۱۸۵۷ء کے فساد سے پر غر ہو اور سید صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے گورنمنٹ کو نہ صرف اطمینان دلایا بلکہ خیالات مذہبیہ کے گرانے کا بھی بیڑا اٹھایا ہو۔“

جناب روحی صاحب۔ دیکھا آپ نے اپنے فاضل کا محققانہ بیان کہ انگریزوں نے سید احمد خاں کو کس طرح خریدا اور یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ سید احمد خاں وہابی تھے اور وہابیت میں مولوی اسماعیل کے قبیح تھے تو کس کو خریدا، وہابی کو اور گورنمنٹ کی مدد کس نے کی، وہابی نے، اور یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سید احمد خاں اور مولوی اسماعیل بھی کچے وہابی تھے تو انگریزوں نے شروع میں کس کو خریدا وہابی کو اور کس نے

انگریز کے پنجے جمائے، وہابی نے۔

پھر انگریز نے مولوی اشرف علی کو خریدا، مولوی الیاس کو خریدا، ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ دونوں وہابیہ خیال کے اور وہابیہ عقائد کے مبلغ تھے تو کس کو خریدا، وہابی کو، کس نے مدد کی، وہابی نے۔ اب فرمائیے کہ قبر پرست پیر پرست کی قوت توڑنے کے لیے انگریز نے کس سے کام لیا۔ اول سے آخر تک وہابیوں سے، یہ ہی وہ وہابی ہیں جن کو آپ نے قبیح قرآن و حدیث بتایا جن کا مقصد حیات خدا کے حکم کی فرماں برداری اور سنت رسول پر عمل کرنا بتایا۔ فرمائیے اتباع قرآن و حدیث یہ ہی ہے کہ انگریزوں کے پنجے جمائیں۔ اس کی مدد کریں اس کے خلاف عدم جہاد کے فتوے دیں اور انگریزوں سے جہاد کو حرام قرار دیں اسے رحمدل اور امن والی حکومت لکھیں۔ وظیفے لے کر مسلمانوں کو بدعتی مشرک بنائیں۔ یہ لوگ ملت اسلامیہ کے تحفظ کے کوشاں تھے یا حکومت برطانیہ کے دلال اور پھو تھے۔ جناب روحی صاحب ہوش سنبھالیے اور واقعات کو تاریخ کی روشنی میں دیکھئے غلط بیانی سے مسلمانوں کو دھوکہ نہ دیجئے۔

آپ فرماتے ہیں۔

”اس کے بعد نت نئے بدعت کے دروازے کھول دیئے اور اپنے مخالف گروہ کو وہابی کے لقب سے پکارنے لگے۔“

جناب روحی صاحب آپ کی ساری کتاب لفظ وہابی پر رونے اور اسی کی تعزیت سے پر ہے آپ کو بڑا دکھ ہوتا ہے۔ کلیجہ چھلنی ہوتا ہے جب سنی کسی بد مذہب کے لیے لفظ وہابی استعمال کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ سے آپ جڑھتے ہیں جیسے بعض لوگ کریلے اور گلاب جامن سے چڑھتے ہیں۔ مگر آپ اپنا سر پکڑ کر رویئے کہ جس کو اہل سنت وہابی کہتے ہیں اسی کو آپ کے فضلاء دیوبند

بھی وہابی اور خبیث وہابی کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے مانے ہوئے مفسر تفسیر حقانی تو صاف لفظوں میں مولوی اسماعیل دہلوی کو لفظ وہابی کا خطاب دے چکے۔

آپ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے قبیحین کا ذکر کر کے کہا۔ ”ان لوگوں نے مسلمانوں کو فروعی مسائل میں الجھائے رکھا وہ مسائل کیا تھے۔ میلاد شریف۔ قیام میلاد۔ فاتحہ۔ تیجہ۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ برسی۔ نذر۔ فاتحہ۔ نذر غیر اللہ۔ علم غیب۔ انگوٹھوں کا چومنا۔ قبر پر بعد تدفین اذان کہنا۔ عرس کرنا۔ چادریں چڑھانا۔ آمین بالجہر، رفع یدین قبر پرستی، پیر پرستی محرم کا کھچڑا اور شربت۔ شب برات کا حلہ۔ غرضیکہ اسی قسم کے بہت سے بدعتی اور فروعی مسائل بحال کر مسلمانوں کو کافر و ملعون و مردود ٹھہرایا۔“

جناب روحی صاحب آپ کے منظور نظر وہابیوں نے اہلسنت کے ان معمولات کو بدعت حرام ناجائز اور شرک بتاتا کر مسلمانوں کو بدعتی اور مشرک ٹھہرایا اور اختلافات کا ایک طومار کھڑا کر دیا۔ یہ معمولات تو مسلمانوں کے قدیم سے رائج تھے آپ کے وہابیہ نے تو جنم بھی نہ لیا تھا اور یہ معمولات تھے آپ کے وہابیہ نے کیوں انہیں ناجائز و حرام و شرک کہا۔ اور ایک اختلاف کی بنیاد ڈالی۔ انہیں یہ سب کچھ نہ کرنا تھا نہ کرتے مگر دوسروں پر اعتراض کرنے اور ان معمولات کو بدعت قرار دینے کا کیا حق تھا۔ کیا قرآن و حدیث وہ ہی سمجھتے تھے حقیقی اتباع کے انہوں نے ٹھیکے لے لیے تھے۔ جب انہوں نے ناجائز کیا تو علمائے اہل سنت نے جواز کے دلائل و براہین پیش کئے اور دانت کھٹے کر دیئے۔ مگر پھر بھی ان مسائل کے انکار پر کسی کو کافر نہ کہا۔ آپ کا یہ کہنا کہ ان فروعی مسائل میں کافر مردود کہا، صرف بہتان و افتراء ہے۔ کافر کہا اسے جس نے خدا کی طرف امکان کذب کی

نسبت کی، ختم زمانی پر حملہ کیا۔ حضور کی توہین کی۔ اور اس میں کسی بڑی سی بڑی شخصیت کی پروانہ کی۔ خواہ وہ شہید کہلاتے ہوں یا قطب وقت یا شیخ الہند یا شیخ الاسلام۔

غرض کہ جس کی بات اپنے نزدیک اور اپنی تحقیق میں خلاف مذہب اسلام و مسلک اہلسنت و یکمھی مداخلت نہ کی اور بلا رو رعایت شریعت مطہرہ کا قانون سنا دیا۔ ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کیا۔

آخر نہ رہا گیا آپ سے تو آپ نے پیر مغاں سرسید احمد خاں کا بھی ذکر کر دیا اور ہونا چاہیے تھا اس لیے کہ پروفیسری تو انہیں کے دم قدم سے جناب کو ملی۔ جناب روحی صاحب سید احمد خاں کے متعلق وہ پڑھیے جو مفسر تفسیر حقانی نے نیچری کے زیر عنوان تفسیر حقانی میں لکھا ہے۔ جس کا کچھ حصہ ہم نقل کر چکے ہیں اس وقت آپ کی آنکھیں کھلیں گی۔ کہ آپ کے سید احمد خاں نے مذہب کو کس قدر نقصان پہنچایا اور مسلمانوں کو کس طرح برطانیہ کے پنجہ میں پھنسایا۔ اور چونکہ وہ بھی وہابی تھا اس لیے اس کو علمائے اہلسنت نے برا کہا تو آپ چڑھ گئے۔

اس سلسلہ میں آپ نے حضرت مولانا عبدالباری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ذکر کیا ہے، جناب روحی صاحب مولانا عبدالباری صاحب وہ ہیں جو آپ کے نزدیک قبر پرست، پیر پرست۔ گیارہویں اور عرس والے کہلاتے ہیں۔ سنی تھے اور آپ کی تحقیق کے مطابق بدعتی تھے۔ وہ تو الی بھی سنتے تھے۔ اور یکم ربیع الاول سے ۱۴ تک روز آنہ بڑے تکلف سے مجلس میلاد شریف کرتے تھے میں خود ذاتی طور سے واقف ہوں اس لیے کہ میں خود فرنگی محل مدرسہ نظامیہ کا ایک ادنی طالب علم ہوں۔ حضرت مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ سے خاص طور پر شرح چھمینی پڑھی ہے۔ مگر زمانہ خلافت میں کچھ باتیں ان سے سرزد ہو گئیں جن پر اعلیٰ حضرت نے

گرفت فرمائی آخر کار وصال سے کچھ پہلے خدام الحرمین کے جلسہ میں علماء بریلی شریک ہوئے اس وقت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ نہ کیا اور ان کے یہاں قیام سے بھی انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ پر جو اعتراضات کیے ہیں ان باتوں سے رجوع کیجئے۔ چنانچہ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش سے تحریر دی۔ اس کے بعد حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود فرنگی محل گئے دونوں میں مصافحہ و معانقہ ہوا۔ حضرت مولانا حامد رضا خاں نے حضرت مولانا عبدالباری کے ہاتھ چومے اس لیے کہ وہ صحابی کی اولاد میں ہیں اور وہیں قیام فرمایا۔ فقیر اس موقعہ پر موجود تھا۔ اس خوشی میں دارالافتا کی بر فیاں آئیں اور باقاعدہ فاتحہ ہوا اور تقسیم ہوئیں۔ جناب روحی صاحب عبرت حاصل کیجئے اس واقعہ سے اور دیکھئے حقانیت بریلوی اور بقول آپ کے رضا خانیوں کی اور ملاحظہ فرمائیے حق پرستی و بے نفسی حضرت مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی۔ مولیٰ تعالیٰ اعلیٰ حضرت کی سی حق گوئی۔ اور مولانا عبدالباری صاحب کی سی حق پرستی سب کو عطا فرمائے۔ مگر اس حق گوئی کی قدر و منزلت اسی نے کی جو سنی تھا۔ وہابی۔ دیوبندی کیا قدر کرے گا۔ اور یہ حق پرستی اسی نے کی جو سنی تھا۔ وہابی، دیوبندی کیا حق پرستی کرے گا۔ اسے لڑنا آتا ہے اور سینہ تانتا۔ میں یہاں آپ کو ایک نکتہ سمجھا دوں اگر سمجھ میں آ جائے۔

حضرت مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خدا اور نبی اور ولی کی شان میں گستاخی نہ کی تھی تو ہین آمیز کلمات استعمال نہ کئے تھے صرف چند باتیں تھیں جن پر اعتراضات تھے اس لیے ان سے حق پرستی کا مادہ سلب نہ ہوا تھا اس کی

روشنی باقی تھی۔ لہذا حق کو قبول کر لیا اور خدا نے توفیق بخشی۔ وہابیہ، دیوبند یہ نے خدا اور اس کے حبیب اور اولیاء کی شان میں گستاخیاں کیں۔ اس لیے حق پرستی کا مادہ سلب ہو گیا۔ خدا کی توفیق نے دھگری نہ کی لہذا حق کو قبول نہ کر سکے اپنے وقار دنیوی کو قائم رکھا اور یہ کہتے رہے کہ اس کا یہ مطلب ہے وہ مطلب ہے مگر توبہ نصیب نہ ہوئی وقار اخروی کھو بیٹھے ایسے لوگوں کے لیے خدا نے فرمایا ہے۔ ہم بکم عمی فہم لایرجعون۔

اہل سنت و جماعت

آپ نے اس عنوان کے ماتحت تو یہ تسلیم کر لیا کہ اہل سنت ہی اسلام کا وہ فرقہ ہے جو عموم و کثرت کے ساتھ اب بھی باقی ہے اور یہ بھی آپ نے تسلیم کر لیا کہ بہت سے فرقے پیدا ہوئے اور ختم ہو گئے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک بات اور آپ کو کہہ دینی چاہیے تھی جو بہت ضروری تھی۔ وہ یہ کہ حضور کی پیشین گوئی کے مطابق ناجی اور جنتی اولیک علی ہدی من ربکم واولئک ہم المفلحون۔ یہ ہی فرقہ ہے اور باقی بہتر فرقے کھم فی النار ہیں۔ حضور کے اس فرمان سے آپ نے گریز کیوں کیا۔ کیا باقیوں کو جہنمی کہنا۔ آپ کو دکھ پہنچاتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں ”اگرچہ ایک صدی سے قبل اس کے مقابل شیعہ فرقہ سمجھا جاتا تھا مگر آج سنی کے مقابل فوراً وہابی سمجھا جاتا ہے۔“ آپ نے غلط کہا ہر فرقہ باطلہ کے مقابلہ میں سنی کا لفظ تھا معتزلہ کے مقابلہ میں، قدریہ جبریہ مجسمہ کے مقابلہ میں، خارجی اور شیعہ کے مقابلہ میں غرضیکہ جو فرقہ باطلہ جس زمانہ میں تھا اس کے مقابلہ میں لفظ سنی تھا۔ اب اس کے وقت برسر ہنگامہ وہابی ہے اور اہل سنت کے عقائد سے مختلف ہے اس لیے اب زیادہ تر اس کا استعمال وہابی کے مقابلہ میں ہوتا ہے اس لیے کہ وہابی تو سنی کہلایا ہی نہیں جاسکتا۔ جیسا کہ معتزلی سنی نہیں کہلایا جاتا

تھا۔ اب رہا انشقاق و افتراق تو اس کی نحوست اسی کے سر تنچے کی جواہل سنت کے خلاف عقائد ایجاد کر کے اہل سنت سے جدا ہو گیا اور فسادِ بن کر جنگ و جدال کی آگ بھڑکائی اور اپنی اقلیت کو اکثریت میں لانے کے لیے توڑ پھوڑ شروع کی، اور مد انگریز سے لی، وظیفے انگریز سے لیے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ بار بار عام لفظ مسلمان مسلمان بول کر تمام فرق باطلہ کو ایک میں سمیٹ سکتے ہیں۔ جبکہ صاف و صریح یہ موجود ہے کہ انھیں کلمہ گو یوں میں سے بہتر ناری ہوں گے۔ ان تاریوں سے آپ کو کیوں محبت ہے ان کے غم میں آپ کیوں پگھلے جاتے ہوں۔ زبان و کلمہ کو ان کی تعزیت میں کیوں استعمال کرتے ہیں۔

آپ نے عنوان سنت و جماعت کے ماتحت سنت و جماعت کے جو معنی سمجھائے وہ تو قریب قریب لفظ سنت اور جماعت سے خود ماخوذ ہوتے ہیں۔ بتانا آپ کو یہ چاہیے تھا کہ اس کا صحیح مصداق اسلام کے فرقوں میں سے کون سا فرقہ ہے یوں تو ہر شخص اپنے آپ کو اہلسنت و جماعت کہنے کا حقدار بنتا ہے۔ اب ہم آپ کو بتائیں کہ صحیح مصداق کون ہے سیکے۔ وہ ہے جو شیعہ اور خارجی نہ ہو۔ معتزلہ اور قدریہ نہ ہو۔ مجسمہ اور مرجیہ نہ ہو اور غیر مقلد نہ ہو، چکڑالوی نہ ہو۔ قادیانی نہ ہو۔ نیچری نہ ہو اور وہابی اور دیوبندی نہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ اسلام دنیا کے تمام فرقوں کو مٹا کر تمام دنیا کی ایک عمومی برادری قائم کرنے آیا تھا۔ بالکل صحیح ہے۔ مگر ستیاناس ہو خارجی اور شیعہ کا، معتزلہ اور قدریہ کا، وہابی اور دیوبندی کا، جنہوں نے اس عمومی برادری کو قائم نہ رہنے دیا اور فرقہ فرقہ ہو کر اہل سنت و جماعت سے جدا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان اپنی جگہ ہے اس نے لفظ المؤمنون فرما کر اخوت قائم کی پس جو صفت المؤمنون سے جدا ہو کر کلہم فی النار کا مستحق ہو گیا وہ مؤمنین کا بھائی کیسے ہو سکتا ہے۔ جناب روحی صاحب الفاظ کی رو

میں نہ ہے۔ حقیقت پر نظر ڈالے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط مستقیم اور دائیں بائیں چھوٹے چھوٹے خط کھینچ کر جو تفہیم فرمائی آپ نہ سمجھ پائے۔ حضور نے خط مستقیم اپنا راستہ بتایا۔ یہ ہی راستہ اہل سنت کا ہے۔ دائیں بائیں کے خطوں کے متعلق فرمایا کہ ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے۔ یہ دائیں بائیں مختلف راستے وہ ہی ہیں جو خارجیت اور رخص اور اعتزالی اور وہابیت کے نام سے موسوم ہیں اس لیے کہ تابعین کے زمانہ سے لفظ اہل سنت مشہور ہوا اور الحمد للہ کہ اپنی اسی شان سے اب تک چلا آرہا ہے۔ مگر دائیں بائیں نام بدلتے رہے اعتزالی جب بدنام ہوا تو اصحاب التوحید داعی الی التوحید نام رکھ لیا۔ اہلحدیث کبلانے لگے۔ جب وہ بدنام ہوئے تو تبلیغی جماعت اور اسلامی جماعت نام رکھ لیے۔ حقیقت سب کی وہ ہی وہابیت، لباس بدلتا رہا۔ اب جناب روحی صاحب آپ کوئی اور نام رکھ کر جماعت بنائیجئے۔

عقائد میں وسعت طبعی

اس عنوان کے ماتحت آپ نے لکھا کہ ”اسلام نے اصول دین کو چھ دفعات میں یکجا کر دیا ہے اور وہ ایمان باللہ، ایمان بالرسول، ایمان بالکتاب، ایمان بالملائکہ، ایمان بالیوم الآخر اور ایمان بالتقدیر۔ یہ دفعات صحابہ کے عہد میں بالکل سادہ تھے مگر جیسے جیسے مسلمانوں میں خیال آرائی بڑھتی گئی۔ ان مسائل میں نئے نئے مسائل بڑھتے گئے۔“

جناب روحی صاحب۔ ان دفعات کے ماتحت بڑی بڑی تفصیلات ہیں جن تفصیلات میں سے کسی کا انکار منافی ایمان ہوگا۔ مثلاً ایمان باللہ میں یہ ضروری ہے کہ اس کی تمام صفتوں کو قدیم ازلی، ابدی، ممتنع الزوال ماننا ہوگا اور ہر صفت

عیب و نقص سے پاک اور منزہ جانتا ہوگا۔ صدق بھی اس کی ایک صفت ہے جو صفت کمال اور لازوال ہے کذب ایک عیب و نقص ہے۔ مگر جب مولوی اسماعیل دہلوی نے اور ان کے اتباع میں دیوبندیہ نے خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر مانا تو خدا کی صفت صدق پر ایمان نہ ہوا تو پھر خدا پر ایمان کیسے متصور ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ایمان یا رسل میں ان کی تعظیم و توقیر کا بجا لانا ہے۔ جس کا تعلق ان کی ذات سے بھی ہے اور صفات سے بھی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں ان کی خاتمیت زمانیہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ پس اگر کوئی حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتائے یا بچوں۔ پاگلوں۔ جانوروں۔ جو پایوں۔ ایسا کہے یا حضور کے وصف ختم زمانی پر حملہ کرے تو یہ حضور پر ایمان متصور نہ ہوگا۔ سمجھے صاحب۔

پھر یہ بھی یاد رکھیے کہ بعض مسائل ضروریات دین اسلام سے ہیں کہ جن میں سے کسی ایک کا انکار کفر قطعی اور ارتداد یقینی ہے۔ وہ وہ ہی ہیں جو چھ دفعات اور ان کی تفصیلات ہیں۔ فرقہ ہائے اسلام میں سے بعض فرقوں نے اگرچہ بظاہر ان چھ دفعات کا اقرار تو کیا لیکن کتاب و سنت سے ثابت ہونے والے دوسرے مسائل کا انکار کیا۔ جیسے شیعہ نے خلافت شیعین سے انکار کیا معتزلہ نے رویت باری، شفاعت، پل صراط، وزن اعمال سے انکار کیا۔ اس لیے اہل سنت و جماعت نے اپنے آپ کو ان فرق باطلہ سے ممتاز رکھنے کے لیے اور صحیح صراط مستقیم بتانے کے لیے ان مسائل کی تفصیل بڑی شرح و بسط سے فرمائی۔ جو ضروریات مذہب اہل سنت سے شمار کئے گئے ان میں سے کسی کا انکار ابتداء فی الدین اور مذہب اہل سنت سے خروج شمار کیا گیا۔ آج کل وہابیہ حضور کے اور اولیاء کے علم غیب کے قائل نہیں، شفاعت کے قائل نہیں حضور کی حیات جسمانی کے قائل نہیں

استمداد کے قائل نہیں، جواز عدائے نبی و ولی کے قائل نہیں۔ یہ مسائل اہلسنت کے متفقہ مسائل ہیں وہابیہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ لہذا وہ اہلسنت والجماعت سے جدا اور مبتدع شمار کئے گئے۔ جناب روحی صاحب اس کو سمجھئے۔

آپ فرماتے ہیں اور آج کل ان لوگوں نے اہل سنت ہونے کا دار و مدار چند خود ساختہ غیر اسلامی بدعتانہ اور شرکانہ رسموں پر رکھا ہے۔“

جناب روحی صاحب معمولات اہلسنت کو بدعتانہ اور شرکانہ رسمیں قرار دینا یہ بی کھلی ہوئی وہابیت ہے۔ جناب کہہ دینا اور گھر بیٹھ کر قلم چلا دینا تو بہت آسان ہے اور خصوصاً آج کل آزادی کے زمانہ میں مگر جب آپ سے مطالبہ کیا جائے کہ ثابت کیجئے کہ یہ بدعت یا شرک کی رسمیں ہیں۔ تو بغلیں جھانکنے لگیں گے۔ پسینہ آ جائے گا۔ جھنسی کا درد دھیا دیا جائے گا منہ چھپائے پھرے گا۔

بدعت

آپ نے اس عنوان کے ماتحت بدعت پر گلفشانی فرمائی ہے اور بدعت کی تعریف کی ہے۔ وہ بھی قائل غور ہے اور ہمارا آپ کا فیصلہ اسی پر ہے آپ فرماتے ہیں۔

”اس سے بدعت کی حقیقت ظاہر ہوتی اور وہ یہ ہے کہ بدعت دین حق کے اندر کسی ایسی چیز کا باہر سے اضافہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اور بتائے ہوئے دین میں نہیں نہ اس کی اصل موجود ہے اور نہ اس کی نظیر موجود ہے اور نہ وہ قرآن و حدیث سے مستحب ہے۔“

جناب روحی صاحب اگر اس کی اصل موجود ہے اور نظیر بھی پائی جاتی ہے تو وہ چیز تو بدعت نہ ہوگی۔ یہ تو آپ کو تسلیم ہے پس ہم کہتے ہیں کہ میلاد و قیام فاتحہ، عرس، اذان برقبر، چادران سب کی اصل و نظیر موجود ہے لہذا بدعت نہیں اگر آپ

کو ان کے دلائل و براہین دیکھنا ہوں تو نظر انصاف سے رسائل اہلسنت ملاحظہ فرمائیے اگر وہ میسر نہ ہوں تو فقیر کا رسالہ ”تھاقت الوہابیہ“ کا باب دوم سنت و بدعت کا بیان دیکھئے خاطر خواہ تسلی ہو جائے گی۔
آپ فرماتے ہیں۔

”اس جماعت نے بدعت کی بھی دو قسمیں قرار دے دیں ایک بدعت حسنہ اور ایک سنیہ بدعت، ان عقلمندوں سے کوئی پوچھئے کہ بدعت حسنہ کیسے ہو سکتی ہے جبکہ صاف صاف حدیث میں کل بدعت ضلالتیہ ہے۔“
جناب روحی صاحب آپ کو دین و مذہب کی کتابوں سے تو واسطہ نہیں یا دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق نہیں۔ آپ صرف دو قسموں پر طعنہ زنی کر رہے ہیں حالانکہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) بدعت محرمہ (۲) بدعت واجبہ (۳) بدعت مندوبہ (۴) بدعت مکروہہ
(۵) بدعت مباحہ۔

ملا علی قاری کی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ قال الشیخ عز الدین ابن عبد السلام فی آخر کتاب القواعد۔ البدعة اما واجبة کتعلم الحو لفہم کلام اللہ ورسولہ وکتدوین اصول الفقہ و الکلام والجرح والتعذیل واما محرمة کمذہب الجبرية والقدرية والمرجئة والمجسمة والرد علی ہولاء من البدع الواجبة لان حفظا الشریعة من هذه البدع فرض کفایہ واما مندوبہ کا حدیث الروابط والمدارس و کل احسان لم یعہد فی الصدر الاول و کاتم اویح امی بالجماعة العامة و الکلام فی دقائق الصوفیہ و اما مکروہہ کزخرفة المساجد و تزئین المصاحف یعنی عند الشافعیة واما عنہ الحنفیة فمباح و اما مباحہ کا لمصافحة

عقوب الصباح و العصرای عند الشافعية ايضاً و عند الحنفية مكروه
علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں قال العلماء البدعة خمسة اقسام
واجبة و مندوبة و محرومة و مكروهة و مباحة۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی مجموعہ فتاویٰ میں فرماتے ہیں اور یہ
ضروری نہیں کہ ہر بدعت بمعنی مذکور مذموم ہو بلکہ بعض واجب ہیں اور بعض حرام
ہیں اور بعض مندوب اور بعض مکروہ اور بعض مباح (لمستطاع)

فرمائیے ان حضرات نے جو بدعت کی قسمیں فرمائیں تو کیا یہ لوگ حدیث
کل بدعة ضلالة سے واقف نہیں یا آپ ہی واقف ہیں اور سمجھتے ہیں۔

اور مختصر یہ سن لیجئے کہ علامہ نووی فرماتے ہیں البدعة مالم یکن فی مبد
رسول اللہ رسول ﷺ وہی مقسمة الی حسنة و قبیحة۔

جناب روحی صاحب اب یہ بھی سن لیجئے کہ حدیث کل بدعة ضلالة کا مطلب
کیا ہے اور شراح حدیث نے کیا لکھا ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ قال فی الازہار اے کل بدعة منیة ضلالة
لقوله علیه السلام من سن فی الاسلام منة حسنة فله اجرها و اجر من
من عمل بها کل بدعة ضلالة میں بدعت سے بدعت سنیہ مراد ہے اس لیے کہ
حضور نے فرمایا ہے کہ جو شخص اسلام میں طریقہ حسنہ جاری کرے تو اس کو اس فعل کا
ثواب ملے گا جو اس پر عمل کرے گا۔ اس کا بھی اجر اس کو ملے گا۔

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں فاذا عرف ذلك ما ذکرته علم
ان الحدیث من العام المخصوص۔ حدیث کل بدعة ضلالة عام
لخصوص منه البعض ہے۔

مولانا عبدالحی فرماتے ہیں اور حدیث کل بدعة ضلالہ عام لخصوص

منہ البعض ہے۔ جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ قاری نے تصریح فرمائی۔

آپ فرماتے ہیں کہ بدعت حسنہ کیسے ہو سکتی ہے۔ جناب جب مشکوٰۃ میں حدیث کل بدعة ضلالة دیکھی تھی تو اسی باب میں چند حدیثوں کے بعد یہ حدیث بھی ہے و من ابتدع بدعة ضلالة لا يرضاها الله ورسوله الخ اس حدیث میں حضور نے بدعت کو لفظ ضلالات سے مقید فرما دیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی بدعت ایسی بھی ہے جو ضلالات نہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ فید یہ لاخراج البدعة الحسنة حضور نے بدعت کے ساتھ ضلالات کی قید لگا دی اس لیے کہ اس حکم سے (جو حدیث میں بیان کیا گیا ہے عدم رضا و خدا و رسول) بدعت حسنہ مستثنیٰ ہو جائے۔ دیکھا آپ نے بدعت ایسے حسنہ ہو سکتی ہے کہ حضور نے خود تقسیم فرمادی اور بتاؤں حضرت عمر رضی اللہ عنہ قیام رمضان کے متعلق فرماتے ہیں نعمت البدعة هذه یہ بدعت حسن ہے۔ دیکھئے حسنہ ایسے ہو سکتی ہے فرمائیے یہ حضرات عقلمند ہوئے یا نہیں انہیں عقلمندوں سے پوچھنے کے لیے آپ نے فرمایا دیکھئے یہ عقلمند کیسے کیسے عالم دین ہیں اور اب بتائیے کہ ان عقلمندوں کے مقابلہ میں آپ کون ہوئے۔ میں اپنی زبان سے نہ کہوں گا آپ خود جواب سوچ لیجئے۔

آپ کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی صاحب نے کسی طالب علم سے (غالباً) دیوبند کا ہوگا) پوچھا کہ میاں دو اور تین کے ہوتے ہیں۔ اس نے برجستہ جواب دیا پانچ روٹیاں اس کے ذہن میں روٹی ہی روٹی تھی۔ لہذا روٹی کہہ دیا آپ کے ذہن میں بھی ضلالت ہی ضلالت ہے لہذا ہر بدعت کو ضلالت کہہ دیا۔ نہ حدیث پر نظر نہ اسکے معنی سمجھنے کی توفیق، نہ شراح حدیث سے غرض مطلب۔

حقیقت بدعت

آپ نے اس عنوان کے ماتحت حقیقت بدعت بیان فرمائی ہے۔ مگر نقلی، آپ فرماتے ہیں۔ ایک ذی علم بزرگ نے کیا خوب لکھا ہے اور حاشیہ میں ان کا نام بھی حضرت مولانا حکیم عبدالغفور آنولوی بتا دیا ہے۔

جناب روحی صاحب آپ نے اس رسالہ کی سخت توہین کی کہ ایک دین سے ناواقف عربی سے نابلدہ کو حضرت مولانا کے خطاب بخشے پتہ چلا کہ آپ کے مروی عنہ سب ایسے ہی ہیں اور جیسے آپ کے مروی عنہ ویسے ہی آپ ان کے راوی۔

میں خود آنولہ کارہنے والا ہوں۔ میں خوب جانتا ہوں وہ محلہ گنج کے رہنے والے ہیں۔ سوت بیچنے کی دوکان ہے کبھی کبھی پرچوتی کی بھی دوکان کر لیتے ہیں معمولی سی فارسی پڑھے ہوئے ہیں۔ علم عربی سے بالکل ناواقف اتفاق یہ کہ کسی مرفذہ الحال وہابی کے یہاں رشتہ داری ہو گئی۔ اس روز سے خیالات بدل گئے حضرت ولد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے اور وہاں کے اہل سنت نے بہت سمجھایا۔ تو پھر تبلیغ سے تو باز آ گئے۔ مگر ادھر ادھر تحریروں سے کام لیتے رہے۔ آخر کار ایک مرتبہ بایکات کر دیا گیا۔ تو معافی مانگی غرض کہ کسی مدرسہ کے تعلیم یافتہ نہیں سند کس کو کہتے ہیں۔ اسی طرح حکمت میں بھی کسی کے شاگرد نہیں۔ خود ہی علاج الغریبا۔ میزان الطب وغیرہ سے حاصل کر لی ہے۔ وہ بھی ناکام۔ جناب روحی صاحب یہ ہیں آپ کے حضرت مولانا حکیم۔ مگر چونکہ آپ کی اور ان کی ذہنیت مل گئی۔ اس لیے حضرت مولانا حکیم ہو گئے۔ قول کے نقل کرنے سے پہلے قائل کی علمی حیثیت معلوم کر لیتی چاہیے۔ آپ کو حقیقت بدعت کے لیے ملے تو یہ ملے نہ حضرت علامہ نووی ملے نہ حضرت ملا علی قاری ملے۔ نہ حضرت مولانا عبدالحی ملے۔ افسوس صد افسوس۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ حقیقت بدعت کا مضمون کیوں ایجاد ہوا اہم سے پوچھئے۔ محلہ گنج کی ایک مسجد ہے جوں بڑک ہے جس کے قریب ان کی دوکان

ہے۔ وہاں کے نمازی نماز فجر و عصر کے بعد امام سے مصافحہ کر لیتے ہیں اتفاقاً ایک نماز میں یہ بھی تھے ان سے بھی مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا انھوں نے جھٹک دیا۔ لوگ بگڑ گئے اور خوب توں توں میں میں ہوئی اور ان سے کہا کہ آپ مصافحہ نہیں کرنا چاہتے ہیں نہ کریں۔ مگر مصافحہ کرنے والوں کو بدعتی وغیرہ بنانے کا آپ کو کیا حق ہے۔ آپ کوئی مولوی مفتی ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے یہ مضمون لکھا چنانچہ اس میں اسی مصافحہ کا ذکر آیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ

آپ نے اپنی کتاب میں مسلمانوں کو خوب دھوکہ دیا ہے۔ تاریخی واقعات کو غلط لکھا۔ اور جہاں کچھ حقیقت تھی وہاں اپنا حاشیہ چڑھایا ایک ایک بات کو کئی مرتبہ اس طرح بیان کی کہ جس سے پتہ چلے کہ بڑے غصہ میں بھرے ہوئے ہیں مضمون بے ربط و سلسلہ بات کچھ شروع کی پہنچے کہاں اور ساری کتاب بد مذہبوں و ہابیوں دیوبندیوں کی مدح سرائی سے پر، اہل سنت پر طعنہ زنی، کتاب کیا ہے کہ تعزیرات ہند کا مجموعہ نہ کسی چیز کا ثبوت نہ کسی مسئلہ کی تحقیق، شان علم سے کوسوں دور، آج کل جس طرح لیڈر بولتے ہیں اسی انداز پر ایک لیکچر یہ ہے جناب کی پروفیسری کی لیاقت اور وہ بھی اسلامی لٹریچر کی پروفیسری کہ جن کو نہ علم فقہ کی خبر، نہ علم کلام کی، نہ تفسیر کی، نہ شروع حدیث کی اور لطف یہ کہ جن کی حمایت کے لیے قلم اٹھایا ان کے گھر کی بھی خبر نہیں۔ انگریز سے ہر مسلم تنفر ہو چکا تھا۔ اور ہے اسی کو پیش نظر رکھ کر جذبات کو ابھارا اور بے موقعہ انگریز انگریز کا ذکر چھیڑا اور تمام اہلسنت پر انگریز دوستی کا الزام لگا کر تنفرو بیزاری کا جذبہ پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی۔ حفظنا اللہ عن شر کل طاغیہ والحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ علی نبیہ محمد و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

فقیر عبد الحفیظ عفی عنہ

مفتی شاہی جامع مسجد آگرہ

سید احمد دریلوی

انگریز دوست یا انگریز دشمن؟

از جناب عنایت اللہ چشتی چکڑالوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تاریخ کے مطالعہ میں ہمیں ایک اہم حقیقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو وہ لامحالہ ہمارے اسلاف سے بحث کرنے کی ہو سکتا ہے کہ ہم ان اسلاف کے متعلق بعض باتوں کو جو کچھ سمجھتے چلے آ رہے ہوں تاریخ کا مطالعہ ہمیں اس کے خلاف بتائے اور اس نتیجہ تک پہنچائے کہ نہیں! بات یوں نہیں بلکہ یوں تھی اس سے بعض اوقات ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اسلاف میں سے کسی ایک کے متعلق جو رائے ہم پٹے رکھتے تھے اُسے بدلنا پڑے۔ تاریخ کے صحیح مطالعہ سے مفہوم ہی یہ ہے کہ اگر واقعات اس کے متقاضی ہوں تو ہم اپنی رائے میں تبدیلی کر لیں اگر ہم اس کے لیے تیار نہ ہوں تو پھر تاریخی تحقیق و تدقیق سے کچھ حاصل نہیں۔

آج جبکہ ماضی کی ستائش ہر مورخ کا نصب العین بن گیا ہے۔
 رفتگان کی غلطیوں کا شمار کرنا عصر خویش سے جنگ کرنے کے مترادف ہے
 لیکن آئندگان کو ان غلطیوں سے آگاہ کرنا انگریز ہے جن کی وجہ سے ماضی
 میں مسلمانوں کو ناگفتہ بہ حالات سے گزرنا پڑا ہے تاکہ مستقبل کی تعمیر میں ان

غلطیوں سے احتراز کیا جائے زمانہ محال ماضی کا شمرہ ہے اور مستقبل کے لیے ایک تحم کی حیثیت رکھتا ہے ہمیں آج اپنے پیشرو حضرات کے اعمال کا محاسبہ کرنا ہے اس لیے نہیں کہ ہم ان کو مطعون کریں بلکہ اس لیے کہ ماضی کی روشنی میں مستقبل کے لیے شاہراہ عمل کی جستجو کریں۔

زیر نظر مقالہ میں ہم نے برطانوی ہندوستان کی مشہور تحریک دہابیت کے قائد جناب سید احمد بریلوی کے سیاسی کردار کا تاریخ کی روشنی میں جائزہ لیا ہے اگر ہمارا یہ جائزہ آپ کے جذبات کو مجروح کرتا ہے تو اس میں ہمارا قصور نہیں کیونکہ ہماری تحقیق کا مدار تاریخ پر مبنی ہے اس لیے ہم پر ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں ہونی چاہیے۔

برطانوی دور حکومت میں جناب سید احمد بریلوی کی تحریک ایک ایسی تحریک ہے جو یگانوں اور بیگانوں میں "تحریک دہابیت" کے نام سے مشہور ہے یہ تحریک دہابیت کے نام سے کیوں مشہور ہوئی؟ اس کی وجہ جناب سید احمد بریلوی کے ایک بہت بڑے مداح شیخ محمد اکرام صاحب سی، ایس، پی کی زبان سے سنئے :-

"جب وہ (سید احمد بریلوی) حج کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں انہیں دہابیوں کے عقائد سے باخبر ہونے کا موقع ملا جو ان کے سفر حج سے چند سال پہلے مقامات مقدسہ پر قابض تھے حضرت سید صاحب اور دہابیوں کے مقاصد میں بہت اشتراک تھا۔ اس لیے ان کے کئی ساتھی دہابی عقائد سے متاثر ہو آئے۔ مثلاً دہابی عقائد میں ایک اہم عقیدہ عدم وجوب تطہیر شخصی کا ہے۔

اہل سنت مسلمان، فقہ کے چار بڑے اماموں، امام ابو حنیفہ، امام

شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل میں سے کسی ایک کے پیرو اور ان کے طے کردہ مسائل فقہ میں سے کسی ایک کے مقلد ہوتے ہیں لیکن دہلوی اسے غیر ضروری سمجھتے ہیں اور فقہی اماموں کے بجائے احادیث کی پیروی کرتے ہیں۔ اس مسئلے پر شاہ اسماعیل شہید نے سفر حج کے بعد اپنے آپ کو غیر مقلد ظاہر کیا۔^۱

سرسید احمد خان کا انکار تقلید بھی شاہ اسماعیل کے "فیضانِ محبت" کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ مولانا الطاف حسین حالی، سرسید کی ابتدائی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

"مولانا اسماعیل شہید نے اُن کے خیالات کی اور زیادہ اصلاح کی اور انہیں کسی قدر تقلید کی بندشوں سے آزاد کیا۔"^۲

جناب سید احمد بریلوی اور اُن کے "مریدانِ با صفا" کے دینی معتقدات کی تخلیط میں سید صاحب کے زمانہ سے لے کر آج تک اکابر اہل سنت نے کیا کچھ لکھا صرف اس کی فہستہ کے لیے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ سب درست یہ قصہ ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ ہمارا موضوع سید صاحب کے سیاسی اعمال و نظریات پر نقد و نظر ہے۔

کچھ دنوں سے سید صاحب کے مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے بعض حضرات یہ ثابت کرنے کی بدرجہ غایت کوشش کر رہے ہیں کہ "سید صاحب بنیادی طور پر انگریزوں کے تسلط کے بھی ویسے ہی مخالف تھے جیسے سکھوں کی حکومت کے۔ اور ان کے منصوبہ مجاہد میں انگریزوں سے

قال اسی طرح شامل تھا جس طرح سکھوں سے۔ "آج کل اس نقطہ نظر کے بہت بڑے مبلغ مولانا غلام رسول قہر ہیں۔ انہوں نے تحریک دہابیت پر قریباً پونے دو ہزار صفحات پر مشتمل چار مجلدات مرتب کی ہیں جن کے نام بالترتیب حسب ذیل ہیں :-

① سید احمد شہید حصہ اول ② سید احمد شہید حصہ دوم

③ جماعت مجاہدین ④ سرگزشت مجاہدین

مہر صاحب نے اپنی مذکورہ تصانیف میں اپنے نقطہ نظر کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے اپنا پورا زور قلم و استدلال صرف کیا ہے اس کے باوجود مہر صاحب کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ کیونکہ جن لوگوں کے سامنے تحریک دہابیت سے متعلق ایسی کتابیں ہیں جو اس تحریک کے بنیادی مآخذ کی حیثیت رکھتی ہیں وہ مہر صاحب کے نقطہ نظر کی تائید کرنے سے معذور ہیں کیونکہ ان کتابوں میں ایسا مواد بکثرت موجود ہے جو مہر صاحب کے نقطہ نظر کے برعکس سید صاحب کو انگریزوں کا حلیف ثابت کرتا ہے۔

تحریک دہابیت سے متعلق حسب ذیل تین دستاویزات بلند پایہ تاریخی حیثیت کی حامل ہیں :-

① سوانح احمدی :- اس کے مصنف مولوی محمد جعفر تھانوی

ہیں۔ مولوی صاحب، سید احمد بریلوی کے خاص محققین میں سے ہیں۔

ان کی تصنیف سوانح احمدی کو سید صاحب کے سوانح حیات میں

ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ بقول غلام رسول قہر :-

"اُردو زبان میں سید صاحب کے متعلق

یہ پہلی کتاب ہے۔" ۱

شروع سے لے کر آج تک اسے سید صاحب کے حالات و واقعات کے سلسلے میں مستند ماخذ تسلیم کیا گیا ہے۔ کسی نے اس کے واقعات و روایات سے اختلاف نہیں کیا۔ خود مہر صاحب مولوی محمد جعفر تھانیسری کی بلند پایہ شخصیت کے معترف ہیں۔ ثبوت کے لیے مہر صاحب کی حسب ذیل تحریر ملاحظہ فرمائیے :-

"مولوی جعفر تھانیسری، سید صاحب کے خاص معتقدین سے وابستہ تھے اس وابستگی کے باعث انہوں نے خوفناک تکلیفیں اٹھائیں، گھر بار ٹھیا اور کم و بیش اٹھارہ سال کالے پانیوں میں بسر کیے ان کی قربانیوں کے سامنے ہر شخص کی گردن استراٹا جھک جانی چاہیے۔" ۲

② مقالات سر سید - سر سید احمد خان، سید صاحب کے صرف معاصرین میں سے ہی نہیں بلکہ معتقدین میں سے بھی ہیں۔ سر سید کی ثقاہت سے کسی کو بھی انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ سر سید کو سید صاحب سے جوارادت تھی اس کا اندازہ شیخ محمد اکرام صاحب سی۔ ایس۔ پی کے حسب ذیل بیان سے ہو سکتا ہے :-

"حقیقت یہ ہے کہ سر سید، مولانا دین محمد بریلوی کے ہم خیال اور ان کے نہایت عقیدت مند مآخوذ میں سے تھے اس کا ثبوت ان معامین سے مل سکتا ہے جو انہوں نے ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کے خلاف اور دہلی عقائد کے حق میں

لکھے تھے۔ اس کے علاوہ سرسید نے اپنی کتاب آثار الصادید میں مولانا سید احمد بریلوی، مولانا اسماعیل شہید اور شاہ عبدالعزیز کے متعلق بے حد عقیدت کا اظہار کیا ہے ان بزرگوں کے حالات زندگی بڑی تفصیل اور بڑے ادب و احترام سے لکھے ہیں اور ان کے محافل پر سختی سے نکتہ چینی کی ہے سرسید اور سید احمد بریلوی کے ذاتی تعلقات کا تو کوئی سراغ نہیں ملتا لیکن آثار الصادید سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسید، مولانا شہید کے مسجد جامع کے وعظ میں شریک ہوا کرتے تھے اور مولانا کی تعلیمات سے خاص طور پر متاثر ہوتے تھے۔^۱

⑤ حیاتِ طیبہ :- اس کے مصنف مشہور اہل قلم میرزا حیرت دہلوی ہیں۔ میرزا حیرت دہلوی کو جناب سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی سے بے پناہ عقیدت تھی اس کا ثبوت ان کی اس تصنیف کے ایک ایک سطر سے ہوتا ہے۔ میرزا حیرت کے تعصب کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے اپنے مدوح (شاہ اسماعیل) کو جگہ جگہ پیارے شہید لکھا ہے اور اپنے مدوح کے مخالف رئیس الاحرار حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کو منطقی صاحب کے نام سے لکھا ہے۔ میرزا صاحب نے حضرت علامہ فضل حق کی مخالفت ایسے سوقیانہ انداز میں کی ہے کہ شرافت و متانت سرپیٹ کے رہ جاتی ہے۔ بطور نمونہ چند سطور درج کی جاتی ہیں۔ میرزا صاحب حضرت علامہ فضل حق کے بارے میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ :-
”یہ بھی مسلم الثبوت ہے کہ آپ طلباء کے بڑھانے کے

ایسے پابند تھے کہ ناواجب موقع پر بھی نہ چوکتے تھے یعنی جب آپ طوائف کے ہاں ہوتے تھے اس حالت میں بھی سبق پڑھانے میں دریغ نہ کرتے تھے۔

مندرجہ بالا سطور اس امر کی غازی کرتی ہیں کہ میرزا حیرت کو اپنے ممدوح سے کتنی اندھی عقیدت تھی اور اس نے اسی عقیدت کی رو میں بہہ کر اپنے ممدوح کے ایک مخالف کے بارے میں (جواب دینے وقت کے ایک جلیل القدر عالم دین اور جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) کے ہیرو ہیں) ہٹا دیے باقی سے بہتان تراشی کی ہے۔ ایسے غالی عقیدت مند کے متعلق یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے اپنے ممدوحین کے بارے میں کچھ ایسے غلط واقعات منسوب کیے ہوں جن سے ان کے ممدوحین کی تعریف کی بجائے تنقید ثابت ہوتی ہو۔ بہر حال اُسے اپنے ممدوحین کے بارے میں مخلص تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یہ ہیں تحریک و ہدایت کے بنیادی ماخذ۔ ان سے زیادہ مستند شائع شدہ اور کوئی ماخذ نہیں۔

ہم نے اس مقالہ میں مذکورہ بالا ماخذوں کی روشنی میں جناب سید احمد بریلوی کے سیاسی کردار کا جو تجزیہ کیا ہے وہ نذر قارئین کرام ہے۔ ہم اپنے محاکمہ میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا جائزہ لینے کے لیے اگلے اوراق کی شہادت ضروری ہے۔

خاکسار

عنایت اللہ چشتی۔ جکڑالہ۔ ضلع میانوالی ۱۹۶۶ء

ہندوستان کا سیاسی نقشہ

جناب سید احمد بریلوی کے سکھوں کے خلاف اعلان جنگ سے
پیشتر ہندوستان کن سیاسی حالات سے دوچار تھا اس کی حقیقت غلام رسول
مہر کے حسب ذیل بیان سے منکشف ہوتی ہے :-

”سید صاحب کی ولادت سے کم و بیش تیس برس پیشتر
ایک اجنبی قوت نے ہندوستان میں قدم جمالیے تھے یہ انگریز
تھے جو تاجروں کے بھیض میں آئے ٹکی حاکموں کی بد عملیوں
نے ان میں حکمرانی کے دلوے پیدا کر دیئے۔ سب سے پہلے
کرناتک، بنگال، بہار اور اڑیسہ ان کے زیر اثر آئے۔ پھر
انہوں نے مرہٹوں اور نظام کو ساتھ ملا کر سلطنت میسور کو ختم کیا۔
اُدھر سے فارغ ہوئے تو مرہٹوں، نظام اور اودھ پر توجہ مبذول
کی۔ تھوڑے ہی دنوں میں سب کو امدادی فوجی نظام کی زنجیروں میں
جکڑ کر بے دست و پا بنا دیا۔ پھر دہلی پہنچے تو اس تخت گاہ
کے مختار کل بن گئے جو پورے ہندوستان کی اطاعت و انقیاد
کا سرچشمہ تھی۔ سید صاحب کے ہوش سنبھالنے سے پہلے یہ سب
کچھ پورا ہو چکا تھا۔ یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ اسلامی حکومت

کے اچھاؤ کا خواب دیکھنے والے ہر شخص پر واضح تھا کہ انگریزوں کی قوت سے ٹکراتے اور اسے پاش پاش کیے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جاسکتا۔

مولانا مہر کے مندرجہ بالا بیان سے پتہ چلتا ہے کہ سکھوں کے خلاف سید صاحب کے اعلان جنگ سے قبل انگریز، ہندوستان کے بہت بڑے علاقے پر قابض ہو چکے تھے یہ امر حیران کن ہے کہ سید صاحب نے ہندوستانی مسلمانوں کو انگریزوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر سرحد میں جا کر سکھوں کے خلاف جنگ کرنے کی مزدت کیوں محسوس کی؟ بعض حلقے سید صاحب کے اس اقدام کے جواز میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ سید صاحب نے سنا تھا کہ کچھ سرحدی مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں اس لیے سید صاحب نے سکھوں سے انتقام لینے کے لیے سرحد جا کر سکھوں سے جنگ شروع کر دی۔ اقل تو یہ دلیل اتنی کمزور ہے کہ اسے کوئی سمجھدار انسان تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ سید صاحب کے وطن میں انگریز ظلم ڈھارہے تھے اور سید صاحب انہیں نظر انداز کر کے اپنے وطن سے سینکڑوں میل دور سکھوں سے لڑنے چلے جاتے ہیں دوم مولانا غلام رسول مہر تو سید صاحب کے اعلان جنگ کی اس وجہ کو تسلیم ہی نہیں کرتے چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

”بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ رام پور میں افغانوں نے آپ کو مسلمانوں پر سکھوں کے ظلم و ستم کی داستانیں سنائی تھیں اور یہ سن کر آپ نے سکھوں کے خلاف جہاد کا فیصلہ کر دیا۔“

یہ محض سوانح نگاروں کے تخیل کا کرشمہ ہے سید صاحب اس سے بہت پہلے جہاد کا پختہ فیصلہ کر چکے تھے اور اس کی غرض و غایت یہ تھی کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم کریں..... سید صاحب کے نزدیک جہاد کا پہلا ہدف انگریز تھے جو ہندوستان کے بہت بڑے علاقے پر قابض ہو چکے تھے سکھوں سے بھی جہاد مزدوری تھا لیکن وہ انگریزوں سے پہلے نہ آتے تھے۔

مولانا مہر کے مندرجہ بالا بیان سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سکھوں سے پہلے انگریزوں سے جنگ ناگزیر تھی لیکن سید صاحب نے سکھوں سے جنگ شروع کر دی۔ سید صاحب نے سکھوں سے اس لیے جنگ شروع نہیں کی کہ وہ مسلمانوں پر ظلم کر رہے تھے بلکہ سید صاحب کی اس جنگ کا مقصد ہندوستان میں اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ سید صاحب ہندوستانی مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی میں جھوڑ کر اسلامی حکومت قائم کرنے کے خواب کی تعبیر ڈھونڈنے سرحد چلے گئے۔ اس ضمن میں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انگریز عملی طور پر سارے ہندوستان کا مالک تھا تو اس نے سید صاحب کو اپنے مقبوضات اور زیر اثر علاقوں میں جہاد کی آزادانہ تبلیغ کی اجازت کیونکر دی اور ان کی تحریک اور اس کے ابلاغ کو کیوں نہ روکا؟ اس سوال کا جواب اس تحریک کے پس منظر کو سامنے رکھنے سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ سید صاحب کی تحریک جہاد کے سرپرست انگریز تھے اور سید صاحب کا انگریزوں سے کوئی پکیٹ ہو چکا تھا اس لیے انگریزوں نے سید صاحب کی

تحریک جہاد میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی۔ اس بات کی تائید نواب امیر خان آف ٹونک اور انگریزوں کی صلح کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے نواب امیر خان، انگریزوں کا شدید مخالف تھا۔ سید صاحب نے نواب امیر خان کی ملازمت اختیار کر کے نواب امیر خان کو سبز باغ دکھا کر اس کی انگریزوں سے صلح کرا دی۔ اس صلح کی روداد مولوی محمد جعفر کی زبان سے سنئے :-

”ایک روز کا ذکر ہے کہ لشکر نواب امیر خان مرحوم سرکار انگریزی کے لشکر سے لڑ رہا تھا۔ دونوں طرف سے توپ اور بندوق چل رہی تھیں اُس وقت سید صاحب اپنے خیمہ میں تشریف رکھتے تھے آپ نے اپنا گھوڑا تیار کروایا اور اس پر سوار ہو کر مثل ہوا کے دونوں لشکروں کو چیرتے ہوئے اُس مقام پر پہنچ گئے جہاں سپہ سالار فوج انگریزی کا مع اپنے مصاحبوں کے کھڑا تھا۔ پس وہاں سے اُس سپہ سالار کو ساتھ لے کر پھر دونوں لشکروں کو چیرتے ہوئے اپنے خیمہ تک چلے آئے۔ یہاں آ کر تھوڑی سی بات چیت کے بعد سپہ سالار مذکور نے عہد کر لیا کہ میں اسی دم اپنے لشکر کو مقابلہ نواب امیر خان صاحب سے واپس لے جاؤں گا اور پھر مقابلہ کو نہ آؤں گا بلکہ جہاں تک ممکن ہو گا اپنی سرکار کو اس بات پر مجبور کروں گا کہ نواب امیر خان سے صلح کر لے۔ اس وقوعہ کے بعد پھر سرکار انگریزی اور نواب امیر خان میں جنگ نہیں ہوئی۔ بلکہ صلح کی بات چیت اور رسل و رسائل شروع ہو گئے اور بعد لارڈ ہیننگ صاحب بہادر وائسرائے ہند،

ٹونک کا ملک، نواب صاحب کو دے کر صلح کی گئی۔
اس صلح کے متعلق ایک اور مؤرخ (میرزا حیرت دہلوی) کی شہادت
بھی سن لیجئے :-

۱۲۳۱ء تک سید صاحب، امیر خان کی ملازمت
میں رہے مگر ایک ناموری کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں
اور امیر خان کی صلح کرادی۔ اور آپ ہی کے ذریعہ سے جو شہر
بعد ازاں دیئے گئے اور جن پر آج تک امیر خان کی اولاد
حکمرانی کرتی ہے دیئے گئے پائے تھے۔ لارڈ ہیننگ،
سید صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا۔
دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس
میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خان، لارڈ ہیننگ
اور سید صاحب، سید صاحب نے امیر خان کو بڑی مشکل
سے پیشہ میں اتارا تھا۔ آپ نے اسے یقین دلادیا تھا کہ
انگریزوں سے مقابلہ کرنا اور لڑنا بھڑنا اگر تمہارے لیے
بڑا نہیں ہے تو تمہاری اولاد کے لیے سم قاتل کا اثر رکھتا ہے
یہ باتیں امیر خان کی سمجھ میں آگئی تھیں اور اب وہ اس
بات پر رونا مند تھا کہ گزارہ کے لیے کچھ ملک مجھے دے
دیا جائے تو میں آرام بیٹھوں۔ امیر خان نے ریاستوں اور
ان کے ساتھ انگریزوں کا بھی ناک میں دم کر دیا تھا۔ آخر

ایک بڑے مشورے کے بعد سید احمد صاحب کی کارگزاری
 سے ہریاست میں سے کچھ کچھ حقہ دے کر امیر خان سے معاہدہ
 کر لیا۔ جیسے جے پور سے ٹونک دلوادیا۔ اور بھوپال سے
 سر و نج۔ اسی طرح سے متفرق پر گئے مختلف ریاستوں سے
 بڑی قیل و قال کے بعد انگریزوں سے دوا کر پھرے ہوئے
 شیر کو اس حکمت عملی سے پنجرہ میں بند کر دیا۔" ۱۷

یہ بیان مزید وضاحت کا محتاج نہیں اس بیان کے خط کشیدہ فقرات
 کو ایک بار پھر پڑھیے اور سید صاحب کی انگریز دوستی کا اندازہ لگائیے۔

انگریزوں سے جہاد کی اجازت

مندرجہ بالا واقعات و روایات سے یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ سید صاحب کے انگریزوں سے گہرے تعلقات تھے۔ انہوں نے انگریزوں کے ایماء پر نواب امیر خان کو انگریزوں کی اطاعت پر مجبور کر دیا۔ ان تعلقات کے پیش نظر سید صاحب کو انگریزوں سے تحریک جہاد کی اجازت کے چنداں ضرورت تو نہیں تھی کیونکہ سید صاحب سب کچھ انگریزوں کے اشارہ پر کر رہے تھے لیکن سید صاحب نے رسمی طور پر اپنے صوبہ کے گورنر سے جہاد کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ مولوی محمد جعفر خاں میری رقمطراز ہیں :-

”اُس وقت ہر شہر و قصبہ و گاؤں برٹش انڈیا د انگریزی عملداری واقع ہند میں علانیہ سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ ہوتا تھا مگر براہِ دور اندیشی معرفت شیخ غلام علی صاحب رئیس عظم اللہ آباد کے نواب لفٹیننٹ گورنر سپہدار اصلاخ شمالی و مغربی کو بھی اس تیاری جہاد کی اطلاع دی گئی تھی جس کے جواب میں صاحب ممدوح نے یہ تحریر فرمایا کہ جب تک انگریزی عملداری میں کسی فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو ہم ایسی تیاری کے مانع نہیں۔“^۱

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اس اجازت جہاد کی روداد میرزا حیدر دہلوی سے بھی سُن لیجئے :-
 ”سید صاحب نے مولانا شہید کے مشورہ سے شیخ غلام علی
 رئیس الہ آباد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی شمال
 کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کی تیاری
 کرتے ہیں۔ سرکار کو تو اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔
 لفٹیننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری امن میں
 خلل نہ پڑے تو ہمیں آپ سے کچھ سرکار نہیں نہ ہم ایسی
 تیاری میں مانع ہیں۔“

مندرجہ بالا واقعات اس امر کے سمجھنے میں مدد ہوتے ہیں کہ سید صاحب
 کی تحریک جہاد میں انگریزوں کا ہاتھ تھا اس لیے انہیں سید صاحب
 کی اس تحریک سے قطعاً خدشہ نہیں تھا اگر انہیں سید صاحب کی وفاداری
 پر ذرا بھی شبہ ہوتا تو وہ سید صاحب کو بغاوت کے الزام میں پابند سلاسل
 کر کے تختہ دار پر چڑھا دیتے چونکہ انہیں سید صاحب کی وفاداری پر
 اعتماد تھا اس لیے وہ سید صاحب کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرتے رہے۔

انگریزی حکومت کے متعلق سید صاحب کا فتویٰ

انگریزی حکومت کے متعلق سید صاحب کا فتویٰ بھی پڑھ لیجئے :-
 ”یہ بھی ایک صحیح روایت ہے کہ جب آپ (سید صاحب) سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی دُور سکھوں پر جہاد کرنے کیوں جاتے ہو؟ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں۔ دین اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں۔ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو۔ یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جاوے گا۔ سید صاحب نے جواب دیا کہ کسی کا ملک حسین کر ہم بادشاہت نہیں کرنا چاہتے..... سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ہی اُن کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں اعلانیہ و غلط کرتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہے ہمارا اصل کام اشاعت توحید الہی اور احیاء سنن سید المرسلین ہے۔ سو ہم بلا روک ٹوک

اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے
جہاد کریں اور خلافت اصولی مذہب طرفین کا خون بلا سبب
گراویں ملے۔

سید صاحب کے مندرجہ بالا بیان کے ایک ایک لفظ سے انگریز
دوستی کا ثبوت ملتا ہے وہ انگریز جس نے سلطان ٹیپو شہید کی سلطنت و دولت
خداداد کو تہس نہس کر دیا تھا اور ہندوستان میں مسلمانوں کے خون سے ہولی
کھیل رہا تھا کے متعلق سید صاحب کا یہ فتویٰ کہ :

”سرکار انگریزی مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور
نہ ہی ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔“

سے خاتمہ انگشت بندھاں ہے اسے کی کیے
ناطقہ سر جگر یاں ہے اسے کیا کیے

سید صاحب کی اس خود فریبی اور خوش فہمی پر ڈاکٹر اقبال کا یہ
شعر صادق آتا ہے کہ

”ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت

ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

لگے ہاتھوں سید صاحب کے دست راست مولوی شاہ اسماعیل

دہلوی کا فتویٰ بھی پڑھ لیجئے :-

”یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب

ایک روز مولانا محمد اسماعیل شہید و عظم فرما رہے تھے۔ ایک

شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی سے جہاد
کرنا درست ہے یا نہیں اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا
کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا
درست نہیں ہے۔

سید صاحب اور ان کے رفقاء و کار کے انگریزوں کے متعلق یہی نیک
خیالات تھے جن کی وجہ سے انگریزوں سے بالکل مطمئن تھے انگریزوں
کے اطمینان کی ایک اور شہادت بھی سن لیجئے میرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:
”جب مہیب تحریک پھیلی تو ضلع کے حکام اس سے
چوکنے ہوئے اور انہیں خوف معلوم ہوا کہ کیوں ہماری سلطنت
میں رخنہ نہ پڑے اور موجودہ امن میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہو
اس نظریے سے ضلع کے حکام نے حکام اعلیٰ کو لکھا۔ وہاں سے
صاف جواب آگیا۔ ان سے ہرگز مزاحمت نہ کرو۔ ان مسلمانوں
کو ہم سے کوئی لڑائی نہیں ہے یہ سکھوں سے انتقام لینا چاہتے
ہیں۔“

چونکہ ضلع کے چھوٹے افسروں کو انگریزوں سے سید صاحب کی ساز باز
کا علم نہیں تھا اس لیے انہوں نے سید صاحب کے جوش و خروش کو دیکھ کر
خطرہ محسوس کرتے ہوئے حکام اعلیٰ کو ان کی سرگرمیوں کی اطلاع دی مگر
حکام اعلیٰ کو سب کچھ معلوم تھا اس لیے انہوں نے سید صاحب کے
بارے میں اطمینان دلادیا۔

انگریزی عدالتوں کا تعاون | سید صاحب کی تحریک جہاد کے
سلسلے میں انگریزی عدالتوں نے

اپنے تعاون میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ چنانچہ مولوی محمد جعفر تھانوی لکھتے ہیں :-

”سید صاحب جہاد میں معروف تھے۔ اس وقت ایک
ہنڈی سات ہزار روپے کی جو بذریعہ ساہوکاران دہلی مرحلہ
محمد اسحاق صاحب روانہ ہوئی تھی۔ ملک پنجاب میں وصول
نہ ہونے پر اس سات ہزار کی واپسی کا دعویٰ عدالت دیوانی میں
 دائر ہو کر ڈگری ہوا اور پھر ہنگام اپیل عدالت عالیہ دیوانی سے
(ٹریکٹورٹ) آگرمہ میں بھی حکم ڈگری بحق مدعی بحال رہا۔ یہ
اصل واقعہ کی تصدیق میرزا حیرت دہلوی کے قلم سے بھی پڑھ لیجئے :-
جب سید صاحب یاغستان میں تھے تو مولانا محمد اسحاق
صاحب محدث دہلوی نے کچھ اوپر سات ہزار روپیہ سید
احمد صاحب کو بذریعہ ہنڈی روانہ کیا تھا۔

وہ کسی عث

سے نہیں پہنچا تھا اس پر نالش کی گئی تھی اور پھر روپیہ وصول
کر کے دوبارہ سید صاحب کی خدمت میں روانہ کیا گیا تھا۔
اگر سید صاحب انگریزوں کے مخالف ہوتے تو وہ ان کو روپیہ کے
وصول میں کیوں مدد دیتے بلکہ ان کا روپیہ بھی سرکار ضبط کر لیتے۔

انگریز کی طرف سے سید صاحب کو دعوتِ طعام

مولوی محمد جعفر تھا نیسری لکھتے ہیں کہ :-

”جب نمازِ عشاء کی ہو چکی اس وقت دیدبانوں نے عرض کیا کہ فاصلہ دور دراز سے تین مشعلیں اس طرف کو آتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ آتے آتے جب وہ مشعلیں کنارہ کے نزدیک پہنچیں تو دیکھا کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار بہت سا کھانا قسم قسم کا بیگینوں میں رکھوائے ہوئے چلا آتا ہے اُس نے کشتی کے نزدیک آکر پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں۔ جب حضرت نے کشتی میں سے جواب دیا تو وہ گھوڑے سے اتر کر اور اپنی ٹوپی سر سے اتار کر بہت ادب سے حضرت کے سامنے کشتی میں آیا۔ اور بعد سلام و مزاج پُرسی کے عرض کیا کہ تین روز سے میں نے لوگوں واسطے لانے خبر تشریف آوری حضور اس طرف تعینات کر رکھے تھے سو آج انہوں نے مجھ کو خبر دی۔ سو یہ ماحضر واسطے حضور اور کل قافلے کے تیار کر کے لایا ہوں۔ براہِ بندہ نوازی اس کو قبول فرمائیں۔ حضرت نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ فوراً وہ کھانا اپنے برتنوں میں لے کر قافلے میں تقسیم کر دو۔ قریب دو گھنٹی تک وہ انگریز

حضرت میں حاضر رہا اور پھر رخصت لے کر مع اپنے آدمیوں کے واپس چلا گیا۔

یہی واقعہ سید صاحب کے خاندان کے ایک نامور عالم اور مصنف مولانا ابوالحسن علی ندوی کی زبان سے بھی سن لیجئے :-

”اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ انگریز گھوڑے پر سوار چند پالیوں پر کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں۔ حضرت نے کشتی پر سے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ انگریز گھوڑے پر سے اُترا اور ٹوپنی ہاتھ میں لیے کشتی پر پہنچا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دیے تھے کہ آپ کی اطلاع کریں۔ آج انہوں نے اطلاع دی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت قافلہ کے ساتھ تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں۔ یہ اطلاع پا کر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاریوں میں مشغول رہا۔ سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں مختل کر لیا جائے۔ کھانا لے کر قافلے میں تقسیم کر دیا گیا اور انگریز دو تین گھنٹہ ٹھہر کر چلا گیا۔“

کیا انگریز کی اس دعوت سے یہ حقیقت واضح نہیں ہوتی کہ انگریز، سید صاحب کو اپنا آدمی سمجھتے تھے اگر وہ سید صاحب کو دشمن سمجھتے تو انہیں سید صاحب کی اس خصوصی دعوت کے اہتمام کی کیا ضرورت تھی۔

سوانح احمدی ص ۳۹-۴۰ سیرت سید احمد شہید حصہ اول از مولانا ابوالحسن ندوی ص ۱۹۰

مولانا عبدالحی، سابق ملازم افرنگ | مولانا غلام رسول قمر، سید صاحب کی جماعت کے

ایک ممتاز رکن مولانا عبدالحی کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں
”انگریزوں کو ابتدائے حکومت میں اس بات کی بڑی خواہش تھی

جستجو تھی کہ خاندانی و ذی وجاہت علماء و افتادہ صدارت کے
مناصب قبول کر لیں تاکہ شمالی ہند انگریزی حکومت عوام کے
نزدیک مقبول ہو سکے۔ چنانچہ میرٹھ میں مفتی عدالت کا عہدہ
خال ہوا تو گوشش کی گئی کہ شاہ عبدالعزیز، مولانا عبدالحی کو
یہ عہدہ قبول کرنے کی اجازت دے دیں اور انہوں نے
اجازت دے دی۔ یوں کچھ مدت تک مولانا عبدالحی
میرٹھ میں مفتی عدالت رہے یہ۔“

مولانا عبدالحی کے سابق ملازم افرنگ ہونے کے واقعہ سے پتہ
چلتا ہے کہ انگریزوں نے سید صاحب کی تحریک میں اپنے معتمد آدمی
اس غرض سے داخل کر رکھے تھے تاکہ وہ انگریزوں کی ہدایات کے مطابق
تحریک کو چلائیں۔

سید صاحب جاسوس افرنگ ہونے کا شبہ

مولانا غلام رسول قمر، سید صاحب کے سید میں داخلہ کے حالات بیان کرتے
ہوئے لکھتے ہیں :-

۱۔ جماعت جامعہ میں ص ۱۱۰

(۱)

”انگریزوں کے بارے میں عام سندیوں کی رائے اچھی
نہ تھی۔ سید صاحب کو بے سبب ان تمام شبہات کا ہدف
بننا پڑا۔“

(۲)

”یہ شہر (شکارپور) پہلے شاہ شجاع بادشاہ افغانستان
کے قبضے میں تھا جو اپنے بھائی محمود شاہ کے مقابلے میں شکست
کھا کر پنجاب سے ہوتا ہوا انگریزوں کے پاس پہنچ چکا تھا
اور لدھیانے میں مقیم تھا۔ سید صاحب کے پہنچنے سے تین
بوس پیشتر امیران سندھ نے اس پر قبضہ جمایا۔ سید صاحب
پہنچے تو اہل شہر میں خدا جانے کس بناء پر افواہ پھیل گئی کہ شاہ
شجاع نے ایک دستہ فوج اس غرض سے یہ تبدیل لباس
بھیج دی ہے کہ خفیہ خفیہ شکارپور پر قبضہ کر لے۔ اس پر
اضطراب پیدا ہوا۔ حاکم شہر کو حکم دینا پڑا کہ سید صاحب کے
غازی شہر میں داخل نہ ہوں۔“

چونکہ سید صاحب کو قدم قدم پر انگریزوں کی تائید و حمایت حاصل
تھی اور سید صاحب کی زبان پر بھی انگریزوں کی تعریف و توصیف تھی اس
لیے سید صاحب پر انگریزوں کے ایجنٹ ہونے کا شبہ بے جا نہیں تھا۔

(۳)

سید صاحب اور ان کی جماعت کے خلاف سرحد کے علماء نے جو فتویٰ تیار کیا تھا جس پر بہت سے علماء کی مہر ثبت تھیں اس کا مضمون یہ تھا کہ :-

”سید صاحب چند عالموں کو اپنے ساتھ ملا کر تھوڑی سی جمعیت کے ہمراہ افغانستان گئے ہیں۔ وہ بظاہر جہاد فی سبیل اللہ کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن یہ ان کا فریب ہے وہ ہمارے اور تمہارے مذہب کے مخالف ہیں ایک نیا دین انہوں نے نکالا ہے۔ کسی دلی یا بزرگ کو نہیں مانتے۔ سب کو برا کہتے ہیں۔ انگریزوں نے انہیں تمہارے ملک کا حال معلوم کرنے کی غرض سے جاسوس بنا کر بھیجا ہے۔ ان کی باتوں میں نہ آنا۔ عجب نہیں تمہارا ملک چھوڑ دو جس طرح ہو سکے انکو تباہ کرو۔ اگر اس باب میں غفلت یا سستی برتو گے تو پکچھاؤ گے اور مذمت کے سوا کچھ نہ پاؤ گے۔“

مندرجہ بالا فتویٰ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سرحدی مسلمانوں نے سید صاحب کی انگریز دوستی کی وجہ سے ان کا ساتھ نہ دیا اور سید صاحب کی جماعت سے سرحد میں جو سیاسی اور مذہبی غلطیاں ہوئیں ان کی تفصیل کے لیے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے چونکہ وہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں ہیں اس لیے ہمیں ان کے تفصیلی تذکرہ کی ضرورت نہیں ہے اور یہی غلطیاں سید صاحب کی ناکامی کا باعث

ہوئیں۔ یہاں ان غلطیوں کے بارے میں مولانا عبید اللہ سندھی کا یہ ارشاد نقل کر دینا کافی ہے :-
 ”غلطیاں اس قدر ہوتیں کہ ان کا لازمی نتیجہ شکست تھا۔“

سید صاحب کی انگریزوں کے متعلق اپنوں کی دشمنی

①

مولوی محمد جعفر حنفی فرماتے ہیں کہ :-
 ”اس سوانح (سوانح احمدی) اور مکتوبات منسلک سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی۔ مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔“
 مولوی محمد جعفر کے اس بیان کی تصدیق مشورہ نگالی موزخ میجر ہاسو کی حسب ذیل تحریر سے ہوتی ہے :-
 ۹ ”برطانوی حکمران اس دن کا بے چینی سے انتظار کر

۱۳۹۲ء شاہ دلی اللہ اعلان کی سیاسی تحریک ۱۳۹۲ء سوانح احمدی ص ۱۳۹

رہے تھے کہ وہ رنجیت سنگھ کی دولت اور سلطنت پر قبضہ کر سکیں
اس میں مطلق شک نہیں کہ پنجاب میں تمام فسادات، انتشار اور
پراگندگی کا سبب خود انگریز تھے تاکہ اسے کمزور کر کے اپنی
سلطنت سے اس کا الحاق کر لیں۔“

(۲)

”پندرہ برس کے بعد سلطنت پنجاب، متعصب اور
ظالم سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ایک ایسی عادل اور آزاد اور
لامذہب (انگریزی) قوم کے ہاتھ آگئی کہ جس کو ہم مسلمان
(مریدانِ سید صاحب) اپنے ہاتھ پر فتح ہونا تصور کرتے ہیں
اور غالباً سید صاحب کے الہام کی صیح تاویل یہی ہوگی جو
ظہور میں آئی۔“

(۳)

”آپ (سید صاحب) کے سوانح عمری اور مکاتیب میں
میں سے زیادہ ایسے مقام پاتے گئے ہیں۔ جہاں کھلے کھلے اور
اعلانہ طور پر سید صاحب نے بدلائل شرعی اپنے پیرو لوگوں
کو سرکار انگریزی کی مخالفت سے منع کیا ہے..... سید صاحب
کا جہاد صرف اس وقت کے ان ظالم سکھوں سے تھا جنہوں نے
اس وقت پنجاب کے مسلمانوں پر قیامت برپا کر رکھی تھی نہ کہ

۱۔ ہندوستان میں نصرانی اقتدار کا عروج۔

۲۔ سوانح احمدی ص ۱۱۱

سرکار انگریزی سے — پس اس امر میں بھی ان درمیدینے
 سید صاحب کو سید صاحب کی پیروی کرنی ضرور لازم ہے؟
 میرزا حیرت دہلوی کی شہادت | میرزا حیرت دہلوی
 لکھتے ہیں :-

یہ تمام تین ثبوت صاف اس امر پر دلالت کرتے
 ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں سے مخصوص تھا۔ سرکار انگریزی
 سے مسلمانوں کو ہرگز نہ ممت نہ تھی۔

مولوی جعفر تھانویسریؒ کا تحریف کا بے بنیاد الزام

مولانا غلام رسول قمر نے اپنی تصانیف میں بعض مفروضات کی بناء پر
 جناب سید احمد بریلوی کو انگریز کا مخالف ثابت کرنے کی انتہائی کوشش
 کی لیکن کوئی ٹھوس ثبوت فراہم نہیں کر سکے انہوں نے اپنے موقف کو
 ثابت کرنے کے لیے مولوی محمد جعفر تھانویسری پر سید صاحب کے مکاتیب
 میں تحریف کرنے کا بے بنیاد الزام عائد کیا ہے۔ مولانا قمر نے اپنی تصنیف
 ”سید احمد شہید“ میں ”سوانح احمدی“ مصنفہ مولوی محمد جعفر تھانویسری سے
 سید صاحب کے مکاتیب کے چار اقتباس درج کئے ہیں اور انہیں غلط
 ٹھہرا کر ان کے مقابلے میں سید صاحب کے چار مکتوبات کے اقتباس

اس مجموعہ سے دیئے ہیں جو مولانا مہر کے پاس ہے۔ مولانا مہر نے اپنے مجموعہ مکاتیب کو صحیح قرار دیا ہے اور سوانح احمدی کے مکاتیب کو غلط قرار دیا ہے۔ مولانا مہر نے یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اصل مکاتیب میں جہاں انگریزوں کے نام کے ساتھ مخالفت ہے وہاں مولوی محمد جعفر نے سکھوں کے نام کے ساتھ مخالفت لکھ دی۔ لیکن اس سلسلے میں پہلی قابل غور بات یہ ہے کہ مولانا مہر نے مولوی محمد جعفر صاحب جیسی مسئلہ شخصیت پر تحریف کا الزام عائد کر کے مولوی صاحب کو دوسرے نفلوں میں بددیانت ثابت کیا ہے جو سید صاحب کے مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے اہل علم حضرات کے لیے ناقابل تسلیم ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مولوی محمد جعفر صاحب کی تصنیف سوانح احمدی کو شائع ہونے سے قریباً ایک صدی ہو چکی ہے اس عرصہ میں کسی مؤرخ محقق اور عالم نے مولوی صاحب پر تحریف کا الزام عائد نہیں کیا۔ کیا اس عرصہ میں سید صاحب کے مکاتیب تک مولانا مہر کے سوا کسی کو دسترس حاصل نہیں ہوئی۔

تیسری بات یہ ہے کہ مولانا مہر کے پاس جو ذخیرہ مکاتیب ہے وہ اصل نہیں بلکہ نقل ہے اور نقل بھی نقل و نقل۔ خدا معلوم یہ مجموعہ کتنے واسطوں سے نقل ہوتا ہوا مولانا مہر تک پہنچا ہے۔ یہ امر بھی فیصلہ طلب ہے کہ مہر صاحب کے پاس جو ذخیرہ مکاتیب ہے۔ اس کی حیثیت کیا ہے کہیں یہ ذخیرہ صرف مولوی محمد جعفر کو محض ثابت کرنے کے لیے تو وجود میں نہیں لایا گیا؟

افادات سرسید احمد خان

①

ذیل میں سرسید احمد خان کے اس محرکہ الاما مقالہ سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جو اُس نے بنگال کے ایک معزز سرکاری افسر ولیم ہسٹر آئی۔ سی۔ ایس کی کتاب ”ہمارے ہندوستانی مسلمان“ کے جواب میں پیرز قلم کیا تھا اس مقالہ میں سرسید احمد خان تحریک دہلیت کے متعلق ڈاکٹر ہسٹر کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”جو کام اُس زمانہ کے دہلی کر رہے تھے ان سے گورنمنٹ انگریزی واقف تھی اور کسی طرح ان لوگوں کی طرف گورنمنٹ کی بدخواہی کا گمان نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ اس زمانہ میں علی العموم مسلمان لوگ عوام کو سکھوں پر جہاد کرنے کی ہدایت کرتے تھے تاکہ وہ اپنے ہم وطن مسلمانوں کو اس قوم کے ظلم و غدی سے نجات دیں اُس زمانہ میں مجاہدین کے پیشوا سید احمد صاحب تھے مگر وہ واعظانہ تھے۔ واعظ قوم مولوی محمد اسماعیل صاحب تھے جن کی نصیحتوں سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک ایسا دلولہ اثر خیز پیدا ہوتا تھا جیسا کہ کسی بزرگ کی کرامت کا اثر ہوتا ہے مگر اس واعظ نے اپنے زمانہ میں کبھی کوئی لفظ اپنی زبان سے ایسا نہ نکالا جس سے

ان کے ہم مشربوں کی طبیعت ذرا بھی گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے برا فروختہ ہو بلکہ ایک مرتبہ وہ کلکتہ میں سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ فرما رہے تھے۔ اٹلٹھے واعظ میں کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کرنے کا وعظ کیوں نہیں کتے وہ بھی تو کافر ہیں۔ اس کے جواب میں مولوی محمد اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لیے ہم پر اپنے مذہب کی رُو سے یہ بات فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں پس اس زمانہ میں ہزاروں مسلح مسلمان اور بے شمار سامان جنگ کا ذخیرہ سکھوں پر جہاد کرنے کے واسطے ہندوستان میں جمع ہو گیا۔ مگر جب صاحب کشر اور صاحب بھٹریٹ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے گورنمنٹ کو اطلاع دی۔ گورنمنٹ نے ان کو صاف لکھا کہ تم کو اس معاملہ میں ہرگز دست اندازی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ ان کا ارادہ کچھ گورنمنٹ انگریزی کے مقاصد کے خلاف نہیں ہے غرض کہ ۱۸۵۳ء میں یہ لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کے واسطے سرحد پر پہنچے اور اس کے بعد ہندوستان سے برابر ان کے پاس مدد پہنچتی رہی اور گورنمنٹ بھی اس امر سے بہ خوبی واقف تھی جس کے ثبوت میں ایک مقدمہ کی کیفیت نظر میں درج ذیل کرتا ہوں :- دہلی کے ایک ہندو مہاجن نے جس کے پاس جہادی لوگوں کی امداد کے واسطے روپیہ جمع کیا گیا تھا امداد کے روپیہ میں

کچھ تطلب کیا اور مسٹر ولیم فریزر صاحب بہادر متوفی کشن کے
 زور و اس پر نالش ہوئی اور انجام کار مولوی محمد اسحاق صاحب
 مدعی کے حق میں اس دعویٰ کی ڈگری ہوئی اور جو روپیہ مدعا علیہ
 سے ڈگری کا وصول ہوا وہ اور ذریعے سے سرحد کو بھیجا گیا۔ بعد
 اس کے اس مقدمہ کی اپیل صدر کورٹ الہ آباد میں ہوئی وہاں
 بھی عدالت ماتحت کا فیصلہ بحال رہا۔

..... ان کے ایک نہایت مشہور و معروف مولوی محبوب علی تھے۔
 رجن کا انتقال ۱۸۶۳ء میں ہوا..... شاید اس مضمون کے پڑھنے والے
 اس عجیب بات کے سننے سے بھی خوش ہوں کہ مولوی محبوب علی صاحب
 دہی شخص تھے جن کو ۱۸۵۷ء میں باغیوں کے سرغنہ بخت خان نے عین ہنگام
 غدر میں طلب کیا اور ان سے یہ درخواست کی کہ آپ اس زمانہ میں انگریزوں
 پر جہاد کرنے کی نسبت ایک فتویٰ پر اپنے دستخط کر دیں مگر مولوی محبوب
 علی صاحب نے صاف انکار کیا اور بخت خان سے کہا کہ ہم مسلمان گورنمنٹ
 انگریزی کی رعایا ہیں۔ ہم اپنے مذہب کی رُو سے اپنے حاکموں سے مقابلہ
 نہیں کر سکتے اور طرہ برائے یہ ہوا کہ جو ایذا بخت خان اور اس کے رفیقوں نے
 انگریزوں کی میموں اور بچوں کو دی تھی اس کی بابت بخت خان کو سخت
 لعنت طامت کی۔“

(۲)

”پینتیس برس پیشتر ایک بہت بڑے مولوی محمد اسماعیل
 نے ہندوستان میں جہاد کا وعظ کیا اور سب آدمیوں کو جہاد کے

۱۰ مقالات سرمد حصہ نہم مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی ص ۱۳۳-۱۳۴ شائع کردہ مجلس ترقی ادب لاہور۔

ترغیب دی۔ اس وقت اس نے صاف بیان کیا کہ ہندوستان کے رہنے والے جو سرکار انگریزی کے امن میں رہتے ہیں ہندوستان میں جہاد نہیں کر سکتے اس لیے ہزاروں آدمی جہادی ہرا یکس ضلع ہندوستان میں جمع ہوئے اور سرکار کی عطا داری میں کسی طرح کافہ نہیں کیا۔ اور غزنی سرحد پنجاب پر جا کر لڑائی کی۔“

— (۳) —

سرتیدا احمد خان دہلی کے دہابی علماء کی فتویٰ جہاد سے برأت ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”دلی میں ایک بہت بڑا گروہ مولویوں اور ان کے تابعین کا ایسا تھا کہ وہ مذہب کی رُو سے معزول بادشاہ دلی کو بہت بُرا اور بدعتی سمجھتے تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ دلی کی جن مسجدوں میں بادشاہ کا قبضہ و دخل اور اہتمام ہے ان مسجدوں میں نماز درست نہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جامع مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے اور غدر سے بہت قبل کے چچے ہوئے فتوے اس معاملہ میں موجود ہیں پھر کبھی عقل قبول کر سکتی ہے کہ ان لوگوں نے جہاد کے درست ہونے میں اور بادشاہ کو سردار بنانے میں فتویٰ دیا ہو۔“

۱۔ اسباب بغاوت ہند ۱۸۵۷ء از سرتیدا احمد خان ص ۵۔

۲۔ اسباب بغاوت ہند ص ۱۰۰

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں دہائیوں کی عدم شمولیت | مولانا محمد جعفر

تھانیسری لکھتے ہیں کہ :-

”حالانکہ ابتدائے عملداری سرکار سے دہائیوں سے قتل انگریز تو درکنار کبھی کوئی حرکت خلاف تہذیب بھی سرزد نہیں ہوئی۔ عین بنات ۱۸۵۷ء کے عام فتنہ کے وقت بجائے بناوت اور فساد کے دہائیوں نے انگریزوں کی میم اور بچوں کو باغیوں کے ہاتھ سے بچا کر اپنے گھروں میں چھپا رکھا۔“

مقالات سرسید کے مرتب کا تبصرہ

①

”مقالات سرسید“ کے مرتب جناب محمد اسماعیل پانی پتی نے ”مقالات سرسید“ حصہ شانزدہم میں سرسید کے مقالہ بعنوان ”حضرت سید احمد صاحب قدس سرہ“ کے فٹ نوٹ میں جناب سید احمد صاحب بریلوی کی انگریز دوستی کے موضوع پر پُر از حقائق و معارف تبصرہ کیا ہے چونکہ یہ تبصرہ ہمارے موضوع زیر بحث سے خاص تعلق رکھتا ہے لہذا اسے بہ تمام و کمال ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

”اس زمانہ میں بعض حضرات یہ کہنے لگے ہیں کہ ”دراصل حضرت

سید کا لاپانی از مولوی محمد جعفر تھانیسری شائع کردہ شعاع ادب لاہور ص ۲۶

سید احمد شہید کا مقصد انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا تھا۔ لکھ تو ویسے ہی درمیان میں آگئے "یا" اگر لکھ آزادی وطن کے جہاد میں حضرت سید احمد کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوتے تو خود ان سے رزم و پیکار کی کوئی وجہ نہ ہوتی۔ "یا" سکھوں سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شہید کا پختہ ارادہ انگریزوں سے جہاد کا تھا۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ ان تینوں بیانات کا کوئی حقیقی ثبوت موجود نہیں اور صاف اور سچی بات یہی ہے کہ ہرگز ہرگز حضرت کا ارادہ انگریزوں سے جہاد کا نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو سرسید (جو حضرت شہید کے سب سے قریب الہد موترخ ہیں) ضرور اس کا ذکر کرتے۔ سرسید کا یہ بیان اس لحاظ سے بھی نہایت معتبر و مستند اور محکم و مضبوط ہے کہ حضرت شہید، سرسید کے زمانہ میں تھے اور ان کی شہادت کے صرف چودہ پندرہ برس بعد ہی سرسید نے ان کا یہ تذکرہ لکھا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس سے پہلے کا کوئی بیان حضرت شہید کے ضمن میں موجود نہیں۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ حضرت شہید کے متعلق اس اولین بیان کو جو ان کے ایک ہم عصر نے دیا ہے ہم معتبر اور مستند نہ سمجھیں۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کے جواب میں جو مضمون سرسید نے ۱۸۷۱ء میں لکھ کر انگریزی میں اخبار پانیئر (PIONEER) الہ آباد میں اور اردو میں علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں شائع کرایا تھا اُس سے بھی نہایت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شہید کے جہاد کا رخ صرف اور صرف سکھوں کے خلاف تھا۔

۱۔ ملاحظہ فرمائیں مقالات سرسید حصہ شانزدہم ص ۱۳۱ تا ۱۳۳ ÷

دوسرا ہم عصر مؤرخ فرانسس کاشمور مشرق گارسن دتاسی ہے۔ جس کی "تاریخ ادب اردو" کی لمبھیں اردو میں "طبقات الشعراء ہند" کے نام سے مولوی کریم الدین پانی پتی اور ایک انگریز ایف۔ غلین نے ۱۸۳۸ء میں شائع کی جس میں گارسن دتاسی سید احمد کے متعلق صاف طور پر لکھتا ہے کہ

"وہ بیس برس کا عرصہ ہوا کہ سکھوں کے خلاف جہاد کرتا ہوا مارا گیا۔"

اور اس بات کا اشارہ بھی کوئی ذکر نہیں کرتا کہ وہ (یعنی سید احمد) انگریزوں کا بھی دشمن تھا اور ان کے خلاف جہاد کرتا یا جہاد کا ارادہ رکھتا تھا۔ نیز نواب صدیق حسن خان نے بھی "ترجمان و لمبہ" کے صفحہ ۸۸، ۲۱ پر یہی بات لکھی ہے کہ :-

"حضرت شہید کا جہاد انگریزوں کے خلاف نہ تھا۔"

ان ہم عصر مؤرخوں کے واضح بیانات کی موجودگی میں اب ۱۸۷۷ء کے بعد یہ کہنا کہ

"نہیں حضرت شہید انگریزوں کے خلاف جہاد کا عزم بالجزم رکھتے تھے۔"

ایک ایسا دعویٰ ہے جو اپنے ساتھ کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں ایک معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر سید احمد انگریزوں کے دشمن ہوتے اور ان کے خلاف جہاد کا ارادہ رکھتے۔ یا اس سلسلہ میں کوئی جدوجہد کرتے یا لوگوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے

آمادہ عمل کرتے یا عوام و خواص میں اس ارادہ کا اظہار کرتے تو انگریز ہرگز ایسے بے وقوف اور نادان واقف نہیں تھے کہ اپنے دشمن کو کھلی چٹھی دے دیتے کہ ہمارے ملک میں بیٹھ کر ہمارے خلاف بے فکری سے جہاد کی تیاری کرو۔ وہ تو فوراً ان کا قلع قمع کر کے رکھ دیتے۔ جیسا انہوں نے اُن سب لوگوں کا کر دیا جن کو انہوں نے اپنا مد مقابل اور دشمن سمجھا برخلاف اس کے سید احمد سے انگریز شروع سے آخر تک نہایت نرمی و ملائمت نہایت ہندوئی و اعانت، انتہائی شفقت و مروت اور بے حد تعظیم و تکریم سے پیش آتے رہے۔ چنانچہ انگریزوں نے ان کی دعوتیں کیں۔ سکھوں کے خلاف ان کے جہاد کو نہایت پسند کیا اور اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ ان کی جہادی سرگرمیوں پر اپنے علاقہ میں ہرگز کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ بلکہ جب ایک انگریز مجسٹریٹ نے ایسا اقدام کرنا چاہا تو انگریزی حکومت نے سختی سے اُسے روک دیا اور مجسٹریٹ کو حکم دیا کہ حضرت سید احمد اور ان کے لشکر سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ اور ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے پھر جب تک مجاہدین سرحد پر سکھوں سے برسرِ پیکار رہتے پٹنہ۔ بنگال اور دوسرے انگریزی علاقوں سے برابر اُن کے پاس رہیں اور سامانِ بلا روک ٹوک پہنچا رہے۔ جب جمع شدہ چندہ میں ایک ہندو مجاہد نے تغلب اور بددیانتی کی تو اس کا دعویٰ بھی مجاہدین پر شاہ محمد اسحاق نے انگریزی عدالت میں کیا۔ انگریزی عدالت نے مجاہدین کے حق میں فیصلہ دیا اور روپیہ مجاہدین کو دلوا دیا جو فوراً سرحد پر بھیج دیا گیا۔

ان متذکرہ بالا ساری باتوں کے ثبوت مستند تاریخوں اور معتبر بیانیوں میں موجود ہیں جن سے انکار کی جرات کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ اگر ذرا صاحبی

شبہ انگریزوں کو ہوتا کہ حضرت سید احمد ہم پر جہاد کا مقصد رکھتے ہیں اور اس غرض کے لیے فوج، سامان اور روپیہ جمع کر رہے ہیں تو وہ آپ کو فوراً ہی گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکا دیتے۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی خاص طور سے غور طلب ہے کہ جب حضرت شہید بعزم جہاد صوبہ سندھ اور سرحد کے علاقہ میں داخل ہوئے وچھ اس وقت انگریزی عملداری میں نہ تھے، تو ان کے متعلق عام طور سے یہ شبہ کیا گیا کہ یہ انگریزوں کے جاسوس ہیں اور یہ شبہ محض اس بنا پر کیا گیا کہ حضرت شہید کے تعلقات انگریزوں سے نہایت درجہ خوشگوار تھے۔ اگر حضرت شہید انگریزوں کے دشمن ہوتے اور علی الاعلان اس کا اظہار کرتے اور ان کے خلاف جہاد کی تیاری کرتے تو ان پر انگریزوں کے جاسوس ہونے کا شبہ کبھی نہ کیا جاتا۔ اس بات کو مثالیوں سمجھتے کہ اگر رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر مرحوم روس جاتے تو کیا روسی یہ شبہ کرتے کہ ہندوستان سے انگریزوں کا یہ جاسوس یہاں آیا ہے۔

ایک بڑا پختہ ثبوت اس بات کا کہ حضرت سید احمد اور آپ کے مجاہدین کی نیت یا ارادہ یا خیال ہرگز نہ تھا کہ انگریزوں سے جہاد کیا جائے یہ ہے کہ حضرت سید احمد کے شہید ہونے کے صرف ۲۶ برس بعد جب ۱۸۵۷ء میں ہر طرف انگریزوں کے خلاف بغاوت کے شعلے زور شور سے بھڑکے ہندوستان کی سرزمین انگریزوں پر تنگ ہو گئی۔ ان کو اپنی تباہی اور ہلاکت سامنے نظر آنے لگی اور ہر جگہ وہ بے دردی سے قتل کئے جانے لگے تو اس قیامت خیز ہنگامہ میں حضرت سید احمد شہید کے گروہ کا ایک شخص بھی شریک نہ ہوا۔“ (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

شاہ اسماعیل کے رد میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور اپنے شاگردوں کو لکھنے کی وصیت کی۔ اگر انہیں ذرا سادھی شبہ ہو جاتا کہ سید احمد اور شاہ اسماعیل انگریزوں کے مخالف تھے اور ان سے جنگ کرنا چاہتے تھے تو باہم دشمنی اتنی شدید تھی کہ وہ فوراً سب علماء و فضلاء سید احمد کی دشمنی میں انگریزوں سے صلح کر لیتے اور ہرگز ان کے خلاف کھڑے نہ ہوتے۔“

(۲)

مقالات سر سید حقہ شانزدہم میں سر سید احمد خان کے مضمون بعنوان ”محی السنۃ قاطع البدعہ مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ“ کے فٹ نوٹ میں مقالات سر سید کے مرتب جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی رقمطراز ہیں :-

”جناب خلیق احمد نظامی نے ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ

کے دیباچہ میں صفحہ ۵ پر..... ہنر کے بے بنیاد الزامات کو پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی سعی فرمائی ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف پیدا ہونے والی تحریکوں کے بانی

یہ تو سر سید احمد خان کی صراحہ ہے کہ علمائے حق بھی سید احمد کی مخالفت کی وجہ سے انگریزوں کے ساتھ صلح کر لیتے مگر حقیقت میں ایسا کبھی نہیں ہوا علمائے حق نے اتقاق حق کو کسی مصلحت کا شکار نہیں ہونے دیا بلکہ سب بے دینوں سے جو تمکھی لڑائی لڑتے رہے سر سید چونکہ خود مصلحت پسند سیاسی ذہن کا بندہ تھا اس لیے دوسروں کو بھی اپنے پر قیاس کرتا رہا۔ (ادارہ)

مقالات سر سید حقہ شانزدہم ص ۲۳۸ تا ۲۵۲ :

دراصل سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسماعیل شہید ہی تھے اور
 ۱۸۵۷ء میں جو کچھ ہوا وہ ان دونوں حضرات کی تبلیغ ہی کا نتیجہ
 تھا۔ مگر اس بیان کو حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ حضرت
 سید احمد بریلوی اور حضرت شاہ صاحب کی عملی زندگی سب پر
 روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ چنانچہ ان حضرات کے انگریزوں
 سے جیسے اچھے تعلقات تھے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور
 سرسید کی اس عبارت کا سیاق و سباق بھی بتاتا ہے کہ یہ لوگ
 صرف اسی خیال سے سرحد جاتے تھے کہ سکھوں کے خلاف
 جس تحریک کو ہمارے پیرو مرشد نے شروع کیا تھا اُسے
 جاری رکھا جائے۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء میں مولوی ولایت علی صادق
 پوری جہاد کی غرض سے بالا کوٹ گئے اور اس وقت مجاہدین
 کشمیر کے راجہ گلاب سنگھ سے مصروف پیکار تھے۔ اگر یہ لوگ
 انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے جاتے تھے تو انگریزوں
 نے روکا کیوں نہیں؟ اور پھر سرسید نے ان انگریزوں کے
 خلاف جہاد کرنے والوں کو کیوں سراہا؟ جبکہ وہ اس وقت
 انگریز کے ملازم بھی تھے۔ نیز اس وقت تک پنجاب انگریزوں
 کے قبضے میں بھی نہیں آیا تھا۔

یہ بات دوسری ہے کہ ۱۸۵۷ء کے چند سال بعد سید صاحب
 کے متبعین نے سرحد پر لڑائیاں شروع کر دیں۔ مگر اس کا
 ذمہ دار سید احمد اور شاہ صاحب کو قرار نہیں دیا جاسکتا۔
 کیونکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ تحریکوں کے بانیوں کے مرجعے کے

بعد پس ماندگان اپنی اپنی راہیں خود متعین کر لیا کرتے ہیں اسی
 طرح اگر بعد والوں نے انگریزوں کے خلاف کچھ کیا تو یہ
 اُن کا اپنا معاملہ ہے سید صاحب اور شاہ صاحب نے جو
 کام نہیں کیا اور جس کے کرنے کا نہ کبھی اظہار کیا اس کو خواہ
 مخواہ اُن کے ذمے لگانا تاریخ کے ساتھ ظلم کرنا ہے مگر
 واقعہ یہ ہے کہ ملک کے آزاد ہو جانے کے بعد ہر مذہبی عبادت
 اپنے اپنے اکابر کو انگریز دشمن ثابت کرنے میں مصروف
 ہے اور یہی جذبہ شاہ صاحب اور سید صاحب کو انگریز دشمن
 ثابت کرنے کے لیے مجبور کر رہا ہے اور یہ جذبہ پیدا بھی
 ایسے مُصنّفوں میں ہوا ہے جن کے قلم کے حسن کی کرشمہ سازیاں
 خاص شہرت رکھتی ہیں یہ سہ

وہابی علماء اور انگریز کی مدح و ثناء

گذشتہ اوراق میں جناب سید احمد بریلوی کی انگریز دوستی کا ثبوت ناقابل تردید اسناد و شواہد کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اب ذیل میں سید صاحب کے بعد کے چند مشہور وہابی علماء کے انگریز دوستی سے متعلق احوال و اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

مولوی نذیر حسین دہلوی | ① مقالات سرسید حقہ شانزدہم

بعض "جناب مولوی نذیر حسین سلمہ اللہ تعالیٰ" کے فٹ نوٹ میں مقالہ سرسید کے مرتب جناب شیخ محمد اسماعیل پانی پتی لکھتے ہیں :-

”مولوی نذیر حسین سورج گرہ ضلع مونگیر کے رہنے والے تھے۔ جہاں ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے ۱۸۲۸ء میں دہلی آگئے اور یہیں ۱۹۰۲ء میں انتقال کیا۔ جماعت اہل حدیث کے امام اور شیخ الکل کے لقب سے مشہور تھے گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی کے صلہ میں فہم العلماء کا خطاب بھی ملا۔۔۔۔۔ پنجاب میں مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ ان کے خاص شاگردوں میں سے ہوئے ہیں۔۔۔۔“

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں سرکار انگریزی کی خدمات بڑے
خلوص قلب سے انجام دیں جن کے صلہ میں تیرہ سو روپے
نقد انعام میں پائے اور خوشنودی سرکار کا ایک پروانہ بھی کشر
دہلی نے عطا فرمایا۔ ”۱۷

② مولوی محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں :-

”مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی جو ایک
نامی غیر خواہ دولت انگلیشیہ کے ہیں۔“ ۱۸

شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی | آغا شورش کشمیری
لکھتے ہیں :-

”جن لوگوں نے حوادث کے اس زمانہ میں فسخ جہاد
کی تادیلوں کے علاوہ ”أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ
أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ میں اُولی الامر کو مصداق انگریزوں
کو ٹھہرایا ان میں مشہور انشا پرداز ڈپٹی نذیر احمد کا نام بھی ہے جو
ایک شعلہ بیان مقرر ہونے کے علاوہ مایہ ناز اور بلند پایہ
مصنف بھی تھے انہوں نے قرآن مجید کے ترجمے میں انگریزوں
کو پہلی دفعہ اولی الامر قرار دیا اور ان کی اطاعت کو اللہ اور
رسول کی اطاعت سے مستزم..... اس ترجمہ کی کاپی آپ
نے سر ولیم میور کو انگلستان بھجوائی جس کی سفارش سے آپ
کو شمس العلماء کا خطاب ملا۔ اسی ترجمہ پر آپ کو ایڈنبرا یونیورسٹی

نے ایل ایل ڈی کی ڈگری عطا کی تھی۔ دیکھو داستان تارخ
اردو مصنفہ حامد حسن قادری ص ۳۹۸

مولوی نذیر احمد دہلوی کے ارشادات

①

شمس العلماء مولوی نذیر احمد نے اپنے لیکچر میں جو ۵ اکتوبر ۱۸۸۸ء کو
ٹاؤن ہال دہلی میں دیا، فرمایا:۔

”ہندوؤں کی عملداری میں مسلمانوں پر طرح طرح کی سختیاں
رہیں اور مسلمانوں کی حکومت میں بعض ظالم بادشاہوں نے
ہندوؤں کو سایا۔ الغرض یہ بات خدا کی طرف سے فیصل شدہ
ہے کہ سارے ہندوستان کی عافیت اس میں ہے کہ کوئی اجنبی
حاکم اس پر مستطاب ہے جو نہ ہندو ہو نہ مسلمان ہی ہو کوئی سلاطین
یورپ میں سے ہو مگر خدا کی بے انتہا مہربانی اس کی مقتضی
ہوئی کہ انگریز بادشاہ ہوئے (چیز) انہوں نے سوا سو برس
حکومت کر کے اپنی قومی بیدار مغزی، جفاکشی، لیاقت،
انصاف، رعایا پروری اور بہادری کو آشکارا طور پر ثابت کر
دیا جیسے روز روشن میں آفتاب۔ تو کیا اب بھی کسی مُنصف
مزاج دانشمند، ملکی خیر خواہ کے دل میں یہ دلولہ گزر سکتا ہے کہ

لے عطا اللہ شاہ بخاری از آغا شورش کاشمیری ص ۱۳۵

خدا نخواستہ سلطنت بدل جائے۔ سب بولو! نہیں نہیں (چیرنے)
لیکن منہ سے کنا کافی نہیں۔ کردار سے، گفتار سے ثابت کر
دو کہ تم تبدیل سلطنت نہیں چاہتے۔" ۱۷

(۲)

اور فرماتے ہیں :-
"کیا گورنمنٹ جابر اور سخت گیر ہے تو بہ تو بہ ماں
باپ سے بڑھ کر شفیق۔" ۱۸

(۳)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-
"جو آسٹریا کو انگریزی عملداری میں میسر ہے کسی دوسری
قوم میں اس کے متیا کرنے کی صلاحیت نہیں پس یہی باغیان
نا عاقبت اندیش بر خود غلط جو عملداری کے تزلزل سے خوش
ہیں چند روز میں عاجز آکر ہمت انگریزوں کو مناکر لائیں تو سہی
میں اپنی معلومات کے مطابق اس وقت کے ہندوستانی دلیان
ملک پر نظر ڈالتا تھا اور برما اور نیپال اور افغانستان بلکہ فارس
اور مصر اور عرب تک خیال دوڑاتا تھا۔ اس سرے سے اس
سرے تک ایک متنفس سمجھ میں نہیں آتا تھا جس کو میں ہندوستان
کا بادشاہ بناؤں۔ امیدواران سلطنت میں سے اور کوئی گروہ

۱۷ مولوی نذیر احمد کے یکپردہ کا مجموعہ بار اول ۱۸۹۷ء ص ۵۰۔

۱۸ مولوی نذیر احمد کے یکپردہ کا مجموعہ ص ۵۱۔

اس وقت موجود رہتا تھا کہ میں اس کے استحقاق پر نظر کرتا۔ پس
میرا اس وقت کا فیصلہ یہ تھا کہ انگریز ہی سلطنت ہندوستان
کے اہل ہیں سلطنت انہی کا حق ہے انہی پر بحال رہنی چاہیے
و دعویٰ مدعیان معہ خرچہ و سمس۔" ۱

مولوی محمد حسین بٹالوی کے ارشادات

①

مولوی محمد حسین بٹالوی جو سردار اہلحدیث کہلاتے تھے اپنے رسالہ
"اشاعت السنہ" میں لکھتے ہیں :-

"سلطان روم ایک اسلامی بادشاہ ہے لیکن امن عام
اور حسن انتظام کے لحاظ سے د مذہب سے قطع نظر برٹش
گورنمنٹ بھی ہم مسلمانوں کے لیے کچھ کم فخر کا موجب نہیں ہے
اور خاص کر گردہ اہلحدیث کے لیے تو یہ سلطنت بلحاظ امن و
آزادی اس وقت کی تمام اسلامی سلطنتوں (روم - ایران - جزائر)
سے بڑھ کر فخر کا محل ہے۔" ۲

②

۱۔ مولوی نذیر احمد کے لیکچررں کا مجموعہ ص ۲۶-۲۷۔

۲۔ رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۱۰ جلد ۲ ص ۲۹۲۔

”اس امن و آزادی عام و حسن انتظام برٹش گورنمنٹ کی نظر سے اہم دیش ہند اس سلطنت کو از بس غنیمت سمجھتے ہیں اور اس سلطنت کی رعایا ہونے کو اسلامی سلطنتوں کی رعایا ہونے سے بہتر جانتے ہیں اور جہاں کہیں وہ رہیں اور جائیں در عرب میں خواہ روم میں خواہ اور کہیں کسی اور ریاست کا محکوم رعایا ہونا نہیں چاہتے۔“

حرفِ آخر | ہم اپنے اس مقالہ میں جناب سید احمد بریلوی اور ان کے قلمین کے سیاسی اعمال و نظریات

اجمالاً خود انہی بزرگوں کے اپنے الفاظ میں پیش کر چکے ہیں ہر جگہ حوالہ جات ساتھ شامل ہیں تاکہ جن اصحاب کو مزید تحقیق یا تنقید و تصدیق کا اشتیاق ہو انہیں سہولت رہے اگر ہم نے اخذ مطالب میں کہیں نادانستہ ٹھوکر کھائی ہے یا کہیں کوئی مغالطہ رہ گیا ہے تو ہمیں توقع ہے کہ جو علماء و فضلا و اپنی اہلیت کے اعتبار سے اس موضوع پر قلم اٹھانے کے زیادہ اہل ہیں ہماری غلطیوں کی تصحیح و رہنمائی سے دریغ نہ فرمائیں گے لیکن انہیں اس امر کو ملحوظ رکھنا ہوگا کہ انہیں سید صاحب کی انگریز دشمنی سے متعلق سید صاحب کے اپنے بیانات شائع شدہ مستند کتابوں سے پیش کر سنے ہوں گے۔ غیر مطبوعہ، غیر مستند اور خانہ ساز حوالوں کا سہارا نہیں لینا ہوگا۔ اگر انہوں نے ہماری اس درخواست کو درخور اعتناء نہ سمجھا اور حسب معمول سابق خانہ ساز قلمی حوالہ جات اور دروازہ قیاس کا سہارا لینے کی سعی کی تو ان کی یہ سعی تارِ مشکوت سے بھی زیادہ ناپائیدار ثابت ہوگی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
ایک تاریخی جائزہ اور عبرت انگیز مرقع

پاکستان

اور

کانگریسی علماء کا کردار

مولانا ضیاءالحامدی نقشبندی مجددی

کانگریسی علماء کا کردار

جھلکیاں

- ☆ آج کل قومیں اور طائفان سے بنتی ہیں۔ مذہب سے نہیں بنتیں (مدنی)
- ☆ پاکستان کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں کرتی (آزاد)
- ☆ کسی مسلم لگی کواڑ کی دینا جائز نہیں (مفتی محمود)
- ☆ احرار کا وطن لگی سرمایہ دار کا وطن نہیں (بخاری)
- ☆ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سورہ ہیں (بخاری)
- ☆ دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر علی خاں جو ہر لٹل نمبر کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔ (حبیب الرحمن لدھیانوی)
- ☆ یہ قائد اعظم ہے کہ ہے کافر اعظم (مظہر علی مظہر)
- ☆ احرار پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں (چوہدری افضل حق)
- ☆ عالمی قوانین منظور کرانے میں مفتی محمود پیش پیش ہیں۔ (حمزہ)
- ☆ مفتی محمود نے وزیر تجارت سے ۵ ہزار روپے وصول کئے۔ (مولانا فرید احمد)

احوال واقعی

یہ حقیقت ثابت ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے جذبہ اسلام سے سرشار ہو کر قائد اعظم کی قیادت میں حصول پاکستان کیلئے فقید المثال قربانیاں دیں اور بفضلہ تعالیٰ انگریزوں، ہندوؤں اور کانگریسی مسلمانوں کی شدید مخالفتوں کے باوجود پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک عظیم اسلامی ملک کی حیثیت سے اُجاگر ہوا۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد وہ تمام عناصر جو نظریہ پاکستان کے سخت مخالف تھے ایک سیلاب کی طرح اُمنڈ کر پاکستان میں آ پہنچے اور پاکستان کے خلاف خفیہ سازشوں میں مصروف ہو گئے اور فضائے پاکستان ان کی شرانگیزیوں اور ہوس ناکیوں سے زہر آلود ہو گئی اور اب تک یہ تخریبی عناصر اس اسلامی مملکت میں اپنی مخالفت اور معاندانہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

ہماری نئی نسل شاید اس تلخ اور المیہ ناک حقیقت کا تصور بھی نہ کر سکے کہ دارالعلوم دیوبند (بھارت) کے کانگریسی علماء کا ایک مختصر سا گروہ قومی تاریخ کو مسخ کرنے کی زبردست سازشیں کر رہا ہے اور نئی نسل کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے کہ پاکستان کی مخالفت صرف انگریزوں اور ہندوؤں نے کی تھی حالانکہ پاکستان کی مخالف جماعتوں میں کانگریسی علماء کی "جمعیت علمائے ہند" پیش پیش تھی، مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی جیسے موقع پرست اور دین فروش مولویوں نے تحریک پاکستان کو نقصان پہنچانے کی خاطر اپنے مناصب حقیقی اپنے فرائض خصوصی اپنے امتیازات مقدسہ اور حمیات اسلامی کو گاندھی، نہرو اور سردار پٹیل کے جوتوں میں ڈال دیا تھا اور تعاون بالمشرکین کیلئے احادیث کے ذخیروں کو کھجال ڈالا اور وہ وہ موشگافیاں کیں کہ آیات قرآنی تھملا آئیں اور ہندوستان میں ہندو سیکر لرازم کی نظری حیثیت کو چیلنج کرنے کے علی الرغم سیکر لرازم اور اکھنڈ بھارت کی تائید پر زور صرف کر دیا۔

یہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ آج مفتی محمود اور ان کے رفقاء قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے اپنی شکست کا انتقام لینے اور گاندھی و نہرو کی پلید روحوں کو خوش کرنے کے لئے اسلام دشمن سوشلسٹ عناصر کے ساتھ مل کر ملک میں انتشار و فتراتی کی فضا پیدا کر رہے ہیں اور پاکستان کے بدترین

امید ہے کہ قارئین کرام ان نام نہاد کانگریسی مولویوں کے قیام پاکستان سے قبل کے کردار اور موجودہ انداز کا اس پمفلٹ کے ذریعے جائزہ لے سکیں گے۔

”ضیاءالحامدی تھیں ہندی مجددی“

محرمات پاکستان

انگریز کے ہندوستان سے چلے جانے کے بعد ہندوؤں کے عزائم کیا تھے؟ وہ ہندوستان میں کون سا راج قائم کرنا چاہتے تھے؟ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے جذبات کیا تھے؟ ذیل میں دیئے گئے ہندو کانگریسی لیڈروں کے بیانات سے ہندوؤں کے عزائم اور ناپاک ارادوں کی وضاحت ہو جاتی ہے جن سے ہندوؤں کے تعصب، تنگ نظری اور مسلمانوں سے بغض و عناد کا اظہار ہوتا ہے۔

”مہاتما گاندھی اور گاؤر کھشا“:

مہاتما گاندھی نے جسے ہندو سچائی کا مجسمہ اور امسا (عدم تشدد) کا اوتار کہہ کر پکارتے ہیں۔

۱۹۱۸ء میں گاؤر کھشا کے متعلق کہا تھا کہ:

”یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ یورپین کیلئے گاؤر کھشا جاری رکھنے کی بابت ہندو کچھ بھی محسوس

نہیں کرتے‘ میں جانتا ہوں کہ ان کا غصہ اس خوف کے نیچے دب رہا ہے جو انگریزی عملداری نے پیدا کر دیا ہے مگر ایک ہندو بھی ہندوستان کے طول و عرض میں ایسا نہیں ہے جو ایک دن اپنی پھر زمین کو گاؤ کشی سے آزاد کرانے کی امید نہ رکھتا ہو۔ ہندومت عیسائی یا مسلمان کو کوار کے زور بھی مجبور کرنے سے تامل نہیں کرے گا کہ وہ گاؤ کشی بند کریں۔“

لالہ ہر دیال اور ہندو راج:

کانگریس کے مشہور ہندو لیڈر لالہ ہر دیال کہتے ہیں کہ: ”بس اگر ہندوستان کو کبھی آزادی ملی تو

یہاں ہندو راج قائم ہوگا۔ نہ صرف ہندو راج قائم ہوگا بلکہ مسلمانوں کی شہمی اور افغانستان کی فتح وغیرہ۔

باقی آدرش بھی پورے ہو جائیں گے۔ (روزنامہ سلاپ ۱۳ جنوری ۱۹۲۵ء)

دشمنوں اور سخت ترین مخالفوں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کو پاکستان کی جنگ آزادی کا ہیرو قرار دے رہے ہیں تاکہ عوام تحریک پاکستان کے متعلق غلط فہمیوں کا شکار ہو جائیں۔ چنانچہ حال ہی میں مشہور کانگریسی عالم مولانا حسین احمد مدنی کے بیٹے اور بھارتی پارلیمنٹ کے ممبر مولوی اسد مدنی پاکستان کے دورے پر آئے۔ (عوام میں مشہور ہے کہ وہ مسز اندرا گاندھی کی خصوصی ہدایات پاکستان میں رہنے والے بھارتی ایجنٹوں اور کانگریسی نمائندوں کو پہنچانے اور کچھ لینے اور کچھ دینے آئے تھے) ۲۰ مارچ ۱۹۷۰ بروز جمعہ ابن قاسم باغ کلکتہ ملتان پر نام نہاد جمعیت العلماء اسلام ہزاروی گروپ نے اسد مدنی کی آمد پر ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا۔ جس میں لاکھوں کے مولوی ضیاء القاسمی نے پاکستان کے بدترین دشمن مولوی حسین احمد مدنی اور ان کے رفقاء کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ”مولانا حسین احمد مدنی جنگ آزادی کے عظیم ہیرو تھے اور پاکستان کے قیام کے لئے انہوں نے عی زمین ہموار کی کیونکہ اگر وہ اتنی بے جگری سے انگریز کے خلاف نہ لڑتے تو انگریز کبھی اس ملک سے نہ جاتا اور یوں پاکستان کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا اور مولانا مدنی کی کوششوں نے ملت اسلامیہ کو نشاۃ ثانیہ عطاء کی۔“ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے مولانا حسین احمد مدنی اور ابوالکلام آزاد وغیرہ پاکستان کے سخت مخالف اور کانگریس کے ساتھی ہی نہیں بلکہ ابوالکلام آزاد آل انڈیا کانگریس کے صدر اور مولانا حسین احمد مدنی صوبہ یوپی کانگریس کے صدر تھے ان کی تمام خدمات گاندھی اور نہرو کے لادینی نظام کے قیام کے لئے وقف تھیں۔ اسلام کے لئے نہیں وقت کی نزاکت کے پیش نظر میں نے محسوس کیا کہ کانگریسی علماء کی پاکستان دشمنی کو بے نقاب کرنا اور عوام کو ان کے داغ دار ماضی سے آگاہ کرنا از حد ضروری ہے تاکہ عوام کو معلوم ہو جائے کہ قیام پاکستان سے قبل کانگریسی علماء کے پاکستان کے خلاف کیا جذبات تھے اور آج بھی یہ پاکستان دشمن مولوی اپنے سینوں میں کن خطرناک عزائم کو چھپائے ہوئے ہیں اور یہ تا کبھی جواب ہماری استیجوں میں آن بیٹھی ہیں ان کی افترا پردازی اور بہتان تراشی کے زہریلے ڈنگ سے بچنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیے اس پمفلٹ میں ہندوؤں کے عزائم اور کانگریسی علماء کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے جو مختلف اخبارات و رسائل و کتب سے مرتب کیا ہے۔

سردار پٹیل کا نعرہ:

سردار پٹیل نے اپریل ۱۹۴۲ء میں احمد آباد میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ”جو لوگ ایک جداگانہ قومیت کے حتمی ہیں ان میں سے تو بے قصودہ ہیں جو اس ملک کی مٹی کی پیداوار ہیں۔ اس لئے اگر یہ لوگ پھر اپنی اصل میں جذب نہیں کئے جاسکتے تو یہ ان لوگوں کا قصور ہے جن سے نکل کر یہ لوگ الگ ہوئے ہیں“
(ہندوستان ٹائمز۔ ۱۶ اپریل ۱۹۴۲ء)

ہندو مہاسیجا کے نائب صدر ڈاکٹر رادھا کر جی کا بیان:

ہندو مہاسیجا کے نائب صدر اور بنگال میں کانگریس پارٹی کے لیڈر ڈاکٹر رادھا کر جی نے آل انڈیا ہندو ویدک یوتھ کانفرنس لاہور کے خطبہ صدارت میں کہا تھا کہ:

”ہندوستان کو نظریہ اور عمل دونوں لحاظ سے ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہیئے جس کا کلچر ہندو جس کا مذہب ہندو اور جس کی حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو۔“ (ملوے اسلام دسمبر ۱۹۳۸ء)

ہندو اخبارات کی اسلام دشمنی کا مظاہرہ:

ذیل میں ہندوؤں کے مشہور اخبارات روزنامہ ملاپ اور آریہ مسافر کے ادارے ہندوؤں کے ناپاک عزائم کی وضاحت کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

کیا ہندوؤں نے تاریخ سے کچھ سبق نہیں سیکھا جس طرح خیال میں ہندو تہذیب ہے اسی طرح افغانستان اور سرحد پر بھی ہندو سنہائیں ہوتی ضروری ہیں، ورنہ سوراہیہ حاصل کرنا بے سود ہوگا، پہاڑی قومیں ہمیشہ بہادر اور بھوکے ہوتی ہیں، اگر وہ ہماری دشمن بن جائیں تو ملک بالکل بے کسی کی حالت میں رہ جائے گا اور پھر نادر شاہ اور زماں شاہ کا زمانہ شروع ہوگا۔ اب تو انگریز افسر سرحد کی حفاظت کر رہے ہیں لیکن کیا ہندوؤں کے ملک کو بچانے کیلئے سمندر پار سے افسر آتے رہیں گے، اگر ہندوؤں کو اپنی رکھشا کرنی منظور ہے تو اپنے پاؤں خود ہلانے پڑیں گے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ اور سردار ہری سنگھ لکھو کی یادگار میں افغانستان اور سرحد کو فتح کر کے تمام پہاڑی قبیلوں کی شہمی کرنا ہوگی اگر ہندو اس فرض سے غافل رہیں

گئے تو پھر اسلامی حکومت ہندوستان میں قائم ہو جائے گی۔ (ہندو اخبار روزنامہ ملاب ۲۳ جولائی ۱۹۲۸ء)

ملکی اور مذہبی نقطہ نظر سے مسلمانوں کو ویدک دھرم اور ویدک تہذیب کے نزدیک لانا از حد ضروری ہے جب تک مسلمان سر زمین حجاز کے عاشق ہیں عرب کی سر زمین اور مچوروں پر جان نثار کرتے ہیں اور زمزم کو گنگا پر ترجیح دیتے ہیں وہ ہندوستان سے محبت نہیں کر سکتے اس لئے ملک میں ایک قوم پیدا کرنے کیلئے لازمی ہے کہ ہم ویدک دھرم کا پیغام جلد از جلد ان تک پہنچائیں۔ (آریہ مسافر ۵ مارچ ۱۹۳۸ء)

مذکورہ بالا ہندو کانگریس لیڈروں کے بیانات اور ہندو اخبارات کے اداروں سے ہندو قوم کے ناپاک ارادوں اور عزائم کی نشاندہی ہو جاتی ہے اور ہر شخص جسے اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور کی دولت سے نوازا ہے وہ یقینی سمجھ سکتا ہے کہ ہندو قوم مسلمانوں کے بارے میں مخلص نہیں تھی یہی وجہ ہے کہ مسلمان اکابرین نے محسوس کیا کہ ہندوؤں کے توجہ صحیح نہیں ہیں چنانچہ حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تحریک پاکستان کا آغاز ہوا ایک عظیم الشان اور انقلاب آفرین جدوجہد کے بعد مسلم لیگ نے پاکستان کی جنگ جیت لی لیکن کفر اور اسلام کی جنگ میں کانگریسی مولویوں نے انتہائی شرمناک کردار ادا کیا جسے کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

قومیت اور اسلام

قرآن حکیم کی رو سے قومیت کی بنیاد وطن، نسل اور رنگ وغیرہ نہیں ہے بلکہ (آئیڈیالوجی) ہے اور جو لوگ قرآن پاک کے پیش کردہ فلسفہ حیات پر ایمان رکھتے ہیں وہ ایک قوم کے افراد ہیں خواہ وہ ایک ہی وطن میں رہتے ہوں اور ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہوں اور جو لوگ قرآن مجید کے پیش کردہ نہ بدلنے والے نظریہ زندگی کے خلاف کسی اور نظریہ کے قائل ہوں وہ دوسری قوم کے افراد ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اسی اسلامی قومیت کی حقانیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

پتا ہمارے حصارِ ملت کی اتحاد وطن نہیں ہے

اور قائد اعظمؒ نے واضح طور پر اپنے دعویٰ کو پیش کر دیا کہ ”چونکہ مسلمان اپنے دین کی بناء پر ہندوؤں سے الگ ایک قوم ہیں۔ اسلئے ان کے لئے ایک جداگانہ مملکت کا وجود ضروری ہے جہاں مسلمان اپنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائین کے مطابق زندگی گزار سکیں۔“ ہندوؤں کی طرف سے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس مطالبہ کی مخالفت ناگزیر تھی کیونکہ وہ تو ہندوستان کے مسلمانوں پر حکومت کرنے اور ان کی شہرگی کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے لیکن دارالعلوم دیوبند کے بعض نام نہاد کانگریسی علماء کی ”جمعیت علماء ہند“ کی طرف سے اسلامی قومیت کی مخالفت باعث حیرت ہے۔

متحدہ قومیت کا قند

برصغیر پاک و ہند میں سلطنت مغلیہ کے شہنشاہ اکبر نے اپنے عہد میں اپنے اقتدار کے استحکام کیلئے متحدہ قومیت کی بنیاد رکھی جس کے خلاف امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کیا اور بفضلہ تعالیٰ جہانگیری عہد میں متحدہ قومیت کے بُت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہندوستان کے انگریزی دور غلامی میں متحدہ قومیت کے مردہ کو گاندھی نے پھر زندہ کیا۔ جس پر ابوالفضل اور فیضی جیسے دین فروش علماء سوا ایمان لے آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ابوالفضل نے شہنشاہ اکبر کے ”دین الہی“ کی حمایت میں قرآن و حدیث میں تخریض کی تھیں اور دنیوی مفاد کے حصول کی خاطر ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو قربان کر دیا اسی طرح گاندھی کی متحدہ قومیت کی حمایت میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے رفقاء قرآن و حدیث کو غلط معنی پینا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سر توڑ کوششیں کرتے رہے ہیں اور گاندھی و شہر کی قیادت میں لادینی نظام کے لئے کوشاں رہے لیکن بفضلہ تعالیٰ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے قائد اعظمؒ کی قیادت میں متحدہ قومیت کے قند کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور پاکستان بنانے میں کامیاب ہو گئے۔

تحریک پاکستان کا پس منظر اور اس کے حقیقی عناصر

تحریک پاکستان محض تقسیم ملک کا نام نہیں بلکہ احیائے اسلام کی ایک کوشش بھی تھی۔

برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں میں ہمیشہ یہ جھٹا ہوا احساس موجود رہا کہ ان کا کلمہ اجتماعی اسلامی بنیادوں پر استوار نہیں ہے، ان کی سیاسی معاشرتی زندگی اور ان کے افکار و خیالات نظریات و معتقدات و تصورات کے درمیان بھٹ پایا جاتا ہے۔ اس بھٹ کو دور کرنے کے لئے تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں نے مختلف طریقوں سے جدوجہد کی، کبھی یہ تحریک امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور جہانگیر کی صورت میں ظاہر ہوئی اور کبھی یہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی سرگرمیوں اور تجدیدی کوششوں کا روپ دھار کر ابھری، مسلمانوں کے زوال کے بعد یہ تحریک احیائے اسلام ایک تسلسل کے ساتھ چلتی رہی اس تحریک کے زیر اثر امت کے نامور علماء اور صلحاء نے بے مثال قربانیاں دیں۔

تحریک خلافت کی ناکامی کے بعد مسلمانوں میں یاس و قومیت کی فضا پیدا ہو گئی تھی، مسلمانوں کو اشتراکیت، اشتمالیت، وطنیت، قومیت اور سیکولر جمہوریت کے نعرے سنائی دے رہے تھے، حساس اور ایمان پرند مسلم نوجوان اپنوں سے مایوس ہو کر ان غیر اسلامی نعروں کو اپنارہے تھے، انتشار اور پراگندہ خیالی کا یہ عالم تھا کہ ہر ایک نئے نعرے کو اسلام سے منسوب کرنا اور اپنی پسندی و مغرب سے مرغوبیت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ مغرب کی ہر چیز پر بلا سوچے سمجھے ایمان لاتے اور اسلام کی ہر چیز پر شکوک و شبہات کا اظہار کرتے، مسلمانوں کی یہ ذہنی کیفیت اور سیاسی ابتری نہایت قابل رحم تھی۔ اس سے فائدہ اٹھا کر ہندوؤں نے مسلمانوں کو کانگریس کے وطنیت اور قومیت کے پرفریب نعروں میں پھانسنے کیلئے اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ ایسے نازک اور پر آشوب مرحلے پر مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد اور دیگر جید علماء سے توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کریں گے، لیکن افسوس کہ۔۔۔ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد اور مفتی کفایت اللہ دہلوی وغیرہ خود سیکولر جمہوریت اور وطنیت کے دام فریب میں جکڑا ہو گئے اور مسلمانوں کی صحیح رہنمائی نہ کر سکے، وہ دوسرے مسلمانوں کو بھی کانگریس کے دام فریب میں پھانسنے کی سعی کرتے رہے، جبکہ مسلمانوں کی حقیقی خواہش اور حقیقی رجحان یہ تھا کہ انہیں سب کچھ قبول تھا لیکن کسی قیمت پر کافر نہ اور شرکانہ نظام حیات جس کی بنیاد الحاد پر مبنی ہو، اس کے تحت زندگی گزارنے کیلئے تیار نہ تھے، اس وقت مسلمان نہایت ہی غیر مستظم، پراگندہ خیال اور انتشار کے عالم میں تھے، ان کی کوئی تنظیم نہیں رہ گئی تھی جو

ان کی رہنمائی کرتی، مسلمانوں کی یہ بڑی بد قسمتی تھی کہ جہاں سے انہیں احیائے اسلام اور احلائے کلمۃ الحق بلند کرنے کے لئے دعوت ملنی چاہیے تھی وہاں سے انہیں وطنیت اور قوم کے اشتراک پر قومیت کی تشکیل کیلئے پیغام مل رہا تھا۔ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ سادہ دستاویز پر دستخط کر کے اپنی اور اپنی قوم کی ہنڈیا گاندھی کے ہاتھوں میں تھما چکے تھے۔ لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے تاریخ کے اس نازک دور میں مسلمانوں کی رہنمائی کیلئے قائد اعظم جیسی عظیم شخصیت کو منتخب فرمایا اور برصغیر پاک و ہند کے مسلمان قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں انگریزوں اور کانگریسیوں کی شدید مخالفتوں کے باوجود پاکستان قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک عظیم اسلامی ملک بن کر اُجاگر ہوا۔

تصورِ پاکستان

قائد اعظم اور علامہ اقبالؒ کی نظر میں

آج کل نظریہ پاکستان کے دیرینہ مخالفین قائد اعظم اور علامہ اقبالؒ کی روحوں سے اپنی جہم شکستوں کا انتقام لینے کیلئے ان پر طرح طرح کے الزامات لگا کر مسلمانوں کی نگاہ میں ان کی عظمت و وقار کو کم کرنے کیلئے ناپاک کوششیں کر رہے ہیں اور یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ قائد اعظم اور علامہ اقبالؒ بھی اسلامی سوشلزم کے حامی تھے اور قائد اعظم پاکستان میں اسلامی سوشلزم کے قیام کے خواہاں تھے جو سراسر غلط ہے۔ ذیل میں قائد اعظم اور علامہ اقبالؒ کی تقاریر کے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جن سے ناظرین پر واضح ہو جائے گا کہ قائد اعظم اور علامہ اقبالؒ اسلام کے سوا کسی دوسرے نظام پر یقین نہیں رکھتے تھے اور وہ مسلمانوں کے تمام وسائل و مشکلات کا حل اسلام ہی کو سمجھتے تھے اور اسلام ہی ابتداء سے پاکستان کا نصب العین تھا۔

☆ اگست ۱۸۴۱ء میں قائد اعظم جب حیدر آباد دکن تشریف لے گئے تو ان سے اسلامی حکومت کی وضاحت چاہی گئی تو انہوں نے اس سوال کے جواب میں نوجوان طلباء کو بتلایا کہ ”اسلامی حکومت کا یہ امتیاز

پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت و وفا کی کئی کامر جمع خدا کی ذات ہے جس کے لئے تعمیل کا مرکز قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں، اسلام میں اصلانہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی اور شخص اور ادارہ کی، قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی و پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں، اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآن کے اصول و احکام کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کیلئے بہر حال آپ کو علاقہ اور سلطنت کی ضرورت ہے۔ مسلم لیگ کی تنظیم اس کی جدوجہد اس کا رخ اور اس کی راہ سب اس سوال کے جواب ہیں۔ (قائد اعظم محمد علی جناح ص ۳۵۴)

☆ قائد اعظم قرآن حکیم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ ”میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اُس اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم جمہوریت کی بنیاد صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں۔“ (شاعی در بار بلوچستان ۱۳ فروری ۱۹۴۷ء بحوالہ ”آئین ۲۰ مارچ ۱۹۴۹ء)

مکمل اسلام علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ”اسلام ایک زندہ قوت ہے جو ذہن انسانی کو نسل و وطن کی قیود سے آزاد کر سکتی ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ مذہب کو فرد اور سیاست دونوں کی زندگی میں غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام کی تقدیر خود اس کے ہاتھ میں ہے اسے کسی دوسری تقدیر کے حوالے نہیں کیا جا سکتا، یہ ایک زندہ اور عملی سوال ہے جس کے صحیح حل پر اس امر کا دار و مدار ہے کہ ہم لوگ آگے چل کر ہندوستان میں ایک ممتاز اور منفرد تہذیب کے حامل بن سکیں کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اسلام کو بطور تمثیل کے تو برقرار رکھیں لیکن اُس کے نظام سیاست کی بجائے ان قومی نظامات کو اختیار کریں جن میں مذہب کی مداخلت کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔“ (خطبات اقبال)

برادران اسلام! غور فرمائیے کہ قائد اعظمؒ اور علامہ اقبالؒ نے کس طرح واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا تھا کہ پاکستان کے قیام کا مقصد صرف قرآن و سنت پر مبنی ایسے اسلامی نظام کے قیام کے لئے تھا جس میں مسلمان اور دیگر اقوام امن و سکون کی زندگی گزار سکیں اور اسی نصب العین کے پیش نظر ہر صغیر کے مسلمانوں نے عظیم الشان قربانیاں دیں۔

کانگریسی مولویوں کا کردار قیام پاکستان سے پہلے

ہماری قومی زندگی کی یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ملک میں اُن حضرات نے بھی قومی قیادت اور مذہبی امارت کے تاج پہن لئے ہیں جو دن رات تحریک پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش تھے اور جوش مخالفت میں خدا کے دین کو بطور حربہ استعمال کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہ کی پاکستان کے بدترین دشمن کانگریسی مولوی آج تھے نئے روپ دھار کر اور نئے نئے بھیس بدل کر نئے نئے شوشے چھوڑ رہے ہیں اور اسلام کے نام پر عوام کو اسی طرح گمراہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں جس طرح قیام پاکستان سے قبل اسلام کے نام پر مسلمانوں کو کانگریس میں شمولیت کی دعوت دیتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کانگریسی مولویوں نے ابھی تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا اور وہ اپنے سابقہ نظریات کی تبلیغ سے باز نہیں آئے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا تھا اور گاندھی نہرو اور نیل کے چرنوں میں بیٹھ کر اسلام اور مسلمانوں کا سودا کیا تھا۔

ہم سمجھتے تھے کہ شاید پاکستان بن جانے کے ۲۲ سال بعد ان لوگوں نے اپنی ذہنیت کو بدل لیا ہو گا اور بھارت کے مسلمانوں پر ہندوؤں کے دشت ناک مظالم دیکھ کر اپنی سابقہ غلطی کا اعتراف کر لیا ہو گا اور یہ بات ان پر عیاں ہو گئی ہو گی کہ مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی سیاست بُری طرح ناکام ہوئی ہے۔ وہ بہر حال غلطی پر تھے لیکن رشتی جل گئی بل نہیں گئے کے مصداق ان لوگوں کی ذہنیت اب بھی نہیں بدلی ہے۔ یہ لوگ آج بھی قائد اعظم اور علامہ اقبال کے مقابلہ میں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کی سیاسی برتری ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی علییت تسلیم لیکن سیاسی لحاظ سے بہر حال یہ لوگ گمراہی کا شکار تھے اور ان کی علییت و قابلیت سے اسلام کو عظیم نقصان پہنچا اور کفر کو بیحد فائدہ حاصل ہوا۔ آج جمعیت علماء اسلام (ہزاروی گروپ) کے رہنما کامریڈ مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی اور ان کے دیگر ساتھی اپنی برتری اس انداز میں ثابت کرتے ہیں کہ انہوں نے انگریز کی غلامی سے مسلمانوں کو آزاد کرانے میں بڑھ چڑھ کر

حصہ لیا تھا۔ لیکن صاحب علم حضرات پر یہ حقیقت واضح ہے کہ یہ کانگریسی مولوی برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو انگریز کی غلامی سے نکال کر ہندوؤں کی بدترین غلامی میں پھنسا دینا چاہتے تھے، گویا آگ سے بچا کر جابی کی طوقان خیز موجوں میں دھکیل دینا چاہتے تھے ان لوگوں کے نزدیک ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی وغیرہ سب ایک قوم تھے قائد اعظمؒ ان کے نزدیک ”کافرا عظم“ تھے اور گاندھیؒ نہرو اور ٹیل کو وہ اپنا ان داتا تسلیم کرتے تھے۔

یہ بات پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ یہ لوگ نظریہ پاکستان کے سخت مخالف تھے اور آج تک ان کانگریسی مولویوں نے پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ بجائے اس کے یہ لوگ اپنی غلطی کو تسلیم کر کے عوام سے معافی مانگتے اور بھدق دل سے اسلام کے فروغ اور پاکستان کے استحکام کی خاطر اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے، اس کے برعکس ہٹ دھرمی سے کام لے کر گرگٹ کی طرح ایک نیا رنگ بدلتے ہوئے ملت کے کرداروں افراد کو انتہائی عیاری اور مکاری سے یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مولانا حسین احمد مدنی کی قیادت میں ہم نے ملت اسلامیہ کے مفاد کے خلاف پاکستان کی مخالفت کر کے جس غداری کا ارتکاب کیا ہے وہ سرزد ہی نہیں ہوئی۔

اگرچہ کانگریسی مولویوں کی ہندوانہ ذہنیت بدلی نہیں جاسکتی لیکن ہم اس کے باوجود ان کے سابقہ کرتوتوں کو عوام کے سامنے پیش کر کے انہیں بے نقاب کرتے رہیں گے تاکہ مسلمانوں پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے کہ ان کانگریسی مولویوں نے کس طرح دنیوی مفاد کے حصول کی خاطر خدا کے خوف سے بے نیاز ہو کر پاکستان کی مخالفت کی اور اسلام کو گاندھیؒ نہرو اور ٹیل کے جوتوں پر قربان کر دیا اور دین و ملت کو کتنا نقصان پہنچا اور ان کی موجودہ غلط روش سے اسلام اور پاکستان کو کن خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ذیل میں ہم کانگریسی علماء کی تحریریں اور بیانات مختلف اخبارات و رسائل اور کتب سے نقل کر رہے ہیں جن سے ان کانگریسی مولویوں کے گھناؤنے کردار کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔

تحریک پاکستان اور اُس کی قیادت پر ناروا حملے

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور صدر مدرس 'کانگریس کی ہمنوا' 'جمعیت العلماء

ہند' کے مولانا حسین احمد مدنی کی تقریریں اور فتوے

"ہندو مسلم بھائی بھائی"۔

انہی جمہوری حکومت جس میں ہندو مسلمان، سکھ عیسائی اور پارسی سب شامل ہوں جاہل کرنے کے لئے سب کو متفقہ کوشش کرنی چاہیے ایسی مشترکہ آزادی اسلام کے عین مطابق ہے اور اسلام اس آزادی کی اجازت دیتا ہے۔" (زحرم ۷ جولائی ۱۹۳۸ء)

متحدہ قومیت اور قرآن۔

مولانا حسین احمد مدنی، گاندھی کی متحدہ قومیت کی حمایت میں آیات قرآنی کو غلط معنی پہنا کر اس کے جواز کے لئے لفظ قوم پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جس جگہ یہ لفظ مضاف واقع ہوا ہے اور مضاف اور مضاف الیہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا مسلمان ہے اور کلام غیر مسلم کے متعلق ہے تو یقیناً اس جگہ پر مشرکوں اور کفار کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا مسلمانوں کے ساتھ قومیت متحدہ میں منسلک ہونا ہی مفہوم ہوتا ہے۔ کذبت قوم نوح المرسلین کذبت قبلہم قوم نوح و اصحاب الرمس .. الخ۔"

(متحدہ قومیت اور اسلام ص ۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کے چودہ برس گزر جانے کے بعد مدینہ منورہ میں وہاں کے اور اپنے ساتھ کے مہاجر و انصار مسلمانوں اور مدینہ کے یہودیوں کو ملا کر ایک متحدہ قوم اور متحدہ امت بنائی اور نہایت مفصل عہد نامہ اس امر کے متعلق تحریر فرمایا اور اس میں تحریر کر دیا گیا کہ مشروط اور مذکورہ امور میں دشمنوں کے مقابل مسلمان اور یہود ایک امت متحدہ ہونگے مگر ہر ایک اپنے اپنے مذہب کا پابند ہوگا۔" (متحدہ قومیت اور اسلام ص ۴۴)

قومیں اوطان سے بنتی ہیں:

مولانا حسین احمد مدنی نے فتویٰ صادر کیا کہ ”آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں بنتی ہیں۔“ (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۲۸۰)

اس فتویٰ پر حضرت علامہ اقبالؒ نے مندرجہ ذیل اشعار فرمائے:

عجم ہنوز عداوت رموز دیں درندہ زدیوبند حسین احمد ایں چہ یواختی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن ہست چہ بے خبرز مقام محمدؐ عربی است
بمصطفیٰؐ برسان خویش را کہ دیں ہمدوست اگر پادشہ رسیدی تمام بولہبی است

حضرت مولانا ظفر علی خاںؒ اس پر یوں رقمطراز ہوئے:

حسین احمد سے کہتے ہیں حذف دینے کے

کہ لٹو آپ بھی کیا ہو گئے سنگھم کے موتی پر

حضرت اسد ملتانویؒ بھی اس موقع پر خاموش نہ رہ سکے اور یوں بولے

ہوا ہے مولویوں کو یہ کیا مرے مولاً لگا رہے ہیں جو وہ مالوی کو سینے سے

یہ مولوی بدلتی سے کوئی ذرا پوچھے دن سے آپ کو نسبت ہے یاد دینے سے

مسلم لیگ بے دین ہے:

مولوی محمد میاں ناظم جمعیت العلماء ہند لکھتے ہیں کہ ”مسلم لیگ کی موجودہ حالت سے جو بے

دینی پھیل رہی ہے اور جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو حاصل ہو رہا ہے وہ کانگریس تو درکنار ہندوستان کے

تمام ہندوؤں سے نہیں پہنچ رہا ہے۔“ (مولانا ظفر احمد صاحب کے فتویٰ پر تبصرہ ص ۹)

یہی مولوی محمد میاں کانگریس کی حمایت میں کہتے ہیں کہ:

”کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل جہاد آزادی میں اشتراک عمل ہے جس پر مذہبی حیثیت سے

ہندوستانی مسلمانوں کی آئندہ موت و حیات کا مدار ہے۔“ (ایضاً)

مولانا حسین احمد مدنی ہندوستان کے باشندوں کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”ہندوستان کے باشندے خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں بحیثیت ہندوستانی اور متحد الوطن ہونے کے ایک قوم ہو جائیں۔“ (متحدہ قومیت اور اسلام ص ۵۳)

ناظرین کرام! غور فرمائیے کہ مولانا حسین احمد مدنی کس طرح قرآن و حدیث میں تحریف کر کے مسلمانوں کو کفار و مشرکین میں ضم کرنے کے لئے بے تاب نظر آتے ہیں۔

مولوی حبیب الرحمن عثمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

ہندو مسلمان باوجود اختلاف مذہب کے کسی مشترک مقصد کی تحصیل کے لئے متفق ہو سکتے ہیں۔ ایسا اتفاق شریعت کے کسی قاعدے کے خلاف نہیں ہے بلکہ ایسی حالت میں کہ مسلمانوں کو ان کے دینی مقاصد کی تحصیل میں تقویت حاصل ہوتی ہو یہ اتفاق ضروری ہو جاتا ہے۔ (جواز شرکت کانگریس ص ۱۰)

مولوی احمد علی نائب مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

”جہاں مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے مدد ملتی جائز ہے وہیں اپنے مخصوص مقاصد و اغراض صحیحہ کی بناء پر ان کی امداد کرنی یا ان کی حمایت کرنی یا ان کے جھنڈے کے نیچے لڑنا بھی شرعاً جائز ہے۔“ (جواز شرکت کانگریس ص ۴۴)

مفتی محمد نعیم رکن جمعیت العلماء ہند کا عزم

مفتی محمد نعیم رکن جمعیت العلماء ہند مسٹر منشی کی تقریر جو انہوں نے لدھیانہ میں اکھنڈ بھارت کانفرنس میں کی سن کر بے تابانہ پکار اٹھے لبیک یا خیل لبیک۔ گھبراہٹ نہیں! پاکستان کی ہم مخالفت کریں گے یہ نظریہ اسلام کے خلاف ہے۔“ (ہندوستان ٹائمز ۳۱-۹-۸ بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء)

مولانا حسین احمد مدنی اور جمعیت العلماء ہند کے اکابرین نے تحریک پاکستان کی مخالفت کیوں کی؟ اس کی وضاحت قائد اعظمؒ کے معتمد اور مسلم لیگ رہنما ایم اے ایچ اصفہانی نے اپنی تصنیف

(Quaid Azam As I new him) میں مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔

۱۹۳۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمنٹری کا اجلاس لاہور میں ہوا جس میں مسلم لیگی لیڈروں نے تقریریں کیں اس اجلاس میں مولانا احمد حسین مدنی اور مفتی کفایت اللہ بھی تشریف لائے انہوں نے قائد اعظم اور مسلم لیگ کی تحریک کو خوش آمدید کہا اور تعاون کا یقین دلایا لیکن آخری اجلاس میں ان حضرات نے تجویز پیش کی کہ مسلم لیگ جس پروگرام کو لے کر میدان سیاست میں اُتری ہے اس کے لئے وسیع پروپیگنڈہ کی ضرورت ہے اور دیوبند کا حلقہ اس کے لئے پوری طرح تیار ہے۔ بشرطیکہ مسلم لیگ ہمارے اخراجات برداشت کرے اور اس کیلئے کم از کم پچاس ہزار روپیہ درکار ہے۔ مگر اس وقت مسلم لیگ کے پاس تانے کے چند سکے بھی نہ تھے۔ حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فی الحال لیگ کے پاس اتنا فنڈ نہیں ہے اور نہ ہی مستقبل قریب میں اتنی رقم جمع ہونے کی امید ہے جب کبھی مسلم لیگ کے پاس مناسب فنڈ ہو گیا تو وہ ان کی امداد کر سکیں گے۔ قائد اعظم نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیں اس واقعہ کے بعد یہ حضرات ہندو کانگریس کی حمایت کرنے لگے اور انہوں نے وہاں سے مالی امداد حاصل کی۔ (صفحہ ۲۳، ۲۴)

مولانا ابوالکلام آزاد جمعیت علماء ہند کے سرخیل تھے انہوں نے گاندھی ازم کی کس طریق سے حمایت کی اور تحریک پاکستان کی کس انداز سے مخالفت کی ان کے بیانات شہادت کیلئے کافی ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد گاندھی کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”مسٹر گاندھی نے جنگ آزادی میں اپنی جان اور مال دونوں دونوں کو لٹا دیا پس وہ فی الحقیقت ”مجاہد فی سبیل اللہ“ اور ہاں نفسہ و با موالہم کے ہر دو مراحل جہاد مقدس سے گزر چکے ہیں۔ یہ (مسٹر گاندھی) حق و عدالت کا عجیب سپہ سالار ہے۔“

(مضامین مولانا آزاد نمبر ۱۹ بحوالہ الدرائی شوال ۱۳۵۷ ص ۱۱)

پاکستان کا لفظ ناپاک ہے!

مولانا ابوالکلام آزاد پاکستان کے سلسلے میں رقمطراز ہیں کہ:

”میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ پاکستان کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں کرتی اس کا

مطلب یہ ہے کہ دنیا کا ایک حصہ تو پاک ہے۔ باقی نا پاک، پاک اور نا پاک کی بنیاد پر کسی قطعہ ارض کی تقسیم غیر اسلامی اور روح اسلام کے بالکل منافی ہے۔ اسلام اس طرح کی کوئی تقسیم قبول نہیں کرتا۔“ الخ
(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص ۷۶)

جمعیت علماء ہند کے رہنما مفتی محمود کا فتویٰ

مفتی محمود صاحب جمعیت علماء ہند کے زبردست اور سرگرم کارکن رہے ہیں۔ آج کل مولانا شبیر احمد عثمانی کی جمعیت علمائے اسلام پر بڑی ڈھنائی اور بے شری سے قبضہ کئے ہوئے ہیں سابق سرخ پوش اور کانگریسی ہیں۔ سرحدی گاندھی عبدالغفار خان کی رفاقت پر انہیں بڑا تازہ ہے انہوں نے اپنے گرد سرحدی گاندھی کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان کی مخالفت میں پورا زور صرف کر دیا۔ سرحدی مہر ظم میں بھی اس شخص نے پاکستان کے خلاف جدوجہد کی لیکن جب خان عبدالقیوم خاں سرحد کے وزیر اعلیٰ بنے اور انہوں نے سرچوشوں کے خلاف کارروائی کا پروگرام بنایا تو مفتی محمود بھاگ کر پنجاب چلے آئے اور اس وقت سے ملتان میں مقیم ہیں اور پاکستان کے خلاف خفیہ سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ مفتی محمود نے تحریک پاکستان کی کس طرح مخالفت کی ان کے معروف فتوے سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے انہوں نے ۱۹۳۳ء میں فتویٰ دیا تھا کہ ”دنیا کی تمام قوموں سے رشتے نا طے جائز ہیں لیکن کسی مسلم لڑکی کو لڑکی دینا ناجائز ہے“۔ (اخبار آزاد ۵ اگست ۱۹۳۳ء بحوالہ ہفت روزہ شہاب لاہور یکم اگست ۱۹۶۳ء تحریک اسلامی اور اس کے مخالفین ص ۲۸۰)

کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر خان مرحوم جو کہ سرحدی گاندھی کے بڑے اور حقیقی بھائی تھے انہوں نے اپنی لڑکی کی شادی فلائٹ لفٹیننٹ پنڈت جسونت سنگھ سے اسی فتویٰ کی بنا پر کی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

تحریک پاکستان اور مجلس احرار

ال انڈیا مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی کی وضاحت

”مسلمان سیاسی مذہبی تمدنی رہنمائی کی توقع مسلم لیگ کی غیر اسلامی قیادت سے نہیں کر سکتے

اور مسلم لیگ کے کسی فیصلے کو اسلامی ہند کا فیصلہ قرار نہیں دیا جاسکتا“۔ (ریس الاحرار ص ۲۸۳)

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور کانگریس:

پنڈت موتی لعل نہرو مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سحر بیانی کے عاشق تھے۔ انہیں کے پروگرام کے مطابق شاہ صاحب کام کر رہے تھے۔ الہ آباد میں جب شاہ صاحب پنڈت موتی لعل نہرو کے ہاں پہنچے تو موتی لعل جی نے خود شاہ صاحب کے کھانے کا بندوبست کیا اور اپنے ہاتھ سے دونوں وقت چائے بنا کر چلائی پنڈت جی بار بار شاہ صاحب سے کہتے ہیں شاہ صاحب کانگریس ستیہ گرہ کی کامیابی صرف آپ ہی سے وابستہ ہے کانگریس کی تحریک میں پنجاب کے احرار رہنماؤں کی شرکت اور شاہ صاحب کے دورہ کا یہ اثر ہوا کہ گاندھی ادون پکٹ کے بعد جب بھی احرار گاندھی جی سے ملنے گئے تو گاندھی جی نے اُنھ کو دندوتے تک خود احرار رہنماؤں کی عزت و تکریم کی۔ (ریس الاحرار ص ۱۳۶-۱۳۷)

مولانا احمد سعید دہلوی نے کہا کہ ”کوں کو بھونکتا چھوڑ دو“ کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو احرار کا وطن لگی سرمایہ دار کا وطن نہیں۔ (خطبات احرار ص ۹۹)

مسلم لیگ کو ووٹ دینے والے سورت ہیں سید عطاء اللہ بخاری کا اعلان

مولانا ظفر علی خان مرحوم اپنی تصنیف چمنستان میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”مجلس احرار کے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے امر وہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سورت ہیں اور سورت کھانے والے ہیں۔“ (چمنستان ص ۱۰۱)

مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کا نہہرز سے عشق!

مولانا ظفر علی خان مرحوم فرماتے ہیں کہ مجلس احرار کے صدر مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی سے نہہرز سے کہ ”دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر علی خان جو اس لعل نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔“

(چمنستان ص ۱۰۱)

غلام غوث ہزاروی کی زہرافشانی

۱۹۳۶ء میں ہندو اخبار روزنامہ ملاپ میں مولوی غلام غوث ہزاروی کا ایک بیان شائع ہوا جس

میں وہ فرماتے ہیں کہ ”مسلم لیگی لیڈر کافرہ لڑکیوں سے شادیاں رچا کر بھی مسلمان ہی رہتے ہیں اور اصل ان کی مسلمانی گوشت خوری کے لئے ہے۔“ (روزنامہ صلاب ۲۶-۲-۳ بحوالہ سواد اعظم لاہور)

مسلم لیگی انگریز کے ایجنٹ ہیں

قاضی مظہر حسین چکوال والے نے کہا ”مسلم لیگ کی بنیاد انگریز نے رکھی ہے اور یہ مسلم لیگی انگریز کے ایجنٹ ہیں۔“ (ایضاً)

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ

مجلس احرار کے صدر اور معروف شیعہ لیڈر مولانا مظہر علی اعظمی نے موچی دروازہ لاہور میں غلام غوث ہزاروی کی صدارت میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ”یہ قائد اعظم ہے کہ ہے کافر اعظم۔“

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۱)

مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کا اعلان

مجلس احرار کے رہنما مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ”مسلم لیگ کا موجودہ رڈ یہ خود مسلمانوں اور تمام ملک کیلئے نقصان دہ ہے اور اگر ان کا یہ رڈ یہ جاری رہا تو قلیل عرصہ میں اس کو جاپان و جرمنی کی طرح کچل دیا جائے گا۔ مولانا نے حریف کہا مولانا آزاد اور پنڈت جواہر لعل نہرو کی بے عزتی کا نتیجہ مسلم لیگ کو بھگتنا پڑے گا۔“ (روزنامہ صلاب ۲۵-۸-۵)

قائد احرار چوہدری افضل حق اور پاکستان

مجلس احرار کے قائد جناب چوہدری افضل حق نے یکم دسمبر ۱۹۴۱ء میں ”ڈسٹرک احرار کانفرنس قصور“ میں اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا تھا کہ ”احرار اس پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں۔“

(خطبات احرار ص ۸۳ از شورش کاشمیری)

مانسٹر تارا سنگھ کو ہزاروی کی مبارک باد

۲۰ مارچ ۱۹۳۷ء کو پنجاب اسمبلی کے سامنے ماسٹر تارا سنگھ نے کرپان لہرا کر کہا تھا کہ پاکستان کا فیصلہ یہ نیکوار کرے گی تو غلام غوث ہزاروی نے ماسٹر تارا سنگھ کو بجا بدی سمیل اللہ قرار دیا اور اس کی جرأت و بے باکی کی مبارکباد بھی اُس پر مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے غلام غوث ہزاروی کو ”جعفر ثانی“ اور مفتی محمد حسن امرتسری نے تنگ انسانیت کا خطاب دیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (بحوالہ مضمون سیر و سفر ۱۹ ستمبر ۱۹۶۳ء)

دارالعلوم دیوبند کے طلباء کا کردار

معروف مسلم لیگی عالم جو دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مدیر صدق لکھنؤ لکھتے ہیں کہ ”دیوبند کے علماء اور طلباء کا ایک وفد جو کانگریس کا ہم خیال ہے آج کل دریاباد آیا ہوا ہے۔ ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ وہ کام مسلمانوں کے اندر کرتا ہے مگر تعلقات تمام مسلمانوں سے جوڑے ہوئے ہے اور قصبہ کی غیر مسلم آبادی سے جوڑے ہوئے ہیں قیام ان کا دھرم شالہ میں ہے حالانکہ قصبہ میں ایک نہیں دوسرا میں مسلمانوں کی موجود ہیں۔ ان کا رہنا سہنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا تمام تر ہندوؤں کے ساتھ ہے۔“ (نوائے وقت ۱۲ مارچ ۱۹۳۶ء صدق لکھنؤ فروری ۱۹۳۶ء)

علامہ شبیر احمد عثمانی اور دیوبند کے طلباء

دیوبندی مکتبہ فکر کے مقتدر عالم مولانا شبیر احمد عثمانی جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس رہ چکے تھے جب تحریک پاکستان کا آغاز ہوا تو انہوں نے کانگریس نواز جمعیت علماء ہند کے غیر اسلامی نظریہ قومیت متحدہ سے اختلاف کر کے علیحدگی اختیار کر لی اور مسلم لیگ کی حمایت میں جمعیت العلماء اسلام کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد رکھی۔ یہ بات دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء کے لئے ناقابل برداشت ہوئی لہذا انہوں نے مولانا شبیر احمد عثمانی سے جو سلوک کیا اس سے دارالعلوم دیوبند کے طلباء اور اساتذہ کے کردار اخلاق اور سیرت کی ایک جھلک نمایاں ہو جاتی ہے۔ جناب علامہ شبیر احمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں کہ ”دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے میرے قتل تک کے حلقہ اٹھائے اور وہ وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازہ میں پھینکے کہ اگر ہماری بہنوں کی نظر پڑ جائے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جائیں۔“ (مکالمۃ الصدرین ص ۳۱)

دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں

کئے جن میں ہم کو ابو جہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا۔ (مکالمۃ الصدرین ص ۳۱)

قارئین کرام! گذشتہ اوراق میں ہندوؤں کے ناپاک عزائم اور کانگریسی و احراری مولویوں کے گھٹاؤنے کردار کا مختصر سا خاکہ پیش کیا گیا ہے جس سے حقیقت حال پوری طرح بے نقاب ہو جاتی ہے اور کانگریسی و احراری مولویوں کے اس پروپیگنڈے کا پردہ چاک ہو جاتا ہے کہ ہم نے نظریہ پاکستان کی مخالفت نہیں کی اور پاکستان مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کی قربانیوں کے نتیجہ میں معرض وجود میں آیا یہ ہے وہ اصل فریب جو ہماری قوم کو اب دیا جا رہا ہے اور حسب سابق گرگٹ کی طرح ایک نیا روپ بدلتے ہوئے ملت کے کروڑوں افراد کو انتہائی مکاری اور عیاری کے ساتھ یہ باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ مقادمت کے خلاف پاکستان کے قیام کی مخالفت کر کے جس غداری کا ارتکاب کیا ہے وہ سرزد ہی نہیں ہوئی۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کانگریسی مولویوں نے تحریک حصول پاکستان کو ناکام کرنے کیلئے دجل و فریب کے صالحانہ ہتھیاروں سے پس ہو کر پاکستانی قیادت پر ایسے ایسے جھوٹے الزام لگائے اور بہتان باندھے کہ جن پر عقل روئے اور بصیرت ماتم کرے۔ ان کانگریسی مولویوں نے گاندھی اور نہرو کے کافرانہ نظام کے قیام کی خاطر سر توڑ کوششیں کیں اور آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کو غلط معنی پہنا کر مسلمان کو کانگریس میں شامل ہونے کی تلقین کرتے رہے۔ یہ تاریخ پاکستان کے وہ انٹ نفوش ہیں جنہیں تحریک پاکستان سے مخونیں کیا جاسکتا۔ گاندھی، نہرو اور ہزار پٹیل وغیرہ کفار کی محبت کے جوش میں انہوں نے قائد اعظمؒ اور ان کے رفقاء پر کون سا افتراء ہے جو وضع نہیں کیا اور کون سا سنگین الزام ہے جو نہیں لگایا اور کون سا بہتان ہے جو نہیں تراشا۔ آئندہ اوراق میں قیام پاکستان کے بعد کانگریسی عیار کے کردار کا جائزہ لیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ کانگریسی علماء نے ابھی تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا ہے۔ یہ لوگ قائد اعظمؒ کی روح سے اپنی سابقہ شکست کا انتقام لینے کے لئے اسلام دشمن عناصر کیساتھ مل کر پاکستان کی بنیادوں کو کمزور کر کے اکھنڈ بھارت بنانے میں سرگرم عمل ہیں۔ لیکن انشاء اللہ یہ لوگ اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

قیام پاکستان کے بعد کانگریسی علماء کا کردار

قیام پاکستان کے بعد کانگریس کی ہمنوا جمعیت العلماء ہند کا وجود تقریباً ختم ہو گیا۔ اگرچہ ہندوستان میں اس جماعت کا ابھی تک خاصا اثر و رسوخ موجود ہے۔ پاکستان میں اس جماعت کے جو ارکان موجود تھے وہ تمام کے تمام غیر معروف لوگ تھے جن میں مفتی محمود گل بادشاہ مولوی احمد علی لاہوری کے نام قابل ذکر ہیں۔ مولوی احمد علی لاہوری نے پیری مریدی کا سلسلہ شروع کر دیا اور ہفت روزہ "خدام الدین" کے ذریعے اپنے شخصیت کو روحانی بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا۔ احراری رہنما مولوی غلام غوث ہزاروی بھی ان کے ساتھ تعویذ گنڈوں میں ہاتھ بٹانے لگے اور اصلی سلاجیت کا کاروبار بھی جاری رکھا۔ گل بادشاہ نے اکوڑہ خٹک میں عربی مدرسہ کھول لیا اور اس طرح عوام مسلمانوں سے دین کے نام پر چندے بٹورنے شروع کر دیے اور پوشیدہ طور پر پاکستان کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف رہے۔

مفتی محمود اور سرحدی گاندھی:

مفتی محمود کانگریس کی ہمنوا جمعیت العلماء ہند کے سرگرم رکن تھے اور تحریک پاکستان کی سخت مخالفت کرتے رہے۔ مولانا حسین احمد مدنی کی قیادت میں گاندھی اور نہرو کے (سیکرٹریزم) لادینی نظام کے قیام کے لئے کوشاں رہے۔ پاکستان کے قیام کے بعد پاکستان کے بدترین دشمن سرحدی گاندھی عبدالغفار خاں کی رفاقت اختیار کر لی۔

سرحد ریفرنڈم میں مفتی محمود نے پاکستان کے خلاف ووٹ ڈالوانے کی مہم شروع رکھی جب خان عبدالقیوم خاں سرحد میں وزیر اعلیٰ بنے اور انہوں نے سرخوشوں کے خلاف سخت کارروائی کا پروگرام بنایا تو مفتی محمود بھاگ کر پنجاب چلے آئے اور اس وقت سے ملتان میں مقیم ہیں۔ ملتان میں مدرسہ قاسم العلوم میں مفتی محمود کو ملازمت مل گئی اور آہستہ آہستہ مدرسہ پر بہت حد تک قبضہ ہی کر لیا چونکہ سیاست پیدائشی طور پر ان کی گھٹی میں رچی ہوئی تھی اس لئے یہاں بھی وہ خاموشی سے درس و تدریس پر اکتفا نہ کر سکے خوش قسمتی سے انہیں ان کے سرحدی مزاج کے مطابق ایک نایاب شخصیت حکیم سید انور علی شاہ کی رفاقت مل گئی جنہوں

نے مفتی محمود کو آگے بڑھنے میں بڑی مدد دی اور مفتی محمود دونوں میں لیڈر بن گئے۔

مدرسہ قاسم العلوم کا سالانہ جلسہ اور سرحدی گاندھی

۱۹۵۵ء میں مفتی محمود نے اسلام اور پاکستان کے خدام سرحدی گاندھی عبدالغفار خاں (جس نے آج تک پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا اور افغانستان میں بیٹھ کر بھارت کی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کی ہدایت پر پاکستان میں اپنے بیٹے عبدالولی خاں کے ذریعے انتشار و افراق پیدا کر کے پاکستان کو ختم کرنے کے لئے کوشاں ہے) کو ملتان میں آنے کی دعوت دی اور مدرسہ قاسم العلوم کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں سرحدی گاندھی ہی کے ہاتھ سے فارغ ہونے والے طلباء کو سند ات تقسیم کرائی گئیں۔ جس سے مفتی محمود کی پاکستان دشمنی بے نقاب ہو جاتی ہے۔

جمعیت علماء اسلام پر غاصبانہ قبضہ کی سازش

جمعیت العلماء اسلام کی بنیاد ۱۹۳۵ء میں کلکتہ میں مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر علی احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا طاہر القاسمی اور مولانا آزاد سبحانی وغیرہ نے رکھی اور اس جماعت نے تحریک پاکستان میں بہترین کردار ادا کیا اور کانگریس کی ہمنوا ”جمعیت العلماء ہند“ جس کے صدر مولانا حسین احمد مدنی تھے کا سخت مقابلہ کیا اور پاکستان کی زبردست حمایت کی۔ پاکستان بن جانے کے بعد یہ جماعت بدستور کام کرتی رہی ۱۹۵۵ء کے لگ بھگ جمعیت العلماء ہند اور مجلس احرار کے سرگرم کارکن مفتی محمود، مولوی احمد علی لاہوری اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ چور دروازوں سے جمعیت العلماء اسلام میں داخل ہو گئے اور سازش کر کے پنجاب شاخ پر قابض ہو گئے۔ ۱۹۵۶ء میں انہوں نے پنجاب شاخ کی جمعیت کو مرکزی جمعیت العلماء اسلام سے علیحدہ اور خود مختار کر لیا۔ اس طرح یہ کانگریسی علماء پاکستان کی سیاست میں دخل ہو گئے اور مختلف طریقوں سے عوام میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے میں سرگرم رہے۔ جمعیت علماء اسلام پر چور دروازوں سے قبضہ کرنا ان کی بددیانتی کی ایک واضح مثال ہے۔

مخلوط اور جداگانہ انتخاب کا قصہ اور مفتی محمود

جب ۱۹۵۷ء میں ملک میں مخلوط اور جداگانہ انتخاب کا قصہ اٹھا تو سرحدی گاندھی کے بڑے بھائی ڈاکٹر خان جوڑ پبلکن پارٹی کے بانی تھے نے مشرقی پاکستان میں جگتو فرنٹ کی جماعتوں سے مل کر مشرقی پاکستان میں ہندو اقلیت کو خوش کرنے کے لئے مخلوط انتخاب کی حمایت کر دی تو ملتان سے واحد مفتی محمود اور ان کی تمام نہاد جمعیت العلماء اسلام تھی جس نے مخلوط انتخاب کی حمایت میں ریزولوشن پاس کر کے بھیجا حالانکہ مخلوط انتخاب کی حمایت تحریک پاکستان کے دو قومی نظریہ سے انحراف کے مترادف تھا اور یہ پاکستان سے مکمل غداری تھی مفتی محمود نے مخلوط انتخاب کا بل پاس ہو جانے پر ڈاکٹر خان اور کانگریس کے صدر بی کے واس کو مبارکباد کے پیغامات بھیجے۔ اس طرح مفتی محمود شروع دن سے اسلام دشمنی اور پاکستان دشمنی میں واضح مقام پر کھتے ہیں۔

مفتی محمود حقیقت کے آئینہ میں

مارشل لاء کا نقاؤ:

۱۹۵۸ء میں جب ملک میں مارشل لاء نافذ ہوا اور ایوب خان بندوق کی گولی کے زور سے برسر اقتدار آئے تو ملتان سے مفتی محمود نے سب سے پہلے خوش آمدید کہا اور مارشل لاء پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا عالمی قوانین کا آرڈیننس:

جب ایوب خان نے مارشل لاء میں عالمی قوانین کا آرڈیننس جاری کیا تو اس وقت بھی مفتی محمود اور ان کے حواریوں کی زبانیں خاموش رہیں اور ایک لفظ بھی اس کی مذمت میں نہ کہہ سکے جبکہ علماء حق نے اس وقت بھی عالمی قوانین کے خلاف آواز بلند کی اور اس کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنما جناب حمزہ کا انکشاف

پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنما جناب حمزہ صاحب نے میونسپل پارک کمالیہ میں جمہوری

پارٹی کے زیر اہتمام جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے اس حقیقت کا انکشاف فرمایا کہ ”عالمی قوانین منظور کرانے میں مفتی محمود اور افضل چیرہ پیش پیش تھے لیکن اس کے نفاذ کے بعد یہی لوگ اس کے نام نہاد مخالف بن گئے۔ (جسارت ۳ اپریل ۱۹۷۰ء)۔

”برادران ملت! جناب حمزہ کے مذکورہ بالا بیان سے مفتی محمود اور ان کے حواریوں کی اسلام دوستی بے نقاب ہو جاتی ہے اور ہر شخص بخوبی جان سکتا ہے کہ مفتی محمود وغیرہ کس طرح دد رخی پالیسی پر چل کر عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔“

جمعیت العلماء اسلام کی بحالی اور مفتی محمود

ملک میں چار سال سیاسی سرگرمیاں معطل رہنے کے بعد جب ۱۹۶۲ء میں مارشل لاء کا اختتام ہوا اور سیاسی جماعتیں بحال ہوئیں جمعیت العلماء اسلام کے رہنما بھی اس کے احیاء کے لئے سوچ ہی رہے تھے کہ مفتی محمود صاحب نے موقع غنیمت جانا اور نہایت ڈھنکی دے شری سے جمعیت کے نام کو اغوا کر کے ”جمعیت العلماء اسلام“ کی بجائی کا آل پاکستان بنیادوں پر اعلان کر دیا اور اپنے آپ کو مولانا شبیر احمد عثمانی کا جانشین ظاہر کرنے لگے حالانکہ علامہ شبیر احمد عثمانی سے مفتی محمود یا غلام غوث ہزاروی کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا یہ لوگ اصل میں کانگریس کے ہمنوا مولانا حسین مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد کے خوشہ چیں اور حاشیہ بردار تھے جو پاکستان کے بنیادی طور پر مخالف تھے۔

مولانا احتشام الحق تھانوی کا اظہار حقیقت

مرکزی جمعیت العلماء اسلام کے ممتاز رہنماؤں مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا اور بیس احمد کاندھلوی وغیرہ نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ یہ لوگ سابق کانگریسی اور نظریہ پاکستان کے مخالف تھے چنانچہ مولانا احتشام الحق تھانوی نے ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی کے ۲۵ جون ۱۹۶۹ء کے شمارہ میں شائع ہونے والے اپنے انٹرویو میں کہا کہ ”آج کل جمعیت العلماء اسلام کے نام سے جو لوگ سرگرم ہیں انہیں تحریک پاکستان سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ یہ سب نظریہ پاکستان کے دشمن

تھے۔ ان ہی لوگوں سے ہم نے علامہ شبیر احمد عثمانی کی قیادت میں جنگ لڑی تھی۔ اب انہوں نے جمعیت العلماء اسلام کے نام پر ہی قبضہ کر لیا ہے۔ اس وقت تحریک پاکستان سے زیادہ فیصلہ کن مرحلہ درپیش ہے اب ہمیں نظریہ پاکستان کی بقاء کی جنگ لڑنی ہے کانگریسی علماء نے اس نظریہ کی بیخ کنی کے لئے اس وقت بھی کوشش کی تھی جب ہم پاکستان کی جنگ لڑ رہے تھے اور آج بھی وہ اپنا وزن اس نظریہ کے مخالفین کے پلڑے میں ڈال رہے ہیں۔“

قارئین کرام! مذکورہ بالا بیان پر غور فرمائیں کہ کس طرح مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ نے جمعیت العلماء اسلام پر قبضہ کیا اور پاکستان کے خلاف منظم طور پر سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

جمعیت العلماء پاکستان اور کانگریسی مولوی

مارشل لاء کے اختتام کے بعد دیگر جماعتوں کی بحال کیا تھ جمعیت العلماء پاکستان بھی بحال ہو گئی جو علماء اہلسنت بریلوی پر مشتمل ہے۔ تحریک پاکستان میں علماء اہلسنت و جماعت بریلوی اور مشائخ عظام نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ تحریک پاکستان کے مخالفین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔ یہ تاریخ کے وہ انصاف نقوش ہیں جنہیں تاریخ کے صفحات سے محو نہیں کیا جاسکتا مارشل لاء کے بعد جمعیت العلماء پاکستان نے اپنے عقائد حق کی تبلیغ وسیع بنیادوں پر شروع کر دی۔ نظریہ پاکستان کے بدترین دشمن کانگریسی مولوی خائف ہونے لگے چنانچہ مفتی محمود اینڈ کمپنی نے اپنے بھارتی آقاؤں کے اشارے پر ملک میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کیلئے علماء اہلسنت بریلوی کے خلاف خطرناک منصوبہ بنایا اور مفتی محمود نے بریلوی زعماء اور اکابرین پر بھگت بازوں کی سلسلہ شروع کر دیا اور وہ اپنے شاگرد خاص مولوی ضیاء القاسمی لائل پوری کو اس ناپاک مشن کا سپہ سالار بنایا چنانچہ مولوی ضیاء القاسمی وغیرہ نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قاضی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ محدث پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ لاکھپوری غزالی زماں مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی صدر جمعیت العلماء پاکستان اور دیگر اکابرین پر بیہودہ الزامات اور بہتان باندھے کھلے جلسوں میں تسخراڑایا غلیظ کالیاں دی گئیں لیکن علماء اہلسنت کے صبر و تحمل کی وجہ سے یہ معاملہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔

۱۹۶۵ء کا صدارتی انتخاب اور کانگریسی مولوی

ایوبی آمریت کے خلاف متحدہ حزب اختلاف نے تحریک جمہوریت کا آغاز کیا۔ ۱۹۶۵ء کے صدارتی انتخاب میں سی او پی (متحدہ حزب اختلاف) نے قائد اعظم کی ہمشیرہ مادر ملت محترمہ قاطرہ جناح کو اپنا صدارتی امیدوار نامزد کیا۔ محترمہ قاطرہ جناح کے میدان انتخاب میں آنے سے ایوب خاں کو اپنا اقتدار خطرے میں نظر آیا اور اس نے مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ کو سبز باغ دکھا کر ان سے خفیہ معاہدہ کر لیا چنانچہ ان کانگریسی مولویوں نے ایوب خان کا حق تک ادا کرنے کیلئے محترمہ قاطرہ جناح کی مخالفت میں زبردست دُشمنانہ تحریک چلائی اس وجہ سے نہیں کہ شرعاً عورت کا۔۔۔ سربراہِ مملکت بننا ناجائز ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ قائد اعظم کی بہن تھیں اور قائد اعظم سے انہیں ازلی دشمنی ہے یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ صرف مادر ملت کی مخالفت کرتے رہے اور ایوب خاں کے بارے میں ہن کار دے یہ جو مسلہ خزاں رہا۔

نوابزادہ نصر اللہ خاں کا بیخام

مغربی پاکستان جمہوری پارٹی کے صدر نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب نے خان گڑھ کے قریب ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں کہا:

”مولانا مفتی محمود نے گزشتہ صدارتی انتخاب کے دوران مادر ملت کے خلاف ایوب خان کی حمایت میں دوٹو دیا تھا۔“ (روزنامہ مشرق کراچی۔ اپریل ۱۹۶۷ء)

مفتی محمود نے سابق وزیر تجارت عبدالغفور خان ہوتی سے

۵ ہزار روپے وصول کئے: مولوی فرید احمد کا انکشاف

پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنما مولانا فرید احمد صاحب نے پٹا دور کے چوک یادگار میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا ”جمعیت العلماء اسلام (ہزاروی گروپ) کے ناظم اعلیٰ مفتی محمود نے گول میز کانفرنس کے دوران سابق وزیر تجارت نوابزادہ عبدالغفور ہوتی سے ۵ ہزار روپے وصول کئے تھے اور گزشتہ

صدارتی انتخابات کے موقع پر حکومت نے مفتی محمود کے مدرسہ کیلئے فنڈ جمع کر کے دیا تھا، اس فنڈ کے طور پر مفتی محمود نے ہزاروں روپے حکومت سے وصول کئے۔ (روزنامہ امروز ملتان کی روایت ۵ ہزار روپے وصول کرنے کی ہے۔ روزنامہ جسارت ملتان ۲۶ مارچ ۱۹۷۰ء)

قارئین کرام! پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنماؤں کے مذکورہ بالا بیانات سے مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ کانگریسی مولویوں کے گھناؤنے کردار کا اندازہ لگائیے کہ یہ لوگ کس طرح خدا کے خوف سے بے نیاز ہو کر دنیوی مفاد کے حصول کیلئے دین کو قربان کر دیتے ہیں، محترمہ فاطمہ جناح کی مخالفت اور ایوب خان کی حمایت کے اسباب پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

دوسرا ترمیمی بل اور مفتی محمود:

سابق صدر ایوب خان کے اپنے بنائے ہوئے ۱۹۶۲ء کے آئین میں ایک شق یہ بھی تھی کہ انتخاب سے تین ماہ قبل صدر کو کرسی صدارت سے الگ ہو جانا پڑے گا ورنہ قومی اسمبلی کا سپیکر صدارت کے فرائض سنبھال لے گا یہ بات ایوب خان اور ان کے حواریوں کیلئے تشویشناک تھی، چونکہ وہ جانتا تھا کہ پولیس اور فوج کی نگرانی اور حفاظت کے بغیر وہ عوام کا سامنا نہیں کر سکے گا۔ نیز کرسی صدارت سے الگ ہو کر وٹروں پر دباؤ ڈالنا بھی آسان نہیں تھا۔ اس لئے اس نے آئین میں ترمیم کرنے کیلئے ترمیمی بل اسمبلی میں پاس کرانے کیلئے پیش کیا لیکن اسے اس ترمیم کیلئے حکومتی پارٹی کے وٹروں کے علاوہ باہر سے بھی ایک ووٹ کی ضرورت تھی، چنانچہ ڈیرہ اسماعیل خاں کے علاقے سے تعلق رکھنے والے ایک مرکزی سیکرٹری کی خدمات حاصل کی گئیں، نامعلوم ایوب خان نے مفتی محمود کو کیا سبزی باغ دکھائے اور کیسے ترنوالے کھلائے کہ مفتی محمود ایوب خان کے حق میں ووٹ استعمال کرنے پر مجبور ہوئے۔

مفتی محمود یہ جانتے ہوئے کہ ایوب خان نے عائلی قوانین اور خاندانی منصوبہ بندی جیسے غیر اسلامی قوانین آرڈیننس کے ذریعے نافذ کر دیئے تھے جن کی مخالفت کرنا مفتی محمود پر لازم تھا لیکن اس نے برعکس مفتی محمود نے ایوب خان کے حق میں ووٹ دے کر مزید ۵ سال تک کے لئے ایوب خان کی آمریت کو برقرار رہنے کا موقع دیا، انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر مفتی محمود ایوب خان کے حق میں ووٹ نہ دیتے تو وہ

کبھی دوبارہ برسرِ اقتدار نہ آتا اور اسلام کے بنیادی اصولوں کو پامال نہ کیا جاتا۔ ایوب خان کے دور میں الحاد و بے دینی اور علاقائی مصیبتوں کو جو فردغ ہوا مفتی محمود اس میں برابر کے شریک ہیں اور روزِ قیامت ایوب خان کے ساتھ ہی سزا پائیں گے۔ (ایشیا ۱۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء)

غلام غوث ہزاروی کا بہتان:

انہی دنوں صدارتی انتخابات کے بعد مفتی محمود کے دستِ راست غلام غوث ہزاروی نے مغربی پاکستان اسمبلی میں ایوب خان کے کارندوں کے ایما پر سنسنی پیدا کرنے کیلئے یہ اعلان فرما کر پورے ملک کو حیرت زدہ کر دیا کہ ”حزب اختلاف نے صدر ایوب خان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے“ جو سراسر بہتان تھا اور حزب اختلاف کو بدنام کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا اعتراف غلطی

پاکستان بن جانے کے بعد ہندوستان میں مجلس احرار کا وجود تک نہ رہا مجلس احرار کے تمام اکابرین و وزراء مشرقی پنجاب سے مغربی پاکستان منتقل ہو گئے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی شعلہ بیانی اور فنِ خطابت کے اپنے اور بیگانے سب ہی معترف ہیں۔ سیاسی اختلاف کے باوجود مسلم لیگ کا ایک طبقہ انہیں احترام کی نظر سے دیکھتا تھا، قیام پاکستان کے بعد انہیں اپنی سیاسی غلطیوں کا احساس ہوا اور وہ یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے کہ اُن کا نام استعمال کر کے روٹیاں بٹورنے والے مولویوں کی بڑی تعداد خلوص و ایمان سے عاری ہے چنانچہ انہوں نے پاکستان میں قدم رکھتے ہی اعلان کر دیا کہ ”ہم غلطی پر تھے اور قائد اعظمؒ راسی پر تھے۔ آج سے ہمارے لئے سیاست سڑکی ہوئی ہے“ اس اعلان کے ساتھ ہی مجلس احرار کو ختم کر دیا اور سیاست سے کنارہ کش ہو گئے اور آخر دم تک اس پر قائم رہے یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مجلس احرار کا بعد میں دوبارہ احیاء کیا گیا۔ (ہفت روزہ اقدام لاہور ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء)

تحریک ختم نبوت کا پس منظر:

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے اعلان کے بعد احرار لیڈر آزاد ہو گئے بعض تو مسلم لیگ میں

شال ہو گئے اور بعض نے حسین شہید سہروردی کی عوامی لیگ کے ساتھ باطلہ جوڑ لیا لیکن محمد علی جالندھری مولوی غلام غوث ہزاروی اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی وغیرہ نے پاکستان کو وحشی طور پر قبول نہ کیا۔ اس لئے ان کا کسی موجودہ جماعت میں شال ہونا محال تھا اور نہ ان میں اتنی جرأت تھی کہ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی طرح بھارت سے خارج جاتے مگر نہ کوئی بھی نہ چھوٹی تھی لہذا یہ تینوں حضرات اپنے طور پر ایسے مواقع تلاش کرنے لگے جہاں سے انہیں اسٹیج میسر آ سکے۔

مولوی محمد علی جالندھری نے بڑا دلخیز دماغ پایا ہے فوری طور پر ایسا منصوبہ تیار کر لیا جس میں شہرت بھی تھی عزت بھی دولت بھی وہ جانتے تھے کہ ختم نبوت کے معاملے میں مسلمانوں کے جذبات بڑے شدید اور طوفان خیز ہیں قاضی احسان احمد شجاع آبادی جیسے خلیفہ کی رفاقت انہیں حاصل تھی ظاہر ہے انہیں اپنے پراجیکٹ میں کامیابی کیوں نہ ہوتی چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی مرکزی وزیر تھے خواجہ ناظم الدین مرحوم اپنی شرافت اور نرم مزاجی کیساتھ وزارت عظمیٰ پر رونق افروز تھے۔ پنجاب میں میاں ممتاز محمد خان دولتانہ وزیر اعلیٰ تھے۔ میاں صاحب اور مولوی محمد علی جالندھری دونوں ذہین اور پیدائشی سیاسی تھے میاں ممتاز دولتانہ کے شہر لہران میں نہ سلوم کیا ملے ہوا کہ اچانک قادیانیوں کے خلاف ملک گیر تحریک چل پڑی گولیاں چلیں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان زخمی اور شہید ہوئے جیلوں کی صعوبتیں برداشت کیں کوڑے کھائے مارا شل لاؤ گا خواجہ ناظم الدین زیادہ دیر تک اس بد امنی کے ساتھ نہ ٹھہر سکے اور وہ مولویوں سے سمجھوتہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے دولتانہ کو مولوی محمد علی جالندھری نے سیاسی شکست قاش دی اور ختم نبوت کے اسٹیج پر مستقل قبضہ کر لیا گرفتار شدہ مولویوں کی اکثریت نے محافیاں مانگ کر رہائی حاصل کی اور میاں افتخار الدین کے دسترخوان پر مہمان قوازی کے حوٹے لوٹے مولوی محمد علی جالندھری اور ان کے دیگر رفقاء نے ایک طرف لاکھوں روپیہ ختم نبوت کے نام پر عوام سے چندہ جمع کیا ہوا ہضم کیا اور دوسری طرف دولتانہ صاحب کی حکومت سے بھی ہزاروں روپے وصول کئے جس کی تفصیل ”رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب“ میں دیکھی جاسکتی ہے تحریک ختم نبوت کو مذہب کے نام پر چلایا گیا اور کانگریسی و احراری مولویوں نے دھل و فریب سے علما و اہلسنت بریلوی کو آگے لگا کر ان کے کانڈھے

پر ہندو چلائی 'عوام' نے اس تحریک میں فقط ناموس رسالت کے تحفظ کے طور پر حصہ لیا اور شہید اور زخمی ہوئے اور قید کی صعوبتیں بھی برداشت کیں، راقم الحروف نے بھی اس تحریک میں ادنیٰ رضا کار کی حیثیت سے شرکت کی اور جیل کی سزا بھی لی، لیکن فی الحقیقت یہ تحریک دولتانہ اور مولوی محمد علی جالندھری وغیرہ کی سیاست کا کرشمہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ اس قدر ہمدرد تحریک چلنے کے باوجود ناکام ہوئی اگر تحریک ختم نبوت کے قائدین کے دلوں میں خلوص و ایثار اور خدمت اسلام کا جذبہ ہوتا تو یہ تحریک کبھی ناکام نہ ہوتی۔

ایشراکیت اور کانگریسی علماء

۱۹۶۸ء کے آخری دنوں اور ۱۹۶۹ء کے ابتدائی ایام میں ایوب خان کی آمریت کے خلاف عوام کا رد عمل شدید طور پر ظاہر ہوا۔ حزب اختلاف کی جماعتوں 'مسلم لیگ' (کونسل) نظام اسلام پارٹی، قومی جمہوری محاذ، عوامی لیگ، جماعت اسلامی اور جمعیت العلماء پاکستان پر مشتمل تحریک جمہوریت تشکیل دی گئی، تحریک جمہوریت کے اکابرین دس سال سے ایوب کی آمریت کے خلاف صف آراء تھے اور آمرانہ حکومت کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے۔ تحریک جمہوریت آہستہ آہستہ عوامی تحریک بنتی چلی گئی، جب یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہونے کے قریب تھی تو اچانک ایوب خان کے چہیتے اور سابق وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو بھی منظر عام پر آ گئے اور انہوں نے منکرین حدیث کے گروہ "بزم طلوع اسلام" اور چوہدری غلام احمد پرویز کے خیالات سے متاثر ہو کر ان کے "اسلامی سوشلزم" کے نعرے کو بلند کیا اور قائد اعظم و علامہ اقبال پر بھی بہتان باندھ دیے۔ انہوں نے بھی اسلامی سوشلزم کا نعرہ بلند کیا تھا۔ اس نعرے نے ملک میں ایک نیا رونا فضا پیدا کر دیا اور ملک ایک نظریاتی کشمکش میں مبتلا ہو گیا جس نے اب خطرناک صورت اختیار کر لی ہے جس کی ماسیت کو کسی وقت بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

علامہ حق نے دورِ حاضر کے اس عظیم فتنہ سوشلزم کے خطرناک نتائج سے عوام کو آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا اور اس کی بقا و استحکام بھی اسلام کے ساتھ وابستہ ہے اور اسلام ایک مکمل ضابطہ اور نظام حیات ہے جو ہماری زندگی کے تمام مسائل اقتصادی، معاشی، معاشرتی، سیاسی وغیرہ کو پرامن طور پر حل کرتا ہے، غریبوں، مزدوروں، کسانوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ لہذا ہمیں

کسی غیر ملکی کافرانہ (سوشلزم یا سرمایہ دارانہ) نظام حیات کی ضرورت نہیں چنانچہ پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے ۱۳ اجید اور ممتاز علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں سوشلزم کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تاکہ عوام سوشلسٹوں کے فریب میں آکر اسلام کی دولت سے محروم نہ ہو جائیں۔ ”سوشلزم“ کے کفر ہونے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے، اسلامی سوشلزم پر فریب اور منافقانہ اصطلاح ہے جو سوشلزم سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ سوشلسٹوں کی طرف سے علماء کے اس فتوے کی مخالفت تاگزیر تھی کیونکہ فتوے کی وجہ سے وہ عوام کو آسانی سے گمراہ نہیں کر سکتے لیکن افسوس اس پر ہے کہ مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی اور ان کے دیگر ساتھی جو بزم خویش پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے مدعی ہیں (کی طرف سے علماء حق کے اس فتوے کے خلاف ایک شرمناک تحریک چلائی جا رہی ہے اور فتویٰ دینے والے علماء کو امریکی سامراج اور سرمایہ داروں کا ایجنٹ قرار دیا جا رہا ہے اور طرفہ یہ کہ مفتی محمود اینڈ کمپنی انہی علماء کے مرتب کردہ ۲۲ نکات کو آئین کی بنیاد بنانے کا مطالبہ بھی حکومت سے کرتے ہیں اس طرح یہ دور قبیح پالیسی اختیار کر کے عوام کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

جمعیت العلماء اسلام (ہزاروی گروپ) سوشلزم کی حمایت کیوں کر رہا ہے ہر شخص جانتا ہے کہ جمعیت العلماء اسلام (ہزاروی گروپ) سابق کانگریسی اور احراری مولویوں پر مشتمل ہے جو نظریہ پاکستان کے بدترین دشمن تھے اور جنہوں نے خدا کے خوف سے بے نیاز ہو کر دنیوی اغراض کی تکمیل کیلئے گاندھی، نہرو اور سردار پٹیل کے کافرانہ نظام کی حمایت کی تھی اور قائد اعظم اور پاکستان کے خلاف انتہائی شرمناک سازشیں کیں اور گاندھی کے اکھنڈ بھارت کے نعرے کو عین اسلام قرار دیا حقیقت یہ ہے کہ کانگریسی علماء کی کانگریسی ذہنیت تبدیل نہیں ہوئی اور ان کے قلوب کفار و مشرکین کی محبت سے لبریز رہتے ہیں۔ آج کل ہندوستان کی مسز اندرا گاندھی نے سوشلزم کی حمایت کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے وہ اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کیلئے سوشلزم نظام کو رائج کرنا چاہتی ہے چنانچہ گاندھی اور نہرو کے پاکستانی ایجنٹ کانگریسی مولویوں مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ نے بھی سوشلزم کی حمایت کو جزو ایمان بنا لیا ہے تاکہ مسز اندرا گاندھی کی خوشنودی حاصل ہو جائے اور اپنے عمل سے گاندھی و نہرو سے اپنی

وقاداری کا ثبوت مہیا کریں۔

مولوی اسد مدنی کا دورہ پاکستان:

مشہور کانگریسی مولوی حسین احمد مدنی کے صاحبزادے اور بھارتی پارلیمنٹ کے ممبر مولوی اسد مدنی گذشتہ دنوں پاکستان کے دورے پر آئے (یہ ان کا ایک سال میں دوسرا دورہ تھا) پاکستان آنے کے بعد وہ دیوبند مکتب فکر کے جید علماء مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا اور نیس احمد کاندھلوی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا احتشام الحق تھانوی وغیرہ سے ملاقات نہیں کرتے بلکہ اپنے والد حسین احمد مدنی کے دیوبند کانگریسی ساتھی مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ سے ملاقات کرتے ہیں اور جلسوں و دوروں اور پریس کانفرنسوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے۔ جس میں مفتی محمود اینڈ کمپنی ان کے والد حسین احمد مدنی کو خراج تحسین پیش کر کے مولوی اسد مدنی کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ ہم بدستور اپنے سابقہ موقف پر ڈھنڈے ہوئے ہیں اور ہم نے پاکستان کو قبول نہیں کیا بلکہ اس کو اکھنڈ بھارت بنانے کیلئے کوشاں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کانگریسی مولوی سوشلزم کی حمایت کر کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کیلئے اپنی تمام قوتیں بروئے کار لارہے ہیں۔

برادران ملت! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مولوی اسد مدنی تہرہ کے مستند خاص رہے، تہرہ کی وفات کے بعد لال بہادر شاستری کے مقرب خاص بن کر مستقل رہائش دہلی میں اختیار کر لی، لال بہادر شاستری کے بعد اب سزاغزرا گاندھی کے مستند خاص ہیں اور ہر سال حکومت ہند کے نمائندہ کی حیثیت سے حج کے موقع پر سعودی عرب جانے لگے ہیں ان کا حالیہ دورہ پاکستان خطرے سے خالی نہیں ہے۔ عوام میں ان کا دورہ پاکستان موضوع بحث بنا ہوا ہے کہ یہ بھارتی پارلیمنٹ کا ممبر الیکشن کے موقع پر پاکستان کے دورہ پر کیوں آیا؟

مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی جواب دیں!

جمعیت علماء اسلام ہزاروی گروپ عام اجلاسوں میں بار بار اعلان کر چکی ہے کہ ہماری جماعت غریب ہے اور غریبوں، مزدوروں، کسانوں کی حمایت کرے گی اور اپنے مخالفین پر امر کی امداد کے بے بنیاد

الزامات لگاتی ہے اور یہ بات بھی اعلیٰ من القہر ہے کہ مفتی محمود کی جمیعت علماء کی جمیعت ہے اور علماء کے پاس سرمایہ کہاں؟ وہ تو دوسرے لوگوں کے چندوں پر گزارہ کرتے ہیں پھر آئندہ ہونے والے الیکشن کیلئے دو سو چھپیس صرف مغربی پاکستان کیلئے خریدنے کی حد درجہ کی کوپرمٹ کی جو درخواست دی ہے اور مشرقی پاکستان کے لئے الگ خریدی جائیں گی۔ اتنی کثیر رقم کہاں سے آئی۔ عوام مفتی محمود سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اسد مدنی کے دورہ کے چند روز بعد اتنا سرمایہ کہاں سے آیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ اسد مدنی کا حالیہ دورہ پاکستان درحقیقت پاکستان کے خلاف ایک سازش ہے۔ (روزنامہ ندائے ملت ۱۱ اپریل ۱۹۷۹ء)

حرف آخر:

ہم نے مختصر طور پر گزشتہ صفحات میں کانگریسی علماء کے ماضی اور حال کا جائزہ لیا ہے اور ان پاکستان دشمن کانگریسی مولویوں کے عزائم و مقاصد اور تصادات کے کافی گوشے آپ کے سامنے آ گئے ہیں کہ ان لوگوں نے کس کس انداز اور کن کن طریقوں سے تحریک پاکستان اور قائد تحریک کی راہ میں مشکلات کے پہاڑ کھڑے کیئے اور اسلام کے نام پر گاندھی اور تہرو کے سیکرٹزم (لادینی نظام) کی حمایت کرتے رہے اور جب ان کی سر توڑ مخالفتوں کے باوجود پاکستان بفضلہ تعالیٰ معرض وجود میں آ گیا تو یہ کانگریسی مولوی پاکستانی قیادت کے خلاف نفرتوں اور کدورتوں کی فضا پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس امر کے لئے کوشاں ہیں کہ کسی نہ کسی طرح مسند اقتدار پر قبضہ جما کر اپنی سابقہ شکست کا بدلہ لیں اور پاکستان کو ختم کر کے اکھنڈ بھارت بنادیں یہی ان کا مقصود و منشاء ہے۔

تاریخ پاکستان کا سیاہ باب:

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت کی محاصرت اور تحریک پاکستان کی مخالفت جس شد و مد سے ان کانگریسی مولویوں نے کی ہے وہ تاریخ پاکستان کا ایک سیاہ باب ہے۔ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ نے اسلام کو گاندھی اور تہرو کے جوتوں پر قربان کر دیا تھا اور پاکستان کے خلاف ہر وہ حربہ استعمال کیا جو ان کے امکان میں تھا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو لوگ نظریہ پاکستان کے دشمن تھے اور جنہوں نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی وہ کبھی بھی پاکستان کے دوست اور وفادار نہیں ہو سکتے۔ تاریخ پاکستان کا ہر واقف بخوبی جانتا ہے کہ کانگریسی مولوی نظریہ پاکستان کے مخالف تھے اور انہوں نے تحریک پاکستان کو ناکام کرنے کیلئے طرح طرح کے خطرناک اقدامات کئے تھے اور آج بھی یہ کانگریسی مولوی پاکستان کی بنیادوں کو منہدم کرنے کیلئے اسلام دشمن سوشلسٹ عناصر کے ساتھ ہیں اور اسلامی نظام کی حامی جماعتوں کے خلاف ایک شرمناک تحریک جاری کر رکھی ہے۔ قیام پاکستان سے قبل سیکرلزم (لادینی نظام) کی حمایت بھی اسلام کے مقدس نام پر کرتے رہے اور آج پھر پاکستان میں اسلام کے برعکس (سوشلزم) لادینی نظام کے قیام کی حمایت بھی اسلام کے معصوم نقاب چہروں پر ڈال کر کر رہے ہیں۔ لیکن مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی اور ان کے دیگر پاکستان دشمن ساتھیوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ پاکستان اس اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا اور برصغیر کے مسلمانوں نے بے شمار قربانیاں دے کر اسے حاصل کیا۔ یہاں پر مفتی محمود اینڈ کمپنی یا کسی اور دشمن اسلام کو اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ پاکستان میں غیر ملکی لادینی نظام نافذ کریں جب تک علماء حق کا وجود باقی ہے وہ کانگریسی مولویوں کے ناپاک عزائم کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے اور بھارت کے ان ایجنٹوں کے گھناؤنے کردار کو بے نقاب کیا جائے گا۔ پاکستان کی بقاء و استحکام کیلئے تمام مکاتیب فکر کے علماء کرام کو متحد و متفق ہو کر اسلام دشمن سوشلسٹ عناصر اور کانگریسی مولویوں کے خلاف متحدہ محاذ بنانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو اس کے دشمنوں سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور اسے شب و روز ترقی و فروغ حاصل ہو۔ (آمین)

ضیاءالحامدی نقشبندی مجددی

۱۱۲ پرل ۱۹۷۰ء

الحق الحق ان يتبع

افادات اشرفیہ کا دوسرا رخ

مسمیہ

اشرف الافادات

یعنی

حکیم الامت حضرت علامہ الحاج مولانا شاہ اشرف علی صاحب قدس سرہ
کے نظریات و افکار کی روشنی میں

لیگ اور شرکت لیگ کا حکم

از: مولانا عبدالاحد صاحب (سورتی) زاد مجید
(دیوبندی)

ناشر: انیس الحسن شعبہ نشر و اشاعت مرکز یہ جمعیت علماء ہند دہلی
مطبوعہ: دلی پرنٹنگ ورکس دہلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً و مصلیاً۔

سخن اولین..... تعارف

مرکز اعتماد فقط کتاب اللہ ہے پھر سنت رسول اللہ جو کتاب اللہ پر منطبق ہو۔ ان کے بعد وہ فردی اور تفصیلی احکام (بائی لاز) جو ان دونوں سے ماخوذ ہوں جس کو فقہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار تاکید فرمائی:

”جب تک تم کتاب و سنت کو مضبوطی سے سنبھالے رہو ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے۔“

لہذا کسی تحریک، کسی عملی یا قولی فیصلہ کی صحت و خطا کا مدار مذکورہ بالا اصول ہیں۔ لیکن عام مسلمان جو ان اصول کے علم و فہم سے قاصر ہیں۔ اُن کو کسی عالم کے قول وارشاد پر ہی اعتماد کرنا پڑتا ہے جس سے ان کو حسن عقیدت ہو۔

حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب قدس سرہ کے تفقہ اور زہد و تقویٰ میں کلام نہیں کیا جاسکتا مگر آپ عملی اور فکری طور پر ہمیشہ سیاسیات سے علیحدہ رہے حتیٰ کہ اخبار کا مطالعہ بھی آپ تضييع اوقات سمجھتے تھے۔

اتفاق سے ایک مخصوص مذاق کے حضرات آپ کے حاضر باش تھے جو واقعات کو اپنے خیالات کی عینک سے دیکھتے اور اپنے مذاق کے بموجب اُن کی ترجمانی کرتے۔ اہل غرض نے حضرت کی گوشہ نشینی اور اس مخصوص ماحول سے بسا اوقات غلط فائدہ اٹھایا۔ واقعات کو غلط انداز میں پیش کر کے اُن کے مطابق فتویٰ لکھوایا اور اُس کی لاتعداد اشاعت سے اپنی اغراض پوری کیں۔

بہر حال جبکہ مدار فتویٰ کسی بزرگ کے ملفوظات وارشادات نہیں ہیں تو اس بحث میں پڑنا بھی لا حاصل ہے۔ مگر گذشتہ الیکشن کے دوران میں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نے ”اقادات اشرفیہ“ و ”مسائل سیاسیہ“ کے عنوان سے ایک رسالہ شائع کیا۔ کسی بزرگ کے ملفوظات کی ترتیب کے وقت مصنف

کافر فرض ہوتا ہے کہ وہ اس موضوع سے متعلق جملہ ملفوظات کو جمع کر دے تاکہ پڑھنے والا شکلم کی مراد کو صحیح طور پر سمجھ سکے۔

مگر افسوس "اقادات اشرفیہ" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعیتہ علماء ہند اور کانگریس کی مخالفت اور مسلم لیگ کی حمایت مصنف کے پیش نظر ہے اور وہ اپنی ذہنیت کے آئینہ سے شکلم کی رونمائی کرنا چاہتا ہے۔ مولانا محمد شفیع صاحب کے اس طرز عمل نے خود حضرت تھانوی قدس سرہ کے انصاف پسند متوسلین اور معتقدین کو مجبور کیا کہ وہ تصویر کا دوسرا رخ بھی پیش کریں تاکہ حکیم الامت کی حکمت و دانشمندی کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

ہم شکر گزار ہیں عزیز محترم مولانا عبدالاحد صاحب سورتی کے کہ آپ نے یہ رسالہ شعبہ نشر و اشاعت جمعیتہ علماء ہند کو پیش کیا جو "اشرف الاقادات" کے عنوان سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس رسالہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت حکیم الامت کے اُن حکیمانہ ارشادات کو جمع کیا گیا ہے جو لیگ کی حقیقت کے پیش نظر حکیم الامت کی شان حکمت کو نمایاں کرتے ہیں۔ ممکن ہے اقادات اشرفیہ کے مصنف و ناشر ہماری مجبوریوں کو محسوس نہ کریں مگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انصاف پسند اور صداقت طلب متوسلین و مسترشدین سے توقع ہے کہ وہ "اشرف الاقادات" کی اشاعت کو دقت کی اہم ضرورت قرار دیں گے اور اس اعلان حقیقت پر شعبہ نشر و اشاعت جمعیتہ علماء ہند کے شکرگزار ہوں گے۔

واللہ ولی التوفیق وهو بہدی السبیل

خادم علماء محمد میاں غفنی عنہ

۱۸ جمادی الثانیہ ۱۳۶۵ھ ۲۱ مئی ۱۹۴۹ء

مسلم لیگ خالص اسلامی جماعت اور مسلمانوں کی شرعی و مذہبی تنظیم اور سوادِ اعظم قرار دی جا سکتی ہے اور اس کی شرکت اور تائید درست ہے یا نہیں؟ اس کا جواب اپنے اکابر خصوصاً حضرت حکیم الامت تھانوی کے مسلک و تعلیمات کے بموجب واضح الفاظ میں تحریر فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

الجواب: هو الموفق للصواب!

حامد و مصلیٰ اما بعد: موجودہ مسلم لیگ میں قادیانی مرتدین و کیونسٹ ملحدین اور بددین اور باطل فرقے بھی شامل ہیں۔ اس لئے لیگ خالص اسلامی جماعت قرار نہیں دی جا سکتی بلکہ اصول شرعیہ و قواعد عقلیہ سے یہ جماعت غیر اسلامی جماعت ثابت ہوتی ہے چنانچہ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ مرکب کامل اور ناقص کا ناقص ہوتا ہے تو کفار اور مسلم سے جو سلطنت (علیٰ ہذا جو جماعت) مرکب ہوگی وہ بھی غیر اسلامی ہوگی۔ (ملفوظ نمبر ۳۲۲ ملفوظات ص ۲۶۲/۵) اور زمرہ بنی و مرتدین کو سیاسی مصلحت کی بناء پر اسلامی برادری میں شمار کر لینا بھی جائز نہیں ہے چنانچہ بوادر انوار میں ہے۔

سوال چہارم بعض بھی خواہان قوم کا خیال ہے کہ گونا گور مذکور (خوب) شرعی نقطہ نگاہ سے اسلام سے خارج ہو لیکن اس وقت ہم مسلمانوں کو اتحاد قومی اور ترقی کی ضرورت ہے۔ لہذا ایسے جھگڑے بکھیزوں کو نکالنا مناسب نہیں۔ یہ وقت نازک ہے سب مدعیان اسلام کو مسلمان کہنا اور سمجھنا چاہیے ان کو اسلام سے خارج کر کے اپنی تعداد اور مردم شماری کو گھٹانا نہیں چاہیے یہی خواہان قوم اور ہمدردان اسلام کا یہ خیال شرعاً کس قدر وقعت رکھتا ہے۔

الجواب: ان کفریات کے ہوتے ہوئے نہ ایسے شخص کا دعویٰ اسلام کافی ہے نہ اس کی نمازی اور روزہ دار ہونا کافی ہے۔ نہ اس پر نماز جنازہ جائز ہے نہ مقابر مسلمین میں دفن کرنا جائز ہے اور نہ مصلحت کے سبب کافر کو مسلمان کہنا یا اس کیساتھ مسلمانوں کا سامعہ کرنا جائز ہے۔ البتہ بلا ضرورت کسی سے لڑائی جھگڑا کرنا بھی نہ چاہیے اور ایسے مصالح کی بناء پر ایسی رعایت کرنا ان مصالح سے زیادہ مفاسد کا موجب ہو جاتا ہے کیونکہ وہ مصالح تو محض دنیوی ہیں اور مفاسد دینیہ۔ ان مفاسد کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کفریات کے

ہوتے ہوئے کسی کو مسلمان کہا جاوے گا تو اوائف مسلمانوں کی نظر میں ان کفریات کا فتح خفیف ہو جاوے گا اور وہ آسانی سے ایسے گمراہوں کے شکار ہو سکیں گے تو کافروں کو اسلام میں داخل کہنے کا انجام یہ ہوگا کہ بہت سے مسلمان اسلام سے خارج ہو جاویں گے۔ کیا کوئی مصلحت اس مقصد کی مقاومت کر سکے گی ایسے مصالح و مضار کے اجتماع کا یہ فیصلہ فرمایا گیا ہے۔ قال تعالیٰ قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس و اثمہما اکبر من نفعہما۔ قال تعالیٰ یدعو لمن ضرہ اقرب من نفعہ (حق تعالیٰ فرماتا ہے آپ فرمادیجئے کہ ان دونوں (شراب و قمار) میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں ہیں اور لوگوں کو فائدے بھی ہیں اور وہ گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑی ہوئی ہیں۔ (مختصر اصابہ ص ۶۷ تا ۸۰۰)

غرض موجودہ لیگ خالص اسلامی جماعت اور مذہبی و شرعی تنظیم سواداعظم حلیم نہیں کی جاسکتی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سواداعظم سے مراد بیاض اعظم ہے یعنی نور شریعت جس جماعت میں ہو (ملفوظ نمبر ۵۷۔ انور شعبان ۱۴۵۱ھ) نیز فرمایا کہ سواداعظم کا مشہور مفہوم یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جس طرف کثرت ہو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مراد نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ خیر القرون میں جس عقیدہ کی طرف کثرت تھی کیونکہ اس وقت اہل باطن کم تھے اہل خیر زیادہ تھے۔ اس وقت کسی طرف کثرت ہونا علامت تھی اس کے حق ہونے کی اور اس وقت کا سواداعظم مراد نہیں۔ الخ۔ (ملفوظات ص ۵/۴۰۴)

نیز ارشاد ہے یہ کوئی حق کا معیار تھوڑا ہی ہے ہاں ایک اور معیار ہے کہ جس طرف عوام الناس ایک دم چل پڑیں سمجھ لو کہ دال میں کالا ہے کیونکہ خالص حق اور دین پر چلنا نفس پر گراں ہوتا ہے۔ (ملفوظ نمبر ۱۵ ملفوظات ص ۵/۶۰) سواداعظم کی مخالفت اتبعوا السواد الاعظم سے منسی عتہ ہے اور اس کا حاصل بھی اجتماع ہے کہ ظاہر اسواداعظم سے متبادر کثرت عددی ہے مگر قسم یفسدوا الکذب سے یہ عقیدہ ہے خیر القرون کے ساتھ یعنی خیر القرون میں جس عقیدہ پر اکثر مسلمین متفق ہوں وہ واجب الاتباع ہے کیونکہ اس وقت زیادہ مسلمان اس عقیدہ پر تھے جو حق تھا۔ بدعت مغلوب تھی پس اس وقت مسلمانوں کا کسی عقیدہ پر متفق ہونا علامت تھی۔ اس عقیدہ کے حق ہونے کی اور اہل حق کا اتفاق بھی اجتماع ہے اس سے ثابت ہوا کہ اہل باطل اجتماع کے ارکان نہیں (ماخوذ از انور مجاہدی الاخریٰ درجب ۵۱ ص ۲۰)

فرمایا کہ آج کل جمہوریت کو شخصیت پر ترجیح دی جا رہی ہے اور کہتے ہیں کہ جس طرف کثرت ہو وہ سواد اعظم ہے۔ اس زمانہ میں میرے ایک دوست نے اس کے متعلق عجیب اور لطیف بات بیان کی تھی کہ اگر سواد اعظم کے معنی یہ بھی مان لئے جاویں کہ جس طرف زیادہ ہوں تو ہر زمانہ کا سواد اعظم مراد نہیں بلکہ خیر القرون کا زمانہ مراد ہے جو غلبہ خیر کا وقت تھا۔ ان لوگوں میں جس طرف مجمع کثیر ہو وہ مراد ہے نہ کہ ثم یفشو الکذب کا زمانہ کہ یہ جملہ ہی بتا رہا ہے کہ بعد خیر القرون کے کثرت شر میں ہوگی۔ مجھے یہ بات بہت ہی پسند آئی واقعی کام کی بات ہے۔ (ملفوظ نمبر ۲۵ النور ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ ص ۲۱)

اور حضرت مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ سواد اعظم اس جماعت کا نام ہے جو حقیقتاً خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور ناموس شریعت کی محافظہ ہے۔ (مدینہ منجور ۹ مارچ ۱۴۰۰ھ)

اور حضرت مولانا عبد الباقی صاحب فاضل دیوبند فرماتے ہیں کہ حدیث اتباع سواد الاعظم میں سواد اعظم سے مراد سواد افضل ہے نہ کہ سواد اکثر یعنی جو جماعت شرافت اور نصیبت کے اعتبار سے بڑی ہو اس کی اتباع واجب ہے یہ مطلب نہیں کہ جو جماعت تعداد کے اعتبار سے بڑی ہو اس کی اتباع ضروری ہے۔ (زمزم ۲۵ دسمبر ۱۴۰۵ھ)

اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری خلیفہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ خالص اسلامی جماعت میرے ناقص خیال میں وہ ہو سکتی ہے جس کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور سنت نبویہ کے موافق عقائد و اعمال اخلاق و احکام کی ترویج ہو۔ اولاً جماعت کے افراد اعتقاد و عملاً و اخلاقاً مذکورہ بالا مقصود سے موصوف ہوں اور بعدہ دوسروں کو دعوت دینے میں ساعی ہوں موجودہ ایک جماعت بالا کا مصداق نہیں اور اس کے ارکان اوصاف حسنہ مذکورہ سے موصوف نہیں کما حوالہ الشاہد (ما حوزہ از نقل مکتوب بنام دعوت الحق بمعنی) اور توضیح میں ہے کہ السواد الاعظم عامۃ المسلمین من ہوامۃ مطلقۃ والمراد بالامۃ المطلقۃ اہل السنۃ والجماعۃ وہم الذین طریقۃ الرسول علیہ السلام واصحابہ رضی اللہ عنہم دون اہل البدع (ص ۲۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ سواد اعظم وہ ہیں کہ ان کا طریق اور عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا سا ہو۔ پس جس جماعت میں زندگیوں اور دہریوں کی بھرمار ہو اور جس کے ارباب بست و کشاد کی سرشت میں مغربی تہذیب اور مغربی تمدن اور مغربی معاشرت طبیعت ثانیہ بن چکی ہو وہ اسلامی جماعت اور سواد اعظم اور شرعی تنظیم کیسے قرار دی جاسکتی ہے اور اس جماعت سے اصلاح قوم اور ترقی اسلام کی توقع کس طرح کی جاسکتی ہے چنانچہ حضرت حکیم الامتہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لیڈر ان قوم خود ہی محتاج اصلاح ہیں دوسروں کی اصلاح کیا کریں گے۔ آج یہ حالت ہے کہ اظہار ہمدردی اسلام میں بڑے بڑے چلے ہوتے ہیں۔ انجمنیں قائم ہوتی ہیں مگر نہ نماز کی فکر ہے نہ روزہ کا خیال۔ مال کی اتنی افراط ہے کہ دس آدمیوں کو اور بھی ساتھ لے جاسکیں۔ لیکن محبت اسلام کا یہ عالم ہے کہ خود بھی حج کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ وضع دیکھئے تو سر سے پاؤں تک اسلام کے بالکل خلاف گفتگو کو دیکھئے وہ مذہب سے بالکل جدا (الاشرف الجواب میں ۲/۱۵۸) نیز فرماتے ہیں کہ افسوس مسلمانوں کی تکلیف اور باگ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو اسلام کے دوست نہ دشمن ہیں۔ وہ علم دین و دینی فہم عقل سب سے معرا ہیں اور جب وہ خود گم کردہ راہ ہیں دوسروں کو کیا راہ بتائیں گے اور آج کل ایسے ہی لوگ لیڈر ہیں جن میں اکثر مآقت اندیش ہوتے ہیں انہوں نے ہی ملک اور مخلوق کو تباہ اور برباد کیا اور امن تو ان کی بدولت دنیا سے رخصت ہی ہو چکا۔ آئے دن ایک نیا قساد ملک میں کھڑا رہتا ہے ایسے ہی بداندیش لوگوں کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے:

گر بہ میرد سگ و وزیر و موش را دیواں کنند

ایں چنین ارکان دولت ملک را دیوان کنند

اگر بلی حاکم اور کتا وزیر اور چوہا دیوان کر دیا جائے تو یہ ارکان دولت ملک کو دیوان کر دیں گے۔ (ملفوظ نمبر ۳۳۷ ملفوظات ص ۲۷۶/۵) فرمایا کہ یہ نامعقول قوم کے رہبر اور پیشوا بننے کو تیار ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ صورت سے بھی مسلمان کہلانے کے قابل نہیں اور داڑھی کے تو اس قدر دشمن ہیں کہ جس کا حدو حساب نہیں۔ (ملفوظ نمبر ۳۳۳ ملفوظات ص ۲۷۱/۳) فرمایا کہ آج کل کے لیڈر بیدار مغز اور روشن دماغ کہلاتے ہیں نہ معلوم ان کے دماغوں میں گیس کے ہنڈے روشن ہیں یا بجلی ساگنی ہے حالانکہ یہ باتیں سب

ظلماتی ہیں۔ اٹخ۔ (ص ۲۷۱/۳) فرمایا کہ نمازوں کیلئے مسجدوں میں نہ آنا گھروں پر جانمازیں بھیجی ہیں یہ متکبروں کی ایک پہچان ہے کہ وہ مسجد میں آنا اور غربا کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا کسر شان سمجھتے ہیں اور پھر بھی مسلمانوں کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے ان کی کشتی کے ناخدا اپنے ہوئے ہیں شرم نہیں آتی اگر مسجد میں آئیں گے بھی توجہ کے روز وہ بھی بیدل چل کر نہیں جب دیکھو فتن میں دھرے ہیں اور دل میں فتن بھرے ہیں۔ (ملفوظات ص ۲۲۹/۳) نیز فرمایا کہ ایک لیڈر نے جس کو تیمم کا طریقہ معلوم نہ تھا اپنی عقل سے یہ سمجھا کہ جن اعضاء پر وضو میں پانی ڈالا جاتا ہے۔ شاید تیمم میں ان سب پر مٹی ڈالی جاتی ہوگی تو آپ نے اول دونوں ہاتھوں پر اوپر نیچے مٹی ملی۔ پھر تھم میں کلی کیلئے بھی مٹی دی اور ایک دفعہ ان ہی صاحب نے مونڈنمبر ۱ کر اس میں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ لی اور پھر بھی وہ قوم کے پیشوا اور لیڈر ہی رہے۔ ایسے ہی لیڈر کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے:

اذا كان الغراب دليل قوم سہدیم طریق الہا لکریا

(یعنی جب کسی قوم کا قائد کو اہو تو ان کو ہلاکت کا راستہ بتائے گا) (التبلیغ و اعظاہ ص ۳۰)

پس جو لیڈر وضو کے مسائل سے بھی ناواقف ہو اور سرے سے نماز ہی نہ پڑھتا ہو اور دین سے قطعاً نا بلند اور اسلامی تہذیب سے بالکل نا آشنا اور اسلام سے اتنا ہی دور ہو جتنا کہ ایک غیر مسلم دور ہو سکتا ہے۔ وہ ہمارے اکابر خصوصاً حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قاعدت اسلام کیسے بن سکتا ہے۔ ایسے ہی قائدین کے متعلق ڈاکٹر اقبال مرحوم نے فرمایا:

ایک شوریدہ خوابگاہ نیا پیدورو کے کہہ ہاتھا

کہ مصر و ہندوستان کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں

یہ زائرین حرم مغرب ہزاروں ہیر بنے ہمارے

بھلا ہمیں ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں

غضب ہے یہ مرشداں خود ہیں خدا تری قوم کو بچائے

بگاڑ کر تیرے مسلمانوں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

سنے کا اقبال کون ان کو یہ انجمن ہی بدل گئی ہے

نئے زمانہ میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنارہے ہیں

اور حضرت العلامة شاہ محسن الدین احمد اجیری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اس کا (اسلام یا مسلم کا) مفہوم صرف اس قدر ہے کہ وہ ایک قوم یا مخصوص نسل کا نام یا عنوان ہے تو جیسا کہ عرض کیا گیا ہے ہر ایک نا آشنائے مذہب کے ہاتھ میں اسلام یا مسلم کی باگ دی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اس قوم کا جو مسلمان کہلاتی ہے بحیثیت قوم ہونے کے خیر خواہ اور مخلص ہو لیکن اگر اسلام کا تعلق عقائد و اعمال سے ہے اور ان کے فقدان سے اسلام پر اثر پڑ سکتا ہے تو ایسی حالت میں مسلمانوں کا قائد بنی ہونا چاہیئے جس میں یہ مذہبی روح موجود ہو اور جو غیر ضروری وسیع الخیالیوں کی آمیزش و اختلاط سے کمزور اور فنانہ ہو گئی ہو ورنہ اس کی قیادت میں جو ترقی ہوگی وہ درحقیقت اسلام یا مسلمانوں کی ترقی نہ ہوگی بلکہ اس کا تعلق قوم یا ملک سے ہو گا۔ جس کی پرستش اس عہد میں اعلیٰ درجہ کی روشن خیالی سمجھی جا رہی ہے۔ ایسی ترقی بعض اوقات اسلام اور مسلمانوں کے حق میں سخت مضر بلکہ عذاب الہی کی صورت میں نمودار ہو جاتی ہے۔ اسی ترقی کی فضا میں فردی اعمال اور جزئی عقائد بجائے خود رہے اسلام کے اصول اور ضروری شعائر تک کے متعلق غیر ضروری ہونے کا فتویٰ قابو یافتہ جماعت کی جانب سے صادر ہونے میں تاثر نہیں ہوتا اور اسی طرح بتدریج تمام اسلامی بندشوں کو توڑ دینے کا سلسلہ قائم کر دیا جاتا ہے۔ (از خطبہ صدارت اجلاس انجمن جمعیت علماء ہند ۱۳۳۸ھ) اور حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی کتاب الساسیۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیہ میں ہے کہ امت کا اتفاق ہے کہ منصب قیادت کا اہل وہ مسلمان ہے جو عالم اور متقی ہو۔ اگر امت کو ایسا جامع شخص نہ ملے تو بحالت مجبوری یہ منصب دو شخصوں میں سے کسی ایک کو تفویض کیا جائے۔ عالم فاسق یعنی عالم بے عمل یا جاہل متقی یعنی جاہل باعمل۔ (مطبوعہ مصر ص ۱۷)

بہر حال اقوال علماء و صلحاء سے قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ موجودہ لیگ اسلامی جماعت و شرعی تنظیم اور سواد اعظم کہلانے کی ہرگز مستحق نہیں اور یہ ایسی جماعت ہے کہ بقول حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اسلام اپنے سر کو تھامے ہوئے اس پر دروہا اور فریاد بچارہا ہے۔ (السلام یکسی و یستغیث یدہ فی

وامه من هولاء الفجار من هولاء القساق - من هولاء اهل البدع والضلال الخ
(فتح الربانی ص ۶۶۱)

لہذا ایفرمان باری تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ولا ترکوا الی
الذین ظلموا فمسکم النار (یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو اور اے
مسلمانوں ان ظالموں کی طرف مت جھکو کسی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے) اس ہڑبونگ سے اجتناب
ضروری اور تعاون ناجائز ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے:

بے وقابکھیں تمہیں الٰہی حرم اس سے بچ

دیروالے کج ادا کہدیں یہ بدنامی بھلی

اسی قسم کی سرسید احمد خاں مرحوم کی قائم کردہ انجمن کی شرکت کے بارے میں حضرت قطب
العالم مولانا رشید احمد گنگوہی سے دریافت کیا گیا تھا اس کا جو جواب آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ ذیل میں مع
سوال درج کیا جاتا ہے۔

سوال سوم ایک جماعت قوی سکی پینشل کانگریس جو ہندو اور مسلمان وغیرہ سکٹائے ہند کے واسطے رفع
کالیف و جلب منافع دنیادی چند سال سے قائم ہوئی اور ان کا اصل اصول یہ ہے کہ بحث ان ہی امور میں
ہو جو کل جماعت ہائے ہند پر موثر ہوں اور ایسے امر کی بحث سے گریز کی جاوے جو کسی ملت یا مذہب کو مضر ہو یا
خلاف نبر کار ہو تو ایسی جماعت میں شرکت درست ہے یا نہیں؟

سوال چہارم: سید احمد خاں نیچری نے جو ایک جماعت ایسوی ایشن قائم کی ہے اور لوگوں کو بذریعہ
اعلان مطبوعہ ۸ اگست ۱۸۸۸ء یوں ترغیب دے رہا ہے کہ میری جماعت میں بڑے بڑے ہندوؤں کو
جاہت شکر راجہ بنارس وغیرہ جو کانگریس کے برخلاف ہیں شامل ہیں۔ ہر شخص جو داخل ہو پانچ پانچ روپیہ
چند ماہواری میرے نام علیگزہ یا بنارس میں راجہ صاحب کے نام روانہ کیا کرے وغیرہ اور اس کی مدد
کے واسطے جا بجا ایسوی ایشنیں انجمن اسلامیہ کے نام سے لوگوں نے شہروں میں قائم کی ہیں۔ جو شخص ان
کے ساتھ اتفاق کرنے سے برخلاف معلوم ہوتا ہے اس کے ساتھ طرح طرح کا فساد اور فتنہ پراکھنے کے اس

کو جبراً ملانا چاہتے ہیں آیا ایسی جماعت میں مسلمانوں کو شامل ہونا اور ان کی مدد کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں اور نیچری لوگ بدخواہ اسلام ہیں یا نہیں۔

جواب از حضرت گنگوہی قدس سرہ:

اگر ہندو مسلمان یا ہم شرکت بیع و شراء و تجارت میں کر لیں اس طرح کہ کوئی نقصان دین میں یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے جائز ہے اور مباح ہے مگر سید احمد سے تعلق رکھنا نہیں چاہیئے اگرچہ وہ خیر خواہی اسلام کا نام لیتا ہے یا واقع میں خیر خواہ ہو مگر اس کی شرکت مال کار اسلام و مسلمانوں کو سم قائل ہے ایسا ٹھکانہ ہر پلانا ہے کہ آدمی ہرگز نہیں بچتا۔ پس اس کے شریک مت ہوتا اور ہنود سے شرکت معاملہ کر لیتا اور اگر ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہو یا مسلمانوں کی ذلت و اہانت یا ترقی ہنود ہوتی ہو وہ کام بھی حرام ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا اسی طرح پر ہے اور بس فقط۔ (بندہ رشید احمد گنگوہی غفرلہ عنہ نصرۃ الابرار ص ۱۳)

اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مرید احمد خاں کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب مدرسہ دیوبند قائم ہوا اور بنیاد پڑی تو مرید خاں نے کہا تھا کہ کیا ہوگا اور دو چار قتل و غارت گریاں۔ یہ معلوم نہ تھا کہ تمہارے جادو کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہبائے منشور کرنیوالی جماعت یہی ہوگی۔ واقعی اگر ہندوستان میں حق تعالیٰ اس جماعت کو پیدا نہ فرماتے تو چہار طرف الحاد اور دہریت کے جیسے ہندوستان میں اہل پڑتے اور ابھی اہلنے میں کوئی کسر رہ گئی لیکن قانون قدرت کے مطابق ہر فرعون نے راموسی کا صداق یہ جماعت ہو گئی جس کے متعلق مخبر صادق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ہیں کہ لا یزال طائفة من امتی منصورین علی الحق لا یضرہم من خذلہم۔ (میری امت میں سے ایک جماعت دین الہی پر ہمیشہ مضبوطی کے ساتھ قائم رہے گی اس کی رسوائی کرنیوالے اس کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے) ورنہ ان کا کمر اور ان کی چالاکیاں ایسی تھیں جیسے ارشاد ہے وان کان مکرہم لتزل منہ الجبال۔ (اور واقعی ان کی تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جاویں) ان کے تمام کمر اور کید اسلام کی دشمنی پر تلے ہوئے تھے لیکن حق تعالیٰ وعدہ فرماتے ہیں۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ الخ۔ (ملفوظ نمبر ۸۲ ملفوظات ص ۱۰۶/۵)

اب آپ غور فرمائیں کہ مذکورہ انجمن اور اس کے قائد اور موجودہ لیگ اور اس کے قائد میں کیا فرق ہے بلکہ بعض حیثیت سے لیگ اور اس کے قائدین کو بدتر ثابت کیا جاسکتا ہے لہذا بقول حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرکت مال کا راسلام و مسلمانوں کو سم قاتل ہے اگر کسی کو شبہ ہو کہ لیگ کی شرکت اور اس کی تائید ہمارے اکابر خصوصاً حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اور تعلیمات کے خلاف ہے تو پھر مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی و مولوی شبیر علی صاحب تھانوی نے کیوں شرکت فرمائی اور آئے دن تائیدی بیانات کیوں شائع کئے جارہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً ان حضرات کا عمل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اور تعلیمات کے برخلاف ہے اور اس کے ثبوت کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات منقولہ بالا کافی ہیں اور حضرت کے مشہور خلفاء مولانا سید سلیمان صاحب و مولانا خیر محمد صاحب و مولانا محمد عبد الجبار صاحب و مولانا محمد طیب صاحب و مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ سعید یہ وغیرہم کی عدم شمولیت اس کی روشن دلیل ہے۔ تاہم مزید اطمینان کیلئے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ کے مکتوب گرامی و حضرت مولانا عبد الجبار صاحب مدظلہ ابوہری کے اعلان کو بطور گواہ پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو! اول الذکر تحریر فرماتے ہیں کہ: خود قطب العالم حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے لاہوری حامیان لیگ کے ایک دعوت نامہ کے جواب میں ۱۳۵۸ھ میں مفصل اظہار خیال فرمایا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ لیگ کے تعاون کو چار امور پر معلق فرمایا ہے۔

(۱) مسلم لیگ اپنے مقاصد میں نماز کو داخل کر لے۔ (۲) مسلم لیگ وضع اسلامی کی پابندی تمام ممبروں پر لازم قرار دے دے۔ (۳) خاکساریوں سے تعلق قطع کر دے۔ (۴) علماء اسلام کے خلاف زہرا گلنے کو اور علماء کی توہین کرنے کو چھوڑ دیں۔ امید کہ مذکورہ بالا خلاصہ سے آپ کے خط کا جواب ہو گیا ہوگا۔

والسلام خیر محمد عقی عنہ (بنام ناظم جمیعتہ علماء کاوی ضلع بھڑوچ)

ثانی الذکر کا اعلان: حضرت والا نے لیگ کی بد اعمالیوں اور مذہب دشمنی ملاحظہ فرما کر لیگ سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ جس مجلس مبارک میں حضرت والا نے یہ فرمایا تھا مولانا ظفر احمد صاحب بھی موجود تھے۔ اسی فرمان کو سن کر مولانا ظفر احمد صاحب نے کہا کہ حضرت والا چند ماہ اور ٹھہر جائیے۔ حضرت حکیم

الامت نے فرمایا کہ اب لیگ کی اصلاح کی امید بالکل ختم ہو گئی۔ میں ان حضرات سے خوب واقف ہوں
حضرت والا بار بار یہ شعر پڑھتے تھے۔

نہ خنجر اٹھے گانہ نکواران سے یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

ہاں یہ صحیح ہے کہ شروع شروع میں لیگ کے حامی تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت حکیم الامت
مسلم لیگ جیسی بد دین جماعت کی حمایت کریں۔ اب تو وہ قادیانیوں، دہریوں اور شیعوں کی مجسم جماعت
ہے۔ لہذا اتمام متوسلین کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ حضرت والا کا اتباع کرتے ہوئے لیگ سے علیحدگی اختیار
کریں۔ (مدینہ ۷ نومبر ۱۴۵۰ء)

جناب ناظم صاحب جمعیت علماء کا دی ضلع بہرہ راج نے اس بیان کی تصدیق چاہی تو آپ نے
جواباً تحریر فرمایا کہ ہاں خریگ اور خاکسار ایک نظر آنے لگے اور لیگ کے جلسوں میں بے حجاب عورتیں شامل
ہونے لگیں اور احکام اسلامی سے ان لوگوں کی بے رغبتی ملاحظہ فرمائی گئی تو آپ اس جماعت کی اصلاح
سے بالکل ناامید ہو گئے تھے۔ یہ بات بالکل صحیح اور درست ہے جس مجلس میں حضرت والا نے مایوسی ظاہر
فرمائی تھی میں خود موجود تھا۔ حضرت والا ایک اعلان بھی اپنی مایوسی کا فرمانا چاہتے تھے مگر بعض حضرات نے
مشورہ دیا کہ آپ کچھ عرصہ تک مزید انتظار فرماویں۔ اس پر آپ نے یہ شعر پڑھا کہ:

خنجر اٹھے گانہ نکواران سے

الی آخر۔

اس کے علاوہ جب سکندر حیات خاں نے پنجاب کے ضمنی انتخابات میں لیگ کے امیدوار کی
تصویب اور تصدیق کرنی چاہی تھی تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ آپ لوگ مولویوں کو اپنا آلہ کار
بنانا چاہتے ہیں اس لئے مجھے معاف فرمایا جائے۔ (نقطہ والسلام عبدالجبار غفری عنہ۔ مورخہ ۲۵-۱۲-۲۹)۔

فی الواقع حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ موجودہ لیگ کی شرکت اور تائید کسی طرح گوارہ نہیں کر سکتے
آپ بے علموں کا ساتھ دینے کو بھی منع فرماتے تھے۔ چہ جائیکہ بد دینوں، قادیانیوں، کمیونسٹوں کے ساتھ جو
بحکم من بدل دینہ فاقلوہ (صحیح بخاری) (جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو) واجب القتل ہیں کالیبت
فی ید الغسال (مردہ بدست زندہ) کی طرح شامل ہو جانا پسند فرماتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر علماء

بے علموں کے ساتھ ہو جاویں تو کیا نفع ہو۔ ہاں بے علم لوگ علماء کے تابع ہو جاتے تب کچھ فائدہ ہوتا۔ دیکھئے ایک موٹی بات ہے اگر کوئی طبیب مریضوں کا اتباع کرنے لگے تو کیا مریضوں کو فائدہ کی امید ہوگی اور لوگ اس کو کمال سمجھیں گے ہرگز نہیں اور نہ اس میں کچھ مریضوں کی سعادت بلکہ مریض اگر طبیب کے تابع ہوں تو اس میں مریضوں کو نفع ہوگا۔ اور یہ ان کا کمال بھی ہے اور عقلمندی بھی ہے کیونکہ اپنے آپ کو ایک حکیم اور دانشمند شخص کے سپرد کر دیا اور اس صورت میں کہ جو طبیب مریضوں کے تابع ہو جائے یہ سراسر طبیب کا جہل ہے ایسے طبیب کے بارہ میں وہی کہا جائے گا جو مولا ناروم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بے خبر بود نداز از حال دروں استعیز اللہ مما یفقروں
اور یہ ناعاقبت اندیش اُسی حکم میں ہوں گے جس میں علماء بنی اسرائیل ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ غریبہ بیان کرتے ہیں کہ علماء بھی ہمارے ساتھ ہو گئے۔ (الہادی محرم ۱۳۳۸ھ ص ۳۲)

فیہ فرماتے ہیں اسی لئے میں مولویوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ ان کو چاہیئے کہ ان فضولیات کو چھوڑ دیں اور ان کاموں میں لگیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ فتویٰ دیں تبلیغ کریں پڑھیں پڑھائیں جاہلوں کے ساتھ ہو کر تخریب اوقات نہ کریں پھر وہ بھی تابع بن کر اگر جاہل ان کو متبوع بناتے تب بھی چنداں مضائقہ نہ تھا مگر آج کل تو رزلویشن پاس کرتے ہیں جاہل اور مولوی ان کا اتباع کرتے ہیں کیا واہیات ہے۔ ایسوں ہی کی بدولت ملک اور مخلوق برباد اور خراب ہوئی۔ (ملفوظ نمبر ۳۳۲ ملفوظات ص ۵/۲۰)

اس وقت جو مولوی لیگ کے حامی ہیں وہ قائدین لیگ کے متبوع ہیں یا کالیست فی یہ الفسال کی مصداق و تابع محض وآلہ کار ہیں۔ ہر شخص فیصلہ کر سکتا ہے ان صاحبان کی حمایت لیگ لا لہحب علی بل لبغض معاویہ۔ کے قبیل سے ہے ورنہ یہ حضرات خود بھی لیگ کی مخالفت کر چکے ہیں اور اس کی شرکت کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے خلاف قرار دے چکے ہیں۔ چنانچہ مولانا ظفر احمد صاحب نے زمانہ قیام ڈاکٹر میں مولانا عبدالباق صاحب استاد جامعہ سے کہا تھا کہ حضرت کانگریس اور لیگ کو نجس قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ کانگریس گو ہے تو لیگ کی موت۔ اور جب دعوت الحق بمبئی کی جانب سے شرکت لیگ اور اس کی حمایت کی استدعا اور درخواست کی گئی تو علماء تھانہ بھون نے بلا اتفاق لیگ کی مذمت

فرمائی اور مرحوم سکندر حیات خاں کے سیکرٹری کے خط کے جواب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا لیک کے آلہ کار بننے سے انکار فرماتا نقل کیا گیا۔ ان خطوط کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین جناب الحاج محمود قاسم مدیر التبلیغ ترکیسر اور جناب عیسیٰ بھائی ابراہیم ناظم جمعیتہ العلماء کاوی ضلع بہروج نے ۲۲ ستمبر ۱۹۳۵ء کو حیدرہ مسجد بمبئی میں ناظم دعوت الحق کے پاس دیکھا ہے اور مولانا عبدالعزیز بہاری صدر جمعیتہ العلماء بمبئی کو بھی ان خطوط کا علم ہے لیکن اس کے بعد بمبئی سے وفد جاتا ہے۔ وفد کیا تھا گویا آسمانی دجی تھی۔ دفعۃً ان حضرات کی رائے میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور محرم ۱۳۶۵ھ کو ۱۰۲ صفحات پر مشتمل ایک سیاسی رسالہ افادات اشرقیہ در مسائل سیاسیہ معرض وجود میں آ جاتا ہے۔ یہ ایک پراسرار معجزہ ہے۔ اس رسالہ میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے چنانچہ اس وقت صرف ایک چیز بطور مشتبہ نمونہ خردوارے پیش کرتا ہوں۔ افادات اشرقیہ کے ص ۸۸ پر ارقام ہے کہ ۱۹۳۹ء میں جمعیتہ العلماء ہند کا جو اجلاس دہلی میں ہوا تھا۔ اس کا دعوت نامہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں بھی آیا تھا اور اسی دعوت نامہ کے ساتھ ناظم صاحب کا ایک خط بھی تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا خود جواب عنایت فرمایا تھا اور اس کی نقل رکھ لینے کو مجھے حکم دیا تھا چنانچہ ناظم صاحب جمعیتہ کا اصل خط اور حضرت کے جواب کی نقل میرے پاس محفوظ ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے حضرت کا مسلک پوری طرح واضح ہو جائے گا اور وہی آج تک ہمارا مسلک ہے۔

والسلام محمد شعیب علی غفرلہ۔ الجمعۃ مرکزۃ العلماء الہند بازار پلیماران دہلی

حضرت اقدس زاد اللہ مجدکم؛

السلام علیکم!

دعوت نامہ ارسال خدمت ہے اگر سفر کا تحمل نہ ہو تو حضرت کسی کو بطور نمائندہ روانہ فرمادیں۔ معاملات کی اہمیت حضور کے پیش نظر ہے۔ من یدکم الاحقر الفقیر احمد سعید کان اللہ لہ

(۲۶ فروری ۱۹۳۹ء)

جواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ:

آپ کا دعوت نامہ آیا۔ میرا عذر سفر تو آپ کو معلوم ہی ہے اس لئے خود تو حاضری سے قاصر ہوں

اگر دعوت نامہ کچھ پہلے آتا تو ممکن تھا کہ اس کے متعلق کچھ خط و کتابت کر کے کسی کو بھیجنے کا انتظام کرنا۔ لب
ہین وقت پر اس کا انتظام بھی مشکل ہے۔ اس لئے شرعی حیثیت سے صرف اپنی ایک رائے کا اظہار کرتا ہوں
جس کے متعلق مولانا کفایت اللہ صاحب سے زبانی گفتگو بھی ہو چکی ہے اور اب تو واقعات نے ہم کو اس
رائے پر بہت ہی پختہ کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا خصوصاً حضرات علماء کا کانگریس میں شریک ہونا
میرے نزدیک مذہباً مہلک ہے بلکہ کانگریس سے بیزاری کا اعلان کر دینا نہایت ضروری ہے۔ علماء کو خود
مسلمانوں کی تنظیم کرنا چاہیے تاکہ ان کی تنظیم خالص دینی اصول پر ہو اور مسلمانوں کو کانگریس میں داخل ہونا
اور داخل کرنا میرے نزدیک ان کی دینی موت کا مترادف ہے۔ والسلام! اشرف علی

اب میں بزم جمید ملقب یہ اسم تاریخی تختہ باطن (ضبط کردہ صاحب غلق سامی جناب وصل
صاحب بگڑائی) سے ایک ملفوظ پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ خود فیصلہ کر سکے گے کہ اس جواب کی
نسبت حضرت مولانا کی طرف کرنا اور یہ کہ اس کی نقل رکھ لینے کو مجھے حکم دیا تھا کہنا کہاں تک درست ہے اور
حضرت کے مسلک اور ان حضرات کے مسلک اور دعویٰ میں کس قدر تقابلی و توافق ہے۔ بزم جمید ضمیمہ
نمبر ۲ ص ۳۵ خاکہ امدادیہ تھا۔ بھون۔ شنبہ ۹ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۳۹ء بعد نماز ظہر۔
(۲) مجلس عام میں جناب مولوی منفع علی صاحب وکیل سہارنپور جناب مولوی عبدالرحمن
صاحب وکیل پٹنہ اور بہت سے حضرات حاضر تھے۔ ایک خاص مقام سے (دہلی) ایک خاص اہم جلسے میں
(تجمیع علماء ہند منعقدہ دہلی مورخہ ۱۱-۱۲-۱۳-۱۴ محرم ۱۳۵۸ھ مطابق ۳-۴-۵-۶ مارچ ۱۹۳۹ء) شرکت
کی دعوت کا خط آیا تھا۔ جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر جناب والا شرکت نہ فرما سکیں تو اپنی طرف سے کسی کو بھیج
دیں۔ اس سے پہلے اسی جلسے میں اشاعت کے واسطے ایک خاص مضمون بھیجنے کیلئے جناب مولانا ظفر احمد
صاحب اور جناب مولوی شبیر علی صاحب نے اجازت طلب کی تھی لیکن حضرت والا نے منکوح نہیں فرمایا تھا۔
اب یہ خط آیا تو حضرت والا نے جناب مولوی شبیر علی صاحب کے پاس بھیج دیا۔ جناب ممدوح نے اس
کا جواب لکھ کر ملاحظہ عالی کیلئے پیش کیا۔ حضرت والا نے مصالح بیان فرماتے ہوئے جواب بھیجا
نامناسب خیال فرمایا۔

بعد عشاء جناب مولوی شفقت علی صاحب اور جناب مولوی عبدالرحمن صاحب کی رائے ہوئی کہ جواب جانا چاہیے اور اس کے لئے جناب مولوی شبیر علی صاحب کے ذریعہ سے حضرت اقدس کی گرامی خدمت میں عرض کیا جائے چنانچہ دونوں حضرات اس خادم (وصل بلگرامی) کو لے کر جناب مولوی شبیر علی صاحب کے پاس گئے۔ وہاں جناب ظفر علی صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ ان دونوں صاحبوں نے واقعات بیان کئے۔ ضرورت ظاہر کی اور جواب بھیجنے کے لئے رائے پیش کی۔ جناب مولانا ظفر احمد صاحب نے بھی جواب بھیجنے کی تائید فرمائی۔ لیکن مولوی شبیر علی صاحب نے فرمایا کہ جب مضمون بھیجنا حضرت والا کے خلاف مزاج ہو اور جواب بھیجنے کی اجازت نہیں دی تو پھر اصرار کرنا یا مکر عرض کرنا مناسب نہیں ہے۔ دوسرے دن صبح کے وقت جب یہ خادم (وصل بلگرامی) کسی ضرورت سے خدمت اقدس میں حاضر تھا تو کسی سلسلہ میں رات کے واقعہ کا ذکر آگیا۔ اس ذکر سے حضرت والا پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے۔ جو کچھ میں کہتا ہوں سمجھ کے کہتا ہوں۔ غور کرنے کے بعد کہتا ہوں متعدد بار تجربہ ہو چکا ہے وہی ہوا جو میں نے کہا تھا۔ پھر بھی نہیں سمجھتے (الی قول) اب لہجہ میں تیزی ہو گئی تھی۔ بیان میں کوئی دوسری قوت کا رفرما تھی۔ آواز بلند تھی۔ چہرہ مبارک اور سر اقدس پسینہ سے تر تھا۔ یہاں تک کہ علامہ عالی اتار کر رکھ دیا گیا تھا۔ اُسی مضمون کے تحت میں عجیب جوش، عجیب کیفیت اور عجیب جذبہ کی حالت میں ایک ایسی تقریر فرما رہے تھے جو کسی طرح تحریر میں نہیں آ سکتی۔ جناب مولانا ظفر احمد صاحب بھی بیتاب ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ کر آ گئے تھے۔ عجب سماں تھا، عجیب کیفیت تھی، تمام فضا جوش سے بھری ہوئی تھی، معلوم ہوتا تھا اور دیوار کیا کل کائنات لرزاں ہے۔ (الی قول)۔

(نوٹ) پھر اُس جلسہ مذکورہ کے بعد جس میں حضرت والا کو دعوت شرکت دی گئی قریب ہی ایک سخت ناگوار واقعہ (مالک اخبار الامان مولوی مظہر الدین کا قتل) پیش آیا۔ جس کا عام نظروں میں اُسی جلسہ کی تقریروں کا اثر سمجھا گیا۔ اس وقت عین یقین کے درجہ میں سب کی سمجھ میں آیا کہ جواب کا نہ جانا اور مضمون نہ بھیجنا عین مصلحت تھا ورنہ بعض نگاہوں میں ان تقریروں کو اس مضمون کا اثر سمجھا جاتا کہ اسی مضمون کی مخالفت ان تقریروں کا سبب ہوئی۔ (صفحہ ۳۷۷) (رسالہ ہزم جمہید کے مرتب جناب وصل بلگرامی ہیں اور

قالب) کہ مٹی سے بنایا۔ پھر ان کو حکم دیا کہ (جاندار) ہو پس وہ (جاندار) ہو گئے۔ یہ امر واقعی آپ کے پروردگار کی طرف سے (تسلیم) ہے۔ سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جیسے۔ پس جو شخص آپ سے عیسیٰ کے بلب میں (اب بھی) حجت کرے۔ آپ کے پاس علم (قطعی) آئے پیچھے تو آپ فرما دیجیے کہ آجاؤ ہم (اور تم) بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اس طویلہ پر کہ اللہ کی لعنت جیسے جس ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں۔

ترجمہ (مولوی اعجاز علی شاہ دیوبندی)

نجران کے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضور نبی کریم علیہ السلام آیات کا پس منظر سے بحث کر رہے تھے کہ وہ اللہ اور ابن اللہ ہیں اور دلیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اعجازی پیدائش کے واقعہ کو پیش کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر محض اعجازی شان کے ساتھ پیدا ہونا خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کی دلیل بن سکتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش میں اس سے بڑھ کر شان اعجازی موجود ہے۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے باپ ہونے کی بناء پر خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا جاسکتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کو قدیدہ اولیٰ خدا یا خدا کا بیٹا کہنا چاہیئے کہ ان کے ماں باپ کوئی بھی نہیں۔ حالانکہ تم بھی امت سے قائل نہیں ہو۔

ابتدائی روایات کی تفسیر میں مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی تحریر فرماتے ہیں کہ: نصاریٰ اس بات پر حضرت سے بہت جھگڑے کہ عیسیٰ بندہ نہیں۔ اللہ کا بندہ ہے۔ آخر کہنے لگے کہ وہ اللہ کا بیٹا نہیں تو تم جادو کس کا بیٹا ہو؟ اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ آدم کے تو نہ باپ تھے نہ ماں جیسی کے باپ نہ پچھلے عجب ہے؟ اس حساب سے تو آدم کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے پر زیادہ زور دینا چاہیئے۔ حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے پھر فرماتے ہیں: یعنی یسوع علیہ السلام کے متعلق جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا وہی حق ہے جس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔ جو بات سچی بلا کم و کاست بھائی گئی ہے پھر آیت مبارکہ کے تحت مولانا محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نجران اس قدر سمجھانے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ جہاد کر دو۔ جس کی زیادہ مؤثر اور مکمل صورت یہ تجویز کی گئی کہ دونوں فریق اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں۔ اور خوب گڑ گڑا کر دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت اور عذاب پڑے پھر فرماتے ہیں

”بعض ملف کے طریق عمل اور بعض فقہائے حنفیہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مباہلہ کی مشروعیت اب بھی باقی ہے۔ گمراہ چیزوں میں جن کا ثبوت بالکل قطعی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ مباہلہ میں بچوں عمدہ قول کو بھی شریک کیا جائے۔ میرے خیال میں مباہلہ ہر ایک کاذب کے ساتھ نہیں صرف کاذب معاند کے ساتھ ہونا چاہیے۔ ابن کثیر کہتے ہیں ثم قال تعالى اور رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یہاہل من عاتدا الحق فی امر عیسیٰ بعد ظہور البیان واللہ اعلم۔

(ماخوذ از تفسیر مولانا محمود الحسن دیوبندی) ۲۔ تفسیر موابب الرحمن میں بحر العلوم علامہ سید امیر علی مدظلہ آجلی نے حاشیہ جمل کے حوالے سے علامہ دوانی و شیخ شیرازی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :

اب مباہلہ نہیں جائز ہے مگر کسی ایسے ہی ہم میں جو شرعی ہو اور اس میں اشتہاء و عناد کیا گیا ہو۔ اور وہ بدل مباہلہ کے دفع نہ ہوتا ہو تو رد ہے بشرطیکہ مباہلہ سے پہلے حجت پوری

پوری قائم کر دے۔ اور شبہ و دود کرنے میں کوشش کرے۔ اور پہلے نصیحت اور ڈر اور دے پھر اگر وہ نفع نہ کرے اور یہی ضرورت پیش آوے کہ مباہلہ کیا جاوے تو رد ہے ۳۔ تفسیر

موابب الرحمن جلد اول پارہ سوم) ۳۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ ”آیت (مباہلہ) میں اپنے تن سے مراد خود اہل مباحثہ ہیں نہ ۴۔ تفسیر ابیاری

ترجمہ و شرح بخاری شریف میں ”حدیث مباہلہ“ کی تشریح میں علامہ صمد الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ : ”آنحضرت نے ان کو گھایا یا اسلام کی دعوت دی۔ قرآن سنایا۔ پر انہوں نے نہ مانا نہ آخر آپ نے فرمایا

کہ اچھا آؤ ہم تم مباہلہ کریں۔ یعنی دو فرقہ جن میں باہمی اختلاف ہو جب تقریر اور بحث میں قائل نہ ہوں تو دونوں مل کر اللہ سے دعا کریں ”یا اللہ جو کوئی ہم سے غلطی اور ناحق پر

اصرار کر رہا ہو اس پر اپنا عذاب اُتار“ (ماخوذ تفسیر ابیاری شرح صحیح بخاری کتاب المغازی باب قصہ اہل نجران) مندرجہ بالا آیات قرآنیہ اور تفاسیر و کلام علماء وائمہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(الف) مباہلہ کے لیے ضروری ہے کہ اس سے پیشتر بحث و مباحثہ (مناظرہ) میں فریقین اپنے دلائل پیش کر کے اپنے نظریہ کو ثابت کریں۔ یعنی مباہلہ سے پہلے مناظرہ کر کے اتمام

حجت کرنا ضروری ہے۔ بغیر اس کے مباہلہ مشروع نہیں۔ چنانچہ تفسیر کبیر سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں : ومن النصف و

طالب الحق علم ان البیان قد بلغ الى الغایة التصوی فی ذلک

۶ ستمبر ۱۹۳۹ء کو آپ اس کی ترتیب سے فارغ ہوئے ہیں)

رسالہ یزم جمشید حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات سے شائع ہوا ہے اور افادات اشرفیہ حضرت کی وفات کے بعد۔ اور وفات کے بعد کی تصنیفات قابل اعتماد نہیں معلوم ہوتیں چنانچہ تہ اشرف السوانح کے متعلق جناب مولوی عمر احمد صاحب ابن مولانا ظفر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ تہ اشرف السوانح حضرت نور اللہ مرقدہ کی وفات کے بعد جناب خواجہ عزیز الحسن مرحوم نے تصنیف فرمایا اور موصوف کے بھی انتقال کے بعد بعد تحریف و تیشیح (جس کی داستان طویل ہے) شائع کیا گیا۔ الخ۔ (منشور ۶ مارش ۱۹۴۶ء)

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی فقط واللہ اعلم

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه و الاطل باطلا وارزقنا احتسابه آمین.

وصلی اللہ علی حیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

عبداللہ صدغفر اللہ (سورتی)

(۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۳۶ء)

کافر ہوئے جو آپ تو میرا قصور کیا جو کچھ کیا وہ تمہنے کیا بے خطا ہوں میں

اکابر دیوبند اپنے آئینہ میں

دیوبندی شاطر
اپنے منہ کا

— موثق —

صمصام المناظرین مولانا محمد حسن علی قادری رضوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مُحَمَّدٌ ۖ وَنُصَلِّيَ عَلَىٰ رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اقساط

مخالفین اہل سنت عامتہ المسلمین کو دھوکہ دینے کے لیے علماء اہل سنت پر مسلمانوں کی بلا وجہ تکفیر کا الزام عاید کرتے ہیں۔ حالانکہ علماء اہل سنت میں سے کسی نے بھی نہ مسلمانوں کی تکفیر کی۔ نہ کسی کی بلا وجہ نقیض کی۔ مسلمانوں کی بلا وجہ تکفیر کے اس جملہ کا ایک ایک لفظ مخالفین اہل سنت کے مقابلہ و فریب کی عکاسی کرتا ہے۔

مفتی اعظم حضرت امام اہل سنت محمد رفیع دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات طیبہ سے لے کر آج تک اس الزام کو دہرایا جا رہا ہے کہ جی! یہ ہر کسی کو کافر کہہ دیا کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی بلا وجہ تکفیر کے اس الزام کا طلسم چاک کرتے ہوئے مفتی حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:-

۱۔ ناچار عوام المسلمین کو بھڑکانے اور دن و رات سے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علماء اہل سنت کے فتویٰ تکفیر کا کیا اعتبار دے لوگ تو زور دے بات پر کافر کہہ دیتے ہیں سان کی مشین میں ہمیشہ کو ٹنگے فتوے چھپا کرتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا۔ مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا۔ مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا۔ ہجر جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے۔ دہلتا اعدا ملتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کو کہہ دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا۔ حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا۔ مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جو پورے ہی حدیث سے اونچے گزر گئے۔ وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذ باللہ، عیاذ باللہ حضرت شیخ محمد دالغ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ دیا۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض بزرگواروں نے

مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب اللہ آبادی مرحوم و مغفور سے جا کر جڑ دی کہ معافاً
 معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محمدی الدین ابن عربی قدس سرہ
 لکھ کر کہہ دیا۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت علیہ عطا فرمائے۔ انہوں نے آکر کریمہ
 ان جَاءَ كُمْ فَاسِيقٌ يَسْتَبِيحُ فَتَبَيَّنُوا اِمْرَئًا مِّنْ ذٰلِكَ يَكْذِبُ كَذِبًا
 کیا۔ جس پر یہاں سے رسالہ ایجاد البری من دسوا من المنقری لکھ کر ارسال
 ہوا۔ اور مولانا نے منقری کذاب پہلے حل شریف کا تحفہ بھیجا۔ غرض ہمیشہ
 ایسے ہی افتراء اٹھایا کرتے ہیں۔

تہذیب ایمان ص ۳۷۷ مطبوعہ رضا پبلیکیشنز لاہور
 ماننا پڑے گا امام اہل سنت سیدنا علیہ السلام حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جن لوگوں
 کی تکفیر فرمائی کمال احتیاط کو بہ نظر رکھا۔
 ثابت ہوا کہ امام اہل سنت سیدنا علیہ السلام احمد رضا علیہ الرحمۃ یا دیگر علمائے
 اہل سنت نے ہر کسی کی تکفیر نہیں فرمائی اور کسی مسلمان کو بلا وجہ کافر نہیں کہا۔ نہ ہی کسی
 کو ذرا اسی بات پر کافر قرار دیا۔ مخالفین کا یہ الزام محض افتراء و بہتان ہے۔
 ہاں البتہ علمائے اہل سنت اور امام اہل سنت علیہ السلام حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ
 نے ان لوگوں کو یقیناً کافر و مرتد قرار دیا جنہوں نے تقیص حضرت باری تعالیٰ و توہین
 شان رسالت و نبوت کا ارتکاب کیا۔ جنہوں نے

(۱) اللہ عزوجل (سبح و قدوس) پر امکان وقوع کذب کا افتراء کیا۔
 (۲) سرکارِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم النبیین ہونے کو عوام کا خیال جا کر
 بالکل غلط اور جدید معنی پہنا دے۔ مرزا قادیانی اور دیگر رجالوں کے ایسے نبوت کا دروازہ
 کھولنے کی ناپاک سعی کی۔

(۳) حبیب خدا تائب اعظم خالق ارض و سما عاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے علم غیب شریف کو زید و عمر ہر کسی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے علم غیب سے
 تشبیہ دی۔

(۴) شیطان مردود کے وسعت علم محیط ارض کو نقص سے ثابت مانا اور سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم محیط ارض کو خلافت لصوص اور شرک و تفرقہ دیا۔ وغیرہ وغیرہ من الحزافات

ایسے عقائد باطلہ و نظریات فاسدہ کے حامل افراد پاکشعبہ کافر و مرتد اور دائرہ اسلام و ایمان سے خارج ہیں۔ متذکرہ بالا جملہ عقائد اکابر دیوبند میں سے مولوی رشید احمد گنگوہی کے دستخطی و مہر شدہ فتوے میں تحریر التماس "حفظ الایمان" تراجم قاطعہ وغیرہ سے ثابت ہیں۔ اور یہ کتابیں عام مل جاتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ یا دیگر علمائے اہل سنت نے بلا وجہ کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا۔ بلکہ مذکورہ بالا عقائد کے حامل افراد کو بذریعہ رجسٹرڈ خطوط ان کے اقوال کفریہ سے خبردار کیا۔ احکام شریعت بیان کیے۔ لیکن وہ اپنے اقوال کفریہ پر مصر رہے تو بد رجوع کی توفیق میسر نہ آئی۔ تو پھر شان الوہیت و رسالت کے تحفظ و دفاع کے لئے اہل علم و ایمان امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر و مشاہیر علماء و مشائخ عرب و عجم کی خدمت میں ان اقوال کفریہ کو پیش کر کے علمائے عرب و شیعین (مدینہ طیبہ و مکہ معظمہ) سے حکم شرعی حاصل کیا۔ جو کتاب مستطاب

"حسام الحرمین علی منحر الکفر والہین"

میں مذکور ہے۔ پھر برصغیر ہند و پاک کے ہر ضلع ہر صوبہ ہر ریاست کے علماء و مشائخ اہل سنت و مفتیان شریعت نے فتاویٰ حسام الحرمین شریعت کی تائید و توثیق فرمائی۔ دیکھو "الصواعق المہندیہ" وغیرہ

ان لوگوں کی ذہنیت پر تعجب و افسوس ہے جو اپنی کی تکفیر کا رونا توڑتے ہیں۔ لیکن متعین حضرت الوہیت اور توہین شان رسالت کا انہیں کوئی علم نہیں۔ انہیں رنج و ملال ہے تو صرف تکفیر کا ہے۔ اپنے اکابر کے اقوال کفریہ کا نہیں۔

اگر بالفرض کوئی عالم کسی کے اقوال کفریہ پر شرعی احکام نہ بھی جاری کرے۔ تو کیا وہ کفرین اسلام ہو جائے گا؟ نہیں۔ بلکہ وہ عند اللہ کفر ہی ہے گا۔

جن عقاید باطلہ و عبارات کفریہ پر علمائے اہل سنت و امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے فتویٰ کفر جاری فرمایا۔ وہ یقیناً کفر ہیں۔ اگر اکابر و پوہندہ کی مختلف کتب کو کھنگالا جائے۔ اور ان کے مختلف مصنفین کی جملہ تصانیف کا جائزہ لیا جائے یا ان کے اکابر کا نام ظاہر کیے بغیر ان عبارات پر ان کے موجودہ علماء سے فتوے لیا جائے تو وہ بھی ان عقاید و نظریات و عبارات پر فتوے کفر دیتے ہیں۔ جن کو امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ دیگر علماء اہل سنت و مفتیان شریعت نے کفر قرار دیا۔

ہمارا یہ مختصر کتابچہ اس قسم کے حوالہ جات پر مشتمل ہے۔ انشاء اللہ اس سے مخالفین کے اس الزام کا کہ یہ لوگ بلاد و مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں " دفعیہ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ مختصر مینٹ شاید اس قدر جلد مرتب نہ ہو پاتا۔ لیکن اسی باب میں ایک محبت الہیہت نے یکے بعد دیگرے اپنے پُر اصرار خصوصی مکاتیب کے ذریعہ میری بہت بندھائی اور اس مہم فوری ضرورت کا احساس دلایا۔ لہذا وقت کی ضرورت اور اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر فقیر نے اپنی دیگر تالیفیں مصروفیات چھوڑتے ہوئے اس کتابچہ کی ترتیب و تدوین کو اولیت دی۔ مولے تعالیٰ مقبول خاص و عام قراءے آمین

فقیر قادری، گدائے رضوی

محمد حسن علی غفرلہ الولی ملیسی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ قُلْ جَاءَتْ سُبْحَانَكَ لَا يَعْزُبُ عَنْكَ شَيْءٌ وَ اَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ

سُورِجِ اِلٰہِ پاؤں پہلے چاند اشارے سے ہو چاکٹ
اندھے نجدی دیکھ لے قدرتِ رسول اللہ کی

بعلم خود کا فر؟ دنیا میں ایک بھی اہل ایمان نہیں

بابائے دہلیت مولوی اسماعیل دہلوی اپنی تقویت الایمان ص ۴۴ پر بھوالہ مشکوٰۃ نقل کرتے ہیں۔

پھر بھیجے گا اللہ ایک باڈ اچھی۔ سو جان نکال لے گی۔ جس کے دل میں ہوگا رانی کے دانہ بھرا ایمان۔ سورہ جاثیں گئے وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں سو پھر جاثیں گئے اپنے باپ دادا کے دین پر۔
ایک حدیث شریف کے الفاظ بھی خود ہی نقل کیئے۔ اور ص ۴۴ پر اس کا ترجمہ یہ کیا۔

”نکلے گا دجال صوبھیجے گا۔ اللہ بیٹے نریم کو۔ سورہ ذموندھے گا اس کو تباہ کر دے گا اس کو پھر بھیجے گا اللہ ایک باڈ ٹھنڈی (سرد ہوا) شام کی طرف سے اسونہ باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں فزہ بھرا ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی۔“
حدیث مذکور لکھ کر مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویت الایمان کے اسی صفحہ ۴۴ پر صاف لکھ دیا کہ

”سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔“
اب نہ خروج دجال کی حاجت، نہ نزول مسیح کی ضرورت، ان کی قسمت کی وہ سرد ہوا (ٹھنڈی باد) چل گئی۔
تمام دنیا کو کافر و مشرک اور بے ایمان بنانے کے بابائے دہلیت نے ختم دنیا کی حدیث اپنے زمانہ موجودہ پر جاری۔ اور صاف لکھ مارا۔
”سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔“
گویا وہ سچا چل گئی اور دنیا میں معاذ اللہ نرے کافر ہی کافر ہیں جس کے دل میں رانی کے دانہ کے برابر بھی ایمان تھا۔ فنا ہو گیا۔

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

کلمات کفر از علماء دیوبند

اصولۃ الاسلام میں بابیہ نہایت گستاخی
کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔ اور اپنے
آپ کو مماثل ذات سرور کائنات
خیال کرتے ہیں۔

(الشہاب الثاقب ص ۴ و ص ۴۴)

از مولوی حسین احمد صاحب "مدنی" صدر
مدرسہ دیوبند

۴۲) جن الفاظ میں ابہام گستاخی و بے
ادبی کا ہوتا تھا۔ ان کو بھی باعث ایدہ
جناب رسالت مآب علیہ السلام ذکر کیا
اور آخر میں فرمایا کہ بس ان کلمات کفر
کے بکنے والے کو منع کرنا شدید چاہیے
اگر متدور ہو۔ اور اگر باز نہ آوے قتل کرنا
چاہیے۔ کہ موزی و گستاخ شان جناب
کبریا تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول
ابن صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

(الشہاب الثاقب از مولوی
حسین احمد صاحب "مدنی" صدر
مدرسہ دیوبند ص ۵)

"تقویۃ ایمان میں بعض الفاظ جو سخت
واقع ہو گئے ہیں۔ اس زمانہ کی جہالت
کا علاج تھا۔۔۔ یہ بے شک بے ادبی
اور گستاخی ہے۔۔۔ ان الفاظ کو
استعمال بھی نہ کیا جاوے گا۔"

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۱۵)
از مولوی اشرف علی صاحب
تھانوی دیوبندی

فقہ کفر از علماء دیوبند

(۳) جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر و بیہائم و مجاہدین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے۔

(المہند ص ۳۶ از

مولوی خلیل احمد صاحب انیسویں لکھنؤی دیوبند)

یاد رہے کہ المہند نامی کتاب مولوی

عماد الحسن دیوبندی مولوی احمد حسن ارموی

مولوی کفایت اللہ دہلوی مولوی عاشق الہی مرہٹو

اور خود مولوی اشرف علی تھانوی کی مصنفہ ہے۔

کفر کفر از علماء دیوبند

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صبیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بیہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“

(حفظ الایمان ص ۱۷۰ مولوی شرف علی تھانوی صاحب)

۱) بابائے وہابیت دیوبند مولوی

اسماعیل صاحب دہلوی غیروں کے مدد

مانگنے والوں کو اللہ شرک قرار دیتے

ہوئے رکھتے ہیں۔

تجہ سوا مانگے جو غیروں کے مدد

فی الحقیقت ہے وہی شرک اللہ

دوسرا اس سمانہیں دنیا میں بد

ہے گلے میں اس کے جل نہیں مسد

سب سے اس پہ لعنت و پتکار ہے۔

مردوں سے حاجتیں مانگنا اور

جناب حاجی امداد اللہ صاحب اکابر علماء دیوبند

کے پیرو مرشد ہیں۔ وہ تحذیر الناس، حفظ

الایمان، براہین قاطعہ کے کفریات کی

تائید نہیں فرماتے۔ وہ اہل سنت کے

مطابق عقیدہ رکھتے تھے۔ وہ بعد از

وصال اپنے پیرو مرشد مولانا نور محمد صاحب

کو امداد کے لئے پکارتے ہوئے لکھتے

ہیں۔

تم ہوائے نور محمد خاص محبوب

ہند میں ہونا ٹیپ حضرت محمد مصطفیٰ

کلمہ کفر از علماء دیوبند

”تم مددگارِ مددِ امداد کو پھر خون کیا
عشق کی پرسن کے باتیں کانٹتے ہیں دوپا
ایک شہِ نوزیرِ محمد وقت ہے امداد کا
آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری فرائد کا
(شہادۂ امدادیہ ص ۸۳ و
امداد المشاق ص ۱۱۶)

کلمہ کفر از علماء دیوبند

ان کی منت ماننا کفار کی راہ ہے۔
(تذکیر لائحان ص ۲۴۳ و ص ۸۳)

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسو دیوبند
قصائدِ قاسمی ص ۷ و ص ۸ پر لکھتے ہیں
مددگارے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی و کار
مگر کرے روح القدس میری دگرگلی
تو اس کی مدد میں کروں میں تم شہار
جو جبریل مدد پر ہو فکر کی میرے
تو آگے بڑھ سکے کہوں کہ تمہارے سردار

”ہذا اکثر لوگ پیروں کو پیغمبروں کو راہوں
کو اور شہیدوں کو اور پیروں کو مشکل
کے وقت پکارتے ہیں۔ ان سے
مرادیں مانگتے ہیں۔ وہ شرک میں
گرفتار ہیں۔“
(تقویۃ الایمان ص ۱۵۱ از مولوی اسماعیل دہلوی)

”انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا
بزرگ ہے۔ سو اس کی بڑے بھائی کی
سی تعظیم کیجئے۔“

”انبیاء اولیاء امام زادے پر شہید
حقنے اللہ کے تعزب بندے ہیں۔ وہ

(۷) کوئی ضعیف الایمان بھی ایسی خرافات
زبان سے نہیں نکال سکتا اور جو اس کا
قائل ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر
اتنی ہی فضیلت ہے۔ جتنی بڑے
بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے۔

کلماتِ کفر از علماء دیوبند

سب انسان ہی ہیں۔ اور بندے
عاجز ہمارے بھائی۔
(تقویۃ الایمان ص ۲۸ از مولوی محمد
اسماعیل دہلوی)

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

تراس کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ
وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔
(المہند ص ۲۸ از مولوی خلیل احمد
انبیٹوی)

کھول دے دل میں در علم حقیقت میر رب
باری عالم علی مشکل کشا کے واسطے
(تعلیم الدین ص ۳۴ از مولوی اشرف علی
تھانوی۔ سلاسلِ طیبہ ص ۲۴ از مولوی
حسین احمد مدنی۔ امداد السلوک ص ۱۶۵
از مولوی رشید احمد گنگوہی)

”کوئی کسی کے لئے حاجت و مشکل کشا
و دستگیر کس طرح ہو سکتا ہے۔ ایسے
عتاید والے لوگ بالکل بکے کافر ہیں۔
ان کا کوئی نکاح نہیں۔ ایسے عتاید باطلہ
پر مطلع ہو کر جو انہیں کافر مشرک نہ کہے
وہ بھی ویسا ہی کافر ہے۔
(جواب القرآن ص ۱۲۸ المختار از مولوی
غلام خاں)

شیطان اور فلک الموت کو یہ وصفت
(علم محیط الارض) نص سے ثابت ہوئی۔
فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نقص قطعی
ہے۔ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے
ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(برائین قاطعہ ص ۵۵ از مولوی خلیل احمد
انبیٹوی و رشید احمد گنگوہی دیوبندی)

”ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس
کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام
سے زیادہ ہے وہ کافر ہے۔
(المہند ص ۱۳۴ از مولوی خلیل احمد
انبیٹوی)

اس کتاب پر مولوی محمد الحسن دیوبندی مولوی
اشرف علی تھانوی مفتی کھیت اللہ دہلوی مولوی علی شمس الدینی
بریل کی تصدیق و تائید موجود ہے۔

کلماتِ کفر از علما دیوبند

ایک خاص علم کی وسعت آپ (رضو علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو نہیں دی گئی۔ اور اطمینانِ عین کو دی گئی ہے۔
 والشہاب الثاقب ص ۹۱ از مولوی
 حسین احمد مدنی

فتویٰ کفر از علما دیوبند

(۹) جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ وہ کافر ہے۔
 (المہند ص ۱۴)

انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں۔ تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات اتنی بظاہر مساوی ہو جاتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔
 (تحذیر الناس ص ۱۷ از مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند)

(۱۰) ہمارے یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں نبی کریم علیہ السلام سے اعلیٰ ہے۔ وہ کافر ہے۔ ہمارے حضرات اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں۔
 (المہند ص ۱۷ از مولوی خلیل احمد غلیظوی مطبوعہ مکتبہ تقانوی کراچی)

”درغ صریح بھی کئی طرح کا ہوتا ہے۔ ہر قسم کا حکم یکساں نہیں ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں۔ بالکلہ علی العموم کذب کو منافی شانِ نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں۔ خالی غلطی سے نہیں۔“

۱) انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں۔ ان کو ترکِ معاصی سمجھنا العیاذ باللہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نہیں۔ اس کی وہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریک پڑھنا جائز بھی نہیں۔ فقط والسلام
 - احمد سعید ناٹھ مفتی دارالعلوم دیوبند

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

کلمات کفر از علماء دیوبند

جواب صحیح ایسے عقیدے کا کفر ہے جب تک تجدید ایمان و تجدید نکاح نہ کرے اس سے قطع تعلق کریں۔

مسعود احمد عفیہ اللہ عنہ

مہربان الافغانی دیوبند الہند فتویٰ ام
ماہوزا شہباز دہلوی محمد عینی ناظم مکتبہ عتبات
اسلامی لودھراں ضلع ملتان و ماہنامہ
”تجلی“ دیوبند اپریل ۱۹۵۶ء

(۱۲) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس
اللہ سرہ العزیز نے مستند فتاویٰ میں یہ
تصریح فرمائی کہ جو شخص طہیس لعین کو
رسول مقبول علیہ السلام سے اعلم اور
ادع علمائے وہ کافر ہے۔
(الشہاب الثاقب ص ۸۷)

(۱۳) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس
اللہ سرہ العزیز نے مستند فتاویٰ میں
تصریح فرمائی ہے کہ جو شخص طہیس لعین
کو رسول مقبول علیہ السلام سے اعلم و ادع
علمائے وہ کافر ہے۔

”ایک خاص علم کی وسعت آپ حضور
علیہ السلام کو نہیں دی گئی۔ اور ابلیس لعین
کو دی گئی ہے۔“
(الشہاب الثاقب ص ۹۱ از مولوی حسین
صدر مدرس دیوبند مطبوعہ کتب خانہ
رحیمہ دیوبند)

”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان ملک
الموت کا سال دیکھ کر علم محیط زمین کا
فخر عالم کو غلاب نصوح قطیہ کے بلاد لیل
محض قیاس ناسخ سے ثابت کرنا ترک
نہیں کرے نہ ایمان کا حصہ شیطان

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

(الشباب الثاقب از مولوی
حسین احمد "مدنی" ص ۸۸)

کلمات کفر از علماء دیوبند

و ملک الموت کو یہ وصیت قرآن و حدیث
سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم (علیہ السلام) کی
وصیت علم کی کونسی نص قطعی ہے جس
سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک
ثابت کرنا ہے؟

(راہین قاطعہ ص ۱۵۸ از مولوی خلیل احمد
انبیوی)

(۴) ان اللغة العربية حاكمة
بأن معنی خاتم النبیین فی
الآیۃ هو اخذ النبیین
لا عزیز

"بے شک زبان عربی کا اہل غلبہ
ہے کہ آیت کو عربی کے اندر خاتم النبیین
کا معنی صرف آخر الانبیاء ہے۔ دوسرا
کوئی معنی نہیں۔"

(ہدایۃ المہدیین ص ۲)

اجمعت علیہ الامۃ فیکفر

مدعی خلافت و قتل ان احمر

"امت محمدیہ کا خاتم النبیین کے اس

سننے پر اجماع و اتفاق ہے۔ لہذا

عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم
ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ
انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور
آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم
پر روشن ہو گا کہ تقدیم یا تاخیر زمانی میں
بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مرح
میں وَلَکِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ
النَّبِیِّیْنَ فرما کر یہ صحیح ہو سکتا
ہے۔"

(تخذ الناس ص ۱۷۸ از مولوی محمد تقی)

نا تو توئی مطبوعہ راشد کمپنی دیوبند

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

کلمات کفر از علماء دیوبند

خاتم الانبیاء کا دوسرا معنی گھڑنے والا کا ہے۔
ہے۔ اور اصرار کر کے قتل کیا جائے۔

ہدایۃ المہدیین ص ۳۵
از مفتی محمد شفیع دیوبندی سابق مفتی مدرسہ دیوبند

۱۵) ا) جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب
نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی نا جائز
ہو گا۔ اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور
سے سنتے ہیں یہ سبب علم غیب کے
تو خود کفر ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۹)
از مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی
"یہ عقیدہ کہ آپ (ص) علیہ السلام
کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔"
فتاویٰ رشیدیہ دوم ص ۱۱

جناب حاجی امداد اللہ صاحب اکابر دیوبند
کے پیر و مرشد ہیں۔ وہ کفریہ عبارات
مثل حفظ الایمان و براہین قاطعہ کی
تائید نہیں کرتے۔ وہ فرماتے ہیں:
"لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اولیاء
کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل حق
جس طرف نظر کرتے ہیں۔ دریافت
و ادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے۔
اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیث و حضرت
عائشہ (کے معاملات) سے خبر نہ تھی
اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں۔
یہ غلط ہے۔ کیونکہ علم کے واسطے توجہ
ضروری ہے (خاتم امداد دوم ص ۱۱)

نوٹ: صلح حدیبیہ کے متعلق گستاخان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ خیرہ چشمی اور شرارہ

فتویٰ کفر از علماء دیوبند	کلمات کفر از علماء دیوبند
(۱۳) نبی کو جو حاضر و ناظر کہے۔ بلا شک شرع اس کو کافر کہے۔ جواب القرآن ص ۱۷ مولوی غلام حارث دیوبندی	رسول اللہ اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ

پشتی ہے کہ سدا شاہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اپنے سفیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انجام سے بے خبر تھے۔ اس یثی بے بنیاد اور لغو ہے کہ بیعت رضوان کے موقع پر سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا تھا کہ یہ بیعت حضرت عثمان کی طرف سے ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ قتل کی خبر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم غلط سمجھتے تھے۔ اور واقفان اسرار نبوت کو بتا رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔

علیٰ بن ابی القیس "واقعہ افک" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ۔ میں اپنے اہل کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا۔ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ "افک" منافقین کی جانب سے ایک گھناؤنی، گہری سازش تھی۔ بہتان عظیم اور افتراء پر دازی تھی۔ سکوت میں یہ راز مینہاں تھا کہ لازم کی تحقیق و تبیین سے قبل اسے کلیۃً مسترد کر دینا حکم اور امریت کے مترادف تھا۔ دوسرے نبی پاک صاحب نواک صلی اللہ علیہ وسلم عدلیہ کے تمام تعاضفے پور کرنا چاہتے تھے۔ اور واقعہ کی پوری طرح تفتیش اور حجان بین کو آزاد عدلیہ کے لئے لازم و ملزوم سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس واقعہ کی باضابطہ تحقیق و تفتیش ہوئی۔ اور تہمت تراشنے والوں پر حد قذف (۸۰ درجے) جاری کی گئی۔ اور یوں کسی پاکباز اور باعصمت خاتون پر ناپاک الزام لگانے والوں کے خلاف منرا کا اعلان قانون کی شکل اختیار کر گیا۔

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

کتاب کفر از علماء دیوبند

حاصل نہیں۔

دعویٰ الیکس ص ۱۱۱ از مولوی محمد تقی
"انزوی بانی مدرسہ دیوبند"

(۱۷) اہم اور ہمارے اکابر جنو سیدنا رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی پاپوش مبارک کی
اہانت موجب کفر سمجھتے ہیں چنانچہ
ولادت با سعادت کے متعلق کلمات
مستحقین و مستحق استعمال گزرا
(المہند ص ۱۱۱ از مولوی خلیل احمد
انبیٹوی)

"یہ ہر روز اعادہ ولادت حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کا شل منہ کے سانگ کنہیا
کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں۔
(براہمن قاطعہ ص ۱۲۸ از مولوی خلیل
احمد انبیٹوی دیوبندی)

(۱۸) کہتے ہیں کہ ان (دیوبندی) لوگوں
کے نزدیک معاذ اللہ خداوند اکرم جل
علا شانہ کاذب اور جھوٹا ہو سکتا ہے
..... یہ سب غلط ہے اور افسوس محض ہے
ہرگز ہمارے اکابر اس کے قائل نہیں
بلکہ اس کے معتقد کو کافر و نفاق کہتے
ہیں۔

(الشہاب الثاقب ص ۱۱۱ از مولوی حسین احمد
ہمدرد دیوبند)

"لا نسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور
باشد ترجمہ: ہم نہیں مانتے اللہ کا جھوٹ بولنا
یک روزی ص ۱۲۵
والا لازم آید کہ قدرت انسانی نید
از قدرت ربانی باشد
ترجمہ: اگر خدا جھوٹ نہ بول سکے تو لازم آئے
گا کہ آدمی کی قدرت اس سے بڑھ جائے
گی۔ یک روزی ص ۱۲۵"

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

(۱۹) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے (علم غیب رسول) یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارتاً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ وہ تکذیب کرتا ہے۔ نصوص قطعیہ کی اور تقصیر کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

(بسط البیان ص ۱۳۷ از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی)

کلمات کفر از علماء دیوبند

”پھر یہ کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر قبول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب کے مراد بعض غیب ہے۔ یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“
(حفظ الایمان از مولوی شمس علی تھانوی ص ۷۷)

(۲۰) علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے۔ اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایسا ہم شرک کے خالی نہیں۔“

(فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۳۷)
از مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی

”بیان بالاسے ثابت ہوا کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے۔ نہ یہاں ہو سکتی ہے۔“

(توضیح البیان علی حفظ الایمان ص ۱۳)
از مولوی رفعتی حسن درہنگی چاندپوری
حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بعباء الہی حاصل ہے۔“
(توضیح البیان علی حفظ الایمان ص ۱۳)

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

کلمات کفر از علماء دیوبند

(۳۱) یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (حضرت علیہ السلام) کو علم غیب تھا۔ صریح شرک ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم ص ۲۸)
علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے
اس لفظ کو کسی تاویل کے دوسرے
پر اطلاق کرنا ایہاں شرک سے خالی
نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۲۷)

غرض کہ لفظ عالم غیب کے معنی میں مولانا
(تھانوی) نے دو شقیں فرمائی ہیں۔ ایک
شق کو سب میں موجود مانتے ہیں۔ یہیں
کہہ رہے ہیں کہ جو علم غیب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔ وہ سب میں
موجود ہے۔ بلکہ اس معنی کو سب میں
موجود مانتے ہیں۔

(الشہاب الثاقب ص ۸۲)
حسین احمد

(۳۲) کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک
معاذ اللہ خداوند اکرم جل و علا شانہ
کاذب اور جھوٹا ہو سکتا ہے۔ اور ہو سکتا
ہے کہ خدا کے کلام میں جھوٹ ہو۔ یہ سب
غلط اور افتراء محض ہے۔ ہرگز ہمارے
اکابر اس کے قائل نہیں۔ بلکہ اس کے
معتقد کو کافر و زندقہ کہتے ہیں۔

مشہد امکان کذب کے البتہ حضرت
مولانا گنگوہی اور ان کے متبعین حسب
رائے اکابر سلف صالحین قائل تھے اور
ہیں۔

(الشہاب الثاقب ص ۸۲)
مولانا گنگوہی بعض اتباع مولانا سید اسماعیل
مشہد امکان کذب کے قائل ہوئے

نوٹ :- مذکور بالا ہر دو عبارات میں مولوی مرتضیٰ حسن اور مولوی حسین احمد
نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم غیب تسلیم کیا ہے۔

کلمات کفر از علماء دیوبند	فتویٰ کفر از علماء دیوبند
<p>ہیں۔ یہ قول محض افتراء و جہالت ہے مولانا گنگوہی نے سلف صالحین امت پر جو کلام کا اتباع کیا ہے۔</p> <p>(شہاب ثاقب ص ۸۵)</p> <p>(حسین احمد صدر دیوبند)</p>	<p>(شہاب ثاقب ص ۸۵)</p>
<p>لا نسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد</p> <p>(یک روزی ص ۱۳۵)</p> <p>یعنی ہم نہیں مانتے کہ اللہ کا جھوٹ بولنا محال ہو۔</p>	<p>(۲۳) اس (اللہ تعالیٰ) کے کسی کلام میں کذب کا شائبہ اور خلاف کا وہمہ بھی بالکل نہیں۔ جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے یا اس کے کلام میں کذب کا وہم بھی کرے، وہ کافر، ملحد، زندیق ہے اس میں ایمان کا شائبہ بھی نہیں۔</p> <p>(المہند ص ۱۹ از مولوی خلیل اللہ بھٹوی دیوبند)</p>
<p>اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔</p> <p>(تحذیر الناس از مولوی محمد قاسم نانوتوی ص ۳۲)</p>	<p>(۲۴) جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا منکر ہو اور یہ کہے کہ پ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانہ کے بعد نہیں۔ بلکہ آپ کے بعد اور کوئی نبی آسکتا ہے تو وہ کافر ہے۔</p> <p>(شہاب الثاقب ص ۷۲ از مولوی حسین احمد صدر دیوبند)</p>

فتویٰ علماء دیوبند

کلمات کھرازا علماء دیوبند

(۲۵) اس عبارت میں کس طرح تصریح
حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی
آخر الزماں ہونے کی فرما رہے ہیں۔
اور آپ کے خاتم زماں ہونے کے
منکر کو شکا فرما رہے ہیں۔

(الشہاب الثاقب ص ۳۱) از
مولوی حسین احمد صد مدرسہ دیوبند

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم
ہونا یا نبی مسمیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین
کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں
آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن
ہو گا کہ تقدیم یا تاخیر زماں میں بالذات
کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں
وَلٰكِنْ تَرٰهُمۡ سَوٰۤى لِّفُلٍ فَاخَذَهُ السَّيْفُ
فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا
ہے۔ لا لا لا

(تخذیر انکس ص ۵۷ مولوی قاسم نانوتوی مدظلہ العالی)

(۲۶) ”ہمارے یقین ہے کہ شخص جسے کہے کہ
فلاں نبی کریم علیہ السلام سے اعلیٰ ہے
وہ کافر ہے۔ اور ہمارے حضرت اس کے
کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں
کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے۔ پھر عیلا
ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کہیں
پایا جاسکتا ہے۔“

(المہذب ص ۱۳۱ از مولوی خلیل
انبیٹوی)

شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت
دعیم نقص (قرآن وحدیث) سے ثابت
ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی
نقص قطعی ہے جس سے تمام نصوص
کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا
(برائین قاطعہ ص ۵۵ از مولوی
خلیل احمد انبیٹوی)

کفریہ عبارات کی تاویلات کے تضاد میں اقرارِ کفر

علمائے دیوبند نے اپنے اکابر کی کفریہ عبارات کی آج تک جو مختلف النوع و متضاد تاویلات کی ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے یکسر مختلف و متضاد ہیں۔ بلکہ ایک کی تاویل سے دوسرے پر حکم تکفیر عائد ہوتا ہے۔ اور دوسرے کی تاویل سے ظہیر کافر قرار پاتا ہے۔ سر دست ہم بطور نمونہ صرف حفظ الایمان اور تحذیر الناس کی عبارات پر مبنی مخالفین کے ذہنی خلطشار کا نقشہ قارئین کرام کی حسیافتِ طبع کے لئے پیش کرتے ہیں۔

عبارت حفظ الایمان

”حفظ الایمان“ دیوبندی حکیم الامت جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی تصنیف ہے جس کے صفحہ ۸ پر یہ عبارت موجود ہے۔
”پھر کہ آپ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافتِ طلب یہ اس لیے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“

علماء اہل سنت کا مواخذہ

جب اس گستاخانہ عبارت پر علماء اہل سنت خصوصاً امام اہل سنت علیہم السلام فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے مواخذہ فرمایا اور حسام الحرمین میں اکابر و مشاہیر علماء عرب و عجم اور الصواریم الہندیہ میں بڑے بڑے علماء و ہند کے مشہور و ممتاز علماء و فقہاء نے فتویٰ کفر و یالوم صنف حفظ الایمان اور اس کی ذریت کے پاؤں اکڑ گئے۔ صاف اور سیدھے انداز میں توبہ کرنا مقدر میں نہ تھا لہذا اسی تاویلات ہونے لگیں عبارت کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

سب سے پہلے

تو تارنیں کرام حفظ الایمان کی محولہ بالا عبارت پر غور فرمائیں۔ اور اچھی طرح ذہن نشین فرمائیں اور سوچیں کہ تو کسی پرانے چھاپے سے عبارت کی مطابقت کر لیں۔ ہمارے پاس لاہور۔ دہلی۔ ریونیڈ سے چھپنے والے ایڈیشنوں میں بعینہ و بلفظ اسی طرح مرقوم ہے۔ جس طرح اوپر مذکور ہے۔

کتر بیونت

جب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو اپنی اس گستاخی پر سخت مواخذہ اور فتاوے کفر کا سامنا کرنا پڑا۔ تو سیدھی بات یہ تھی کہ علماء و فقہاء عرب و عجم کی تصریحات کے مطابق عبارت سے توبہ کر لی جاتی۔ اور توبہ کی اشاعت فرمادیتے۔ لیکن انہوں نے حفظ الایمان کی اس عبارت میں کتر بیونت مشروع کر دی۔ اور عبارت کا حلیہ بگاڑ کر یوں پیش کی گئی۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا

یہاں اگر بقول زید صحیح ہو تو الخ

(حفظ الایمان ص ۱ مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ دیوبند یو۔ پی۔ شائع شدہ)

نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

مذکورہ جدید عبارت میں علم غیب کی جگہ عالم الغیب کر دیا گیا اور مولوی منظور سنبھلی کے رسالہ ماہنامہ الفرقان بریلی مطابق رجب ۱۳۵۴ء میں اس ترمیم کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ مگر اس سے ہی کونسے اچھے معنی پیدا ہوتے تھے۔ زید عمرو صبی و مجنون حیوانات و بہائم کے الفاظ تو بدستور موجود تھے۔ لہذا عوام و خواص مطمئن نہ ہو سکے۔ نہ ہی کفری معنی بدلے۔ لہذا بعد میں کسی مولوی معین صاحب کی وساطت سے اپنے حیدر آباد دکن کے عامہ مخلصین کی اپیل پر رسالہ تغیر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان میں مؤخر الذکر جملہ کی یوں گت بنائی۔

لہذا قبولاً للمشورہ اس کو لفظ اگر کے بعد سے عالم الغیب کہا جاوے
تک اس طرح بدلتا ہوں۔ اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو
..... اس طرح پڑھا جاوے۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو
اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے۔ مطلق بعض علوم
غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں۔ الخ

(امشرف علی تھانوی ۸ صفر ۱۳۵۴ء وقت الضحیٰ فقط)

قارئین کے نام سے انصاف کے نام پر اپیل ہے۔ اگر حفظ الایمان
کی عبارت نے الواقع کفریہ نہیں تھی۔ اور اس میں کوئی گستاخی نہ تھی۔ تو ترمیم
در ترمیم اور کتر بیونت کی کیا ضرورت تھی؟

ثابت ہوا کہ عبارت نے الواقع گستاخانہ اور کفریہ تھی جس سے غیر مشروط
توبہ لازمی تھی۔ مگر توبہ متعذر میں نہ تھی۔ لہذا کتر بیونت کی نوبت آئی۔ لیکن کتر بیونت
سے کفر زائل نہیں ہوتا۔ کھلم کھلا توبہ چاہیے تھی۔

عبارت "حفظ الایمان" پر علماء دیوبند کی خانہ جنگی

عبارت "حفظ الایمان" کی علماء و مناظرین دیوبند نے مختلف النوع و متضاد تاویلات کی ہیں۔ چند تاویلات کا تعاد ملاحظہ ہو۔
مولوی مرتضیٰ حسن درہنگی چاند پوری

کہتے ہیں۔

"واضح ہو کہ (حفظ الایمان میں) ایسا کالفظ فقط مانند اورشل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں۔ جو اس جگہ متعین ہیں۔"

(توضیح البیان نے حفظ الایمان ص ۸ مطبع قاسمی دیوبند)
"عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر اور اتنا ہے۔ پھر تشبیہ کیسی؟ (توضیح البیان)

گویا ایسا اگر تشبیہ کے معنی میں ہوتا تو قابل اعتراض اور کفر تھا۔ لیکن اتنا اور اس قدر میں کوئی اعتراض کی بات نہیں۔

مولوی حسین احمد صد دیوبند

اب مولوی حسین احمد صاحب صدر المدرسین مدرسہ دیوبند کی سنئے۔ وہ کہتے ہیں۔

مفسر مولانا (تھانوی) عبارت میں ایسا فرماتا ہے۔ لفظ اتنا نہیں

فراہ ہے۔ اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اور چیزوں کے برابر کر دیا۔۔۔۔۔
 ... اس سے بھی اگر قطع نظر کریں۔ تو لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے۔
 (الشہاب الثاقب ص ۱۲)

صدر دیوبند کے اس قول سے ثابت ہوا کہ عبارت حفظ الایمان میں لفظ
 ایسا تشبیہ کے لئے ہے۔ اور اگر ایسا، اتنا یا اس قدر کے معنی میں ہوتا تو قیامت
 کتنی۔ اور اس کو تو بین رسالت اور کفر قرار دیا جاسکتا تھا۔

ما حاصل

مولوی مرتضیٰ حسن درہنگی چاندپوری اور مولوی حسین احمد نانڈوی کی تاویلات
 کا خلاصہ اور ما حاصل یہ ہے کہ درہنگی صاحب کے بقول اگر ایسا تشبیہ کے معنی
 میں ہوتا تو کفر تھا جس سے تشبیہ کا اقرار کرنے والے مولوی حسین احمد صاحب
 کافر قرار پائے۔ اور بقول صدر دیوبند لفظ ایسا اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہوتا
 تو کفر ہوتا نہیں تاویل سے بقول مولوی حسین احمد صاحب مولوی مرتضیٰ حسن درہنگی
 ایسا کا اتنا اور اس قدر معنی کر کے کافر قرار پائے۔

مولوی منظور بھلی اور حسین احمد نانڈوی کا معرکہ

اے ابھی ”الشہاب الثاقب“ کے حوالے سے پڑھ چکے ہیں کہ مولوی حسین احمد
 صدر دیوبند کے نزدیک لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہے۔ لیکن اس کے برعکس
 سلطان المناظرین دیوبند یہ مولوی منظور بھلی مدیر الفرقان لکھنؤ اس کے برعکس
 کچھ اور ہی کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

”حفظ الایمان کی عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔“

بلکہ وہ یہاں بدولت شبیہ کے اتنا کہ معنی میں ہے۔
 (فتح بریلی کا دلکش نظارہ ص ۳۲)
 حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے
 (اصل ۳)

اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب
 بیان کر رہے ہیں۔ جب تو ہمارے نزدیک بھی موجب کفر ہے۔
 (ص ۳۵)

نوٹ :- یہ کتابچہ بریلی شریف کے اس عظیم الشان تاریخی مناظرہ کی دیوبندی دُعا
 ہے۔ جو سلطان العلوم، امام المناظرین، محدث اعظم، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا
 محمد سردار احمد صاحب بانی جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف، و فیصل آباد اور مولوی
 منظور سنبھلی مدیر الفرقان لکھنؤ کے درمیان حفظ الایمان کی عبارت پر ہوا تھا۔ سید
 محدث اعظم حضرت علامہ محمد سردار احمد صاحب قبلہ قدس سرہ کا فرمانا تھا کہ لفظ ایسا
 تشبیہ کے لئے ہے۔ مولوی منظور نے کہا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ لفظ ایسا
 اتنا کہ معنی میں ہے۔ اور یہ کہ اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی
 سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں۔ تو ہمارے نزدیک بھی کفر ہے۔ گویا کہ
 ایسا کو تشبیہ کے طور پر استعمال کرنا مولوی منظور سنبھلی کے نزدیک کفر ہے
 اور مولوی حسین احمد صاحب صدر دیوبند بر ملا کہہ رہے ہیں کہ لفظ ایسا تو کلمہ
 تشبیہ کا ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۰۲) ثابت ہوا کہ دیوبندی سلطان
 المناظرین مولوی منظور سنبھلی کے فتوے کے مطابق مولوی حسین احمد
 صدر دیوبند کا فرہیں۔

کافر ہوئے جو آپ تو میرا قصور کیا
 جو کچھ کیا وہ تم نے کیا بے خطا ہوں میں

عبارت تحذیر الناس

تحذیر الناس بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کتاب ہے اس کے دیوبند اور انارکلی لاہور سے چھپنے والے دو پراسے ایڈیشنوں میں صحت پر یوں ہے۔

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے۔ اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدیم یا تاخیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں وَلَکُمْ رَسُولٌ مِّنْ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٰتِ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

اور صحت پر یوں ہے۔

اگر بالغرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

تحذیر الناس کی یہ وہ عبارات ہیں جن کے رد میں علماء برصغیر نے بکثرت کتب تحریر فرمائیں۔ ان عبارات پر بھی علماء عرب و عجم نے حکم کفر صادر فرمایا۔ دیکھو حمام الحرمین و الصوارم الہندیہ وغیرہ

اعتراض حقیقت

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں: جس وقت سے مولانا (قاسم نانوتوی) نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا (نانوتوی) کے ساتھ موافقت نہیں کی۔ پھر

مولانا عبدالحی صاحب کے:

(الافاضات الیومیہ جلد چہارم ص ۵۸۰ زیر محفوظ ۹۲۷)

ہندوستان بھر کے علما کی عدم موافقت کے بعد چاہئے تو یہ تھا کہ نانوتوی صاحب اپنی زندگی میں اپنا توبہ نامہ چھاپ دیتے۔ یا پھر اکابر و مشاہیر علماء عربیہ عجم کا فتویٰ بصورت حاکم الحرمین سامنے آنے کے بعد عبارات تحذیر الناس کی تاویلات نہ کی جاتیں مگر اب کسیک طرف تو مذموم تاویل کی جارہی ہے۔ اور دوسری طرف اب مکتبہ راشد کمپنی دیوبند کی طرف سے شائع ہونے والے تحذیر الناس کے نئے ایڈیشن میں مؤخر الذکر ص ۲۸ کی عبارت کو بدل کر کھلم کھلا تحریف کا ارتکاب کیا گیا ہے ملاحظہ ہو:

تحذیر الناس میں تحریف

تحذیر الناس ص ۲۸ کی پرانی اصل عبارت قدیم ایڈیشنوں میں یوں ہے۔

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔
(تحذیر الناس ص ۲۸)

لیکن اس عبارت سے توبہ و رجوع کی بجائے دیوبندیوں نے یہ نیا جھرو چلایا کہ اصل عبارت کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ ملاحظہ ہو نئی عبارت یہ ہے۔
”اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا۔“

(تحذیر الناس ص ۲۸ شائع کردہ مکتبہ راشد کمپنی دیوبند یو۔ پی)

عبارت میں نبی پیدا ہو کی جگہ نبی فرض کیا جاٹے کر دیا۔

اس کا رستانی سے ثابت ہوا کہ یہ عبارت خود علما نے دیوبند کے نزدیک بھی کفر ہے لیکن وہ اپنے بانی مذہب کی تکفیر نہیں کرنا چاہتے۔ اس لیے عبارت میں تحریف کر ڈالی۔ اور ممکن ہے ابھی آئندہ ایڈیشنوں میں مزید تحریف ہو۔ حفظ الایمان و تحذیر الناس کی ان تحریفات سے ثابت ہوا کہ ان کتب کی اصل عبارات خود اپنی دیوبند کے نزدیک بھی

قابل اعتراض اور متعین شان رسالت و انکار ختم نبوت پر مبنی ہیں۔ مگر چونکہ اپنے میں اس لیے تنگیز کے حکم شرعی سے احتراز کیا جاتا ہے۔ مگر بغیر توبہ و تجدید ایمان محض تحریم سے تو عذر ان کی ذات بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔

تضادات

ہمیں اختصار مانع ہے۔ ورنہ محفظ الایمان کی عبارت کی طرح تحذیر الناس کی اس عبارت کی بھی مختلف النوع و متضاد تاویلات کو مفصل بیان کیا جاتا۔ قارئین کرام و منصف مزاج اہل علم چاہیں تو سیف یلانی، مناظرہ اوری کی دیوبندی داستان، چراغ صحت عبارات اکابر، الشہاب الثاقب، المہندس کے اس عبارت پر دیوبندی تضادات کا اظہار کر سکتے ہیں۔

لرہ خیر انکشاف سلسلہ خیر ہماکہ

ایک طرف تو آج کل بعض علماء دیوبند عبارات تحذیر الناس کی لایعنی دے معنی تاویلات کر کے اس کو عین اسلام و عین ایمان قرار دینے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ دوسری طرف دیوبندی حکیم الامت تھانوی صاحب نے یہ انکشاف کیا ہے کہ تحذیر الناس کے کفر سے مولانا نانوتوی کلمہ پڑھ کر دوبارہ مسلمان ہو گئے تھے۔ تھانوی صاحب ہی کی زبانی سینے لکھتے ہیں۔ تحذیر الناس کی وجہ سے جب مولانا نانوتوی پرفتن ہو گئے تو جواب نہیں دیا بلکہ یہ فرمایا کہ کافر سے مسلمان ہونے کا طریقہ بڑوں سے یہ سنا ہے کہ کلمہ پڑھنے سے کوئی مسلمان ہو جاتا ہے۔ تو میں کلمہ پڑھا ہوں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ (الانافات الیومیہ جلد ۴ ص ۲۹۳ زیر ملاحظہ ص ۲۵۷)

اب جو لوگ اس عبارت کی تاویل میں دن رات ایکسکے ہوئے ہیں۔ وہ گویا کفر کی حمایت و تاویل کر رہے ہیں۔

مولوی محمد حسن نانوتوی کی توبہ

یہ صاحب بھی اکابر دیوبند میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ یہ صاحب بھی تحذیر الناس کی عبارت سے تحریری توبہ کر چکے ہیں۔ ان کی کہانی ان کی اپنی زبان سے سنئے۔ فرماتے ہیں۔

مولوی نقی علی خاں (والد ماجد علیہ الرحمۃ فاضل بریلوی قدس سرہ) نے لڑپن عباس کی صحت سلیم کرنے کی وجہ سے مولانا محمد حسن نانوتوی کی تکفیر کی۔ مولانا محمد حسن نے آخر میں مولوی نقی علی خاں کے ایک صاحبی رحمت حسین کو یہ لکھا: جناب مخدوم و مکرم ہندو دامت برکاتہم پس از سلام مسنون التماس ہے۔ مگر مولوی نقی علی خاں صاحب نے برلہ مسافر نوازی غلطی تو ثابت نہ کی۔ اور نہ مجھ کو اس کی اطلاع دی۔ بلکہ مول ہی کفر کا حکم شائع فرمادیا۔ اور تمام بریلی میں لوگ اس طرح کہتے پھرے خیر میں نے خدا کے حوالے کیا۔ اگر اس تحریر سے میں عند اللہ کافر ہوں تو توبہ کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ قبول کرے۔ زیادہ نیاز (عاصی محمد حسن علی عدم) کتاب مولانا محمد حسن نانوتوی ص ۵۸ بحوالہ تنبیہ الجہال ص ۱۱۱

نوٹ:۔ اس کتاب کا تعارف سنی تحریک شیعہ دیوبند کی جانب سے تحریر کیا ہے۔ جو کتاب کی صحت اور اس کے مستبر سے کی دلیل ہے

دراۓ تکفیر فیصلہ کن بیان

اگر مولانا احمد رضا خان صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند (مولوی قاسم نانوتوی مولوی رشید گیلوی مولوی غلام غنی گیلوی مولوی شمس علی تھانوی) واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو فنا نصیحت پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔

داشت العذاب^{۱۳} از مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی چاند پوری ناظم تعلیمات مدرسہ دیوبند

اس واضح اعتراف کے بعد تکفیر کا شرعی حکم واضح کرنے والے خدا ترس علماء کے خلاف معاندانہ رایگانہ حکم ہونا چاہیے۔ کیونکہ جن توہین آمیز گستاخانہ عبارات کو علماء اہل سنت کفر قرار دیتے ہیں۔ ان کو مستضاد مودودی کے نتیجہ میں، عدم واقفیت سے خبری کے عالم میں الغرض کسی نہ کسی طرح ان عبارات کو وہ خود بھی کفر سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے مفصل بحوالہ کتب اکابر دیوبند ثابت کیا ہے۔ اور تمام حوالہ جات اکابر دیوبند کی اپنی معتبر و مستند کتب سے نقل کیے ہیں۔ مولانا عزوجل ضد عداوت سے بچا دے اور قبول حق کی توفیق رفیق فرمائے آمین

مرثیہ گوہی

علمائے دیوبند کی نظر میں

ترجیہ

حکیم اللہ بخش الصاری اسد نظامی

پیش لفظ

۱۔ اُبھارے پاؤں یا رگزار لب و لہز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

دیوبندی حضرات کی یہ زیادتی ہے کہ وہ دوسروں کے خلاف تو شرک و بدعت کا لٹہ لیے پھرتے ہیں
لیکن انہیں اپنی آنکھ کا شبیر نظر نہیں آتا، اگر کوئی ان کی غلطیوں کی نشاندہی بھی کرے تو وہ اپنی کبھی غلطی
تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے اور اُن اپنے مخلص نامہ کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

لطف باہتے لطف یہ ہے کہ جس غلطی جبے ادبی کو ریوہ دانستہ کبھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے
اگر وہی چیز ان کی کتابوں اور پیشواؤں کے نام و اظہار کے بغیر ان کے مقتبوں سے دریافت کی جائے تو پھر کئی
تحریر مخالفت تصور کر کے محبت توڑے رحید کرتے ہیں۔ ایسا تماشا اگر چہ ان کے ہاں بار بار ہو چکا ہے مگر ہم
ان کے ایک تازہ تماشا سے آپ کو روشناس کرانا چاہتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔

دیوبندی مکتبہ فکر کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی کے فوت ہو جانے کے بعد دیوبند کے شیخ الہند
مولوی محمود الحسن نے ان کا مرتبہ لکھا جو بار بار شائع ہو چکا ہے اس مرتبہ میں مولوی محمود الحسن نے ایک
طرف توحید بھر کر شانِ رسالت و مقامِ نبوت کی توصیف و تمغیں کی اور دوسری طرف مولوی رشید احمد
گنگوہی کی منقبت میں ایسی ایسی باتیں لکھیں جسے دیوبندی حضرات شرک و بدعت اور حرام
نا جائز وغیرہ گردانتے ہیں۔

چنانچہ مرتبہ گنگوہی کے بعض ایسے اسرار کے متعلق جب دیوبندی مقتبوں سے بغیر اظہار نام کے

استفسار کیا گیا تو انہوں نے اشعار پر بحث گرفت کی۔ حلال کر اگر رشیدیہ کا نام لے کر ان سے دریافت کیا جاتا تو ان کا قلم کسی حرکت میں نہ آتا اور اب بھی ہم لکھ دیتے ہیں کہ دیوبندی مفتیوں کے فتوے کے باوجود اب بھی دیوبندی اپنے اسابرک غلطی و بے ادبی کو تسلیم نہیں کریں گے اور ادا و اقیقت میں جن مفتیوں نے فتوے لکھ دیے ہیں وہ بھی کسی اس غلطی کو غلطی ماننے کے لیے آمادہ نہیں ہوں گے۔

مرثیہ کا حکم : قبل اس کے کہ ہم مرثیہ دیوبند کے متعلق علماء دیوبند کے فتاویٰ کا انکشاف کریں ہم پہلے منزل میں خود مرثیہ کے متعلق دیوبندی تضاد بیان کرنا چاہتے ہیں۔ مرثیہ کے متعلق خود مولوی رشید احمد گندوری کا فتوہ ہے۔ نمبر ۱۲ مرثیہ خراں فاضل ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۳۹) نمبر ۲ شہیدانِ کربلا کا مرثیہ جلا دینا یا زمین میں دفن کرنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۲۷ مطبوعہ کراچی) رسالہ حاتم الاولین جو کہ تقویۃ الایمان کے ساتھ کتب خانہ فاروقی بیرون بریٹریٹ لندن سے شائع ہو چکا اس کے صفحہ نمبر ۱ پر لکھا ہے کہ مرثیہ کہنا مجوسیوں کا شعار ہے۔

یہ ہے دیوبندی تحقیق و دیانت کہ دوسروں کے یہ شہیدانِ کربلا رضی اللہ عنہم کا مرثیہ بھی جلا دینا یا دفن کرنا ضروری اور مجوسیوں کا شعار اور اپنے مولانا اس دنیا سے رخصت ہوں تو ان کے مرثیہ کی باقاعدہ تصنیف و اشاعت صبرِ روا۔

اسد نظامی

اب آئیے مثنوی گنگوہی کے متعلق علمائے دیوبند کے قافلے کی طرف مثنوی گنگوہی کے ایک شعر میں مولوی محمد دامن نے رشید احمد گنگوہی کے متعلق لکھا ہے :

① حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یا رب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

(مثنوی گنگوہی، مطبوعہ مکتب خانہ اوزار دیوبند)

اس شعر میں کشید احمد گنگوہی کو روحانی و جسمانی حاجت روا قرار دیا گیا ہے چنانچہ جب اس شعر کے متعلق مثنویان دیوبند سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے حسب ذیل جواب دیا۔

جامعہ اشرفیہ لاہور : اس کے مفتی جمیل احمد تھانوی لکھتے ہیں :-

قبلہ حاجات روحانی و جسمانی کے یہ معنی ہوں کہ وہ خود بخود بلا حق تعالیٰ کی منظوری و اجازت کے حاجات پوری کرنے والے ہیں تو یہ شرک ہے کفر ہے اس سے توبہ فرض ہے اور اگر یہ معنی ہوں کہ وہ دعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ سب حوائج پوری کر دیں گے درجہ حاصل ہے تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہاں ثابت اوروں کے یہاں نہیں۔ شعریوں پڑھیے۔

حوائج دین و دنیا کے فقط اللہ سے لیں گے

وہی ہے قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

فقط جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور ۱۱ شوال ۱۳۹۳ھ

تعلیم القرآن راولپنڈی

کے مفتی عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں :-

عاجت رہا خواہ حاجات دنیوی ہوں یا اخروی ہوں صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی نہیں ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو حقیقاً حاجت روا بھیجے جو حکم قرآن حکیم مشرک ہے چنانچہ ارشاد ہے
ومن الناس من يتخذ من دین الله انذاراً یحیرونہم کذب الله الی الخد
الایات هذا والله تعالیٰ اعلم بالصواب -

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن ماجو بازار راولپنڈی ۸ شعبان ۱۳۹۳ھ

تاسم العلوم فقیر والی (مہاول نگر)

کے مفتی عبداللطیف صاحب لکھتے ہیں :

کدام قسم کے موبہم شرک اشعار سے احتراز کرنا چاہیے تاکہ عوام الناس کے عقائد خراب نہ ہوں
لیکن چونکہ اس میں ایسی توحیات ہو سکتی ہیں کفر نہیں ہیں ہواصلے اس کے پڑھنے یا نظم کرنے والے
پر فتوے کفر نہیں لگایا جاسکتا۔ احقر عبداللطیف مفتی مدرسہ عربیہ تاسم العلوم فقیر والی ۲۳ شوال ۱۳۹۳ھ

نعمانیہ پشاور

کے مفتی روح اللہ لکھتے ہیں کہ : اگر شاعر کا یہی عقیدہ ہو کہ بالذات روحانی و جسمانی حاجات پورا
کرنے والا ہے اعازنا اللہ تو شرک کا خون ہے اور اگر مجازاً بھی کہے تو بعض احتیاط کے خلاف ہے
وہ الفاظ جو مہمات شرک ہوتے ہیں اس سے اجتناب ضروری ہے ہمارے علمائے دیوبند لفظ

چنانچہ علم اسلام کے مسلم اصول ہیں۔

قبلہ بھی محاسن خطاب سے نہیں ٹھہراتے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب
روح اللہ دارالعلوم نیا نیہ آلمان زلیٰ تحصیل چارسدہ پشاور ۱۲ ر ۱۱ ۱۳۹۳ھ

مدسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ : کے مفتی محمد خلیل لکھتے ہیں :-

بظاہر اس شعر کا مطلب غلط ہے اس کو نہیں پڑھا چاہیے۔
محمد خلیل مدسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ ۱۲ ر ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ

مدسہ اسم العلوم طتان : کے مفتی محمد انور لکھتے ہیں :-

اس قسم کی مبالغہ آمیزی کرنا جو بظاہر حد و حد شرعیہ سے تجاوز نہ ہے درست نہیں بدلیل لا تطرو
فی الحدیث بتاویل ایسے کلمات کا مطلب اگرچہ درست بیان کیا جاسکتا ہے لیکن عام مخلوق
میں اس قسم کے اشعار کہنا درست نہیں احتراز لازم ہے۔

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدسہ قاسم العلوم طتان ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح مطبوعہ عفا اللہ عنہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

مرثیہ گنگوہی کے ایک شعر کے جواب میں چھ دیوبندی مفتیوں کا فتوے قارئین کے پیش نظر
ہے جن کے مطابق مرثیہ گنگوہی کا مذکورہ شعر تبدیل کا مستحق ہے شرک ہے کفر ہے موہم شرک ہے اور
عوام الناس کے عقائد کی خرابی کا ذریعہ ہے حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہے اور پڑھنے کے قابل نہیں،
مفتیان دیوبند کے بقول یہ شعر کسی طرح بھی قابل قبول نہیں۔ مفتی جمیل احمد تھانوی نے شعر میں عملاً ترمیم
کے صاف کلمہ دیا ہے کہ فقط اللہ ہی قبلہ حاجات روحانی و جسمانی ہے مگر اس کے باوجود یہ شعر
ابھی تک مرثیہ گنگوہی میں چھپ رہا ہے۔

(۲)

ہے زبان پر اہل ہوا کی ہے کیوں اُعلیٰ و ہبل شاید
اُٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی !

(مرثیہ گلشنی ص ۷۷ صفت مودنا محمد الحسن دیوبندی)

اس شعر میں مولوی رشید احمد گلشنوی کو بانی اسلام کا مان کیا گیا ہے بانی اسلام سے مراد اللہ تعالیٰ ہو گا یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، لہذا مولوی رشید احمد صاحب گلشنوی (معاذ اللہ تعالیٰ کے ثانی ہوئے یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہے کہ یہ گنتی اول شمار کا موقع نہیں اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ مولوی محمد الحسن صاحب نے مولوی رشید احمد گلشنوی کو اللہ تعالیٰ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل قرار دینے کر خدا اور رسول کی شان میں توہین کی۔ جب دیوبندی مکتبہ فکر کے مفتی صاحبان سے اس شعر کے متعلق پرچا گیا تو انہوں نے حسب ذیل جواب دیا :-

وآراء العلوم خفیہ عثمانیہ راولپنڈی، کے مفتی محمد امین صاحب کہتے ہیں :-

شعر کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالشُّرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ الآية شعراء میں قہم کی جگہ تکلیفات میں کستے ہیں جس سے مراتب کا لحاظ نہ رکھتے ہیں۔ بانی اسلام صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کسی اور کے متعلق اس قسم کی بات کہنا سراسر شرعیت کے خلاف ہے۔ احرار قادی محمد امین عفا اللہ عنہ، مدرس دارالعلوم خفیہ عثمانیہ محلہ درگشاہی راولپنڈی حکم ذیل ۱۳۹۷ھ

دارالعلوم اسلامیہ سوات کے مفتی محمد ادریس کہتے ہیں :- کہ

اس شعر سے صاحب مزار کو صفات نبوی ثابت کرنا ہر مٹی کی صفت رسالت بھی، کو یہ قول کفر

ہے کیوں کہ قرآن میں خاتم النبیین آپ کی صفت موجود ہے پس دوسرے نبی کا دعویٰ کرنے کا نام قطعی ہے مخالف ہے۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکد ولكن رسول الله وخاتم النبیین اور اگر مراد جمیع صفات کمالیہ محمدیہ میں حوائج نبوت کے ہے تو یہ قول فقہ ائمہ مخالف اہل سنت والجماعت ہے۔ اور اگر مخالفت محدث ظاہری میں یا اور ایک صفت خاصہ غیر النبوة و لوازمہا ہے تو یہ امر شریعتاً مستبعد نہیں مگر یہ امر محتاج اثبات طلب ہے بغیر تحقیق کے یہ دعویٰ بھی جائز نہیں، ہاں محدث ثانی ثالث میں اگر مقام درج ہو تو کوئی حرج نہیں مگر خلاف اول ہے بے ادبی ہے۔
 فسق و فحور کی وجہ سے۔ الجواب صحیح محمد ابراہیم صدر دارالعلوم اسلامیہ چارباغ
 الجواب صحیح محمد سرخان غفرلہ مدرسہ اسلامیہ چارباغ صوات ۳۴-۱۶-۶
 بذالجواب صحیح غفرلہ نائیب صدر

(۳)

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
 عبیدہ صود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

(درخیر غفرلہ ص ۵۸)

اس شعر کے متعلق علمائے دیوبند کا فتوے ملاحظہ ہو۔

مدرسہ منظر العلوم کراچی کے مفتی محمد اسماعیل صاحب کہتے ہیں کہ۔۔

اس قسم کے اشعار کو شریعت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے اور اس قسم کے اشعار کی وجہ سے
 ہی شریعت نے شعراء کو گمراہ کیا ہے کہ وہ خیالات کی وادیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور گمراہی میں
 پڑے ہوئے ہیں۔ دیکھئے سورہ شعراء کا آخری رکوع پارہ ۱۹ شریعت کے نظر میں شعر ہی درست

ہے جس سے دین کی خدمت ہو اور موافقت ہو اور باقی جو وہی تباہی اشعار میں ان کی شریعت میں
مخت نہ مت ہے یہ شعر بھی انہیں اشعار میں شامل کر لیں جو شریعت کو ناپسند ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب محمد اسماعیل غفرلہ مدرسہ عربیہ منظر العلوم محلہ کٹہہ کراچی پاکستان ۳۱ اویقعدہ ۱۳۹۴ھ
ناظرین ہی انصاف فرمائیں کہ بقول حضرات دیوبند ہم سنیوں نے انہیں بدنام کیا، یا کہ خود ان کے آوازی
قلم نے انہیں تباہ کیا۔ کہنے والے نے کتنے پتے کی بات کہی ہے

آپ کہتے ہیں کیا ہم کو غسیدوں نے تباہ
بندہ پروردہ کہیں اپنوں کا ہی کام نہ ہو

(۴)

۷ خزانہ کامریہ و مربی تھے خدائی کے
مرے مولا مرے ادی تھے بے شک شیخ ربانی
(مرثیہ گلگم ہی مٹ)

مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے مفتی عبدالرشید صاحب کہتے ہیں کہ:-

یہاں اس بزرگ پر مربی کا اطلاق بمعنی تعلیم ظاہر یا باطن ہر دو کے ہے فلہذا بصورت
مراد اس کے کوئی خاص بڑی حاج نہیں ہے البتہ ایہام کے مکروہ تنزیہ کے درجہ میں ہے۔ بر ملا
عوام میں ایسے موسم الفاظ سے احتراز مناسب ہو تب ہے اگر عقیدہ فاسد ہو اور غلط معنی میں اس کو
استعمال کیا جائے تو جائز نہ ہوگا۔ خدا را شہ قلم نے اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار اور راولپنڈی ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ

(۵)

۷۔ جدھر کو آپ مائل تھے اُدھر ہی حق بھی دائر تھا
میرے قدم میرے کبستے حقانی سے حقانی

(درخشاں لکھنؤی ص ۵)

دارالعلوم سرحد شہادہ کے مفتی عبداللیف صاحب کہتے ہیں کہ :-

انہ دوئے شریعت جائز نہیں کیوں کہ جو تاویل ممکن ہے وہ مراد شاعر نہیں اور جو مراد شاعر
سے ہے وہ جائز نہیں، زیادہ سے زیادہ جو تاویل ممکن ہو سکتا ہے وہ وہ ہے جو کہ شرع عقائد ص ۲۵ پر
لکھا ہے و تحقیقہ ان صرف الصبد قد رتبہ دارادقہ ان الفص کب وایضا و اللہ
تعالیٰ عقیب ذلک حدیث میں کعب عبد مقدم ہے ایما و رب پر یا ایما و رب بعد کعب عبد ہے
لیکن یہ معنی مراد شاعر نہیں کیوں کہ اس معنی کے لحاظ سے صاحب قبر کی غفلت ثابت نہیں ہوتی یہ معاملہ
تو ہر عبد کے ساتھ ہے شاعر کا مطلب صاحب قبر کی غفلت ہے۔ جیسا نصف اخیر (میرے قدم میرے کبستے) میں
اس وال ہے تو غفلت تو یہ ہے کہ الیا زبانشہ حضرت حق تابع ہے اُد صاحب قبر مقبول اعانہ اللہ منہ
اور اللہ بپا شہ، آخر صاحب قبر غیر تو نہیں کہ معلوم ہوا کہ کسی ترکوں گناہ کر لیا ہو گا تو گناہ کی صورت
میں یہ کیا ہو گا۔ ۷۔ جدھر کو آپ مائل تھے اُدھر ہی حق بھی دائر تھا
اُد قطع نظر معیار شریعہ سے ویسا ہی یہ کلام ردی اُد ماقطہ اعتبار ہے کیوں کہ آخر کلام معانی
ہے اُدل کلام سے نصف اول سے معلوم ہوتا ہے کہ الیا زبانشہ صاحب قبر مقبول ہے اور
حق تابع، اُد نصف اخیر سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب قبر تابع حق ہے کیوں کہ کہتا ہے
میرے قدم میرے کبستے حقانی سے حقانی

کہا جاتا ہے رجل حقانی یا رجل ربانی، یعنی تابع حق یا تابع رب، غلامِ رب ہے کہ شعر مذکور کا کہنا از
روئے شعر منوع ہے اس سے تاثر ہونا چاہیے۔ نقطہ

مفتی دارالعلوم عبداللطیف عفا اللہ عنہ ۲۳ ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ محمد الیوب بنوری غفرلہ
ہمارا جہاں تک خیال ہے کہ مولوی محمد الحسن صاحب مددس دارالعلوم دیوبند اس شعر کے متعلق
توبہ کی بغیر ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے کیوں کہ ابھی تک توبہ نامہ شائع نہیں ہوا اور نہ ہی اس شعر
کو مرثیہ سے نکالا گیا ہے۔

کچھ نہ صیاد کا شکوہ نہ چلیں کا جگہ
اپنے ہاتھوں سے جلایا ہے نشیمن اپنا

پچھلے جاڑ نازکس کیوں کر شمع روشن کو
تھی اس نورِ مبسم کے کفن میں وہی مسیانی

(مرثیہ لکھنوی ص ۱۱)

مرآۃ احیاء العلوم مظہر گزہ کے مفتی محمد حسن صاحب اس شعر کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

یہ شعراء کا تخیل ہوتا ہے درست یا نہ درست کل پرواہ نہیں کرتے و الشعر لو یتبہد
النساؤن اگر شعراء کا خیال عربانی سے مشکاپن ہے کہ باوجود کفن کے بھی دُھنکا ہے تو یہ بھی دلی کی توہین
ہے مالاں کہ کفن ستر کے بے شرمیت بنے مقرر کیا ہے اگر اس کا تخیل یہ ہے کہ صاحبِ قبر ایسے
نورِ مبسم تھے کہ باوجود کفن کے بھی اس میں نورانی تھی تب بھی توہین ہے اگر سرے سے صاحبِ
قبر کو بنی نوع انسان سے نکال کر کوئی اور مخلوق میں شامل کر لے ہے مثلاً ملک جن و نہر تو یہ بھی مرام

جھوٹ ہے اُسی بھی دل کی توہین ہے کیوں کہ ساری مخلوق سے انسان برتر ہے ولقد کرّمنا بنی آدم
 یہ تو انسان بھی نہیں مانتا، بہر حال جو تخیل بھی لیا جائے بندہ کی جگہ میں تو صاحبِ قبر کی توہین ہے اور
 بے ادبی ہے باقی یہاں نور سے مراد نورِ ولایت لیا جائے تو پھر عریانی کا مطلب نہیں بنایا کہ نور سے
 مراد بیل منہ لیا جائے تو پھر شاعر کا تخیل نہیں ہے کیوں کہ وہ ممدوح کی صریح میں نور مجسم کا لفظ استعمال
 اس کا جہم مراد لیا ہے، کہ جہم اس کا نور ہے بہر حال شروع شریف میں ایسا شعر جو کہ اصل کے خلاف ہو
 کہنا گناہ ہے اُدبِ ادبی ہے۔ کتبہ محمد حسن غفرلہ مدس مدصر عربیہ احیاء العلوم عید گاہ مظفر گڑھ

منشی حمید احمد بخاری ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کے منشی محمد عینی صاحب کہتے ہیں کہ علامہ محمود آؤسی نے

صحفہ نسا کی آیت تقدس اللہ علی المؤمنین ازلیث قیوم رسولامن انفسہم کی تفسیر کرتے ہوئے
 روح المعانی میں لکھا ہے کہ شیخ ولی الیقین سے پوچھا گیا کہ آپ کے بشر ہونے کا عقیدہ اور آپ کے
 عربی ہونے کا علم ایمان کے لیے شرط ہے۔ اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
 قائم النبیین مانتا ہوں لیکن میں یہ نہیں مانتا کہ آپ بشر ہیں یا فرشتے عربی ہیں تو ایسے شخص کے کفر میں
 شک نہیں اس نے قرآن کو جھٹلایا اور اجماعی قطعی عقیدہ کا انکار کیا اس میں کسی کا اختلاف نہیں اگر
 ایک غبی ان پڑھ اس بات کو نہیں مانتا ہو تو اس کو سمجھانا واجب ہے اگر اس کے بعد بھی نہ مانے تو
 پھر اس پر کفر کا حکم صادر کریں گے۔ اس شعر میں اگر بشریت کا انکار ہے جیسے کہ بظاہر معلوم ہوتا
 ہے تو آپ کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے اور بشریت کے انکار سے کفر صریح لازم
 آتا ہے۔

اور اگر صفحاتِ نورانی مراد ہیں تو بھی شبہ کفر کی وجہ سے ایسا شعر کہنا حرام

ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم محمد بنی مہدی عنہ مدسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

(۷)

شہید و صالح و متقی ہیں حضرت باذن اللہ
حیات شہین کا منکر ہو جو ہے اسکی نادانی

(رشید لکھری ص ۱۱)

تعلیم القرآن راولپنڈی کے مفتی عبدالرشید صاحب اسی شعر کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ

الفاظ نہ کہہ ظاہر اپنے کا تو سے قابل اعتراض نہیں کیوں کہ الفاظ نہ کو نہ میں سے زیادہ الفاظ
بدون تاویل صادق نہیں ہیں اور ایہام خلاف مقصود کا ان میں موجود ہے نیز اطراد ان الفاظ ہے۔
فلہذا یہ شک نہیں ہے۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بانادر راولپنڈی ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

(۸)

وفات سرور عالم کا نقشہ آپ کی رحلت
تمی بستی گزیر بستی محبوب سبحانی

لے ہم نے صرف یہ شعر کہہ کر بھی تھا کہ یہ شعر اندسے شریعت کیجیگا ہے تو مفتی صاحب نے کہا کہ یہ شعر حضرت زین الدین علیہ السلام
کے متعلق ہے۔ تب انہوں نے یہ فتوہ دیا۔ لیکن مفتی صاحب کو معلوم ہوا چاہیے کہ یہ شعر تو مولیٰ محمد الحسن نے
ورشید احمد لکھوی کی شان میں کہا ہے۔ اب مفتی صاحب کا فتوہ کے متعلق کیا خیال ہے۔

عبد سید سلیمہ کراچی کے مفتی دل حسن صاحب کہتے ہیں کہ:-

صرف دین عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کسی بھی شخص کی وفات کے مشابہ نہیں ہو سکتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کن یصا بوا بمشلی" یعنی امت کو میری کی طرح کسی کی وفات کا صدمہ نہیں ہو سکتا اس لیے پہلا سفر و قمر خافظ اؤد کذب ہے۔ دوسرا سفر مباہلہ سے خالی نہیں۔
نقطہ دانش اعلم دل حسن دارالافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاون کراچی

۹
ہے رہے منہ آپ کی جانب تر بوند ظاہری کیا ہے
ہمارے قبلہ دیکھ ہو تم دینی و ایمانی

(مرثیہ گنگوہی شاہ)

دارالعلوم محمدیہ (دعوت) ڈیرہ غازی خان کے مفتی عبد الرحیم صاحب نظامی اس شعر کے

متعلق کہتے ہیں ایسا کہنا بالکل حرام ہے بلکہ اگر اس شاعر کا عقیدہ بھی یہی ہے تو اس کو ایسے کلمات و جملے
کہنے سے توبہ کرنی ضروری ہے کیوں کہ یہ کلمات قریب الی الکفر ہیں۔ دانش اعلم بالصواب
نقطہ السلام ابوالقاسم عبد الرحیم نظامی بقلم خود مجلس دارالعلوم محمدیہ سعودی لٹریچر ڈیپارٹمنٹ

جامعہ عربیہ گوجرانوالہ کے مفتی تیز احمد صاحب اسی شعر کے بارے میں کہتے کہ مذکورہ

بالاشعر میں صاحب تبر کو دینی اور ایمانی قبلہ و کعبہ کہا گیا ہے اگر اس سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ
صاحب تبر دینی اور ایمانی امور میں آخری سند میں توبہ بالکل غلط اذنا جائز ہے کیوں کہ یہ حیثیت
مرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے اؤد اگر صرف عزت و احترام مراد ہے تو پھر بھی

ایسے اشعار پائندہ ہیں کیوں کہ اس میں صاحبِ قبر کو ایسے القاب دیئے گئے ہیں جو صرف آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہونے چاہئیں۔ واللہ اعلم
نذیر احمد خفرا جامعہ عربیہ گوجرانوالہ ۱۲/۱۰/۱۳۱۰ھ

(۱۰)

۷۔ تمہاری تربتِ اُرد کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار اُردنی میری دیکھی بھی نادانی

درثیہ گلکوی ملکا

جامعہ اشرفیہ مسلم ماؤن لاہور کے مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب اس شعر کے بارے میں کہتے
ہیں کہ چونکہ لفظ اُردنی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اللہ تعالیٰ سے اپنے دکھانے کی درخواست تھی
جس کا جواب نفی میں ملا تھا طور سے تشبیہ دینا اللہ تعالیٰ کی بخلِ کاف سے تشبیہ دینا ہے، یہ
حق تعالیٰ کے جلوہ کی بے حرستی ہے دوسرے اُردنی کا سوال صاحبِ قبر سے نہیں خود اللہ تعالیٰ
سے بھی ہو تو درست نہیں جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نفی میں جواب ملا ہے اسی لیے یہ گناہ
ہے ان سے بچنا چاہیے۔

جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ماؤن ۱۴ اشوال ۱۴۳۰ھ

مدرسہ مخزن العلوم خانیپور

کے مفتی محمد ابراہیم صاحب کہتے ہیں کہ

اس قسم کے اشعار قبر پر پڑھنا خلافِ ادب ہے اور خلافِ طریقہ سنت زیارتِ قبور ہے

عام طور پر اس قسم کے شعاریہ یا کاسی اُحد بغیر غصوں کے دنیاوی اغراض کی وجہ سے پڑے جاتے ہیں لیکن
 محمد و خورشید کی بنا پر اس لیے منع دنا جائز نہیں ان ہاتھ کی وجہ سے اُحد مزید وجہ منع یہ بھی ہے
 جو اوصاف کسی میں نہ ہوں ان سے تعریف ممنوع ہے اُحد اہل قبر سے خطاب کرنا بغیر اسلام علیکم
 یا اہل القبور الا تمیک نہیں بلکہ مزید اس میں تشبیہ قبر کو مومن سے اُحد صاحب قبر کی دیدار کو اللہ تعالیٰ کی
 دیدار سے تشبیہ لازم ہے۔ اُحد صاحب کو اللہ سے تشبیہ اتنا ہے یہ شرعاً جائز نہیں کیوں کہ آیت قرآنی
 ہے "فیس کثلہ شیء" بلکہ تشبیہ کفر ہے۔ ایسا زبانہ بلکہ قائل کو اس سے توبہ کرنا چاہیے۔ تحریر کنندہ
 محمد ابراہیم مفتی منہ از مخزن العلوم خانپور عبید گاہ ضلع رحیم یگانا یکم ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

(۱۱)

نہ دکا پر نہ دکا پر نہ دکا پر نہ دکا

اس کا جو حکم تھا صیغہ قضا ٹے برہم

(مرثیہ گلشن ص ۳)

جامعہ مدنیہ کیمیل پور سے قاضی محمد ابراہیم الحسینی لکھتے ہیں:-

کہ ایسا عقیدہ نص قرآن مجید کے ملامت خلاف ہے۔ ان الملکم الا اللہ، ولہ الملکم،
 الا للہ الخلق والا مسود ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ کئی آیت قرآنیہ سے بالکل واضح ہے کہ حکم
 صرف اللہ تعالیٰ کا ہی چلتا ہے۔ اس عقیدہ سے توبہ کرنی چاہیے۔ واللہ المرافق
 قاضی محمد ابراہیم الحسینی جامعہ مدنیہ کیمیل پور ۳ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ ۲۹ نومبر ۱۳۹۳ھ

دارالعلوم کراچی کے مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:-

حکم کی صفت اس شعر میں بیان کی گئی ہے وہ صرف خدا تعالیٰ کے حکم پر صادق آتی ہے کسی
 اور کے حکم کی یہ صفت بیان کرنا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم
 کتبہ محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ نائب مفتی دارالعلوم کراچی ۱۲/۱۱/۹۳

(۱۲)

سے مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
 اسی میمانی کو دیکھیں ذرا ابن مسریم (دریہ ص ۱۷)

دارالعلوم تعلیم القرآن کوٹاٹ سے مفتی محمد یوسف صاحب کہتے ہیں کہ صاحب قبر
 کے حق میں ایسا کہنا ناجائز ہے کیوں کہ یہ شریعہ میں غلطی ہے موت اور حیات خداوند تعالیٰ کا فعل ہے
 خلق الموت والحیاء لیسئلکم الا یہ صمدہ تعالیٰ اللہ، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ خداوند تعالیٰ
 عطا تھا کسی بزرگ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ثابت کنا درست نہیں، خداوند تعالیٰ حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام کے ہاتھ احیاء موتی کے فعل کو ظاہر کرتے تھے واذ حق الموت باذن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و
 السلام کا فعل نہیں تھا۔ دوسرے شعر میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطالب بنایا ہے حاضر ناظر
 صرف خداوند تعالیٰ ہے شرک کی دو قسمیں ہیں ایک شرک فی الذات جیسے عیسائی میں خدا مانتے ہیں۔
 اور ایک شرک فی الصفات کہ کسی بندے کو خدا کی طرح صفت ملنے قصت میں یا دیکھنے میں یا سمجھنے میں
 یعنی جس طرح خدا ہر چیز پر قادر ہے اسی طرح یہ بزرگ ہر چیز پر قادر ہے یا جیسا خدا دور نزدیک متناہ
 دیکھتا ہے ویسا بزرگ بھی ہے یہ شرک فی الصفات ہے اگرچہ اس شعر کا معنی تاویل سے صحیح ہو سکتا ہے
 مگر ظاہر معنی فاسد اور باطل ہیں۔ فقہ مفتی محمد یوسف دارالعلوم انجمن تعلیم القرآن کوٹاٹ شہر ۱۲/۱۱/۹۳

دارالعلوم شبیریہ ضلع سرگودھا

کے مولوی محمد سعید اس شعر کے بارے میں لکھتے ہیں، کہ احیاء موتی کا معجزہ برحق ہے مگر باذن اللہ کے صحاح و مشروط ہے مردوں کو زندہ کرنا اور زندہ لوگوں کو مرنے نہ دینا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کسی دوسرے کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا خصوصاً اس شعر میں ابن مریم صلی علیہ السلام جو اولوالعزم بنی مریم میں ان سے برتری کا ایہام ہے اس واسطے یہ شعر گناہِ مردے کی طرف نسبت کرنا ناجائز اور سوہمِ شرک ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب ۲۹

محمد سعید مہتمم مدرسہ شبیریہ میان تحصیل بھیر و ضلع سرگودھا۔

دارالعلوم عرفانیہ ریاست دیر

سے مولوی محمد عرفان صاحب لکھتے ہیں کہ یہ کہنا صاحبِ قبر کے لیے جائز نہیں ہے کیوں کہ زندہ کو مرنے تک رسائی اور مردوں کو زندہ کرنا یہ دونوں خدا کے فعل خاص ہیں اس میں کسی اللہ کی شرکت نہیں ہے۔ اور صلی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جزوی طور پر خدا تعالیٰ نے معجزہ دیا تھا یعنی خدا تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر معجزہ کے طور پر اپنا فعل جاری کیا ہے یہ عیسائی علیہ السلام کے فعل میں نہیں اس لیے یہ کہنا بغیر اذنا و بیل شرک اور کفر ہے۔ فقط

(مولوی) محمد عرفان بانی و مہتمم دارالعلوم عرفانیہ دیر ضلع دیر ۲۹

دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

کے مفتی عبد الرشید صاحب کہتے ہیں کہ یہ شعر اپنے ظاہری مضمون کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔

کیوں کہ اس میں معرفت اور ظاہر کے اعتبار سے ایسا کی نسبت غیر اشک طرف پائی گئی ہے اور بدن
 تاویل یہ شرک ہے نیز اس میں دل کا مقابل ساتھ ہی کے کیا گیا ہے اور یہ بھی درست نہیں اور اس میں توہین
 نبوت ہے۔ اشراک سے بچنے کے لیے ایسا کر اپنے ظاہری اور معرفت معنی سے پھر بھی لیا جائے
 تو بھی ایسا شرک اور توہین باقی رہتے ہیں غلط ایسا کہنا درست نہیں قرآن حکیم میں ہے "لا تقولوا عینا
 الخ" اور حدیث شریف میں ہے کہ مشتبہ امور سے بچنا چاہئے فقہاء نے بھی سوہات سے بچنے کا
 امر فرمایا ہے غلط یہ شعر محاسن میں پڑھا درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب
 عبدالرشید عفی عنہ دہلوی تعلیم القرآن راجہ بانو مارواہ پٹنہ ۲۹ شوال ۱۴۱۳ھ

درس عربیہ خیر المدارس کس ملتان

استفتاء

کیا فرتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند دن ہوئے یہاں ایک عرس ہوا اس میں ایک نعت
 خوان نے یہ شعر کہا :-

پھر میں تھے کبھی میں بھی پوچھتے اجنبیہ کا رستہ
 جو کہتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

کیا ایسا کہنا درست ہے؟ بینوا تو جس درجہ

الجواب: اگرچہ یہ شعر تاویل کا متحمل ہے اور اس کے قائل پر تکفیر کا فتوے نہیں لکایا جاسکتا

نہ اگر شعر میں ابیر کی جگہ ٹکڑہ لکھا جوتا تو فتوے کا جواب یک نہ آتا۔ مگر شے اصل شعر میں ابیر کی جگہ ٹکڑہ ہے۔

تاہم اس غلط فہمی اور سودا دہلی ضرور مفہوم ہوتی ہے لہذا اس قسم کا شائبہ سے احتراز ضروری ہے۔
 قدس اللہ اعلم قطب محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۴۱۲ھ ذی القعدہ ۱۴۳۳ھ مدرسہ خیر المدارس طاب

مذہب مظہر العلوم سکھ مرندہ

کے مفتی صاحب کہتے ہیں ایسا کہنا درست نہیں ہے کیوں کہ اس شعر میں کبیر پر اجماع کی فضیلت
 ظاہر ہوتی ہے جو صریح کفر ہے لیکن فتوے کفر میں احتیاط ہے اس لیے قائل کی نیت معلوم کیے بغیر کفر
 کا تعلق نہیں دیا جاسکتا ہے۔

محمد مراد الیوی مدرسہ مظہر العلوم منزل گاہ سکھر
 اصل شعر لکھ

پھر تھے کبیر میں بھی پوچھتے گنگوہ کا دستہ
 جو رکھتے اپنے صینوں میں تھے ذوق و شوقِ عرفانی

(مرثیہ گنگوہی ص ۹ از مولوی محمد رحیم دیوبندی)

ماہرینِ کلام!

بجائے بجا نہت کی بر لیاں طعنے فرمائیں، یہ دُعا اذیت ہے جس کا کوئی ٹکڑا سببِ حا
 نہیں کوئی تو مولوی محمد رحیم سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کو جاہل کہہ رہا ہے کوئی کا فر اور
 مشرک کوئی گنہگار کہہ رہا ہے غرضیکہ ان کے یہاں فتوے نویسی کا مبادی ہی نہیں اور یہ سادے
 فتوے اس بنیاد پر ہیں کہ کسی کو بھی اس کی خبر نہیں کہ تیر کے نشانے پر کون ہے اگر یہ معلوم ہوتا کہ
 جناب شیخ الہند صاحب کا شعر ہے تو پھر ان شعروں میں وہ وہ گوشے نکالے جلتے کہاں لکھری و
 شامی کے بجائے دیوان غالب و دیوان ذوق کے صفحات لٹے جلتے اور اردو شاعری میں

ان شرع کو ایک نئے مفہوم کا اضافہ کیا جاتا بلکہ عجیب بات کہ کفر و شرک کے فتاویٰ نے خود و اس ملک
دیوبند سے دیئے جائیں اہد بدنام اہل سنت کو کیا جائے آج بلند ہانگ نروں سے یہ کہا جاتا ہے کہ
کافر کو کافر نہ کہو حالانکہ یہ کہہ کر خود اس بدولت نے کافر کہہ دیا یعنی کافر تو ہے مگر کافر مت کہو۔

۷۔ اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اسے خدا

رہتے ہیں اور طاقت میں تلواریں بھی نہیں

آخر میں مرثیے کے متعلق ایک فتوے کا خط فرمائیے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی بزرگ کے متعلق مرثیہ لکھنا اور
پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : خلاف شرع اشعار پڑھنا تو جائز نہیں خواہ مرثیہ کے ہوں یا غیر مرثیہ کے اور

خلاف شرع نہ ہوں تو جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر الدار کسملتان ۲۹/۱۱/۲۰۰۹ء

اب تاخرین انصاف کریں کہ مفتیان دیوبند نے مرثیہ لکھنے کے شعروں کو خلاف شرع
قرار دیا ہے یا نہیں، تمام فتووں میں لکھا ہے کہ ایسے کلمات نہیں کہنے چاہئیں یہ حدود شرعیہ
سے تجاوز ہیں ان سے توبہ کرنی چاہیئے۔

نوٹ

جن مفتیوں نے یہ فتوے دیئے ہیں ہم ان کی زندگی میں شائع کر رہے ہیں تاکہ وہ ان کو
پڑھ لیں اور انکار نہ کر سکیں۔ جس شخص کا بدل چاہے جس وقت چاہے اگر فتوے کا خط کر سکتا
ہے۔ قلمی فتوے ہمارے پاس موجود و محفوظ ہیں۔ فقط استاذ نظامی غفرلہ

کیونکہ میں نے کرام اس سدا سے ۔

یہاں سے گاؤں میں آپ کو لوں تقریر کر کے چلے گئے ہیں گڑگاؤں میں ختم پہلا گڑگاؤ
قرآن و حدیث کی پیشی میں سدا ہم فرما دیں تاکہ فقہ ہر جا پر پایا جاسکے۔ مولانا صاحب دربار کرا
کے متعلق یہ اشتہار پڑھ کر گئے ہیں۔

میرے دل کو زندہ کیا خدا کو مرنا نہ دیا
اسی ایمان کو دیکھیں ذرا دین محمد
پھر تھے قلب میں یہ احوال تھے بندہ راستہ
پہلے یہ جو کہتے ہیں یوں یوں ہیں تھے ذوق دشمن و دانا

وہ نیک دین و دنیا کی ساری باتیں ہم پار
چاہتے تھے مصلحت و ہمارے دھماکے
نہ کہ ہر دور کا ہر دور کا ہر دور کا
وہ ہمارے تمام تھے خدا کے سر

اس سے عہدہ تقریر یہ کیا کہ باوجود اس قدر میں اس تمام قبریں دیکھ سے
آج پہلے یہ آپ کا نثر پیش کر کے ختم ہا فائدہ شعور سے دیں گے آپ کے
نثر کے ساتھ نیکہ کرنے ہر افسانہ کے ساتھ

الجواب وادی ۱۹ اشتہار پڑھے ہیں
یہ تمام ستر کی مشورہ ہے یہ تمام
صفات حق تعالیٰ کی سرور جو آپ نے اپنے آپ
پیش کر کے مشورہ کی ہیں قرآن و حدیث
کہ دشمنی میں ہیں ستر کہ ہے اس قسم
الفاظ کہنے سے بچا جائے اور ہمارا جانے

ایسا شخص اس قابل نہیں کہ وہ تقریر پڑھا آئیے ستر کی تقریر سننے سے بچنا چاہیے
دارالانشاء
مدرسہ عربیہ فاروقیہ
شہر عارف والہ
ضلع ساہیوال فون 2E7Q
۴-۴-۹۴

خدام الدین فروش امیر علی کے دعوت

مباہلہ

کا

جواب

محمد شمیم الحسن قادیانوی رضوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ و نصلی و نسلو علی رسولہ الکریم و علی
آلہ و أصحابہ اجمعین

برادران اسلام! افغانستان میں روسی مداخلت کے بعد وطن عزیز پاکستان کو جس
قسم کے خطرات کا پیش ہیں وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ ملت اسلامیہ کے داخلی اور خارجی
دشمن اپنے پورے وسائل سے مسلح ہو کر اس ملک اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے
کے لیے ہر تن مصروف ہیں۔ ان حالات میں ہر محب وطن یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ عوام میں
اتحاد و اتفاق کی جتنی ضرورت آج ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ ہماری بدقسمتی اس سے بڑھ کر اور کیا
ہو سکتی ہے کہ ہمدی صغوں میں کانگریسی ڈھنیت کے لوگ آج بھی موجود ہیں جو ملت اسلامیہ
کا شیرازہ بکھیرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کی تازہ ترین مثال وہ پمفلٹ ہے جسے امیر علی
قریشی کی دعوت مباہلہ اور شاہ احمد نورانی کا قرآن کے عنبران سے
لاکھوں کی تعداد میں چھپو کر ملک کے گوشہ گوشہ میں مسلسل اور مفت تقسیم کرایا جا رہا ہے۔
اور ہم ظریفی کی انتہا یہ کہ اس کی اشاعت پر عمرہ کا لالچ بھی دیا جا رہا ہے۔ اندیش
حکومت اور عوام کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ملک دشمنوں کی یہ حرکت کسی سازش کا پیش خیمہ
نہ ہو، ذیل میں ہم نے محض ملکی سالمیت اور حب الوطنی کا تقاضا سمجھتے ہوئے اس پمفلٹ
کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے تاکہ پاکستان بلکہ عالم اسلام کی عظیم اکثریت "مواد اعظم
اہلست و جماعت" کے عظیم و معروف مذہبی و سیاسی رہنما حضرت مبلغ اسلام مولانا
شاہ احمد نورانی صدیقی دامت برکاتہم کے متعلق عوام کے ذہنوں کو انتہائی عیاری
کے ساتھ جو گراہ کیا جا رہا ہے اس کا انالہ کر کے حقیقت حال کو واضح کیا جائے۔
اس پمفلٹ میں امیر علی نے اپنے آپ کو خواجہ غوث بہاؤ الحق ذکر یا ملتانی قدس
سرہ العزیز کی اولاد میں بتا کر اپنا مذہبی رشتہ ان لوگوں کے ساتھ بتایا ہے جو لوگ
جو لوگ انبیاء کرام، اولیاء عظام کے گستاخ و بے ادب سمجھے جاتے ہیں۔ جو لوگ
مرکز انبیاء و اولیاء کو صنم خانہ اور بت خانہ جیسے الفاظ سے یاد کرتے ہوں اور قدرت (حکومت)
میر آجل نے پرانے وزارت اور قبوں کو صبار (گرنے) کو دینے کا عزم رکھتے ہوں، ایسے لوگوں
سے اپنا مذہبی رشتہ جوڑنا آگ اور پانی کے یکجا ہونے کی طرح عجائبات زمانہ سے ایک ہے۔
لہذا ہماری سوچ بھی ملائے یہ ہے کہ امیر علی ان بزرگ کی اولاد میں سے نہیں۔ اور اگر ہے تو

پھر اُسے ناخلف ہی کہا جاسکتا ہے۔ بہر حال کہنا یہ ہے کہ امیر علی نے اپنے آپ کو اکابر
 علامہ دیوبند کا ادنیٰ خادم، اکابر دیوبند کو سچا پکا اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کا حامل
 مسلمان، اور اُن اکابر دیوبند کو اولیاء اللہ اور دیوبندی مسلک کے لوگوں کو اصلی اہلسنت
 کہا ہے۔ جبکہ مولانا نورانی صاحب اور ان کے ہم مسلک متنی حضرات کو نقلی اہلسنت، باطل پر
 بھی کہا ہے اور پمفلٹ کے آخر میں مسلمان بھی کہا ہے۔ کیا امیر علی صاحب اور اُن کے ہم مسلک
 دیوبندی حضرات میری اس حیثیت کو دُر کر دیں گے کہ نورانی صاحب اور ان کے ہم مسلک اگر باطل
 پر ہیں تو انھیں مسلمان کیوں لکھا؟ اور اگر مسلمان ہیں تو ”دعوتِ مباہلہ“ اور اس پر اصرار کا
 کیا مطلب ہے؟ ہمیں اس بات سے غرض نہیں کہ امیر علی نے اپنے ہم مسلک لوگوں کو بجا مسلمان
 اہل حق، اصلی اہلسنت کیوں لکھا اور کجا؟ بات صرف اتنی ہی ہوتی تھی کہ ہمیں ان سے تعرض کرنے
 کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر جب وہ ایک معروف مذہبی رہنما پر بے بنیاد الزام لگا کر اور جھوٹے بتائی بازو کر کے
 موادِ اعظم کی تحقیر و تذلیل کرنے پر تلا ہوا ہے اور موادِ اعظم اہلسنت و جماعت کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچا
 رہا ہے تو اب ہمارے لیے غارِ شنی تماشا بن کر اپنے مسلک کی تحقیر و تذلیل کو گوارا کر لینا ناممکن
 ہے۔ رسمِ دیارِ حسن سے نا آشنا تھائیں لیکر کہہ اٹھا جو بکار خود آپ نے
 مضمون کی طوالت سے بچنے کے لیے ”دعوتِ مباہلہ“ نامی پمفلٹ سے صرف اسی قدر اقتباس
 نقل کر دیں گا جن کا جواب دینا کسی حد تک بھی ضروری ہے۔ لایعنی باتوں کے مجھے کوئی سروکار
 نہ ہوگا۔ امیر علی نے جو دعوتِ مباہلہ مولانا مولانا نورانی صاحب کو دی ہے۔ اس میں حق و باطل
 کے انہماک کے لیے چند خود ساختہ اور من گھڑت طریقے اور تجاویز پیش کی ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:
 ۱۔ مرفیہ نورانی اور ہم (امیر علی) دونوں حضور کے دُشمنِ پاک پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہیں جس
 کے سلام کا جواب آئے وہ اور اُس کی جماعت برحق۔ ۲۔ نمازِ فجر کے بعد ذکرِ مراقبہ کے بعد ایک
 دوسرے کے لیے بددعا کریں۔ پانچ منٹ بعد جس کی شکل سنچ ہو جائے وہ باطل پر ہوگا۔
 ۳۔ مولوی حمید احمد مدنی کی قبر پر ہم دونوں چلیں میرے ذکر کے بعد اگر قبر سے ذکر کی آواز اور
 خوشبو آئے تو دیوبندی مسلک حق اور سچا۔ ۴۔ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی قبر پر ہم دونوں
 چلیں میرے ذکر کے بعد اگر قبر سے بُری آواز اور بدبو آئے تو بریلوی مسلک باطل اور جھوٹا۔
 ۵۔ مولوی خلیل احمد مہار پوری کی قبر پر ہم لوگ چلیں میرے ذکر کے بعد قبر سے اگر قرآنِ پاک
 پڑھنے کی آواز اور خوشبو آئے تو دیوبندی مسلک برحق اور سچا۔ ۶۔ مولانا نورانی کے والد صاحب

کے قبر پر چلیں میرے ذکر کے بعد قبر سے جڑی آواز ادا ہو آئے تو بریلوی سسک جھوٹا اور باطل۔
 امیر علی نے مندرجہ بالا تجاویز پر عمل درآمد کے سلسلے میں اپنی کوشش کا ذکر کرتے ہوئے دھوئی
 کیا ہے کہ میں نے مدنیہ طیبہ میں مولانا نوردانی کا بازو پکڑ کر کہا کہ میں نے آپ کو مباہلہ کا چیلنج
 دیا تھا اب آپ چونکہ اتفاق سے یہاں موجود ہیں لہذا آپ میرے ساتھ مباہلہ کریں مگر نورانی صاحب
 طرح دے گئے "راقم الحروف نے موافقت اور رانی سے امیر علی کے دعویٰ کے بارے میں جب
 احتضار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بالکل سفید جھوٹ اور خالص بہتان ہے " جہاں
 تک امیر علی کی دعوت مباہلہ کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ امیر علی نہ معروف
 شخصیت ہے اور نہ اس کی علییت کا کسی کو پتہ ہے لیکن جس جماعت کی حمایت میں وہ اپنی
 سرگرمیاں دکھا رہا ہے کم از کم اس جماعت میں تو اہل علم حضرات کی کمی نہیں ہے۔ آخر علماء و دیوبند
 اس مسئلہ پر کیوں خاموشی اختیار کیے بیٹھے ہیں۔ وہ امیر علی کی تجاویز پر اپنا تبصرہ کیوں نہیں
 ظاہر کرتے کہ مباہلہ کا صحیح طریقہ کیا ہے جو امیر علی نے پیش کیا ہے یا کچھ اور؟ اگر واقعی
 مباہلہ کرنا ہی مقصود ہے تو مذکورہ اختتامی گھڑت طریقہ اپنانے کے بجائے اس طریقہ کو کیوں
 نہیں اختیار کرتے ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ یہ آپ کو پتہ نہیں کہ حضور نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہجران کے عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ کرنے کا ایک موقع پیش
 آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بددیسعی قرآن مجید میں مباہلہ کرنے کا یہ طریقہ ارشاد فرمایا؟ اور کیا حدیث
 بنیادی بھی آپ کی نظر سے نہیں گزری؟ اور کیا علماء و مفسرین، اللہ کے ارشادات سے آپ بالکل بیکھر
 ہیں اور آپ کو اخلاقی سلوک نہیں کہ مباہلہ کن حالات میں اور کن امور میں مشروع اور جائز ہے؟
 اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا یہ طریقہ ارشاد فرمایا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 مباہلہ کے لیے کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ اور اللہ دین نے کن شرائط سے ساتھ اس کا شروع
 ہونا بتایا ہے؟ اگر آپ نہیں جانتے تو لیجیے میں بتا دیتا ہوں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد
 فرماتا ہے: **إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ**
الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ تَمَنَّى حَاجَتٌ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ لَكَ
مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَنَالُوا كُنُوزَ آبَاءِكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَنِسَاءُكُمْ وَأَنْفُسُكُمْ وَأَنْفُسُكُمْ
وَأَنْفُسُكُمْ تَوَنَّى فَيَكُونُ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ ترجمہ: بیشک حالت
 کے مشابہ حالت عیسیٰ (حضرت آدم کی ہے کہ ان کے

قَالَ تَعَالَى فَمَنْ حَاجَّكَ بَعْدَ هَذِهِ الدَّلَائِلِ الْمَوْضُوحَةِ وَالْجَوَابَاتِ
الْاِثْمَةِ فَاقْطَعْ الْكَلَامَ مَعَهُمْ وَعَامِلْهُمْ بِمَا يَعَامِلُ بِهِ الْمُعَانِدُونَ
وَهُوَ أَنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْمَلَاحَنَةِ - (توضیح) جو نظر انصاف طالب حق ہوگا وہ
یقیناً سمجھ لے گا کہ بیان اپنے انتہائی کمال کو پہنچ چکا ہے ایسی ہی تمام ہدایتیں اللہ تعالیٰ نے
ارشاد فرمایا کہ جو لوگ (اسے محبوب) ان واضح دلائل اور صاف شرح جوابات کے بعد
بھی تم سے جھٹ باز کر رہے تو آپ ان سے مباحثہ ختم کر دیں اور ان کے ساتھ بڑا ذکر کریں
جو جھگڑا ان کے لوگوں سے کیا جاتا ہے یعنی دعوت مبالغہ دیں۔ معلوم چڑھا کہ مناظرہ کے
بعد ہی مبالغہ ہو سکتا ہے اور یہی صحیح طریقہ ہے جو قرآن و سنت و کلام اللہ کے ظاہر ہے۔
اور دینی معاملات میں حق واضح کرنے کے لیے مناظرہ کرنا سنت انبیاء ہے۔ چنانچہ
امام رازی تفسیر کبیر میں ارشاد فرماتے ہیں: واعلم ان هذه الرواية دالة على ان
المناظرة في تقرير الدين وازالة الشبهات حرفة الانبياء عليهم الصلوة
والسلام یعنی جان لے کہ یہ روایت دلالت کر رہی ہے کہ احقاق دین اور ازالہ شبہات
کے لیے مناظرہ کرنا طریقہ انبیاء ہے۔

(ب) مبالغہ قطعی امور پر ہو سکتا ہے نہ کہ ظنیات پر۔ قطعی امور مدار کفر و ایمان ہو کہتے
ہیں۔ ظنیات پر کفر و ایمان کا مدار مدار نہیں ہوتا۔ لہذا اگر مبالغہ ہوگا تو کفریات دیوبندی
و ملحدیہ پر ہی ہوگا کہ دیوبندیوں نے جو شان رسالت میں گستاخیاں کی ہیں وہ ہمارے
قطعا کفر ہیں۔ خط لکھتے لکھتے شوق نے دفتر کیے رواں + از او اشتیاق نے آخر طعانی بات
یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ امیر علی نے جو خود ساختہ تجدید پیش کی ہیں چونکہ
دیوبندی مسلک کے لوگ انہیں خوب اچھا ل رہے ہیں اور شائع کر کے خوب تقسیم کر رہے
ہیں ایسے میں مسلک دیوبند کے لباب علم و دانش سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہوں کہ کسی قبر کے چھری یا
برسی کا آنا۔ اور کسی قبر سے غریب یا بدبو کا پھیلنا کیا حق و باطل کی پہچان کا معیار ہے؟ حالانکہ
مبالغہ کے وقت آپ لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ کس کی قبر سے خوشبو پھیلتی ہے اور کہاں
سے بدبو۔ اسی طرح اچھی اور بُری آوازوں کا بھی پتہ چل جائے گا اس وقت انشاء اللہ
یہ ساری غرضیاں آپ لوگ بھول جائیں گے) اور امیر علی صاحب! آپ بھی جواب دیں
ساتھ ہی اس سوال کا جواب بھی مرحمت فرمائیں۔ اور اگر آپ سے جواب ممکن نہ ہو تو علم

اپنے اکابر و دیوبند سے پوچھ لیں کہ یہ کس طرح آپ کو معلوم ہوا کہ قبروں پر حق و باطل کا اٹھارہا بھی اور یہی آوازوں اور غوغاؤں و بدبو کے ذریعہ ہی ہو گا؟ کیا اللہ تعالیٰ آپ کی بات کو چار کرنے کا پابند ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کسی اور طریقے سے اٹھارہا حق و باطل نہیں کر سکتا؟ آخر کیوں ضروری ہے کہ حق و باطل کا اٹھارہا اسی طرح ہو جسے آپ چاہتے ہیں؟ کیا غیبی اعدائے اللہ کے پیش آنے والے واقعات کا پیشگی علم آپ کے پاس ہے؟ آخر آپ کا ذریعہ علم کیا ہے؟ آخر اسے ہم آپ کا دعویٰ غیبی فانی سمجھیں یا خاموش ادعائے نبوت سمجھیں یا کیا سمجھیں؟ مری تقریر طبعی بار کو بے حدین کرتی ہے + جب تک کہ یہ دعویٰ کہتا ہوں جو دل پر گزرتی ہے۔ حق و باطل کے اٹھارہ کے لیے جو میاں آپ نے مقرر کیا ہے اسی میاں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر کوئی آپ سے کہے کہ امیر علی صاحب! آپ کے پیشوا اور مسلک دیوبند کے عظیم مبلغ مولوی غلام اللہ خان صاحب راوی پٹنہ والے کے انتقال پر ان کے چہرے کا دیدار کیوں نہیں کرایا گیا جبکہ ہزاروں افراد دیدار کی تمنائے کرتے تھے لیکن انہیں بارہا ہونا پڑا اللہ عندہ کیا گیا کہ ”طبیعی وجوہ کی بنا پر حضرت کا چہرہ نہیں دکھلایا جاسکتا ہے“ اور آپ یہ نہ سمجھیں کہ کوئی ڈھکی چھپی بات ہے + بات تو ملک کے قومی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے ورنہ تو کسی کو اس کی ہول بھی نہیں لگتی۔ اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مولوی غلام اللہ صاحب جب طبعی موت مرے میں مدینہ جلتی دینے جیسا کوئی حادثہ

پیش نہیں آیا تو کبیر دیدار نہ کرنے کی وجہ صرف یہی کچھ میں آتی ہے کہ سزا اللہ ان کا چہرہ بوقت موت مسخ ہو گیا تھا اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ وہ اپنی تقریروں میں توحید کی آڑ میں انبیاء کرام و اولیاء عظام کی شان میں علی الاعلان گستاخیاں کرنے کے عادی تھے۔ اسی لیے ان کا چہرہ مسخ ہو گیا ہو گا تو بتائیے اس موقع پر آپ کیا کہیں گے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مسلک باطل تھا۔ بڑے بڑے فاسق و فاجر دنیا سے جاتے ہیں لوگ ان کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ وہ تو عالم تھے ان کے چہرے پر تو فدا نیت اور شگفتگی ہونی چاہیے تھی ڈاکٹر اقبال ایک مومن کی موت کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں:

نشان مرد مومن با تو گویم چوں مرگ آید جسم بر لب اوست
اس موقع پر میں اس کے حوالہ کچھ نہیں کہتا ہے کہ۔ چہاں رکھا تھا جس کو مد توں

سے دل میں اسے انور + ہزار افسوس و شرح وریاں تک بات جابجہی۔ میں عرض کر رہا تھا کہ انہما حق و باطل کے بارے میں جو معیار امیر علی نے مقرر کیا ہے اس کے پیش نظر تو کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ قرب قیامت میں جب دجال ظاہر ہوگا اور اس کے عینب اور خارق عادت اور کاظم ہوگا۔ مثلاً بارش برساتا، مردے زندہ کرنا، قحط مٹانا، جنت و نار دکھانا، زمین کے غرائزوں کا اس کی آواز پر ظاہر ہونا، پھر ان غرائزوں کا اس کے پیچھے چلنا۔ تو کیا ان امور کو دیکھ کر کہنا صحیح ہوگا کہ دجال اور اس کے ماننے والے اہل حق اور سچے ہیں اور اس کو کہنے والے جھوٹے اور باطل پر ہیں؟

امیر علی قریشی کو میرا مشورہ: مہذول کرانا چاہوں گا کہ: مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کے ہم مسلک لوگوں کو کسی کی قبر پر لے جانے سے پہلے اپنے مسلک و پابند کے مفتیان و اکابر علماء سے مندرجہ ذیل مسائل میں فتویٰ بھی انھوں نے حاصل کر لیا ہے؟ اگر فتویٰ حاصل نہیں کیا ہے تو میں انھیں مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ پہلے ان سے فتویٰ ضرور حاصل کر لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے ہم مسلک و اکابر و پابند آپ کو عین موقع پر دغا دے جائیں، آپ کا ساتھ چھوڑ دیں، آپ ہی پر کفر و شرک و حرام کا فتویٰ لگائیں۔ وہ مسائل یہ ہیں:

الف: بزرگوں یا کسی کی قبر پر خاص ارادہ کر کے سفر کرنا جائز ہے یا نہیں؟
ب: بزرگائیں دین و صاحب قبور اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا مردہ؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ مر کے مٹی میں مل گئے ہوں؟

ج: اہل قبور حق و باطل کے انہما کے سلسلہ میں کسی قسم کا تصرف کر سکتے ہیں اور قادر ہیں؟
د: حق و باطل کا انہما جب اہل قبور تلاوت قرآن و ذکر سے کر رہے گئے تو یہ ان کی طرف سے مدد ہوگی تو کیا اہل قبور سے امداد برحق ہے؟

۵: جو حق پر ثابت ہوگا گویا اسے قبر والوں سے نفع پہنچے گا اور جو جھوٹے ثابت ہو گئے گویا انھیں اہل قبور سے ضرر و نقصان پہنچے گا تو کیا اہل قبور کسی کو نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ یا ایسے کوئی نفع و نقصان ملتا ہے؟
۶: اور پھر اہل قبور کو کیا علم بھی ہوگا کہ کچھ لوگ ہماری قبر پر حق و باطل کا انہما کرنے (مدد چاہنے) کے لیے آئیں۔

مجھے نقص ہے کہ جب مندرجہ بالا سوالات علماء دیوبند سے پوچھیں گے تو ان کا جواب سن کر آپ کا سارا نشہ ہر دم ہو جائے گا۔ اور اس وقت آپ یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے جائیں گے۔ دل کے پھوٹے جل گئے سینے کے داغ سے اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ میں آپ کو فتویٰ حاصل کرنے کا مشورہ اس لیے دے رہا ہوں کہ آپ تو ان کو علماء دیوبند کی حمایت و کالت میں اچھل کود رہے ہیں اور اس بات سے بے خبر ہیں کہ "علماء دیوبند کا پورا مسلک تضادات کا مجموعہ ہے" شاید آپ نے کوئی کتاب ان کی ایسی دیکھ لی ہوگی جس سے آپ یہ سمجھ بیٹھے ہوں کہ "سوس و فاقہ میلاد، بزرگوں سے توسل و استمداد، قبروں پر حاضری، سوس میں شرکت، بزرگوں کے تصرف و اختیارات، ان کے علوم غیبیہ و انکشافات باطنی، دلوں کے سداوس بہر مطلع ہو جانا۔ وغیرہ وغیرہ عقائد و نظریات کے علماء دیوبند قائل ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ آپ کو ان کی کتابوں سے ایسا دھوکہ لگا ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھ سے من لیجیے کہ علماء دیوبند کو یہ بالا مسائل میں بالکل ان مسائل کے برعکس بھی ایک نظریہ رکھتے ہیں۔ گویا ہر مسئلہ اختلافی میں وہ لوگ دو رائے، دو عقیدہ، دو شرک و کفر کا بھی ادا یا مان کا بھی۔ حلال و ناجائز بھی اور حرام و ناجائز بھی) کے پابند نہیں گئے۔ اور یہی ان کے مسلک کا

سب سے بڑا تضاد ہے۔ اگر آپ کو میری باتوں پر یقین نہ آئے تو میں آپ کی رہنمائی علماء دیوبند کی مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف کرتا ہوں آپ ان کا بطور مطالعہ فرمائیں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو میرے اس دعویٰ کی صداقت کا یقین ہو جائے گا۔ مندرجہ بالا مسائل کے بارے میں علماء دیوبند کی حمایت و کالت دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ "تذکرۃ الرشید - آرواح طلعتہ - نشر الطیب اشرف السورخ - الامداد - شیخ الاسلام منیر - ابداء المشاق - حریۃ گنگوہی صراط مستقیم - تصانیف قاضی کا مطالعہ فرمائیں۔ اور ان مسائل میں علماء دیوبند کا مخالفانہ طریقہ عمل دیکھنا چاہتے ہوں۔ تو میرے حفظ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، صراط مستقیم، فتاویٰ رشیدیہ - تقویت الایمان - بلغۃ الحیران - جواہر القرآن وغیرہ کتب کا مطالعہ میرے دعویٰ کی صداقت کے لیے بہت کافی ہوگا اور اگر انہی کتابوں کا مطالعہ دشوار ہو تو ایک طرف تقویت الایمان یا فتاویٰ رشیدیہ کا مطالعہ کریں۔ دوسری طرف الہند یعنی عقائد علماء دیوبند کا مطالعہ کریں تو بھی بہت کافی ہوگا۔ آپ حیران ہو گئے کہ ایک مسئلہ میں بیک وقت

دورانے کس طرح رکھی جاسکتی ہیں تو میں کہوں گا کہ علمائے دیوبند کا یہی وہ خاص فن ہے جس کی گہرائی تک پہنچنا ہر کس و نا کس کا کام نہیں۔ علماء دیوبند کے مسلک کا تضاد اس شعر کا مصداق ہے۔

جیسا موسم ہے مطابق اس کے میں دیوانہ ہوں مارچ میں ٹیل ہوں میں جولائی میں پروانہ ہوں
ہاں تو امیر علی صاحب! فتویٰ حاصل کرنے کا مشورہ میں اس لیے دے رہا ہوں کہ آپ تو
فردانی صاحب اور ان کے ہم مسلک لوگوں کو لے کر قیروں جہاں اُدھر علمائے دیوبند اپنی
کتابیں تقویت الایمان، فتاویٰ رشیدیہ، بہشتی زیور لے کر آجائیں اور الٹا کفر و شرک
کا گولہ کہیں آپ ہی پر داغ نہ دیں کہ امیر علی صاحب! تم قبروں پر کیا لینے آئے ہو؟
غیر اللہ سے تمہیں کیا ملے گا؟ کیا تمہیں پتہ نہیں کہ یہ اہل قبور مر کے مٹی میں مل چکے
ہیں؟ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ غیب دان نہیں کہ منوں مٹی کے نیچے سے تمہیں دیکھ لیں گے
اور تمہارے دلی مقاصد پر مطلع ہو جائیں؟ تمہیں پتہ نہیں کہ خدا نے انہیں کیا
عاجز و بے اختیار بنایا ہے۔ انہیں تصرف کرنے مدد کرنے کی قدرت نہیں دی بلکہ یہ
اہل قبور تو اپنی جان کے نفع و نقصان کے مالک نہیں تمہیں کیا نفع و نقصان پہنچا
سکتے ہیں؟ اور پھر جب تک یہ زندہ رہے انہیں اپنے انجام اور دوسروں کے انجام تک کا
تو پتہ نہیں تھا تو اب مرنے کے بعد تمہارے حق و باطل کا فیصلہ یہ کسی طرح کر سکتے ہیں؟
کیا تمہیں پتہ نہیں کہ علمائے دیوبند نے رسول خدا کے لیے دیوار کے نیچے کا علم نہیں مانا
تو یہ مٹی کے ڈھیر کے نیچے سے تمہارے بارے میں کچھ کیونکر جان سکیں گے؟ اور امیر علی!
تم تو بالکل ہی اپنے دیوبندی عقیدے سے غافل ہو بھلا بتاؤ تو! تم لوگوں کو بارگاہ رسالت
مآب میں لا کر حضور کے سامنے یہ کفر و شرک کیسی بھلا ہے ہو۔ جب ہمارے علماء دیوبند نے حضور
کی زندگی دنیوی میں ان کا علم غیب نہیں مانا بلکہ ان کے لیے دیوار کے نیچے کا علم تک
نہ مانا تو اب بھلا حضور اتنے حجاب میں رہتے ہوئے تمہیں کس طرح دیکھیں گے؟ تمہارے
سلام کا جواب کس طرح دیں گے؟ جبکہ ہمارے علمائے دیوبند اپنی کتاب میں حضور علیہ السلام
صاحب کے لیے ”مر کے مٹی میں ملنے والا“ پہلے ہی لکھ چکے ہیں ہاں اگر تم ہمارا دیوبند
کا مشورہ مانو تو ابلیس یعنی شیطان کے پاس یہ مقدمے کر جاؤ کیونکہ اس کا علم حضور علیہ
السلام کے علم سے زیادہ ہے اس کی وسعت علمی پر قصور قطعہ (قرآن و حدیث کے

دلائل موجود ہیں جبکہ حضور کی وصیت علی پر کوئی نص قطعی نہیں بلکہ شرک ہے شیطان کو تو تمام دوٹے زمین کا علم ہے حضور علیہ السلام کو کب دوٹے زمین کا علم حاصل ہے ؟ بلکہ ان کے لیے دوٹے زمین کا علم ماننا بھی شرک ہے تو شیطان ہی فیصلہ کرے گا اور تم ڈرو نہیں امیر علی صاحب ! چونکہ ہمارے اور تمہارے اکابرین علمائے دیوبند نے شیطان کے لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم مانا ہے اور اس کی تعریف کی ہے لہذا گمانِ اغلب یہی ہے کہ شیطان کا فیصلہ ہم علماء دیوبند کے حق میں ہی ہوگا کیونکہ وہ ہم لوگوں سے بہت خوش ہے ہم نے اور ہمارے (دوبانی دیوبندی) اکابر نے انبیاء اولیاء کی بہت توہین کی ہے جس کے سبب شیطان کے مشن کو بہت تقویت ملی ہے پھر ہمارا تمہارا ساتھ کیوں نہیں دے گا ؟ جاؤ تو کسی ؟

کیسے امیر علی صاحب ! کیسی رہی ؟ میرا کہنا مائیں تو علمائے دیوبند کی حمایت و کالت چھوڑیں اور خادم ہی بنتا ہے تو اپنے جدا مجد حضرت خواجہ غوث بہاؤ الحق ذکر یا تانی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک حقہ کے خادم بن جائیں اور ان کے غلاموں کو خادم نہیں۔ کوئی اپنے دشمنوں کا بھی خادم بنتا ہے ؟

امیر علی صاحب ! خواہ مخواہ آپ نے اتنا بڑا ہوتا کھڑا کیا ہوا ہے۔ اور فیصلہ تو ہو گیا : دعوتِ مباہلہ کی کاپیاں چھپوا کر اپنے دیوبندی بھائیوں کا پیسہ آپ ضائع کر رہے ہیں۔ فیصلہ تو خود آپ نے کر دیا ہے۔ اور آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ بریلوی حق پر ہیں مگر کیسے آپ نے "دعوتِ مباہلہ" نامی کتابچہ کے آخری صفحہ پر یہ لکھا ہے کہ : اب فقیر مندرجہ ذیل باتیں چاہتا ہے :

۱۔ ہم ان کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ یہ بھی مسلک دیوبند کو کافر کہنا بند کر دے اور توبہ نامہ ضائع کرے۔ ۲۔ مباہلہ کر لے۔

یہاں ہے دعا کا فیصلہ اچھا مرے حق میں زینخانے کیا خود چاک دہن ماہ کنہاں کا سوال یہ ہے کہ بریلوی تو ہمیشہ سے اپنے آپ کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ اصل میں تو آپ کو کھنا تھا اور وہ آپ نے کچھ لیا۔ اب اس صورت میں دعوتِ مباہلہ دینا اور اس پر اصرار کرنا کیا بالکل بے معنی اور لغو نہیں ہے ؟ والفضل ما شہدت بہ الاعداء

باقی رہا آپ کا یہ مطالبہ کہ بریلوی مسلک والے دیوبندی مسلک والوں کو کافر کہیں۔

اس سلسلہ میں آپ غالباً کچھ مسئلے میں ہیں۔ بریلوی حضرات کی سلمان کو ہرگز کافر نہیں کہتے جو کچھ بریلوی کہتے ہیں وہ یہ ہے:

جن اکابر دیوبند نے حضور نبی کریم علیہ السلام کی شان و ذیہ میں بے ادبیاں کی ہیں اور شدید گستاخانہ کلمات کہے ہیں اور توبہ تک کی زحمت گوارا نہیں کی بلکہ توہین رسالت کے ارتکاب پر آخر تک قائم رہے ان کے متعلق حکم قرآنی (لَا تَقْبِضُواْ عَلَىٰ مَنْ يَدْعُو إِلَى الْإِسْلَامِ) تم ہمارے بناؤ تم ایمان لانے کے بعد رسول کی گستاخی کر کے (کافر ہو گئے۔ لَقَدْ قَالُوا كَلِمَةً الْكُفْرُ وَكَفَرُوا بِعَدَايَتِهِمْ) یعنی بے شک انھوں نے کفر کا کلمہ کہا اور اسلام لانے کے بعد کلمہ کفر یہ کہہ کر (کافر ہو گئے) بہت واضح ہے۔ بریلویوں کا اگر کوئی جرم (آپ کے گمان کے مطابق) ہے تو صرف یہ کہ وہ اس قرآنی فیصلے کو ماننے میں۔ اسی طرح جو لوگ یہ جانتے ہوئے (کہ فلاں فلاں حضرات نے رسول کی توہین کی ہے) ابھی انھیں اپنا عقیدہ ابھارتے

کہتے ہیں اور گستاخانہ جہاد توں سے بیزاری ظاہر نہیں کرتے ان کے لیے بھی وہی حکم قرآنی ہے۔ رہے وہ لوگ جو انھیں کسی حسین ظن کی بناء پر اپنا پیشوا اور عالم دین سمجھتے ہیں اور ان بے چاروں کو یہ پتہ تک نہیں یہ مہول کے گستاخ ہیں وہ بریلویوں کے نزدیک مسلمان ہیں ان بے چاروں کو کوئی کافر نہیں کہتا۔ اس مقام پر پہنچ کر یہ سوال پیدا ہونا فطری بات ہے کہ اکابر دیوبند نے وہ کون سی گستاخیاں کی ہیں جن کی بناء پر ان پر توہین رسالت کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ تو لیجیے بارگاہ رسالت میں ان کی گستاخیاں کے چند نمونے حوالوں کے ساتھ پیش کیے دیتا ہوں۔ اگرچہ ہمیز اظہار ان عبارتوں کو نقل کرتے ہوئے کاتب رہا ہے مگر حجت تمام کرنا ضروری ہے۔ ان گستاخانہ عبارتوں اور طعن کلمات کو پڑھ کر آپ کی ایمانی آنکھیں جو مردہ چل چکی ہے۔ شاید ان میں کوئی چمکا رہی موجود ہو اور رحمت خداوندی سے وہی چمکائی از سر نو حرارت ایمانی بخش دے۔ خدا کی رحمت سے کچھ بیدار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے آمین۔

دیوبندی عقائد کے چند نمونے

عقیدہ غائب کی بقول کا ایسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے

ایسا علم زید عمرو و یحییٰ اور باغلوں کو بلکہ تمام جانوروں کو حاصل ہے مصلحت کی تفصیل نہیں۔
 حوالہ کے لیے دیکھیے کتب (حفظ الایمان مصنف مولوی اشرف علی تھانوی ص ۱۷ شائع کتب خانہ اشرفیہ کمپنی
 دیوبند) عقیدہ ۱۲۰ حضور نبی کریم علیہ السلام کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے اہل علم کا نہیں۔ (تخلیفات
 مولانا مصنف مولوی محمد قاسم جانا نوتوی شائع کردہ کتب خانہ اعجازیہ دیوبند) عقیدہ ۱۲۱ حضور
 نبی کریم علیہ السلام کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔
 (تخلیفات الناس ص ۱۲) عقیدہ ۱۲۲ شیطان و ملک الموت کو تمام روئے زمین کا علم ہے اور حضور علیہ السلام
 کے علم سے زیادہ ہے۔ (برائین قاطعہ ص ۱۱۵ مصنف مولوی خلیل احمد بیٹھوی شائع کردہ کتب خانہ لائٹ
 دیوبند) عقیدہ ۱۲۳ نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال گم سے افضل کے خیال میں ڈوبنے سے بڑا
 ہے۔ (امراط مستقیم ص ۹۹ مصنف مولوی انیسل دہلوی شائع کردہ کتب خانہ اشرفیہ و اشرفیہ کمپنی دیوبند)
 عقیدہ ۱۲۴ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چارے بھی ذیل ہے۔ (تقویت الایمان
 ص ۱۱۱ مصنف مولوی انیسل دہلوی شائع کردہ کتب خانہ اشرفیہ و اشرفیہ کمپنی دیوبند) عقیدہ ۱۲۵
 حضور علیہ السلام کو کچھ قدرت ہے نہ کچھ خیب والی ان کی قدرت کا حال تو یہ ہے کہ وہ اپنی
 بیان تک کے تفع و نقصان کے مالک نہیں۔ (تقویت الایمان ص ۱۱۱) عقیدہ ۱۲۶ اللہ تعالیٰ
 جو کچھ معلوم اپنے بندوں سے کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر خواہ آخرت میں اس کی حقیقت کی
 کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی نہ اپنا حال نہ دوسروں کا۔ (تقویت الایمان ص ۱۱۱) عقیدہ ۱۲۷
 جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویت الایمان ص ۱۱۱) عقیدہ ۱۲۸ صاحب
 انبیاء و اولیاء اس کے دو برابر و ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (تقویت الایمان ص ۱۱۱)
 عقیدہ ۱۲۹ حضور علیہ السلام کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کیجئے۔ (تقویت الایمان ص ۱۱۱)
 عقیدہ ۱۳۰ حضور علیہ السلام پر افراتواریں نہ گویا آپ نے فرمایا میں بھی ایک دن مرکز
 مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویت الایمان ص ۱۱۱) عقیدہ ۱۳۱ حضور علیہ السلام کا یوم میلاد
 منانا انھیں کے جنم دن منانے کی طرح ہے۔ (برائین قاطعہ ص ۱۱۱)

امیر علی صاحب دیوبندی حضور علیہ السلام کے لیے اردو زبان کا علم دیوبند کے علماء
 سے آنا جلتے ہیں (برائین قاطعہ ص ۱۱۱) بلغۃ الخیران نامی کتاب میں حضور علیہ السلام کا گونا گوا
 اور اپنے لیے لکھا کہ میں نے انھیں گرنے سے روکا۔ رسول کو دیوبند کے بچے کا علم نہیں۔
 (برائین قاطعہ ص ۱۱۱) رسول کے چاہنے کے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویت الایمان ص ۱۱۱)

کہاں تک نہیں ان علمائے دیوبند کی کفریات نقل کروں؟ آپ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کیا ان عقائد کے حامل افراد مسلمان کہلانے کے حقدار ہیں؟

حسرت میں نے طوالت سے بچنے کے لیے ان کفری عبارتوں کے اقتباسات درج کیے ہیں
ضروری وضاحت مکمل مضمون ان کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی کا فیصلہ: ”اگر خاں صاحب (مولانا احمد رضا خاں صاحب) کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انھوں نے انھیں سمجھا تو خاں صاحب (مولانا احمد رضا خاں صاحب) پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے۔۔۔ کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔“

(اشد العذاب ص ۱۳، مکتبہ اشاعت کردہ دارالعلوم دیوبند مطبع مجتہدانی دہلی)

آخری اور فیصلہ کن بات میں ملک اردت اسلام کے عظیم تر مفاد میں
اور امیر علی امدان کی پشت پناہی کرنے

ولے دیوبندی وہاں حضرات کو شورہ دوں گا وہ کسی پر کچھ نہ اُچھلے، فرقہ واریت کی آگ کو نہ بھڑکائیں، ملک کے حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے نہ ہی ملک کو کلاں سے بچا سکتا ہے۔ میں نے یہ چند صورتیں عوام کے ذہن کو صاف کرنے کے لیے لکھے ہیں ورنہ مجھے اس بات کی خوشی نہیں کہ بیان بازیوں میں بھی حصہ لوں یہ میرا شورہ ہے لیکن آپ لوگ اگر میرے اس مخلصانہ شورہ کی قدر نہیں کرتے اور مباہلہ کرتے ہیں آپ کو اصرار ہے تو صغیر، ہم مباہلہ کئے لیے تیار ہیں۔ لیکن

۱۔ مباہلہ سے پہلے مناظرہ ضرور ہوگا جس میں فریقین دلائل شریعت سے اپنا اپنا نقطہ نظر پیش کریں گے۔ ۲۔ فریقین کے درمیان مناظرہ علانیہ ہوگا۔ موضوع مناظرہ ”کفریات علمائے دیوبند“ ترتیب وار ہوں گے جن کا بیان آدرہ گزر گیا ہے۔ بریلوی لوگ ان عبارتوں کو کفریہ اور دیوبندی لوگ انھیں غیر کفری ثابت کریں گے اور علماء دیوبند کو ثابت کرنا ہوگا کہ ان پر توہین رسالت کا الزام غلط ہے اور وہ عبادات گستاخانہ نہیں۔ ۳۔ مناظرہ تحریری و تقریری دونوں ہوگا یعنی ہر مناظرہ اپنا اپنا تحریری بیان اپنے اور گواہوں کے دستخط و دھریے پر تین کرے گا پھر اسے آواز بلند کر کے فریق ثانی کے حوالے کرے گا۔ ہر مناظرہ کے تقریری بیانات مکمل ٹیپ

کیے جائیں گے۔ ۴۔ مناظرہ میں غیر جانب دار اہل علم و دانش حضرات بطور منصف انداز اپنے فرائض انجام دیں گے اور مناظرہ کے اختتام پر کسی قسم کا اعلان یا رد حجت سے متعلق کرنے کے مجاز صرف وہی ہوں گے۔ ۵۔ ہر فریق کے منتظین اپنی جماعت اور اپنے حوام کی جانب سے امن و امان برقرار رکھیں گے۔ ان کی ذمہ داری ہوگی۔ ۶۔ مناظرہ کے باقی شرائط اس وقت طے ہوں گے جب آپ لوگ مناظرہ کرنے کے لیے باقاعدہ اعلان کریں گے کہ ہم تیار ہیں۔ بالفوض اگر کسی وجہ سے مناظرہ سے بھی بات نہیں بنتی ہے اور فیصلہ کے لیے مباہلہ ہی ضروری ہوتا ہے تو پھر ہم آپ سے مباہلہ بھی کریں گے لیکن مباہلہ الف پاکستان میں کیجیے تاکہ یہاں کے سنی دیوبندی حوام بھی دیکھیں۔ ۷۔ مباہلہ کا موضوع بھی وہی ہوگا کہ ”اے اللہ ہم دیوبندیوں اور ان کے فلاں فلاں اکابر پر توہین رسالت کا الزام لگانے میں اگر بریلوی سچے ہیں تو ان کی حقانیت کو ظاہر فرما اور اگر ہم لوگ سچے ہیں یعنی نہ ہم نے نہ ہمارے فلاں فلاں اکابر نے توہین رسالت کیا ہے بلکہ اس معاملے میں بے قصود ہیں تو ہماری حقانیت ظاہر فرما۔ اے اللہ توہین رسالت کے مجرموں اور ان کے متبعین پر اپنا عذاب نازل فرما۔ ان پر اپنی لعنت بھیج“ ج۔ مباہلہ کرنے کے لیے دو جماعتوں میں سے جو حضرات بھی منتخب ہوں گے ان کے متعلق ان کی جماعت کے اکابر علماء و مفتیوں کو اپنا تحریری و کالم نامہ فریق ثانی کے حوالے کرنا ہوگا کہ فلاں شخص ہماری جماعت کا نمائندہ ہے اس کی ہار و جیت ہماری ہار و جیت ہوگی۔

امیر علی حسن مکتبہ فکر یعنی دیوبندی مسک کی نمائندگی کر رہا ہے اس مسک کے

مولانا شاہ احمد نورانی کا اعلان

اکابر علماء و مفتیان کلمہ کر دیں کہ امیر علی ہمارا نمائندہ ہے اس کی ہار و جیت ہماری جیت ہوگی تو میں مقابلہ کے لیے تیار ہوں۔

وَ اٰخِرُ مَوْثِقَانِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی اٰخِرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِهِ وَ صَحْبِهِ اَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

خاک پائے محمد شمیم الحسن قادری رضوی غفرلہ خطیب جامع مسجد سونٹی
مسجد لاہوری الاولیٰ مسجد امام برفوجان افروز و خلیفہ

آئینہ حق و باطل

سبب تالیف

کانگریس کے گڑھ وہابیت کے مرکز مدرسہ دیوبند کے احراری۔
 کانگریسی تنظیمی۔ جماعتی۔ مودودی وغیرہ وہابی مولوی نہ صرف یہ کہ
 نظریہ پاکستان کے بدترین دشمن ہیں بلکہ جمہور مسلمانان اہل سنت و
 جماعت کے پاکیزہ عقائد و معمولات کو شرک و بدعت اور مسلمانان اہل
 سنت و جماعت کو مشرک و بدعتی قرار دیتے ہیں چنانچہ حال ہی میں کسی
 ایمان الدین قاسمی دیوبندی وہابی کی طرف سے ”بریلی کا نیا دین“
 نامی کتاب منظر عام پر آئی ہے جس میں اہل سنت و جماعت کے
 عقائد و معمولات کو نہایت غلط انداز میں پیش کیا گیا ہے بلکہ حضور
 اقدس نبی اکرم رسول محترم نور مجسم واقف اسرار لوح و قلم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کو عالم غیب، حاضر و ناظر، نور مجسم مختار کل ماننے والوں۔ صلوٰۃ و
 سلام پڑھنے والوں، عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانے
 والوں، گیارہویں شریف، ہیجہ، دسواں، بیسواں، چہلم و عرس شریف
 کرنے والوں کو مشرک و بدعتی قرار دیا گیا ہے ہم کچھ دوسری فرصت میں
 جامعیت کے ساتھ بریلی کا نیا دین کے الزامات و افتراءات کے مدلل
 و مفصل جوابات کی طرف متوجہ ہوں گے اور جملہ اعتراضات کا تسلی
 بخش جواب عرض کرینگے بسر دست ہم مخالفین اہل سنت کے ذمہ دار
 اکابر علماء کی مستند کتب و رسائل سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ یہ حضرات
 جن عقائد و معمولات کا باعث اہل سنت و جماعت کو مشرک و بدعتی

قرار دیتے ہیں وہ تمام باتیں اپنے بزرگوں اور پیشواؤں میں مانتے ہیں۔
 فرق صرف اتنا ہے کہ اہل سنت و جماعت تو اپنے پیارے انبیاء و مرسلین
 علیہم السلام بزرگان دین اولیائے کاملین قدس سرہم کے فضائل و
 کمالات پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ حضرات اپنے مولویوں میں وہ سب فضائل و
 کمالات مانتے ہیں جن کے باعث ایک سنی مسلمان معاذ اللہ مشرک و بدعتی قرار
 پاتا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ ۵

یوں نظر دوڑے برہمی تان کر اپنے بیگانے ذرا پہچان کر
 یہ حضرات اپنے زعم باطل میں جو عیب اہل سنت و جماعت میں
 تلاش کرتے ہیں اور مشرک و بدعتی قرار دینے کی راہ نکالتے ہیں وہی عیب
 ان کے اپنے ذمہ دار اکابر علماء میں ہے۔ لہذا ہمارا پر خلوص مشورہ یہی ہے کہ
 دوسروں کے عیب بیشک ڈھونڈنا ہے ان چشم عبرت سے کبھی اپنی سیکاری بھی دیکھ

اہل باطل سے ہیں سنی مسلمان ہر شمار



مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد انعام
 ہر اس شخص کو دیا جائے گا جو مندرجہ ذیل حوالہ جات غلط ثابت کرے۔

رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہیں
 لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کی نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۶ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

مفتی محمد حسن دیوبندی رحمۃ للعالمین ہیں

مفتی محمد حسن اشرفی مشہور دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی
 کے خلیفہ اعظم تھے ان کے انتقال پر ایبٹ آباد کے دیوبندی، بہتم مدرسہ
 مرثیہ خواں ہیں۔

”آج نماز جمعہ پر یہ خبر جانکاہ سن کر دل حزیں پر پید چوٹ لگی کہ
 رحمۃ للعالمین مفتی محمد حسن اشرفی، دنیا سے سفر آخرت فرما گئے ہیں۔“
 (تذکرہ حسن بحوالہ ”تجلی دیوبند و نووری کرن“ فروری ۱۹۶۲ء)

ختم نبوت کا انکار

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم
 ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور
 آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخیر
 زمانی میں کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں و لیکن رسول اللہ
 و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے...
 اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا
 ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (تحذیر الناس
 ۲۵، ۳۵۔ از مولوی محمد قاسم نافو قوی یانی مدرسہ دیوبند)

نبوت کے لئے دیوبندیوں اور مرزاہیوں میں خانہ جنگی

دیوبندیوں کے شیخ التفسیر مولوی احمد علی صاحب لاہوری رقم طراز ہیں: ”مرزا غلام احمد قادیانی اصل میں تو نبی ہی تھے لیکن میں نے ان کی نبوت کشید کر لی اور یہ نبوت اب مجھے وحی کی منفعتوں سے نواز رہی ہے۔ (تجلی دیوبند جنوری ۱۹۵۷ء)

پیغمبرانہ صحبت

کاش ہم حراماں نصیب حضرت قطب الاقطاب (مولوی احمد علی لاہوری) کی پیغمبرانہ صحبت سے مستفید ہوتے۔ (خدام الدین لاہور ۲۰ اپریل ۱۹۶۲ء)

رخ علامہ احمد علی کی ہر تجلی میں نبوت کے سراج علم تنویر دیکھی تھی
(خدام الدین لاہور ۲۳ مئی ۱۹۶۲ء)

دیوبندیوں کا کلمہ درود اور تھانوی صاحب کا اعلان نبوت رست

دیوبندیوں و ہابیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے ایک مرید نے پہلے خواب پھر بیداری میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اشرف علی رسول اللہ ﷺ اور پھر عین بیداری و ہوشیاری کی حالت میں درود شریف یوں پڑھا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا اشرف علی اس پر بجائے توبہ کی تلقین کے تھانوی صاحب نے تسلی دی کہ تم جس کی طرف رجوع کرتے ہو وہ متبع سنت ہے۔ (رسالہ الامداد صفر المنظر ۱۳۲۶ھ ص ۳۵ از مولوی اشرف علی تھانوی)

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور موتے کا انکار

اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کا نور ہیں تو خدا کا نور کڑے ہو گیا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کا جزو بن گئے اور حضور میں خدائی آگئی۔ یہ عقیدہ عیسائیوں کے عقیدہ کے مشابہ ہے (عامہ کتب دیوبندیہ و فتویٰ تعلیم القرآن راولپنڈی)۔
 نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور خدا اور شفاعت کا عقیدہ رکھنے والے مسلمان مشرک ہیں۔ (غیر مقلد اخبار الاعتصام ۳۰ اگست، ۲ ستمبر ۱۹۵۷ء)

دیوبندیوں میں چار نوری وجود

دیوبندیوں و ہابیوں کا ماسٹرن سلیف شورش کا شمیری حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کی طرف منسوب کر کے لکھتا ہے کہ میاں صاحب نے فرمایا دیوبندیوں میں چار نوری وجود ہیں ان میں ایک (مولوی انور شاہ کا شمیری ہیں) (چٹان لاہور ص ۱۲۴)

مس فاطمہ جناح اور مولوی احمد علی نور خدا

مودودی جماعت کے سابق ممتاز و ذمہ دار رکن و ہابیوں کے مایہ ناز عالم مولوی امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں کہ جماعت اسلامی سب سے زیادہ مفر جماعت ہے۔۔۔۔۔ دوسری طرف یہ حال ہے کہ ملتان میں اس جماعت کے قیم نے مس فاطمہ جناح کو نور خدا سے تشبیہ دی (اخبار روزنامہ مشرق لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۶۴ء)

یہ مباغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ قطب الاقطاب جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا احمد علی صاحب اللہ تعالیٰ کے انوار میں سے ایک نور تھے ۵

مرد حقانی کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور
 عارف رومی فرماتے ہیں ۵

نور حق ظاہر بود اندر ولی نیک ہیں باشی اگر اہل ولی
 اگر تو صاحب بصیرت ہے تو ابھی طرح دیکھ کہ اللہ کا نور ولی اللہ (مولوی
 احمد علی) میں چمکتا ہے۔ (خدام الدین ۲۴ مئی ۱۹۶۲ء)
 مولوی احمد علی لاہوری مرتے کے بعد ان کا ایک مرید لکھتا ہے
 ”اس گنہ گار آنکھ نے دو مرتبہ شرف زیارت حاصل کیا۔ کیا عرض
 کروں۔ چہرے پر نور برس رہا تھا۔ پنجابی شعر ۵
 چہرہ انور پیشانی و جھمکداسی اوسے نور دے وج سما گئے تے
 (خدام الدین شیخ التفسیر نمبر ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

پیغمبر کے لئے معجزہ مقرر فرمائی ہیں

جس شخص سے کوئی معجزہ نہ ہو اس کو پیغمبر نہ سمجھنا یہ عادتیں پھور
 اور نصاریٰ اور مجوس اور منافقوں اور اگلے مشرکوں کی ہے۔
 (تقویت الایمان ص ۱۷-۱۸ از مولوی اسماعیل دہلوی)

عطاء اللہ بخاری کا معجزہ

امیر شریعت (عطاء اللہ بخاری) کی معجزانہ خطابت کی تاثیر حلاوت
 جرأت، ویسے باکی، حق گوئی و سحر بیانی ضرب المثل تھی مخدم الدین لاہور
 (۲۴ مئی ۱۹۶۲ء ص ۱)

صحابہ کی توہین کرنے والا اہل سنت سے خارج ہیں

جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے.....

وہ اپنے اس کبیرہ کی وجہ سے سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۱۱ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

علماء کی توہین کرنے والا کافر

علماء کی توہین کو چونکہ علماء نے کفر کھا ہے جو بوجہ امر علم اور دین کے ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۱۶)

محرم میں سبیل لگانا شربت و دھ پلانا حرام

محرم میں ذکر شہادت حسین کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا دودھ وغیرہ پلانا سب نادرست اور تشبیہ و افتضاح کی وجہ سے حرام ہے (فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۱۱۲ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

ہندوؤں کی پوری کھانا حلال

ہندوؤں کی ہولی دیوالی کی کھیلیں اور پوری کھانا درست ہیں۔
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۱۱)

مرثیہ شہداء کو بلا کا جلا دینا ضروری ہے

مرثیہ شہداء کو بلا کا جلا دینا یا دفن کر دینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۱۱۳)

مولوی رشید احمد گنگوہی کا مرثیہ جائز

دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی نے اپنے آقائے نعمت مولوی رشید احمد گنگوہی کے انتقال پر ایک کتابچہ بنام مرثیہ گنگوہی شائع کیا

ہوا ہے جو پاک و ہند کے ہر دیوبندی وہابی کتب خانہ سے مل سکتا
ہے جس میں نوحہ ماتم کا ایک مصرعہ یہ ہے ۴
جہاں تھا خندہ و شادی وہاں ہے نوحہ و ماتم

زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے والا کافر
زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دے دیا اس کے سامنے دوزخ تو بیٹھ گئی
تو یہ سب افعال اس پیر کی عبادت کے ہوں گے جو اللہ کے نزدیک موجب
لعنت ہوں گے (جو اہل القرآن صلی علیہ وسلم جو ان کو کافر نہ کہے خود کافر ہے۔
جو اہل القرآن صلی علیہ وسلم۔

مولوی احمد علی لاہوری کے ہاتھ چومنا جائز
شاہ جی عطاء اللہ بخاری کا اپنا یہ حال تھا کہ حضرت (احمد علی لاہوری)
کو گھنٹوں ہنساتے رہتے۔ طرح طرح کی باتوں سے حضرت علیہ الرحمۃ کا
دل پہلاتے اور اکثر ایسا ہوتا کہ فرط عقیدت سے کبھی حضرت (مولوی احمد علی
لاہوری) کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔ کبھی حضرت کی دائرہ چومنے لگتے۔
(خدام الدین لاہور ص ۱۸، ستمبر ۱۹۶۲ء)

تعظیم دین دار (دیوبندی مولیوں) کے لئے کھڑا ہونا درست ہے
ہاتھ پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے اور احادیث
سے ثابت ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۵۹۔ از مولوی رشید احمد گنگوہی)
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننے والے فرشتوں
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو حاضر و ناظر کہے بلا شک مقرر اس کو

کافر کہے۔ (جواہر القرآن ص ۶) جو انھیں کافر و مشرک نہ کہے وہ بھی
ویسا ہی کافر ہے۔ (جواہر القرآن ص ۷)

دیوبندی وہابی شیخ اور مولوی حاضر ناظر

ترجمہ فارسی۔ یعنی مرید اس بات کو یقین جانے کہ شیخ (دیوبندی پیر) کی روح ایک جگہ میں مقید نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہو قریب ہو۔ خواہ دور اگرچہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت سے دور نہیں تو جب اس بات کو محکم جانتے اور ہر وقت شیخ کو یاد رکھے اور رابطہ قلب پیدا ہو جائے اور ہر دم فائدہ حاصل کرتا رہے اور جب مرید کسی مشکل کشائی میں پیر کا محتاج ہو تو شیخ کو دل میں حاضر جان کر زبان حالی سے سوال کرے تو خدا کے حکم سے یقیناً پیر کی روح اسے ایقا کرے گی۔ (امداد السلوک ص ۱۲۰ مولوی شہید احمد گنگوہی رسالہ الشہاب الثاقب صفحہ ۶۱ از مولوی حسین احمد کانگریسی صدر مدرسہ دیوبند)

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتا
رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ
بالکل بے اصل بلکہ نصوص صریحہ شرعیہ کے خلاف اور مشرکانہ عقیدہ
ہے۔۔۔۔ اس گمراہانہ عقیدہ کو اسلامی تعلیمات سے اسی قدر بچد ہے
جس قدر بت پرستی اور عقیدہ تثلیث کو اسلام اور عقیدہ توحید سے؟
(رسالہ حاضر و ناظر ص ۱۷ مولوی منظور احمد نعمانی منہجی سید الفرقان لکھنؤ)

ابلیس لعین اور مولوی سید احمد رائے بریلی حاضر ناظر ہیں
ابو زید سے پوچھا گیا اٹھے زمین کی نسبت آپ نے فرمایا یہ کوئی کمال

کی چیز نہیں دیکھوا بلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے۔
 (حفظ الایمان ص ۹ از۔ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی وہابی)
 یہ ہیں مولوی سید احمد رائے بریلوی مولوی اسماعیل دہلوی صاحب
 تقویت الایمان کے پیرو مرشد و آقائے نعمت چنانچہ ان کا ایک واقعہ
 اکابر دیوبندی مستند کتب میں مذکور ہے۔ ایک مال دار مسلمان
 (دیوبندی وہابی) دائم الخمر (شرابی) نے آپ (سید احمد) کی خدمت
 میں عرض کیا۔ حضرت میں شراب نوشی کا ایسا عادی ہوں کہ اس کے
 بغیر ایک لحظہ بھی جی نہیں سکتا اور تمام منہیات شرعی سے آپ کے ہاتھ
 پر توبہ کرتا ہوں، مگر شراب نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ نے فرمایا اچھا ہمارے
 سامنے شراب نہ بیا کرو۔ اس کے بعد وہ بیعت ہو گیا۔ ایک روز شراب
 کے نشہ نے زور کیا۔ فکر سے شراب مانگی۔ وہ پیالہ میں ڈال کر شراب لے آیا
 جوں ہی پیالہ منہ کے نزدیک لے گیا۔ دیکھا کہ واٹھوں میں انگلی دبائے
 ہوئے (مولوی سید احمد وہابی) سامنے کھڑے ہیں۔ فوراً پیالہ ہاتھ سے
 پھینک کر توبہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ مگر پھر دیکھا تو سید صاحب وہاں نہیں ہیں
 سمجھا کہ شاید مجھ کو وہم ہو گیا تھا۔ پھر نوکر کو حکم دیا وہ شراب پیالہ بھر کر لیا اور
 اس نے پینے کے لئے منہ کے قریب کیا۔ مگر پھر سید صاحب کو حاضر اور موجود پایا
 پھر پیالہ پھینک کر حضرت حضرت کے آپ کی طرف دوڑا پھر دیکھا وہاں کوئی
 بھی نہیں ہے پھر کوٹھری میں گھس کر کل دروازوں کو مقفل کر دیا کہ شراب
 طلب کی۔ منہ کے قریب پیالہ جانے کے ساتھ ہی (مولوی سید احمد وہابی)
 کو سامنے کھڑا دیکھا۔ تب پیالہ پھینک دیا۔ سید صاحب کو گھونڈا تو کچھ چہ
 نہ چلا۔ آخر لاچار ہو کر بیت الخلا یا خانہ گاہ میں شراب طلب کی تو وہاں
 بھی حضرت (مولوی سید احمد کو) حاضر سامنے کھڑا دیکھا۔ اس وقت
 اس نے شراب سے بھی توبہ کی۔ (سوانح احمدی ص ۵۵ مولفہ محمد جعفر تھانیسری وہابی)

حضور علیہ السلام کا علم زمین کو محیط نہیں یہ شرک ہے
الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط
زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ
سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حق ہے (براہین قاطعہ
از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی ص ۵۲)

شیطان اور ملک الموت کا علم زمین کو محیط ہے
شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے
تمام نصوص کو رد کر کے شرک ثابت کرتا ہے (براہین قاطعہ ص ۵۲ از مولوی
خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی)۔

حضور علیہ السلام کو قبلہ و کعبہ لکھنا مکروہ تحریمی اور منع ہے
سوال : قبلہ و کعبہ یا قبلہ دارین کعبہ کو نین یا قبلہ دینی و کعبہ دنیوی
..... یا مثل ان الفاظ کے القاب و آداب کسی کو تحریر کرنے جائز
ہیں یا نہیں۔ حرام ہے یا غیر حرام۔ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔
الجواب : ایسے کلمات مدح کے کسی کی نسبت کہنے اور لکھنے مکروہ تحریمی
ہیں۔ لقولہ علیہ السلام صلا قطرو فی الحدیث۔ رواہ البخاری
والمسلم۔ جب زیادہ حد شان نبوی سے کلمات آپ کے واسطے ممنوع ہو
تو کسی دوسرے کے واسطے کس طرح درست ہو سکتے ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد گنگوہی (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۷۷)۔

اے لقلعے تو جواب ہر سوال مشکل از تو حل شود بے قیل و قال
آپ (مولوی احمد علی لاہوری) کا دیدار ہر سوال کا جواب ہے اور
آپ سے مشکل فوراً حل ہو جاتی ہے (خدام الدین لاہور ص ۲۱۹، فروری
۱۹۶۳ء و خدام الدین ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء)۔

● مشہور احراری لیڈر عطاء اللہ بخاری کے انتقال کے بعد لائل ٹرسٹ
ایک غیر مقلد اہل حدیث اخبار المنیر کی ایک نظم کا مرثیہ ملاحظہ فرمائیے۔
روح ابوالکلام کا آئینہ دار فکر چشم چراغ محفل مشکل کشا گیا
(اخبار المنیر لائل پور، ۶ ستمبر مطابق ۲۵ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ)

حضور علیہ السلام مرکز مٹی میں مل گئے (معاذ اللہ)
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرہ منسوب کر کے لکھا کہ ”وہیں
بھی ایک روز مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں“ (تقویت الایمان ص ۹۶)
(از مولوی اسماعیل بدایونی)

دیوبندی وہابی مولوی مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں
کیا ایسے لوگ حقیقت میں مرجاتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں
سید احمد بدایونی۔ شاہ اسماعیل شہید۔ حجت الاسلام محمد قاسم نانوتوی
مولانا رشید احمد گنگوہی۔ شیخ الہند محمود الحسن۔ شیخ الاسلام حسین احمد
مدنی اور امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری جیسی شخصیتیں مرجاتی ہیں؟
فنا ہو گئی ہیں؟ مٹ چکی ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔ جس طرح یہ لوگ
زندہ ہیں اور یقیناً زندہ ہیں اس طرح اس قافلے کے آخری سالار
شیخ التفسیر مولانا احمد علی بھی زندہ جاوید ہیں۔

(خدام الدین لاہور، ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

”نبی ولی کو علم نہیں قبر و حشر میں کیا ہوگا“

جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے کرے گا دنیا خواہ قبر خواہ آخرت و حشر
اس کی حقیقت کسی کو نہیں معلوم نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال معلوم نہ دوسروں کا
(تقویت الایمان ص ۲۲ از مولوی محمد اسماعیل دہلوی)

● میں (حضور علیہ السلام) نہیں جانتا میرے اور آپ کے ساتھ کیا کیا
جائے گا (برائین قاطعہ ص ۵۲ از خلیل انبیشوی)

● خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی
ولا بکم

مولوی احمد علی لاہوری کو قبر و حشر اور آخرت کا حال معلوم ہے

● میں (مولوی احمد علی) نے اللہ والوں (علماء دیوبند) کی صحبت میں
چالیس سال رہ کر باطن کی آنکھیں حاصل کی ہیں (خدام الدین، جولائی
۱۹۶۱ء ص ۶)

● بزرگوں (دیوبندی وہابی مولویوں) کی صحبت میں بیٹھنے سے اور
ان کی نگاہ فیض کے اثر سے بجز اللہ اتنی توفیق میسر آگئی ہے کہ اب یہ مجھ پر
بھی منکشف ہو جاتا ہے کہ کون اپنی قبر میں کس حال میں ہے۔

(خدام الدین لاہور ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء ص ۶)

قبر سے گفتگو

حضرت والا جاہ (مولوی احمد علی) اپنے مغوم دل سے (اپنے)
بچوں میں سے بعض کو قبور پر تشریف لے گئے اور حالت کشف میں جو گفتگو ہوئی
اس کو اماں جان (اپنی بیوی) سے آگوش کر رہے (خدام الدین لاہور۔

۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

خالی قبر

ایک دفعہ حضرت لاہوری نے ایک روضہ کو دیکھ کر فرمایا قبر کے اندر تو کچھ بھی نہیں چنانچہ بزرگوں سے معلوم ہوا کہ اس قبر کی لاش کو عقیقت مندرجہ حال کر لائل پور لے گئے تھے۔ (خدام الدین ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء)

ولی اللہ کی خوشبو

کشف القبور کا آپ کو علم تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں شاہی قلعہ لاہور کی غلی دیوار کے پاس کسی ولی اللہ کو مدفون پاتا ہوں اور مجھے اس کی خوشبو آ رہی ہے۔ (خدام الدین لاہور ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء)

سید احمد کی قبر

علامہ افغانی نے دریافت فرمایا۔ حضرت کیا وجہ سے کہہ رہے ہیں (رجویش اور مرشد ہیں) کی قبر پر انوار مولانا اسماعیل شہید کی نسبت کم معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت (احمد علی) نے فرمایا۔ ہاں یہ واقعہ ہے کہ میں نے صاحب قبر سے دریافت کیا تو اس نے کہا میں سید احمد شہید نہیں ہوں میرا نام سید احمد ہے۔ میں مولانا اسماعیل شہید کا مرشد نہیں۔ لوگوں نے مولانا شہید کی قبر کے قریب ہونے کی وجہ سے غلط فہمی میں مجھے سید صاحب سمجھ لیا ہے۔ (خدام الدین لاہور ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء ص ۲۲)

سرداری میں زیارت

واقعی حضرت شیخ التفسیر (مولوی احمد علی دیوبندی) کا علم

کشف القبور پر اکمل تھا۔ حضرت کا کمال تھا کہ بیداری میں ہی احقر کو ان قلعہ لاہور والے مرحوم بزرگوں کی زیارت کرا دی اور دو منٹ میں ہی حضرت کی کرامت سے مجھے بہت کچھ حاصل ہو گیا۔ جو جادہ صد سالہ سے بھی نہیں ملتا (خدام الدین ۱۵ مارچ ۱۹۶۲ء)

آخرت کا حال

ایک محترمہ جس کے دو بیٹے فوت ہو گئے تھے کے حوالے سے فرمایا ایک اچھی حالت میں ہے اور دوسرے کی حالت دگرگوں ہے۔ (خدام الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

سیدھا جہنم میں

ایک شخص نے عرض کیا حضرت میرا بیٹا لاہور سے بی اے کر کے لندن گیا وہاں سے واپس آیا تو بیمار ہو گیا۔ حضرت اس کا خاتمہ کیسا ہوا؟ مولانا احمد علی (دیوبندی وہابی) نے آنکھیں بند کیں.... اور کھول کر فرمایا سیدھا جہنم میں۔ (خدام الدین لاہور ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۸)

عید میلاد النبی اور گیارہویں شریف کا تبرک حرام کفر

یہ تعینات ربیع الاول میں اور عشرہ محرم میں کچھ ۱ اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور گیارہویں اور تونسہ اور سنی بوعلی قلندر اور خضر علیہ السلام کے نام کا چاہ پر لے جانا بدعت ضالہ ہیں اگر نیت ایصال ثواب کی ہے تو طعام مباح اور صدقہ ہے تو داخل مآجل پہ بغیر اللہ میں ہے اور حرام ہے اور ایسے عقائد فاسدہ موجب کفر کے ہیں اور ان الفاظ کو کفر ہی کہنا چاہیے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۸ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

ہولی دیوالی کی کھیلیں پوری اور برے کے پورے اور گوکھانا ثواب ہندو تہوار ہولی دیوالی کی کھیلیں یا پوری یا کچھ اور کھانا بطور تحفہ بھیجتے

ہیں ان کا لینا اور کھانا درست ہے۔ رفتاوی رشیدیہ ص ۴۲
(از مولوی رشید احمد گنگوہی)

- گاؤں کی اوجھری اور بکری کے کیورے کھانا درست ہیں۔
- (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۱۵۱ مطبوعہ افضل المطابع مراد آباد)
- جس جگہ زراعت معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو اُکو کھانے والے کو ثواب ہوگا۔
(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۳ از مولوی گنگوہی)

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (تقویت الایمان ص ۶۵)

- جس کا نام محمد یا علی ہے کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویت الایمان ص ۴۳)
- یوں کہنا کہ نبی یا رسول اگر چاہے تو فلاں کام ہو جاوے گا۔
- شرک ہے۔ (بہشتی زیور ادل ص ۴۵ از مولوی اشرف علی تھانوی)
- مولوی رشید احمد گنگوہی نے مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی لکھتے ہیں اور علیہ السلام کو چیلنج کرتے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

مولوی حسین احمد کانگریسی روحانی طاقت اور اختیار

مولوی محمد الیاس کاندرھلوی دیوبندی نے ایک مرتبہ عالم جذبہ میں فرمایا۔ میاں ظہیر لوگوں نے حسین احمد کو پہچانا نہیں۔ خدا کی قسم ان کی روحانی طاقت اتنی بڑھی ہوئی ہے اگر وہ اس طاقت سے کام لے کر انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے تو نکال سکتے تھے۔

(رسالہ الصدیق جمادی الثانی ورجب المرجب ۱۳۷۷ھ)

رسول پاک امام حسین مجدد الف ثانی کی قبور پر گنبد حرام ہیں

رانبیاء اور اولیاء کی، قبور پر گنبد اور فرش بختہ بنانا ناجائز اور

حرام ہے اور جو اس فعل سے راضی ہوں گنبد گارہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد اول از مولوی عزیز الرحمن دیوبندی)

قبر پر مقبرہ حرام ہے

قبر پر مقبرہ بنانا حرام ہے کسی ہی کی قبر پر (تقویت الایمان مع تذکرۃ الاولیاء)

مندرجہ بنوانا اور اس میں سنگ مرمر کی مورتی مہیا کرنا جائز ہے

ہندوستان کے ایک نام نہاد مسلمان (دیوبندی) فضل الرحمن

سیٹھ بٹری والے نے کشمی نرائن مندر کی تعمیر میں بیس ہزار روپہ (۲۰۰۰۰)

دیا۔ اس کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے گیارہ سو روپے بطور ہدیہ مسرت اور

دیئے۔ مندر کے موجودہ کرتن ہال میں بجلی بھی (دیوبندی) سیٹھ صاحب

نے اپنے خرچ سے لگوائی اور مندر کا سنگ بنیاد رکھتے وقت یہ اعلان کیا گیا

کہ مندر کے لئے شہری کشمی نرائن کی سنگ مرمر کی مورتی (بُت) بھی میں

ڈھائی ہزار کی رقم سے اپنے خرچ پر مہیا کروں گا۔

(ماہنامہ تجلی دیوبند اکتوبر ۱۹۵۷ء) (نوائے وقت اکتوبر ۱۹۵۷ء)

دیوبندی جمعیتہ العلماء ہند کی خاص شکر نوازی

ماہنامہ تجلی دیوبند رقمطراز ہے کہ فضل الرحمن کی بات اگر یہ تک

رہ جاتی تو ملا کو کوئی دلچسپی نہیں تھی.... لیکن دلچسپی کا باعث وہ محقر تبصرہ

جو علمائے حقہ (دیوبند) نے واحد سرکاری آرگن اور ترجمان الحجۃ رہندہ تھے اس پر فرمایا ہے کہ ہمیں اس خبر سے یہ دکھانا ہے کہ ۳۶ کروڑ کی آبادی میں مذہبی رواداری کی مثال قائم کرنے کی توفیق بھی صرف مسلمان ہی کو حاصل ہے۔ یہ سیرچشی.... یہ وسیع النظری اور یہ رواداری سوائے مسلمان کے آپ کو کہاں نظر آسکتی ہے (المجلیۃ ۱۲ ستمبر ۱۹۹۵ء)

لغزۃ رسالت یا رسول اللہ عقیدہ غیب کے ساتھ پکارنا کفر ہے

.... یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اور یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۶)

لغزۃ گاندھی جی کی جے محمود الحسن کی جے جائز

جس وقت حضرت مولانا محمود الحسن (دیوبندی) کا موٹر چلا تو ایک دم اللہ اکبر کا لغزہ بلند ہوا اور اس کے بعد لغزۃ رسالت نہیں (گاندھی جی کی جے مولوی محمود الحسن کی جے کے لغزے بلند ہوئے۔ رافاضات یومیہ از اشرف علی تھانوی)

بزرگان دین کا عرس ہمیں کوئی خلاف شرع نہ ہو تو بھی بدعت ہے

یہ (عرس وغیرہ) امر بھی بدعت و ضلال و گناہ سے خارج نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۹ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

● مولود شریف اور عرس جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو....

اس زمانہ میں درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۰۵)

● جس عرس میں صرف قرآن پڑھا جائے اس میں شریک ہونا بھی

نا درست ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۷)

امیر شریعت (عطاء اللہ بخاری) کی یاد میں میلہ (عرس) جائز

اوکاڑہ کے اس میلہ (عرس) میں مشہور احراری لیڈر ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین اور شورش کاشمیری شرکت فرما رہے ہیں۔
(نوائے وقت لاہور ۹ اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۱)

نوٹ: عطاء اللہ بخاری صاحب کا عرس ہر سال لاہور و ملتان اور لائل پور میں بیاہنگار امیر شریعت کے لیل سے احراری دیوبندی کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کا مثل اور نظیر ممکن ہے۔ آپ ہم جیسے بشر ہیں

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی ولی جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویت الایمان ص ۱۱۱ از مولوی اسماعیل دہلوی) (دیوبندی)
● حضور علیہ السلام کا نظیر ممکن ہے۔ دیوبند قاطعہ ص ۱۱۱ از مولوی غیث الدین
● جو شخص حضور علیہ السلام کو ایک مرتبہ اپنے جیسا بشر کہتا ہے اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ (اخبار پاکستان لائل پور)

مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی حسین احمد کانگریسی کے مثل ہیں۔

مولوی رشید گنگوہی کے انتقال پر مولوی محمود الحسن دیوبندی نے لکھا:
دلوں کو جھانکتے ہیں اپنے اور سب سکرات ہیں

کہا جب میں نے مولانا رشید احمد تھے لاثانی (مرثیہ گنگوہی ص ۱)
حضرت مولوی احمد علی لاہوری نے فرمایا۔ میں ایسا ہی نہیں
بلکہ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ روئے زمین پر حضرت حسین احمد مدنی
قدس سرہ جیسا کوئی جامع و بلند پایہ شخصیت موجود نہیں۔

(خدا م الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء ص ۱۱)

عبدالبنی عبد الرسول علی بخش حسین بخش نام رکھنا شرک

ہشتی زیورہ ص ۴۴ اول از مولوی اشرف علی تھانوی

و تقویت الایمان ص ۶۶ از مولوی اسماعیل دہلوی

پنڈت کرپارام برہمچاری مادھو سنگھ گنگارام نام رکھنا جائز

مولوی عطاء اللہ بخاری نے دیناج پور جیل میں اپنا نام پنڈت کرپارام

برہمچاری ظاہر کیا اور اس نام سے اپنے احباب کو خط لکھے۔ کتاب عطاء اللہ بخاری

سنو میں (احمد علی) کہتا ہوں کہ اگر تم اپنا نام مادھو سنگھ گنگارام

رکھو اور نماز پنجگانہ ادا کرو۔ زکوٰۃ پائی پائی گن کر دو۔ حج فرض ہے تو کر کے

آؤ اور پورے رمضان کے تیسوں روزے رکھو تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ

تم بچے مسلمان ہو۔ (خدام الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

پیران کلیر وغیرہ سوداگری یا خریداری کے لئے جانادریست نہیں

مسلمانوں کے میلوں (عرس) میں جیسے پیران کلیر وغیرہ واسطے

سوداگری، خریداری جانادریست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۸۹)

مند رکا چڑھاوا کافر و مشرک سے خریدنا جائز

”جو مرغ و بکرا کھانا کفار اپنے معابد پر چڑھاتے ہیں اور کافر مجاہد

لیتا ہے تو اس کا خریدنا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۱۵)

تندرست کو بیمار کرنا حاجتیں برائی بلائیں ٹالنی انبیاء اولیاء کو ماننا

مردوں (انبیاء اولیاء) سے حاجتیں مانگنا اور ان کی منتیں ماننا

کفار کی راہ ہے۔ (تذکرہ الاخوان ص ۳۷)

● تندرست و بیمار کر دینا، اقبال و ادبار دینا، حاجتیں بر لائی، بلائیں ڈالنی، مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے۔ سو وہ مشرک ہو جاتا ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے۔ (تقویت الایمان ص ۱۷۱ از مولوی محمد اسماعیل دہلوی)

دیوبندی مولوی مرنے کے بعد بھی جتنا روادار و ارفع البلاء ہیں

امام مولوی محسن الدین صاحب (دیوبندی) حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی صدر مدرس دیوبند کے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت جو بعد وفات واقع ہوئی۔ بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑے بخار کی بہت کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا یعقوب (دیوبندی) کی قبر کی مٹی لے جا کر پاندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا، پس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلوادوں تب ہی ختم۔ کئی بار مٹی ڈال چکا تھا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ میں مولانا کی قبر پر جا کر کہا کہ آپ کی تو کرامت ہوئی ہماری مصیبت ہو گئی۔ یاد رکھو اگر اب کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہو گے لوگ جو تے پہنے تمہارے اوپر سے چلیں گے۔ بس اس دن سے کسی کو آرام نہ ہوا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۳۲۲، حکایت نمبر ۳۶۶)

ملاحظہ ہو دیوبندی اپنے مولویوں کو مشکل کشا، حاجت روادار و ارفع البلاء سمجھتے اور قبروں میں زندہ ماننے اور ان کی قبروں کی مٹی سے شفا پاتے ہیں۔

وہ اپنے اس کبیرہ کی وجہ سے سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۱۱ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

علماء کی توہین کرنے والا کافر

علماء کی توہین کو چونکہ علماء نے کفر لکھا ہے جو بوجہ امر علم اور دین کے ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۱۶)

محرم میں سبیل لگانا شربت و دھ پلانا حرام

محرم میں ذکر شہادت حسین کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا دودھ وغیرہ پلانا سب نام درست اور تشبہ و افتخار کی وجہ سے حرام ہے (فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۱۱۲ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

ہندوؤں کی پوری کھانا حلال

ہندوؤں کی ہولی دیوالی کی کھیلیں اور پوری کھانا درست ہیں۔
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۱۱)

مرثیہ شہداء کر بلا کا جلا دینا ضروری ہے

مرثیہ شہداء کر بلا کا جلا دینا یا دفن کر دینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۱۱۳)

مولوی رشید احمد گنگوہی کا مرثیہ جائز

دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی نے اپنے آقا کے نعمت مولوی رشید احمد گنگوہی کے انتقال پر ایک کتابچہ بنام مرثیہ گنگوہی شائع کیا

ہوا ہے جو پاک و ہند کے ہر دیوبندی و ہابی کتب خانہ سے مل سکتا
ہے جس میں نوحہ ماتم کا ایک مصرعہ یہ ہے ۴
جہاں تھا خندہ و شادی وہاں ہے نوحہ و ماتم

زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے والا کافر
زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دے دیا اس کے سامنے دوزخ تو بیٹھ گئی
تو یہ سب افعال اس پیر کی عبادت کے ہوں گے جو اللہ کے نزدیک موجب
لعنت ہوں گے (جو اہل القرآن صلی علیہ وسلم کو کافر نہ کہے خود کافر ہے۔
جو اہل القرآن صلی علیہ وسلم۔

مولوی احمد علی لاہوری کے ہاتھ چومنا جائز
شاہ جی عطاء اللہ بخاری کا اپنا یہ حال تھا کہ حضرت (احمد علی لاہوری)
کو گھنٹوں ہنساتے رہتے۔ طرح طرح کی باتوں سے حضرت عیدہ الرحیمہ کما
دل پہلاتے اور اکثر ایسا کہتا کہ فرط عقیدت سے کبھی حضرت (مولوی احمد علی
لاہوری) کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔ کبھی حضرت کی داڑھی چومنے لگتے۔
(خدام الدین لاہور ص ۱۵۷، ستمبر ۱۹۶۲ء)

تعظیم دین دار (دیوبندی مولیوں) کے لئے کھڑا ہونا درست ہے
ہاتھ پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے اور احادیث
سے ثابت ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۵۹۔ از مولوی رشید احمد گنگوہی)
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننے والے کا فرض
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو حاضر و ناظر کہے بلا شک مشروع اس کو

کافر کہے۔ (جواہر القرآن ص ۷۱) جو انھیں کافر و مشرک نہ کہے وہ بھی
ویسا ہی کافر ہے۔ (جواہر القرآن ص ۷۱)

دیوبندی وہابی شیخ اور مولوی حاضر ناظر

ترجمہ فارسی۔ یعنی مرید اس بات کو یقین جانے کہ شیخ (دیوبندی پیر) کی روح ایک جگہ میں مقید نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہو قریب ہو۔ خواہ دور اگرچہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت سے دور نہیں تو جب اس بات کو محکم جانے اور ہر وقت شیخ کو یاد رکھے اور رابطہ قلب پیدا ہو جائے اور ہر دم فائدہ حاصل کرتا رہے اور جب مرید کسی مشکل تمکشیانی میں پیر کا محتاج ہو تو شیخ کو دل میں حاضر جان کر زبان حال سے سوال کرے تو خدا کے حکم سے یقیناً پیر کی روح اسے ایفا کرے گی۔ (امداد السلوک ص ۱۷۱ مولوی رشید احمد گنگوہی رسالہ الشہاب الثاقب صفحہ ۶۱ از مولوی حسین احمد کانگریسی صدر مدرسہ دیوبند)

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتا
رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشرکانہ عقیدہ ہے
بالکل بے اصل بلکہ نصوص عریضہ شرعیہ کے خلاف اور مشرکانہ عقیدہ
ہے.... اس گمراہانہ عقیدہ کو اسلامی تعلیمات سے اسی قدر بچد ہے
جس قدر بت پرستی اور عقیدہ تثلیث کو اسلام اور عقیدہ توحید سے؟
(رسالہ حاضر و ناظر ص ۷۱ از مولوی منظور احمد نعمانی مہتمم علی سید القرآن لکھنؤ)

ابلیس لعین اور مولوی سید احمد رائے بریلی حاضر ناظر ہیں
ابو یزید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت آپ نے فرمایا یہ کوئی کمال

کی چیز نہیں دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے۔
 (حفظ الایمان ص ۹۰ از مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی وہابی)
 یہی مولوی سید احمد رائے بریلوی مولوی اسماعیل دہلوی صاحب
 تقویت الایمان کے پیرومرشد و آقائے نعمت چنانچہ ان کا ایک واقعہ
 اکابر دیوبند کی مستند کتب میں مذکور ہے۔ ایک مال دار مسلمان
 (دیوبندی وہابی) دائم الخمر و شرابی) نے آپ (سید احمد) کی خدمت
 میں عرض کیا۔ حضرت میں شراب نوشی کا ایسا عادی ہوں کہ اس کے
 بغیر ایک لحظہ بھی جی نہیں سکتا اور تمام منہیات شرعی سے آپ کے ہاتھ
 پر توبہ کرتا ہوں، مگر شراب نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ نے فرمایا اچھا ہمارے
 سامنے شراب نہ بیا کرو۔ اس کے بعد وہ بیعت ہو گیا۔ ایک روز شراب
 کے نشہ نے زور کیا۔ تو کمرے میں شراب مانگی۔ وہ پیالہ میں ڈال کر شراب لے آیا
 جوں ہی پیالہ منہ کے نزدیک لے گیا۔ دیکھا کہ وائٹوں میں انگلی دبائے
 ہوئے (مولوی سید احمد وہابی) سامنے کھڑے ہیں۔ فوراً پیالہ ہاتھ سے
 پھینک کر توبہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ مگر پھر دیکھا تو سید صاحب وہاں نہیں ہیں
 سمجھا کہ شاید مجھ کو وہم ہو گیا تھا۔ پھر تو کمرے کو حکم دیا وہ شراب پیالہ بھر کر لیا اور
 اس نے پینے کے لئے منہ کے قریب کیا۔ مگر پھر سید صاحب کو حاضر اور موجود پایا
 پھر پیالہ پھینک کر حضرت حضرت کر کے آپ کی طرف دوڑا پھر دیکھا وہاں کوئی
 بھی نہیں ہے پھر کوٹھری میں گھس کر کل دروازوں کو مقفل کر دیا کہ شراب
 طلب کی۔ منہ کے قریب پیالہ جانے کے ساتھ ہی (مولوی سید احمد وہابی)
 کو سامنے کھڑا دیکھا۔ تب پیالہ پھینک دیا۔ سید صاحب کو کمرے میں آؤ کچھ پتہ
 نہ چلا۔ آخر لاچار ہو کر بیت الخلا پاخانہ گاہ میں شراب طلب کی تو وہاں
 بھی حضرت (مولوی سید احمد کو) حاضر سامنے کھڑا دیکھا۔ اس وقت
 اس نے شراب سے بھی توبہ کی۔ (سوانح احمدی ص ۵۵ مولفہ محمد جعفر تھانوی وہابی)

حضور علیہ السلام کا علم زمین کو محیط نہیں یہ شرک ہے
الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط
زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ
سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حق ہے (براہین قاطعہ
از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی ص ۵۲)

شیطان اور ملک الموت کا علم زمین کو محیط ہے
شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے
تمام نصوص کو رد کر کے شرک ثابت کرتا ہے (براہین قاطعہ ص ۵۲) از مولوی
خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی۔

حضور علیہ السلام کو قبلہ و کعبہ مکہ و تخری اور منع ہے
سوال : قبلہ و کعبہ یا قبلہ دارین کعبہ کونین یا قبلہ دینی و کعبہ دنیوی
..... یا مثل ان الفاظ کے القاب و آداب ... کسی کو تحریر کرنے جائز
ہیں یا نہیں۔ حرام ہے یا غیر حرام۔ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔
الجواب : ایسے کلمات مدح کے کسی کی نسبت کہنے اور لکھنے مکروہ تحریمی
ہیں۔ لقولہ علیہ السلام صلا تطلو فی الحدیث۔ رواہ البخاری
والمسلم۔ جب زیادہ حدیثان نبوی سے کلمات آپ کے واسطے ممنوع ہوئے
تو کسی دوسرے کے واسطے کس طرح درست ہو سکتے ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد گنگوہی (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۷۱)۔

اے لقاے تو جواب ہر سوال مشکل از تو حل شود بے قیل و قال
آپ (مولوی احمد علی لاہوری) کا دیدار ہر سوال کا جواب ہے اور
آپ سے مشکل فوراً حل ہو جاتی ہے (خدام الدین لاہور ص ۱۹، ۲۲ فروری
۱۹۶۳ء و خدام الدین ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء)

● مشہور احراری لیڈر عطاء اللہ بخاری کے انتقال کے بعد لائل کے
ایک غیر مقلد اہل حدیث اخبار المتبرک کی ایک نظم کا مرثیہ ملاحظہ فرمائیے۔
روح ابوالکلام کا آئینہ دار فکر چشم چراغ محفل مشکل کشا گیت
(اخبار المنبر لائل پور ۶ ستمبر مطابق ۲۵ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ)

حضور علیہ السلام مرکز مٹی میں مل گئے (معاذ اللہ)
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کر کے لکھا کہ وہ ہیں
بھی ایک روز مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں بالقوت الایمان ۹۶
(از مولوی اسماعیل بریلوی)

دیوبندی وہابی مولوی مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں
کیا ایسے لوگ حقیقت میں مرجاتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں
سید احمد بریلوی۔ شاہ اسماعیل شہید۔ حجت الاسلام محمد قاسم نانوتوی
مولانا رشید احمد گنگوہی۔ شیخ الہند محمود الحسن۔ شیخ الاسلام حسین احمد
مدنی اور امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری جیسی شخصیتیں مرجھاتی ہیں؟
فنا ہو گئی ہیں؟ مٹ چکی ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔ جس طرح یہ لوگ
زندہ ہیں اور یقیناً زندہ ہیں اس طرح اس قافلے کے آخری سالار
شیخ التفسیر مولانا احمد علی بھی زندہ جاوید ہیں۔

(خدام الدین لاہور ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

”نبی ولی کو علم نہیں قبر و حشر میں کیا ہوگا“

جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے کرے گا دنیا خواہ قبر خواہ آخرت و حشر
اس کی حقیقت کسی کو نہیں معلوم نہ نبی کو نہ ولی کو نہ ایسا حال معلوم نہ دوسروں
رقبیت الایمان ص ۲۲ از مولوی محمد اسماعیل دہلوی

● میں (حضور علیہ السلام) نہیں جانتا میرے اور آپ کے ساتھ کیا کیا
جائے گا (برائین قاطعہ ص ۵۲ از خلیل ایشیٹھوی)

● خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی
ولا بکم

مولوی احمد علی لاہوری کو قبر و حشر اور آخرت کا حال معلوم ہے

● میں (مولوی احمد علی) نے اللہ والوں (علماء دیوبند) کی صحبت میں
چالیس سال رہ کر باطن کی آنکھیں حاصل کی ہیں (خدام الدین، جولائی
۱۹۶۱ء ص ۶)

● بزرگوں (دیوبندی وہابی مولویوں) کی صحبت میں بیٹھنے سے اور
ان کی نگاہ فیض کے اثر سے بجز اللہ اتنی توفیق میسر آگیا ہے کہ اب یہ مجھ پر
بھی منکشف ہو جاتا ہے کہ کون اپنی قبر میں کس حال میں ہے۔

(خدام الدین لاہورہ ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء ص ۴)

قبر سے گفتگو

حضرت والا جاہ (مولوی احمد علی) اپنے مغموں دل سے (اپنے)
بچوں میں سے بعض کو قبور پر تشریف لے گئے اور حالت کشف میں جو گفتگو ہوئی
اس کو اماں جان (اپنی بیوی) سے آکر پیش کرتے رہے (خدام الدین لاہورہ۔

۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

خالی قبر

ایک دفعہ حضرت لاہوری نے ایک روضہ کو دیکھ کر فرمایا قبر کے اندر تو کچھ بھی نہیں چنانچہ بزرگوں سے معلوم ہوا کہ اس قبر کی لاش کو عقیقت منہ نکال کر لائل پور لے گئے تھے۔ (خدام الدین ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء)

ولی اللہ کی خوشبو

کشف القبور کا آپ کو علم تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں شاہی قلعہ دلاہور کی غلی دیوار کے پاس کسی ولی اللہ کو مدفون پاتا ہوں اور مجھے اس کی خوشبو آرہی ہے۔ (خدام الدین لاہور ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء)

سید احمد کی قبر

علامہ افغانی نے دریافت فرمایا۔ حضرت کیا وجہ سے کہ عید صاحب (رجوئخ اور مرشد ہیں) کی قبر پر اتوار مولانا (اسماعیل شہید) کی نسبت کم معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت (احمد علی) نے فرمایا۔ ہاں یہ واقعہ ہے کہ میں نے صاحب قبر سے دریافت کیا تو اس نے کہا میں سید احمد شہید نہیں ہوں میرا نام سید احمد ہے۔ میں مولانا (اسماعیل) شہید کا مرشد نہیں۔ لوگوں نے مولانا شہید کی قبر کے قریب ہونے کی وجہ سے غلط فہمی میں مجھے عید صاحب سمجھ لیا ہے۔ (خدام الدین لاہور ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء ص ۲۲)

سرداری میں زیارت

واقعی حضرت شیخ التفسیر مولوی احمد علی وہابی دیوبندی کا علم

کشف القبور پر اکمل تھا۔ حضرت کا کمال تھا کہ بی یاری میں ہی احقر کو ان قلعہ لاہور والے مرحوم بزرگوں کی زیارت کرا دی اور دو منٹ میں ہی حضرت کی کرامت سے مجھے بہت کچھ حاصل ہو گیا۔ جو جادہ صد سالہ سے بھی نہیں ملتا (خدم الدین ۱۵ مارچ ۱۹۶۲ء)

آخرت کا حال

ایک محترمہ جس کے دو بیٹے فوت ہو گئے تھے کے حوالے سے فرمایا ایک اچھی حالت میں ہے اور دوسرے کی حالت دگرگوں ہے۔ (خدم الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

سیدھا جہنم میں

ایک شخص نے عرض کیا حضرت میرا بیٹا لاہور سے بی اے کر کے لندن گیا وہاں سے واپس آیا تو بیمار ہو گیا۔ حضرت اس کا حکم کیا ہوا؟ مولانا احمد علی (دیوبندی دہلوی) نے آنکھیں بند کیں.... اور کھول کر فرمایا سیدھا جہنم میں۔ (خدم الدین لاہور ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۸)

عید میلاد النبی اور گیارہویں شریف کا تبرک حرام کفر

یہ تعینات ربیع الاول میں اور عشرہ محرم میں کچھ ۱۱ اور صحتک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور گیارہویں اور تونہ اور مہنی بو علی قلندر اور خضر علیہ السلام کے نام کا چاہ پر لے جانا بدعت ضالہ ہے اگر نیت ایصال ثواب کی ہے تو طعام مباح اور صدقہ ہے تو داخل مآجل بہ لغیر اللہ میں ہے اور حرام ہے اور ایسے عقائد فاسدہ موجب کفر کے ہیں اور ان الفاظ کو کفر ہی کہنا چاہیے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

ہولی دیوالی کی کھیلیں پوری اور کرے کے پورے اور گوکھانا نوا
ہندو تہوار ہولی دیوالی کی کھیلیں یا پوری یا کچھ اور کھانا بطور تحفہ بھیجتے

ہیں ان کا لینا اور کھانا درست ہے۔ رفتاوی رشیدیہ ص ۴۴
(از مولوی رشید احمد گنگوہی)

- گاؤ کی ادبھری اور بکرے کے کیورے کھانا درست ہیں۔
- (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۸ مطبوعہ الفضل المطابع مراد آباد)
- جس جگہ زراعت معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو اُکو کھانے والے کو ثواب ہوگا۔
- (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۳ از مولوی گنگوہی)

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (تقویت الایمان ص ۶۵)

- جس کا نام محمد یا علی ہے کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویت الایمان ص ۴۴)
- یوں کہنا کہ نبی یا رسول اگر چاہے تو فلاں کام ہو جاوے گا۔
- شرک ہے۔ (ہشتی زیور اول ص ۴۵ از مولوی اشرف علی تھانوی)
- مولوی رشید احمد گنگوہی نے مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی لکھتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو جیلج کرتے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

مولوی حسین احمد کانگریسی روحانی طاقت اور اختیار

مولوی محمد الیاس کاندھلوی دیوبندی نے ایک مرتبہ عالم جذبہ میں فرمایا۔ میاں ظہیر لوگوں نے حسین احمد کو پہچانا نہیں۔ خدا کی قسم ان کی روحانی طاقت اتنی بڑھی ہوئی ہے اگر وہ اس طاقت سے کام لے کر انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے تو نکال سکتے تھے۔

(رسالہ الصدیق جمادی الثانی درجہ المرحب ۱۳۷۷ھ ص ۷)

رسول پاک امام حسین مجید الف ثانی کی قبور پر گنبد حرام ہیں

راہبیا اور اولیاء کی، قبور پر گنبد اور فرش بختہ بنانا ناجائز اور حرام ہے اور جو اس فعل سے راضی ہوں گنبد گارہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد اول از مولوی عزیز الرحمن دیوبندی)

قبر پر مقبرہ حرام ہے

قبر پر مقبرہ بنانا حرام ہے کسی ہی کی قبر ہو (تقویت الایمان مع تذکرۃ الاولیاء)

مند بنوانا اور اس میں سنگ مرمر کی مورتی مہیا کرنا جائز ہے

ہندوستان کے ایک نام نہاد مسلمان (دیوبندی) فضل الرحمن

سیٹھ بڑی دانے نے یکشمی نرائن مندر کی تعمیر میں بیس ہزار روپہ (۲۰۰۰۰)

دیا۔ اس کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے گیارہ سو روپے بطور ہدیہ مسرت اور

دیئے۔ مندر کے موجودہ کرتن ہال میں بجلی بھی (دیوبندی) سیٹھ صاحب

نے اپنے خرچ سے لگوائی اور مندر کا سنگ بنیاد رکھتے وقت یہ اعلان کیا گیا

کہ مندر کے لئے شری یکشمی نرائن کی سنگ مرمر کی مورتی (بُت) بھی میں

ڈھائی ہزار کی رقم سے اپنے خرچ پر مہیا کروں گا۔

(ماہنامہ تجلی دیوبند اکتوبر ۱۹۵۷ء) (نوائے وقت اکتوبر ۱۹۵۷ء)

دیوبندی جمیعتہ العلماء ہند کی خاص شرک نوازی

ماہنامہ تجلی دیوبند رقمطراز ہے کہ فضل الرحمن کی بات اگر یہیں تک

رہ جاتی تو ملا کو کوئی دلچسپی نہیں تھی... لیکن دلچسپی کا باعث وہ مختصر تقریر

جو علمائے حقہ (دیوبند) نے واحد سرکاری آرگن اور ترجمان الجمعۃ
رہندہ بنے اس پر فرمایا ہے کہ ہمیں اس خبر سے یہ دکھانا ہے کہ ۳۶ کروڑ کی
آبادی میں مذہبی رواداری کی مثال قائم کرنے کی توفیق بھی صرف مسلمان
ہی کو حاصل ہے۔ یہ سیرچشی.... یہ وسیع النظری اور یہ رواداری سوائے
مسلمان کے آپ کو کہاں نظر آسکتی ہے (الجمعیۃ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۷ء)

نعرۂ رسالت یا رسول اللہ عقیدہ غیب کے ساتھ پکارنا کفر ہے

.... یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہو گا اور یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ
دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۱)

نعرۂ گاندھی جی کی جے محمود الحسن کی جے جائز

جس وقت حضرت مولانا محمود الحسن (دیوبندی) کا موٹر چلا تو ایک دم
اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور اس کے بعد نعرۂ رسالت نہیں (گاندھی جی کی جے
مولوی محمود الحسن کی جے کے نعرے بلند ہوئے۔ رافاضات یومیہ از اشرف علی تھانوی)

بزرگان دین کا عرس جس میں کوئی خلاف شرع نہ ہو تو بھی بدعت ہے

یہ (عرس وغیرہ) امر بھی بدعت و ضلال و گناہ سے خارج نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۹ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

● مولود شریف اور عرس جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو....

اس زمانہ میں درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۰۵)

● جس عرس میں صرف قرآن پڑھا جائے اس میں شریک ہونا بھی

نا درست ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۷)

امیر شریعت (عطاء اللہ بخاری) کی یاد میں میلہ (عرس) جائز

اوکاڑہ کے اس میلہ (عرس) میں مشہور احراری لیڈر ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین اور رشورش کاشمیری شرکت فرما رہے ہیں۔
(نوائے وقت لاہور، ۹ اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۱)

نوٹ: عطاء اللہ بخاری صاحب کا عرس ہر سال لاہور و ملتان اور لائل پور میں بیاؤگارا امیر شریعت کے لمیل سے احراری دیوبندی کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کا مثل اور نظیر ممکن ہے۔ آپ ہم جیسے بشر ہیں

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں بنی ولی جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویت الایمان ص ۱۱۱ از مولوی اسماعیل دہلوی) (دیوبندی)
حضور علیہ السلام کا نظیر ممکن ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۱۱۱ از مولوی خلیل احمد) جو شخص حضور علیہ السلام کو ایک مرتبہ اپنے جیسا بشر کہتا ہے اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ (اخبار پاکستان لائل پور)

مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی حسین احمد کاکری کے مثل ہیں۔

مولوی رشید گنگوہی کے انتقال پر مولوی محمود الحسن دیوبندی نے لکھا:
دلوں کو جھانکے ہیں اپنے اور سب مسکراتے ہیں

کہا جب میں نے مولانا رشید احمد تھکے لاثانی (مرثیہ گنگوہی) ص ۶

حضرت مولوی احمد علی لاہوری نے فرمایا۔ میں ایسا ہی نہیں

بلکہ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ روئے زمین پر حضرت حسین (احمد) مدنی

قدس سرہ جیسا کوئی جامع و بلند پایہ شخصیت موجود نہیں۔

(خدام الدین ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء ص ۱۳)

عبدالبنی عبد الرسول علی بخش حسین بخش نام رکھنا شرک

بہشتی زیور ۴۵۷ اول از مولوی اشرف علی تھانوی
و تقویت الایمان ص ۶۷۷ از مولوی اسماعیل دہلوی

پندت کرپارام برہمچاری مادھو سنگھ گنگارام نام رکھنا جائز

مولوی عطاء اللہ بخاری نے دنیا ج پور جیل میں اپنا نام پندت کرپارام (۴۳۷)
برہمچاری ظاہر کیا اور اس نام سے اپنے احباب کو خط لکھے۔ (کتاب عطاء اللہ بخاری)
سنو میں (احمد علی) کہتا ہوں کہ اگر تم اپنا نام مادھو سنگھ گنگارام
رکھو اور نماز پنجگانہ ادا کرو۔ زکوٰۃ پائی پائی گن کر دو۔ حج فرض ہے تو کر کے
آؤ اور پورے رمضان کے تیسوں روزے رکھو تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ
تم بچے مسلمان ہو۔ (خدام الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۲ء)

پیران کلیر وغیرہ سوداگری یا خریداری کے لئے جانا درست نہیں

مسلمانوں کے میلوں (عرس) میں جیسے پیران کلیر وغیرہ واسطے
سوداگری، خریداری جانا درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۸۹)

مند رکا چڑھاوا کافر و مشرک سے خریدنا جائز

”جو مرغ و بکرا کھانا کفار اپنے معابد پر چڑھاتے ہیں اور کافر مجاور
لیتا ہے تو اس کا خریدنا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۸۹)

تندرست کو بیمار کرنا حاجتیں برائی بلائیں ٹالیں انبیاء اولیاء کو ماننا

مردوں (انبیاء اولیاء) سے حاجتیں مانگنا اور ان کی منتیں ماننا

کفار کی راہ ہے۔ (تذکرہ الاخوان ص ۳۱)

● تندرست و بیمار کر دینا، اقبال و ادبار دینا، حاجتیں بر لانی
بلائیں طمانی شکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور
کسی انبیاء اولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف
تثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور مصیبت کے وقت اس کو
پکارے۔ سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی
طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے
ہر طرح شرک ہے۔ (تقویت الایمان ص ۱۷۱ از مولوی محمد اسماعیل دہلوی)

دیوبندی مولوی مرنے کے بعد بھی جتا روادافح البلاء ہیں

”مولوی معین الدین صاحب (دیوبندی) حضرت مولانا محمد
یعقوب صاحب نانوتوی صدر مدرس دیوبند کے بڑے صاحبزادے
تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت جو بعد وفات واقع ہوئی۔ بیان
کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں بھاڑے بخار کی بہت کثرت ہوئی
سو جو شخص مولانا یعقوب (دیوبندی) کی قبر کی مٹی لے جا کر باندھ لیتا
اسے ہی آرام ہو جاتا، پس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی
ڈلو اؤں تب ہی ختم۔ کئی بار مٹی ڈال چکا تھا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے
مولانا کی قبر پر جا کر کہا کہ آپ کی تو کرامت ہوئی ہماری مصیبت ہو گئی۔ یاد
رکھو اگر اب کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہو گے
لوگ جو تھے پہنے تمہارے اوپر سے چلیں گے۔ پس اس دن سے کسی کو آرام
نہ ہوا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۳۲۲، حکایت نمبر ۳۶۶)

ملاحظہ ہو دیوبندی اپنے مولویوں کو مشکل کشا، حاجت روادافح البلاء
سمجھتے اور قبروں میں زندہ ماننے اور ان کی قبروں کی مٹی سے شفا پاتے ہیں۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے معزز علماء ہیں۔ آپ اس شخص یعنی احمد رضا کو یہاں بلائیں، ہمارے سامنے کریں اور پھر اس سے پوچھیں کہ جن عبارات پر کفریہ فتوے عائد کر دئے گئے ہیں وہ عبارات ہماری کون سی کتاب میں درج ہیں۔

مگر یہ تو اس وقت ممکن تھا جب ان کی کتب ایسی کفریہ عبارات سے پاک ہوتیں۔ پھر ”المہند“ وجود میں نہ آتی بلکہ علمائے حجاز کی رجوع والی تحریریں سامنے آتیں۔ یہاں میں ایک بات کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ کچھ عرصہ قبل یہ بات عام اخبارات کی زینت بنتی رہی کہ ٹیلی وژن کے فلاں اداکار اور اُس کی اداکارہ بیوی نے ایک ڈرامے میں اکیٹھے کام کیا تو ایک مقام پر وہ اداکار اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔ مسئلہ یہ کھڑا ہو گیا کہ ڈرامے سے ہٹ کر یہ عام زندگی میں بھی حقیقی میاں بیوی ہیں تو آیا ان کا نکاح ٹوٹ گیا یا باقی رہا۔ بات پھیلی تو خاوند صاحب بھی فکر مند ہوئے۔ چنانچہ پھر اخبارات کے ذریعے ہی پڑھا گیا کہ اُن صاحب نے فلاں عالم سے رجوع کیا اور اُن سے اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا۔ پھر اپنی بات کی وضاحت کی۔ اسی طرح وہ مختلف جید علماء سے ملے اور مسئلے کے نوعیت سے آگاہی حاصل کی مگر باوجود اداکار ہونے کے مسلمان ہونے کے ناطے سے وہ شدید پریشانی کا شکار ہو گئے اور جب تک تسلی نہ کر لی آرام اور چین سے نہیں بیٹھے۔

ایک اداکار پر اس قسم کا ناگوار فتویٰ عائد ہو تو اس کی راتوں کے نیند حرام ہو جائے مگر دیوبند کے قاسم العلوم، قطب عالم، فخر المحدثین اور حکیم الامت وغیرہ پر حجاز سے کفر کا فتویٰ آئے تو کانوں پر جوں تک نہ رہینگے۔ ان سے تو بہتر یہ اداکار صاحب ہوئے کہ ایک ادنیٰ سے مسلمان ہونے کی حیثیت سے انہیں جان کے لالے پڑ گئے مگر یہ علمائے دیوبند ایسی

انانیت، کبر و غرور اور بہت دھرمی کا شکار ہوئے کہ اپنی لٹیا ہی ڈبو کر رکھ دی۔ انہوں نے اللہ و رسول کے مقابلے میں اپنی مولویت کو ترجیح دی۔ علمائے حق کبھی بھی اپنے علم یا ذات کو شانِ خداوندی یا شانِ رسالت کے مقابلے میں نہیں لایا کرتے بلکہ وہ تو عجز و انکسار کا مجسمہ بن جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی غلط کلمہ زبان و قلم سے نکل ہی جائے تو مطلع ہونے پر فوراً توبہ کر لیتے ہیں مگر گستاخ چلے بہانوں پر اُتر آتے ہیں۔ علامہ ارشد القادری مدظلہ فرماتے ہیں:-

”رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محترم میں گستاخی کرنے والوں کی تاریخ کا جب آپ مطالعہ کریں گے تو ہر گستاخ کی یہ سرشت قدرِ مشترک کے طور پر آپ کو ہر جگہ نظر آئے گی کہ دل کے جذبہٴ لفاق کے زیرِ اثر جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا کوئی کلمہ ان کی زبان یا قلم سے نکل جاتا ہے تو باز پرس کرنے پر ایک شرمسار مجرم کی طرح وہ اپنے کلمہٴ کفر سے توبہ کرنے کے بجائے اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے غلط حلط تاویل اور سخن پردہ کی جگے کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں۔ عہدِ رسالت میں بھی منافقین مدینہ کا یہی رویہ تھا۔ چنانچہ ایک صفر سے واپسی کے موقع پر جب منافقین نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا کوئی کلمہ استعمال کیا جب صحابہ کرام کے ذریعہ حضور تک یہ بات پہنچی اور حضور نے منافقین سے اس کے متعلق باز پرس فرمائی تو انہوں نے اغترافِ جرم اور توبہٴ معافی کے بجائے بات بنانے، تاویل کرنے اور چلے بہانے تراشنے کا رویہ اختیار کیا۔ چونکہ اس وقت نزولِ وحی کا سلسلہ جاری تھا اس لیے فوراً ان کے خلاف یہ آیت نازل ہوئی کہ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ چلے بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے۔ اگر

نزول وحی کا سلسلہ جاری نہ رہتا تو ان کے جھوٹ کا پردہ فاش نہ ہوتا اور وہ کلمہ پڑھ کر مسلم معاشرے میں اپنے کفر کو چھپائے رکھتے، اسلئے سلسلہ کلام میں دور نکل آیا اب ذرا اپنے ذہن کو وہیں سے جوڑ لیجئے جہاں میں کہہ رہا تھا کہ علمائے حجاز نے امام احمد رضا کو صرف القاب عزت سے ہی نہیں نوازا بلکہ عین دوسری جانب عبارات کتب دیوبند پر کفر کے فتوے بھی عائد کئے۔ تو علمائے دیوبند کو القاب سے بھی کم از کم اپنے اوپر لگائے گئے فتووں ہی سے کچھ غرض ہوتی۔

ڈاکٹر صاحب! آپ کی ذہنی شکست کی حالت قابلِ رحم ہے۔ جب کوئی دلیل نہیں بن پڑتی تو عجیب عجیب مفروضوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ تصدیق کرانے کی جو آپ کو سوچھی ہے۔ یہ آپ کے بزرگوں کو بہت پہلے سوچھی تھی مگر تصدیق و تحقیق کرتے تو کس برتنے پہ کرتے، لینے کے دینے پڑتے تھے۔ حیر چھڑانے جاتے ایک من گلے میں ڈال کر لانا پڑتا۔ اچی! اس پر سوچنا چھوڑیے اور اپنی جان مت کھاٹیے کہ یہ القاب عزت اصلی ہیں یا نقلی، آپ کے لیے غور طلب مسئلہ تو یہ ہے کہ عبارات پر جو کفریہ فتوے عائد ہوئے اس کے ردِ عمل کے طور پر علمائے دیوبند کی کارکردگی کیسا ہے۔ آپ صرف یہ ثبوت پیش فرمائیے کہ ہمارے بزرگوں نے فوراً متنازعہ کتب اٹھائیں اور سیدھے حجاز سدھارے۔ وہاں انہیں احمد رضا کے مکروفریب سے آگاہ کیا گیا اور تمام علماء نے اپنے دیئے گئے فتووں سے رجوع کر لیا۔ اور لیجئے یہ ہیں ان کی تحریریں۔

ہے کوئی ثبوت آپ کے پاس اس قسم کا؟ میں آپ کو بتانا چلوں کہ

امام احمد رضا نے صرف فتویٰ لکھ کر ہی پیش نہیں کیا تھا بلکہ ساتھ دیوبندی علماء کی کتابیں بھی پیش کی تھیں۔ یہ کتابیں اُن علمائے حجاز کے پاس موجود ہی تو تھیں تبھی یہ علمائے دیوبند ادھر کو منہ نہیں کرتے تھے۔ ہندوستان میں بیٹھ کر باتیں بنانا کتنا آسان ہے۔ آپ کے رئیس المناظرین سید مرتضیٰ حسن کے مجموعہ رسائل بعنوان ”رسائل چاندپوری“ میں ایک رسالہ ”غلبۃ الحق“ بھی شامل ہے جس کے مؤلف علی حین شاہجہان پوری ہیں لکھتے ہیں :-

”میں کہتا ہوں کہ علمائے عرب اردو زبان کے نکات اور اس کی سلاست و بلاغت سے بے بہرہ اور علمائے ہند کی اردو تصانیف سے بے خبر، انہیں کیا علم کہ کس نے کیا لکھا ہے؟ جیسا حوال خواہ زبانی یا تحریری عربی میں ترجمہ کر کے ان کے سامنے پیش کیا گیا دیکھا ہی انہوں نے فتویٰ دے دیا۔ اس میں علمائے عرب کا کیا قصور؟ اگر وہ سوالات انہیں متہم حضرات کے رو برو پیش کیے جاویں تو یہ حضرات بھی اس کے قائل پر بلا تکلف کفر کا فتویٰ تحریر فرمائیں۔ ہاں اگر علمائے حرمین شریفین کے سامنے علمائے دیوبند کی تصنیف کردہ کتابیں پیش کر کے اس پر کفر کا فتویٰ لیتے تو تب البتہ فاضل بریلوی کو ہم بھی سچا کہتے“۔

اب چپ چاپ فاضل بریلوی کو سچا مان لیجئے اس لیے کہ انہوں نے فتویٰ لینے سے قبل علمائے دیوبند کی کتب بھی پیش فرمائیں۔ لیجئے ثبوت ملاحظہ فرمائیے۔ فتوے کے اندر ہی امام احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں :-

(الف) ”وہا هو ذائبذ من کتبہم..... الخ“
 اور ہاں یہ ہیں کچھ ان کی کتابیں۔“ لے
 (ب) المہند میں علمائے عرب کی جانب سے جو سوال پوچھے
 گئے ہیں ان کے شروع میں انہوں نے لکھا: ”اے علمائے کرام
 (دیوبند) تمہاری جانب چند لوگوں نے وہ طبعی عقائد کی نصبت
 کی ہے اور چند اوراق اور رسالے ایسے لائے جن کا مطلب غیر زبان
 ہونے کے سبب ہم نہیں سمجھ سکے۔“ لے

رہی بات علمائے عرب کی کہ وہ اردو سے نااہل تھے تو یہ کون
 سی بڑی بات ہے۔ آج بھی وہ تمام کتابیں موجود ہیں۔ ”حسام الحرمین“
 کی عبارات اور اپنی کتابوں کی عبارات کو لکھ کر دیکھ لیجئے۔ مطلب
 و مفہوم میں ہرگز فرق نہیں آئے گا۔ ”حسام الحرمین“ میں تحذیر الناس
 کے جو تین جملے درج کئے گئے ہیں، علمائے دیوبند نے سارا زور اس پر
 صرف کر دیا ہے کہ مختلف صفحات سے مختلف جملے لے کر انہیں بے ترتیب
 لکھ کر کفریہ معنی پیدا کر لیے گئے جیسے قرآن کریم کی مختلف آیات کے
 ٹکڑے جوڑ لیے جاتیں تو معنی کچھ کا کچھ ہو سکتا ہے مثلاً اِنَّ الَّذِیْنَ
 اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا
 خٰلِدُوْنَ ۝ تو اسی طرح بے شک عبارت تحذیر الناس بھی ہے
 ورنہ نہیں۔ لے

جواباً گزارش ہے کہ نہ تو تحذیر الناس کے ان جملوں میں مذکور
 مختلف جگہوں سے آیات کریمہ جوڑنے والا معاملہ ہے اور نہ یہاں

لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ لِيَنَا اور وَاَنْتُمْ سَكَارَى چھوڑنے والا مسئلہ ہے بلکہ تحذیر الناس کے یہ تینوں جملے مستقل اور مکمل جملے ہیں، الگ الگ رکھے جائیں یا ایک جگہ، ان کی کوئی بھی ترتیب قائم کر لی جائے یا پوری تحذیر الناس میں سیاق و سباق کے حوالے سے دیکھے جائیں۔ یہ ہر صورت میں کفر یہ مضمون کے مالک ہیں۔ ڈاکٹر صاحب یا کسی اور کو تحقیق کا شوق ہو تو بسم اللہ کیجیے، دیر کا ہے کی۔ سوال کیجئے جواب بفضل ربّ قد دس ہم دیں گے۔

المہند۔ اصل نزاع سے دور | امام احمد رضا نے دینی

علمائے دیوبند پر فتویٰ عائد کر آیا تو علمائے دیوبند میں کھلبلی مچ گئی۔ ماننے والے ہوتے تو بار بار وضاحت طلبی پر ہی مان جاتے اور اگر خود کو سچا سمجھتے تھے تو دور دور سے گیدڑ بھیجیوں کی کیا ضرورت تھی۔ مجدد ہابر علی شریف چہچہ اور امام احمد رضا کا دروازہ جا کھٹکھٹاتے کہ جناب! آپ نے ہم پر جو فتویٰ دیا ہے وہ غلط ہے آپ مطلب و مفہوم غلط لے رہے ہیں، ہماری عبارات میں یہ معنی و مضمون سرے سے نہیں اور نہ ہمارے حاشیہ خیال میں ہے۔ ہوا کیا۔ ”المہند“ لکھ ماری (آج کل بازار میں یہ کتاب ”عقائد علمائے اہل سنت دیوبند“ کے نام سے مل رہی ہے) اس کتاب کے مؤلف مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سہا پوری ہیں جو خود بھی فتوے کی زد میں ہیں۔ ان صاحب نے چھبیس سوال ترتیب دیئے اور کہا کہ یہ علمائے حجاز کی جانب سے پوچھے گئے ہیں پھر ان کے ترتیب وار جوابات لکھے اور ان جوابات پر چند علماء کے نام کی تصدیقات جعلی گھڑ لیں۔ جناب انبیٹھوی صاحب رسالہ کے

شروع میں فرماتے ہیں :-

”اس رسالہ کے دیکھنے سے واضح ہو جائے گا کہ علماء حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و تکریماً حضرات دیوبند کے عقائد کی تصحیح فرما رہے ہیں، پس اب دیکھنا چاہیے کہ خان صاحب (امام احمد رضا) اپنے قول سے رجوع کرتے ہیں یا علمائے دیوبند کے ساتھ علماء حرمین شریفین و مصر و حلب و شام و دمشق سب کی تکفیر کرتے ہیں۔“

سرپیٹ لینے ہی کا تو مقام ہے۔ کفر یہ فتوے کن عبارات پر ہیں اور یہ تصدیق کون سے جوابات پر ہیں۔ تنذیر الناس کی عبارات پر فتویٰ کفر ہے۔ بتائیے المہندیں جو مولہواں جواب دیا گیا ہے کیا اس میں تنذیر الناس کی عبارت نقل کی گئی ہے؟ براہین قاطعہ پر فتویٰ کفر ہے۔ المہندیں انیسویں جواب میں اس سے متعلق فریب کاری تو کر دی گئی لیکن یہ تو بتائیے کہ براہین قاطعہ کی جس عبارت پر فتویٰ کفر ہے کیا وہ عبارت بعینہ نقل کی گئی ہے؟

حفظ الایمان پر فتویٰ کفر ہے۔ المہندیں بیسویں جواب میں اس سے متعلق جو بیس کی گئی ہے بتائیے محتانوی صاحب کی بعینہ وہی عبارت کہیں موجود ہے؟ محتانوی صاحب نے تو کہا تھا کہ ”اس میں حضور ہی کی کیا شخصیت ہے ایسا علم غیب تو..... الخ“

اور یہی تشبیہ کفر کے درجے میں داخل کرتی ہے۔ بتائیے لفظ ”ایسا“ کہیں بھی المہندیں درج ہے؟ ان تمام کتب کی متنازعہ عبارتوں کی ہر جگہ محض تشریح ہے اور وہ بھی اسلامی طرز و طریقے سے اگرچہ

قابل گرفت پھر بھی ہیں اور چھان بین کرنے سے یہ بے چارے پھر سے پکڑے جائیں۔ اسی لیے تو ہر کوئی کہتا ہے کہ یہ سوال نہ وہاں سے بھیجے گئے اور نہ جوابات کی تصدیق کرائی گئی۔ محض پروپیگنڈا ہے اور سرسبز فریب اور دھوکہ دیا گیا ہے اور پھر سوچنے کی بات ہے کہ ان چھبیس سوالات و جوابات گھڑنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بات تو محض چار عبارتوں کی تھی۔ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ پر الزام آپ اس وقت رکھتے جب علمائے عرب نے امام احمد رضا کے اسی فتوے کو رد کر دیا ہوتا جو انہوں نے آپ کی کتب کے ساتھ ان کی خدمت میں پیش فرمایا تھا۔ یا علمائے حرمین شریفین نے آپ کی طبع شدہ کتب کی متنازع عبارات پر ہر تصدیق ثبت کر دی ہوتی۔ دراصل مکہ مکرمہ میں شیخ عبدالحق اللہ آبادی علیہ الرحمۃ کی موجودگی ہی ”المہند“ کی کارروائی کو جعلی ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ ایک تو وہ اردو ہندی زبان سے واقف تھے بلکہ اہل زبان تھے دوسرے تذکرۃ الرشید جلد اول میں بھی علمائے دیوبند نے انہیں ”وسیع النظر محدث“ تسلیم کیا ہے۔ جب ان کا فتویٰ بھی ”حسام الحرمین“ میں موجود ہے تو خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ نے ان سے رجوع کیونکر نہ کیا۔ ثابت ہوا کہ یہ سوال و جواب سب فرضی کارستانی ہے۔ جیسا کہ پچھلی سطور میں عرض کیا جا چکا ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی مرزا غلام احمد قادیانی کو مرد صالح کہتے رہے۔ گو اس میں بھی آپ نے تھا، وہ تھا، یوں تھا، دون تھا کہہ کر تاویلوں سے کام لیں گے مگر یہاں بات چونکہ علمائے عرب کی ہو رہی ہے کہ انہوں نے دیوبندی عقائد کی تصدیق فرمادی۔ تو اس سلسلے میں قارئین کرام یہ بات ذہن میں بٹھالیں کہ ”المہند“ میں سوال و جواب اور تصدیقوں کی کارروائی فرضی و من گھڑت ہے۔ دوسرا نکتہ یہ یاد رکھیں کہ یہ جعلی تصدیقیں بھی

اُن عبارتوں پر نہیں جن پر فتویٰ کفر ہے۔

دعویٰ کچھ دلیل کچھ | آپ لوگ اپنی تحریروں میں ان فتوے سے متعلق بڑی ڈینگیں مارتے ہیں اور بڑی

شیخی بگھارتے ہیں کہ فلاں عربی عالم نے رجوع کر لیا تھا مگر محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے دلائل کی دنیا میں یتیم نظر آتے ہیں۔ دعویٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الْمُنْتَهٰی اور دلیل نرسی جگ ہنسائی۔ ڈاکٹر

خالہ محمود صاحب نے بھی ایسے ہی جوڑ توڑ کا مظاہرہ فرمایا ہے۔
”حضرت مولانا سیدنا احمد برزنجی کا رجوع“ کے عنوان سے

لکھتے ہیں :-

”ان علماء میں سے جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی تحنیں

کی تھیں حضرت مولانا سید احمد آفندی برزنجی مفتی مدینہ بھی تھے

جب آپ کو علم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں نے بات پیش کرنے میں

زیادتی سے کام لیا ہے تو انہوں نے پھر مولانا کے رد اور شرکیہ عقیدے

کی تردید میں غایۃ المامول تصنیف فرمائی اور اس میں مولانا احمد

رضا خاں کو ایسے ذکر کیا جیسے کسی عالمی کو ذکر کیا جاتا ہے“

ڈاکٹر صاحب نے جھوٹ بھی اس بہارت اور خوبصورتی سے پو

ہے کہ ہم لوگ سچ بھی اس طریقے سے نہ کہہ سکیں۔ عنوان دیکھئے کتنا

خوبصورت!“ سید احمد برزنجی کا رجوع“ یعنی مفتی صاحب نے جو

ہم دیوبندیوں پر کفر کا فتویٰ دیا تھا وہ انہوں نے واپس لے لیا ہے۔

دیوبند کے معتد اب ہر کسی کو دلیل دیتے پھر رہے ہیں۔ جناب اُن

علمائے عرب نے تو اپنے فتوے واپس لے لیے تھے۔ دیکھا ڈاکٹر صاحب

لے مطالعہ بریلویت جلد دوم صفحہ ۶۳ علیہ ”غایۃ المامول“ بھی (نوٹ: حاشیہ بر صفحہ ۶۳)

نے ”ایک مفتی“ کا لکھا اور وہ بھی بڑا جھوٹ مگر مستفیدین کے نزدیک ایک سے ”پوری جماعت“ وجود میں آگئی۔ ”رجوع“ کا لفظ دیکھ کر ایک بار تو دل چرٹک گیا کہ جب سہارنپوری صاحب بہ نفس نفیس مفتی سید احمد برزنجی سے مل آئے ہیں اور مفتی صاحب نے ”رجوع“ کے بارے میں ایک لفظ تک نہیں کہا تو ڈاکٹر صاحب کس صورت پر ”رجوع“ کا مسودہ نکال لائے ہیں۔ مگر عنوان کے نیچے متن پڑھا تو عنوان اپنی موت آپ مر گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنا اور اپنی قوم کا دل خوش کرنے کو ”سید احمد برزنجی کا رجوع“ کے الفاظ لکھ کر ہوائی قلمہ تو تعمیر کر دیا مگر اس کو قائم رکھنے کے لیے آپ کے پاس بد قسمتی سے ہمیشہ کی طرح میٹرل (MATERIAL) نہیں تھا اس لیے اگلے لمحے زمین پر آ رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بی ایچ ڈی کی ڈگری لیے بیٹھے ہیں اور معلوم اتنا نہیں کہ دعویٰ کیا کیا اور دلیل کیا دی۔ دعویٰ یہ ہے کہ سید احمد برزنجی نے دیوبندی عبارات پر دیا گیا کفر کا فتویٰ واپس لے لیا اور دلیل یہ دی کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے رد اور شریعہ عقیدے کی تردید میں ”غایۃ المامول“ تصنیف فرمائی۔ ہے کوئی دیوبندی دنیا میں صاحب انصاف جو جناب علامہ ڈاکٹر صاحب کی اس دلیل کو دعویٰ کے مطابق کر سکے۔ ڈاکٹر صاحب نے کتاب ”غایۃ المامول“ کا نام لکھ کر اور رد اور تردید وغیرہ کے الفاظ لکھ کر یہ تاثر دیا چاہا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے جو فتویٰ پیش کر کے مفتی صاحب سے تصدیق کر دائی تھی وہ جب مفتی صاحب کو پتہ چلا کہ یہ تو دھوکے سے تصدیق

جعلی و منکر ہے۔ مفتی سید برزنجی علیہ الرحمۃ کی ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ مولوی منور علی رامپوری کی تخریب کاری ہے اور یہ صاحب وہی ہیں جنہوں نے اس سے قبل ”سیف النقی“ کا کارنامہ انجام دیا ہے اور اس فرضی ”سیف النقی“ کے ایک صفحے کا عکس جون ۹۳ء میں ”القول السدید“ میں شائع بھی ہو چکا ہے۔

لی گئی ہے۔ لہذا انہوں نے رجوع کر لیا اور علمائے دیوبند کو دوبارہ مسلمان ہونے کی سند جاری کر دی۔ لعنة الله على الكاذبين۔ اصل بات یہ ہے کہ ”غایۃ المامول“ علم غیب کے مسئلے پر لکھی گئی ہے اور ہر آنکھ والا دیکھ سکتا ہے کہ اس رسالہ میں چند چیزیں مولانا احمد رضا خان کے عقیدے کے عین مطابق ہیں (گو غایۃ المامول فرضی ہے اگر علمائے دیوبند اسے فرضی نہ بھی تسلیم کریں پھر بھی مفتی صاحب کے پہلے فتوے پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا) بے شمار ایسے مسائل ہیں کہ علماء اپنے اپنے اعتدال سے ایک دوسرے کا رد کرتے چلے آئے ہیں مگر یہ اختلاف فریقین کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ بتائیے علم غیب کے مسئلے کے اختلاف کا اثر سید برزنجی کے اس فتوے پر کس طرح پڑ گیا جو چند دیوبندی عبارات پر عائد ہے۔ کیا آپ ایک لفظ بھی غایۃ المامول میں ایسا دکھا سکتے ہیں جہاں مولانا سید احمد برزنجی نے فرمایا ہو کہ میں دیوبندی عبارات پر دئیے گئے ”کفر یہ فتوے سے رجوع کرتا ہوں؟“ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو گویا آپ نے ایک بار پھر اقرار کر لیا ہے کہ مولانا سید احمد برزنجی کا فتویٰ ”کفر ہماری عبارتوں پر درست ہے“ یہ سچ کہا تو نے تبسم، جو ہے گستاخ نبیؐ

اُس کے تقدیر میں تو یہ کی بھی توفیق نہیں

آپ نے جو بڑے طنطنے سے لکھا ہے ”انہوں نے پھر مولانا احمد رضا خان کے رد اور شرکیہ عقیدے کی تردید میں غایۃ المامول تصنیف فرمائی۔“ اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ مفتی سید احمد برزنجی مولانا احمد رضا خان سے علم غیب کے مسئلے پر اختلاف رکھتے تھے اور ان کے عقیدہ کو صحیح نہیں سمجھتے تھے تو آپ یہ بتائیں کہ ان کے اس اختلاف سے ”محام الحرمین“ میں جو فتویٰ آپ کی کتب پر

عائد ہے اُس کی حیثیت کیونکر تبدیل ہو جائے گی۔ آپ اپنے اوپر لگائے گئے فتوے کی بات کریں کہ کسی اور مسئلے میں امام احمد رضا اور مفتی سید برزنجی کے اختلاف سے آپ کی کتب پر سے یہ فتویٰ کفر کس طرح اٹھ جائے گا۔

اور اپنے دعوے کی دلیل کے لیے یہ سند اور ثبوت بھی آپ کی گردن پر ہے کہ مفتی سید احمد برزنجی نے کس کتاب کے کس صفحے پر کون سی عبارت لکھی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے بات پیش کرنے میں زیادتی کی ہے۔ اگر کہیں ایسی عبارت ہوتی بلکہ ہلکا سا بھی تاثر ملتا تو آپ کیسے تان کر کیلے کیا نہ بنا لیتے مگر آپ نے دعویٰ ہی کیا ہے سند پیش نہیں کی، جب ثبوت نہیں تو آپ ایک ہزار بار لکھتے پھر میں ہمیں کیا پتہ چلا کہ آپ نے زبردست دھوکے، جوڑ توڑ اور فریب کاری سے کام لے کر ”رجوع“ کا لفظ لکھا ہے وگرنہ تو سید احمد برزنجی کا فتویٰ چمک دمک کے ساتھ آج بھی قائم و دائم ہے۔ **قللہ الحمد**۔

”قارئین کرام! مزے کی بات یہ بھی ہے کہ رسالہ ”غایۃ الماہل“ جو علم غیب کے مسئلے پر ہے اور جس کے بہت سارے اقتباسات مولوی حسین احمد مدنی صاحب نے اپنی کتاب ”شہاب ثاقب“ کے شروع میں نقل کئے ہیں، اس میں بھی مفتی صاحب نے دوبارہ فتویٰ کفر عائد کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

”پھر اس کے بعد علماء و ہند میں سے ایک شخص جسے احمد رضا خاں کہا جاتا ہے مدینہ منورہ آیا جب وہ مجھ سے ملا تو اولاً اُس نے مجھے یہ بتایا کہ ہند میں اہل کفر و ضلال میں سے کچھ لوگ ہیں..... (مرزا غلام احمد قادیانی، فرقہ امیریہ، نذیریہ اور قاسمیہ، نو تو ہی گنہگار)

وغیرہ کا ذکر ہے).....

اور (اس نے مجھے بتایا کہ) اس نے ان فرقوں کے رد اور ان کے اقوال کے باطل کرنے کے لیے ایک رسالہ موصوفہ المستند لکھا ہے۔ پھر اس نے مجھے اس رسالہ کے خلاصہ (حسام الحرمین) پر مطلع کیا اس میں صرف ان فرقوں کے اقوال مذکورہ کا بیان اور ان کا مختصر سارد تھا اور اس رسالہ (حسام الحرمین) پر تصدیق و تقریظ طلب کی۔ ہم نے اس پر تقریظ و تصدیق لکھ دی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں سے یہ مقالات شیعہ ثابت ہو جائیں تو یہ لوگ کافر و گمراہ ہیں کیونکہ یہ سب باتیں جماع امت کے خلاف ہیں۔ (جادی تھے)

لے غایۃ المامول صفحہ ۲۹۷ تا ۲۹۹ ناشر انجمن ارشاد المسلمین لاہور۔
مترجم مولانا نعیم الدین دیوبندی :

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز کی مختصر یہ شائع ہونے والی مطبوعات

• سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ

• غیر مقلدین کو دعوت انصاف (جلد چہارم)

• قادیانی دھرم کا علمی محاسبہ (جلد اول)

ناشر: فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمروں کا موقوفہ

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کی

ایکھاں سورت فہرست کا بیان

(۲)

از جناب سید بادشاہ قبسم بخاری صاحب مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم - مُحَمَّدٌ وَآلُہٗ وَسَلَّمَ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

کتاب ”غایۃ المامول“ پر مزید ۱۳ علماء و مدیرین منورہ کے جعلی تصدیقی دستخط نقل کر کے علماء دیوبند نے اپنی گستاخانہ عبارات پر فتویٰ کفر کی تقریظ و تصدیق کرنے والے علماء حجاز کی تعداد میں اور اضافہ کر دیا جس کو تمام علمائے دیوبند نے خود بھی تسلیم کر لیا تبھی تو وہ اسے خود چھاپ رہے ہیں اور خود ہی عربی عبارات کا ترجمہ بھی کر رہے ہیں۔ دیوبندیوں نے اپنے اوپر یہ فتویٰ یوں تسلیم کر لیا کہ ”غایۃ المامول“ کے مشمولات میں علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات اور ان کے مصنفین کے نام اور پھر ان پر ایک بار علامہ برزنجی کا فتویٰ کفر بھی موجود ہے۔ امام احمد رضا بریلوی سے مسئلہ علم غیب میں اختلاف کے باوجود علامہ برزنجی کا علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر فتویٰ کفر میں مولانا احمد رضا خاں کی تائید و توثیق کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ علماء حرمین نے علی وجہ البصیرت خوب تحقیق کر کے اور بڑے غور و فکر کے ساتھ علماء دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

اس طرح دیوبندیوں کا یہ الزام بھی بے بنیاد ثابت ہو گیا کہ علمائے عرب نے عاجزی و انکساری سے متاثر ہو کر یا صادقہ لوحی کے باعث دھوکے میں آ کر فتوے دیئے جیسا کہ ڈاکٹر صاحب مدنی صاحب کی سنت ادا کرتے ہوئے ہوا میں تیر چلا رہے ہیں۔ جاتے جاتے "مقدمہ شہاب ثاقب" کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ فرماتے چلیے :-

"علماء دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ میں علماءِ حرمین شریفین میں سے صرف ۲۶ علماء و کرام نے احمد رضا خان صاحب کی بظاہر غیر مشروط تائید تصدیق کی ہے۔" م

ڈاکٹر صاحب ایسی بات دیکھتے کہ جب غایت الماحول آپ کے بزرگوں کے ہاتھ لگی تھی اور اس میں آپ کے علمائے دیوبند پر مفتی صاحب نے نام لے لے کر فتویٰ کفر دیا تھا تو کیا آپ کے بزرگوں میں سے کوئی ایسا شخص بھی تھا جو فوراً عرب شریف جانکلا ہوا اور تکریر لٹا دیا وغیرہ ساتھ لے کر گیا ہوتا کہ مفتی سید برزنجی کو آگاہ کیا جاسکے کہ جتنا آپ نے ایک بار پھر ہمیں اپنے فتوے میں دھر لیا ہے۔ دیکھیے یہ ہیں وہ کتابیں، ان میں کہیں بھی وہ عبارات درج نہیں جن پر فتویٰ کفر ہے کیا ایسا ہوا؟ اگر نہیں تو کیوں؟

پھر حال "مطالعہ بریلویت" جلد دوم کے شروع کے ایک صد صفحات امام احمد رضا بریلوی کی پُر وقار شخصیت کو داغدار کرنے کی کوشش میں مناسبت سے لکھے گئے۔ امام احمد رضا کی کسی عبارت کا کوئی ایک آدھ ٹکڑا لے کر خوب پھبتیاں اڑائی گئیں، فحش کلامی کا مظاہرہ کیا گیا اور اپنی بات کی تائید میں خود اپنی دیوبندی کتب یا کسی اور مخالف امام

احمد رضا کے حوالوں کو بنیاد بنا کر بے شمار طنز کے تیرہ سلسلے لگائے گئے۔ یہ کتاب ایک خصوصی پلان کے تحت لکھی گئی ہے اور اس میں فقط ڈاکٹر صاحب نہیں بلکہ کئی ہاتھ کار فرما نظر آتے ہیں۔ اس پلان کا مرکزی خیال یہ ہے کہ عوام الناس کو جس قدر بھی دھوکے اور فریب سے گمراہ کیا جاسکتا ہے، امام احمد رضا کو بدنام کر کے عوام کو گمراہی کے تاریک گڑھوں میں دھکیل دیا جائے اور اس پلان میں کام آنے والے دیوبندی ذہن خوش جانتے ہیں کہ عوام الناس میں سے کس نے امام احمد رضا کی کتب خریدی ہیں اور کس نے بیسیوں کتب کے حوالے ایک ایک کر کے دیکھنے ہیں لہذا جتنی منافقت سے کام لیا جاسکتا ہے لے لو۔ خیر! آفتاب و ماہتاب کا تھوکا منہ یہ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم، رحمت عالم محمد مصطفیٰ احمد نجیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل مسلمانان عالم کو ان کے دھوکے اور فریب سے محفوظ و مامون رکھے اور بقول بندہ ناچیز

ہاتھ اٹھا کر رات دن مانگا کر یں یہ بھی دے

اے خدا دیوبندیوں کے شر سے تو ہم کو بچا

ڈاکٹر خالد محمود صاحب چونکہ ہر صفحے کے اندر جوڑ توڑ اور فریب کاری کے من بھاتے کھیل میں مصروف رہے اس لیے جی تو چاہتا ہے کہ کوئی صفحہ بغیر جواب کے نہ رہنے دیا جائے مگر یہ مضمون اتنی تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا لہذا فریب کاریوں اور جوڑ توڑ کی چند مثالوں پر ہی اکتفا کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب "کنز الایمان ترجمہ قرآن" کا عنوان دے کر مقدمہ "کنز الایمان" نہیں

① ترجمہ کنز الایمان

کے حوالے سے رقمطراز ہیں :-

"لفظاً بلفظ ترجمہ کرنے کے سبب حرمت قرآن، عصمت انبیاء،

اور وقار انسانیت کو بھی ٹھیس پہنچتی ہے اور اپنی تراجم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ بعض امور کا علم اللہ رب العزت کو بھی نہیں ہوتا ہے (مقدمہ کترالایمان صفحہ ۱)

غور کیجئے یہ جرح کیا بعینہ فہمی نہیں جو پادری عبدالحق نے عربی دان ہونے کی حیثیت سے قرآن پر کی تھی اور ان بریلوی علماء نے اردو دان ہونے کی حیثیت سے ان اردو تراجم کے ذمہ لگا دی ہے؟ سہہ دیکھنا یہ ہے کہ پادری عبدالحق عربی دان نے کیا جرح کی تھی وہ بھی خود ڈاکٹر صاحب ہی نے نقل کر دی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ پادری عبدالحق کہتا ہے :-

”قرآن کا مطالعہ کہیں تو کوئی نقص نہیں جو خدا میں نہ ہو اور کوئی عیب نہیں جو اس کے انبیاء میں نہ ہو، محمدی علماء، تفسیر میں ان تمام آیتوں کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن قرآن کے الفاظ جوں کے توں ہیں اور وہ ہمارے دعوے کی تائید کرتے ہیں، مسلمانوں کا قرآن کچھ کہتا ہے اور ان کی تفسیر کچھ، سو نجات کی راہ صحفِ مقدسہ میں ہے۔ (صحفِ مقدسہ صفحہ ۱۱۰)

قرآن کریم کسی بندے کا کلام نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے۔ اس کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ان کے فصاحت و بلاغت، ان کے حقیقی معنی اور ان کی اصلی مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں، چنانچہ امت کو بتانے کی ضرورت محسوس کی گئی وہ بواسطہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قایا گیا۔ بہت سے الفاظ

ایسے ہیں جو لغت عرب سے لیے گئے مگر ان کے معنی وہ نہیں جو لغت میں ہیں بلکہ قرآن کے اپنے معنی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جو مقدمہ کُز الایمان کی عبارت دی ہے اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ترجمہ: ایسا ہو جس سے حرمت قرآن بھی باقی رہے اور عصمت انبیاء بھی، یعنی ترجمے میں کوئی ایسا لفظ نہ آنے پائے جس میں اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی گستاخی ثابت ہو۔ اللہ رب العزت نے جو کلام پاک اُتارا ہے وہ اُس کے الفاظ و معانی کی تفصیل مخلوق سے زیادہ جانتا ہے مگر مخلوق خصوصاً امت محمدیہ کو زیبا نہیں کہ وہ ترجمہ کرتے وقت آداب توحید و رسالت کو بھول جائے کہ یہی تعظیم و ادب ہی اس کا طرہ امتیاز ہے۔ ایسے الفاظ ترجمہ میں شامل ہی کیوں کیے جائیں جو ہماری زبان میں اچھے معنوں میں مستعمل نہیں۔ یہ تو مطلب ہوا مقدمہ کُز الایمان کی عبارت کا، جب کہ دوسری طرز پادری عبدالحق صاحب براہ راست قرآن مجید کے عربی الفاظ پر ہی معترض ہیں کہ قرآن کچھ کہتا ہے اور تفسیر کچھ۔ یعنی وہ بے چارہ اپنی عقل پر ہی بھروسہ کر کے بیٹھے کیا ہے کہ جو سامنے نظر آرہا ہے اس کی اصلیت بھی وہی ظاہر کی طرح ہے۔ گویا پادری صاحب نے جان لیا کہ بس اس کے علاوہ کوئی دوسرے معنی تو متعین ہو ہی نہیں سکتے۔ انہوں نے اپنی کم علمی و کم فہمی سے اللہ کے کلام کے الفاظ کو اپنی عقل کی روشنی میں پرکھا اور اپنی عقل کے زور پر ہی ان کے معنی محدود و مخصوص کر لیے۔ لہذا مقدمہ کُز الایمان کی عبارت پادری صاحب کی عبارت میں مشرق و مغرب کا فرق ہے۔ اور اگر ڈاکٹر صاحب برائے تعصب پھر بھی بضد ہیں تو بتائیں کہ اگر تفاسیر کے اندر تاویلوں کے ذریعے حرمت قرآن اور عصمت انبیاء کو بچایا جاسکتا ہے تو ترجمہ کے اندر ہی اس

کلیے کو قائم کر لینا کیونکہ درست اور جائز نہ ٹھہرے گا؟ قرآن مجید کے
 عربی لفظ کی جو مراد آپ دوسرے قدم پر جا کر لیتے ہیں وہی مراد اگر
 پہلے قدم یعنی ترجمہ ہی میں لے لی جائے تو کون سی تحریف ہو جائے گی؟
 جو معنی تفاسیر کے مطابق ہو کیا وہ معنی غلط ہو جائے گا؟ چونکہ آپ کے
 علماء دیوبند نے اپنے تراجم میں قرآنی الفاظ ”مکر“ کا معنی فریب کیا۔
 ”ضالاً“ کا معنی ”بھٹکتا ہوا“ کیا، ”ذنب“ کے معنی گناہ کیا اور ان
 صیغ کی نسبت اللہ و رسول کی طرف کر دی۔ اس لیے اب آپ اس
 بات پر بہت زور دے رہے ہیں کہ جب ان کے لفظی معنی یہی بنتے ہیں
 اور لفظی ترجمہ یہی نکلتا ہے تو وہ کیا کرتے۔ تو عرض ہے کہ وہ وہی کچھ
 کرتے جو انہوں نے صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج اور جہاد کے معنوں میں
 کیا ہے۔ اگر آپ کے نزدیک لفظی ترجمہ قرآن ہی درست ہے تو پھر
 صلوٰۃ کے معنی نماز نہیں بلکہ مطلق ”دُعا“ ہے، زکوٰۃ کا مطلب مطلق ”زادتی“
 ہے، صوم کا مطلب مطلق ”بندش“ ہے۔ حج کا ترجمہ مطلق ”تصدقہ“ اور
 جہاد کا ترجمہ مطلق ”مشقت“ ہے۔ بتائیے اس کے لفظی ترجمے کیوں نہیں
 کئے گئے۔ آپ کے قول کے مطابق تو اگر صلوٰۃ سے مراد نماز لینا تھی تو
 تفسیر کے اندر لی جاتی نہ کہ ترجمہ میں۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر الفاظ کا ترجمہ
 لفظی کر دیا جاتا اور جو مراد تھی وہ تفاسیر میں پیش کی جاتی، آپ کے علمائے
 دیوبند نے ایسا کیونکر نہیں کیا؟ اور سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ جس بیچارے
 کے پاس کوئی تفسیر ہی نہ ہو وہ کیا کرے، کیا وہ لفظی ترجمے پر ہی عمل
 کرے اور ان کے معنی وہی سمجھے جو آپ کے علماء نے ترجمے میں پیش
 فرما دیئے ہیں؟ سیدھے ہاتھ کیوں نہیں مان لیتے کہ ترجمہ لغوی شرعاً
 معتبر نہیں ہوتا بلکہ ترجمہ اصطلاحی شرعاً معتبر ہوا کرتا ہے۔ دیکھئے آپ کے
 حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی لکھتے ہیں :-

”روایت میں آیا ہے کہ جب روزہ کے بارے میں آیت نازل ہوئی ابتداء میں یہ حکم تھا کہ رات کو سو کر جب بھی آنکھ کھلے، اس وقت سے لگے افطار تک بیچ میں کھانا پینا منع ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں تخفیف فرمائی اور ارشاد فرمایا: . . . حتیٰ کلووا واشربوا یتبیین لکم الحیطۃ الہیض من الحیطۃ الانسود من الفجر یعنی صبح کاذب کے بعد جب صبح صادق کا اُجالا ظاہر ہو تو اب کھانے پینے سے رُک جاؤ، اور روزہ کی نیت کرو۔

اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے دو قسم کے دھاگے کھائے اور سفید تیار کرائے اور سر ملے رکھ لیے۔ جب سفید دھاگا کھائے دھاگے سے تمیز ہو جاتا۔ تب کھانا پینا بند کرتے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کے دھاگے تیار کرائے اور تکیے کے نیچے رکھ دیئے، ان کو دیکھتے تھے جب کالا دھاگا سفید دھاگہ سے بائیں متاز نظر آتا، تو روزہ کی نیت کرتے حالانکہ اس وقت صبح صادق ہوئے تھا صاوتت پندرہ بیس منٹ گزر چکے ہوتے۔

ان حضرات نے باعتبار لعنت یہ صورت اختیار کی تھی تو لغوی اعتبار سے غلط بھی نہ تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی چونکہ یہ مراد نہ تھی اس لیے سب کی دلجمعی نہ ہوئی اور معاطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا۔ اے عدی تم کیا صورت کرتے ہو؟

انہوں نے عرض کیا میں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کَلُوا وَاشْرَبُوا کے نازل ہونے کے بعد دو ڈورے اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیے ہیں اور انہیں دیکھتا رہتا ہوں۔ جب تک کالا ڈورہ سفید ڈورے سے ممتاز نہ ہو جائے کھانا پینا رہتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے عدی ! تمہارا تکیہ بڑا وسیع ہے کہ اس میں دن رات چھپ گئے کیونکہ کالے دور سے رات مراد ہے اور صغیر دور سے مراد دن ہے۔ دھاگول کے دور سے مراد نہیں اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہاں لغوی معنی مراد نہیں ہے۔

اس کے بعد متصل ہی قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں :-
 ”یہیں سے معلوم ہوا کہ لفظ کے ایک لغوی معنی ہوتے ہیں اور ایک مرادی۔ قرآن مجید اترتا تو لغت عربی میں ہے۔ لیکن ہر جگہ لغت مراد نہیں۔ بعض جگہ قرآن کریم نے لغت تو زبان عرب سے لیا مگر معنی اس کے اندر اپنے ڈالے اور وہی مرادی معنی کہلاتے ہیں۔“

قاری صاحب کا یہ پیرا بھی پڑھنے کے قابل ہے، فرماتے ہیں :-
 ”اگر مرادی معنی ضروری نہ ہوتے، لغوی معنی ہی کافی ہوتے، تو اتنا کافی ہوتا کہ حضرت جبریل علیہ السلام قرآن مجید کا نسخہ لاتے، بیت اللہ کے چھت پر رکھ دیتے اور اعلان کر دیتے۔ اے لوگو ! تم ردحالی سے مریض ہو۔ یہ تمہارے لیے نسخہ شفا ہے۔ تم زبان داں ہو، عربی سمجھتے ہو، اس کتاب کو دیکھ دیکھ کر اپنا علاج کر لیا کرو۔ پھر پیغمبر مسبوت کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی، مگر مصائل کہیں بھی لغت سے حل نہیں ہوا کرتے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ وہ لغت سے اللہ کی مراد متعین کر کے لوگوں کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کی مراد کیا ہے اور اللہ کے نزدیک اس آیت کا کیا مطلب ہے؟“

۱۔ خطبات حکیم الاسلام جلد دوم صفحہ ۲۷۷ کتب خانہ مجیدہ طمان

۲۔ ایضاً صفحہ ۲۸ -

۳۔ ایضاً صفحہ ۲۹ -

ڈاکٹر صاحب! اپنے حکیم الاسلام کی عبارت کا ایک ایک لفظ غور سے پڑھیے اور پھر بتائیے کہ کیا لفظی و لغوی ترجمہ شرعاً معتبر اور درست سمجھا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں تو جہاں امام احمد رضا نے مرادی معنی لے کر ترجمہ کیا ہے وہ کیونکر درست نہ سمجھا جائے گا۔ تو کیا اب پادری عبدالحق کی عبارت کو بھی آپ کے حکیم الاسلام صاحب کی عبارت کے ساتھ یہ کہہ کر منطبق کر دیا جائے کہ عبدالحق پادری کو بھی لفظ پر اعتراض ہے کہ ان کے معنی صحیح نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء میں عیب و نقص پائے جاتے ہیں اور قاری صاحب بھی کہتے ہیں کہ اہل معنی تو وہی لعنت واللہ ہے مگر مرادی معنی کوئی اور ہے یعنی قاری صاحب بھی تو یہی کہتے ہیں کہ جو کچھ نظر آرہا ہے یہ اہل معنی نہیں مراد کوئی اور ہے اور اہل معنی اسی لیے نہیں کہ اسے حرمت قرآن اور عصمت انبیاء باقی نہیں رہتی کوئی خرابی ایسی ضرور واقع ہوتی ہے کہ قاری صاحب مرادی معنی ہی کی طرف سے زور دیتے ہیں اور اسی کو معتبر سمجھتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ
 ۲) رحمانی کلام میں انسانی کلام

نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ ترجمہ قرآن میں اپنے الفاظ شامل کرنا بہت بڑی زیادتی بلکہ تحریف قرآن ہے۔ سورہ الرحمن کی ابتدائی آیات کا ترجمہ کنز الایمان نقل کر کے آپ فرماتے ہیں :-
 ”یہ قرآن پر ایک بڑا ظلم ہے، رحمانی کلام میں انسانی کلام کو ملا ہے اس قسم کا اضافہ ترجمہ قرآن میں ایک کھلی تحریف ہے“ لے
 اس سے قبل آپ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے :-

”اپنی طرف سے کوئی الفاظ ڈالنا ہو تو اُسے (ر) بریکٹ میں لکھتے ہیں تاکہ اُسے کسی لفظ کا ترجمہ نہ سمجھا جائے۔“
اصل مسئلہ یہ ہے کہ تحریف اس وقت معذور ہوگی جب کوئی لفظ معنی میں بگاڑ پیدا کر دے اور مطلب و مفہوم اُلٹ ہو جائے۔ بغیر بریکٹ کے اردو الفاظ کا ترجمہ میں زیادہ ہو جانا محض وضاحت سمجھی جاتی ہے، تحریف نہیں۔ اور اگر تحریف ہی ہے تو پھر یہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:-

(الف) وَاسْتَغْفِرْ ط سورة الفجر پارہ ۳۰

ترجمہ محمود الحسن :- ”اور گناہ بخشو اس سے۔“

بتائیے ”گناہ“ کس قرآنی لفظ کا ترجمہ ہے؟ بقول آپ کے رحمانی کلام میں انسانی کلام کا اضافہ ہو گیا۔ دوسرے یہ بغیر بریکٹ کے ہے، لہذا بقول آپ کے کھلی تحریف ہے۔ تیسرے یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے تو محض یہ حکم دیا کہ اے میرے محبوب! تم بخشش چاہو۔ مگر محمود الحسن صاحب نے ساتھ لفظ ”گناہ“ لکھ کر اس کی نسبت بھی حضور کی طرف کر دی۔ سورہ الفتح میں تو ”ذنب“ کا لفظ عربی میں بھی موجود تھا۔ انجس سے آپ استدلال کرتے ہیں کہ ذنب کے معنی گناہ کئے گئے ہیں! وستغفرہ میں ”گناہ“ کے لفظ کا اضافہ کر کے اسے ذاتِ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیونکر منسوب کر دیا گیا؟ طبعی تقاضا ہی کہا جاسکتا ہے ورنہ قرآن میں تو یہ لفظ نہ تھا۔

(ب) وَأَذِّنْ لِرَبِّهَا وَحْشَتًا ۝ سورة الانشقاق پارہ ۳۰۔

ترجمہ محمود الحسن :- ”اور سن لے حکم اپنے رب کا اور وہ آسمان

اسی لائق ہے۔“

بتائیے ”آسمان“ کس قرآنی لفظ کا ترجمہ ہے۔

(ج) کِوَا مَّا کَا تِبِیْنِ ۝ سورۃ الانفطار پارہ ۳۰۔

ترجمہ محمود اکسن :- ”عزت والے عمل لکھنے والے“

بتائیے ”عمل“ کس قرآنی لفظ کا ترجمہ ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے،

یہی مثالیں کافی ہیں ورنہ تو دیوبندی تراجم میں بھی ہر صفحے پر ایسے اضافے

موجود ہیں۔ تخریفہ اگر اسی کا نام ہے تو کوئی دیوبندی مترجم بھی

اس تخریفہ سے نہیں بچ سکتا۔

سورۃ الرحمن کی ابتدائی آیات کے ترجمہ میں امام احمد رضا بریلوی

قدس سرہ نے عشق مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مفسرین کرام

کی تصریحات کی روشنی میں اپنے آقلے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی شان اقدس کے لیے جو عظیم الشان الفاظ درج کیے ہیں وہ قرآن و

حدیث کے نظریے کے عین مطابق ہیں جنہیں ڈاکٹر صاحب کم فہمی سے

تخریفہ کا نام دے رہے ہیں۔ جن بے چاروں نے خصائص کبریٰ، کنز العمال

اور معنی امام احمد کا بھی مطالعہ نہیں کیا وہ بھی امام احمد رضا کے منہ آگے

اس بات کا ثبوت بھی انشاء اللہ آگے آ رہا ہے اور ان علم و فضل

کے دعویداروں کی قلعی کھلنے والی ہے۔ ذہنی طور پر تیار رہیے، بہر حال

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ دیکھئے :-

الرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

ترجمہ :- ”رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت

کی جان محمد کو پیدا کیا، ماکان و مایکون کا بیان انہیں سکھایا“ لے

لے قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ انسان سے مراد حضرت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (کتاب الشفا)

ڈاکٹر صاحب کے پیٹ میں مرد ڈاکٹر کھڑا ہوا کہ ہمارا کام تو بنی
 کو اپنے جیسا بشر بتانا ہے جس کو اپنے پیٹھ پیچھے کی بھی خبر نہیں ہوتی اور
 جو یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ اس دیوار کے چمڑے کیا ہے۔ یہ احمد رضا نے
 کیا کہا کہ ماکان و مایکون (جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے) کا علم
 قرآن سے ثابت کر دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے دل کی آتش ملاوہ بریلوٹ
 لکھ کر بھائی دگر نہ انسانی کلام تو ڈاکٹر صاحب کے اپنے علماء کے تراجم
 میں بھی شامل ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی بیماری کا اصلی سبب جان کے ہیں
 تو آئیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کے متعلق
 اختصاراً دو چار باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

① وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيِّنَاتٍ لِّكُلِّ شَيْءٍ

(پا ۱۴ سورہ نحل)

ترجمہ :- اے محبوب ہم نے جو کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے اس
 میں ہر چیز کا بیان ہے۔

کُلُّ شَيْءٍ عام ہے۔ اس میں تخصیص نہیں لہذا حضور صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کو کُلُّ شَيْءٍ کا علم ہوا کیونکہ آپ ہی قرآن کے سب سے زیادہ
 جاننے والے ہیں البتہ یہ ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ
 ہے ذاتی نہیں۔

② عَلَّمَ الْبَيَانَ کے تحت شیخ المفسر من صاحب

معالم فرماتے ہیں :-

”یعنی بیان ماکان و مایکون لانه صلی اللہ علیہ وسلم نبی عرس
 خبر الاولین والآخرین وعن يوم الدين“

لے تفسیر معالم التنزیل جز صابح مطبوعہ مصر :-

یعنی بیان ماکان و مایکون جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم آپ کو عطا فرمایا گیا اس لیے کہ آپ اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی بھی خبر رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ ماکان و مایکون کے یہی الفاظ عند المفسرین علامہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر خازن میں بیان فرمائے ہیں۔ قرآن کریم میں جہاں جہاں یہ آیا ہے کہ ان اشیاء کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہاں اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم مراد ہے یعنی اپنی ذات سے مخلوق میں سے کوئی فرد بھی کچھ نہیں جان سکتا۔ ذاتی علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ جیسا کہ سید سلیمان ندوی نے ”حیرۃ البنی“ جلد چہارم میں اس کی تصریح کی ہے۔ (۳) مسلم شریف میں ایک حدیث مبارکہ ابو زید یعنی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے درج ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ ظہر ہوئی تو منبر سے اترے۔ نماز پڑھاٹی۔ اسی طرح کرتے کرتے غروب آفتاب تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ صرف نماز کا وقفہ ہوتا رہا۔ اس خطبہ شریف میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماضی و مستقبل کی خبر دی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :-

”ثم صعد المنبر حتى غربت الشمس فاخبرنا بما كان وبما هو كائن“

ترجمہ یہ ہے کہ آپ نے پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دیا جو غروب آفتاب تک جاری رہا۔ اس طویل خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں (ماکان) جو کچھ پہلے گزر چکا تھا اور (ما هو کائن)

جو کچھ ہونے والا تھا اس کی بھی خبر دی ۔

شرح مشکوٰۃ شریف کے باب المعجزات کی ایک حدیث کی شرح میں علامہ ملا علی قاری شرح فرماتے ہیں :-

”يخبركم بما مضى اى بما سبق من خبر الاولين من قبلكم وما هو كائن بعدكم اى من بناء الاخيرين فى الدنيا ومن احوال الاعميين فى العقبى“ ۱۷

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزشتہ اور آئندہ تم سے پہلوں اور تمہارے بعد والوں کی دنیا اور عقبیٰ کے جمیع احوال کی خبر دیتے ہیں۔ حدیث مشکوٰۃ کی ہے۔ شرح ملا علی قاری کی ہے۔ علم ماکان و ملکون ثابت کیا گیا ہے۔

⑤ وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (پ سورۃ النساء)

ع ۱۳) جیسا کہ محبوب تمہیں سکھا دیا اللہ نے جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔ اس آیت کے تحت امام المفسرین ابن جریر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

”وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ مِنْ خَيْرِ الْوَالِدَيْنِ وَالْآخِرِينَ وَمَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ“ ۱۸

⑥ وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کے تحت تفسیر عرائس البیان میں ہے :-

”اعلم علوؤم عواقب الخلق علم ما كان وما يكون“ ۱۹

⑦ تفسیر ابن عباس میں ہے :-

وَعَلَّمَ الْبَيَانَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ بَيِّنَ كُلِّ شَيْءٍ
وَأَسْمَاءُ كُلِّ وَابَةٍ تَكُونُ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ ۝ ۱۷

۸۔ تفسیر جلالین میں ہے :-

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ مِنْ الْأَحْكَامِ وَالْغَيْبِ۔
اللہ نے احکام شریعت کا علم بھی اور غیب کا علم بھی دیا۔ اگر
صرف ”احکام کا علم“ مراد ہوتا تو ”والغیب“ کا اضافہ ہرگز نہ ہوتا۔
⑨ تفسیر حینی میں ہے :-

”در احادیثِ معراجیہ آمدہ است کہ در زیرِ عرش قطره در حلق
من ریختہ فعلیمتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُونُ پس دانستم اچکے بود
و اچکے خواهد بود“

ترجمہ :- احادیثِ معراجیہ میں آیا ہے کہ عرش سے ایک قطرہ میرے
حلق میں پکایا گیا جس کی وجہ سے مجھے ماضی کا زمانہ اور
آئندہ کے سب امور کا علم ہو گیا۔

⑩ مشکوٰۃ شریف میں حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ وعظ فرمایا اور اُن فتنوں کی خبر دی کہ جو ظاہریوں
کے لئے آتا ہے :-

”مَا تَرَكُ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَا لِكَ الِی
قِيَامِ السَّاعَةِ الْآخِرَةِ“

ترجمہ :- نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی اس مقام
میں قیامت تک مگر کہ بیان فرمایا۔

اب جبکہ احادیثِ مبارکہ اور مفسرینِ کرام کی وضاحت سے آیات

قرآنی کے تحت ردشن ہو گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم
ماکان وما یكون حاصل تھا اور مضر بن کرام نے عَلَّمَهُ الْبَيَانَ
کے تحت ہی بیان کیا ہے تو اس جگہ اگر امام احمد رضا نے ترجمہ میں یہی
سراوی معنی بیان فرمادئے تو کیا اب اسے تحریف کہا جائے گا؟ اگر
معنوی تحریف ہی دیکھنے کا شوق دامن گیر ہے تو تحذیر الناس ان یلیج
تحذیر الناس کے اندر ”خاتم البین“ لکھ دئے معنی کے متعلق خود نافوتوی
صاحب لکھتے ہیں :-

”اگر بوجہ کم المتقانی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی
شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات
کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا؟“
نافوتوی صاحب کے لفظ ”مضمون“ کا مطلب کسی لفظ کا معنی
ہے۔ یعنی جو معنی میں نے کیا ہے اس معنی کی طرف بزرگان دین میں
کسی کا فہم بھی نہیں گیا۔ ذہن تو اس وقت کسی کا جاتا جب اس لفظ
کا کوئی دوسرا معنی ہوتا۔ اسی بات کی تصدیق مولوی خلیل احمد انبیطوی
سہارنپوری نے اپنی کتاب ”المہند“ میں کی ہے۔ لکھتے ہیں :-

”ہمارے خیال میں علمائے متقدمین اور اذکیاء متبحرین میں سے
کسی کا ذہن اس میدان کے نواح تک بھی نہیں گھوما۔“
یعنی تیرہ سو برس تک کسی عالم، کسی مفسر، کسی متکلم، کسی محدث
کسی امام، کسی تابعی اور کسی صحابی کا ذہن اس معنی کے نواح تک بھی
نہیں گھوما جو معنی نافوتوی صاحب کہیں سے نکال کر لے آئے ہیں۔ حتیٰ کہ خود
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہ معنی انہیں بتلائے۔ ظاہر ہے کہ

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہوتا تو تمام بزرگانِ دین اُسے بھی
ظاہر کرتے اور یہ ایسا معنی ہے کہ آئندہ بھی کوئی مسلمان اس کے قریب
تک نہیں بٹکے گا۔

بھٹی! ایمان کے عزیز نہیں۔ مرزا اعلام احمد قادیانی کے جھوٹے
وعدہ نبوت کا اہم سبب (MAIN FACTOR) یہی تحذیر الناس ہے
(نوٹ) مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ ایک محدود زمانے کے علم کا نام
ہے اس سے اللہ تعالیٰ سے خاص کرنا علم خداوندی کو گھٹانا ہے)

② کفایت معنی ”کافی“ ہی نہیں

”بچت“ بھی

”غلط ترجمہ قرآن کی ایک اور مثال“ کے عنوان سے ڈاکٹر
صاحب لکھتے ہیں :-

”فَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ“

(پ ۱۶ ع ۱۶)

ترجمہ :- صواب کفایت ہے تیری طرف سے ان کو اللہ (شاہ
عبد القادر محدث دہلوی) صواب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ (مفت
شیخ الہند) ان تراجم سے یہ بات ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف سے ان کو کافی ہے ان سے خود نبٹ لیں گے۔ مگر مولانا
احمد رضا خاں کا ترجمہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور علیہ السلام کی بجائے ان مشرکین
کی طرف سے پیش کر دیا۔ ”سوائے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے
تمہیں کفایت کرے گا (احمد رضا خاں)“

ڈاکٹر صاحب کی عیاری دیکھئے کہ جب کوئی مسئلہ اپنے حق میں کرنا
 جوتا ہے تو کتابیں دیکھ دیکھ کر منطق و کلام کی اصطلاحوں کے ہمارے
 ڈھونڈتے ہیں اور جب فربہ کاری اور جوڑ توڑ کے کرتب دکھانے
 منظور ہوتے ہیں تو اردو کے سادہ سے الفاظ ”کفایت“ کے معنی ایک
 بھول جاتے ہیں۔ ذرا اٹھاٹھے اردو لغت اور دیکھئے کفایت کا معنی۔
 اس کے معنی ”بجٹ“ اور ”جزورسی“ کے بھی ہیں۔ اور کفایت کرنا بمعنی
 ”بجٹ کرنا“ درج ہے اور یہی محاورہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے
 استعمال فرمایا ہے۔ اردو سمجھنے والے جانتے ہیں کہ محاورات میں مختلف
 الفاظ کے ساتھ ضمیر میں بدل جایا کرتی ہیں۔ اب اس ”بجٹ کرنا“ کے
 معنی کو سامنے رکھ کر مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ترجمہ دیکھئے :-
 ”موالے محبوب شغریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت یعنی
 تمہاری بجٹ کرے گا۔“

جب لفظ ”کفایت“ کا استہان کریں گے تو اس کے ساتھ تمہیں
 بھی درست ہے اور ”تمہاری“ بھی۔ تمہیں کفایت کرے گا یا تمہاری کفایت
 کرے گا، دونوں درست ہیں۔ ”ان کی طرف سے“ یعنی دشمنوں کی گزند
 سے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ دشمنوں کی گزند سے تمہاری بجٹ کرے گا
 یا حفاظت کرے گا اور یہ مطلب ہم نہیں نکال رہے بلکہ الفاظ بھی ظاہر
 ہر لحاظ سے درست ہیں۔ ”کلمات عزیز“ شاہ عبدالعزیز رحمۃ
 دہلوی علیہ الرحمۃ کی مشہور و معروف کتاب ہے اس میں بھی لکھا ہے :-
 ”دفع شر دشمن“ : فَسَكُفِيكُمْ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
 یہ فقرہ سب چیزوں سے بہت نفع کا ہے دشمنوں کے شر سے کفایت طلب کرنے کو :-

یعنی دشمنوں کے شر سے بچت و حفاظت طلب کرنے کو، یہی معنی لے کر ”کفایت“ کا لفظ امام احمد رضا بریلوی نے استعمال کیا ہے، پتہ چلا یہ سب جوڑ توڑ کے کارنامے ہیں ترجمہ میں ہرگز کوئی خرابی نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ میں ”کفایت“ کا استعمال ایک اور جگہ دیکھیے :-

”وَكَفَى اللَّهُ الْمُسْلِمِينَ الْقِتَالَ ط ترجمہ :- اور اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفایت فرمادی“
جیکہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ :- ”اور اپنے اوپر لے لی اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی“ ہے۔

حاشیہ پر جناب خبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :-

”یعنی مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت نہ آئی“ مطلب یہ کہ لڑائی سے بچت ہو گئی۔ اس آیت کو عید میں بھی مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے ”کفایت“ کو بمعنی ”بچت“ ہی استعمال کیا ہے۔ لیکن محمود الحسن صاحب کا ترجمہ :- مسلمانوں کی لڑائی اللہ نے اپنے اوپر لے لی، عجیب و غریب ترجمہ ہے مگر ہم لوگ کھینچا تانی کے عادی نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے ”کفی“ کو کافی کے معنی میں بھی لیا ہے۔
”وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَرِّهٖ“ (سورۃ الفتح)
”اور اللہ کافی ہے گواہ۔“

معلوم ہوا کہ انہوں نے ”کفی“ اور ”کفای“ کے معنی کو سیاق و سباق کے لحاظ سے کہیں ”بچت“ کیا ہے اور کہیں ”کافی“ لیجئے اب موضع القرآن سے شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا ترجمہ دیکھئے :-

”پھر کفایت کرے گا تجھے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی بدی سے خدا نے تعالیٰ۔“

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی اور امام احمد رضا بریلوی کے جملے اوپر تلے ملاحظہ فرمائیے :-

”پھر کفایت کرنے کا تجھے، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اُن کی بدی سے خدا نے تعالیٰ۔“ (محدث دہلوی)

”اللہ ان کی طرف سے، تمہیں کفایت کرنے کا۔“ (امام احمد رضا)
الفاظ کے آگے پیچھے ہونے کے معمولی سے فرق کے ساتھ حروف بہ حروف ترجمہ ایک جیسے ہے۔ دیکھئے ”اُن کی بدی سے خدا نے تعالیٰ“ اور ”اللہ اُن کی طرف سے“ دونوں کا مطلب ایک ہے۔ ”پھر کفایت کرنے کا تجھے“ اور ”تمہیں کفایت کرے گا۔“ دونوں ایک جیسے ہیں۔ مزید وضاحت کے لیے یہ نقشہ ملاحظہ فرمائیے تاکہ صحیح طور پر سمجھ میں آجائے۔ شاہ عبدالقادر کا ترجمہ ترتیب کے ساتھ ہو گا۔

خدا تعالیٰ	اُن کی بدی سے	تجھے کفایت کرے گا (تفسیر موضوع القرآن)
اللہ	اُن کی طرف سے	تمہیں کفایت کرے گا (کنز الایمان)

ڈاکٹر صاحب! اگر آپ بگلیں جھانکنے لگے ہیں تو کوئی بات نہیں کہ یہی آپ کا مقدر ہے۔ اسی پر شاکر رہیے۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے ترجموں سے اخذ کردہ ایک اردو ترجمہ حکیم حسین شاہ صاحب سکتہ دھرم سالہ ضلع کانگڑہ (انڈیا) کا بھی ہے۔ وہ اس کا ترجمہ کہتے ہیں :-

”اور ان کی طرف سے تجھے اللہ کافی ہے۔“

ویسے اپنے بزرگ شیخ الہند جناب محمود الحسن صاحب کا یہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :-

”يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا عَزَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ اے

آدمی کس چیز سے بہکا تو اپنے رب کریم پر“

جملہ اگر صحیح ترتیب کے ساتھ پڑھا جائے تو اس طرح ہوگا :-

”اے آدمی تو اپنے رب کریم پر کس چیز سے بہکا“

یعنی عاذا اللہ وہ کون سی شے تھی جس نے تجھے رب کریم پر بہکا

دیا۔ حالانکہ درست فقرہ یوں ہے :-

”اے آدمی کس چیز نے تجھے رب کریم سے بہکا دیا“ جب کہ

”رب کریم پر“ کہنے سے بہکنے کی نسبت رب کریم کی طرف ہو گئی

جو کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی و کتاخی ہے۔ اب مولانا احمد رضا

خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :-

”اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے

رب سے۔“

مثلاً کوئی کہے کہ ”وہ راہ حق سے بہک گیا“ تو مطلب ہوگا کہ

حق کو چھوڑ دیا۔ اور کوئی کہے کہ ”راہ حق پر بہک گیا“ تو مطلب یہ

نکل آئے گا کہ راہ حق پر آ جانا بہت بُری بات ہوئی کہ باطل سے بہکا

حق کی طرف آ گیا۔ آپ کے شیخ الہند نے بھی کہہ دیا کہ کس چیز سے بہکا

تو اپنے رب کریم پر۔

ڈاکٹر صاحب! آپ کی دھوکہ بازیوں اور فریب کاریوں

کی داستان کہاں تک کوئی بیان کرے۔

کہتے ہوئے گزر گئی ساری عمر زندگی

قصے ترے فریب کے اب تک میرے ناتمام

﴿مفتی صاحب حضور مراد امت﴾ ڈاکٹر صاحب! حضور

بلانے کی غلطی کے عنوان سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے یوں
بدگمان کرنے کی کوشش کرتے ہیں :-

”وَ اِنْ حُكِّمُ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ
اَهْوَاءَهُمْ رَبُّ الْمَآئِدَةِ“

ترجمہ :- حکم کر ان میں موافق اس کے جو کہ آمارا اللہ نے اور مت
چل ان کی خوشی پر۔ (شیخ الہند)

اے مسلمان اللہ کے احکام پر حکم کرو اور ان کی خواہشوں پر نہ

چل۔ (احمد رضا خان)

مفتی احمد یار صاحب گجراتی نے نور العرفان حاشیہ کنزالایمان میں
تصریح کر دی ہے کہ یہ حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا جو
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے عامی انداز سے مفتی صاحب کرنے کی اس
بے ادبی کو دوسری آیت میں اس اختلاف سے کہ ”اے محبوب“ کہا ،
دھویا نہیں جاسکتا۔“

آپ نے ناحق یہاں مفتی صاحب کے حوالے کا تکلف فرمایا،
اپنی بات کو مدلل بنانے کے لیے اس سے زیادہ معتبر و مستند کہ جس کا رد
کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ خود سارا قرآن کریم تھا، اس لیے کہ ”وَ اِنْ
حُكِّمُ“..... الخ آیت کریمہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ قرآن

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ﷺ مطالعہ بریلویت ج ۲ ص ۱۰۷

ہے اور سارا قرآن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتر رہا ہے اس لیے جو حکم دیا گیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو دیا گیا۔ یعنی پہلے یہ حکم اُن تک پہنچا اُس کے بعد اُمت تک۔ بے شمار حکم ایسے ہیں کہ وہاں آپ کی ذات اقدس نہیں بلکہ اُمت کے افراد مراد ہیں۔ یہ آیت کریمہ دیکھئے۔ **فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَۃٍ مِنْهُ قَاتِلَہُ الْحَقِّ مِنْ دَیْنِکَ** ۱۷

ترجمہ محمود الحسن: ”سو تو مت رہ شہ میں اُس سے بے شک وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے۔“

حاشیے پر مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :-
”یہ خطاب ہر شخص کو ہے جو قرآن سُنے یا حضور کو منیٰ طلب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے۔“

اور ملاحظہ فرمائیے :-

فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَکِّ فَمِثْلًا نُّزِّلْنَا اِلَیْكَ
..... **خِشْ بِرُ الْخِذَا بَ الْاَلِیْمَ ۝ ۱۸**
ترجمہ محمود الحسن: ”سو اگر تو ہے شک میں اُس چیز کے کہ اتاری ہم نے تیری طرف تو پوچھ اُن سے جو پڑھتے ہیں۔“
..... الخ

حاشیے پر مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :-
”بظاہر یہ خطاب پیغمبر علیہ السلام کو ہے لیکن حقیقت میں آپ کو منیٰ طلب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے۔“
چونکہ اس سے قبل دو سطر یہ آیت کریمہ یعنی **وَ اِنْ حَکَمُ**

تھے اس لیے ”گستاخانہ ترجمہ“ کہا اور تبصرے میں من مانی کی بلکہ یہ جوڑ توڑ کی کرامت ہے۔ جس ذہن میں دیوبندیت و بابیت گھر کر جائے وہ ایسی دارد اقول پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب بھی یہ مکر و حیلہ نہ کرتے تو مذہبِ ملت سے چلا جاتا۔ ”کے باشند“ کا معنی ہے ”خواہ کوئی ہو“ معلوم ہوا اعلیٰ حضرت نے ”کے باشند“ کہہ کر ان الفاظ کی نسبت اُمت کی طرف کی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت کی مراد آقاؑ و جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہوتی تو وہ اسے سننے والے کے باشند ہرگز نہ کہتے اس لیے کہ جب قرآن بر او راست حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُتر رہا ہے تو اس تخصیص کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ایک اور آیتِ مقدسہ ملاحظہ فرمائیے:

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ
فَلَوْ مَا مَدَّ حُورًا ۝ ۱۷

ترجمہ اعلیٰ حضرت :- ”اور اسے سننے والے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کہ تو جہنم میں پھینکا جائے گا طعنہ پاتا دھکے کھاتا۔“

یہ خطاب چونکہ اُمت کے لیے تھا اس لیے اعلیٰ حضرت نے حسبِ عادت اس مقام پر بھی ”اے سننے والے“ کہا۔ اس آیت سے قبل جن برائیوں کی روک تھام کا ذکر کیا گیا۔ مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ باتیں اُمت کی طرف بواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھیجی گئیں۔ جو چیز عثمانی صاحب نے تفسیر میں پیش کی وہی چیر اعلیٰ حضرت نے ترجمہ میں پیش فرمادی تاکہ پڑھنے والا اُسی لمحے اصل حقیقت تک

پہنچ جائے۔ لہذا ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ مولانا احمد رضا خان نے حضور کو عانی کے انداز میں بلایا ہے دوسری فریب کاریوں کی طرح یہ بھی جوڑ توڑ کی بدترین مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ شر دیوبندیت سے محفوظ دماموں فرمائے: **وَلَيْسَ لَكَ عَلَىٰ أَفْئِدَتِهِمْ** ۵

۵ "کفر پایا" بمعنی کفر معلوم ہو گیا | **أَحْسَنَ عِيسَىٰ مِنْهُمْ**

اَلْكَفَرُ (پ ۳ آل عمران ع ۵) لکھ کر کہتے ہیں:-

"اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ دیکھئے:- اور جب عیسیٰ نے اُن سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف؟ استغفر اللہ العظیم۔ حضرت عیسیٰ نے ایمان ہی ایمان پایا تھا وہ خدا کے پیغمبر تھے کفر انہوں نے ہرگز نہیں پایا۔" ۵

ڈاکٹر صاحب الفاظ "ایمان پانا"، کفر پانا کے مقابلہ میں لائے ہیں اور چونکہ خود ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت کو گستاخ کرنے کے لیے اُن پر الزام عائد کرتے ہوئے اُن کے الفاظ "کفر پانا" کی نسبت کفر کی جانب سے حضرت عیسیٰ کی طرف کی ہے۔ لہذا ڈاکٹر صاحب کے "ایمان پانا" کے الفاظ بھی کفار کی جانب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سمجھے جائیں گے۔ یعنی بقول ڈاکٹر صاحب کے کہ انہوں نے کفار سے کفر نہیں بلکہ ایمان پایا تھا اور یہ بات بجلے خود کفر ہے کہ پیغمبر تو ایمان والے امتی سے بھی ایمان نہیں لیتا چہ جائیکہ کفار و مشرکین سے ایمان حاصل کرے۔ یہ تو تھا الزامی جواب، بہر حال ترجمے کو پڑھ کر گمان بھی نہیں گزرتا کہ "کفر پانے" کا یہاں مطلب یہ ہے کہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کفار و مشرکین سے کفر کی تعلیم لیتے رہے، مگر دیوبندی ذہن کی عیاری دیکھئے کہ محض ”کفر پانے“ کے الفاظ لے کر ان کی نسبت پیغمبر خدا کی طرف ان معنوں میں کر دی کہ تعلیم حضرت عیسیٰ نے کفار سے اپنے لیے کفر حاصل کیا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حالانکہ ”کفر پانا“ کا معنی ہے کفر معلوم کر لیا یا اُن کے کفر کا علم ہو گیا۔ ظاہراً بھی الفاظ کا استعمال درست ہے کیونکہ لفظ ”پانا“ کے معنی لغت میں ”معلوم کر لینا“ اور ”جان لینا“ کے ہیں۔ اسی طرح اس کے معنی ”ٹاڑنا“ اور ”پچانتنا“ کے بھی ہیں۔ ”پانا“ کے معنی مطلق حاصل کرنا ہی نہیں ہوتے مثلاً میں کہتا ہوں کہ ”میں نے آپ کا مقصد پالیا ہے۔“ تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہ ہو گا کہ آپ کا مقصد میں نے اپنے لیے حاصل کر لیا ہے یا آپ کا مقصد آپ سے لے لیا ہے۔ کوئی ذی شعور اس طرح نہیں سمجھ سکتا۔ سب جانتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے آپ کا مقصد معلوم کر لیا ہے یا مجھے آپ کا مقصد پتہ چل گیا ہے۔

مومن کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیے :-

کلے تم جو بزم غیر میں آنکھیں چرا گئے
کھوٹے گئے ہم ایسے کہ اغیار پائے گئے

”اغیار پائے گئے“ یعنی اغیار کو معلوم ہو گیا۔ یہی معنی اعلیٰ حضرت نے لیا ہے کہ ”جب عیسیٰ نے اُن سے کفر پایا“ یعنی جب عیسیٰ نے اُن کا کفر معلوم کر لیا۔ مستند اور معتبر شاعر کی زبان سے بھی ثابت ہو گیا اور اردو کی لغات میں بھی یہی ہے کہ ”پانا“ کے معنی جان لینا، ٹاڑ لینا، معلوم کر لینا وغیرہ بھی ہیں۔ ظاہراً باطناً جملہ درست ہے۔ دھوکہ دینے والے اپنے انجام کو پیش نظر رکھیں۔

⑥ ڈاکٹر خالد محمود کی طرف سے بدترین گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کا دفاع

تعصب انسانی ذہن کو اس قدر تاریک و تنگ کر دیتا ہے کہ اُس کے سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں مفقود ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اپنے پرانے، اچھے برے اور حق و باطل کی تمیز مٹ جاتی ہے۔ اگر ایک عاشق رسول سے دشمنی اور عداوت کا نتیجہ دیکھنا ہو تو ڈاکٹر خالد محمود کی کتاب مطالعہ بریلویت جلد دوم کے یہ دو صفحے ضرور ملاحظہ کیجئے جن کی عبارات پیش کی جانے والی ہیں، قلم کی بے راہروی کا نظارہ کرنا ہو یا ذہن کی آوارگی کا تماشا دیکھنا ہو تو ان صغیرات کو ضرور پڑھیے جو ڈاکٹر صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کی ناحق دشمنی میں بدترین گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کے حق میں خوش دلی و خوش عقیدگی سے تحریر فرمائے ہیں۔

ولید بن مغیرہ کا تعارف | اہل ایمان جانتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ بدترین کافر و مشرک تھا جو آقاؐ

دو جہاں سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ و بارک وسلم کو صاحب، مجنوں اور نہ جاننے کیا کیا کہتا تھا (العیاذ باللہ) مفسرِ قرآن شاہ عبدالقادر محدث دہلوی فرماتے ہیں :-

”ولید ملعون کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو قرآن پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں یہ باتیں دیوانوں کی کرتاہے جو خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے“۔ سہ

سہ تفسیر موضح القرآن سورہ القلم پارہ ۲۹۵ ÷

ولید بن میسرہ کی گستاخی پر اللہ تعالیٰ جل شانہ جو ستار العیوب ہے، قرآن کی صورت میں وحی نازل فرمائی اور عیب چھپانے کی بجائے اُس کے عیبوں کو ظاہر فرمادیا۔

مودودی صاحب کے مطابق یہ شخص اس قدر گستاخ رسول اور اپنے دیگر بڑے عیوب کی وجہ سے مشہور تھا کہ اس کا نام لینے کی ضرورت نہ تھی، اس کی یہ صفات سننے ہی پر شخص سمجھ سکتا تھا کہ اشارہ کس کی طرف ہے۔

ولید بن میسرہ کے حق میں مندرجہ ذیل آیات قرآنی ملاحظہ کیجئے جس میں اس صفاک شخص کے عیب سرعام بیان کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلَا تَطْعُ عَيْنٌ حَلْدًا فِيْ مُّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَاقِمٍ
يُمَيِّزُ ۝ مَتَّاعٍ لِلْخَيْرِ مُغْتَدٍ ۝ اَرِشٍ ۝ عَتِلٌّ مِّنْ
يُّسَدِّ ذٰلِكَ زُخْرِيْمٍ ۝ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِيْنَ ۝
نُوحٍ ۲۹ سُوْرَةُ الْقَلَمِ

ترجمہ مودودی صاحب :- ہرگز نہ دبو کسی ایسے شخص سے جو بہت تمیز کھانے والا ہے وقت آدمی ہے، طعنے دیتا ہے، پچھلیاں کھاتا پھرتا ہے، بھلائی سے روکتا ہے۔ ظلم و زیادتی میں حد سے گزر جانے والا ہے، سخت بد اعمال ہے، جفا کار ہے اور ان سب عیوب کے ساتھ بد اصل ہے، اس بنا پر کہ وہ بہت مال و اولاد رکھتا ہے، گستاخی رسول کا انجام دیکھئے کہ تدریج آیات سے لے کر قیامت تک کروڑوں اربوں انسان اس کے عیبوں کی گنتی ہر لمحے اور ہر وقت

کو رہے ہیں اور کہتے رہیں گے کیونکہ دنیا میں کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی صورت میں ان آیات کی تلاوت ضرور ہوتی رہتی ہے اور باوجود عیب گنہگار کے ثواب حاصل کر رہے ہیں اس لیے کہ گستاخ رسول تھا۔ گو یا گستاخ رسول کی بُرائی بیان کرنا قرآنی اصول بھی ہے اور باعثِ ثواب بھی۔

ڈاکٹر صاحب کی ناگواری کا عجیب پہلو | حیرت اس بات پر ہے کہ ولید بن

مغیرہ کے حرامی ہونے کی نشاندہی جب قرآن مجید نے کی تو اس وقت ولید کے ساتھی کفالہ و مشرکین نے بھی چڑھیں کھائی بلکہ خود ولید بن مغیرہ بھی متفکر نہ ہوا اور ماں کی جان کے درپے ہوا کہ میرے اصل اور بدصل ہونے کے بارے میں تو ہی بہتر جانتی ہے۔ چنانچہ ماں نے بھی جان چلے جانے کے خوف سے حقیقت ظاہر کر دی کہ تو واقعی اپنے باپ کا نہیں۔ یعنی ولید نے خود بھی اس عیب کو جھٹلایا نہیں اور انکار نہیں کیا بلکہ تسلیم ہی جانا مگر آج ہماری اسلامی ملک پاکستان کے علامہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی ہیں کہ جنہیں ولید بن مغیرہ کو حرامی کہنے پر سخت چڑھ ہے، اس قدر کہ اگر کوئی اُس کے لیے بداصل یا "اُس کی اصل میں خطائے کے الفاظ تحریر کرے تو ڈاکٹر صاحب کی طبع دیوبندیت پر سخت ناگوار گذرتا ہے۔ ناگواری کا یہ تاثر حیرت انگیز پہلو لیے ہوئے ہے جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

مجھے کہنے دیجئے کہ یہ امام احمد رضا بریلوی کی کھلی کرامت ہے کہ اُن سے دشمنی کرنے والا ولید بن مغیرہ کی حمایت میں لگ گیا۔ آئیے ڈاکٹر صاحب کے اعتراضات ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں :-
”قرآن کریم نے اس کے بارے میں کہا :- عتل بعد ذلک

ذیہد پ ۶۹ سورہ ن رکوع ۱)

ترجمہ :- ”اجڈان سب کے چچے بدنام“ (حضرت شیخ الہند)
”درشت خوا اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا“ (مولانا

احمد رضا خاں)

اصل میں خطا سے مراد یہ ہے کہ وہ حرامی ہے، کسی کی اصل میں
خطا ہو بھی تو یہ اُس کا اپنا گناہ نہیں، اس کے ماں باپ کا گناہ ہوتا ہے
یہاں ان بدکرداروں کے اپنے عیب ذکر کیے جا رہے ہیں، کسی کو حرام زاد
کہنا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں
کیا جاسکتا۔

قرآن پاک گالی سے یقیناً پاک ہے، اس شخص کے لیے جو کسی قوم
میں ویسے ہی آکر مل جائے، زینم کا لفظ کتنا مناسب ہے۔ اس کا معنی
حرامی یا حرام زادہ ہرگز نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے ایک گندامعنی
نکال کر کس گستاخی سے اسے متن قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے؟
”ڈاکٹر صاحب ایک عبارت میں زینم کا نتیجہ نکالتے ہوئے یوں
گل افشانی فرماتے ہیں :-

”وہ شخص جو کسی اور قوم سے ہو کر کسی دوسری قوم میں شامل
ہو جائے، خاندان اور نسب بدلنے والا بھی بے شک زینم ہے لیکن
اسے حرامی نہیں کہا جاسکتا یہ کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔
مولانا احمد رضا خاں نے یہ نہایت گندامعنی کیا ہے۔ علمائے اسلام
جب قادیانیوں کو الزام دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے اپنے مخالفین
کو گالیاں دی ہیں اور انہیں حرام زادہ کہا ہے، سو ان اخلاق کا آدمی ایک

شریف انسان کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے بھی تو ایک شخص (ولید بن مغیرہ) کو حرام زادہ کہا ہے۔ ہم نے بارگاہ کہا کہ قرآن کریم نے ہرگز کسی شخص کو حرام زادہ نہیں کہا، نہ زینم کے معنی حرام زادہ کے ہیں، تو وہ جھٹ مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ کنز الایمان پیش کر دیتے ہیں کہ اس میں زینم کے معنی یہ لکھے گئے ہیں "جس کے اصل میں سے خطا ہو" سو ہمیں جواباً کہنا پڑتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بھی تو عہد انگریزی میں دوسرے درجے کے مجدد ہی تھے نا، اول مرزا غلام احمد دوم مولانا احمد رضا خاں — کاش مولانا احمد رضا خاں کا یہ ترجمہ نہ چھپتا اور مسلمانوں کو قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا۔" لہ

ولید بن مغیرہ کے بھرپور دفاع اور حمایت میں پانچ جملے

① "کسی کی اصل میں خطا ہو بھی تو یہ اُس کا اپنا گناہ نہیں، اس کے ماں باپ کا گناہ ہوتا ہے۔" (ڈاکٹر خالد محمود)

یہ الزام براہِ راست قرآن مجید پر ہے۔ متقدمین و متاخرین تمام مفسرین و مترجمین کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم میں ولید ہی کو زینم کہا گیا ہے اور یہ بھی کہ اس کے معنی حرام زادہ کے ہیں۔ کیا اس بات کی خبر (ملاحظہ) خدا تعالیٰ کو نہیں تھی کہ یہ گناہ تو ولید کی ماں کا ہے ولید کا نہیں، پھر میں بھلا

قرآنی آیات ولید کے حق میں اُتار کر اسے حرام زادہ کیونکر کہہ رہا ہوں ؟
جناب پی ایچ ڈی کر بیٹھے مگر آج تک یہ پتہ نہ چل سکا کہ قرآن کریم میں
ولید کو زینم کس لیے کہا گیا ہے۔ علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ زینم دراصل
اس لیے کہا گیا کہ اصل اور بد اصل کی عادات و خصائص میں قدرتی طور پر
بہت فرق پایا جاتا ہے۔ بد اصل فطرتاً درشت خو، طعنے باز، جھلی خور اور
جھوٹا ہوتا ہے۔ یعنی برائی کا اثر بچے میں بھی منتقل ہو جاتا ہے اس لیے اس
برائی سے بچنے کی تاکید اس لیے بھی ہے کہ جہاں بذاتِ خود بدکاری بہت
بڑے عذاب کا باعث ہے وہیں اس کا اثر ناجائز اولاد میں بھی بُرے طریقے
سے ظاہر ہوتا ہے۔

② ”کسی کو حرام زادہ کہنا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے
کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا“ (ڈاکٹر صاحب)
یہ الزام بھی براہِ راست قرآن مجید پر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ
نے ولید ہی کو زینم کہا ہے اور اسی معنی میں کہا ہے کہ وہ حرام زادہ ہے اور
یہ عیب اس لیے ظاہر فرمایا تاکہ دُنیا اس برائی سے رُک جائے اور سمجھ
لے کہ زینم شخص خود بھی ظلم و زیادتی کرنے والا، جفا کار، بد اعمال و
بد کردار اور سفاک فطرت کا مالک ہوتا ہے یعنی بڑوں کا گناہ تلافی
ہوا، جہنم لینے والا کچھ بھی اُن کی بُرائی کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ
سکے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے حرامی ہوتے کو بھی ظاہر فرمادیا
کہ یہ جو بڑا چڑا کر میرے پیارے محبوب کی شان میں گستاخیاں
کرتا پھر کہہ دے یہ دراصل بد اصل ہے اور بد اصل اپنی عادات و خصائص
کا مالک ہوتا ہے۔ تو جناب ڈاکٹر صاحب، اب اللہ تعالیٰ سے کہیے کہ اس
نے ولید کو زینم کیونکر کہا جب کہ گناہ اور قصور اس کی ماں کا تھا۔

③ ”اس شخص کے لیے جو کسی قوم میں ویسے ہی آکر مل جائے، زینم

کا لفظ کتنا مناسب ہے۔“ (ڈاکٹر صاحب)

دل کے کانوں سے صاحب بعیرت حضرات سماعت فرمائیں کہ ڈاکٹر صاحب کی عبارت کے یہ الفاظ پکار پکار کر ولید بن مغیرہ کی حمایت کرتے نظر آتے ہیں مگر کیا کیا جائے ڈاکٹر صاحب! جس گستاخ رسول کی حمایت میں آپ تکر بعت ہیں اور اُسے حرام زادہ کہنے پر آپ چڑھتے ہیں، تمام مفسرین کرام نے یہ تصریح کر دی ہے کہ یہ واقعی حرام زادہ تھا۔ ایک آپ ہیں کہ بڑے پیٹھے انداز میں فرماتے ہیں۔ ”ذینم کا لفظ کتنا مناسب ہے“ جیسے ولید کی بارگاہ میں عقیدوں کے پھول بچھا دے کیے جا رہے ہوں۔ آپ کے پرستار آپ کے ان جذبات کی قدر کرتے ہیں، آپ کا یہ جذبہ علامت رہے کیونکہ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ۔

③ ”اس (ذینم) کے معنی حرامی یا حرام زادہ ہرگز نہیں“

(ڈاکٹر صاحب)

”ہرگز“ کی تاکید مکمل طور پر ولید کے حق میں جاتی ہے یعنی آپ مطلق گوارہ نہیں فرما سکتے کہ کوئی ولید بن مغیرہ کو حرام زادہ کہے جیسی تو فرماتے ہیں ”اس کے معنی حرام زادہ ہرگز نہیں“، مگر کیا کیا جائے کہ جب علمائے اسلام کی تصریحات و تشریحات دیکھتے ہیں تو دباؤ آپ کی بات جھوٹ کا پلندہ نظر آتی ہے اور ولید کے بارے میں جس خوش فہمی کا شکار آپ ہیں وہ خوش فہمی دم توڑ دیتی ہے، بہر حال ہم ہر بلب ہیں کہ ہر کسی کو اپنے بزرگوں کے دفاع کا حق حاصل ہے۔

⑤ ”مولانا احمد رضا خاں نے ایک گندامعنی نکال کر کس گستاخی

سے اسے متن قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے۔“ (ڈاکٹر صاحب)

مولانا احمد رضا خاں نے تو ”گستاخی“ کو ہی ڈالی، آپ چونکہ

پی۔ ایچ۔ ڈی ہیں، علامہ ہیں اور اپنے اندر علم و فضل کے بحر ذخار
 خیمے بیٹھے ہیں، دیانت و صداقت کے اعلیٰ درجے پر بھی فائز ہیں،
 روپوں پیسوں کی بھی کمی نہیں لہذا آپ مولانا احمد رضا کے مقابلہ میں
 ذہن کا ایک اچھا سا، خوبصورت اور محترم معنی نکال کر انتہائی ادب و احترام
 سے ولید بن مغیرہ کی ذات پر چپاں کر دیجئے، یوں آپ اور آپ کے
 پرستاروں کے کلیجے میں ٹھنڈ بھی پڑ جائے گی اور احمد رضا سے اس کی
 گستاخی کا بدلہ بھی ہو جائے گا۔ ایک تیر سے دو تھکار کیوں نہیں کر لیتے؟
 ویسے اتنا تو آپ ذہن کا باادب و لائق احترام معنی نکالنے میں ناکام
 رہے ہیں البتہ میرے اس مضمون کو پڑھنے کے بعد آپ پھر ایک ناکام
 سی گشت کر کے دیکھ لیں۔ ہمت مردان مدد.....؟

اسی طرح میں نے آپ کی کتاب سے جو دوسرا پیرا نقل کیا ہے وہ
 بھی سارے کا سارا ولید کے تحفظ اور بچاؤ کی کھلی عکاسی کرتا نظر آتا
 ہے۔ اگر ولید بن مغیرہ کو حرام زادہ کہنے پر امام احمد رضا بریلوی
 انگریزوں کے ایجنٹ ہو گئے تو آنے والے دلائل کے بعد ڈاکٹر صاحب
 کس کس کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیں گے اور کس کس کے سرگستاخ
 ہونے کی تہمت رکھیں گے۔

خدا کی شان کہ جو اپنی کتاب میں امام احمد رضا کو گستاخ کہنے کے
 لیے مکمل فریب کاری اور جوڑ توڑ سے کام لیتا رہا وہ خود تمام بزرگان
 دین حتیٰ کہ بارگاہِ خداوندی اور بارگاہِ رسالت کا کتنا بڑا گستاخ نکلا
 کیونکہ قرآن حضور پہ اُترا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذہن کے
 معنی حرام زادہ کے بتائے اُس کو صحابہ کرام نے سنا اور تابعین تک
 پہنچا یا اور تابعین کے ذریعے تبع تابعین تک پہنچا اور ایسے ہی ہم تک
 پہنچا۔ اگر یہ معنی نہ ہوتا تو مترجمین اور مفسرین کرام اس کا معنی حرام زادہ

کیوں بتاتے۔ اور ڈاکٹر صاحب کے نزدیک یہ معنی کرنے والا گستاخ
 ٹھہرا۔ اب خود شمار کر لیجئے کہ ڈاکٹر صاحب کس کس پر گستاخ ہونے کا
 الزام نہیں رکھ رہے۔ اور کون ہے جو اس تہمت بد سے بچ جلتے گا۔
 نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ ذٰلِكَ النَّفْسَانَا۔

زینم کا معنی حرام زادہ — ٹھوس دلائل

ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے پاکیزہ دامن
 پر جو کچھ اُچھالنے کی باطل کوشش کی ہے، اس سے انہوں نے اپنا
 دامن گستاخ رسول سے دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے غائب و عذاب
 کے انگاروں سے بھر لیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے انجام کو اللہ تعالیٰ
 کے سپرد کرتے ہوئے احقر اس ان دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ
 زینم کے معنی حرام زادہ ہی کے ہیں۔

① ڈپٹی نذیر احمد خاں، جنہیں دیوبندی شمس العلماء کے لقب
 سے نوازا جاتا ہے، انہوں نے عَتْلٰی؟ بَعْدَ ذٰلِكَ زَيْنَمِ
 کا ترجمہ یہ کیا ہے :-

”اور ان سب (عیوب) کے علاوہ بداصل بھی ہے۔“

بداصل کے معنی حرام زادہ ہی کے ہیں، بقول ڈاکٹر صاحب، مولوی
 نذیر احمد خاں انگریز کے ایجنٹ اور گستاخِ قرآن ٹھہرے۔

② جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب کا ترجمہ :-

”اور ان سب عیوب کے ساتھ بداصل بھی ہے۔“

حاشیہ میں مودودی صاحب رقمطراز ہیں :-

”اصل میں لفظ زینم کا استعمال ہوا ہے، کلام عرب میں یہ لفظ اس ولد الزنا کے لیے بولا جاتا ہے جو دراصل ایک خاندان کا فرد نہ ہو مگر اس میں شامل ہو گیا ہو۔“

مودودی صاحب کے ترجمہ و تشریح سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ یوہنی آکر کسی دوسرے خاندان میں ملنے والے کو زینم نہیں کہتے بلکہ اُسے کہتے ہیں جس کی اصل گناہ بد کی وجہ سے تبدیل ہو گئی ہو اور وہ دوسرے خاندان میں شامل ہو گیا ہو۔ بقول ڈاکٹر صاحب یہ بھی انگریزی کے ایکٹ اور گستاخ قرآن ٹھہرے۔

③ مولوی غبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :-

”زینم“ کے معنی بعض سلف کے نزدیک ولد الزنا اور حرام زادے کے ہیں، جس کا فسر کی نسبت یہ آیتیں نازل ہوئیں، وہ ایسا ہی تھا؟ ”وہ ایسا ہی تھا“ یعنی حرام زادہ ہی تھا۔ عثمانی صاحب کی تصدیق سے متعلق اب ڈاکٹر صاحب کیا فرمائیں گے؟ کیا اب بھی کہیں گے کہ عثمانی صاحب نے ایک گندامعنی نکال کر کس گستاخی سے اسے متنبہ قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے؟

میرے خیال میں اب تو وہ کسی قادیانی کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گے۔ کیا عثمانی صاحب بھی عہد انگریزی میں دوسرے دیے کے مجھوتھے؟

اُف! ڈاکٹر صاحب نے جسے بدنام کرنا چاہا وہ کتنا ہی نیک خو کیوں نہ ہوا، بدنام کر کے رہے اور جسے عقیدت کا اظہار مقصود تھا وہ کتنا ہی بُرا کیوں نہ تھا، اُس کی بارگاہ میں عقیدت کا نذرانہ ضرور پیش

کیا۔ ولید بن مغیرہ کے ساتھ اس خوش عقیدگی کے پس پردہ کوئی صاحبِ کار منہ مار رہا۔ یہ ڈاکٹر صاحب ہی بنا سکتے ہیں۔

④ دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ترجمہ دیکھئے :-

”ان (سب) کے علاوہ حرام زادہ (بھی) ہو :-“
 اُمید ہے قارئین کی آنکھیں اب خوب کھلتی جا رہی ہوں گی، کیونکہ ڈاکٹر صاحب کی آنکھیں تو کھلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہاں تو ختم اللہ و علیٰ قلوبہم و علیٰ ابصارہم والا معاملہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ اصل میں خطا سے چڑھتی جگہ یہاں تو لفظ بھی حرام زادہ استعمال ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اب تو آپ قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گے نا؟ بالفرض ایسی صورتِ حال پیش آئی جلتے تو قادیانی کے آگے تھکیرا لٹاس رکھ دیا کیجئے، منظر بدل جلتے گا، گلے ملتے نظر آئیں گے۔ بجائے شرمندگی کے تفاخر کا احساس پیدا ہوگا۔ اور جہاں تک انگریزوں کا ایکٹ ہونے کی بات ہے تو یہ ڈاکٹر صاحب ہی وضاحت فرما سکیں گے کہ آپ کے مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے تھانوی صاحب کے بارے میں یہ کیوں لکھ کر خزانہ کشف فرمایا تھا کہ :-

”ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ اُن کو چھ سو روپیہ حکومت (برطانیہ) کی جانب سے دیئے جاتے تھے :-“

⑤ مولوی عبد الماجد دریا آبادی صاحب بھی دیوبندی مذہب میں بلند پایہ درجہ کے مالک ہیں، اُن کا ترجمہ یہ ہے :-

”اس کے علاوہ بدنسب بھی ہے۔“

بدنسب اُسی شخص کو کہتے ہیں جس کی اصل میں خطا ہو۔ کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب اپنے اس بزرگ دیوبندی کے بارے میں کہ یہ عہد لکھنؤوی میں کون سے درجے کے مجتہد تھے؟ یہ ڈپٹی تذییر احمد صاحب، مودودی صاحب، شبیر احمد عثمانی، حقانوسی صاحب اور عبدالماجد دریا آبادی کے چھپنے والے ترجموں نے زینم کا معنی بداصل، بدنسب اور حرام زادہ کر کے قادیانیوں کے سامنے آپ کا سراو پنا کر دیا ہوگا۔

⑥ علامہ حسین واعظ کاشفی فرماتے ہیں :-

”زینم ۵ بمعاش حرام زادہ، جس کا باپ نامعلوم ہو۔۔۔۔۔۔ تفسیر زاہدی میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ نے یہ آیت قریش کی مجلس میں ولید کو پڑھ کر سنائی، جس عیب پر آپ پہنچے اس کو اپنے میں پاتا تھا مگر حرام زدگی کو نہیں پاتا تھا اُس نے اپنے جی میں کہا۔۔۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ نہیں کہتے ہیں، جو زینم کہا اس مہم کو کیسے سرکروں، تموار کھینچ کر ماں کے پاس چلا آیا، القصہ بہت ڈرا دھمکا کر اقرار لیا تو اس کی ماں نے کہا، تیرا باپ عورت سے بات چیت کی جرات نہیں کرتا تھا، اُس کے بھتیجے تھے۔۔۔۔۔ مجھ کو شک آیا، فلا غلام کو اجرت پر لے لیا تو اُسی کا لڑکھٹے۔“

⑦ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ قاموس کے حوالے سے

فرماتے ہیں :-

”وہ شخص جو حرامی ہونے میں مبتہم ہوا۔“

۱۔ تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۴۳۶۔ مترجم مولانا سید عبدالرحمن بخاری سعید

اینڈ کینی کراچی ۲۔ تفسیر مظہری جلد ۱۲ صفحہ ۴۴ سعید اینڈ کینی :

پڑھتا جا شر مآتا جا ۔

⑧ مولوی محمد نعیم دیوبندی اُستاد تفسیر دیوبند نے زینم کا معنی و تشریح یہ کی ہے :-

”اس کے علاوہ حرام زادہ ہو۔۔۔۔۔۔ جو قریش میں یونہی منسوب ہو یعنی ولید بن مغیرہ، جس کے باپ نے ۸۱ سال بعد اس کو اپنی طرف منسوب کیا تھا، ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ نے جس قدر اصل کی برائی کی، کسی اور کی بیان کی ہو لہذا یہ عار ہمیشہ کے لیے اس کو لگ گئی۔“

⑨ زیر آیت مذکورہ یعنی حُتْلَمَ بِحَدِّ ذَا لِكَ زَيْمٌ کے تحت اس تفسیر جلالین کا حاشیہ دیکھئے جو وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان نے ملک کے تمام دینی مدارس کے لیے منظور کی ہے۔ جس پر لکھا ہے ”تعلیقات جدیدہ من التفسیر المعتبرة لحل الجلالین“ مطبوعہ : ایم وائی پرنٹرز (P) لیٹڈ پی ۱۵۲۸ صفحہ مال راولپنڈی ۔

حاشیہ میں لکھا ہے :-

”هُوَ مَنْ يُدْعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ إِنْبَاءً وَهُوَ الْمُنْبِيُّ كَمَا مَرَّ شَرْحَ هَذَا اللَّفْظِ مِنَ الشَّارِحِ فِي سُورَةِ الْأَحْزَابِ وَفِي رُوحِ الْبَيَانِ فَالزَّيْمُ هُوَ الَّذِي تَبْنَأُ أَحَدًا أَوْ ابْنًا وَلَيْسَ بِإِبْنٍ لَهُ مَسْنُ تَبْنَأُ فِي الْحَقِيقَةِ بِنِ وَلِيدِ بْنِ مَغِيرَةَ بِمَرَّ خَوَانِدَه شَدَّ دَرَقَرِيشِ دَرِاصِلِ اَزْ قَرِيشِ نَزْدِ يَعْنِي حَرَامِ زَادَه بُوْدَ“

⑩ تفسیر ابن کثیر میں ہے :-

”لغت عرب میں زینم اُسے کہتے ہیں جو کسی قوم کا سمجھا جاتا ہو لیکن دراصل اسی کا نہ ہو، عرب شاعروں نے اسے اس معنی میں لیا ہے یعنی جس کا نسب صحیح نہ ہو..... عکرمہ فرماتے ہیں ولد الزنا مراد ہے..... اسی طرح کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن سب کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ زینم وہ شخص ہے جو برائی میں مشہور ہوا ہو اور عموماً ایسے لوگ ادھر ادھر سے ملے ہوئے ہوتے ہیں جن کے صحیح نسب اور حقیقی باپ کا پتہ نہیں ہوتا۔“

⑪ علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی فرماتے ہیں :-

”سب عیوب کے بعد زینم و ولد الزنا، حرام کا نطفہ بیشتر اخلاقِ رذیلہ کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ ولید کو اٹھارہ برس کے بعد اس کے باپ نے کہا تھا کہ یہ میرے نطفہ سے ہے، حرامی اولاد میں خیر و برکت، جماعت و حیثیت کم ہوتی ہے۔“

ڈاکٹر صاحب نے جو اعتراض کیا تھا کہ کسی کو حرام زادہ کہا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ حقانی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ قرآنِ کریم نے اسی لیے اس کا یہ عیب ظاہر فرمایا کہ یہ شخص بد اصل و بد نسب ہونے کے باعث خیر و برکت سے محروم اور فطری طور پر بزدل اور بے غیرت تھا۔ گویا جو شخص بد اصل ہو اس میں یہ عیوب بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں اور اس کے ضمیر و ضمیری میں برائی کے رذیل جرائم سراپت کر جاتے ہیں۔ کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب علامہ عبدالحق حقانی کے بارے میں ؟

۱۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۵ مترجم مولانا ابو محمد جونا گڑھی۔ نظر ثانی دہلی فاہد شاہ کشمیری ادارہ اشاعت نائٹران قرآن لمیٹڈ لاہور۔ ۲۔ تفسیر حقانی جلد ۵ مہر محمد کتب خانہ کوٹاچی :-

(۱۲) شاہ عبدالقادر محدث دہلوی ترجمہ و تشریح میں فرماتے ہیں :-

”سوائے ان سب عیبوں کے حرام زادہ ہے یعنی تحقیق نہیں جو اس کا

باپ کون ہے۔“

اس کے بعد شاہ صاحب نے تفسیر زاہدی کے حوالے سے وہی عبارت

درج فرمائی ہے جس کو نمبر ۶ میں بیان کر آیا ہوں یعنی ولید نے جب

یہ عیب ٹھنے تو ماں کو ڈرا دھکا کر اصل بات اُگلوالی کیا ڈاکٹر صاحب

اب شاہ عبدالقادر صاحب کو بھی ٹھہرا ٹکریزی میں دوسرے درجے کا

مجہد کہیں گے؟

(۱۳) امام عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی لکھتے ہیں :-

”رَدِّیْنِہُمْ دَعٰی وَحَاۤنَ الْوَلِیْدِ دَعِیَا فِی فِتْرِیْہِ لَیْسَ

مِنْ سَبْخِہُمْ اَدْعَاۤءُ اَبُوۃٍ بَعْدَ ثَمَانِ عَشْرَۃٍ سَنَۃٍ مِنْ

مَوْلَدِہٖ وَقِیْلَ بَغْتَ اُمَّہٗ وَلَمْ یَعْرِفْ حَتّٰی نَزَلَتْ ہٰذِیْۤالَاٰیَۃُ

وَالنَّطْفَۃُ اِذَا خَبِثَتْ خَبِثَ النَّاسُ مِنْہَا رَوٰی اُنْہُ دَخَلَ

عَلٰی اُمَّہٗ وَقَالَ اِنْ مُحَمَّدًا وَصَفٰی بِعَشْرِ صِفَاتٍ وَجَدْتَ

تَسَاعُفًا فَاَمَّا الزَّیْمُ فَلَا عَلَمَ لِیْ بِہٖ فَاِنْ اَخْبَرْتَنِ

بِحَقِیْقَۃٍ وَّ اِلَّا ضَرَبْتَ عُنُقَکَ فَقَالَتْ اِنْ اُبَاکَ عَنِیْنَ و

خَفْتُ اَنْ یَّمُوْتَ فِیْصَلَ مَالُہٗ اِلَیَّ غَیْرِ وَلَدِہٖ فَدَعَوْتُ

رَاعِیًا اِلَیَّ نَفْسِیْ فَاَنْتَ مِنْ ذٰلِکَ الرَّاعِی ”

اس عبارت کا مطلب بھی وہی ہے جس کو نمبر ۶ میں تفسیر زاہدی

کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ ماں نے ولید بن مغیرہ کو بتا دیا کہ تو

واقعی حرام زادہ ہے۔ اس عبارت کو سمجھنے کے لیے نمبر ۶ کو دوبارہ پلٹ

تے تفسیر موضح القرآن تے تفسیر النسفی المسمی بمدارک التزییل وحقائق اقاویل

کر ملاحظہ فرمائیں۔

ولید بن مغیرہ کا دفاع کرنے والے کے سامنے انتہائی مضبوط، معتبر اور مستند اختصاراً صرف تیرہ دلائل بلکہ اس کے سر پر تیرہ پہاڑ رکھ دیئے ہیں جن سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ امام احمد رضا نے وہی معنی کیا ہے جو قرآن کا اصل معنی ہے۔ بیسیوں دلائل اور بھی دیئے جا سکتے ہیں مگر اختصار ملحوظ ہے۔ وہ بیست ویسے بھی گستاخی رسول کی مشہور صفت ہے مگر ڈاکٹر صاحب نے تو اس کی پروڈکشن میں ایک دم دگنا لگنا اضافہ کر دیا ہے۔ خدا معلوم، کہ ڈاکٹر صاحب کو ولید بن مغیرہ سے اصل قدر ہمدردی کیوں ہے۔ ان کے اس جھوٹ پر کہ اس کا معنی حرام زادہ ہرگز نہیں، کیا کوئی ان کی گردن سے پکڑ کر پوچھ سکتا ہے کہ یہ جھوٹ آپ نے کیوں بولا، یہ دجل آپ نے کیوں کیا اور اتنی باتیں سے آپ نے کیوں کام لیا؟ غصے کی آگ سے ڈاکٹر صاحب جل جھن کر رہ گئے کہ احمد رضا خاں نے ولید کے بارے میں یہ کیوں لکھا کہ اس کی اصل میں خطلہ ہے۔ اور یہ شعلے اتنے بھڑکے کہ جب تک یہ نہ کہہ لیا "کاش مولانا احمد رضا خاں کا یہ ترجمہ نہ چھپتا اور مسلمانوں کو قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا" اس وقت تک دل کی آگ نہ بجھی۔ اب جو میں نے تیرہ پہاڑ ان کے سر پر رکھ دیئے ہیں تو کیا کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ آگ کتنی بھڑکی ہوگی۔ البتہ جو الزام ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا پر عائد کئے تھے وہ سب کے سب ان مذکورہ حضرات پر بھی خود بخود عائد ہو گئے اور ہر کوئی بڑی آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ کاش یہ ترجمے اور یہ تفسیریں نہ چھپتیں اور

یوں ڈاکٹر خالد محمود صاحب کو شرم سے (اگو ہے) پانی پانی نہ ہونا پڑتا۔ ہے کوئی صاحب انصاف دیوبندی جو ڈاکٹر صاحب کے گمربیان کو جھنجھوڑ کر پوچھے کہ ان تراجم و تفاسیر کے بارے میں آپ کا خیال کیا ہے اور ان کی تفسیرات کے باوجود آپ ولید کو حلالی بنانے پر کیوں تکیے ہوئے ہیں اور بداصل و بدنصب کہنے پر پانی میں تباہی کی طرح کیوں گھلے جا رہے ہیں ؟

س یہ مانا تیرے لب پہ نغمہ توحید ہے لیکر تیرے منہ میں بے بسیرا ہے ولید کا یزیدوں کا

⑤ الفاظ کا استعمال | امام احمد رضا کو سوچی سمجھی سازش کے تحت بدنام کرنے کے لیے ڈاکٹر

صاحب نے ہر ممکن حربہ استعمال کیا ہے صفحہ ۱۷۱ پر لکھا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کے اندر دہرہ تہی زبان استعمال کی ہے اور بھڑکے الفاظ پیش کئے ہیں۔ حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ اپنے اپنے علاقے کی ایک مخصوص بولی ہوتی ہے ایک خاص زبان ہوتی ہے۔ ایک لفظ ایک جگہ بھڑکا معلوم ہو گا مگر وہی لفظ دوسری جگہ کے رہنے والوں کے لیے مانوس ہو گا۔ البتہ ایسا لفظ نہ ہو کہ جس کا مفہوم کہیں بھی اچھا نہ سمجھا جاتا ہو جیسے ووجدك صا لا فہدیٰ میں صا لا کے معنی مفتی محمود الحسن صاحب نے ”بھٹکنا“ لکھ کر دیئے ہیں۔ حالانکہ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے اور آپ کی ذات اقدس کے لیے لفظ ”بھٹکنا“ کہیں بھی اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ کسی بھی علاقے کا باشندہ ”بھٹکنا“ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

مقامی عیاض ماکھی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو شخص ربیعہ عاشقہ برصغیر اکبر

کے لیے استعمال میں ہرگز نہ لائے گا۔ جہاں تک بھڑے الفاظ کا تعلق ہے تو بطور مشق نمونہ از خوارے محمود الحسن صاحب کے ترجمہ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے :-

● اِنَّ شَانِكَ هُوَ الْوَبْتُ ۝ (الکوش) بیشک دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا پیچھا کٹا (محمود الحسن)
پیچھا کٹا کس قدر بھڑا لفظ ہے۔ ترجمے میں لذت نام کی کوئی شے نہیں رہی۔

اب ذرا امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :-

”بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔“
(کنز الایمان)

● وَمَرْيَمَ ابْنَتِ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَتْ
فَرْجَهَا (التحریم) اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی
شہوت کی جگہ کو؟ (محمود الحسن)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے لیے ایسی ہزاری زبان
استعمال کرنے کا حوصلہ کسے ہے۔ اب امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے :-
”اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی“
(کنز الایمان)

● وَالَّذِينَ هُمْ لِأَفْئِدَتِهِمْ حَقِظُونَ ۝
(المومنون پارہ ۱۸ آیت ۵) ”اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے
ہیں۔“ (محمود الحسن)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ضال یعنی گمراہ و بھٹکا کرے وہ کافر ہے۔ ملخصاً
کتاب الشفاء جلد دوم صفحہ ۱۰۳ :-

تھامنا کا معنی ہے پکڑ لینا۔ دیکھئے کس قدر مضحکہ خیز ترجمہ کیا گیا ہے مگر ڈاکٹر صاحب کو اسی طرح کی زبان پسند ہے اور امام احمد رضا بدیلوی کا یہ ترجمہ اُن کے نزدیک ترجمہ ہی نہیں :-

”اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں“ (کنز الایمان)

● — وَجَنَّبُوا الطَّاعُونَ (اور بچو ہڑ دنگے سے) (محمود الحسن)

کتنا دیہاتی اور بھدال لفظ ہے مگر امام احمد رضا فرماتے ہیں ”اور شیطان سے بچو“ (کنز الایمان)

● — وَقُودُهَا النَّارُ وَالْجِجَارَةُ (پتھر و آگ) (کنز الایمان) جس کی چھپٹیاں ہیں آدمی اور پتھر (محمود الحسن)

”جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں“ (کنز الایمان)

● — اَللّٰی خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنْتُمْ فِيْكُمْ ضَعْفًا (سورہ انفال آیت ۶۶)

”اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے تم پر سے اور جانا کہ تم میں سُستی ہے“ (محمود الحسن)

یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ ”بوجھ“ کسی قرآنی لفظ کا ترجمہ نہیں۔ یہ اضافہ ہے اور بغیر برکیٹ کے ہے اور بقول ڈاکٹر صاحب یہ معنوی تحریف ہے۔ دوسرے محمود الحسن صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کہا ”تم میں سُستی ہے“ حالانکہ سُستی انسان کے کسی ذاتی عمل کا نتیجہ ہوتی ہے یعنی کسی فعل کے سمر انجام دینے میں کسی کمی یا کوتاہی کی بناء پر سُستی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ کسی بھی موقع پر (معاذ اللہ) سُست یا کاہل ہوئے ہوں۔

اب امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے۔
 ”اب اللہ نے تم پر سے تخفیف فرمائی اور اُسے علم ہے کہ تم کمزور
 ہو۔“ (کنز الایمان)

لیکن حیرت ہے کہ اپنے چند مخصوص دہائی عقائد کا رد دیکھتے
 ہوئے ڈاکٹر خالد محمود نے ترجمہ کنز الایمان ہی کا انکار کر دیا ہے
 اور کہتے ہیں کہ یہ ترجمہ قرآن نہیں۔

مسئل افکار و صدقات کی
 وجہ سے انسان جب خود پر

⑧ پیٹھ توڑنا محاورہ ہے

بہت بوجھ محسوس کرتا ہے یا بقدر ضرورت ظاہری اسباب کی کمی
 اُسے منفرک کر دیتی ہے تو ایسے موقع پر عموماً کہا جاتا ہے کہ فلاں
 آدمی کی تو کمر ٹوٹ گئی ہے جیسے کسی آدمی کا بیٹھا مر جائے تو کہتے ہیں
 آج میری کمر ٹوٹ گئی۔ یہ کہہ کر گویا وہ اپنے صدر سے کا اظہار کرتا
 ہے۔ انگریزی میں بھی اسی طرح ہے - GRIEF HAS BROKEN
 (VEN HIS BACK) غم نے اُس کی کمر توڑ دی یا غم نے اُسے بوڑھا
 کر دیا۔

پیٹھ توڑنا یا کمر ٹوٹنا ایک محاورہ ہے جو آلام و تکالیف اور
 مصائب و شدائد کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ امام احمد رضا
 ہدایہ قدس سرہ نے وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الذَّحَى
 أَنْقَضَ ظَهْرَكَ کا ترجمہ یہ کیا ہے ”اور تم پر سے تمہارا بوجھ
 اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی۔“

امام احمد رضا ہدایہ کے اس ترجمہ کے بارے میں ڈاکٹر صاحب
 ”حسنہ کی بے ادبی کی ایک اور حرکت“ کے عنوان سے لکھتے ہیں :-
 ”افسوس خان صاحب نے بہت بے ادبی کا ترجمہ کیا ہے، حضور

ہیں اور کمر توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے آپ کے مسئلہ مقدمہ کو
 نذیر احمد صاحب کو ایمانی حیا مانع ہوئی تھی یا نہیں ؟
 ڈاکٹر صاحب کے ایک اور بزرگ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب
 کا ترجمہ دیکھئے :-

”اور تم پر سے وہ بھاری بوجھ اُتار دیا جو تمہاری کمر توڑے
 ڈال رہا تھا۔“

فرمائیے جناب ! حضور کی بے ادبی کی ایک اور حرکت
 یا نہیں اور کمر توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے آپ کے اس بزرگ کو
 ایمانی حیا مانع ہوئی یا نہیں ؟

علامہ عبدالحق حقانی دہلوی فرماتے ہیں :-
 ”اور کیا آپ سے آپ کا وہ بوجھ نہیں اُتار دیا کہ جس نے آپ کی
 کمر توڑ رکھی تھی۔“

آگے تفسیر میں فرماتے ہیں :-

”چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ بہت ہی بڑا تھا
 اور خصوصاً اس سبب سے کہ شرح صدر ہو چکا تھا تو آپ کے
 عزائم کی کیا انتہا۔ اور مکہ میں اس وقت تک آپ کے پاس اس کے
 سمرانجام کے اسباب نہ تھے، نہ آپ کے قوی و جوارح اس کا تحمل
 کر سکتے تھے۔ یہ تھا وہ بھاری بوجھ کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی پیٹھ توڑ رکھی تھی۔“

کیا ڈاکٹر صاحب علامہ حقانی پر بھی حضور کی بے ادبی کا
 بہتان رکھیں گے ؟

اب ذرا شاہ عبد القادر محدث دہلوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :-
 ”اور اُتار رکھا تھا تجھ سے بوجھ تیرا، جس نے کوڑا کاٹی پیٹھ
 تیری۔“ (تفسیر موضح القرآن)

لفظ ”کوڑا کاٹی“ میں تو اور بھی شدت پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب
 آپ کے الفاظ حضرت شاہ صاحب محدث دہلوی کے لیے بھی ہیں یا
 ان کو صرف امام احمد رضا ہی کے لیے مخصوص سمجھا جائے گا؟
 اب اہل انصاف کو دعوتِ فکر ہے کہ وہ سوچیں اور خوب غور
 کریں کہ اگر ڈاکٹر خالد محمود ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کا اعتراض بجا
 ہوتا تو وہ صرف امام احمد رضا کے ترجمہ پر اعتراض نہ کرتے بلکہ ساتھ
 اپنے پیشواؤں کی بھی خبر لیتے۔ کیا ہم اسے منافقانہ رویہ نہ کہیں گے؟
 کیا یہ تنقید کا دوہرا معیار نہیں؟

کیا تعصب کی اس سے بڑھ کر بھی کوئی مثال مل سکتی ہے؟
 مذکورۃ الصدر تمام حضرات ڈاکٹر صاحب کے لیے انتہائی محترم
 و مکرم ہیں مگر ڈاکٹر صاحب کی منافقانہ پالیسی اور ان کی فریب کاریوں
 کی وجہ سے وہ حضرات بھی ڈاکٹر صاحب کی عبارت کے نشانے پر
 آگئے۔ معلوم ہوا یہ سب محض دھوکہ اور فریب ہے۔ امام احمد رضا
 اس ناحق الزام سے بری ہیں، اُن کا دامن صاف ہے، دیوبندیوں
 کی یہ چال بازیوں فقط اس لیے ہیں کہ امام احمد رضا نے ان پر ٹھوس
 دلائل قائم کر کے ان کو گستاخِ رسول ثابت فرمایا۔ علمائے حرمین
 شریفین سے تصدیق کروائی۔ پاک و ہند کے سینکڑوں علمائے حق
 نے بھی تائید کر دی اور وہی گرفت اب تک دیوبندیوں کے دل
 کا کانا بن کے رہ گئی ہے۔ ”وَاعْتَبِرُوا يٰۤاُولِيَ الْاَبْصَارِ۔“

⑨ بغیر غوث کے زمین و آسمان | مطالعہ بریلویت کے صفحہ ۱۸۱ سے ۲۱۰ تک جوڑ

توڑ کی برکت سے ایسی ایسی و اہمیات عبارات لکھی گئی ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری دیکھ کر بے ساختہ یہ آیت کریمہ یاد آگئی ہے :-

كَفَّيْلُ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَثْقَارًا ط

ایسے علم کے زور پر جو چالٹ ڈاکٹر صاحب پھیلا رہے ہیں یہ انہی کا حصہ ہے اور وہ بیانگِ دہل کہہ سکتے ہیں — ہنچو ما دیگرے نصبت ۔

ڈاکٹر صاحب ”حضرت (عبدالقادر جیلانی) کا خدا پر رعب“ کے عنوان سے امام احمد رضا پر ناحق تہمت رکھتے ہوئے کہتے ہیں :-

”بریلوی عقائد کے مطابق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس قدر اونچے جاچکے تھے کہ خدا بھی اُن کے حکم سے چلتا تھا، حضرت شیخ عالم بشری میں تو بہت بعد میں آئے لیکن ان کے عقیدے میں ان کا وجود زمین و آسمان کے بننے سے پہلے بھی قائم تھا، مولانا احمد رضا غاں فرماتے ہیں :- ”بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے“ ۔

ڈاکٹر صاحب جوڑ توڑ کے زور پر یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ غوث سے مراد مطلق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں ۔ حالانکہ امام احمد رضا بریلوی نے یہ فرمایا ہے کہ ہر زمانے میں غوث کا ہونا ضروری ہے

اور بغیر کسی غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ یہ بات بھی حسبِ عادت انہوں نے فجر صادق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک کے تحت کی ہے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے:

طبرانی میں بعد صحیح حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابدال میری اُمت میں تیس ہیں، انہیں سے زمین قائم ہے، انہیں کے سبب مینہ اترتا ہے۔ انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔

چونکہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب ختم اللہ علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعہم وعلیٰ ابصارہم کے مرحلے میں پہنچ چکے ہیں، اس لیے ان سے کیا کلمہ۔ بے چاروں نے احادیث کی کتابیں پڑھیں ہوں تو کچھ سمجھیں۔ دیوبندی شاید میری اس بات کو محض طرز و تعصب کے کھاتے میں ڈال دیں مگر انشاء اللہ الخزینہ مزید آگے ٹھوس دلائل سے ثابت کر دیں گا کہ ان کے بڑے بڑے عالم احادیث کی کتب سے بے بہرہ ہیں۔ البتہ میرے ان دلائل کے بعد بھی کوئی دیوبندی سے چٹا رہتا ہے تو اپنا انجام خود سوچ لے۔ ہمارا کام ہے اتمامِ حجت کرنا، سو پوری کر دی ہے۔

عین ممکن ہے ڈاکٹر صاحب اس حدیث مبارکہ پر بھی اعتراض دھرماریں لہذا ان کے سامنے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کی عبارت رکھی جاتی ہے اور عبارت بھی ان کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے قلم سے نکلی ہوئی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں :-

” (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے) فرمایا کہ کوئی جگہ اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر۔

حرم مکہ مکرمہ میں نماز پنجگانہ میں تین سو ساٹھ اولیاء اللہ شریک ہوتے ہیں اور جب اولیاء اللہ باقی نہ رہیں گے قیامت واقع ہو گی، اولیاء اللہ و عائم عالم کے ہیں یعنی ستون: ۱۰

اس پر تھانوی صاحب نے جو حاشیہ چڑھایا ہے وہ میری جانب سے بطور تبصرہ کافی ہے۔ تھانوی صاحب فرماتے ہیں:۔
 ”کیونکہ ان (اولیاء اللہ) کے باقی نہ رہنے سے پھر مومن بھی نہ رہیں گے اور مومنین کے باقی نہ رہنے پر قیامت آ جانا احادیث میں وارد ہے۔“ ۱۱

غوث، قطب اور ابدال ہی اولیاء اللہ ہیں، بقول تھانوی صاحب ان کے باقی نہ رہنے پر زمین و آسمان بھی قائم نہ رہیں گے کیونکہ یہ ستون ہیں، ستون گئے تو ماری عمارت گئی اور تھانوی صاحب کے مطابق یہ بات احادیث یعنی کئی حدیثوں سے ثابت ہے لہذا ڈاکٹر صاحب کا اعتراض اب امام احمد رضا پر نہیں بلکہ سید الکونین محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مطہرہ و مقدسہ پر ہو گیا۔ اِنَّمَا بُغِيَكُمْ عَلَيَّ اَفْئِكُمْ (تمہاری بغاوت کا نتیجہ تمہیں پر ہے)

خوشگوار پیلو | ڈاکٹر صاحب نے چونکہ اسے خود ہی بریلوی عقیدہ قرار دیا ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ اصلی

سچے اور کھرے اہل سنت و جماعت بریلوی ہی ہیں جن کا عقیدہ بحمد اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔ فلہ الحمد یہ دشمن جاں نے برحق میں گولہ پڑی اعتبار آتا بھلا کس کو جو میں خود کرتا

حضرت جنید بغدادی والے قصے پر اعتراض کا دندان شکن جواب

ڈاکٹر صاحب ”حضرت جنید بغدادی کو خدا پر فضیلت دینا“ کے عنوان سے امام احمد رضا پر یوں اعتراض کرتے ہیں :-
 ”ایک دفعہ حضرت جنید بغدادی دریائے دجلہ کو زمین کی طرح پار ہے تھے اور اللہ اللہ کہہ رہے تھے، آپ کو دیکھ کر ایک اور شخص نے اسی طرح دریا پار کرنے کی استدعا کی، اس پر مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ :-

”فرمایا یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کیا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب نیچ دریا کے پہنچا، شیطان لعین نے دل میں دسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلاتے ہیں، میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔ اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا، پکارا حضرت میں چلا، فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید، جب کہا دریا سے پار ہوا (ملفوظات حصہ اول ص ۱۱)۔
 ڈاکٹر صاحب نے فریب کاری کی آنتوں میں عبارت کا جو آخری حصہ مفہم کر دیا وہ یہ ہے :-
 ”(اس شخص نے) عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی آپ اللہ کہیں تو

پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں۔ فرمایا اترے نادان یا ابھی تو
جنید تک پہنچا نہیں، اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔“

”شیطان لعین نے دل میں دوسوہ ڈالا“ کا مطلب ہے کہ شیطان
اُس شخص کو اپنے مرشد سے بدگمان کرنا چاہتا تھا اور اُس کی حکم بدولی
کروانا چاہتا تھا اور اہل ایمان جانتے ہیں کہ مرشد کے بغیر تو بات بنتی
ہی نہیں۔ مرشد کے بارے میں ادویاٹے کرام نے اتنا عارفانہ کلام لکھا
ہے کہ کٹی کتابیں بن جائیں۔ گنجی نش نہیں در نہ بہت ساری مثالیں دیتا۔
یا جنید یا جنید کہلوانے کا مطلب یہ تھا کہ مرشد اپنے مرید کی تربیت
آہستہ آہستہ کرتے ہیں، پہلے اللہ والوں تک پہنچاتے ہیں، اللہ والوں
کی پہچان کراتے ہیں، پھر اللہ تک پہنچاتے ہیں۔ اس طرح مرید کے
جھٹکنے کا ڈر نہیں رہتا۔ ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں س

اگر کوئی صغیر شعیب آٹے پیسٹر۔ شبانی سے کلیسیا دو قدم ہے
مطلب یہ کہ بغیر مرشد کے اللہ تک پہنچنا محال ہے۔ بغیر اللہ والوں
کے اگر مخلوق اللہ تک پہنچ سکتی تو اللہ تعالیٰ کو پھر انبیائے کرام
علیہم السلام مبعوث فرمانے کی کیا ضرورت تھی۔ صحابہ کرام کی ضرورت
کیا تھی، ادیاء اللہ کی ضرورت کیا تھی۔ رہ یہ اعتراض کہ ”یا اللہ“ کہنے
سے منع کیا اور ”یا جنید“ کہلویا تو یہ شرک ہرگز نہیں۔ یہ ادویاٹے کرام
کے پوشیدہ راز ہیں، خفیہ اسرار ہیں، یہ کٹی حکمتوں پر مبنی باتیں ہوتی ہیں
تربیت کا ایک حصہ ہوتی ہیں، مرید کا امتحان مقصود ہوتا ہے، اُس
کے ظرف کے مطابق اسے چلایا جاتا ہے۔

مثلاً حضرت جنید تو اللہ اللہ کر کے دریا پار کر لیتے تھے، ڈاکٹر صاحب
کبھی آپ بھی اللہ اللہ کر کے دریائے راوی میں قدم رکھنا۔ لاش پر آمد
نہ ہوتی تو کہنا۔ وجہ کیا ہے کہ جنید گزر جائیں اور ڈاکٹر صاحب ڈوب

جائیں۔ یہی کہ جنید جس مقام پر تھے ڈاکٹر صاحب اس مقام پر نہیں۔ اور اس مقام تک پہنچنے کے لیے کسی مرشد کا دامن تھا مٹا پڑتا ہے اور پھر مرشد تو ہر قسم کا امتحان لیتے ہیں، پہلے مرید کا یقین اور اعتماد دیکھتے ہیں۔ جس قسم کا اعتراض ڈاکٹر صاحب نے کیا ہے اس طرح تو کوئی ولی، قطب، غوث اور ابدال نہیں نکھ سکتا۔ ایسے بے شمار واقعات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔

”خدا پر فضیلت“ کا اعتراض قطعی ہے جاہے کیونکہ عبارت کے آخری حصے کے یہ الفاظ کہ

”ابھی تو جنید تک پہنچا نہیں، اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔“ اس اعتراض کا نہ برداشت رد ہیں۔ ان الفاظ میں اللہ ہی کے فضیلت تسلیم کی جا رہی ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ واقعہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا وضع کردہ نہیں بلکہ انہوں نے اسے کتاب ”حدیقہ مذیہ شرح طریقہ“ محمدیہ سے نقل فرمایا ہے جیسا کہ ملفوظات اعلیٰ حضرت میں درج اس واقعہ کے شروع میں انہوں نے لکھا ہے :-

”حدیقہ مذیہ میں ہے.....“

اس کتاب کے مؤلف امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ معروف اولیائے کرام سے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے (آپ کے لیے) کہ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب ”جمال الاولیاء“ کے صفحہ ۵ پر اس کتاب کا نام لکھ کر اس کے مؤلف کو ”ری عارف باللہ شیخ عبدالغنی نابلسی“ لکھا ہے۔ ”جمال الاولیاء“ میں تھانوی صاحب نے ۴۴ کتب اور ان کے مؤلفین کے نام لکھے ہیں جن میں ”شرح طریقہ محمدیہ“ اور اس کے مؤلف بھی شامل ہیں۔ آخر میں

وہ لکھتے ہیں :-

”غرض یہ چالیس سے کچھ زائد کتابیں ہیں جن کی نقل بھروسہ کی نقل ہے اور پھر ان کے مؤلفین بھی ایسے ایسے اکابر اولیاء اور بڑے بڑے علماء ہیں کہ آفاق عالم میں ان کے مقبول ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے۔“

لہذا ڈاکٹر صاحب کا یہ اعتراض عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ پر ہوا کہ (معاذ اللہ) انہوں نے حضرت جنید کو خدا پر فضیلت دے دی اور وہ علامہ نابلسی جو بقول تھانوی صاحب اولیاء میں سے ہیں اور آفاق عالم میں مقبول بھی ہیں۔

تھانوی صاحب کہیں کہ ان کتابوں کی نقل بھروسہ کی نقل ہے، امام احمد رمانے وہیں سے قصہ نقل فرمایا تو ڈاکٹر صاحب نے اعتراض جڑ دیا۔ گویا کہ تھانوی صاحب کے قول کو رد کر دکھایا۔

تھانوی صاحب ڈاکٹر صاحب کے روحانی مرشد ہیں مرشد کہے کہ ان پر بھروسہ کرو۔ مرید کہے نہیں نہیں، یہ لائق اعتبار نہیں، اس میں تو اللہ کی شان میں گستاخیاں ہیں۔ بتائیے ایسا مرید کسی کنارے لگ سکتا ہے (یہ علیحدہ بات ہے کہ مرشد بھی ڈوبے ہوئے ہیں)

”مطالعہ بریلویت“ جلد دوم کے مطالعہ سے اہر قاری آصفی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ یہ لوگ نہ شان خداوندی کو دیکھتے ہیں نہ شان رسالت کو، نہ قرآن کریم پر اعتراض سے چمکتے ہیں اور نہ اولیائے کرام پر الزام بھتانے سے باز آتے ہیں، جس سے دشمنی ہو جائے اُسے پورا کرنے کے لیے یہ لوگ کسی قسم کے تقدس کا خیال نہیں رکھتے بلکہ اپنے ناپاک عقائد اور ارادوں

کی خاطر سب کو پا مال کرتے چلے جاتے ہیں۔

کہتے ہیں جھوٹوں کو اُن کے گھر تک پہنچانا چاہیے۔ یہ سعادت مجھے
اکثر حاصل ہوتی رہتی ہے، یہاں بھی اللہ کریم مجھے اس سعادت سے
سرفراز فرما رہا ہے۔ فللہ الحمد۔ ملاحظہ فرمائیے :-

”اللہ اللہ“ نہیں ”آہ آہ“ کرو | دیوبندیوں کے جامع المجددین اور
حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی

صاحب کی زبانی یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے :-

”ایک دن حضرت شاہ حاجی امام الدین رحمۃ اللہ علیہ غلیل ہوئے
اور آہ آہ کرنے لگے۔ حضرت مفتی الہی بخش صاحب برادر حاجی صاحب
کہ نسبت ارادت بھی حاجی صاحب سے رکھتے تھے، عیادت کو آئے
اور کہا۔ آہ آہ کیوں کرتے ہو اللہ اللہ کرو۔ انہوں نے کچھ خیال نہ کیا
اور آہ میں مشغول رہے۔ ایک دن اتفاقاً حضرت مفتی صاحب بھی
اسی درد میں مبتلا ہوئے اور اللہ اللہ کرنے لگے اور آہ منہ سے نہ نکالا۔
حضرت شاہ صاحب نے تشریف لا کر فرمایا کہ جب تک آہ نہ کرو گے
صحت نہ ہوگی۔“

چنانچہ یہی ہوا کہ مرض ترقی کر تا گیا، کسی طرح تخفیف نہ ہوئی۔
بالآخر مفتی صاحب نے آہ کرنا شروع کیا اور صحت حاصل ہو گئی۔ یہ مقام
عبودیت تھا اور تذلل و عہدیت محبوب کو محبوب ہے اور امتی رضا و
قلیم بھی مقصود ہے اور اللہ اللہ مقام الوہیت ہے۔“

اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی جاسکتی ہے مگر مقام عبودیت
اور تذلل و عہدیت کی جو تاویل اس واقعہ میں کر لی گئی، اگر سیدی عرف

بِاللّٰہِ عَلَّامَ غَیْبِی عَلَیْہِ الرِّحْمَۃُ کے واقعہ میں بھی تسلیم کر لی جاتی اور کہا جاتا کہ مقام اُلُوہیت سے پہلے مقام عبودیت کو سمجھنا ضروری ہے تو علامہ نابلسی کی ذات پر کچھ اعتراض باقی نہ رہتا۔ مگر جن کا کام ہی قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عبارات ادبیہ و کرام میں جوڑ توڑ کرنا ہو اور طرہ یہ کہ مہارت بھی پیدا کتنی طور پر حاصل ہو تو وہ کوئی دوسرا کام کیجئے کریں؟

آپ کی ساری تاویلیں تو فقط اپنے گھر کے خالص دیوبندی بزرگوں کے لیے ہی مخصوص ہیں۔ بتائیے آہ کو اللہ پر فضیلت حاصل ہوئی یا نہیں؟ آپ کے یہی حکیم الامت دوسری جگہ فرماتے ہیں :-
 ”میں نے طالب علمی کے زمانہ میں کسی کتاب میں دیکھا کہ ایک پیر مرید سے پوچھا کہ تم خدا کو جانتے ہو۔ مرید نے کہا میں خدا کو کیا جانوں میں تو تم کو جانوں۔ مجھ کو اس پر بڑا غصہ آیا کہ بڑا ہی جاہل اور ایمان سے دور تھا۔“

میں نے یہ قصہ (اپنے استاد) مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی سے عرض کیا کہ حضرت اے۔ ایسے بھی جاہل ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو۔ تب میری آنکھیں کھلیں۔ فرمایا کہ یہاں کسی اللہ والے ہی کو پہچاننے پر ہی بڑی نعمت ہے۔“

یہی بات تھی حضرت جنید والے قصہ میں کہ شیطان مرید کو اپنے پیر سے دور کرنا چاہتا تھا، حضرت جنید اللہ والے تھے، انہیں معلوم تھا کہ مرید میری بات مانتا رہا تو انشاء اللہ دین و دنیا میں فلاح پائے گا مگر شیطان (دیوبندیوں کی طرح) بڑے خوبصورت طریقے سے مرید کو گمراہ کرنا چاہتا

تھا لہذا حضرت جنید نے فرمایا کہ ارے نادان پہلے جنید کو سمجھ لے پھر اللہ تک رسائی کی ہوس کرنا چلیے تھا نوی صاحب کے استاد نے اُن سے کہا کہ اللہ والوں کی پہچان ہی اللہ کی پہچان ہے۔

قصہ تھا حدیقہ ندیہ کا، بیان فرمایا علامہ تابلہ علیہ الرحمۃ نے اور واقعہ پیش آیا تھا حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے ساتھ اور ہمارے ڈاکٹر صاحب نے اعتراض امام احمد رضا پہ جرّ دیا۔ اور پھر خوب اچھے طریقے سے جھوٹ گھر کر عنوان دے دیا ”حضرت جنید بغدادی کو حدیقہ فضیلت دینا۔“ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے فرمایا ہے :-

هَلْ أَتَيْتُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيْطَانُ ۖ تَنَزَّلُ
عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ۔

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اُترتے ہیں، اُن پر اُترتے ہیں جو جھوٹ گھڑتے ہیں، گنہگار ہوتے ہیں (الشعراء)

① اللہ تعالیٰ کا مشورہ طلب کرنا | ”اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں، مشورے

طلب کرتا ہے“ کا عنوان دے کر شہنشاہ جوڑ توڑ فرماتے ہیں :-
”مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے پر افسوس، وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے۔“

جھوٹے پر محمد بن عبد الوہاب نجدی کی لی جانے والی آتی جاتی مائوں کا دو گنا لعنت۔ ”الْأُمْنُ وَالْعُسْلُ“ یعنی الکھفرت کی کتاب میں یہ الفاظ کہیں بھی درج نہیں کہ اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں اور حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے۔ ”وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ“ (بھٹکار

ہو اس پر جو جھوٹ گھڑنے والا گنہگار ہے (الجاثر)۔ اس کے بعد لکھتے ہیں :—

”بے شک میرے رب نے میری اُمت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا (الامن والعلی ص ۸۵)“ لے
محض اتنا حاکم نقل کر لے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے دل کی آگ
یوں بجھائی :—

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات کیسے کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے مشورہ کرتا ہے ؟“

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس بات کو حدیث بنا کر پیش کیا، اور اس پر امام احمد (۲۴۱ھ) اور ابن عساکر (۵۷۱ھ) کا حوالہ دیا اور ابن حذیفہ صحابی کو اس کا راوی بنایا، افسوس کہ ہمیں صحابہ میں ابن حذیفہ نام کے کوئی صحابی نہیں ملے۔ نہ مسند احمد میں حضرت حذیفہ کی یہ روایت ملی ہے، نہ تاریخ ابن عساکر میں کہیں یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں، حضور سے مشورے طلب کرتا ہے (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ بات کسی تصور میں نہیں آ سکتی کہ وہ کسی سے مشورے لینے کا محتاج ہو مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ روایت وضع کر کے (یعنی خود گھڑ کے) اس بحث میں اللہ تعالیٰ کے لیے تین بار مشورہ کا لفظ لکھا۔ معلوم ہوتا ہے تین دفعہ لکھنے سے مولانا نے شاید عیسائیوں کو خوش کرنا ہو کہ مسلمان بھی تثلیث کے قائل ہو گئے (یعنی مسلمان وحدانیت کی تین شاخوں باپ (اللہ) بیٹا (حضرت عیسیٰ) اور روح القدس کے قائل ہو گئے) لے

اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

جہالت و ضلالت کا یہ مظاہرہ آج ڈاکٹر صاحب ہی نے نہیں فرمایا بلکہ برسوں پہلے مدرسہ خیر المدارس ملتان کے نامور دیوبندی علماء بھی فرما چکے ہیں کسی وقت مدرسہ خیر المدارس ملتان سے ماہنامہ ”الصدیق“ بڑے زور و شور سے شائع کیا جاتا رہا اور یہ رسالہ دل کھول کھول کر علما اہل سنت کے خلاف زہر اگلاتا رہا۔ تینتیس چونتیس سال قبل الصدیق ماہ ذوالحجہ ۱۳۷۸ھ میں بھی یہ الزام امام احمد رضا کے سر رکھا گیا کہ احمد رضا کی اس پیش کردہ حدیث کا کہیں نام و نشان نہیں۔ اُسے دیکھ کر یقیناً کئی دیگر علمائے دیوبند نے بھی اسے اپنی تحریروں و تقریروں میں پیش کیا ہو گا جو کہ ہماری نظروں سے نہ گزر سکے ہوں گے۔ آج دیوبندیوں کے ایک اور علامہ صاحب نے یہی بہتان پھر دہرا دیا ہے۔ یہ اعتراض جب ماہنامہ الصدیق ملتان میں شائع ہوا تو اسی وقت غزالیؒ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعتراض کا مدلل جواب ماہنامہ ”السعد“ ملتان شمارہ دسمبر ۱۹۵۹ء میں پیش فرما دیا جو ”الاہدائے“ کے نام سے شائع ہوا۔ پھر یہی علمی مقالہ ”مقالات کاظمی“ حصہ دوم میں شائع ہوا۔ یہی مقالہ ۱۹۹۱ء میں ادارہ معارف نعمانیہ ۳۲۳۔ شاد باغ لاہور کی جانب سے ”الاہدائے“ کے نام سے ہی ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس دور میں جو اعتراض جڑ دیا، ممکن ہے کل کلاں کوئی اور علامہ پھر اعتراض دہر مارے۔

اس اعتراض سے متعلق دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ ماشاء اللہ ساری دیوبندی برادری ہی اس حدیث سے ناواقف نکلی۔ جس میں دیوبندی مؤرخ، مفکر اور محقق علامہ خالد محمود صاحب بھی اللہ کے ”فضل و کرم“ سے شامل ہیں۔ سب نے اپنے اپنے مطالعے کی وسعت، کتب احادیث سے وابستگی اور دیانت و صداقت کا بھروسہ احساس بھی دلادیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ باوجود حدیث پڑھنے کے یا کم از کم علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کے جواب اور احادیث کی کتب کی نشاندہی کے بعد حوالہ ملاحظہ کر کے بھی اگر یہ لوگ اعتراض کر رہے ہیں تو ان کے اندر کارِ رسول و دشمنی کا وائرس بڑا طاقتور ہے۔ ”وائرس“ اس لیے کہا ہے کہ ہر جراثیم جو بیماری پیدا کرتا ہے اس کا علاج موجود ہے مگر دنیا کے تمام ڈاکٹر اس پہ متفق ہیں کہ ”وائرس“ لا علاج ہے۔ بس ان اعتراض کرنے والوں کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کا جو وائرس موجود ہے۔ اب اس کا کوئی علاج نہیں۔ انہوں نے کل بھی اعتراض کیا تھا، آج بھی کیلے اور کل پھر بھی کریں گے۔ رسول دشمنی کا وائرس اپنا کام دکھاتا رہے گا۔

ان لوگوں کی نظروں سے ماہنامہ ”الصیغہ“ ضرور گزرا ہوگا، اگر وہ نہیں تو ”مقالات کاظمی“ کتاب پڑھی ہوگی بلکہ نجی محفلوں میں علامہ کاظمی کے جواب پر تبصرے ہوئے ہوں گے، ایک دوسرے کو اس جواب سے آگاہ کیا گیا ہوگا۔ نشاندہی ہو جانے پر کتابوں کی شان بین ہوئی ہوگی اور سب بغلیں جھانک کر رہ گئے ہوں گے۔ اگر یہ بھی نہیں تو ادارہ معارف نعمانیہ کا الگ شائع کردہ ”الاہدا“ ضرور نظروں تلے آیا ہوگا۔ المختصر یہ کہ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی جو اعتراض کر رہے ہیں تو پتہ چلا کہ بارگاہِ رسالت کی بے ادبی بے حرمتی

ان لوگوں کا محبوب مشغلہ ہے۔

آج علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ ہم میں موجود نہیں۔ بفر من الیصال ثواب اور ان کی روح مبارک کو خوش کرنے کے لیے ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے اعتراض کے جواب میں احقر ان کے مضمون ”الاصدا“ ہی سے کچھ عبارت نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ إِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کا جواب ملاحظہ فرمائیے :-

جواب :- بد عقیدگی اور گمراہی کی اصل بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ مجدہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال مقدسہ کا قیاس اپنے افعال پر کر لیا جائے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ یاد رکھئے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہم ایسے مشورہ کے متعلق اگر یہ کلیہ تسلیم کر لیں کہ ہمارا مشورہ طلب کرنا غلطی کا احتمال دُور کرنے کے لیے احتیاج اور عاجزی کی بناء پر ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ کسی حد تک اسے صحیح کہا جاسکے لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ کو بھی اس کلیہ میں شامل کرنا باطل محض ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ، اللہ و رسول ہماری ماتمہ ہیں۔ غلطی کا احتمال دُور کرنا بھی حاجت ہے اور عاجزی بھی احتیاج کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے محتاج نہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں غنی، بے پرواہ اور احتیاج سے پاک ہیں جیسا کہ عنقریب دلائل کی روشنی میں واضح کیا جائے گا۔

ایک صحیح اور واقعی حدیث کو جو کتب احادیث میں موجود ہیں اور معترضین علم حدیث سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اسے معلوم

کرنے سے قاصر رہا۔ محض اپنی رائے ناقص پر اعتماد و ذکر کے جھوٹی
حدیث کہہ دینا بلکہ اپنے زعم باطل کی بناء پر یہ دعویٰ کر دینا کہ اس
حدیث کا کہیں ذکر نہیں، بدترین جہالت و غفلت کا مظاہرہ ہے۔
دیکھئے یہ مبارک حدیث مستدام احمد جلد پنجم و کنز العمال جلد ششم
اور خصائص کبریٰ جلد دوم تینوں کتابوں میں موجود ہے۔

ان رجب استشارنی فی اُمتی ما ذا افعل بہم
فقلت ما شئت یا رب ہم خلقک وعبادک فاستشارنی
الثانیۃ فقلت لہ کذا لک فاستشارنی الثالثۃ فقلت
لہ کذا لک فقال تعالیٰ انی لن اُخزیک فی اُمتک
یا احمد و بشرنی ان اول من یدخل الجنۃ معی
من اُمتی سبعة الفالیس علیہم حاب ثم
ارسل الخ ادع تجب و سل تعط فقلت لرسولہ
او معطی رجب سؤل قال ما ارسل الیک الا
لیعطیک۔ الحدیث۔

(رحمہم را احمد) وابن عساکر عن حذیفۃ

کنز العمال جلد ششم صفحہ ۱۱۲ حدیث ۱۷۳۵ و خصائص کبریٰ جلد دوم
صفحہ ۱۲۱۰ خراج احمد و ابوبکر الشافعی فی الفیہات و ابونعیم
و ابن عساکر عن حذیفۃ بن الیمان و مستند امام احمد جلد ۵
مطبوعہ مصر صفحہ ۳۹۳۔

ترجمہ :- بے شک میرے رب کریم نے میری اُمت کے
بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟
میں عرض کیا۔ اے میرے رب جو کچھ لڑ چاہے وہی کر، وہ تیری
مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ پھر اللہ نے دوبارہ مجھ سے مشورہ لیا

میں نے وہی جواب دیا۔ اس نے تیسری دفعہ مجھ سے مشورہ طلب فرمایا میں نے پھر وہی عرض کیا۔ پھر میرے رب کریم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک میں تیری اُمت کے معاملہ میں تجھے ہرگز رھوانہ کروں گا اور تجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار اُمتی صعب جنتیوں سے پہلے میری ہمراہی میں داخل جنت ہوں گے۔ ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جن سے حساب تک نہ لیا جائے گا۔ پھر میرے رب نے قاصد بھیجا کہ میرے حبیب تو دعا کر تیری دعا قبول کی جائے گی اور مانگ تجھے دیا جائے گا۔ میں نے اپنے رب کریم کے قاصد سے کہا کہ کیا میرا رب میری ہر مانگی ہوئی چیز دے گا؟ تو اس قاصد (فرشتہ) نے عرض کی کہ حضور اسی لیے تو رب تعالیٰ نے آپ کو پیغام بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ بھی مانگیں آپ کو عطا فرمائے۔

آگے یہ حدیث مبارک طویل ہے۔ جس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اپنی اُمت مکرّمہ کے بہت سے فضائل و محامد بیان فرمائے۔ ہم نے قدرِ ضرورت پر اکتفا کیا ہے۔

معرض کا قول تو یہ تھا کہ اس جھوٹی حدیث کا کہیں ذکر ہی نہیں لیکن بجزہ تعالیٰ ہم نے ثابت کر دیا کہ مصداق امام احمد و کنز العمال اور خصائص کبریٰ میں یہ حدیث موجود ہے۔ کنز العمال میں تو اس کی تخریج صرف امام احمد اور امام ابن عساکر کی طرف منسوب ہے لیکن خصائص کبریٰ میں ان کے علاوہ ابو بکر شافعی (امام بزار) اور ابو نعیم کی طرف سے بھی اس حدیث کی تخریج کو منسوب کیا ہے۔ ولله الحکمہ العامیہ۔

اعلیٰ حضرت مجتہد دین و ملت رحمۃ اللہ علیہ نے الامن والعلیٰ

میں مسند امام احمد کا نام نہیں لکھا۔ صرف اثنا عشریہ فرمایا۔
 الامام احمد وابت عاصم عن حذیفۃ
 (الامن والعلی صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی)
 اور الفاظ حدیث گنزر العمال جلد ششم سے نقل فرمائے اور کتاب
 کا حوالہ نہیں دیا تا کہ ان منکرین و مخالفین کے ادعائے غلطی و فضل
 کی حقیقت آشکارا ہو۔

الحمد لله! اہل علم نے دیکھ لیا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت
 مجدد ملت قدس سرہ العزیز علم و فضل کا وہ بکر ذخیرہ جس
 کے ساحل تک بھی منکرین کی رسائی نہیں۔ ذلک فضل اللہ۔
 رلم ابن حذیفہ کا معاملہ تو یہ ایک حقیقت ثابت ہے کہ گنزر العمال
 اور خصائص کبریٰ اور مسند امام احمد تینوں میں عن حذیفۃ
 موجود ہے نیز الامن والعلی شائع کردہ نوری کتب خانہ لاہور
 کے صفحہ ۱۲۳ پر عن حذیفۃ موجود ہے۔ البتہ صابر الیکٹرک
 پریس کی مطبوعہ کے صفحہ ۸۵ پر کاتب کی غلطی سے عن کی بجائے
 ابن لکھا گیا جسے کوئی معمولی سمجھ والا انسان بھی مصنف کی طرف
 منسوب نہیں کر سکتا مگر جو شخص تعصب و عناد کے جوش میں ایک
 ایسی عظیم و جلیل حدیث کو نہیں مانتا جو کتب احادیث میں موجود
 ہے تو وہ اس حقیقت ثابتہ کو کیونکر تسلیم کرنے لگا ہے۔

علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ
 خصوصی توجہ چاہتا ہوں | کی نشاندہی پر اس احقر
 نے خصوصی تگ و دو کی اور ایک بہت بڑی معروف لائبریری

رابطہ قائم کیا۔ وہاں سے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی
 درخصائص کبریٰ اور شیخ علاؤ الدین علی المتقی رحمۃ اللہ علیہ کی
 ”کنز العمال“ نکلوائی۔ اور چند مشکل مراحل سے گزرنے کے بعد
 ان کتابوں کے صفحات مذکورہ حدیث کے فوٹو سٹیٹ کروائے۔
 پھر ”خصائص کبریٰ“ اور دو کو بھی تلاش کیا اور مذکورہ حدیث کے
 صفحات کے فوٹو سٹیٹ کروائے۔ عربی کی یہ کتب اور وہ بھی پڑنے
 لگے چونکہ چند ایک بڑی لائبریریوں ہی سے دستیاب ہیں، عام
 کتب خانوں یا لائبریریوں سے نہیں ملتے اس لیے بندہ ناچیز نے
 یہ تھوڑی سی محنت اور بھاگ دوڑ کر کے یہ فوٹو سٹیٹ حاصل
 کر لیے تاکہ ہمارے اہل سنت بھائی اپنی آنکھوں سے ان کتب
 میں درج حدیث مبارکہ کا دیدار کر کے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔
 اب جبکہ مضمون کے ساتھ محض حوالے نہیں بلکہ اصلی کتب کے
 فوٹو سٹیٹ بھی دے دیئے گئے ہیں تو قارئین سے صرف اتنی گزارش
 ہے کہ وہ سوچیں اور غور کریں کہ کیا دیوبندی بریلوی جھگڑا، کوئی جھگڑا
 نہیں؟ کیا دیوبندیوں کو جو ہم گستاخ رسول کہتے ہیں تو غلط کہتے ہیں؟
 ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے شریعہ اور گستاخ قلم کا جملہ اگر مولانا احمد
 رضا خاں پر ہوتا تو عفو و درگزر اور مصالحت کی بہت سی راہیں نکل
 سکتی تھیں مگر اب یہ حملہ اور ان عبارات کی مزب براہ راست رسول
 اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و حرمت پر پڑتی ہے اب
 ڈاکٹر صاحب کے گستاخ قلم کا جملہ کسی بریلوی پر نہیں بلکہ خاص رسول
 اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ محترم پر ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے قلم کا نشانہ احمد رضا کی ذات نہیں بلکہ آقائے
 دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت و عصمت بن گئی اور جس نے

اللہ تعالیٰ کے اس پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
اذیت پہنچائی اُس کا فیصلہ جو بھی ہو گا وہ میں سے ہو گا جہاں سے
اس مقدس ہستی کو باعثِ تخلیق کائنات اور رحمتہ العالمین
بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور وہ فیصلہ تو کبھی کا قرآن میں سنایا جا چکا ہے۔
دیکھئے ڈاکٹر صاحب نے جو فرمایا ہے :-

”مشورہ طلب وہ کرتا ہے جسے انجام کی خبر نہ ہو۔“
چونکہ حدیث مبارکہ میں ”استشارتی“ کا لفظ تین بار آیا ہے تو
ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین بار مشورہ ہوا۔
اب جب خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے مجھ سے تین بار مشورہ کیا ہے تو اب ڈاکٹر صاحب کے عقیدے
کے مطابق اللہ تعالیٰ کو انجام کی خبر نہ تھی کیونکہ وہ خود تو کہہ رہے ہیں کہ
مشورہ طلب وہ کرتا ہے جسے انجام کی خبر نہ ہو۔ اس صورت میں ڈاکٹر
صاحب اللہ تعالیٰ کے گستاخ ٹھہرے اور اگر اُن کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ
تعالیٰ انجام سے باخبر ہوتا ہے تو پھر حدیث کا انکار کرنا پڑے گا۔ اس
لیے انجام سے باخبری کا عقیدہ اسی وقت درست سمجھا جائے گا جب
وہ مشورہ طلب کرنے والی حدیث کا انکار کریں گے۔ کیونکہ اُن کے
عقیدے کے مطابق مشورہ طلب کرنے والا تو انجام سے بے خبر ہوتا
ہے لہذا اس دوسری صورت میں وہ گستاخ رسول اور منکر حدیث بنے
یعنی اللہ تعالیٰ کو باخبر مانیں تو مشورے والی حدیث کا انکار لازم آئے

۱۔ مطالعہ بریلویت دوم ص ۲۶۳ ۲۔ دراصل دیو کے بندوں کا عقیدہ
بھی یہی ہے اور اس عبارت کو ان کے دھرم پنڈت جناب مولوی حسین علی
وان میجر وی نے اپنی بلغۃ المجران میں یوں لکھا ہے

گیا اور مشورے والی حدیث مانیں گے تو اُن کے اپنے قول کے مطابق
 اللہ کو انجام سے بے خبر ماننا پڑے گا کہ
 مجبور ہے کہ گرفتارِ بلا و نوحہ طرح سے
 وہ صحبتِ یلّٰی ہو کہ ہو فرقتِ یلّٰی
 ڈاکٹر صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں :-

”مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے پر افسوس، وہ لکھتے ہیں
 کہ اللہ تعالیٰ حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے“۔
 ایک تو ڈاکٹر صاحب نے سراسر یہ جھوٹ بولا کہ مولانا احمد
 رضا خاں نے لکھا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے“
 الامن والعلیٰ میں اس کا نام و نشان بھی نہیں۔ وہاں تو صرف حدیث
 کا ترجمہ لکھا گیا ہے کہ ”بے شک میرے رب نے میری اُمت کے باب
 میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا“۔ اللہ تعالیٰ مشورہ کر کے چلتا ہے، کے
 الفاظ نہ ہیں اور نہ وہ عاشقِ رسول لکھ سکتا تھا۔ لہذا ڈاکٹر صاحب
 اول درجے کے کذاب ٹھہرے اور کذاب کے لیے قرآنی فیملہ لَعْنَةُ اللَّهِ
 عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ہے۔

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مشورہ کرنے کے عقیدے
 پر ڈاکٹر صاحب نے افسوس کا اظہار کیا ہے گویا یہ غیر اسلامی عقیدہ
 ہے۔ جب یہ حدیث سے ثابت ہے تو یہ خود حضور اکرم صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ ٹھہرا، جب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ
 عنہ سے روایت ہے تو یہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
 کا عقیدہ ٹھہرا، جب علمائے اسلام نے اسے اپنی اپنی حدیث کی کتب

میں درج فرمایا تو یہ ان بزرگانِ دین اور تمام سلف صالحین کا عقیدہ تھا۔
لہذا ڈاکٹر صاحب کا اظہارِ تاسف امام احمد رضا کے عقیدے پر نہ رہا بلکہ یہ
اظہارِ تاسف منصبِ رسالت، مقامِ صحابہ اور شانِ ادلیا پر ہو گیا اور
ڈاکٹر صاحب ان سب کے گستاخ ٹھہرے۔ پھر ڈاکٹر صاحب فرماتے
ہیں:۔

”افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس بات کو حدیث بنا کر پیش
کیا ہے اور اس پر امام احمد رضا اور ابن عساکر کا حوالہ دیا اور ابن حذیفہ
صحابی کو اس کا راوی بنایا۔“

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ حدیث
خود گھڑ لی، غلط حوالے دیئے بلکہ جھوٹے اور یونہی جھوٹ موٹ
صحابی کو راوی بنا ڈالا۔ اب جبکہ کتب احادیث کے فوٹو سٹ بھی
پیش کئے جا رہے ہیں تو امام احمد صبیح ثابت ہوئے اور ڈاکٹر خالد محمود
جھوٹے اور جھوٹے کے متعلق قرآنی وعید یہ ہے لعنۃ اللہ
علیٰ الکاذبین۔

پھر ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:۔

”معاذ احمد میں حضرت حذیفہ کی یہ روایت ملی ہے۔“

یا تو ڈاکٹر صاحب آنکھیں نہیں رکھتے، رکھتے ہیں تو نگاہ کا فرق
ہو گا اور جیسا کہ بظاہر اُن کی نگاہ بھی درست ہے تو ثابت ہوا کہ انہوں
نے تلاش ہی نہیں کی اور جھوٹ لکھ دیا کہ مسند احمد میں یہ حدیث نہیں
جھوٹ کی وہی قرآنی سزا جو اوپر درج کی جا چکی ہے۔ اور اگر دیکھ
لی تھی مگر قصداً لکھ مارا کہ روایت نہیں ملی تب بھی جھوٹے اور جھوٹے

کی قرآنی سزا ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ سہ

دو گونہ رنج و عذاب است جالۃ مجبوراً

بلاتے محبت لیلۃ و شرقت لیلۃ

پھر ڈاکٹر صاحب نے لکھا :-

”مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ روایت وضع کر کے

اس بحث میں اللہ تعالیٰ کے لیے تین بار مشورہ کا لفظ لکھا۔“

ایک تو ڈاکٹر صاحب نے یہ جھوٹ بولا کہ یہ روایت وضع

کردہ ہے جھوٹے پر خدا کی لعنت،

دوسرے امام احمد رضا پر تہمت اور بہتان باندھا۔ اس جرم

کی سزا الگ ہوگی۔

پھر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا :-

”معلوم ہوتا ہے تین دفعہ لکھنے سے مولانا نے شاید عیسائیوں

کو خوش کرنا ہو کہ مسلمان بھی تشلیٹ کے قائل ہو گئے۔“

اس گستاخی کی ضرب بھی امام احمد رضا کی ذات پر نہ ہوتی بلکہ

امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت

و حرمت پر جا پڑی۔ چونکہ تین دفعہ خود سید الکونین صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لہذا یہ طرز اب اُن کی ذات اقدس کے لیے

بھی ہو گئی۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ و نعوذ باللہ من شرور انصاف)

کوئی کام اگر تین بار کہا جائے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ

عیسائی خوش ہوں؟ اگر یہی بات ہے تو پھر آپ مغرب کی نماز

میں فرض کی کتنی رکعت پڑھتے ہیں۔ تین پڑھیں گے تو لوگ سمجھیں

گے کہ ”مطالعہ بریلویت“ کے مطابق عیسائیوں کو خوش کر رہے ہیں اور

اگر دو یا چار پڑھیں گے تو اسلام کے منکر ہوئے۔ آپ کے لیے جوتوں

طرح عذاب ہے۔ پھر رکوع اور سجدے میں تین تین بار ہی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور بُحَانَ رَبِّيَ الْعَلِيِّ پڑھا جاتا ہے، کیا صائے مسلمان عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے تین تین بار پڑھتے ہیں۔ نکاح میں عورت و مرد سے تین تین بار ہی ایجاب و قبول کرایا جاتا ہے، کیا صائے علمائے کرام و مشائخ عظام جو نکاح منعقد کرنے کا دینی فریضہ انجام دیتے ہیں، عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے تین تین بار کرتے ہیں؟ عشاء کی نماز میں تین و تر پڑھے جلتے ہیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں میں تین تین بار اللہ اکبر کہہ کر رفع یدین کیا جاتا ہے، کیا اہل اسلام عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں؟ حجاج کرام تین بار شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں تو کیا یہ سب کچھ عیسائیوں کو خوش کرنا مقصود ہوتا ہے؟ لیکن کہاں تک بیان کرتا رہوں۔ آپ کو تو نہ خدا کا خوف ہے اور نہ اپنے نبی کی لاج۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو آپ کے شر سے محفوظ رکھے۔

ایک بات ہر دیوبندی چھوٹے بڑے کے لبوں سے چپکی رہتی ہے کہ یہ بریلوی قرآن و حدیث کو کیا جانیں۔ یہ تو محض گیارہویں کھانے والے اور مردوں کے کفن اتارنے والے ہیں۔ ہمارے علمائے دین تو کتابوں کے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔ فلاں حدیث کی شرح لکھی ہے، فلاں کا حاشیہ لکھا ہے۔

مگر ان علماء فضلاء کے ان دعووں کا حال یہ نکلا کہ بے چاروں نے ابھی تک خصائص کبریٰ، کنز العمال اور مسند احمد تک نہیں پڑھی۔ پڑھی ہوتی تو یہ کیوں کہتے کہ یہ حدیث احمد رضا نے خود گھڑی۔ احادیث کی ان کتب کے فوٹو سٹیٹ جب ڈاکٹر صاحب کی نظر وں سے گزریں گے تو ان کی مذمت و جمالت اور جھپٹنے کا انداز کیا ہو گا، اس کا تصور خود ہی کر لیجئے گا۔ صبح ہے۔

مگر جسے چاہے خدا ذلیل کرے

یہی بات اللہ تعالیٰ کے مشورہ لینے کی تو علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ نے تفسیر روح المعانی، ابن جریر، تفسیر کبیر، تفسیر نیشاپوری، عرائس البیان، مدارک، سراج منیر، روح البیان، تفسیر جبل، بیضاوی، تفسیر کشاف اور مفردات راغب کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مشورہ لینا احتیاج و عاجزی کی بنا پر نہیں بلکہ حکمتوں پر مبنی ہوتا ہے۔ خوف طوالت سے یہ عنوان چھوڑا جا رہا ہے، جس نے تسلی کرتی ہو وہ علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کا مضمون ”الاھدا“ مقالات کاظمی حصہ دوم میں خود ملاحظہ کر لے۔

نوٹ :- اس وقت میرے پاس اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کتاب ”الامن والاعلیٰ“ کا جو نسخہ ہے، یہ ”کامیاب دار التبلیغ“ ۳۸ اردو بازار لاہور کا شائع کردہ ہے۔ یہ حدیث اس کے صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸ پر درج ہے اور اس کے آخر میں بھی ”عن حذیفۃ“ ہے ابنت حذیفۃ نہیں۔ اور مکرر عرض کرتا ہوں کہ آخر میں خصائص کبریٰ اور کنز العمال وغیرہ کے فوٹو سٹیٹ ضرور ملاحظہ فرمائیے۔

⑫ تحت قدرت نہ ہونا | ”اللہ تعالیٰ کی قدرت کو کھلا چیلنج“ کے عنوان اور الزام و

بہتان سے ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں :-

”اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔
ان اللہ علیٰ کل شیء قدير۔

جو چیزیں اس کی مشیت میں ہوئیں اور جو چیزیں مشیت میں مقرر نہ ہوئیں ان پر بھی وہ قادر ہے، کوئی چیز جو متمنع بالذات نہیں، اُس کی قدرت سے خارج نہیں۔ حضور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور

ممکن بالذات۔ سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو، یہ ممکن بالذات ہوگا، ممکن بالذات نہیں۔ ورنہ حضور کا دائرہ امکان میں آنا کسی طرح سمجھ میں نہ آسکے گا۔ ہاں یہ بات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضور کی نظر ہرگز نہ ہوگی۔ ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظر محال ہے اور حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے، اس کی قدرت کو کھلا چیلنج دینا ہے۔ نہ کرنے اور نہ کر سکنے میں بڑا فرق ہے افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے بڑی بے باکی سے خدا کی قدرت کو چیلنج کیا۔

در حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر محال بالذات ہے، تحت قدرت ہی نہیں، ہو ہی نہیں سکتا رملفوظات حصہ سوم صفحہ ۵۹ء کے ڈاکٹر صاحب جب قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ پر بھی طرہ صاف کر چکے ہیں اور انہیں آڑ بنا کر امام احمد رضا پر اتہام بازی کا مشغلہ جاری رکھا ہے تو امام احمد رضا کی عبارات پر وہ کیونکر کوئی انصاف کر سکتے ہیں۔ اور جب منصوبہ ہی بدنام کرنے اور سازش ہی الزام نہر نے کی ہو تو اچھی سے اچھی شے کو بھی حیلہ اور مکر کے فن سے بگاڑا جا سکتا ہے۔ یہ موضوع اچھی خاصی طوالت کا مقتضی ہے مگر میں انشاء اللہ اختصاراً ہی چند عبارات پیش کروں گا۔ اہل انصاف فیصلہ خود کر لیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ علیٰ کل شئی قدير ہے۔ جو اس پر ایمان نہ رکھے اور جھٹلائے وہ شخص ہرگز مسلمان نہیں رہتا۔ دیکھنا فقط یہ ہے کہ ”شے“ کسے کہتے ہیں۔ علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی فرماتے ہیں :-

شے کے لفظ میں علما و نے بہت کلام کیا ہے، بعض کہتے ہیں، لفظ کے لحاظ سے شے ممکن کو کہتے ہیں جس سے واجب اور ممکن خارج ہیں۔ اس لیے اُس کو (اللہ تعالیٰ کو) اپنی ذات پر قادرانہ کہ یہ خیال نہ کرنا کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنی صفات کو نیست کر سکتا ہے غلط خیال ہے۔ کس لیے، کہ وہ اپنی اور اس کی صفات واجب ہیں، ممکن نہیں اور ممکن نہیں تو شے کا اطلاق بھی ان پر جائز نہیں اسی طرح محالات عقلیہ بھی کہ اپنے جیسادوسرا پیدا کر سکتا ہے وغیرہ قدرت کے تحت میں نہیں، اس لیے کہ ان میں مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اُس کی قدرت میں کوئی قصور نہیں، ۱۔

امام ابو بکر بن محمد اسماعیل دہلوی اور علامہ فضل حق بک آبادی کے درمیان یہی نزاع کھڑا ہوا تھا۔ علامہ خبر آبادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر ہو ہی نہیں سکتی۔ جب کہ مخالف کا موقف تھا کہ ہو سکتی ہے البتہ ہو کر وجود میں نہ آئے گی۔ یعنی وہ بے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر کے قائل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی لکھا ہے کہ

”صو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو، یہ ممکن بالذات ہوگا۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے محمد کا وجود ممکن ہو سکتا ہے البتہ وہ ممکن وجود میں نہ آئے گا جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ ”حضور کی نظیر ہرگز نہ ہو گی“ مراد یہ کہ ہو تو سکتی ہے مگر ہو گی نہیں۔ اب ایک بار پھر سے علامہ حقانی کی عبارت پڑھ لیجئے۔ اس عبارت سے واضح ہے کہ جن میں مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں وہ تحت قدرت بھی نہیں۔ اور اس طرح

اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی فرق بھی نہیں آتا۔ اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جیسا دوسرا پیدا نہیں کر سکتا تو کیا کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت گھٹ گئی۔ اس لیے نہیں گھٹی کہ اس جیسا دوسرے کا پیدا ہونا مقدور ہی نہیں لہذا تحت قدرت بھی نہیں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا دوسرا پیدا ہونا مقدور ہی نہیں یا بقول علامہ حقانی، مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں لہذا تحت قدرت بھی نہیں اور اس طرح اللہ کی قدرت ہر گز نہیں گھٹ جاتی۔ یہی بات امام احمد رضا کہہ رہے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ممکن ہی نہیں یا نظیر میں مقدور کی صلاحیت ہی نہیں تو یہ تحت قدرت بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ، بھی لا شرک اور محمد مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بھی لا شرک ہے نہ کوئی دوسرا خدا ہو سکتا ہے نہ کوئی دوسرا محمد ہو سکتا ہے (جل جلالہ) و صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ العالی فرماتے ہیں: ”علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے امتناع النظیر بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممکن ہیں اور مخلوق ہیں؛ لیکن عظمت و جلالت کے جس بلند ترین مقام پر اللہ تعالیٰ کی عطا سے فائز ہیں اس مقام پر ایک ہی شخص فائز ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ابتداءً اس مقام پر کسی دوسرے نبی کو فائز کر دیتا لیکن جب اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس مقام پر فائز کر دیا تو دوسرا شخص اس مقام پر فائز ہو ہی نہیں سکتا یہ سہ

دیکھئے علامہ حقانی فرماتے ہیں :-

”ممکن نہیں تو شے کا اطلاق بھی ان پر جائز نہیں“

اور جب شے کے دائرہ سے نکل گئی تو ممکن نہ رہی، مطلق شے

ہی نہ رہی، جب شے نہ رہی تو تحت قدرت بھی نہ رہی اور اسے اللہ تعالیٰ کے علیٰ کل شئی قدیر ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ تو علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے جب فرمادیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ممکن ہیں اور مخلوق ہیں مگر اب کوئی ان جیسا دوسرا ممکن نہیں۔ ان کی نظیر ممکن نہیں۔ ”دوسرا شخص اس مقام پر قائم ہو ہی نہیں سکتا۔“ جب نظیر ممکن نہیں تو شے کے زمرے سے خارج ہو گئی اور وہ نظیر جب شے ہی نہ رہی تو تحت قدرت بھی نہ رہی اور اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کچھ فرق نہ پڑا۔

حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ مزید فرماتے ہیں :-

”علامہ جوہیری فرماتے ہیں :-

مُسْرَا عَنْ شَرِّكَ قَبْحٌ مَحَامِدُہ

فَجَوَّهَرُ الْمُحْسِنِ فِيْہِ غِبْرٌ مُّنْقَسِمٌ

جو ہر حُسن غیر منقسم ہے تو دو آدمی اس میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں ؟ اشکال تب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ایک نظیر کو پیدا کر دیتا اور دوسری نظیر کے بارے میں کہا جاتا کہ وہ متمتع ہے۔

مخالفین کا یہ مغالطہ ہے کہ جب ایک شے ممکن ہے تو اس کی نظیر بھی ممکن ہونی چاہیے۔

مخالفین کا یہ قاعدہ یوں بھی ٹوٹ جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم ممکن بالذات ہی نہیں موجود بالفعل بھی ہیں اُن کے قاعدے

کے مطابق نظیر کو بھی موجود بالفعل ہونا چاہیے حالانکہ وہ بھی ملتے ہیں

کہ نظیر ممتنع بالغیر ہے، ایسا کیوں ہے؟ اصل میں یہ تصور ہی غلط ہے کہ جب ایک شے ممکن ہے تو اس کی نظیر بھی ممکن ہوگی، ممکن جب ناقابل تقسیم مقام پر فائز ہو تو اس جگہ دو سرفائز ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ غور کریں کہ خاتم النبیین ہونے میں دو آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موجود اور اس وصف کے ساتھ موصوف ہوتے ہوئے کون آپ کی نظیر ہو سکتا ہے؟ جب نظیر ہو ہی نہیں سکتی تو تحت القدرت کیسے ہوگی؟ ۱۰

خود امام احمد رضا بریلوی امام بوصیری علیہ الرحمۃ کا شہرہ کورہ بالا مَنزِلَہٗ عَنْ شَرِیْکٍ..... الخ لکھ کر فرماتے ہیں:۔
”حضور اپنے تمام فضائل و محاسن میں شریک سے پاک ہیں، جو ہر حسن آپ میں غیر منقسم ہے، اہل سنت کی اصطلاح میں جو ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی تقسیم محال ہے۔“ ۱۱

اگر نظیر ”ممکن“ ہوتی تو ”شے“ کے ذمے میں آتی۔ جب نظیر ہے نہیں، ہو ہی نہیں سکتی اور نہ اس نظیر میں مقدر ہونے کی صلاحیت ہے تو ممکن نہ رہی، ممکن نہ رہی تو شے نہ رہی، جب شے نہ رہی تو تحت قدرت بھی نہ رہی۔ اور تحت قدرت نہ رہی تو امام احمد رضا بریلوی کا یہ فرمانا کہ تحت قدرت ہی نہیں، قدرت خداوندی کو ہرگز چیلنج نہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا امام احمد رضا پر اُن کے حسب عادت و ذوق محض شرمناک اتہام ہے۔ یہ گستاخیاں وبے باکیاں مولوی اسماعیل دہلوی اور اُن کے متبعین ہی کا حصہ ہیں جو بے ساختہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک آن میں کروڑوں محمد پیدا کر سکتا ہے یعنی کروڑوں

خاتم النبیین ممکن ہیں (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ)

کسی دوسرے کو خاتم النبیین بالفعل مان لیا جائے جیسے قادیانی مان رہے ہیں یا محض دوسرے خاتم النبیین کا امکان تسلیم کر لیا جائے، اور یہ امکان چاہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت مانا جائے یا کسی اور ذریعے سے، امکان تو مان لیا، جب امکان مان لیا گیا تو یہ عقیدہ ہو گیا کہ دوسرا خاتم النبیین ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شر دیوبندیت سے پناہ دے۔ آمین۔

شاید قارئین کچھ تشنگی محسوس کر رہے ہوں۔ اور اس موضوع پر رعایت لفظی کسی ذہنی خلجان کا باعث

نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

قدرتِ الہیہ سے کچھ تسلی نہیں

بن رہی ہو، گو اہل حق کے لیے اتنا ہی کافی و خافی ہے۔ اس موضوع پر چند ایک مزید معروضات پیش خدمت ہیں۔ مطالعہ فرمائیے اور قلب و نگاہ کو لذتِ ایمانی سے آشنا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ فرماتا ہے :-

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
اللہ تعالیٰ کل شے پر قادر ہے۔

یہ وہ آیت کریمہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بے پناہ قدرت کا اثبات ہوتا ہے۔ یہ آیت کریمہ قرآن مجید فرمانِ حمید کا ایک چیلنج بھی ہے۔ وہ چیلنج کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهٖ كَثِيرًا۔

قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ بہت سے لوگ قرآن مجید میں اپنی

ذاتی رائے دی سے نہ صرف خود گمراہ ہوئے بلکہ گمراہ کر بھی ہوئے۔
اس لیے کہ قرآن مجید کے اندر تفسیر بالرائے کا مطلب خدا سے
بے خوف و نہتر ہونے کا نام ہے اور جو خدا کے خوف اور ڈر سے
بے نیاز ہو گیا۔ وہ متقی نہ رہا بلکہ ظالم ٹھہرا اور ہدایت متقین کے
لیے یعنی هٰذِي الْاِلْتِمَاقِيْنَ جبکہ ظالموں کے لیے خسار ہے
وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ اِلَّا خَسَارٌ۔ قرآن کریم متقین کے لیے ہدایت اور
ظالموں کے لیے خسارہ ہے۔

لہذا جس نے قرآن کریم کی کسی بھی آیت کریمہ پر تفسیر بالرائے
کی جرأت کی وہ گمراہ بھی ہے اور گمراہ کر بھی۔ تو مذکورہ آیت
کریمہ ان اللہ علیٰ کل شئیٰ قَدِیْرٌ بھی اسی معجزانہ کلام سے ہے تو لازم
ہے کہ اس آیت مبارکہ سے استدلال کرنے والے بہت سے ائمہ
کرام ہدایت یافتہ ہوں اور بہت سے نام نہاد علما مے گمراہ و گمراہ
کر۔ بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی حدیث کے
حوالے سے لکھتے ہیں :-

”مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ فَقَدْ كَفَرَ“
(جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی پس کافر ہو گیا)۔
آئیے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم
سے ہدایت یافتہ ائمہ کرام نے اس آیت ان اللہ علیٰ کل شئیٰ
قدیر سے کیا مراد لیا اور گمراہ مفسرین نے کیا مراد لیا۔ آیت کریمہ
میں تین لفظ قابل توجہ ہیں :-

① کل ② شئیٰ ③ قدیر

کُل :- لفظ "کل" اہل علم کے نزدیک بعض اوقات جُز پر بھی مستعمل ہوا ہے جیسے **قُلْ اجْعَلْ عَلٰی جِبِلِّ مِنْهُمْ جُزْءًا** (پ ۳ البقرہ ۲۶۰)

ترجمہ :- پھر ڈال ہر پہاڑ پر اُن کا ایک ایک ٹکڑا یعنی جب سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب سے عرض کی کہ تو مردے کیسے زندہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ چار پرندے لے کر ان کے ٹکڑے کر کے تمام پہاڑوں پر رکھ دے۔ تو کیا یہاں "کُل جِبِل" سے مراد روئے زمین کے تمام پہاڑ ہیں ؟ حالانکہ ایسا نہیں۔ دراصل "کل" کا معنی "مجموعہ جز" ہے اور اسی مجموعہ جز کو تمام اور کل کہتے ہیں۔

امام راعبہ اصفہانی "مفردات راعبہ" صفحہ ۳۰۷ طبع کراچی (عربی) امام فخر الدین رازی "تفسیر کبیر" ج ۱ صفحہ ۳۵، علامہ طہال الدین سیوطی "الاتقان" ج ۲ صفحہ ۹۶ اور امام نسفی "عقائد النسفی" صفحہ ۱۰ میں فرماتے ہیں کہ لفظ کل کسی شے کے اجزاء کو یکجا کرنے پر بولا جاتا ہے اور لفظ کل کا اطلاق جز پر جائز ہے اور اسم میں لفظ جز کا اطلاق کل پر جائز ہے۔

حاصل کلام یہ کہ لغوی طور پر لفظ کل مشروط ہے اور اجزاء کا مجموعہ ہے اور جب کوئی کلمہ لفظ "کل" قدرت اور شے کے ساتھ مقید ہو کر ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگا تو اس کا مطلب ہوگا کہ تمام ممکنات کے مجموعہ کو کل کہتے ہیں اور محالات اس کلمہ "کل" سے علیحدہ ہوں گے۔

قدرت :- قدرت خداوندی بھی ممکنات کو محیط ہے نہ کہ محالات کو۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جس چیز کو اس کے مخصوص انداز میں

پیدا فرما دیا تو اب اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ محال غیر مقدور ہے، واجب اور محال ہرگز زیرِ قدرت نہیں۔ اہل علم تو جانتے ہی ہیں کہ محالات و واجبات غیر مقدور ہوتے ہیں مگر عوام کو شبہ ہو سکتا ہے کہ خداوندِ قدوس کی ذاتِ بابرکات کے آگے کیا محال ہے کہ جس پر قدرت نہیں۔ جواباً اتمامِ حجت کے طور پر محال کی تشریح بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم صاحب نالوتوی کے حوالے سے کی جاتی ہے، لکھتے ہیں :-

”محال ہونے کی بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ وہ دو چیزیں کہ جو دو چیزیں آپس میں ایسی مخالفت رکھتی ہوں کہ وہ دونوں ایک وقت میں ایک شے میں مجتمع ہو سکیں اور نہ دونوں سے وہ شے ایک وقت میں خالی ہو سکے۔ جیسے ہونا، نہ ہونا کہ یہ دونوں ایک وقت میں ایک شے میں اکٹھے ہو سکیں اور نہ یہ ہو سکے کہ کوئی شے ان دونوں سے ایک وقت میں خالی ہو۔ ایسی دو چیزوں کا یا تو ایک جگہ ایک وقت میں مجتمع ہونا محال ہے، یا ایک شے کا ایک وقت میں ان دونوں سے خالی ہونا محال ہے، سوا اس کے اور کوئی صورت محال کی نہیں اور شاید اس میں کوئی نیم ملا تا مل کر سکے۔ سو ہاتھ کنگن کو آر سی کیا ہے، تجربہ کیسے، خدا نے چاہا تو ہر محال کا انجام انہیں دونوں پر آٹھ پھرے گا۔“

منقولہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ محال دراصل دو ضدین کو کہتے ہیں اور بقول نالوتوی صاحب اس کا انکاری نیم ملا۔ اور نیم ملا خطرہ ایمان۔ واجب اور محال ہرگز زیرِ قدرت نہیں۔ اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو مفردات زاعنبا الاصفہانی، صفحہ ۳۰۔

طبع کراتشی، المسائرة ج ۲ صفحہ ۲۲۹ طبع کراتشی عربی از امام
کمال الدین بن الحمام، المسائرة شرح المسائرة ج ۲ صفحہ ۲۲۹،
مفاتیح الغیب بمعروف تفسیر کبیر ج ۳ صفحہ ۳۲، موقوف شرح
مقامہ، کنز الفوائد (بحوالہ سبحان البیوح صفحہ ۷) باب التاویل
فی معانی التنزیل بمعروف خازن معہ تفسیر معالم التنزیل ج ۳ صفحہ
۲۲۶ مطبوعہ مصر، تفسیر الکشاف ج ۳ صفحہ ۷ مطبوعہ بیروت، تفسیر الصلوی
علی جلائین ج ۳ صفحہ ۳ مطبوعہ مصر وغیرہ میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے۔
خود ساختہ علامہ خالد محمود صاحب نے بھی لکھا ہے :-

”لم ی یات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضور کی نظر برگز
نہ ہوگی۔ ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظر محال ہے اور حضور
کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں ہے۔“

”یہ بھی ممکن نہیں“ یعنی اس کا امکان ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملے تو خود ساختہ علامہ جیسے !
جب آپ نظر مان رہے ہیں تو کیا ایک دوسرا خاتم النبیین نہیں مان
رہے؟ کیا آپ نے اس امکان کو تسلیم نہیں کر لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے بعد نبی ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں ہو سکتا تو آپ حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر (برابر کا) کیوں مانتے ہیں۔ جب
آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کے امکان کو تحت
قدرت کے حوالے سے تسلیم کر لیا تو آپ یہ کیوں لکھتے ہیں کہ ”حضور
کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں“؟

جب ایک چیز محال ہے تو وہ ”تحت قدرت“ کے ذریعے ممکن

کیسے ہو جائے گی۔ دوسرا خدا محال ہے تو کیا یہ بھی ”تحت قدرت“ کے ذریعے ممکن ہو جائے گا۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اطلاق محال پر بھی ہے؟

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر محال ہے تو آئمہ کرام کی تصریحات کے مطابق محال غیر مقدور ہے اور محال ہرگز زیر قدرت نہیں یا بقول امام احمد رضا بریلوی تحت قدرت نہیں۔ جب تحت قدرت نہیں تو ”قدرت خداوندی کو چیلنج“ دینے کا شرمناک الزام کیسا؟ دوسرے یہ کہ جب محال زیر قدرت ہے ہی نہیں تو پھر ڈاکٹر صاحب نے ”حضور کی نظیر محال ہے“ لکھ کر اس کے مستفاد یہ کیوں لکھا؟۔

”مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے اس کی قدرت کو کھلا چیلنج دینا ہے“۔

اسے بندہ سجدہ واجب خود مان لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر محال ہے تو محال کی طرف پہنچانے والا کوئی امر کس طرح ممکن ہو جائے گا وہ بھی تو محال ہی ہوگا۔

امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

”محال کی طرف پہنچانے والا امر (یعنی امکان وغیرہ) بھی

محال ہے۔“

مثلاً پھر غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے۔ دوسرا خدا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ محال ہے کہ دوسرا خدا ہو، تو امام رازی علیہ الرحمۃ کی تصریح کے مطابق اب ہر وہ امکان جو کسی دوسرے

خدا تک پہنچائے، وہ بھی محال ہے۔ جب خدا تعالیٰ کی نظر ہی محال ہے تو اس نظر تک پہنچانے والا کوئی امر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر محال ہے تو اب اس نظر تک پہنچانے والا ہر امکان بھی محال ہے اور محال تحت قدرت نہیں۔ لہذا یہ قدرت خداوندی کو ہرگز چیلنج نہیں بلکہ ڈاکٹر صاحب کا کھٹا افراتہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب! خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ جب آپ نے یہ کہا کہ ————— مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے ————— آپ نے قدرت خداوندی کی راہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کو تسلیم کر لیا۔ ”خدا ایسا کر سکتا ہے“ اور ”نظر ہو سکتی ہے“، دونوں میں کوئی معنوی فرق نہیں۔ دونوں میں مکمل یکسانیت ہے اور دونوں کا مفہوم و مطلب ایک ہے۔ اگر نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثبات کیا جائے (گو کسی بھی بہانے سے) تو وہ نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہو گا یا بعد میں؟

اگر پہلے ہو تو محال ہے کہ نظر کا اطلاق ہی نہیں ہوتا، اگر بعد میں ہو تو مائٹا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) آپ اس قابل نہ تھے کہ دوسرے کی ضرورت کو مقدور رکھا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول المخلوق ہیں تو گو یا نظر بھی اول المخلوق ہو گا، اگر نہ ہو تو نظر کسی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، آپ کی نظر بھی خاتم الانبیاء ہو گا تو خاتم کی تک کہاں جائے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین آخری دین ہے اور يُظْهِرُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ طے کے مصداق تمام ادیان پر غالب،

تو دوسرا مفروض یا مقدور کیا دین لائے گا۔ اگر اسی دین کا پیر ہو تو نظر نہیں، اگر نیا دین دیا تو یہ دین آخری دین نہ رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ناسخ ادیان سابقہ ہے تو دوسرا مفروض اس دین کو (معاذ اللہ) ناسخ کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑھ کر شفاعت فرماتے والے، سب سے پہلے جنت میں جانے والے اور لوگوں کو اللہ کے دستِ اقدس میں ہوگا، تمام امت کو سمجھالے ہوئے ہوں گے تو دوسرا مفروض یا مقدور کیا کرے گا؟ یہ چند ایک مختصر اعتقادی مفہومات ہیں درمیان کی فہرست طویل ہے۔ ان دلائل سے بھی ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظر محال ہے اور محال مقدور نہیں ہوتا اور اس کی طرف پہنچانے والا ہر امر (قدرتِ خداوندی کا امکان وغیرہ) بھی محال ہوتا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ عین ممکن ہے کوئی نیم مکہ کہہ ڈالے کہ ہم نظر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالفعل موجود نہیں مانتے اور نہ عقیدہ ہے کہ آئندہ یہ نظر کبھی بالفعل موجود ہو، جو آپ ایسے دلائل دینے بیٹھ گئے ہیں بلکہ ہم تو خود کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر محال ہے البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قدرت رکھتا ہے، وہ قادر ہے، عاجز نہیں وہ نظر پیدا کرتا نہیں لیکن کر سکتا ہے کیونکہ علیٰ کل شئی قدير ہے۔ (خالق محمود صاحب نے یہی لکھا ہے)

الجواب :- دیکھ لیا! نظر کو محال بھی مانا اور علیٰ کل شئی قدير کے پہلے سے ممکن بھی مان لیا، محال تو ممکن کی ضد ہے۔ دونوں کا مجتمع ہونا کسی طرح ممکن نہیں۔ کیا کوئی ایسا محال ہے جو کسی طریقہ سے کسی وقت ممکن ہو جائے۔

دوسرے یہ بات ذہن میں رکھئے کہ ذاتِ باری تعالیٰ اور ذاتِ نبوی

علیہ التھیۃ والثناء سے متعلق امکانی پیوند کاری قابل گرفت ہے مثلاً یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں کہ اب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر بنا سکے۔ تو گویا قدرت خداوندی کی راہ سے آپ امکانِ نظیر کے قائل ہو گئے۔ جب آپ نظیر کے قائل ہو گئے تو یہی بات ہے کہ نظیر میں وہ تمام صفات بھی موجود ہوں گی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود ہیں۔ پھر تو آپ نے نظیر کو بھی خاتم النبیین تسلیم کر لیا۔ گویا بالفعل کسی کو آپ نے نامزد نہیں کیا کہ فلاں نظیر ہے مگر یہ کہہ کر کہ ”اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے“ تسلیم تو کر لیا کہ خاتم النبیین دوسرا ہو سکتا ہے، دل میں اس کا امکان تو مان لیا۔ جب ”ہو سکتا ہے“ کہہ کر آپ نے امکان مان لیا تو آپ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے ڈھکے چھپے نہیں صریح منکر ٹھہرے ”خاتم النبیین“ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسی طرح کوئی شریک نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت میں اُس کا کوئی شریک نہیں قدرتِ الہیہ کے بہانے دوسرے خاتم النبیین کے امکان کا عقیدہ ختم نبوت کا صریح انکار ہے، اور خصائصِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مکمل نفی کا بھرپور اظہار ہے۔ لہٰذا باللہ من مٹو رہا انقطاع۔

مولوی محمد اسماعیل دہلوی صاحب جو کہتے ہیں کہ خدا ایک آن میں کروڑوں محمد پیدا کر ڈالے (گویا کروڑوں خاتم النبیین پیدا کر ڈالے) ایسے عقیدے سے توبہ کرنی چاہیے۔ قیامت میں قرآن کا بتایا ہوا عقیدہ کام آئے گا، ”تقویۃ الایمان“ کا بتایا ہوا نہیں۔ قارئین کو بتانا چلوں کہ ”امکان“ کا معنی ہے عدم اور وجود کا مساوی ہونا یعنی کسی چیز کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہو تو امکانِ نظیر مصطفیٰ کے دیوبندی عقیدے کا مطلب یہ ہوا کہ نظیر موجود ہو تب بھی ایمانِ صلاحیت اور نہ ہونے کا بھی نہ۔ یا۔ کوئی دوسرا

خاتم النبیین ہو تو پھر بھی ایمان سلامت اور نہ ہو پھر بھی ایمان سلامت،
دوسرا خاتم النبیین ہونا، نہ ہونا ان کے لیے برابر ہے۔

کھلا تضاد :- ڈاکٹر صاحب ایک ہی عبارت میں ایک جگہ نظیر
کو ممکن مانتے ہیں، پھر دوسری جگہ محال۔ پہلے کہتے ہیں :-

”صو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہوگا“
یہاں نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ممکن مان لیا۔ لیکن ایک ہی
صطر بعد اس کے برعکس کہتے ہیں :-

”ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے۔“

یہاں نظیر کو محال کہہ دیا۔ اب تو علامہ صاحب کا علم ہی یہ گڑھ کھول
سکتا ہے کہ جو چیز ممکن تھی وہ محال کیسے ہو گئی؟ اور جو چیز محال ہو وہ پھر
ممکن کیسے ہو جائے گی؟ ممکن ہے کہ علامہ صاحب کہہ دیں کہ یہ اللہ تعالیٰ
کی قدرت میں داخل ہے۔ لیکن یہ بھی تو دیکھنا پڑے گا کہ محال قدرت کے
دائرے میں آتا بھی ہے یا نہیں۔ تو اس کے لیے آپ کو واپس اپنے گھر لیے
چلتے ہیں۔

معتبر و مستند دیوبندی عالم مولوی سرفراز گلکھڑوی صاحب لکھتے ہیں :-
”یہ ٹھیک ہے کہ قدرت کا تعلق ممکن سے ہے نہ کہ واجب اور
محال سے۔“

اب تو علامہ جی کا یہ حیلہ اور سوال بھی دم توڑ گیا کہ ”کیا اللہ تعالیٰ
اس پر قادر نہیں؟“ یا ”کیا اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کر سکتا؟“۔ جب ”کر سکتے“
اور ”قدرت“ کا تعلق ممکن سے ہے محال سے نہیں اور علامہ جی خود کہتے
ہیں کہ ”حضور کی نظیر محال ہے“ تو اب انہوں نے جو لکھا ہے کہ ”آپ جیسی

کوئی اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہوگا۔" یہ قطعی طور پر غلط اور اپنے ہی عقیدے کا کھلا تضاد ثابت ہو گیا۔ ممکن بالذات کا مطلب ہی یہ ہے کہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی دوسری مخلوق ہو سکتی ہے۔ جب ہو سکتی ہے تو محال کیسے ہو گئی؟ دیوبندیوں کے عقیدے کا یہ تضاد یہیں تک محدود نہیں بلکہ اس خانہ ہمہ آفتاب اصمت۔ ان کے تمام عقائد ایسے ہی تضادات کا مجموعہ ہیں۔

اب امام احمد رضا کی صداقت ان دو علاموں سے ثابت ہو گئی کہ خالد محمود صاحب کہتے ہیں "حضور کی نظر محال ہے" اور جناب سر فرزانہ گلکمر ٹوی صاحب فرماتے ہیں۔ "قدرت کا تعلق ممکن سے ہے نہ کہ واجب اور محال سے" نتیجہ یہ نکلا کہ جو چیز محال ہو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت نہیں۔ اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے بھی یہی فرمایا کہ "تحت قدرت ہی نہیں" لہذا ان پر الزام تراشی کرنا اپنے نامہ اعمال میں سیٹھ کا اضافہ کرنا ہے۔

در اصل بات یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے ماننے والے عجیب مشکل میں مبتلا ہیں۔ نانوتوی صاحب تخذیر الناس میں کروڑوں خاتم فرعن کو کے فضیلت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانتے ہیں ورنہ نہیں۔ اور مولوی اسماعیل صاحب کروڑوں نظریں مان کر قدرت خداوندی کے قائل ہیں۔ لہذا ان لوگوں نے یہ دروازہ ضرور کھلا رکھا ہے تاکہ مذہب نانوتوی و دہلوی پر کسی قسم کی کوئی ضرب نہ پڑنے پائے۔ ایک اور دلیل محال یعنی تحت قدرت نہ ہونے کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے۔

مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی آیت لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلُ الْكَافَّةِ لَأَخَذُوا لَفَسَةً تَارِحَ رِبَا، سورہ انبیاء آیت ۲۲ کے تحت لکھتے ہیں۔

سہ ترجمہ: اگر ہوتے ان دونوں میں اور جو سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہو جاتے یا

”ضروری ہے کہ خدا کی ذات ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہو، نہ وہ کسی حیثیت سے ناقص ہو نہ بیکار، نہ عاجز ہو نہ مغلوب، نہ کسی دوسرے سے دبے نہ کوئی اُس کے کام میں روک ٹوک کر سکے۔ اب اگر فرض من کیجئے آسمان و زمین میں دو خدا ہوں تو دونوں اسی شان کے ہوں گے۔ اُس وقت دیکھنا یہ ہے کہ عالم کی تخلیق اور علویات و سفلیات (کمال و ذوال) کی تدبیر دونوں کے کلی اتفاق سے ہوتی ہے یا گاہ بگاہ باہم اختلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اتفاق کی صورت میں دو احتمال ہیں۔ یا تو ایک سے کام نہیں چل سکتا تھا اس لیے دونوں نے مل کر انتظام کیا۔ تو معلوم ہوا کہ دونوں میں سے ایک بھی کامل قدرت والا نہیں اور اگر تنہا ایک ہمارے عالم کا کامل طور پر سرانجام کر سکتا تھا تو دوسرا بیکار ٹھہرا۔ حالانکہ خدا کا وجود اسی لیے ماننا پڑا ہے کہ اُس کے ماننے بدو (ماننے بغیر) چارہ ہی نہیں ہو سکتا اور اگر اختلاف کی صورت فرض کریں تو لامحالہ مقابلہ میں یا ایک مغلوب ہو کر اپنے ارادہ اور تجویز کو چھوڑ بیٹھے گا، وہ خدا نہ رہا اور یا دونوں بالکل مساوی و متوازی طاقت سے ایک دوسرے کے خلاف اپنے ارادہ اور تجویز کو عمل میں لانا چاہیں گے۔ اول تو (معاذ اللہ) خداؤں کی اس رستہ کشی میں سرے سے کوئی چیز موجود ہی نہ ہو سکے گی اور موجود چیز پرور آزائی ہونے لگی تو اس کش مکش میں ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائے گی۔ یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر آسمان و زمین میں دو خدا ہوتے تو آسمان و زمین کا یہ نظام کبھی کا درہم برہم ہو جاتا ورنہ ایک خدا کا بیکار یا ناقص و عاجز ہونا لازم آتا ہے جو خلاف مفروض ہے (یعنی خلاف واجب ہے یا دوسرا خدا فرض کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔)“

اس عبارت سے چند امور ثابت ہوئے۔

① دوسرا خدا ہونا محال بالذات ہے۔

② دوسرے خدا کا تصور باعث فساد ہے۔

③ دوسرا خدا مان لینے سے مع المصداقین رد و صدقوں کا ایک ساتھ

ہونا لازم ہوں گی۔

④ محال عقلی ہے۔

⑤ حتیٰ کہ دوسرا خدا فرض کرنا بھی باعث جرم ہے۔

جس طرح دوسرا خدا فرض بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے کئی اعتقادی

مفاسد لازم آتے ہیں اسی طرح نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مفروض تک ماننا بھی باعث فساد اعتقادی ہے۔

یہاں میں ایک اور بات کرنا چاہوں گا کہ علمائے دیوبند کہتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی دوسری مخلوق پیدا کرنے

پر قادر ہے۔ اگر وہ بعد میں پیدا کر سکتا ہے تو علمائے دیوبند کا یہ

عقیدہ بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہر و درجہ

میں بھی آپ جیسی دوسری مخلوق پیدا کرنے پر قادر ہے۔ ظاہر ہے بقول

علمائے دیوبند جو خدا بعد میں پیدا کر سکتا ہے وہ پہلے پیدا کرنے سے

کس طرح عاجز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے ظاہری زمانہ میں بھی دوسرا محمد ہو سکتا تھا اور یہ قدرت

خداوندی سے خارج نہیں۔ لہذا اب ایک ہی زمانہ میں دو قائم النبیین

کا ہونا قدرت خداوندی کے حوالے سے دیوبندی عقیدہ ٹھہرا لیجئے

مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب کی عبارت کی طرز پر حضور سرور کائنات

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کی نظیر یہ گفتگو کریں تو عبارت

کچھ یوں ہوگی :-

ضروری ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک بناٹی گئی ہو، نہ وہ کسی حیثیت سے ناقص ہو نہ بیکار، نہ کسی مخلوق سے عاجز اور نہ مخلوق سے مغلوب، نہ کوئی اور اول الخلق ہو اور نہ کوئی خاتم النبیین۔۔۔۔۔ اب اگر فرض کیجئے کہ آسمان و زمین میں دو خاتم النبیین ہوں تو دونوں اسی شان کے ہوں گے۔ دونوں کا مرتبہ ایک جیسا ہوگا اور دونوں ایک ہی صفات کے حامل ہوں گے۔ اُس وقت دیکھنا یہ ہے کہ عالم کی ہدایت و تبلیغ کا کام دونوں کے اتفاق سے چلتا ہے یا گاہ بگاہ اختلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اتفاق کی صورت میں دو احتمال ہیں۔ یا تو اکیلے ایک خاتم النبیین سے کام نہیں چل سکتا تھا اس لیے دونوں نے مل کر انتظام کیا۔ تو معلوم ہوا کہ دونوں میں سے ایک بھی کامل ختم نبوت کی عظمتوں کا مالک نہیں (معاذ اللہ) یوں دونوں کی حیثیت ناقص ہو گئی (معاذ اللہ) اور اگر تنہا ایک سارے عالم کا ایک ہی خاتم النبیین یہ کام سہرا انجام دے سکتا تھا تو دوسرا بیکار ٹھہرا۔ حالانکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین اسی لیے مانا جا رہا ہے کہ اُس کے ماننے بغیر چارہ ہی نہیں ہو سکتا اور اگر اختلاف کی صورت فرض کر لیں تو لامحالہ مقابلہ میں یا ایک مغلوب ہو کر اپنے ارادہ اور تجویز کو چھوڑ بیٹھے گا وہ خاتم النبیین نہ رہا اور یہ دونوں بالکل مساوی متوازی طاقت سے ایک دوسرے کے خلاف اپنے ارادہ اور تجویز کو عمل میں لانا چاہیں گے۔ اول تو (معاذ اللہ) ان دونوں کے اس اختلاف سے ہدایت و تبلیغ کا کام سرے سے ہی ٹھپ ہو جائے گا اور اگر کچھ ہوگا بھی تو وہ بھی نامکمل اور ادھورا رہ جائے گا۔ یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر آسمان و زمین میں دو خاتم النبیین ہوتے تو ہدایت و تبلیغ کا

نظام درہم برہم ہو جاتا ورنہ ایک خاتم النبیین کا بیکار یا ناقص ہونا لازم آتا ہے جو خلاف مفروض ہے۔

یہاں بھی بعینہ وہی امور ثابت ہوئے کہ :-

① دوسرا خاتم النبیین ہونا محال بالذات ہے (جبکہ ڈاکٹر صاحب تحت قدرت کی راہ سے ممکن مانتے ہیں)

② دوسرے خاتم النبیین کا تصور باعث فساد ہے۔

③ دوسرا خاتم النبیین مان لینے مع العذین لازم ہوں گی۔

④ محال عقلی ہے۔

⑤ حتیٰ کہ دوسرا خاتم النبیین فرض کرنا بھی باعث جرم ہے۔

در اصل جب ہم کہتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے“ یا ”پیدا

کرنے پر قادر ہے“ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ شے جس کے

ہارے میں گفتگو ہو رہی ہے وہ ممکن ہے محال نہیں۔ اگر نظیر کے بارے

میں کوئی یہ کہے گا کہ ”اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے“ تو معنی یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی تمام صفاتِ مقدمہ اور دیگر کمالات و محاسن اور خصائص

فضائل کسی دوسرے شخص میں ممکن ہیں۔ اصل صورت میں عقیدہ ختم

نبوت کا انکار اور عقیدہ کذب الہی لازم آیا کہ ایک تو کسی دوسرے انسان

کو خاتم النبیین ہونے کے امکان کو مانا اور دوسرے آیتہ کریمہ و

خاتم النبیین کو سچ نہ جانا۔ اور اگر کوئی علامہ ”یہ کہہ ڈالے کہ ہم دیوبندی

نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو محال جانتے ہیں تو پھر آپ قدرت

خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے۔ اس لیے کہ دوسرے لفظوں

میں خدا ایسا نہیں کر سکتا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ آپ محال کو تحت

قدرت ثابت کریں کہ محال قدرت خداوندی سے خارج نہیں، اور

اگر بے بس ہیں اور واقعی بے بس ہیں تو پھر یہ اسلامی عقیدہ تسلیم کر

لیں کہ نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق قدرت الہیہ سے ہرگز نہیں۔ البتہ یہ بار بار کہنا کوئی اچھی بات نہیں کہ ”خدا ایسا نہیں کر سکتا“ یہ ذوقِ مسلم یہ گراں گزرتا ہے۔ یوں کہنا مناسب ہے کہ نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز ممکن نہیں اور قدرتِ خداوندی سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ بالفاظِ دیگر نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال ہے اور محال تحتِ قدرت نہیں۔ کیونکہ دیوبندی مذہب کے علامہ خالد محمود صاحب محال کو بھی تحتِ قدرت ہی سمجھتے ہیں اس لیے وہ کسی دوسرے خدا کے ہونے کے بھی قائل ہوئے کہ وہ بھی محال سے ہے اور اگر نہیں تو پھر قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے۔ اس چیلنج کے بارے میں آپ فرماتے ہیں: ”قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنا اگر کفر نہیں تو کون سا ایمان ہے؟“

بتائے ڈاکٹر صاحب! کون سی راہ اختیار کریں گے۔ نظیر کو محال مانا تو قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے، یہ بھی کفر۔ اور نظیر کو محال نہ مانا بلکہ ممکن مانا تو آپ ختمِ نبوت کے منکر اور کذبِ الہیہ کے قائل ٹھہرے اور یہ بھی کفر ہے

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را

بلائے صحبتِ لیلے و فراقِ قمرِ لیلے

نیا پلیٹر! :- علامہ صاحب اس مقام پر ایک نیا پلیٹر ابدل سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ محال بالذات تو صرف خدا تعالیٰ کی نظر کو جانتے ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کو ممکن بالذات کہتے ہیں اور ظاہر ہے ممکن پر قدرت ہے محال پر نہیں لہذا قدرتِ خداوندی کو چیلنج نہ ہوا۔ اس نئے پلیٹر کا جواب ملاحظہ فرمائیے :-

پہلے علمائے اسلام کے حوالہ سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ نظیر مصطفوی
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال بالذات ہے جس میں کسی ایسے کی ضرورت
 نہیں۔ پھر تحت القدرت یا امکانی صورت سے تاویل بیجا ہے اس
 لیے کہ تحت القدرۃ بھی ایک امکانی امر ہے اور بقول امام فخر الدین
 رازی علیہ الرحمۃ ”محال کی طرف پہنچانے والا امر بھی محال ہے۔“
 مولوی اسماعیل دہلوی نے جو لکھا ہے کہ ”اس شہنشاہ کی تو یہ شان
 ہے کہ ایک آن میں ایک حکیم کئی سے چاہے تو کروڑوں بنی و ولی، جن و
 فرشتے، جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔“
 (تقویۃ الایمان)

مگر امام المفسرین علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-
 ”کُنْ فِیْکُمْ کَوْنٌ مِّنْ کُنْ سے مراد ممکنات پر قدرت ہے۔“
 اور پھر اہل علم سے مخفی نہیں کہ خداوند قدوس کی قدرت کاملہ کی
 تین اقسام ہیں اور انہیں کوئی لغین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مخالفین کے
 شیخ الہند مولوی محمود الحسن لکھتے ہیں :-
 ”امر صویم قابل الحاظ یہ ہے کہ آئمہ نقل (محدثین و مفسرین و فقہاء
 و علماء عقل و متکلمین) کے نزدیک جملہ صفات باری کی تین قسمیں ہیں۔“
 پہر حال صفات باری یا قدرت خداوندی کی اقسام ثلاثہ کی
 مختصر تشریح یوں ہے :-

- ① خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ میں نے فلاں چیز کے بنانے کا ارادہ کیا ہے۔
- ② اپنے ارادے سے ہمیں مطلع نہیں فرمایا۔
- ③ ہمیں خبر دی کہ میں فلاں چیز کے بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

ان اقسامِ ثلثہ کی تشریحات سے قبل یہ اصول یاد رکھیں کہ قدرتِ خداوندی، ارادہ خداوندی کا دوسرا نام ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے اقسامِ ثلثہ کی توجیحات :-

قدرت کی پہلی قسم | جس چیز کی ہمیں خبر دی کہ فلاں ارادہ رکھتا ہو
مَنْ يَشَاءُ مِنْ شَيْءٍ فَيَفْعَلْهُ مَنْ يَشَاءُ وَيُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ - جس کو چاہے ہدایت سے نواز دے اور جس سے چاہے گمراہی کے سبب اندھیروں میں پھینک دے، وہ اس پر کامل قدرت رکھتا ہے اور یہ امر ممکن ہے اور اس کی قدرت میں قیل و قال کرنے والا بے شک قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والا ہے۔ (آیت کریمہ منقولہ میں کلمہ "يَشَاءُ" مضارع کا صیغہ ہے مگر جب ذاتِ باری کی طرف مضاف ہوگا تو ازلی ابدی ارادہ پر مشتمل ہوگا کیونکہ خداوندِ قدوس زمان و مکان سے پاک ہے) **قدرت کی دوسری قسم** | چیزوں کا ارادہ تو فرما چکا مگر ہمیں ان کا علم نہیں اور اس بارے میں ہے کہ ان شاء اللہ

علیٰ حل شئی قدیر کے بے شک وہ تمام (ممکنات) پر قادر ہے۔ لفظ "کل" اور "قدیر" پر تو بحث ہو چکی۔ اب لفظ شے کی طرف توجہ فرمائیے۔ علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی کا حوالہ گزر چکا ہے۔ پھر ملاحظہ فرمائیں :-

"شے کے لفظ میں علماء نے بہت کلام کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں لفظ کے لحاظ سے شے ممکن کو کہتے ہیں جس سے واجب اور ممتنع خارج ہیں۔ اس لیے اُس کو اپنی ذات پر قادر مان کر یہ خیال کرنا کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنی صفات کو یا اپنی نیست کر سکتا ہے، غلط خیال ہے۔ کس لیے، کہ وہ اور اس کی صفات واجب ہیں۔ ممکن نہیں۔ اور ممکن نہیں تو شے کا اطلاق بھی ان پر جائز نہیں۔ اسی طرح محالاتِ عقیلہ بھی کہ اپنے جیسا دوسرا پیدا

کر سکتا ہے وغیرہ قدرت کے تحت میں نہیں اس لیے کہ ان میں مقدر ہونے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اُس کی قدرت میں کوئی تصور نہیں ہے۔ نیز یہ کہ لفظ ”شی“ بھی مقید ہے۔ تفسیر جلالین میں ہے :-

(ان الله على كل شيء شاع) شاء (قدیر)

یعنی ”شی“ کے معنی چاہنا، ارادہ کرنا۔ مطلب یہ ہوگا کہ اُس نے ازل سے جس کا ارادہ کیا، جس کو چاہا اس پر قدرت ہے۔ تو اب خواہ مخواہ علامہ صاحب بتائیں کہ اللہ رب العزت نے (معاذ اللہ) دو مصطفیٰ یا کروڑوں مصطفیٰ اور خاتم النبیین ازل سے چاہے تھے یا ایک؟ اسی طرح عارف باللہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

”ان الشیء هو الوجود یعنی بے شک شے وہ ہے جو موجود ہو۔“

مخالفین بتائیں کیا نظیر مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء ازل سے موجود تھی؟ جو اسے ”شے“ کے تقاضے پر پرکھا جائیکے۔ اور پھر یہی محقق علامہ صاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

”الارادة لا تعلق إلا بالممكن فكذا القدرة فخرجت ذات الله وصفاته فلا تعلق بهما للقدرة یعنی ارادہ کا تعلق صرف ممکن سے ہے پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات اور اس کی صفات قدرت سے خارج ہیں، پس ان کا قدرت کے ساتھ تعلق نہیں۔“

معلوم ہوا کہ ممکنات پر قدرت کاملہ ہے، اور محالات پر ”قدرت“

لے تفسیر حقائق پارہ ۲۹۵ سورۃ الملک لے صاوی علی جلالین جلد اول صفحہ ۱۲
مطبوعہ مصر قدیم نسخہ لے ایضاً جلد اول صفحہ ۱۳

ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ ان کا قدرت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جس سے
معاذ اللہ عجز کا شائبہ تک بھی ہو۔

امام المحققین الفاضل ناصر الدین ابی سعید عبداللہ ابن عمر بن محمد الشیرازی
البیضاوی علیہ الرحمۃ لفظ شی کی تحقیق میں ارشاد فرماتے ہیں :-

”ای شی وجودہ وما شاء اللہ ووجودہ فهو
موجود فی الجملة وعلیہ قولہ تعالیٰ ان اللہ علی
کل شیء قدير ۵ اللہ خالق کل شیء فہما
علی عمومہما بلا مشیوۃ والمعتزلۃ لما قالوا الشی
ما یصح ان یوجد وهو یعم الواجب الممکن او ما یصح
ان یعلم ویخبر عنہ ویعلم الممتنع ایضاً لہ
فہما التخصیص فی الموضعین بدلیل العقل۔

یعنی شی یہ ہے، جس کا وجود اللہ نے چاہا ہو اور اللہ تعالیٰ جس چیز کو پیدا
کرنا چاہے وہ تین زمانوں میں کسی زمانہ میں موجود پائی جاتی ہے اس
لیے اللہ رب العزت فرماتا ہے ان اللہ علی کل شیء قدير۔ اللہ خالق
ہے کل شے کا۔ اور اسی معنی پر ”شی“ کا لفظ اپنے عموم پر رہتا ہے
(بغلاف) معتزلہ کہے، انہوں نے شی کا معنی کیا جس کا ہونا صحیح ہو،
اور یہ واجب کو بھی شامل ہے یا انہوں نے اس کا معنی کیا جس کا جانا
صحیح ہو اور یہ ممتنع کو بھی شامل ہے۔ پس دونوں آیتوں میں معتزلہ
کو شی میں ممکن کے ساتھ تخصیص کرنا پڑی، سہ

اسی تفسیر بیضاوی کے معنی علامہ ابی الفضل القرشی الصدیق
المطیب المشہور بالکازرونی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مذکورہ بالا تحقیق

کی تائید فرمائی۔ ان مذکورہ ٹھوس دلائل و حوالہ جات سے مسلک اہل سنت بریلوی کی مکمل تائید ہوتی ہے۔ امام المتکلمین ابو الفضل محمد بن محمد بن محمد بھروف بریلوان الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

”والمعدوم ليس بشئ معدوم کوئی چیز نہیں ہے۔“

یعنی غیر موجود ”شے“ نہیں۔ جو شے ہے وہ موجود ہے، معدوم نہیں۔ علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

”المعدوم ليس بشئ ان اريد بالشئ الثابت المتحقق

علم ما ذهب اليه المتحققون من ان الشئ لصا دق

الوجود والنبوت والعدم يرادف النفي فهذا حكم ضروري

لم ينازع فيه الا معتزلة۔ یعنی معدوم کوئی چیز نہیں

اگر شے سے ثابت و متحقق کا ارادہ کیا جائے جیسا کہ محققین کا مذہب

ہے۔ شیعہ (یعنی نفی شے) وجود و ثبوت و ملازم ہے اور عدم

نفی کے مترادف یہ حکم بدیہی ضروری ہے بلکہ حکم اولیٰ اس میں کسی

کونزاع نہیں سوائے معتزلہ کے۔“

مسلک مذکورہ بالا بقول علامہ تفتازانی محققین کا ہے۔ جماعت

محققین یعنی اشاعرہ، ماتریدیہ، حنابلہ اور حکما کا یہی مسلک منقولہ ہے

حتیٰ کہ معتزلہ میں ابوالحسین بصری، ابوالہندیل عتات اور کعبی کا

بھی یہی مسلک ہے۔ ان کے علاوہ بقیہ معتزلہ اس مسلک مبارکہ سے

انگ ہیں اور علامہ دیوبند نے بھی انہیں معتزلہ کا مسلک اپنا یا ہے

جو جماعت محققین سے انگ ہیں۔

قاصد شام اللہ ہانی پتی علیہ الرحمۃ، جنہیں دیوبندیوں کے معتبر مولوی

سرفراز گلکھڑوی نے ”تنقیدِ متین“ اور ”تبریدِ النواظر“ میں یہی بات مانا ہے، تحریر فرماتے ہیں :-

”یعنی شئی بمعنی مشی (ہے) مشی سے مراد وہ چیز جس کا وجود مطلوب ہو۔ اس استعمال کے موافق لفظ شئی ممکن ہی کو شامل ہوگا، ثابت ہوا کہ جو شے ہے وہ ممکن ہے۔ اور کلی شئی قدیں سے تمام ممکنات پر قدرت کا ہونا ہے۔

امام راعب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لفظ شے کی تحقیق میں فرماتے ہیں :-
 ”المشيئة في الاصل ايجاد الشئ وإصابته وان كان قد يستعمل في التعارف موضع الارادة فالمشيئة من الله تعالى هي الايجاد ومن الناس هي الاصابته قال والمشيئة من الله تقتضي وجود الشئ ولذلك ما شاء الله كان وما لم يشأ لم يكن۔

ترجمہ : مشیت کے اصل معنی کسی چیز کی ایجاد یا کسی چیز کو پالینے کے ہیں۔ اگرچہ عرف میں مشیت ارادہ کی جگہ استعمال ہوتی ہے پس اللہ تعالیٰ کی مشیت کے معنی اشیاء کو موجود کرنے کے ہیں اور لوگوں کی مشیت کے معنی کسی چیز کو پالینے کے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کو چاہنا چونکہ اس کے وجود کو مقتضی ہوتا ہے اسی بنا پر کہا جاتا ہے جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔“

نوٹ :- یہ حوالہ ”مفردات“ سے لیا گیا ہے۔ اس کتاب کے

۱۔ تفسیر مظہری جلد اول صفحہ ۵۵۷ مفردات صفحہ ۳۷۴، ۳۷۵ طبع کراچی۔

نوٹ :- مولوی سرفراز گلکھڑوی نے ”تنقیدِ متین“ صفحہ ۶۰ پر

مترجم الحقائق کو مستند کتاب شمار کیا ہے اور صفر ۱۳۷۳ پر علامہ تفتازانی کو نام عقائد لکھا ہے۔

متعلق مفتی محمد شفیع دیوبندی مصنف معارف القرآن لکھتے ہیں :-
 ”یہ کتاب امام راعی اصفہانی رحمۃ اللہ کی وہ عجیب تصنیف ہے
 کہ اپنی نظر نہیں رکھتی، خاص کر قرآن کے لغات کو نہایت عجیب انداز سے
 بیان فرمایا ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں فرمایا ہے کہ لغات
 قرآن میں اس سے بہتر کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی۔“
 اس میں جو امام راعی نے فرمایا ہے کہ ”جو نہ چاہے نہیں ہوتا“ تو اللہ
 تعالیٰ نے ازل سے صرف ایک ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 چاہا جس کا ثبوت آیت کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ
 مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ
 ہے، دوسرا چاہا ہی نہیں۔ جب دوسرا نہیں چاہا تو اب نظر کا امکان بھی
 باقی نہ رہا (چاہے یہ امکان قدرت خداوندی کی راہ سے کیوں نہ ہو)۔
 اس لیے کہ مشیت اور ارادہ، قدرت ہی کا دوسرا نام ہے اور جو چیز چاہی نہیں
 گئی، اس کا تعلق بھی قدرت سے نہ رہا۔ لہذا انظر کو ممکن بالذات ملتے والا
 ختم نبوت کا منکر اور کذب الہیہ کا قائل ٹھہرا۔
إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کی تفسیر مستند
 مفسرین قرآن کے حوالوں سے آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ ثابت ہوا کہ اس آیت
 کریمہ سے یہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 بھی اس کی تفسیر یہی فرمائی جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
 سے ہوتے ہوئے امت کے معتبر افراد اور مستند ہستیوں کی وساطت
 سے آج ہم تک پہنچی۔ اس کے علاوہ جو تفسیر ہوگی وہ اپنی رائے
 سے ہوگی۔

دورِ حاضر کے متعصب معتبر دیوبندی مولوی محمد سرفراز خان گکمرٹوی
 لکھتے ہیں : —

”ترجمہ و تفسیر وہی معتبر ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اور آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک مستند مفسرین کرام نے اس کو
 بیان کیا ہے“۔

کاش کہ خود ساختہ علامہ خالد محمود صاحب دیوبندی اب اللہ
 علیٰ صلہ شعیٰ قدیر نقل کرنے کے بعد اپنے گرو (گکمرٹوی)
 کے اصول پر قائم رہ کر چند عبارات مفسرین کرام ہی نقل فرما دیتے،
 مگر وہ جانتے تھے کہ اگر یہ غلطی کی تو اپنے مذہب دیوبند کا بیڑہ غرق
 ہو جائے گا۔

اب علامہ ڈاکٹر صاحب ہی بتائیں کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کی نظیر (معاذ اللہ) تین زمانوں میں سے ماضی اور حال میں کہیں پائی
 گئی ہے۔ یا وہ آئندہ تقویۃ الایمان اور تحذیر الناس کی برکتوں سے مالا مال
 ہو کر کسی نئے قادیانی کے انتہا میں ہیں۔ کل ”تحذیر الناس“ کے
 بل بوتے پر اور اس کی کفریہ عبارات کو بنیاد بنا کر مرزا غلام احمد قادیانی
 نے دعویٰ نبوت کیسے مارا، آج اگر آپ کی کتاب ”مطالعہ بریلویت“
 پڑھ کر کوئی نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ کرے تو آپ
 کے پاس پھر کون سے ایسے مانع دلائل موجود ہیں جو اس کی راہ روک
 سکیں۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہی کہہ سکیں گے کہ ”حضور کی نظیر حال
 ہے“ مگر وہ شاطر آدمی جواباً اگر یہ کہہ دے کہ اسے دیوبند یا کیا اللہ
 تعالیٰ اس پر قادر نہیں کہ مجھے نظیر مصطفیٰ بنا دے ؟ (معاذ اللہ) بتائیے

آپ اُسے کیا جواب دیں گے؟ پھر بھی یہی کہیں گے کہ خدا نظر بنانے پر قادر ہے مگر بنائے گا نہیں۔ وہ پوچھ بیٹھے خدا کے ارادوں کا تمہیں کیسے پتہ چل گیا؟ وہ خالق و قادر ہے، علیٰ کل شیء قدير ہے، کیا تم خدا سے بھی بڑھ گئے ہو جو اس کے ارادوں کو بھی جان لیتا ہے، کیا تم خدا سے بھی علم میں بڑھ گئے ہو؟ اور کہے کہ اے دیوبندیو! تم نے خود جو نکھلے کہ قادر خدا قدير ہے وہ ایسا کر سکتا ہے۔ جب کر سکتا ہے تو بس ٹھیک ہے، اُس نے ایسا کر دیا ہے، کیا اب تم اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بھی انکار کرنے لگ گئے ہو؟

اس کی راہ زد کرنے کے لیے یہ بھی راستہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کو محال بالذات مانا جائے۔ اور علمائے اسلام کی عبارات سے بتایا جائے کہ بے شک اللہ تعالیٰ علیٰ کل شیء قدير ہے مگر نظر کا تعلق قدرتِ خداوندی سے ہرگز نہیں۔ جب تک علمائے اہل سنت کی تصریحات کے مطابق محال بالذات والا عقیدہ نہ اپنایا جائے گا کوئی دیوبندی کسی کا ذب مدعی نظر مصطفیٰ کی راہ نہیں رد کر سکتا بلکہ ان حالات میں یہ طبقہ اس کا محدود معاون ثابت ہوگا۔

بہر حال یہ ڈاکٹر صاحب سے پوچھ رہے ہیں کہ کسی زمانہ میں نظر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پائی گئی ہے یا آئندہ پائی جائے گی؟ اور کیا خدا تعالیٰ نے کہیں نظر مصطفیٰ علیہ التسمیۃ والثناء کی خبر دی ہے؟ اور حقیقت تو موجود کو کہتے ہیں، کیا نظر موجود ہے؟ کیا اللہ رب العزت نے آپ کی نظر چاہی ہے؟ شرح العقائد کے حوالے سے گزرا کہ شیء کو وجود اور ثبوت لازم ہے، کیا نظر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود ثبوت علمائے دیوبند پیش کر سکتے ہیں؟

امام عسکری کے حوالے سے گزرا شیء موجود کو کہتے ہیں کیا نظر موجود ہے یا ہوگی؟ مفرداتِ راعب کے حوالے سے گزرا مشیتِ خداوندی یہ ہے کہ

شئی موجود ہو یا اس کے معنی موجود کرنے کے ہیں کیا خدا تعالیٰ نے کسی وقت نظیر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو موجود کیا ہے یا آئندہ کرے گا؟
 ”مفرداتِ راعب“ جس کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع دیوبندی بے حد رطب اللسان ہیں، اُس میں یہ ہے کہ مشیت یہ ہے کہ شے موجود ہو یا اس کے معنی موجود کرنے کے ہیں۔ تو ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا
 ”جو چیزیں اسی کی مشیت میں ہوئیں ان پر بھی اور جو چیزیں مشیت میں مقدر نہ ہوئیں ان پر بھی وہ قادر ہے۔“ لے

کا مطلب یہ ہوگا کہ نظیر کا تعلق قدرتِ الہیہ سے ہے، چاہے یا نہ چاہے، جب قدرت سے تعلق ہوا تو نظیر محال نہ رہی، محال نہ رہی تو ممکن ہوئی۔ اور ممکن کا تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں پایا جانا ضروری ہوا۔ بتائیے وہ زمانہ کون سا ہوگا؟

اس قدر ٹھوس حوالہ جات کے باوجود نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحتِ قدرت کہہ کر قدرت سے تعلق پیدا کرنا یعنی عقیدہ امکانِ نظیر رکھنا کھلی بد اعتقادی نہیں تو اور کیا ہے۔ ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر کی تفسیر اپنی رائے سے نہیں تو اور کیا ہے۔ الغرض عباراتِ اہل سنت سے جو کچھ بیان ہوا اس کا حاصل یہ ہے کہ شئی، جس کو اللہ رب العزت کی قدرت میں داخل کریں گے وہ فی الحقیقت موجود ہوگی یا موجود کی جائے گی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر چونکہ کسی زمانے میں بھی ممکن نہیں لہذا یہ قدرتِ خداوندی سے خارج ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ملکہ ممکنات پر ہے اب جو یہ خود ساختہ علامہ صاحب امکانِ نظیر پیدا کر رہے ہیں یہ

کہہ کر کہ ”سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہو گا۔“ آیت کو یہ دو خاتم النبیین کی معنوی تحریر کا واضح ثبوت ہے۔ یہ بیان تھا قدرت کی دوسری قسم کا، اب قدرت کی تیسری قسم کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

قدرت کی تیسری قسم | جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے خبر دی کہ میں فلاں چیز کو بنانے کا

ارادہ نہیں رکھتا۔ تو اب اس کے خلاف ہرگز نہ ہو گا۔ اور اسی چیز میں ہی دراصل امتناع النظیر ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ط

نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ (ترجمہ مفتی محمد شفیع دیوبندی)

یعنی اللہ رب العزت کی قدرت، مشیت و ارادہ تو یہی تھا جو اس نے ظاہر فرمادیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا آپ ہی خاتم الانبیاء ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا :-

قُلْ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِيْ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يٰٓهٗ
آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جس کے لیے آسمانوں اور زمین کا ملک ہے (ترجمہ

مفتی محمد شفیع دیوبندی

نیز ارشادِ گرامی ہے :-

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا
وَنَذِيرًا۔ اے ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں
کی طرف بشار اور نذیر بنا کر۔

اس مذکورہ آیتِ کریمہ کی شرح میں مفتی محمد شفیع صاحب
دیوبندی لکھتے ہیں :-

”ان دونوں آیتوں اور ان کی امثال اور چند آیتوں میں بھی
صاف اعلان فرمادیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے
تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان انسانوں
سے صرف وہ انسان مراد ہیں جو آپ کے زمانہِ مبارک میں تھے یا اُنہ
آنے والی نسلیں بھی اُن میں شامل ہیں۔ پہلی صورت میں تو یہ لازم
آتا ہے کہ صرف صحابہ ہی کے رسول ہیں، اور بس اور آپ کے
رسالت و نبوت صرف صحابہ میں ختم ہو گئی، اور یہ ایک ایسا
گستاخانہ کلمہ ہے کہ کوئی مسلمان اس کو گوارا نہیں کر سکتا، لہٰذا
نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“
کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر تمام عالم والوں کے لیے۔“ دوسرے
مفتی محمد شفیع دیوبندی

”عالمین“ کے بارے میں یہی مفتی صاحب رقمطراز ہیں :-

اے سورۃ سبأ پارہ ۲۲ آیت ۲۸ -

۲ ختم نبوت حصہ اول صفحہ ۷۷، ۷۸، ۷۹ ادارۃ المعارف کراچی :-

”جس طرح کہ باتفاق دنیا الحُفْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ہیں عالمین سے تمام عالم بلا کسی تخصیص کے مراد ہیں اسی طرح اس جگہ بھی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔“

جناب علامہ صاحب اپنے مفتی صاحب کی عبادات پڑھ کر بتائے کہ جب ارادہ و مشیت خداوندی یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ آپ جیسے کسی اور کی ضرورت نہیں تو پھر نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قدرت کی پونہ کاری تخریف نہیں تو اور کیا ہے گویا آپ سوفیصد اس پر یقین نہیں رکھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اور تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں، اور تمام عالمین کے لیے رحمت ہیں بلکہ ثاں فی صد یقین رکھ کر ایک فی صد اس کا بھی امکان مانتے ہیں کہ کوئی دوسرا بھی خاتم النبیین ہو سکتا ہے، کوئی دوسرا بھی تمام انسانوں کے لیے رسول ہو سکتا ہے اور کوئی دوسرا بھی تمام عالمین کے لیے رحمت ہو سکتا ہے۔

خوب یاد رکھیے اور خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ ”اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتا ہے“ کا مطلب یہ ہے کہ دوسرا خاتم النبیین ہو سکتا ہے، کوئی دوسرا بھی تمام انسانوں کے لیے رسول ہو سکتا ہے اور کوئی دوسرا بھی تمام عالمین کے لیے رحمت ہو سکتا ہے۔ آپ حضرات دیوبند ایک امکانِ نظیر کو تسلیم کر کے بہ رضا و رغبت یہ سب مفاہد تسلیم کیے بیٹھے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرور العناد۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ! ایسے بڑے عقیدے سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

اصول :- ① ایک ہے خدا کی قدرت۔

② اور ایک ہے خدا تعالیٰ کا قانون ۔

قدرت یہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرما دیا اور
مبعوث فرما دیا۔ قانون یہ ہے کہ آپ جیسا اور کوئی نہ ہو۔
رد لائل گزر چکے ہیں، اب اگر نظریہ قدرت مانی جائے تو خلاف قانون
ہو گا اور قانون خداوندی میں یعنی وعدہ خداوندی میں خلف لازم آئے
گا۔ اور اگر خلف لازم آئے تو کیا ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیے :-
دیوبندیوں کے قطب الارشاد، قطب الاقطاب و قطب العالم مولوی
رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں :-

”بداء وعدے میں نہیں ہو سکتا کہ مختلف وعدہ اور کذب حق تعالیٰ
ثابت ہوتا ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ“
بداء و ایل تشیع کا عقیدہ ہے۔ بداء ہے کیا۔ اس کے متعلق قاضی منظر
حسین دیوبندی آف چکوال کے والد مکرم حضرت مولانا محمد کرم الدین
صاحب دبیر جنہوں نے ”الصقارم الہندیہ“ کتاب میں چند عبارت
دیوبندیہ پر کفر کا فتویٰ دیا ہے، فرماتے ہیں :-

”وہی یہ بات کہ بداء کیا چیز ہے۔ سو اس کے متعلق کتب لغت
کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ کتب لغت میں لکھا ہے بَدَاءٌ لَمَّا
اَحْبَ ظَهَرَ لَهُ مَا لَمْ يُظْهِرْ (فلاں شخص کو بداء ہوا
یعنی وہ چیز معلوم ہوئی جو پہلے معلوم نہ تھی)“ ۲۷

وعدہ خداوندی، قانون خداوندی ہے، جب اُس نے قرآن کریم
میں صاف صاف فرما دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی خاتم النبیین
ہیں اور آپ ہی تمام عالمین کے رسول اور رحمت ہیں۔ اس منصب کا

کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا تو اب یہ کہنا ”سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی
اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہوگا“ یعنی دوسرا خاتم النبیین ہو سکتا
ہے یا بالفاظ دیگر امکانِ نظر کو تسلیم کر لینا درحقیقت تخلف وعدہ الہیہ
اور کذب حق تعالیٰ کو ثابت کرنا ہے اور عقیدہ بدعو کا قائل ہو کر
قرآنی آیتوں کو صاف جھٹلانا ہے۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظرِ محال ہے
اور محال کا قدرتِ خداوندی سے کوئی تعلق نہیں البتہ محال
اہل سنت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ تمام مخلوق سے جس کو چاہتا
خاتم النبیین بنادیتا۔ وہ اس بات پر قادر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ارشاد
فرمادیا کہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالۃ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا
ہے کہ اس نے منصبِ نبوت پہ کس کو فائز کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ نے
اپنے ارادہ و متیث و علم کے مطابق اس منصبِ ختمِ نبوت کا
تاج حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمادیا۔ تو یہ قانون
کمّل ہو گیا۔ اب اس کے خلاف دراصل اپنے قانون کے خلاف ہے
اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ نظر کا وقوع مانا جائے یا کسی بھی امر سے
نظر کا امکان مانا جائے، دونوں باتیں ایک ہی زمرے میں آئیں گی۔
یعنی نظر کی کمّل نفی نہیں کی گئی بلکہ قدرتِ خداوندی کے تحت اُن
کا ہونا بھی مان لیا گیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین
بنا چکا اور خاتم النبیین بنانے کا ارادہ ازل سے فرما چکا کہ خاتم الانبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام سیدنا محمد مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
بن حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہوں اب اگر مولوی اسماعیل دہلوی
اور اس کے ماننے والوں کے مطابق (معاذ اللہ) کروڑوں محمد یعنی
خاتم النبیین بنائے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت مانی جائے تو ماننا پڑے گا کہ

(معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ ازل سے ہی دو مختلف ارادے رکھتا تھا کہ
 کروڑوں خاتم النبیین ایک دوسرے کا مقابلہ کر سکیں اور ایک دوسرے
 کی شریعت کو منسوخ کریں وغیرہ وغیرہ۔ دیوبندی کہتے ہیں وہ قادراً
 ہے، ایسا کر سکتا ہے، ”کر سکتا ہے“ کا مطلب ہی یہی ہے کہ یہ اس
 کے ارادے میں تھا، یا اُس نے چاہا۔ تو کیا نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم اُس کے ارادے میں تھا یا نظیر کو اُس نے چاہا؟ اسی لیے
 ہم اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
 نظیر محال بالذات ہے جبکہ علامہ ڈاکٹر صاحب اس کو ممکن بتاتے
 ہیں گویا امکانِ نظیر کے قائل ہیں۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالمعلوم دیوبند ایک ہندو
 کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”محال اگر بوسیلہ قدرت ظہور میں نہیں آتا تو قدرتِ خداوندی
 کا اور اُس کی قادیۃ کا قصور نہیں ہوتا، محال میں مفقودیت نہیں
 ہوتی۔“

آسان مطلب یہ ہے کہ جو چیز محال ہے وہ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت
 سے بھی وجود میں نہیں آتی تو اس میں اللہ تعالیٰ کی قادیۃ کا کوئی
 قصور نہیں۔

نانوتوی صاحب کہتے ہیں کہ محال کا وجود و ظہور میں نہ آنا
 قدرتِ خداوندی کو کم نہیں کرتا۔ جب ڈاکٹر خالد محمود صاحب
 خود بھی اسے محال مانتے ہیں یعنی کہتے ہیں :-
 ”ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے۔“

تو پھر بقول نانوتوی صاحب یہ محال ٹھہرے ہیں نہ آئے تو اس میں
قدست خداوندی کا کیا قصور یا امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
لکھیں کہ ”تحت قدرت ہی نہیں“ تو بتائیے ڈاکٹر صاحب! قدرت
خداوندی کو چیلنج کیسا؟ ڈاکٹر صاحب جیسے پچاس علاقے اور بھی بیٹھ جائیں
تو قیامت تک افتاء اللہ العزیز اس کا جواب نہیں دے سکتے۔ امام احمد
رضا بریلوی پہ آپ کا الزام آپ لوگوں کے شدید تعصب اور جہالت
و ضلالت کے باعث کھلا افتراء ثابت ہوا۔

ہائی دارالعلوم دیوبند نانوتوی صاحب کی مزید نیچے :-
”سو پندت جی کے اس اعتراض سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کو
ہنوز اس فرق کی خبر نہیں۔ موت خداوندی معذور نہیں کیونکہ محال ہے،
مگر اس سے خدا کی قدرت میں کیا فرق اور نقصان آگیا اور جو اس کو
قادیم مطلق نہیں کہتے۔“

مذہب دیوبند یہ کہ قاسم العلوم والجزائر اور حجۃ الاسلام
والمسلمین کے منقولہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب
مذکورہ امور کو تحت القدرة تسلیم نہیں کرتے نیز اس کی توضیح یہ کرتے
ہیں کہ ان پر قدرت کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔ یہی ہم کہتے ہیں کہ نظیر
مسیح علیہ السلام و آلہ وسلم محال ہے اور محال پر قدرت کا اطلاق
و تعلق نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے جب اس پر قدرت کا اطلاق و تعلق
ہی نہیں تو پھر ”قدست خداوندی کو چیلنج“ کے آواز لے کھڑی
جہالت ہے۔

نوٹ :- جس طرح ڈاکٹر خالد محمود صاحب نظیر کو محال بھی

مانتے ہیں در ممکن بھی۔ اسی طرح یہ تضاد ان کے ہر مولوی کی عبارتوں میں ملے گا۔ خود نا فوقی صاحب نے یہاں محال لکھا اور تحذیر الناس میں بے شمار خاتم النبیین تسلیم کر ڈالے اور لکھا کہ: ”اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی سے کچھ فرق نہ آئے گا“

ان تضادات سے ان کی کتب بھری پڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ

رکھے۔

سلف صالحین پر الزام تراشی | ڈاکٹر صاحب چونکہ ابن عبد الوہاب

حسین احمد ڈانڈوی مصنف ”شہاب ثاقب“ حلف صالحین کی شان میں گستاخانہ کیا کرتا تھا اس لیے ڈاکٹر صاحب بھی سنت بخدی کے ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی روا نہیں رکھتے۔ لکھتے ہیں:۔

”وہ کوئی چیز جو مستنح بالذات نہیں، اس کی قدرت سے خارج نہیں۔ حضور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ممکن بالذات۔ صویہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو، یہ ممکن بالذات ہوگا مستنح بالذات نہیں ورنہ حضور کا دائرہ امکان میں آنا کسی طرح سمجھ میں نہ آسکے گا“۔

ڈاکٹر صاحب کا مطلب یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مخلوق ہیں اور موجود ہیں تو آپ جیسی کوئی اور مخلوق کس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ایک بنا سکتا ہے تو دوسرا کیوں نہیں بنا سکتا۔

(۱) جواب کے لیے اس موضوع پر لکھی گئی ابتدائی مسطورہ نوہ بارہ

بغور پڑھ لیجئے۔ مجتہد اعظمین سے کہ یہ تصور ہی غلط ہے کہ جب ایک شے ممکن ہے تو اس کا نظر کس لیے محال ہے اور وہ کیونکر ممکن نہ ہو گی۔ ممکن جب ناقابل تقسیم مقام پر قائم ہو تو اس جگہ دوسرا قائم ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ وقوعاً نہ امکاناً۔ مثلاً ایک خاتم النبیین کا ہونا ممکن تھا۔ اب اس ممکن میں کیا کوئی دوسرا شریک ہو سکتا ہے؟ اگر علامہ صاحب کہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتا ہے، کرتا نہیں۔ تو کر سکتا ہے۔ سے مطلب یہ ہو گا کہ وہ اپنے ہی وعدے کے خلاف کر سکتا ہے اور اس کا اِنّ اللہ لا یُخْلِیفُ الْمِیْعَادَ اور لا یُبَدِّلُ الْکَلِمَاتِ اِذْ کَانَ کَلِمًا کہنا غلط ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کیونکہ دوسرے خاتم النبیین کا امکان پہلے سے موجود واقع خاتم النبیین کو جسٹلنے کے مترادف ہے اور ایسا عقیدہ کفرِ الہیہ کو مستلزم ہے۔ بات یہاں بھی قدرت اور قانون کی ہے۔ قدرت یہی تھی کہ آپ کو پیدا اور مبعوث فرمادیا۔ قانون یہ بنا دیا کہ آپ جیسا دوسرا کوئی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اب اس کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا، دوسرے لغظوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر محال ہے، ممکن کہنا قانونِ خداوندی کا انکار کرنا ہے۔ جب قانون بن گیا کہ آپ جیسی کوئی دوسری مخلوق نہ ہو تو پھر آپ جیسی دوسری مخلوق یعنی نظیر کے امکان کو تسلیم کرنا آیاتِ کریمہ سے کھلم کھلا بغاوت ہے۔

★ یاد رکھیے کہ اگر ممکن ہے تو پھر ممکن کا کسی نہ کسی زمانے میں پایا جانا ضروری ہے یا پھر کسی ایسی ممکن شے کی نشاندہی کیجئے جو ممکن بھی ہو اور کسی زمانہ میں پائی بھی نہ جلتے گی۔

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ

(ج) ڈاکٹر صاحب اپنے حلقہ میں نہ صرف علامہ بلکہ مؤرخ و متکلم اور مناظر بھی مانے جاتے ہیں۔ اس عبارت میں ڈاکٹر صاحب نے تسلیم فرمایا کہ محتج بالذات تحت القدرہ نہیں ہوتا اور جملہ اہل سنت و جماعت یعنی تمام مفسرین کرام و غیرہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کو محال بالذات مانتے ہیں جو کہ تحت قدر نہیں تو قدرت خداوندی کو چیلنج کیا ؟

(ج) ڈاکٹر صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ اہل سنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر محتج بالذات مانتے ہیں اور اسی پر انہوں نے بحث بھی کی ہے کہ محتج بالذات دائرہ امکان سے باہر ہے۔ لہذا حضور کو جب تک ممکن بالذات نہ مانا جائے اُن پر مخلوق کا اطلاق نہیں ہوگا۔

لا محالہ ان کے خود ساختہ اصول و قواعد بھی اسی جانب ہوں گے کہ جو چیز دائرہ امکان میں نہیں وہ دائرہ وجوب میں ہوگی۔ اب سلف صالحین پر الزام تراشی یہ ہوئی کہ تمام مفسرین کرام اہل سنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کو محتج بالذات مانتے ہیں جیسا کہ سابقہ سطور میں شمس دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے تو علامہ صاحب کے ان فرضی اصول و قواعد کے مطابق لازم آئے گا کہ یہ سلف صالحین (عماذ اللہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واجب الوجود مانتے ہیں۔ نفوذ باللہ من شہور النفسنا۔

ختم نبوت کا انکار | ممکن ہے ڈاکٹر صاحب کہہ دیں کہ ہم حضور کی نظر کو جو محال کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وقوع محال ہے امکان محال نہیں۔ جواباً گواہی ہے کہ اس طرح بھی ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے ڈاکٹر صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے۔
”یہ بات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضور کی نظر ہرگز نہ ہوگی،“

ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے اور حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں۔ مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے، اس کی قدرت کو کھٹا چیلنج دینا ہے، نہ کرنے اور نہ کر سکے میں بڑا فرق ہے۔“ ۱۰

میں آپ کو بہت خوبصورت نکتے پہ پہنچانا چاہتا ہوں، شاید اچھی طرح نہ سمجھا سکوں، خود سمجھنے کی کوشش فرمائیے گا۔ ڈاکٹر صاحب اگر نظیر کے وقوع کو محال جانتے ہیں امکان کو نہیں تو صد مبارک باد ہو کہ ڈاکٹر صاحب اس عبارت میں نظیر مصطفیٰ کے امکان کو بھی محال مان چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے :-
 ”حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں۔“

یعنی یہ امکان محال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی ہو۔ جب کسی دوسرے کا نبی ہونا اب محال ہے تو نظیر بھی تو نبی ہی ہوگا۔ نبی نہ ہوا تو نظیر کیا۔ لہذا نظیر کا امکان بھی باقی نہ رہا۔ نظیر میں نبوت کا پایا جانا یقینی امر ہے اور جب آپ کے بعد نبوت کا امکان بھی محال ہے تو بدیہی بات ہے کہ نظیر کا امکان بھی محال ہے۔ سو جناب علامہ صاحب نے یہاں نظیر مصطفیٰ کے وقوع ہی کو نہیں بلکہ امکان کو بھی محال مان لیا۔ جب دونوں طرح سے محال مان لیا اور مکمل محال مان لیا تو اب اس کا تعلق قدرت الہیہ سے بھی نہ رہا۔ اور ان کا امام احمد رضا پر یہ الزام افرا ہوا کہ انہوں نے قدرت خداوندی کو چیلنج کیا ہے۔ امام احمد رضا کا یہ کہنا کہ ”تحت قدرت ہی نہیں“ کا معنی اسی یہ ہے کہ اس کا قدرت الہیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہی مطلب ”نہ کر سکے“ کا سمجھ لیجئے۔ گو ایسا کہنا نہیں

چاہیے کہ وجدان پہ گواہی گزرتا ہے یعنی یوں نہ کہا جائے کہ ”اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کر سکتا“ بلکہ اس طرح کہنا زیادہ مناسب ہے کہ اسی کا تعلق قدرتِ خداوندی سے نہیں یا تحتِ قدرت نہیں یہ

اب ڈاکٹر صاحب ایک طرف کہتے ہیں: ”حضور کی نظر محال ہے“
دوسری جانب کہتے ہیں: ”مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے“

تو انہوں نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قدرت کا اطلاق محال پر بھی ہوتا ہے (جبکہ جماعتِ محققین اس کے خلاف ہے) ڈاکٹر صاحب کے اس عقیدے سے ختم نبوت کے انکار کے علاوہ یہ فہماد بھی لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ کا دوسرے خدا کو پیدا کرنا بھی اُس کی قدرت کے تحت ہے، قدرت سے خارج نہیں، یعنی نظیر خدا بھی ممکن ہے کیونکہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کو محال مانتے ہیں اور محال مان کر تحتِ قدرت بھی مانتے ہیں تو نظیر خدا بھی محال و متمنع ہے اور ڈاکٹر صاحب کے قاعدے کے مطابق اس محال پر بھی کہا جائے گا: ”مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے اُس کی قدرت کو کھٹا چلیں گے“ (۲۶۵) اور یہ تو جو ہی نہیں سکتا کہ ایک محال کو تحتِ قدرت مانا جائے اور دوسرے محال کو قدرت سے خارج کر دیا جائے۔ تو اس طرح نظیر خدا پر بھی اللہ تعالیٰ کو قادر ماننا پڑے گا۔ (مواذ اللہ)

ختم نبوت کا انکار یوں ہوا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر ممکن ہے تو پھر یہ ارادہ خداوندی ہوا جس کا تفسیر عبادی

لے ممکن ہے کوئی! چہل یہ کہہ دے کہ ایسا عقیدہ ہی کیوں رکھا (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

کے مطابق کسی نہ کسی زمینے میں پایا جانا ضروری ہے اور ارادہ کا تعلق ممکن سے ہے جیسا کہ علامہ صاوی کی عبارت گزر چکی ہے اور مشیت خداوندی کے معنی امام راعب کے مطابق اشیاء کو موجود کرنے کے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ قدرت خداوندی، ارادہ خداوندی ہے اس کا تعلق ممکنات سے ہے۔ جب ڈاکٹر صاحب کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی دوسری مخلوق پیدا کرنے پر قادر ہے تو ثابت ہوا کہ اس ذریعہ و وسیلہ سے آپ کی نظر ممکن ہے۔ جب نظر ممکن ہے تو یہ بات محتاج دلیل ہی نہ رہی کہ دوسرا خاتم النبیین ممکن ہے (دورہ نظر نہیں) جب دوسرا خاتم النبیین مان لیا (تحت قدر ماننا دوسرا خاتم النبیین مانا ہی تو ہے) تو مرکا ختم نبوت کا انکار لازم ہے اس لیے کہ پھر نظر خاتم ہو گا حضور نہیں۔

نوٹ :- جب وہ خاتم ہوا تو نظر نہ رہا بلکہ درجہ میں بڑھ گیا۔ اس کی بحث انشاء اللہ آگے آئے گی۔

آیات کریمہ سے استدلال | ڈاکٹر صاحب نے اپنی علمیت کا ستر بٹھانے کے لیے اپنی بات کی تاٹھریں وہ آیات کریمہ سے بھی استدلال کی ہے۔ لکھتے ہیں :-
 ”وہ اگر چاہتا — تو حضور کو وحی کی دولت دے کر کیا پھر

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ جائے جو وجدان پر گراں گزرتے تو جواب یہ ہے کہ ممکن نے کتب عقائد میں تصریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق کی خشی تو کہا جائے مگر خالق کلاب والحنانیر نہ کہا جائے۔ حالانکہ وہ ان کا بھی خالق ہے اور سب کا خالق بھی ہے۔

اسی بناء پر یہاں یہ فقرہ لکھا گیا :-

اسے آپ سے صلب کرنے پر قادر نہ تھا۔ گو اُس نے ایسا نہ چاہا کہ یہ اُس کی شان کے لائق نہ تھا لیکن سوال یہ ہے کہ یہ اس کی قدرت کے تحت تھا یا نہیں؟ قرآن کریم اس موضوع پر واضح روشنی ڈالتا ہے :-

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ
ثُمَّ نَجْعِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ۚ إِلَّا رَحْمَةً مِن رَّبِّكَ
إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۝ ۵ پ ۵ ابنی اسرائیل
آیت ۸۷

ترجمہ :- ”اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب واپس لے لیں۔ پھر اسے لینے کے لیے آپ کو ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ ملے مگر یہ آپ کے رب کی رحمت ہے۔ بے شک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔“

یعنی یہ کہ خدا نے ایسا نہ کیا یہ اس کی رحمت ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ اُس کے تحت قدرت ہی نہیں یہ بات کہ وہ آپ کو وحی سے محروم کر دے۔ یہ بات اس کی مشیت میں نہ تھی۔ لیکن اس میں کوئی مسلمان شک نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسے تحت قدرت بتلایا ہے۔“

الجواب :- پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت قدیم ہے۔ اُس کی قدرت، اُس کا ارادہ، اُس کی مشیت اور اُس کا چاہنا سب قدیم ہیں۔ ایسا نہیں کہ کوئی صفت پہلے موجود نہیں تھی بعد میں پیدا ہو گئی۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں :- ”وہ اگر چاہتا“ اور جو آیت کریمہ کا

ترجمہ کیا اُس میں بھی یہی لکھا :-

”اور اگر ہم چاہیں“ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اگر اس طرح چاہتا۔ ایسا ہرگز نہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا اور اب وہ اس کو اپنے ارادہ میں شامل فرمائے گا بلکہ اُس نے ایسا چاہا ہی نہیں۔ اُس نے ایسا ارادہ ہی نہیں فرمایا۔ جب ارادہ اور چاہنا پایا جائے گا تو پھر اُن چیزوں کا تعلق بھی قدرتِ الہیہ سے ہوگا۔ لیکن جب ارادہ اور چاہنا نہیں پایا جائے گا تو پھر وہ ممکنات سے خارج ہوں گی۔ وہ محالات کا قدرتِ الہیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں نہ چاہا۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر صاحب خود کہتے ہیں :- ”کہ یہ اُس کی شان کے لائق نہ تھا۔“

جناب علامہ صاحب! جو بات اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہ ہو۔ اُس میں لازماً کوئی نقص ہوگا، کوئی عیب ہوگا۔ جس بھی تو وہ اُس کی شان کے لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اُس کی صفت ہے۔ ”کُلُّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ اُس کی صفت ہے۔ اب اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وحی صلب کرنا تحتِ قدرت ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا تعلق قدرتِ الہیہ سے پایا جاتا ہے۔ اور جس کا تعلق قدرت سے پایا جائے وہ اُس کی شان کے لائق ٹھہری۔ یا پھر ایسا بھی نہیں کہ ایک بات پہلے تو اُس کی شان کے لائق نہ تھی وہ اب لائق ہو جائے یہ بھی ممکن نہیں۔ جو پہلے شان کے لائق نہ تھی وہ اب بھی نہیں اور نہ آئندہ ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب کی اپنی ہی عبارت میں اب تو ایک عجیب تضاد ثابت ہو گیا۔ مثلاً جھوٹ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کیونکہ جھوٹ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ اب اگر اسے تحتِ

قدرت مانا جائے (اور یہ دیوبند لوں کا عقیدہ ڈنکے کی چوٹ پر ہے) تو تحت قدرت ماننے سے اس جھوٹ کا تعلق قدرت سے پایا جانا ضروری ہے۔ جب تعلق پیدا ہو گیا تو پھر یہ جھوٹ (معاذ اللہ) اُس کی صفت میں داخل ہو کر اُس کی شان کے لائق ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب یہاں خوب پھنسنے ہیں کہ ایک بات کا تعلق اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بھی بتاتے ہیں اور بھی کہتے ہیں کہ یہ اُس کی شان کے لائق بھی نہیں۔ بھلے آدمی جو بات اُس کی شان کے لائق نہیں اُس کا تعلق بھی پھر اُس کی قدرت سے رہا۔ جیسے موت ہے کہ یہ نہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے چاہی اور نہ اُس کی شان کے لائق۔ تو بقول مولوی محمد قاسم نانوتوی :-

”موت خداوندی مقدور نہیں کیونکہ محال ہے مگر اس سے خدا کی قدرت میں کیا فرق اور نقصان آگیا جو اس کو قادر مطلق نہیں کہتے“۔
تو دوحی سلب کرنا اگر اس کی شان کے لائق نہیں تو پھر اس کا تعلق بھی قدرت سے نہ رہا۔ اور اس سے خدا کی قدرت میں بھی کچھ فرق اور نقصان نہ آیا۔ ڈاکٹر صاحب اگر کہیں کہ موت کو ہم متمتع بالذات مانتے ہیں تو بندہ بھی بار بار عرض کر چکا ہے کہ تمام علمائے اسلام یعنی سلف صالحین نیز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متمتع بالذات ہی مانتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ہر معیوب بات جو کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں، فی الواقع اُس کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پایا جانا ضروری ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) تو ڈاکٹر صاحب نے جس کو تحت قدرت بتایا وہ تو اس کی شان کے لائق ہی نہیں لہذا اصل گستاخ تو آپ ٹھہرے۔

اب ڈاکٹر صاحب کی خود ساختہ تفسیر سے باہر نکل آئیے اس لیے کہ ان کے اپنے بزرگ مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں :-
 ”آج جو شخص کسی آیت کی تفسیر معلوم کرنا چاہے اس کے لیے نہایت سہل اور علامتی کا راستہ یہ ہے کہ وہ سلف صالحین، صحابہ و تابعین کے تفسیر کو اپنے قد و ہونا کران کی اختیار کردہ تفسیر کو قرآن کی مراد سمجھے اور جو کوئی معنی جمہور صحابہ و تابعین اور اسلاف اُمت کے خلاف سمجھ میں آئیں ان کو اپنی غلط فہمی اور قصور علم کا نتیجہ سمجھے“ ۱
 چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-
 ”آخر زمانے میں ایک سرخ ہوا چلے گی، شام کی طرف سے یہ اُٹھے گی، اُس وقت قرآن کے دھوکوں سے اور حقائق کے دلوں سے قرآن سلب ہو جائے گا۔ ایک حرف بھی باقی نہیں رہے گا پھر آپ نے اسی آیت ربیٰ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا... الخ کی تفاوت کی“ ۲

معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کی آیت کو یہ نمبر ۸۷، ۸۸ کا مطلب محض یہی ہے کہ قریب قیامت یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ اپنی طسٹ اُٹھالے گا۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلب وحی کا یہاں کوئی تصور نہیں اس لیے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت و مشیت چاہنے پر مبنی ہے اور اُس نے چاہا کیلئے۔ وہ خود فرماتا ہے۔ اِلَّا رَحْمَةً مِن رَّبِّكَ طیعنے میری رحمت ہے کہ میں نے وحی کو آپ سے سلب نہیں فرمایا۔ اور یہ رحمت مقام مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی واضح دلیل ہے کہ وحی

۱۔ ختم نبوت جلد اول ص ۲۳ مطبوعہ دیوبند صفحہ ۳۳ مطبوعہ کراچی۔
 ۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۶۲ عربی مطبوعہ مصر ۴

آپ سے سلب کرنے کی بجائے اس اُمت سے اُٹھالی جائے۔ مگر کم فہم
نے اس آیت کریمہ کو اپنے مقام سے ہٹا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم سے جفاکاری کا ثبوت دے ڈالا۔

ڈاکٹر صاحب اگر اپنے شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی کے صرف
ترجمہ پر ہی نظر کر لیتے تو اس آیت کریمہ سے سلب وحی کا استدلال ہرگز
نہ کرتے۔ مولوی نذیر احمد کا لفظ بہ لفظ ترجمہ یہ ہے :-

”اور (اے پیغمبر) اگر ہم چاہیں تو جو (قرآن) ہم نے تمہاری طرف
وحی کے ذریعے سے بھیجا ہے اس کو (دُنیا کے پردے سے) اُٹھالے جائیں“
دیکھ لیا! آپ کے شمس العلماء نے بھی سلب وحی کی نسبت دُنیا
کی طرف کی۔ مگر آپ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور شان دکھلانے کے
لیے شانِ رسالت میں گنج کو اپنے لازم قرار دے ڈالا ہے۔

☆ **خیر وہ کیا شانِ توحید میں نکھار پیدا کر سکیں گے جن کا عقیدہ**
ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور وہ تمام افعالِ فیہمہ پر قدرت
رکھتا ہے۔ اس سے متعلق ایک مضمون ”صیاد القاسمی دیوبندی کا پُر فریب
چیلنج قبول“ کے عنوان سے بندہ انہیں صفحات پر جون ۱۹۹۳ء میں شائع
کروا چکا ہے۔ دیوبندی آج تک ہر بلب ہیں۔

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے مطابق صحیح اور سلامتی کے
راستے کو اختیار کرتے ہوئے صاحبِ معالم التزیل کی طرف رجوع کیا
جاتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل کی ان آیات سے متعلق کہ یہ کس طرح سلب
ہو گا، فرماتے ہیں :-

”قیل المراد محوہ من المصاحف واذھاب ما فی الصدور۔ وقال
عبداللہ بن مسعود اقرأ القرآن قبل ان یرفع فانه لا تقوم الساعة حتی
یرفع قیل هذه المصاحف ترفع فکیف بما فی صدور الناس۔“

ترجمہ : (صاحبِ معالم التنزیل الامام الھمام الحافظ محیی السنۃ ابن محمد النحسین بن مسعود البغوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ) سلب کرنے (یا لے جانے سے) مراد اوراق سے لے جانے اور نوگوں کے سینوں سے (اور اس پر دلیل یہ ہے کہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پڑھو قرآن، اس سے قبل کہ وہ رفع ہو جائے (یعنی اٹھ جائے) کیونکہ قیامت نہیں برپا ہوگی یہاں تک کہ رفع ہو جائے قرآن مصاحف سے۔ جب مصاحف سے رفع ہو جائے گا تو پھر سینوں میں کیسے رہے گا۔" ۱۰

ڈاکٹر صاحب مزید فرماتے ہیں :-
 "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عالمگیر ہے، ہر خطہ و علاقہ اور ہر شہر و قریہ کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ اب ہر ہر قریہ میں علیحدہ علیحدہ نبی آئے۔ اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا۔ اب آپ کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کی ضرورت نہیں لیکن ذرا یہ بھی سوچیے کہ اللہ رب العزت اپنی ان چاہی چیزوں پر قادر ہے یا نہیں؟ جو چیزیں اس کی مشیت میں نہیں ان پر اُسے قدرت ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب قرآن کریم میں یہ ملتا ہے :-

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا ۝

(پ ۱۹ سورۃ الفرقان آیت ۵۱)

ترجمہ :- "اور اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ایک ڈرانے والا بھیجتے۔" ۱۱

اس آیت کریمہ میں تین لفظ قابلِ غور ہیں :-

① لَوْ رَاكُمْ

② شَيْئًا (چاہتا)

③ مَذِيرًا (ڈرانے والا)

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں :-

”لَوْ قِيلَ هُوَ لَا مَتَاعَ الشَّيْ لَا مَتَاعَ غَيْرِ وَيُضْمَنُ

مَعْنَى الشَّرْطِ - یعنی کہا گیا ہے کہ یہ امتناع الشی لا متناع غیرہ کے

لیے آتا ہے (یعنی ایک چیز کا دوسری کے امتناع کے سبب ناممکن ہونا)

اور معنی شرط کو مُضْمِن (شامل) ہوتا ہے۔“

معلوم ہوا کہ لفظ لَوْ شرطیہ ہے اور معنی منضی کے پیدا کر رہا ہے

اور لفظ شَيْئًا واضح ہے جس سے احسن طور پر روشن ہو گیا کہ نہ تو خدا تعالیٰ

نے ایسا جامہ اور نہ کیا۔ قدرت کا تعلق تو چاہنے کو مستلزم ہے (جیسا کہ

سابقہ اوراق میں دلائل نقل کئے گئے ہیں) جب اللہ رب العزت اپنے

اس چاہنے کی نفی خود فرما رہا ہے تو اس کا اُس کی قدرت کے ساتھ کیا

تعلق ہے۔ ہاں قدرت کے ساتھ تعلق تھا اگر وہ ازل سے چاہتا مگر

اُس نے نہ چاہا اور اپنے قانون سے ہمیں مطلع فرما دیا اور یہ قدرت کی وہ

قسم ہے جو سابقہ سطور میں تیسرے نمبر پر بیان ہوئی ہے یعنی ”ہمیں خبر دی کہ

میں فلاں چیز کے بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔“ اور ان تین اقسام قدرت

کو مولوی محمد الحسن صاحب نے بھی تعلیم کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے جو تفسیر کبیر سے امام رازی علیہ الرحمۃ کا حوالہ نقل

کیا ہے اُس کا بھی مطلب یہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ازل سے چاہتا تو

اس پر قادر تھا کہ وہ ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتا مگر اس نے

ایسا نہ چاہا اور ڈاکٹر صاحب کے خود نقل کردہ الفاظ بھی یہ ہیں :-
 ”لفظ اگر بتلا رہا ہے کہ وہ ذات پاک ایسا ہرگز نہ کرے گی۔“
 جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کا ارادہ اور
 اس کا چاہنا، یہ سب ایک ہی مفہوم ادا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کہتے
 ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ان چاہی چیزوں پر بھی قدرت حاصل ہے۔ یعنی اس
 نے یہ نہ چاہا کہ دوسرا کوئی اور خاتم النبیین ہو مگر وہ یہ نہ چاہ کر بھی معاذ
 اللہ! ایسا قانون بدل کر اس کے خلاف کر سکتا ہے۔ اور کوئی دوسرا خاتم النبیین
 پیدا فرما کر ان شاء اللہ لا یخلف المیعاد اور لا تبدل لکلمات اللہ
 کے خلاف کر سکتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں قدرت خداوندی کی
 راہ سے دوسرے خاتم النبیین کا عقیدہ ثابت ہو رہا ہے۔ اسی کو عقیدہ امکان
 نظر کہا جاتا ہے اور تمام علمائے دیوبند اس کے قائل ہیں۔ اور یہیں سے علمائے
 دیوبند یہ اعتدال لال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ یعنی کذب تحت
 قدرت باری تعالیٰ ہے (فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ)
 اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے تو اس محال
 کی طرف پہنچنے والا کوئی امر کیونکر محال نہ ہو گا یہ تو مع الصدقین ہے کہ
 (الف) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا
 محال ہے۔

(ب) البتہ یہ بات تحت قدرت ہے کہ وہ ہر بستی میں ایک ایک
 نبی بھیج دے۔

یہ لا، ب ایک ہی جگہ ہے اور اس ایک جملے میں محنت تضاد واقع
 ہو رہا ہے پہلے حصہ میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے۔

① آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا محال یعنی
 ناممکن ہے۔ (اور دوسرے حصے میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے۔)

ii) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہے (تحتہ قدرت کا یہی معنی ہے)
 مجملے کا دوسرا حصہ مان لینے سے پہلے حصہ کی خود بخود نفی ہو جاتی ہے اور ختمِ نبوت کا انکار ضرور لازم آتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب محال پر بھی قدرتِ خداوندی کا اطلاق کرتے ہیں یعنی ”حضور کی نظر محال ہے“ لکھ کر بھی اسے تحتہ قدرت بتلاتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے جو دو آیاتِ کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ اب بھی حضور

ایک استفسار

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیجی گئی وحی صلب کر لے۔ یہ امکان صلب وحی کا عقیدہ ہوا۔ یا یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتا۔ یہ بقول علامہ صاحب امکانِ نظر کا عقیدہ ہوا کہ وہ اب بھی آج بھی اور آئندہ بھی کوئی نبی بھیجنے پر قادر ہے۔ یعنی بھیج سکتا ہے بھیجتا نہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا کہنا یہ بھی ہے کہ ان چاہی چیزوں کو بھی اور جو اس کی مشیت و ارادے میں نہیں ان پر بھی وہ قادر ہے۔ اب ڈاکٹر صاحب قرآن کریم کی یہ آیتِ مقدسہ ملاحظہ فرمائیں اور پھر جواب مرحمت فرمائیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

”وَلَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَاصْطَفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ“ (زمرہ ۶۲)

ترجمہ :- اگر خدا کسی کو اپنی فرزندگی میں لینا چاہتا تو اپنی مخلوقات میں سے جس کو چاہتا پسند کرتا۔ (مولوی نذیر احمد خاں)

بتائے اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہونا ممکن ہے یا محال ؟
 بتائے کیا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ مخلوق میں سے کسی کو پسند کر کے

اپنا بیٹا بنالے ؟

بتائیے جب اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا کہ وہ کسی کو اپنی فرزندگی میں لے تو کیا اب وہ مخلوق میں سے کسی کو اپنا بیٹا بنانے پر قادر ہے ؟ آپ کا جواب تو آپ کے قاعدے اور قانون کے مطابق یہ ہونا چاہیے کہ :۔

اگر اُس نے نہیں بھی چاہا تب بھی وہ مخلوق میں سے کسی کو اپنا بیٹا بنانے پر قادر ہے۔ جب قادر ہے تو اس قدرت کا تعلق ممکن سے ہے یعنی آپ کا عقیدہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ یہاں امکانِ نظیرِ مصطفیٰ کی طرح امکانِ ابنِ اللہ کا عقیدہ نکل آیا۔ اُس کی مشیت میں بقول آپ کے اگر نہیں بھی اور اس نے نہیں بھی چاہا تب بھی اُس کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ یہاں آپ نے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ کا انکار کر دیا۔ نہ صرف انکار بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی (معاذ اللہ) کاذب ٹھہرایا۔

پہلی صورت :- اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا اُس کی مشیت میں ہے (مشیت میں ہے تو پھر بنانا لازم لہذا قائل دائرہ ایمان سے خارج) دوسری صورت :- اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا اُس کی مشیت میں نہیں مگر بنا سکتا ہے (لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ کا انکار ہو گیا لہذا قائل دائرہ ایمان سے خارج)

آپ نے سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۷ اور سورہ الفرقان آیت ۱۵ سے جو استدلال کیلئے وہ اسی لیے کیلئے کہ ان کو بھی تحتِ قدرت مانا جائے۔ ذرا اپنے جملے ملاحظہ فرمائیے جو آپ نے خود ہی ترجمہ کیے ہیں :-

① اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب واپس لے لیں۔ (صلیب وحی تحتِ قدرت)

⑪ اور اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ایک ڈرانے والا بھیجتے (نئے نبی کا آنا تحت قدرت)
اب اس احقر کی طرف سے پیش کردہ اس آیت کریمہ کے بارے میں کیا خیال ہے :-

⑫ اگر خدا کسی کو اپنی فرزندگی میں لینا چاہتا تو اپنی مخلوقات میں سے جس کو چاہتا پسند کرتا (بیٹا — تحت قدرت)
یہ آپ کا عقیدہ ہوا یا نہ؟ اگر آپ تحت قدرت نہیں مانیں گے تو اپنے قول کے مطابق قدرت خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے! اس کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں :-
”قدرت خداوندی کو چیلنج کرنا اگر کفر نہیں تو کون سا ایمان ہے۔“

اور اگر تحت قدرت مانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونا ممکن ہے ہوا۔ جس کا ظہور و وجود کسی نہ کسی زمانے میں ہونا ضرور ہے، یوں بھی دائرۃ ایمان سے خارج — لہذا یہ دو گونہ رنج و عذاب است جانِ محبوبوں را
ہماتے محبت لیلے و فترت لیلے

طرفہ تماشائے ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ پر الزام تراشی کرتے ہوئے عنوان دیا ہے۔

”اللہ تعالیٰ کی قدرت کو کھلا چیلنج“
اور خود فتویٰ بھی دیا ہے کہ ”یہ کفر نہیں تو کون سا ایمان ہے۔“
گویا ڈاکٹر صاحب اعلیٰ حضرت کی تکفیر کے قائل ہیں (معاذ اللہ)

جبکہ یہی خود ساختہ علامہ صاحب لکھتے ہیں :-
 ”ہم اس مفتری (امام احمد رضا بریلوی) کو کافر نہیں کہتے“
 ”تقدیس الوکیل“ مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی
 وہ معرکہ الآرا کتاب ہے جس پر حاجی امداد اللہ ہماجرہ کمی علیہ الرحمۃ
 اور دیگر علمائے حرمین شریفین اور علمائے ہند کی بھی تصدیقات ہیں
 اس میں مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-
 ”علامۃ العلماء قطب الاولیاء امام توریثی نے اپنی کتاب ”معتمد
 فی المعتقدات“ قائل امکان مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 تکفیر کی ہے۔“

معلوم ہوا کہ دیوبندی جن کو اپنا اکابر تسلیم کرتے ہیں وہ
 نیز مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔

علامہ فضل حق خیر آبادی کا رد امکانِ نظیر

مجاہد آزادی، امام حکمت و کلام علامہ محمد فضل حق خیر آبادی
 قدس سرہ العزیز نے اپنی معرکہ الآرا کتاب ”تحقیق الفتویٰ“ میں
 عقیدہ امکانِ نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھرپور رد فرمایا
 ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
 مدظلہ العالی نے فرمایا ہے۔ امکانِ نظیر کا مطلب بیان کر ستم موٹے

۱۔ مطالعہ بریلویت جلد اول صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ لاہور۔
 ۲۔ تقدیس الوکیل مطبوعہ قصور طبع ۱۳۱۳ھ

امام حکمت فرماتے ہیں :-

”قائل کی مراد وہ فرد ہے جو اس ذاتِ اقدس کے ساتھ ماہیت
یعنی حقیقت و اصل اور ان تمام اوصافِ کاملہ میں شریک ہو جو اس
ذاتِ قدسی صفات، ضروری کائنات، مفخر ممکنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
میں موجود ہیں۔“

امتناعِ نظر یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل اور نظیر ہونے
سے متعلق آپ فرماتے ہیں :-

”اس را مکانِ نظر کے“ قائل کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضور
کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام کمالات میں برابر کر وڑوں اشخاص
تکوین (یعنی پیدا ہونے) کا تعلق صحیح ہے۔

جو شخص اردو زبان سے تھوڑی سی واقفیت رکھتا ہے، اس عبارت
سے اس معنی کے مقابلہ (فرد کسی معنی کی طرف اشتغالِ ذہن) ہونے پر
شک نہیں کرے گا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ
صفات سے تمام اوصاف و کمالات میں برابری رکھنے والے ایک شخص سے
بھی تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا باطل ہے کیونکہ ایسا ایک شخص بھی موجود ہوا تو
نقصِ استرانی کا کذب لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات
ہے اور جسے محال بالذات لازم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہوتا
(منطقی انداز میں) اس قیاس (افترانی حملی) کی ترتیب یوں ہوگی :

① کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا

محال بالذات کو مستلزم ہے۔

② اور جو محال بالذات کو مستلزم ہو اس سے تکوین کا تعلق

صحیح نہیں ہے یا (بصورتِ قیاس استثنائی اتصالی) کہا جائے۔
 اگر کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر سے تکوین
 کا تعلق صحیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا کذب بھی صحیح ہوتا لیکن تالی (اللہ تعالیٰ
 کا کذب) باطل ہے لہذا مقدم (کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
 برابر سے تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا) بھی باطل ہوگا۔
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا کذب الہی
 کو مستلزم ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کے برابر نبی کے صوا اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے بعد (نئے) نبی کے موجود ہونے سے نص قرآنی کا کذب
 لازم آتا ہے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم جمیع انبیاء ہونا
 نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ
 مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ لہذا اگر حضور صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا تکوین کے تحت داخل ہونا صحیح ہو تو
 اس نص صریح کا کذب صحیح ہو جائے گا۔ الحیاذ باللہ تعالیٰ
 من ذالک۔" ۱۰

علامہ محمد فضل خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ منطقی انداز سے عقیدہ نظر
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :-
 صغریٰ کا بیان دو طریقے سے ہے
 طریق اول :- یہ قضیہ سالبہ کلیہ دائرہ صادق ہے۔ کسی
 وقت کوئی ممکن ذاتی کمالات میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کے مساوی نہیں ہے (یہ اصل قضیہ ہے)

لہذا اس کا عکس ضرور صادق آئے گا۔

اوصاف و کمالات میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی مساوی کسی وقت ممکن ذاتی نہیں ہے (یہ عکس ہے) اصل تفضیل کے صدق کا بیان یہ ہے کہ اگر ہمارا یہ قول :-

”کسی وقت کوئی ممکن ذات، کمالات میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی نہیں ہے۔“

صادق نہ ہو تو اس کی نفی ضرور صادق ہوگی کیونکہ ارتقاع تفضیل محال ہے اور اس کی نفی موجب جزئیہ مطلقہ عامہ ہے اور وہ یہ ہے :-

”بعض ممکن ذاتی، سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالفعل بین زمانوں (ماضی مستقبل حال) میں سے ایک زمانے میں مساوی ہیں۔“

اور یہ مطلقہ عامہ موجب جزئیہ ہر مسلمان کے نزدیک باطل ہے (لہذا اصل صادق ہوا) اور جب اصل صادق ہوا تو اس کا عکس یقیناً صادق ہوگا۔ لہذا ثابت ہوا کہ کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مساوی، ممکن ذاتی نہیں ہے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں کہ وہ مساوی واجب بالذات ہو۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ یا ممتنع بالذات ہو۔ پہلی صورت بالبداہتہ باطل ہے۔ لہذا متعین ہو گیا کہ وہ مساوی ممتنع بالذات ہے اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

طریق ثانی :- یہ کہنا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا وجود ممکن ہے، اجتماع تفضیل کے امکان کو تسلیم کرنا ہے اور وہ تو باطل ہے (لہذا اس مساوی کا امکان بھی باطل ہے) ”رہ تحقیق الفتویٰ صفحہ ۱۶۴، ۱۶۵“

نوٹ :- اجتماع نقیضین کا مطلب ہے کہ دو مخالف چیزوں کا ایک جگہ جمع ہونا۔ مثلاً دن اور رات کا جمع ہونا، اجتماع نقیضین ہے۔ نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحت قدرت کہنا اجتماع نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ وہ نظیر یعنی وہ شخص یا خاتم الانبیاء ہوگا یا خاتم الانبیاء نہیں ہوگا۔ دونوں صورتوں میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہیں ہوگا۔ پہلی صورت میں وہ رمواذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ جائے گا کیونکہ لامحالہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کے ذمے میں داخل ہوں گے جن کا وہ خاتم ہوگا۔ اس طرح وہ درجہ میں بلند ہو گیا۔ دوسری صورت میں وہ خاتم الانبیاء نہیں ہے تو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں لہذا وہ مرتبہ میں کم ہو گیا اور نظیر نہ رہا۔ دونوں صورتوں میں مساوات فرض کرنے کے باوجود اس کا مساوی نہ ہونا لازم آیا۔ ثابت ہوا کہ جمیع کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر شخص کا موجود ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ وہ شخص تمام کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہ ہو۔ لہذا واضح ہو گیا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر شخص کا قول کرنا یا اس برابر کا قدرت خداوندی سے تعلق جوڑنا اجتماع نقیضین کے امکان کا قول کرنا ہے اور وہ تو محال بالذات ہے۔ پس نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال بالذات ہے۔ جب محال بالذات ہوا تو اس کا قدرت خداوندی سے بھی کوئی تعلق نہ رہا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق ممکنات سے ہے محالات سے نہیں۔ اسی طرح تمام کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر شخص کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہے اور جس کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہو وہ محال بالذات ہے۔ (مخلصاً)

تحقیق الفتویٰ صفحہ ۱۶۶

امکانِ نظر کے ہر شعبے کا جواب علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ نے بھرپور طریقے سے دیا ہے لہذا مزید تفصیل جاننے کے مشتاقین ان کی کتاب ”تحقیق الفتویٰ“ اور ”امتناع النظیر“ سے رجوع فرمائیں۔

ممکنہ حد تک تو ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب کو مسئلہ سمجھا دیا گیا ہے مگر جس کا کام ہی شانِ خداوندی اور شانِ رسالت کی گستاخی، بے باکی اور دریدہ دہنی ہو وہ بھلا کس طرح اسے قبولیت کا درجہ عطا کرے گا۔ لہذا انہیں مفت مشورہ یہ ہے کہ وہ قلم سے صفحہ قرطاس پر گستاخوں اور دریدہ دہنیوں کا کانٹا بکھرنے کی بجائے اُسے ازار بند ڈالنے کا کام لیا کریں تاکہ قلم کی حرمت سلامت رہ جائے۔

(۱۳) جوڑ توڑ اور فتنہ کاری کا نقطہٴ عروج

چونکہ ڈاکٹر صاحب نے جھوٹ اور فریب کو مرکزِ مان کر مطالعہ بریلویت ”ترتیب دی ہے اس لیے وہ ہر طرف سے گھوم پھر کر واپس اپنے محور کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ جی تو چاہتا ہے کہ صطر سطر کا پول کھولا جائے مگر یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ جو کچھ بطور نمونہ پیش کیا گیا حق و باطل میں امتیاز کے لیے کافی ہے اور نہ ماننے والوں کے لیے دفتر بیکاز ہیں۔ ہمارا کام منوانا نہیں محض حق کو ظاہر کر دینا ہے۔ ہم رُوسیاہ ہیں، گناہگار ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے پیار و مہول محمد عربی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اُمتی ہیں اور فقط انہیں کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ وہی ہمارا مرکز و محور ہیں اور انہیں

کی شفاعت کے امیدوار ہیں۔ لہذا آیت فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ مُّقِرٌّ
عَلَيْهِمُ الْفَارِغِينَ اُنَبِّ لَمْ يُؤْمِسُوا۔ سہ پرٹھ کر دل
کو تسلی دے لیتے ہیں۔ ہماری سچائیوں کو کوئی مانے یا نہ مانے، اُس
کا اپنا ایمان۔ ہم نے وَمَا عَلَيْنَا الْإِلَاحُ الْبَاسُ الْمُبِينُ پر عمل
کرنا ہے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ۔

بہر حال جب دماغ میں خناس گھس جائے تو دل کی گلیاں تاریک
ہو جاتی ہیں، نیت میں فتور آ جاتا ہے اور قلم ایسی گستاخیوں پر اتر
آتا ہے کہ کسی مقدس ہستی کی حرمت بچنے نہیں پاتی۔ اُسی گستاخ قلم سے
جناب ڈاکٹر صاحب ”فیضِ صحبت سے بنی بننے کا تصور“ کا عنوان
دے کر فرماتے ہیں :-

”مولانا احمد رضا خاں ایک جگہ لکھتے ہیں :-

”قریب تھا کہ یہ ساری کی ساری اُمت بنی ہو جائے۔“

جمال ہمنشیں درِ مرض اثر کرد

وگر نہ مرض ہمارے خاکم کہ ہستم

(فتاویٰ افریقیہ صفحہ ۱۳۲)

اعلیٰ حضرت نے یہ نہ سوچا کہ اگر ساری کی ساری اُمت بنی ہو جائے
تو ان بیوں کے لیے پھر آخر اُمتیں کہاں سے آئیں گی، اگر بنی ہی بنی
دُنیا میں ہوں اور اُمت کوئی نہ ہو تو پھر اس عنفری دُنیا اور فرشتوں
کی دُنیا میں کیا فرق رہے گا۔ افسوس کہ خان صاحب نے کچھ نہ سوچا
اور حضور کے فیضِ صحبت سے ملنے کا ایہام پیدا کر دیا۔ مرزا غلام احمد
نے بھی تو اپنی نبوت کی اساس اسی پر کھڑی کی تھی، سہ

ڈاکٹر صاحب! آپ بھول رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے اپنی نبوت کی اساس ”تسخیر الناس“ پر کھڑی کی تھی جس کے مصنف مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند ہیں۔ آپ نے بغیر ثبوت کے بات کی ہے اور یہیں ٹھوس دلائل پیش کر سکتا ہوں جو مرزا ٹیول کی کتب میں لکھا ہے کہ خاتم النبیین کا جو معنی نانوتوی صاحب نے کیا ہے، ہم اُسی کو تسلیم کرتے ہیں اور اس عقیدہ میں نانوتوی صاحب ہمارے امام ہیں۔ حوالے ضرورت ہوں تو پیش کئے جاسکتے ہیں۔

جس جوڑ توڑ اور فریب کاری کا ثبوت آپ نے امام احمد رضا کے اس حوالہ میں دیا ہے یہ شاید فریب کا زل اور آپ کی دھوکہ بازیوں کا نقطہ شروع ہے اور دجل و تبلیس کی دُنیا میں اس کی نظر مشکل سے ملے گی۔ جب دل و دماغ اور نوکِ قلم پر شیطنیت کا مکمل پہرہ ہو تو پھر ایسی ہی وارداتیں سرزد ہوتی ہیں۔ ان فریب کاریوں کی خلش اہل ایمان کو بدقون محسوس ہوتی رہے گی۔

دیکھئے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے ”فناوی افریقہ“ میں سے آقلے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث پاک درج کی۔ ملاحظہ فرمائیے۔

امام احمد وابن ماجہ والبداء و الطیالسی والبیہقی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

انه لم يكن نبى الا لما دعوة قد تخيرها في الدنيا واني قد احتبأت دعوتي شفاعا لا مستى وانا سيد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر وانا اول من تنشق عنه الارض ولا فخر وبى لواء الحمد

ولا فخر آدم فمن دونه تحت لوائه ولا فخر
 رثم ساق حدیث الشفاعة الخ ان قال فاذا
 اراد الله ان يصعد بين خلقه ناری مناد این
 احمد وامة فخن الا خرون الاولون نحن اخرا لامم
 واول من محاسب فتفرج لنا الامم عن طريقنا
 فتمضی غرا مجلین من اثر الطهور فيقول الامم كادت
 هذه الامة ان تكون انبياء كلها الحديث یعنی ہر نبی
 کے واسطے ایک دعا تھی کہ وہ دنیا میں کرچکا اور میں نے اپنی دعا
 روز قیامت کے لیے چھپا رکھی ہے وہ شفاعت ہے میری اُمت کے
 واسطے اور میں قیامت میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور کچھ فخر مقصود
 نہیں اور اول میں مرقد اطر سے اُٹھوں گا اور کچھ فخر مقصود نہیں اور
 میرے ہی ہاتھ میں لوار الحمد ہوگا اور کچھ افتخار نہیں۔ آدم اور ان کے
 کے بعد جتنے ہیں سب میرے زیر نشان ہوں گے اور کچھ تفاخر نہیں۔
 جب اللہ تعالیٰ خلق میں فیصلہ کرنا چاہے گا۔ ایک منادی پکارے
 گا کہاں ہیں احمد اور ان کی اُمت۔ تو ہمیں آخر ہیں اور ہمیں اول ہیں۔
 ہم سب اُمتوں سے زمانے میں پیچھے اور حساب میں پہلے تمام اُمتیں
 ہمارے لیے راستہ دیں گی، ہم چلیں گے، اثر و صوت سے درخشندہ رخ
 و تابندہ اعضاء، سب اُمتیں کہیں گی قریب تھا کہ یہ اُمت تو ساری
 کی ساری انبیاء ہو جائے۔

جمال ہم نشیں منہ اثر کرد
 وگر نہ منہ ہمارے غاکم کہ ہستم

نوٹ :- فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۳۲ کا فوٹو سٹیٹ بھی مضمون کے آخر میں دیا جا رہا ہے ملاحظہ فرمائیے۔ پہلی بات یہ کہ ڈاکٹر صاحب نے جو عبارت کا ایک ٹکڑا لیا ہے وہ دراصل پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کا نشانہ درحقیقت عظمتِ مصطفیٰ ہے اس لیے امام احمد رضا کی تو محض آڑ ہے۔ یعنی کہوں بیٹی کو اور سناؤں بہو کو۔ بلاشبہ ڈاکٹر صاحب کے گستاخ قلم کا رُخ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کی طرف ہے۔ اس لیے ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس محبوب مشغلہ کا دل کھول کر مظاہرہ کیا ہے۔

بہر کیف یہ حدیث پاک کے الفاظ ہیں اور سند ساتھ موجود ہے۔
دوسری بات یہ کہ یہ بات روزِ محشر کی ہے اس موجودہ دنیا کی نہیں جبکہ ڈاکٹر صاحب اپنی ملت دیوبند کو یہ احساس دلا رہے ہیں کہ اگر اتنے نبی ہو جائے تو پھر اس عنصری دنیا اور فرشتوں کی دنیا میں کچھ فرق نہ آئے گا اور یہ کہ اتنی اُمّتیں پھر کہاں سے آئیں گی۔ دیکھا؛ دماغ میں گھٹے ہوئے خناس کا تماشہ، کیسے کھیل کھلاتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ ”فیضِ محبت سے بنی بننے کے تصور“ کی بات اس حدیث پاک میں کہیں بھی نہیں۔ چونکہ ”فیضِ محبت سے بنی بننے کے تصور“ کا عقیدہ کفر ہے اس لیے یہ بات جب جوڑ توڑ کی عنایت سے ڈاکٹر صاحب نے حدیث سے نکال لی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ یہ عقیدہ حضور کا بتا رہے ہیں اور ایسا عقیدہ حضور کی طرف نسبت کرنا کھلا کفر ہے۔ استغفر اللہ تم استغفر اللہ۔

چوتھی بات یہ کہ ”قریب تھا کہ یہ اُمّت تو ساری کی ساری انبیاء ہو جائے“ یہ بات احمد رضا نہیں کہہ رہے بلکہ میدانِ حشر میں دیگر

اُمّت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اثر و صوف سے درخشندہ
 و تابندہ اعضاء کو دیکھ کر کہیں گی۔ بات اگلی دُنیا کی تھی، ڈاکٹر صاحب نے
 اِس دُنیا کی بنادی، کہنے والی سابقہ اُمّتیں ہیں، ڈاکٹر صاحب نے امام احمد
 رضا کے ذمہ لگا دی۔ بتلیے دشمنی احمد رضا سے ہوئی یا اللہ اور اُس کے
 رسول سے ہوئی۔ بس خوفِ خدا سے بے پرواہ ہو کر قرآن و حدیث کو
 بگاڑتے چلے آ رہے ہیں، بے ادبی، بے حرمتی، گستاخی، تضحیک کی جا
 رہی ہے مگر کچھ شرم نہیں۔

ع بے حیا باشعور و ہرچہ خواہی کُفر

ڈاکٹر صاحب نے جو آخر میں فرمایا ہے کہ ”مرزا غلام احمد نے
 بھی تو اپنی نبوت کی احساس اسی پر کھڑی کی تھی“ چونکہ ڈاکٹر صاحب
 جس احساس پر مرزا کی نبوت کھڑی کر رہے ہیں وہ تو حدیثِ پاک میں
 موجود ہی نہیں یعنی ”فیضِ صحبت سے نبی بننے کا تصور“۔ اس لیے جھوٹے
 پر ہزار ہزار لعنت۔ اور معاذ اللہ معاذ اللہ تم معاذ اللہ۔ اگر ڈاکٹر صاحب
 چکے ہیں تو پھر یہ حدیثِ پاک کے الفاظ ہوئے جس پر مرزا غلام احمد نے
 نبوت کی بنیاد رکھی اس لحاظ سے پھر ڈاکٹر صاحب کے عقیدے کے مطابق
 مرزا پتلا ٹھہرا۔ اور یہ بھی کُفر۔ اگر ڈاکٹر صاحب زور دیتے ہیں کہ میری
 بات سچی ہے تو مرزا غلط نہیں ہو سکتا کہ اُس نے حدیث پر عمل کیا
 ہے، یہ بھی کُفر ہے۔ اور اگر حدیث کو دیکھا جائے تو ڈاکٹر صاحب
 غلط کہ حدیث میں کہیں بھی یہ الفاظ نہیں اور نہ ایسا غیثہ بیان کیا
 گیا گیا ہے، یہ ڈاکٹر صاحب کا براہِ راست ذاتِ سرور کا ثبات صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم پر بہتان ہوا۔ اور یہ بھی کُفر ہے۔

مجنور ہے گر فتارِ بلا و نوحہ طرح سے

وہ محبتِ لیلیٰ ہے جو کہ ہو فرقتِ لیلیٰ

بتائیے کہ حوالہ لیتے وقت کیا ڈاکٹر صاحب کی پورے صفحے پر نظر نہیں تھی؟ کیا انہیں حدیث پاک کے الفاظ معہ سند دکھائی نہیں دے رہے تھے؟ مگر ڈاکٹر صاحب چونکہ ختم اللہ علی قلوبہم وعلیٰ سمعہم وعلیٰ ابصارہم کا عملی نمونہ بن چکے تھے اس لیے سب کچھ سامنے ہوتے ہوئے بھی انہیں کچھ نظر نہیں آسکا۔ جس شخص کی ہمدردیاں ولید بن مغیرہ کے ساتھ ہوں وہ امام احمد رضا سے عداوت و دشمنی نہیں تو کیا دوستی رکھے گا؟

مثبات کا دھندہ کرنے والوں میں ایسے ظالم، بے ایمان اور شقی القلب بھی ہیں جو قرآن و حدیث کے صفحات کاٹ کر اندر سے خالی کر کے چرم، افیم اور ہیروئن وغیرہ بھر لیتے ہیں۔ کئی ایسے لوگ پکڑے جا چکے ہیں اور ان کا ذکر اخبارات میں آچکا ہے۔ یعنی تقدس و پاکیزگی کی آڑ میں مکر وہ کاروبار کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب بھی علامہ کہلاتے ہیں، قرآن و حدیث کے عالم فاضل بنتے ہیں مگر جو مکر وہ رویہ انہوں نے قرآن و حدیث کی آڑ میں اپنایا ہے یہ سب ان کی علمی و دینی شخصیت کا بھانڈا پھوڑنے کے لیے کافی ہے۔ جب ٹھوس دلائل سے صفحے کے صفحے بھر دیئے ہیں اور ساتھ اصل کتب کے فوٹو سٹیٹ بھی دے دیئے ہیں تو اب میری عبارت پڑھ کر ناک بھوں چڑھانے والے بھی اپنے انجام پر ایک نظر ضرور کر لیں۔ ”مطالعہ بریلویت“ کو سینے سے لگا کر نہ کھنے والو! تو بہ کر لو۔ ابھی وقت ہے۔

طر پیر نہ مانیں گے قیامت کو اگر ماضی گیا

۱۳ اکابرین دیوبند کے باغی

ڈاکٹر صاحب ”مطالعہ بریلویت“ جلد دوم کے آخری صفحات میں عوام الناس کو اہل سنت و جماعت سے کیوں متنفر کرتے ہیں کہ بریلوی مکہ کی باجماعت نمازوں اور مسجد الحرام کی نماز جمعہ سے محروم واپس لوٹتے ہیں اور لکھتے ہیں :-

”یہ برطانوی استبداد کا کڑوا پہل ہے جو قوم کو چکھنا پڑا اور دیکھتے دیکھتے بریلوی مذہب یکرومدینہ کی انگٹاخیوں سے ترتیب پاگیا۔“

جواباً عرض ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ مقدس مقامات ہیں، ان کی بے حرمتی کرنے والا ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔ رہ معاملہ دہان کے رہنے والوں کا، جو اس وقت سعودی خاندان کے افراد وغیرہ ہیں، تو ان سے کسی مسئلے میں اختلاف کرنے سے کسی بنیادی عقیدے پر زور نہیں پڑتی اور نہ اسلام ہی ملتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب! حب دارالعلوم دیوبند کے معتبر عالم اور آپ کے فخر المحدثین مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری نے ”المہند“ لکھ کر سنجیدوں کو خارجی قرار دیا اور دیگر علمائے دیوبند یعنی آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی، شیخ الہند مولوی محمود الحسن، شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مصنف شہاب ثاقب، شیخ الحدیث

مولوی انور شاہ کشمیری (فیض الباری)، مفتی کفایت اللہ بہارنوری،
عاشق الہی میرٹھی، قاری محمد طیب، مفتی محمد شفیع دیوبندی، مفتی
ظفر احمد عثمانی، مولوی عبدالحق اکوڑہ خشک، مفتی جمیل احمد نقوی
(بقید حیات) لاہور، سید حامد میاں لاہور، مولوی عبدالستار
تونسوی، محمد سرفراز گکھڑوی اور قاضی عبداللطیف جلمی وغیرہ پیشا
علمائے دیوبند نے ”المہند“ کی بھرپور تصدیق فرمادی، تو اب جو دیوبندی
وہاں جا کر اُن کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں تو یہ اپنے اکابرین کے باغی
ہوئے۔ کیونکہ خود دیوبند کے نامور علماء جو کہ دیوبندیت کے ستون ہیں
اور جن کے دم خم سے یہ عمارت قائم ہے اگر وہی کہتے ہیں کہ محمد بن عبد الوہاب
بخدی کا گروہ خارجیوں کا گروہ تھا (خارجیوں کے متعلق مولوی رشید
احمد گنگوہی صاحب یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ خارجی حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کو کافر کہتے ہیں) (فتاویٰ رشیدیہ)

محمد بن عبد الوہاب بخدی فاسق و فاجر، ظالم و خونخوار اور باغی و
مشرک تھا، محمد بن عبد الوہاب بخدی نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر
حملہ کیا، ہزاروں مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا، اُن کے قتل کو (قرآنی
آیات سے بغاوت کہتے ہوئے) مباح سمجھا، اُن کے اموال کو خوب لوٹا
اور حلال جانا اور علمائے دیوبند نے مزید لکھا کہ محمد بن عبد الوہاب بخدی
اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتا تھا جو اُس کے عقیدے کا نہ ہو، اور
مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو کافر و مشرک قرار دیتا
تھا (کفر کا حکم ایک طرف ضرور لوٹتا ہے۔ حدیث)

اور لکھا کہ یہ وہابی کہتے ہیں کہ بعد از وفات سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ہم کو نہ یادہ نفع دینے والی ہے
کہ ہم اسے گتے کو دفع کر سکتے ہیں اور سرور کائنات سے اب یہ بھی

نہیں کر سکتے۔ نقل کفر کفر نباشد (شہاب ثاقب)۔

آپ لوگ اپنے اکابرین سے باغی ہو کر ایسے لوگوں کے پیچھے نہیں پڑتے ہیں تو سو بار پڑھیں۔ اختلافات کی یہ عبارات ”المہند“ اور ”شہاب ثاقب“ میں موجود ہیں یا نہیں۔ اور زندہ و مردہ معتبر نہ کہ وہ علمائے دیوبند کی تقلید ہی ”المہند“ پر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اب کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب کہ علمائے دیوبند کا یہ اختلاف برطانیہ میں رہنے والے کسی الگ گروہ سے تھا یا عرب شریف کے رہنے والے ایک عربی سے، جب آپ کے علمائے دیوبند عرب شریف کے رہنے والوں سے اختلاف کر کے آپ کے نزدیک سچے سچے مسلمان کے مسلمان ہیں تو بریلویوں کا اختلاف انہیں کیوں کو اسلام سے خارج کر دے گا۔ اور شہاب ثاقب میں مولوی حسین احمد نانڈوی المعروف مدنی صاحب نے ولایت کی طرف کفر یہ عقیدہ جو منسوب کیا ہے یعنی بعد از وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اپنی لامٹھی کو زیادہ نفع مند ہونے کا ولایت عقیدہ درج کرنے سے پہلے دوبارہ عواذ اللہ اور نقل کفر کفر نباشد تحریر کیا ہے۔ اگر یہ کفر یہ عقیدہ نہ ہوتا تو نقل کفر کفر نباشد کیوں لکھتے۔ اور اگر کچھ لوگ محمد بن عبد الوہاب نجدی کو اپنا مقتدا و پیشوا قرار دیں تو وہ یہ بتائیں کہ جب محمد بن عبد الوہاب نجدی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا تو دہلیں وہ کس کو تہ تیغ کرتا رہا۔ اور یہ تو اس کے ماننے والے بھی اقرار کرتے ہیں کہ اس نے ہزاروں باشندگان مکہ و مدینہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اگر وہ کھارتے تو اس علاقہ پر ان کا قبضہ ثابت ہوا اور اگر مسلمان تھے تو محمد بن عبد الوہاب نجدی انہیں قتل کر کے قرآنی آیت وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُ مِنْ جَهَنَّمَ خَالِدًا

فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۝ لَهٗ كِي سزا کا سختی ٹھہرا۔ چہ جائیکہ اُسے مقتدا و پیشوا مانا جائے۔

ڈاکٹر صاحب! آپ دونوں طرح سے گئے، نہ مسجد کے رہے نہ مے خانے کے۔ یہ تو آپ کا انتہائی منافقانہ رویہ ہے کہ ایک طرف نجدیوں سے اتنا شدید اختلاف اور دوسری طرف بہ خاطر مال و ریال پکا گٹھ جوڑ۔

دیوبندی شیخ الاسلام مدنی صاحب نے شہاب ثاقب میں نجدیوں کے رد میں چھبیس صفحے سیاہ کر دیئے ہیں اور جی بھر کر انہیں برا بھلا کہا ہے، وہ ہمہ خبیثہ لکھ لکھ کر قلم کی نوک گھسا دی ہے، ”الہند“ میں اُسے خارجیوں کا گروہ کہا گیا مگر ادھر اُن شیخ الاسلاموں وغیرہ کے متبعین آج اُسی نجدی اور اُس کے پیروکاروں کے گیت گاتے پھرتے ہیں۔ مولوی ضیاء الرحمن فاروقی سرپرست سپاہ صحابہ موجودہ سعودی عرب کے مذہبی لٹریچر اور نصاب تعلیم سے متعلق لکھتے ہیں :-

”شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب آج عرب کے ماتھے کا جھومر اور گمراہی کی تاریک راہوں میں تعلیم و تربیت کا ستارہ ہے، ان کی کتابیں سعودی عرب کے نصاب تعلیم کی زینت ہیں۔“ لے سعودی عرب کے رہنے والے تمام لوگ نجدی ہرگز نہیں۔ ان میں

لے (ترجمہ) جس کسی نے قتل کیا مسلمان کو جان بوجھ کر تو اس کی سزا جہنم ہے، پڑا رہے اس میں، اللہ کا اس پر غضب ہوا اُس کو لعنت کی اور اس کے واسطے بڑا عذاب تیار کیا (پ ۵ سورہ النساء آیت ۹۳) لے فیصل اک روشن ستارہ صفحہ ۱۰۴ ÷

حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ بھی ہیں۔ ہم بریلوی علمائے دیوبند کی المہند کے اُس حصے کی تصدیق کرتے ہیں جس میں نجدیوں کی خبر لی گئی ہے لہذا ہم نجدیوں کے خلاف ہیں، تمام اہل حجاز کے نہیں۔ سرپرست سپاہ صحابہ ضیاء الرحمن فاروقی صاحب کی سند دیوبندیوں کے لیے معتبر حیثیت رکھتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سعودی عرب میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے افکار و خیالات کی ترقی ہو رہی ہے اور اُسی کی کتابیں سرکاری طور پر نصاب تعلیم میں شامل ہیں تو ڈاکٹر صاحب بتائیے کہ جب آپ کے بزرگ تمام اصاغر و اکابر ”المہند“ میں علامہ عثمانی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے اس قیدر شدید و کثیر الزام عائد کر رہے ہیں تو پھر ایسے بدعتیہ شخص کے متبعین کے پیچھے کون سی دلیل شرعی سے نماز ہو جاتی ہے ؟

بخدا آج اس سعودی خاندان کی حکومت اگر ختم ہو جائے اور اس کی بجائے وہی پہلے والے اہل سنت و جماعت سربراہ ہو جائیں تو آپ اُن کے قدموں پر گر کر کہیں گے کہ جلالتہ الملک ! حضور والا ! ہم تو محمد بن عبدالوہاب نجدی کو فاسق و فاجر، ظالم و مکرش اور باغی و خو خوار کہتے چلے آئے ہیں۔ یہ دیکھیے ہماری ”المہند“ نصف صدی سے زیادہ عرصہ کی گواہ ہے اور یہ دیکھیے ہمارے پاکستان کے کامل دلی سرکار گولڑہ شریف حضرت سید پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”صیفِ چشتیائی“ جو پہلی بار مرزا غلام احمد قادیانی کے جواب میں ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اس میں حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں :-

”پس اگر ان پیش گوئیوں کو خارج میں مطابق کر کے دیکھا جائے تو مسلمہ کذاب اور اسود عینی اور محمد بن قسطنطیل اور محمد بن عبدالوہاب کے بعد یہی قادیانی صاحب ہیں جنہوں نے اپنے

کو نبی سمجھا۔ ۹

یعنی دیوبندیوں نے آنے والے خطرات کے پیش نظر پہلے سے ہی ”پیش بندی“ کر رکھی ہے کہ دونوں طرح سے اپنا کام چلتا رہے یا دے کہ دیوبندی حضرات قبلہ پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کا بے حد احترام کرتے ہیں مگر یہ صرف ظاہری احترام ہے جو دھوکہ ہے، فریب ہے۔ اُن کے عقائد کو نہیں مانتے۔ بالکل اسی طرح جیسے مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے مرید مولوی صادق الیقین سے کہا تھا کہ میاں! تم ہمارے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے ملنے تو جا رہے ہو مگر اُن کے افعال و اعمال دیکھ کر اُن کے نہ ہو جانا کہ زمین و آسمان کا فرق ہے (تذکرۃ الرشید) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور پیر مہر علی شاہ گیارہویں شریف کو ماننے والے، یہ مریدین اُسے حرام کہنے والے وہ میلاد و قیام کے عاشق، یہ اُسے بدعت قرار دینے والے، وہ نجدیوں کے خلاف، یہ نجدیوں کی جوتیوں میں پانی پینے والے، وہ عطائی علم غیب، استمداد و استعانت اور زیارت قبور کے قائل، یہ ان عقائد کو شرک سے تعبیر کرنے والے، ہر مشدین اور مریدین کا کہیں اتفاق نہیں مگر پچھٹے تو آداب و القاب کے ڈھیر لگا دیں گے۔ کیسی چالاکیاں ہیں اور کیا چال بازیاں ہیں۔

تو بات ہو رہی تھی ڈاکٹر صاحب کی اُس عبارت کی جو انہوں نے

۱۰ سیف چشتیائی صفحہ ۹۰ -

ضروری نوٹ :- ۱۹۸۱ء کی خلیفہ کردہ ”سیف چشتیائی“ میں محمد بن عبد الوہاب

کا نام حنابلہ رکھ دیا گیا ہے۔ جس کی وضاحت اسی ایڈیشن کے آخر

”اصلاح نامہ“ میں کی گئی ہے :-

سُنی بریلویوں کے خلاف لکھی ہے کہ یہ لوگ دہاں جا کر ان کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے۔ نمازیں اس لیے نہیں پڑھتے کہ دہاں محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتابوں کی تعلیم ہے۔ اور اس شیخ نجدی کی کتابوں سے متعلق سید پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف کے سوانح نگار لکھتے ہیں ا۔

”محمد بن عبد الوہاب کا جو رسالہ علمائے مکہ کی طرف بطور دعوت و محبت بھیجا گیا تھا اُس میں تحریر تھا کہ ا۔

”جو شخص نبی کو اپنا ولی اور خلیفہ سمجھتا ہے وہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہیں، جو شخص اپنی حاجت کے وقت یا محمد کہتا ہے اگرچہ ان کے متعلق سب باتوں میں بندہ عاجز ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو بھی مشرک ہو جاتا ہے۔ اور تجھے ان باتوں میں ہمارا شیخ ابن تیمیہ پس ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد کی قبر اور مشاہد اور مساجد اور آثار کی طرف سفر کر کے جانا مشرک اکبر ہے۔“

اسی رسالہ میں مزید تحریر ہے :-

”أَمَّا الشُّبْحُونَ فَاَللَّهُ وَالسُّوَاعُ وَالْعُزَّى
وَأَمَّا اللّٰهُ حَقُّونَ مُحَمَّدٍ وَعَلَى وَعَبْدُ الْقَادِرِ
(معاذ اللہ) پہلے بت لات اور سواع اور عزیٰ تھے اور پہلے بت محمد اور علی اور عبد القادر ہیں۔“

چند سطور بعد لکھا ہے :-

”پس عرب معاصرین نے کچھ غلط نہیں کہا تھا کہ ابن عبد الوہاب نے علم کی کسی صنف میں بھی تکمیل نہیں کی تھی اور طالب علمی کے ایام میں

محض مسئلہ کذاب اور اسود عسی (جھوٹے مدعی نبوت) کے سوانحات
ہی پڑھتا رہتا تھا۔“

بتائیے! گو لڑہ شریف والوں کا آپ حکم کیوں نہیں مانتے۔
انہیں رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں اور تمام عقائد میں ان سے اختلاف
بھی کرتے ہیں کہ جو وجہ نزاع بنے ہوئے ہیں۔ یہ دورنگی کس لیے اور کیونکر

تو ڈاکٹر صاحب! اب بتائیے آپ نے بھی حضرت پیر مہر علی
شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو بطریق ادب و احترام اپنی اس کتاب کے صفحہ
۲۴۴ پر بطور عند پیش کیا ہے۔ ان کے خیالات آپ نے ملاحظہ فرمائیے اور
بخدی شیخ کا عقیدہ بھی آپ نے پڑھ لیا۔ کیا ایسے بد عقیدہ شخص کے
متبعین کے پیچھے شرعاً نماز جائز ہے؟ آپ تو پڑھ ہی لیں گے اور پڑھتے
بھی ہیں کیونکہ آپ کے مولوی رشید احمد گنگوہی کے مطابق شیخ بخدی
عمدہ عقائد کا مالک تھا۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

ایک خبیث عقیدہ تو آپ نے سوانح پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ میں پڑھ
لیا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور شیخ
عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس زمانے کے بت کہا (العیاذ باللہ تعالیٰ)
اور اس کے باقی عقائد پڑھنے ہوں تو ”کنبد خضر“ از مولانا محمد معراج الاسلام
اور ”تاریخ نجد و حجاز“ از مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ملاحظہ
فرمائیے۔ رہی بات ان حجاج کرام کی جو دہاں جا کر بخدی آئمہ کے پیچھے
نماز پڑھتے ہیں اور اگر آپ سوال کریں کہ ان کی نماز پھر کیسے ہو جاتی
ہے تو اس کے لیے علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ کے مضمون ”بد عقیدہ

امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم، کی طرف رجوع کیا جائے جو کہ
”مقالات کاظمی“ حصہ سوم صفحہ ۳۱۸ پر موجود ہے۔ انشاء اللہ
العزیز تسلی ہو جائے گی۔

شورشِ کاشمیری کے تاثرات | وہ دیوبندی علماء و مناظر جو
سستی بریلویوں کے خلاف

ہمہ وقت نہ ہر اگلے میں معروف رہتے ہیں، اپنی تقریر میں وزن پیدا
کرنے کے لیے شورشِ کاشمیری دیوبندی کے اشعار ضرور پڑھتے ہیں
جو انہوں نے ہمارے خلاف لکھے ہیں۔ یہ اشعار سن کر دیوبندی بڑے
اچھل کود کرتے ہیں۔ حالانکہ شاعر گھر کا ہو تو پھر اچھل کود چہ معنی
دارد۔ بہر حال شورشِ کاشمیری نے شاہ فیصل کے دورِ حکومت
میں ۱۹۶۹ء میں سعودی عرب میں چودہ دن گزارے اور ان
تاثرات کو اپنی مشہور کتاب ”مشبِ جلّے کہ من بودم“ میں لکھ دیا۔
شورشِ کاشمیری مسلکِ دیوبند کے معروف نقیب ہونے کے ساتھ
ساتھ مشہور اہل قلم اور صحافیوں میں شمار ہوتے تھے۔ مآثر و مشاہد
اس طرح بیان کرتے ہیں :-

سعودی حکومت نے عہدِ رسالت کے آثار، صحابہ کرام کے
مظاہر اور اہل بیت کے شواہد اس طرح مٹا دیے ہیں کہ جو چیزیں
ڈھونڈ ڈھونڈ کر محفوظ کرنی چاہیے تھیں، وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر محو
کر دی گئی ہیں۔ کہیں کوئی قبر یا نشان نہیں، لوگ بتاتے اور ہم
مان لیتے ہیں۔ حکومت کے نزدیک ان آثار و نقوش اور مظاہرِ مقابر
کا باقی رکھنا بدعت ہے۔ عقیدہ توحید کے منافی ہے، سنتِ رسول
کے خلاف ہے، لیکن عصرِ حاضر کی ہر جدت، جدہ ہی میں نہیں پورے
جائز میں موجود ہے بلکہ بڑھ کر پھیل رہی ہے۔ کیا قرآن و سنت کا اطلاق

اس پر نہیں ہوتا؟ شاہ فیصل کی تصویریں ہوٹلوں میں لٹک رہی ہیں
انہیں حکومت نے خود جہت کیا ہے، ایئر پورٹ پر اترتے ہی شاہ فیصل
کی تصویر پر نظر پڑتی ہے، قبوہ خاں اور ریتورانوں میں ان تصویروں
کی بہت سی ہیں لیکن اس میں کوئی بدعت نہیں۔ بدعت اسلاف
کی یادیں بنانے اور باقی رکھنے میں ہے۔“

ڈاکٹر خالد محمود صاحب! آپ نے برطانوی استبداد کے کڑوے
پھل کا ذکر کیا تھا، ذرا شورش صاحب کی بھی سنئے :-

”آل سعود کی حکومت یورپ کی ہر چیز سے متمنع ہو رہی ہے۔
حتیٰ کہ طبیعت نوجوان رکھنے کا یہ سامان یہاں موجود ہے..... لیکن
ہم تاریخ کی اس دولت سے جو سرد کونین کے سوانح و افکار پر روشنی
ڈالتی ہے اور عظیم المرتبت صحابہ کے حالات و کوائف سے آگاہ کرتی
ہے، ایک ایسا برتاؤ کر رہے ہیں کہ اس پر اغراض و استبداد (چشم
پوشی اور ظلم و قہر) دونوں کا اطلاق ہوتا ہے۔“

مزید لکھتے ہیں :-

”حضرت خدیجہ کی قبر پر نگاہ کی، ام المومنین کا مزار — میں
کامپ اٹھا۔ میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔ مسلمانوں نے اپنی بیویوں کے
تاج نکل بنا ڈالے، لیکن جس عورت کو پیغمبر آخر الزمان کی پہلی شریک
حیات ہونے کا شرف حاصل ہوا، جو فاطمہ الزہراء کی ماں تھیں، وہ
ایک قبر ویران میں پڑی ہیں، میں اپنے تئیں ضبط نہ کر سکا، آنکھوں میں
بدلیاں آگئیں۔ میں نے کہا..... کیا خدیجہ الکبریٰ مکی زندگی نہیں
گزار رہیں۔ حضور کو بعثت سے پہلے گیارہ سال ستایا گیا، ام المومنین

کو اب ستایا جا رہا ہے..... جو لوگ اس کا نام قرآن و سنت رکھتے ہیں، وہ خود کس منہ سے تاج پشی پہنتے ہیں، اونچے اونچے محل بناتے ہیں، محمد عربی کی دولت سمیٹتے اور اس کا نام خزانہ شاہی رکھتے ہیں۔ جس ذات اقدس کے صدقہ میں عزتیں پائی ہیں، اس کے آثار اقدس کی یہ بے حرمتی! یہ قرآن و سنت نہیں، اہانت اور مرتج اہانت ہے۔“

آثار و مقابر کی تباہی و بربادی اور خستہ حالی کا جو نقشہ اور جن الفاظ میں شورش کاشمیری نے پیش کیا ہے، ایک مسلمان کا کلیجہ اُسے پڑھ کر مٹنے کو آنے لگتا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:-

”جنت البقیع ان گیارہ میں سے نو کی آخری آرمگاہ ہے لیکن حکمرانوں کی کشرعی خستہ (عداوت و نفرت) کا شکار، رسول اللہ کے اہل بیت، رسول کی اولادیں، رسول کے ساتھی، رسول کے جانشین، رسول کے جانشین، رسول کے فدائی حتیٰ کہ رسول کو گود میں کھلانے والی حلیمہ سعدیہ یہاں اس طرح لیٹی ہوئی ہیں، جس طرح گناہم ادیول کے ادھرے صوڈوں پر عبا رتیں، قلم کی کتر بیونت سے دم توڑ دیتی ہیں..... آہ حمزہ کا رونے والا کوئی نہیں! حمزہ نے تو حمزہ کا کلیجہ چبایا تھا، لیکن انہوں نے حمزہ کی قبر چبا ڈالی ہے!“

شورش کاشمیری نے آثار و مقابر کے ساتھ سعودی حکمرانوں کے وحشیانہ سلوک پر زبردست احتجاج کیا ہے۔ شورش واپس پاکستان آتا ہے، جنت البقیع میں مزارات کی ویرانی و خستگی اُس کے دل کا خون پخوڑے ہوئے ہے، مگر سرکار رسالت مآب صلی اللہ

سے شبنہ جائے کہ من بودم صفحہ ۷۲، ۷۱ سہ ایضاً صفحہ ۱۶۱ تا ۱۶۹ ملخصاً:

علیہ وآلہ وسلم کے جگر کے ٹکڑے سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے مزار کی بے حرمتی اُسے سہرا پا درد بنائے ہوئے ہے، اُس کے ذہن میں غم و اندوہ کے طوفان ہیں، روح افسردگی کی بھٹی میں جل رہی ہے۔ آخر اُس کا یہ درد اور یہ غم و اندوہ روشنائی کی صورت میں قلم سے ٹپکنے لگتا ہے اور صفحہ قرطاس پر بکھر کر فریاد کرنے لگتا ہے۔

فاطمہ الزہراء کے مزار پر | جنت البقیع میں مزارات کی حالت حد درجہ ناگفتہ بہ ہے، چلو میں فلک

بوس عمارات کھڑی کی جا رہی ہیں اور بہت سی قد آور عمارتیں کھڑی ہو چکی ہیں۔ جس پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر کا مکان نہ بنایا، اس کے نام لیوا بنگلوں اور محلوں میں رہ رہے ہیں لیکن جنت البقیع ہی ایک ایسی جگہ ہے، جہاں قبروں کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "ہدایت" پر یارانِ نجد نے عبرت کے نوشتے بنا رکھے ہیں، گویا اسلاف کی قبروں پر "سنت نبوی" نافذ ہے لیکن خود زندہ قبریں سنگ مرمر کے محلوں میں رہ رہی ہیں۔

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزارِ اقدس پر میرے اشکبار دل کی، جو حالت ہوئی، عرصن کرنا مشکل ہے، ایک ویرانہ میں ماں پڑی سوتی ہیں، ذرا ہٹ کے امام حسن، امام زین العابدین، امام جعفر صادق اور امام باقر آرام کو رہے ہیں۔ ان کی جڑواں قبروں کے روبرو حضور کے چچا حضرت عباس ابن عبدالمطلب کی قبر ہے۔ ذیل کے اشعار اسی عاصری کی یادگار ہیں۔ شورش کاشمیری۔

اس سا کندہ سے گنبدِ خضریٰ ہے پُر مال	لختِ دلِ رسول کی تربتوں سے خستہ حال
دل میں ٹھٹھک گیا کہ نظر میں سمٹ گیا	اس جنت البقیع کی تحظیم کا خیال
طیبہ میں بھی ہے آلِ پیمبر پہ ابتلا	اس ابتلا سے خاطرِ گونہیں چھنڈ حال

سوئے سوئے ہیں ماں کی لمحہ ہی اس پاس
اڑتی ہے ڈھول مرقہ آل رسول پر
افتادگان خواب میں آل ابو تراب
فرشتہ رولہ ہے پیر کے دین میں
اسلام اپنے مولد و منشا میں اجنبی
تو ندیں بڑھتی ہیں غریب کے خون سے
جس کی نگاہ میں بنت نبی کی حیاء ہو
پھٹتی ہے پو، تو صبح بچہ تھی ہے بالفرد
کب تک ہے گی آل پیر لٹی پٹی
از لبکہ ہوں غلام غلامان الہییت

پور خلیل، سبط پیمبر، علی کے لال
ہوتا ہے دیکھتے ہی طبیعت کو اختلال
اب تک ہے ہی ہے گردشِ دور کی چالِ حال
لیکن حرام شے ہے مقابر کی دیکھ بھال
تیرا غضب کہاں ہے خداوندِ جل جلال
مخلو کی آب و تاب ہے حکام پر حلال
اُس شخص کا نوشتہ تقدیر ہے زوال
پہرتے ہیں روز و شب تو لپٹتے ہیں ماہ و سال
کب تک ہیں گئے جعفر باقر گشتہ حال
ہر لحظہ ان کی ذات پہ قربان جان و مال

کیا یونہی خاک اڑے گی مزاراتِ قدس پر

فیصل کی سلطنت سے ہے شورشِ مراسواں

جن نجدیوں کے عقائد پر علمائے دیوبند بھی برسرِ رہے ہیں اور عقیدہ
لکھنے سے قبل نقل کفر کفرِ خاشد کے الفاظ لاتے ہیں اور مقدس مقامات
اور مزارات کی ویرانیوں اور بربادیوں سے متعلق سراپا فریاد بن کر کہتے ہیں
کہ اے خداوندِ کریم! تیرا غضب اور قہر کہاں ہے جو صعدی حکمرانوں پر
نہیں پڑا اور اُس کے زوال کی دعا کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی نگاہ میں
بنت نبی کی حیاء تک نہیں۔ اور آج جو امریکیوں کو انہوں نے اپنے سر کا
تاج بنا رکھا ہے، یہودی عیسائیوں سے الحمد للہ دیکار رہے ہیں۔ بے دینوں
سے دوستی و یارانہ گانٹھ رکھا ہے۔ گھر میں بھلا کو شراب و شباب کی اجازت
دے رکھی ہے۔ سٹور کا گوشت منگوایا جا رہا ہے، یہودی عورتیں ننگے ٹانگ

دندان پھرتی ہیں، ساری دولت یہودیوں کے قبضہ میں دے رکھی ہے،
 شخصی حکومت قائم ہے، عیش و عشرت کے جام لٹھاٹے جا رہے ہیں،
 ستر ستر عورتیں گھر میں بٹھا رکھی ہیں طلاقوں پر ملاقاتیں دے دے کر نوجوان
 لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جا رہا ہے، لہو و لعب اور کھیل تماشوں میں
 زندگی بسر کی جا رہی ہے، آثار و مقابر پہلے سے زیادہ ویران کر دیئے
 گئے ہیں، جنت البقیع کو کھنڈر بنا دیا گیا ہے جبکہ اپنے مملات میلوں
 پھیلے چلے جا رہے ہیں، بقول شورش کا شمیری ۱۹۶۹ء میں اگر اسلام
 اپنے مولد و منشا یعنی مکہ اور مدینہ میں اجنبی تھا تو آج چوبیس سال بعد
 اُس کی حالت کیا ہوگی جن کے عقائد و اعمال کا یہ حال ہو کیا ایسے آئمہ
 کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے؟

دیوبندیت کے متوالوں سے گزارش ہے کہ وہ المہند اور شہاب
 ثاقب اٹھا کر ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے آگے رکھیں اور اُن کے مندرجہ
 پڑھ کر پوچھیں کہ اس نجدی شیخ کے پیروکاروں کے پیچھے شرمناک
 نماز ہو سکتی ہے؟

اور اہل اپنے علماء کو یہ ضرور بتانا کہ شہاب ثاقب کے مصنف
 تک تو شیخ نجدی سے متعلق معلومات صحیح نہیں پہنچ سکیں اور جو کچھ
 کسی نے خبر دی، اُس کے خلاف لکھ ڈالا لیکن یہ اور درجنوں معتبر
 و مستند دیوبندی مُصَدِّقینِ اَلْمُنَدِّ کس "بھلیکے" میں مارے گئے۔

نتیجہ یہ اگر آپ کے بزرگوں کو سچا مانا جائے تو آپ جھوٹے
 ٹھہرے جو نجدیوں کے پاؤں دھو دھو کر پی رہے ہیں اور اگر نجدیوں
 کے عقائد کو برحق مانا جائے تو آپ کے بزرگ جھوٹے، جنہوں نے
 کفر یہ عقیدے اُن کی طرف منسوب کئے۔ آپ تو اپنے بزرگوں سے بھی
 مخلص نہیں۔ کچھ مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مالی

فائدے کی خاطر اپنے بزرگوں کے خلاف کھلی بغاوت کمزور کے بھائیوں
کے چہرہ پر سرٹیک دیئے۔

پورا دین نہ مکہ میں نہ مدینہ میں

آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :-
” (عاجی امداد اللہ ہا جسہ مکی نے) فرمایا کہ ایک بزرگ نے لکھا
ہے کہ ایک ایسا زمانہ آدے گا کہ نیک لوگ مکہ سے چلے جاویں گے،
یہ وہی زمانہ ہے، اس زمانہ میں پورا دین نہ مکہ میں ہے نہ مدینہ میں۔ اس
زمانہ میں دیندار وہ ہے کہ پہاڑ پر جا کر معروف ذکر الہی ہو، نہ
یہی بات بالفرض امام احمد رضا لکھتے تو آپ کی مطالعہ بریلویت
میں ایک اور عنوان کا اضافہ ہوتا۔ ”پہاڑوں کو نیکے مدینے پر فضیلت“
اور تبصرہ فرماتے کہ احمد رضا کے دل میں اگر مکہ معظمہ کی قدر و منزلت
ہوتی تو یہ نہ لکھتے کہ نیک لوگ مکہ سے چلے جاویں گے اور خدا جانے
کن کن الزامات کی بوچھاڑ کی جاتی۔ اب فرمان حضرت عاجی صاحب کا
تفسیر کرنے والے حکیم الامت تھانوی صاحب ہے کوئی انصاف پسند
دیوبندی جو ڈاکٹر صاحب کی گردن کو اوپر سے پکڑ کر اس عبارت کی
وضاحت طلب کرے کہ دینداری کی لذت مکہ میں رہ کر ہے یا دور
پہاڑوں پر ؟

دارالعلوم دیوبند کی کعبۃ اللہ سے افضلیت

مسجد دارالعلوم دیوبند کی نورانیت اور تقدس کا حرم کعبہ کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے ”مبشرات“ کا مصنف لکھتا ہے :-

”مکہ معظمہ کے مشہور مجاور (خادم) بزرگ جس کا نام محب الدین تھا، دارالعلوم دیوبند میں جب تشریف لائے تھے تو یہاں کی جماعت (نماز) میں شریک ہو کر اپنی کشفی احساس یہ ظاہر کرتے تھے کہ جس کیفیت کی یافت (فائدہ اور آمد) یہاں کی جماعت میں ہوتی ہے اب تو حرم کی جماعت میں بھی اس کیفیت کو نہیں پاتا“۔

جناب یہ ہے برطانوی استبداد کا کرٹوا پھل جو ساری سنیت کو کھٹکا پڑ رہا ہے اور دیکھتے دیکھتے دیوبندی مذہب مکہ و مدینہ کی ایسی ہی گستاخوں سے ترتیب پا گیا ہے کوئی صاحب انصاف دیوبندی جو ڈاکٹر صاحب کا کان پکڑ کر پوچھے کہ ”اب تو حرم کی جماعت میں بھی اس کیفیت کو نہیں پاتا“ کا مطلب کیا ہے اور بیت اللہ سے زیادہ لذت و یافت دارالعلوم دیوبند میں کس طرح آگئی؟

آج ہمیں بڑے دھوم دھڑکے **حرم پاک میں علیحدہ جماعت** سے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ امام

کعبہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے مگر بے چاروں کو اپنے گھر کی خبر نہیں۔ صادی دنیا اس حقیقت سے باخبر ہے کہ سعودی نجدی خاندان سے قبل وہاں اہل سنت و جماعت کا دور دورہ تھا، جن کا عقیدہ آج کے بریلویوں کی طرح تھا اور جن کو محمد بن عبد الوہاب نے سعودی خاندان سے مل کر مشرک قرار دے کر صفحہ ہستی سے اڑانے کی کوششیں

(حاشیہ صفحہ سابق) ۱۵ امداد المشتاق صفحہ ۸۵ مکتبہ اسلامیہ بٹال گنج لاہور۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) ۱۵ مبشرات دارالعلوم صفحہ ۳۲۔

کرتا رہا اگرچہ وہ اپنے اس ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا سوائے
اقتدار حاصل کرنے کے۔ اسی دور میں امام ابوالمہدی ہند مولوی اسماعیل
دہلوی اور اُن کے مُرشد سید احمد صاحب بریلوی دہلیت کے رنگ
میں رنگے رنگائے بغرض حج مکہ پہنچے۔ جب وہاں پہنچے تو اپنی جماعت الگ
کرائے لگے۔ اُن سے متعلق دیوبندیوں کے معتبر عالم مولوی سید ابوالحسن
ندوی لکھتے ہیں :-

”مشورہ سے طے پایا کہ جب تک لوگ حرم میں تراویح پڑھیں، آپ یہاں
لوگوں کا استرکان عینیں۔ شور بند ہونے کے بعد مطاف میں اپنی جماعت
علیحدہ کی جائے۔“

اسی طرح معروف دیوبندی مؤرخ غلام رسول دہرہ بھی لکھتے ہیں کہ سید
صاحب نے اپنے مریدوں کو حکم دیا :-

”جب دوسرے لوگ فارغ ہو جائیں تو اپنی جماعت کھڑی
ہو۔“

ڈاکٹر صاحب! وہ دوسرے لوگ کون تھے۔ مسلمان تھے یا کافرا؟
(معاذ اللہ) مسلمان تھے تو آپ کے امام ابوالمہدی نے اُن کے پیچھے نماز کیوں نہیں
پڑھی اور اگر معاذ اللہ مشرک تھے تو پھر اُن کا قبضہ ثابت ہوا۔

حرم کا مؤذن مردود | جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ سعودی حکومت
سے پہلے وہاں اہل سنت کا دور دورہ تھا

اس لیے سید احمد صاحب کے ایک مرید مولوی عبدالحی نیوتنوی جو کہ کم علم مگر
تیز مزاج تھے، حرم پاک میں پڑھے جانے والے درود و سلام سے بہت چڑتے
تھے۔ مولانا عبدالفتاح گلشن آبادی لکھتے ہیں :-

”صبح کی اذان کے اول حرم محترم کے اطراف کے میناروں پر
موذن چڑھ کر درود اور سلام پکارتے ہیں، (مولوی عبدالحق)
اس کو بحیم ریغی مردود کہتے ہیں۔“

اہل حرم میں بدعتی | سید احمد نے پنجاب سے روانگی
کے وقت اپنی ازواج کے
بارے میں وصیت کی کہ اگر میں مارا گیا تو تم حرمین شریفین علی جاننا۔
بچر فرماتے ہیں۔

”وہی سرزمین ہے جہاں دینِ خلل سے محفوظ رہے گا اگرچہ بدعات
سے وہ ملک بھی خالی نہیں۔“

ڈاکٹر صاحب نے حاصر سے سوال | آپ نے اپنی کتاب
مطالعہ بریلویت جلد دوم
میں لکھا ہے۔

”وہ کون سے مسلمان ہیں جو حرمین شریفین کے علماء پر طعن
کریں اور ان کے عقائد قرآن و حدیث کے خلاف تصور کریں۔“
آپ کا یہ کلیہ صرف سعودی خاندان کے حکومتی دور کے لیے مخصوص
ہے یا اس کا اطلاق ہر زمانے کے علمائے حرمین کے لیے ہے۔ اگر سعودی
خاندان کے حکومتی دور تک ہی مخصوص ہے تو آپ کا یہ عقیدہ ہو گیا کہ
اس سے قبل یا بعد کے کسی زمانے میں قرآن و حدیث کے خلاف بھی عقائد
رکھنے والے علماء موجود تھے یا ہو سکتے ہیں، یوں آپ ہمارے مؤقف کے

۱۔ تحفہ محمدیہ صفحہ ۱۱۸ بحوالہ حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۶۲۔

۲۔ سید احمد شہید صفحہ ۷۳ از غلام رسول ہر۔

۳۔ مطالعہ بریلویت ج ۲ صفحہ ۳۹۵

ساتھ متفق نظر آتے ہیں اور آپ کا ہم پر مذکورہ بالا اعتراض قطعی بجا ہے اور اگر آپ کے اس گلے کا اطلاق ہر زمانہ کے علمائے حرمین کے لیے ہے تو پھر بھی آپ کی اس دلیل کی بساط الٹ گئی، اس لیے کہ آپ کے ”مُرشدِ برحق“ اور مصلح و مقتدا محمد بن عبد الوہاب نجدی نے علمائے حرمین طہتین پر نہ صرف طعن کیا بلکہ مشرک سمجھ کر سینکڑوں علماء کی گردنیں اڑا دیں اور ان کے ہزاروں معتدین کے خون کی ندیاں بہا کر صحرائے عرب کو زندگی بنادیا۔ اب آپ اپنی عبارت پھر سے ایک بار پڑھیں اور بتائیں کہ شیخ نجدی نے سعودی امراء سے مل کر علمائے حرمین کو کس لیے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اگر علمائے حرمین پر صرف طعن کرنے والے مسلمان نہیں تو علمائے حرمین کو مشرک سمجھ کر قتل کرنے والے اور ان قاتلین کو اپنا مقتدا و پیشوا ماننے والے کس طرح توحید کے ٹھیکیدار بن سکتے ہیں۔

اور اب تو آپ خود بھی اعتراض کے قابل نہیں رہے کہ بریلوی ”امام کعبہ“ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کیونکہ آپ نہ صرف اپنے اکابرین کے باغی ہیں بلکہ اپنی تحریروں کے بھی باغی ہیں۔ دیکھیے اوپر کی اپنی عبارت کہ

”وہ کون سے مسلمان ہیں جو حرمین شریفین کے علماء پر طعن کریں؟“
 اگر محمد بن عبد الوہاب نجدی علمائے حرمین کو تہہ تیغ نہ کرتا اور موجودہ سعودی خاندان اور مہرکاری آئمہ بقول فاروقی صاحب شیخ نجدی کے پیرو نہ ہوتے تو ہم بریلوی ضرور نماز پڑھتے۔ چونکہ انہوں نے یہ کام کیا ہے اس لیے ہم آپ کی زبان میں کہہ سکتے ہیں کہ ”وہ کون سے مسلمان ہیں جو سینکڑوں علمائے حرمین کے عقائد کو مشرکانہ سمجھ کر ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ لیں؟“

کیا ایسے لوگوں یا ایسے لوگوں کے ماننے والوں کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ اب تو آپ کی اپنی عبارت کے مطابق شیخ نجدی اسلام سے گیا اور اس کے متبعین کا بیڑا بھی آپ نے غرق کر دیا۔ کیونکہ اس کا علمائے حرمین کو شہید کرنا آپ کی اپنی کتابوں سے ثابت ہے۔ آپ تو اپنی عبارت کے بھی مخالف ٹھہرے کہ وہاں جا کر ان کے پیچھے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں جو اس قاتل کے اقل درجے کے پیروکار ہیں۔ بنا بریں اگر محض طعن کرنے پر ہم گستاخ ہوئے تو آپ مکہ مدینہ کے بدرجہ اولی گستاخ ہوئے۔

یہی عنوان ڈاکٹر صاحب نے
کعبہ حقیقی بیت اللہ نہیں | اپنی کتاب کے صفحہ ۳۰۳ پر

ہمارے خلاف دیا ہے، فرماتے ہیں :-

”بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ کعبہ شریف حقیقی بیت اللہ نہیں، مولوی محمد یار صاحب لکھتے ہیں :- ”بیت اللہ شریف دو ہیں ایک مجازی اور دوسرا حقیقی، بیت اللہ شریف مجازی تو کعبہ شریف ہے اور بیت اللہ حقیقی انسان کامل، اس لیے فرمایا کہ مجاز حقیقت سے رخصت ہو رہا ہے“
 رشرح دیوان شریہ ص ۷۷

ڈاکٹر صاحب نے اس پر مزید تبصرہ نہیں فرمایا البتہ آگے دو چار عنوان کعبے کی نسبت سے اور دے کر ایسے لیے جھوٹ کے پلندے گھڑے ہیں کہ ایک دینی سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان قرآنی آیت لعنة اللہ علی الکاذبین پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ رہا مولانا محمد یار صاحب کا یہ کہنا کہ کعبہ حقیقی بیت اللہ نہیں، یہ بس تھوڑی سی سمجھنے کی بات ہے۔ جب حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ رُخ انور بیت المقدس کی طرف
 کر کے نماز پڑھیں تو سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس قبلہ رہا۔ عین
 اس وقت اگر کوئی حضور کا طریقہ چھوڑ کر مکہ میں بیت اللہ کی طرف
 مُنہ کرتا تو اسلام سے خارج ہو جاتا۔ پھر جب بیت المقدس سے ہٹا کر
 دوبارہ بیت اللہ کی طرف مُنہ کرنے کا حکم دورانِ نماز آگیا تو تمام صحابہ
 کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پھر گئے۔ اب صورِ حال
 یہ بن گئی کہ چند لمحے قبل جو بیت المقدس قبلہ اور ایمان کی علامت تھا،
 اب اگر کوئی اُدھر مُنہ کر کے نماز پڑھتا تو اسلام سے فوراً نکل جاتا۔
 معلوم ہوا کہ قبلہ سمتوں کا نام نہیں بلکہ اصل قبلہ تو خود حضور صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کی کامل و اکمل اپنی ذات ہے۔ حقیقی قبلہ تو میرے آقا
 محمد مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی محترم ذات ہے۔ مولانا محمد یار
 صاحب کا یہی مطلب تھا کہ ہدایت تو انسان سے ہی ملتی ہے، ورنہ
 کعبۃ اللہ تو اس وقت بھی موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام
 اسی لیے مبعوث فرمائے کہ وہ لوگوں کو گمراہی سے نکالیں اور انبیاء کرام
 علیہم السلام کے بعد اولیائے کرام یہ فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ گویا
 کعبے کا احترام بھی کسی کامل انسان کی رہنمائی ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

گھر کی شہادت | میری فطرتِ ثانیہ ہے کہ مخالف کو شکست
 و مہیوت کرنے کے لیے دلیل بقیل خدا

اُس کے گھر سے لاتا ہوں اور دلیل بھی ایسی کہ مخالف صمم و بکم کی عملی تصدیق
 بن جائے۔ دیوبندیوں کے جامع المجددین اور حکیم الامت مولوی اشرف
 علی تھانوی صاحب بھی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے مرید
 ہیں۔ مگر پیر کا گھر رنگ اور ہے مرید کا رنگ اور۔ بہر حال تھانوی صاحب
 اپنے پیر حضرت حاجی صاحب سے متعلق بیان کرتے ہیں :-

” (حاجی صاحب نے) ارشاد فرمایا کہ شریف (شریف مکہ) یا اور کوئی حاکم میرا کیا کر سکتے ہیں، بہت سے بہت اتنا کر سکتے ہیں کہ مکہ معظمہ سے مجھ کو جلا وطن کر دیں۔ سو یاد رکھو کہ میں جہاں بیٹھا جاؤں گا، میرا وہی مکہ اور وہی مدینہ ہے اور حقیقت مکہ کی فلاں مقام ہے، اس ظاہری مکہ اور مدینہ پر کچھ موقوف نہیں۔ یہاں تک تو حضرت صاحب کو جوش تھا، پھر سنبھل کر ارشاد فرمایا کہ البتہ جو لوگ جامع ہیں وہ حقیقت کے ساتھ صورت کی بھی رعایت رکھتے ہیں اور ظاہری مکہ و مدینہ کو بھی نہیں چھوڑتے یہ سنا

ڈاکٹر صاحب! اگر آپ اوندھے منہ گر جانے سے بچ ہی نکلے ہیں تو پیشانی سے عرقِ مذامت پونچھ کر اپنے حکیم الامت تھاغوی صاحب کی عبارت بار بار پڑھیں، بار بار پڑھیں اور پڑھتا جا، شرماتا جا، یہی عبارت تھاغوی صاحب کی بجائے کسی سُنی عالم کے قلم سے نکلی ہوئی تو آپ طعن و تشنیع کے تیروں سے اُس کا جگر چھلنی کر دیتے اور خدا جلنے کیسے کیسے تبصرے چھانت کر لاتے۔ اب جبکہ یہ ”صانع“ گھر میں رو نما ہو چکا ہے تو دیکھیے ڈاکٹر صاحب کس طرح تحفظ فرماتے ہیں۔ ہاں یہ خیال رکھئے گا کہ جوش کے بعد ہوش آنے پر بھی، جبکہ حاجی صاحب سنبھل چکے تھے، اُس وقت بھی فرماتے ہیں کہ جامع لوگ حقیقت کے ساتھ صورت کی بھی رعایت رکھتے ہیں۔ ثابت ہوا کعبۃ اللہ کی حقیقت اور ہے اور ظاہری صورت اور۔ مگر آپ مخاطب ہیں تو اب یہی آیت کریمہ تلاوت کی جاسکتی ہے اَفَاَنْتَ لَسْمِعُ الضُّعْفِ اَوْ تُهْدٰى السُّعْيِ وَمَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

چھوٹے میاں سے بھانسنے والا
بڑے میاں نے دھوکے، دجل،
فریب، تلبیس اور چوڑ توڑ کی جو

کاری گری اور جو کارنامے دکھائے وہ تو آپ ملاحظہ کر چکے، اب ایک ایسی کاریگری ذرا چھوٹے میاں کی بھی دیکھتے جاؤ۔ ”مطالعہ بریلویت“ کے مرتب فاضل جامعہ رشیدیہ ساہیوال، جناب حافظ محمد اعظم صاحب ہیں جنہوں نے ڈنکا سٹر (انگلینڈ) کو اپنا مسکن بنا رکھا ہے۔ وہ کتاب کے شروع کے صفحات میں لکھتے ہیں :-

”اگر کوئی صاحب اس کا جواب لکھنا چاہیں تو وہ اس کتاب کو متن بنا کر ساتھ ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔ کتاب ہذا کے لفظ لفظ کو سامنے لائے بغیر اس کا جواب ناکافی اور ناقابل اعتناء سمجھا جائے گا، حافظ صاحب کا یہی اعلان و انتباہ اگر کوئی قادیانی، رافضی، عیسائی، پرویزی، غیر مقلد و غیرہ ان پر پلٹ دے تو کیا حافظ صاحب کے جو رنگوں کی لکھی گئی تمام کتب (مذکورہ مذاہب کے خلاف) ناکامی و بے کار سمجھی جائیں گی؟ اس کا مطلب ہے کہ مذکورہ مذاہب کے رد میں لکھی گئی تمام کتب پر لکیر پھیر کر رد کر دیا جائے اور قابل اعتناء نہ جانا جائے۔ پھر تو دنیا کی کوئی بھی کتاب جو کسی کتاب کے جواب میں کسی مسلمان عالم نے لکھی ہو، قابل اعتبار نہیں رہے گی۔ حافظ صاحب سے گزارش ہے کہ وہ اپنا اعلان و انتباہ واپس لے لیں ورنہ اس اصول اور ضابطے کے مطابق وہ اپنا بھٹ خود بٹھالیں گے۔ دیندار مصنفین کا وسیع یہ رہا ہے کہ جواب دیتے وقت مخالف کی وہی عبارت لیتے ہیں جو ان کے مدعا کو پوری کرتی ہو۔ پوری کتاب کی کتاب کبھی نقل نہیں کی گئی۔ آپ لوگوں کی عبارات لیتے وقت یس نے کوئی دھوکہ کیا ہو تو آگاہ فرمائیے۔“

(حاشیہ صفحہ سابقہ) لے کر اہم امدادیہ صفحہ ۱۹، ۲۰ مکتبہ فرقان گوالڈی لہور

(حاشیہ صفحہ موجودہ) لے مطالعہ بریلویت ج ۲ صفحہ ۱۶ ÷

عربوں کے برطانوی حمایت | جناب عبداللطیف سیٹھی
اپنے مضمون "فلسطین کا

مسئلہ" میں رقمطراز ہیں :-

"چونکہ عربوں نے ترکوں سے بغاوت کر دی تھی، اس شکست سے دنیا میں اسلامی سلطنت کے حقے بخر لے ہو گئے۔ تاریخ نے ریکارڈ کیا ہے کہ عربوں کی بغاوت ہر لحاظ سے غیر اسلامی تھی اور اس بغاوت کے نتیجے میں آسمان کی اس نیلی چھت کے نیچے اسلامیوں کی خوب سوائی ہوئی اور اس ٹریجڈی کے سب سے بڑے فحال ایکڑ عرب تھے، اور اقبال اس پر خون کے آنسو رویاہ

متاع قافلہ عما حجازیاں بردند

مگر زبان نکشائے کہ یارب ما عربیت

یعنی ہمارے قافلہ کا مال متاع حجازیوں نے لوٹ لیا لیکن ہم زبان نہیں کھول سکتے کہ ہم اپنے دین کے لیے جس کے نام لیتا ہیں وہ عرب تھا۔ اگر عرب بغاوت نہ کرتے تو ترک جس فارم میں رانگریزوں کے خلاف میدانِ عمل میں آچکے تھے انہیں شکست نہ ہو سکتی تھی۔ اصل کا ایک خطرناک نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ اور بھی مضبوط ہو گیا اور دس کروڑ مسلمان محکومی کی زنجیروں میں جکڑ گئے اور اس سے نوآبادی نظام ایسا مضبوط ہو گیا کہ انگریزوں کی سلطنت پر سورج نے غروب ہونا پھوڑ دیا۔ ہندوستان کی محکومی کے ساتھ مصر بھی محکومِ افرنگ اور دوسرے چھوٹے بڑے اسلامی ممالک بھی انگریز کے زیرِ نگیں ہو گئے اس سے اہل اسلام کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ سہ

قصہ ہے دردناک بھی اور دلخراش بھی

آئے کہاں سے دل کہ دیا جائے اس کو طول

سارا ہی مشرق انگریزی استبداد (یعنی ظلم و قہر) کے زیر اثر ہو گیا۔ یہ یاد رہے کہ پہلی جنگ عظیم میں ترکی برطانیہ کے خلاف تھا اور حجاز وغیرہ یہ سب ترکوں کے قبضے میں تھے۔ سعودی خاندان جو مذہباً محمد بن عبدالوہاب نجدی کا پیرو تھا کئی بار حجاز کو قبضہ لینے کی کوشش کر چکا تھا۔ چونکہ سعودی قبیلہ مذہباً ترکوں سے شدید اختلاف رکھتا تھا اس لیے وہ ترکوں سے بغاوت کر کے برطانیہ کی حمایت میں لگ گیا کہ انگریز انہیں بادشاہ بنانے کا لالچ دے چکا تھا۔ اسی تناظر میں جناب عبداللطیف سیٹھی اپنے مضمون میں آگے چل کر لکھتے ہیں :-

”برطانوی امپیریلزم کی حمایت کر کے عربوں نے اسلام کی بے حرمتی کر دی، جسے محسوس کیا گیا اور اس کے نتائج ملت اسلامیہ کے حق میں بالخصوص خطرناک نکلے، اگرچہ عربوں کی چند راجدھانیاں قائم ہو گئیں..... بعد میں جو کچھ عربوں کے ساتھ سلوک ہوا وہ سب کچھ ان کے ساتھ ہونا ہی تھا کیونکہ اسلام کی تعلیمات کی پرواہ نہ کی گئی صرف عرب ازم پر زور دیا گیا اور عرب، غیر عرب کی تمیز فسادِ آدمیت ہے اس لیے اسلام میں ممنوع ہے۔ اس کے بعد ان چھوٹی چھوٹی راجدھانیوں میں قیصر کسریٰ طرز کی بادشاہتیں اور سلطانات قائم ہو گئیں لیکن اسلام غریب الدیار ہو گیا۔“

اس دردناک پس منظر کی دھمک فلسطین میں بھی محسوس کی گئی۔ مضمون کے مصنف نے مرحوم مفتی اعظم فلسطین حضرت امین الحسینی کی کتاب سے ایک اقتباس پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے :-

”عربوں نے کسی معاملہ پر بھی سیاسی تدبیر کا ثبوت نہ دیا۔ ان کی اکثریت استعمار کی آلہ کار بن گئی تھی اور استعمار نے یہودی مؤقف کی دائیہ دہی دے دے سنبھلنے مدد کی اور قدرت کی طرف سے اس طرح عربوں کو عزرائیلی کہ فلسطین ان کے ہاتھوں

سے روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ملی ایڈیشن مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۴۷ء

سے نکل گیا اور یہودی جن پر خدا کی چٹکار پڑی ہوئی تھی انہیں موقع مل گیا اور اسلام کے حسب سے بڑے دینی مرکز پر قابض ہو گئے اور پھر طاقت پکڑتے چلے گئے اور پھر ایک پھر طاقت کی امداد لینے میں کامیاب ہو گئے اور اب وہ اس قدر کامیاب ہیں کہ عربوں کو یلیامیٹ کر دینے کے لیے وہ ہر لحاظ سے مصلح ہیں اور ان کے مقابلہ میں عرب تو ناخواندہ اور ہر لحاظ سے پسماندہ لوگ ہیں۔ تیل کی دولت تعیش میں صرف کرنے میں دنیا کی سب قوموں کے عیش و عشرت کے ریکارڈ مات کر رہے ہیں۔

یہ ہے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تعلیمات کا اثر اور نتیجہ جو بقیہ ضیاء الرحمن فاروقی صاحب سعودی عرب کے ماتھے کا جھوٹا مرہن ہوا ہے۔

اختتام :- ڈاکٹر خالد محمود صاحب : آپ کو جوڑ توڑ کی اس بھیانک کاروائی پر ملنے والے کوڑکڑاتے لوگوں کی قسم ! اگر آپ کو چھٹی کا دعویٰ ہے تو درمیان بنیے، مطالعہ بریلویت جلد دوم سے متعلق جو کچھ میں نے لکھا ہے اسے غلط ثابت کر دکھائیے یا جو بات آپ کی معاشرت میں آیا وہ عادت سے برسرِ کار رہے ہیں، انہیں پھر آواز دے کے غلط لیجئے ہے کوئی آپ علاموں میں ایسا مافیٰ کالال کہ جو کچھ میں نے اپنے اس مضمون میں پیش کیا ہے اس کی تغلیط میں قلم اٹھا سکے یا کسی حوالہ میں جوڑ توڑ ثابت کر سکے، ہے کسی میں جرأت ؟ انشاء اللہ العزیز یہ جرأت کسی میں نہیں ہے۔

نہ خنجر اٹھے کا نہ تلوار اُن سے یہ باز و مرے آڑ ملے ہوئے ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

گستاخان رسول ﷺ

سے قطع تعلق

از قلم : مناظر اسلام حضرت علامہ محمد عبدالرشید قادری رضوی سمندری

درس قرآن

حضور رسول اللہ ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کے گستاخوں سے قطع تعلق کی تاکید

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے : —

لَا يَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا
آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ
أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ
وَأَتَدَّبَّرُوا بِرُوحٍ مِنْهُ وَلِيُدْخِلَهُمْ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ هُوَ
أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ٥

ترجمہ : تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ
اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے
رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے

۱۔ سورہ مجادلہ احسنی آیت :

ڈالے ہوئے ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے شہریں ہیں ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زندگی اس آیت کی جیتی جاگتی تفسیر ہے جو کبھی بدل نہیں سکتی۔ ابو عبیدہ ابن جراح نے اُحد میں اپنے باپ جراح کو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بدر میں عتبہ ابن ربیعہ کو قتل کیا، حضرت عمرؓ نے اپنے باموں عاص ابن ہشام کو، مصعب ابن عمیرؓ نے اپنے بھائی عبداللہ ابن عمرؓ کو بدر میں قتل کیا، ابو بکر صدیقؓ نے اپنے بیٹے عبدالرحمنؓ کو پکارا کہ آیا پ بیٹے کے دو ہاتھ ہو جائیں۔ مگر حضورؐ نے منع کیا بعد میں عبدالرحمنؓ ایمان لے آئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم، (نور العرفان)

گستاخوں کو چھوڑنے والے کو سات انعامات

پہلا انعام :- اُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ۔
ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قلم قدرت کے ساتھ ایمان لکھ دیا۔
دوسرا انعام :- وَآتَاهُمُ يَرْوِجَ قَنَهُ۔ اللہ تعالیٰ نے
اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

تیسرا انعام :- وَیُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ
 تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنتوں میں
 داخل کرے گا جن میں نہریں بہتی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے۔
 چوتھا انعام :- رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ۔ اللہ تعالیٰ
 ان سے راضی ہو گیا۔
 پانچواں انعام :- وَرَضُوا عَنْهُ۔ وہ بھی اللہ
 تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔
 چھٹا انعام :- أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ۔ یہ اللہ تعالیٰ
 کی جماعت ہے۔
 ساتواں انعام :- أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ
 الْمُفْلِحُونَ۔ خبردار! سنا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

گستاخوں سے دوستی کر نیوالے کو سات دُرّے

پہلا دُرّہ :- اس کے دل میں ایمان نہیں لکھا جائے گا۔
 دوسرا دُرّہ :- اس کی رب تعالیٰ امداد نہیں فرمائے گا۔
 تیسرا دُرّہ :- وہ جنتوں میں کبھی نہیں جاسکتا۔
 چوتھا دُرّہ :- اس پر اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب ہو گا۔
 پانچواں دُرّہ :- وہ اللہ تعالیٰ سے راضی نہیں ہوں گے۔
 چھٹا دُرّہ :- وہ شیطان کا ٹولہ ہے۔
 ساتواں دُرّہ :- وہ شیطان کا ٹولہ کبھی کامیاب نہیں
 ہو سکتا۔ (أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَعَثَانَهُ مَتْنًا
وَدُونَكُمْ لَا يَأْتِيَنَّكُمْ خَبَلٌ مَّوَدٍّ وَأَمَّا عَنِتُّمْ حَرَجُ
قَدِّبَاتِ الْبَعْضَاءِ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ حَرَجٌ وَمَا تَحْتَفِي
صُدُّوهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمْ الْآيَاتِ إِنْ
كُنْتُمْ تَحْقُلُونَ ۝

ترجمہ :- اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔ وہ
تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے۔ ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں
پہنچے۔ (بیر دشتی) ان کی باتوں سے جھبک اٹھا اور وہ جو سینے میں
چھپائے ہیں اور بڑا ہے۔ ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دیں
اگر تمہیں عقل ہو ۝

بَشِيرًا مُنْفِقِينَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا
دُونَكُمْ الْكُفْرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ
أَيُنْفِقُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ
لِلَّهِ جَمِيعًا ۝

ترجمہ :- خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لیے دردناک
عذاب ہے وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے
ہیں کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت تو ساری اللہ
کے لیے ہے ۝

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكُفْرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ
دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ
مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ ۝

۱۷ پ ۳۴ ۱۷ کنز الایمان ۳ پ ۵۴ ۱۷
۱۷ کنز الایمان ۱۷ پ ۴۳ ۱۷

ترجمہ: مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہے۔

کافروں سے اتحاد کرینا کے حکم قرآن کا فسر ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: —
وَمَنْ يَتَّخِذْ لَهُمْ مِنْكُمْ فِرَارَةً مِنْهُمْ ط

ترجمہ: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ

انہیں میں سے ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ

مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ط

ترجمہ: اے ایمان والو! جہاد کرو ان کافروں سے

جو تمہارے قریب ہیں اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ

وَاعْلِظْ عَلَيْهِمْ وَمَا وَلَهُمْ جَهَنَّمُ

وَبَلَدٍ الْمَصِيرُ ط

ترجمہ: اے غیب بتانے والے (نبی)، کافروں پر اور

منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانا

۱۔ کنزالایمان - طے رسائل رضویہ ج ۲ ص ۱۵۲۔

۳۔ پ ۶ ع ۱۲۔ طے کنزالایمان طے پ ۱۱ ع ۵۔

۴۔ کنزالایمان - طے پ ۲۱ ع ۲۰ ÷

جہنم ہے اور کیا ہی بُرا انجام ہے
 وَإِنَّمَا يُنِيبُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْصُدْ
 بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝
 ترجمہ :- اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آنے
 پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو ۝
 وَلَا تَقْرَأُوا الْحَبَرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا
 فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۝
 ترجمہ :- اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ
 چھوئے گی ۝

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

۱۔ کنزالایمان — ۲۔ پ ۷ ع ۱۳ —
 ۳۔ کنزالایمان — ۴۔ پ ۱۲ ع ۱۰ —
 ۵۔ کنزالایمان —

درسِ حدیث

از جناب مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عبدالرشید قادری رضوی صاحب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: —

① اِذَا رَاَيْتُمْ صَاحِبَ بَدْعَةٍ فَاكْفَرُوا وَافْجَوْا وَجْهَكُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ يَبْغِضُ كُلَّ مُبْتَدِعٍ يَلِيهِ
ترجمہ: جب تم کسی بد مذہب کو دیکھو تو اس کے سامنے ترش روئی
سے پیش آؤ اس لیے کہ خدا تعالیٰ ہر بد مذہب کو دشمن رکھتا

ہے۔
② لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لِمَاصِحَ بَدْعَةٍ صَوْمًا وَلَا صَلَاةً
وَلَا مَدَقَّةً وَلَا حَجًّا وَلَا عُمْرَةً وَلَا جِهَادًا
وَلَا صَرْفًا وَلَا عَدْلًا يَخْرُجُ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا
تَخْرُجُ الشَّجَرَةُ مِنَ الْعِجَنِ يَلِيهِ
ترجمہ: خدا تعالیٰ کسی بد مذہب کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ
نماز، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد اور نہ کوئی نفل نہ
فرض۔ بد مذہب دین اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا کہ
گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔

۱۰ ابن عساکر ۱۱ ابن ماجہ ۱۲

③ اهل البدع كلهم اهل النار۔ عن

ابن امامة رضى الله تعالى عنه يله

ترجمہ :- بد مذہب دونوں کے گتے ہیں۔

④ من وقع صاحب بدعة فقد اهان على

هدم الاسلام۔

ترجمہ :- جس نے کسی مذہب کی عزت کی تو اس نے اسلام کے ڈھلنے پر مدد کی۔

⑤ اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز

لذلك العرش۔ عن ابی ہریرۃ رضى الله تعالى عنه۔

ترجمہ :- جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب غضب فرماتا ہے اور عرش الہی ہل جاتا ہے۔

⑥ نهى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان

يصافح المشركون او يكتنوا او يرحب

بهم۔ عن جابر بن عبد الله رضى الله

تعالى عنه في ابونعيم حلية الاوليا

ترجمہ :- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مشرکوں

سے مصافحہ کیا جائے یا انہیں کنیت سے ذکر کریں یا آتے وقت مرحبا کہیں۔

⑦ اياكم واياهم لا يضلونكم ولا

يفتنونكم۔

۱۔ دار قطنی — ۲۔ مشکوٰۃ —

۳۔ بیہقی — ۴۔ مشکوٰۃ —

ترجمہ :- ان روایہ دیوبندیہ سے دور رہو اور انہیں اپنے
سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں
فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

⑧ ان مرضوا فلا تقودوہم وان مانتوا
فلا تشہدوہم وان لقیتمہم فلا
تسلموا علیہم ولا تجالسوہم ولا تشاربوہم
ولا تواکلوہم ولا تناکحوہم ولا تصلوا
علیہم ولا تصلوا معہم۔ عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ترجمہ :- بد مذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ اگر
مر جاویں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ ان سے ملاقات
ہو تو انہیں سلام نہ کرو۔ ان کے پاس نہ بیٹھو۔ ان کے
ساتھ پانی نہ پیو۔ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ۔ ان کے ساتھ
شادی بیاہ نہ کرو۔ ان کی جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ
نماز نہ پڑھو۔

فتویٰ :- لَوْ سَلَّمَ عَلَی الَّذِیْ تَجِیْلًا یُکْفِرُ
لَا تَجِیْلُ الْکَافِرُ کُفْرًا۔
ترجمہ :- اگر ذمی کو تعظیماً سلام کرے کافر ہو جائے گا
کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

ذمی نرم درجے کا کافر ہے تو اس کی تعظیم کرنے والا کافر
ہے تو جو ہزار درجے کے صحت کافر ہوں ان کی تعظیم کیونکر

لے مسلم لے فتاویٰ ظہیریہ۔ اشیاء والنظائر تنویر لا بصار پر مختار ہے

کُفْر نہ ہوگی۔۔۔۔۔
 فتویٰ :- لو قال لمجوسی یا استاذ بجیلہ
 کُفْر (فتاویٰ امام ظہیر الدین - اشباہ در مختار)
 ترجمہ :- اگر مجوسی کو بطور تعظیم استاذ کہے کافر ہو جائے گا۔
 وما علینا الا البلاغ المبین۔

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز کی
 اہم پیشکش

سرورِ کونین ﷺ کی بشریت و انسانیّت

تالیف : محمد نعیم اللہ خان قادری

بی ایس سی۔ بی ایڈ
 ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

چھپ۔ محکمہ مطبعہ اہل بیت

ناشر: فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کامونکہ

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز کی لاجواب کتب



❁ شرک کی حقیقت

❁ غیر مقلدین کو دعوت انصاف (اول) (مطبوعہ)

❁ غیر مقلدین کو دعوت انصاف (دوم) (مطبوعہ)

❁ غیر مقلدین کو دعوت انصاف (سوم) (مطبوعہ)

❁ غیر مقلدین کو دعوت انصاف (چہارم) (مطبوعہ)

❁ مجموعہ تصانیف حضرت علامہ محمد اسماعیل نقشبندی علیہ الرحمۃ

❁ دیوبند کا نیا دین

❁ سرورِ کونین ﷺ کی بشریت و نورانیت

❁ دیوبندیوں سے لاجواب سوالات

❁ مجموعہ رسائل مفتی محمد شفیع جماعتی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کامونگی